فتاوی رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

9

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۔ 8

پاکستان (54000)

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ (حديث)

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد نہم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ـــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ـــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸) پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون ۶۷۷۵۲

marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب ـــــــ فتاوٰی رضویہ جلد نہم
تصنیف ـــــــ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ
ترجمہ عربی عبارات ـــــــ حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی (بھارت)
پیش لفظ ـــــــ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
تخریج و تصحیح ـــــــ (۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محمد رب نواز
باہتمام وسرپرستی ـــــــ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظمِ اعلٰی تنظیم المدارس اہلسنت، پاکستان
ترتیبِ فہرست ـــــــ حافظ محمد عبدالستار سعیدی
کتابت ـــــــ محمد شریف گِل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پروف ریڈنگ ـــــــ (۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محمد عارف سعید ہمدمی
پیسٹنگ ـــــــ
صفحات ـــــــ ۹۴۸
اشاعت ـــــــ اپریل ۱۹۹۶ء
مطبع ـــــــ
ناشر ـــــــ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت ـــــــ روپے

○

ملنے کے پتے

- مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
- مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی

marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ	۵
باب الجنائز	۸۱
احکام و احوالِ قُربِ موت	۸۱
احکام و احوالِ بعدِ موت	۹۰
غسلِ میت	۹۱
کفنِ میت	۹۹
جنازہ لے کر جانا	۸۲
نمازِ جنازہ	۱۵۸
امامتِ نمازِ جنازہ	۱۷۴
نمازِ جنازہ کی ادائیگی	۱۸۳
موضعِ نمازِ جنازہ	۲۵۹
تکرارِ نمازِ جنازہ	۲۶۹
دفنِ میت	۳۷۰
جائے دفن	۳۷۹
تعزیت وغیرہ	۳۷۲
احکامِ قبور و مقابر	۴۰۳
زیارتِ قبور	۵۲۲
فاتحہ و ایصالِ ثواب	۴۲۱
دعوتِ میت	۶۶۱

marfat.com

فہرست رسائل

○ الحرف الحسن ——— ۱۰۷
○ المنۃ الممتازۃ ——— ۲۰۹
○ بذل الجوائز ——— ۲۳۹
○ النھی الحاجز ——— ۲۶۹
○ الھادی الحاجب ——— ۳۱۷
○ اھلاک الوھابیین ——— ۴۲۹
○ بریق المنار ——— ۴۸۵
○ جمل النّور ——— ۵۴۱
○ الحجۃ الفائحہ ——— ۵۶۹
○ اتیان الارواح ——— ۶۴۹
○ جلی الصّوت ——— ۶۶۱
○ حیاۃ الموات ——— ۶۷۵
○ الوفاق المتین ——— ۸۳۷

○

marfat.com

پیش لفظ

الحمدُ لِلّٰہ اعلیٰحضرت امام المسلمین مولٰنا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزائنِ علمیہ و ذخائرِ فقہیہ کو جدید انداز میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق منظرِ عام پر لانے کے لیے دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے جو ادارہ چند سال قبل قائم ہُوا تھا وُہ انتہائی برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہُوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلٰوۃ چار چار خوبصورت مجلدات میں آپ تک پہنچ چکی ہیں اب بفضلہ تعالیٰ جل مجدہٗ و بعنایۃ رسولہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نویں جلد پیش کی جارہی ہے۔

جلد نہم

یہ جلد فتاوٰی رضویہ (قدیم) کی جلد چہارم کے شروع باب الجنائز سے کتاب الزکوٰۃ تک ۲۷۳ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ فاضلِ جلیل، محققِ شہیر، صاحبِ تصانیف کثیرہ، ماہرِ علوم قدیمہ و جدیدہ حضرت علامہ مولٰنا محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الادب جامعہ اشرفیہ مبارکپور (بھارت) نے فرمایا۔ باب التیمم (جو جلد سوم و چہارم میں شائع ہوچکا ہے) کا ترجمہ بھی انہی کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ جلد چہارم قدیم میں باب الجنائز کی ترتیب چونکہ طبعی نہ تھی لہذا اس جلد کی کتابت سابق ترتیب سے ہٹ کر طبعی ترتیب کے مطابق کرائی گئی ہے۔

باب الجنائز کے مسائل کو سابقہ ترتیبِ غیر طبعی سے موجودہ ترتیبِ طبعی کی طرف منتقل کرنا بھی علامہ مصباحی صاحب کی محنتِ شاقہ کا ثمر ہے۔ علاوہ ازیں اس جلد میں شامل رسائل کی مفصل فہرست بھی افادہ قارئین کے لیے دے دی گئی ہے

marfat.com

جلد اوّل سے لے کر جلد ہشتم کے آخر تک مسئلوں کے نمبر مسلسل چلے آرہے تھے مگر حوالہ کی سہولت کے لیے اِس جلد میں یہ سلسلہ پھر نئے سرے سے شروع کیا گیا ہے اور آئندہ بھی ہر جلد میں مسئلہ نمبر نئے سرے سے شروع ہُوا کرے گا۔ احکامِ قبورِ مسلمین سے متعلق رسالہ جلیلہ "اھلاك الوھابیین" بھی پیشِ نظر جلد میں شامل کر دیا گیا ہے جو کہ فتاوٰی رضویہ (قدیم) میں شامل ہونے سے رہ گیا تھا۔ متعدد ضمنی مسائل و فوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل سترہ ۱۷ مستقل عنوانات، زیر بحث ہیں:

(۱) احکام و احوالِ قربِ موت
(۲) احکام و احوالِ بعد موت
(۳) غسلِ میّت
(۴) کفنِ میّت
(۵) جنازہ لے کر جانا
(۶) نمازِ جنازہ
(۷) امامتِ نمازِ جنازہ
(۸) نمازِ جنازہ کی ادائیگی
(۹) موضعِ نمازِ جنازہ
(۱۰) تکرارِ نمازِ جنازہ
(۱۱) دفنِ میّت
(۱۲) جائے دفن
(۱۳) تعزیت وغیرہ
(۱۴) احکامِ قبور و مقابر
(۱۵) زیارتِ قبور
(۱۶) فاتحہ و ایصالِ ثواب
(۱۷) دعوتِ میّت

مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تیرہ ۱۳ رسائل بھی اس جلد میں شامل ہیں:

(۱) الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن (۱۳۰۸ھ)
قبروں میں شجرہ رکھنے اور کفن پر کلمہ طیّبہ اور عہد نامہ وغیرہ لکھنے کا بیان

(۲) المنّۃ الممتازۃ فی دعوات الجنازۃ (۱۳۰۰ھ)
جنازہ کی دُعائیں اور قبر پر تلقین کا طریقہ

(۳) بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلوٰۃ الجنائز (۱۳۱۱ھ)
نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کرنے کا ثبوت اور منکرین کا رد

(۴) النھی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز (۱۳۱۵ھ)
نمازِ جنازہ کی تکرار ناجائز ہے

marfat.com

(۵) الهادی الحاجب عن جنازة الغائب (۱۳۲۶ھ)

غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں

(۶) اهلاك الوهابيين علیٰ توهين قبور المسلمين (۱۳۲۲ھ)

احکامِ قبورِ مومنین

(۷) بريق المنار بشموع المزار (۱۳۳۱ھ)

مزارات پر روشنی کرنے کا ثبوت

(۸) جمل النور فی نهی النساء عن زيارة القبور (۱۳۳۹ھ)

عورتوں کو قبر پر جانا جائز نہیں

(۹) الحجة الفائحة لطيب التعيين والفاتحة (۱۳۰۷ھ)

مروّجہ فاتحہ، سوم، چہلم، برسی اور عرس وغیرہ کا ثبوت

(۱۰) اتيان الارواح لديارهم بعد الرواح (۱۳۲۱ھ)

رُوحوں کا اپنے گھروں پر آنا

(۱۱) جلی الصوت لنهی الدعوة امام موت (۱۳۰۹ھ)

میّت کے گھر کے کھانے کا بیان

(۱۲) حياة الموات فی بيان سماع الاموات (۱۳۰۵ھ)

مُردوں کے زائروں کو دیکھنے اور ان کے کلام کو سننے کا مدلّل بیان

(۱۳) الوفاق المتين بين سماع الدفين وجواب اليمين (۱۳۱۶ھ)

مسئلۂ یمین سے سماعِ موتیٰ کے خلاف پر استدلال کا رد

○

۱۹ر شوال المکرم ۱۴۱۶ھ

۱۰ر مارچ ۱۹۹۶ء

حافظ محمد عبد الستار سعیدی

صدر تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

marfat.com

رموز

محقق : علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحبِ فتح القدیر

ح : علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحبِ غنیۃ المستملی

ش : علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحبِ رد المحتار

ط : علامہ سید احمد الطحطاوی صاحبِ حاشیۃ الدر المختار و حاشیہ مراقی الفلاح

الدر : الدر المختار ، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی

الدرر : الدرر شرح الغرر ، ملا خسرو علامہ محمد بن فراموز

بحر : البحر الرائق ، علامہ زین الدین ابن نجیم

ہندیہ : فتاوی عالمگیری ، جماعت علمائے احناف

نہر : النہر الفائق ، سراج الدین عمر بن تمیم

فتح : فتح القدیر ، علامہ کمال الدین ابن ہمام

غنیہ : غنیۃ المستملی ، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی

حلیہ : حلیۃ المحلی ، ابن امیر الحاج

marfat.com

فہرست مضامین

باب الجنائز ۸۱

قربِ موت

قریب الموت شخص اور اس کے عزیز و اقارب کو قربِ موت کے وقت کیا کرنا چاہیئے۔ ۸۱

کلمہ طیّبہ کے دونوں جزو سے تلقین کی جائے۔ ۸۳

بعد موت

میّت کے پاس چارپائی وغیرہ پر بیٹھنے کا حکم جبکہ مُردہ گھر میں ہو۔ ۹۰

اہلِ میّت کے لیے کھانا بھیجنا جائز ہے، یہ کھانا صرف اہلِ میّت کے لیے ہو دوسروں کے لیے نہ ہو۔ ۹۰

غسلِ میّت

غسل دینے کے لیے کوئی جہت متعین نہیں، جیسے آسان ہو میّت کو غسل دیں۔ ۹۱

مُردے سے بال وغیرہ کاٹنا جائز نہیں۔ ۹۱

بیوی کو غسل دینا شوہر کے لیے جائز نہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے غسل دینے کا ذکر ایک روایت میں آیا اس کے متعدد جوابات۔ ۹۲

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رشتہ دائمی ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ ۹۳

شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔ ۹۵

شوہر عورت کا ولی نہیں۔ ۹۵

عورت شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔ ۹۵

غسل دینے میں ناک اور مُنہ میں پانی نہ ڈالا جائے اگرچہ حالتِ جنابت میں انتقال ہُوا ہو۔ ۹۸

حالتِ جنابت میں کوئی مرے اُس کے لیے ایک ہی غسل ہے۔ ۹۸

میّت کے بدن سے نجاست نکلے تو اُسے دھو دیا جائے دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں۔ ۹۸

میّت کا سر بوقتِ غسل کس طرف ہو۔ ۹۸

غسلِ میّت میں غرارہ وغیرہ نہیں۔ ۹۸

غسلِ میّت کے بعد گھڑے وغیرہ توڑ دینا منع ہے۔ ۹۸

marfat.com

غسل کے بعد گھڑے وغیرہ قبر یا مسجد میں رکھنا کیسا ہے ۹۹

کفنِ میّت

مرد، عورت، بالغ، نابالغ، مراہق، مردہ بچہ یا سقط کے کفن کی تفصیل اور کفن پہنانے کا طریقہ۔ ۹۹
کفنِ مسنون، کفایہ اور ضرورت کی تفصیل۔ ۱۰۰
کعبہ معظمہ کا غلاف اور پھولوں کی چادر کفن پر رکھنا جائز ہے۔ ۱۰۵
کفن میں سُرمہ، کنگھی اور رومال رکھنا۔ ۱۰۶
○ رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن (قبروں میں شجرہ رکھنے اور کفنوں پر کلمہ طیبہ اور عہد نامہ وغیرہ لکھنے کا بیان) ۱۰۷
یہ رسالہ چار مقاموں پر مشتمل ہے، اوّل میں فقہ حنفی سے کفن پر لکھنے کے جزئیہ اور اس کی مؤید احادیث، دوم میں معظماتِ دینیہ میں کفن دینے یا انھیں میت پر رکھنے کے محلِ تعظیم نہ ہونے، سوم میں بعض شوافع کی طرف سے کتابت علی الکفن کو بے تعظیمی سمجھنے کی تردید، اور چہارم میں قبر کے اندر شجرہ رکھنے کا بیان ہے ۱۰۸
مقامِ اوّل ۱۰۸
میّت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اس کی مغفرت کی امید ہے۔ ۱۰۸
چودہ احادیث و روایات سے مسئلہ مذکورہ کی تائید۔ ۱۰۸
وہ دُعا جس کو لکھ کر میّت کے سینے پر رکھیں تو عذابِ قبر سے محفوظ رہے اور نہ نکیرین نظر آئیں۔ ۱۰۹
امام طاؤس کی وصیت سے عہد نامہ ان کے کفن میں لکھا گیا۔ ۱۰۹
میّت کو قیامت تک عذاب سے محفوظ رکھنے والی دعا۔ ۱۰۹
وہ تسبیح جس کو لکھ کر میّت کے کفن میں رکھا جائے تو اسے عذابِ قبر نہ ہو اور نہ نکیرین اس تک پہنچیں۔ ۱۱۰
حضرت خاتونِ جنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصالِ مبارک کی تفصیل۔ ۱۱۰
حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت۔ ۱۱۱
میت کی پیشانی، عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنا باعثِ مغفرت ہوسکتا ہے۔ ۱۱۱
اصطبلِ فاروقی میں کچھ گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا: "وقف فی سبیل اللہ"۔ ۱۱۱
پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کی وجہ سے میّت کو عذاب سے امان مل گئی۔ ۱۱۱
مقامِ دوم ۱۱۲
چودہ احادیث مؤیدہ کہ میّت کو معظماتِ دینیہ میں کفن دینا یا انھیں بدنِ میّت پر رکھنا محلِ تعظیم نہیں۔ ۱۱۲
صحابی نے اپنے کفن کے لیے بطورِ تبرک حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کا تہبند مانگا۔ ۱۱۳
حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے کفن میں اپنا تہبند مبارک عطا فرمایا۔ ۱۱۴
مریدوں کو پیروں کے لباس میں کفن دینے کا ثبوت حدیث سے۔ ۱۱۴
حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کو اپنی قمیصِ اطہر میں کفن دیا۔ ۱۱۴

marfat.com

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے کفن کے لیے اپنی قمیص مبارک کیوں دی! ۱۱۵

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ ہے کہ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے۔ ۱۱۶

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ رحمت کو دیکھ کر ہزار آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ۱۱۶

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیص مبارک کو میرے کفن میں اور آپ کے مقدس و مبارک بالوں اور ناخنوں کو میرے منہ اور آنکھوں میں رکھنا۔ ۱۱۷

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بچا ہوا مشک میرے حنوط میں استعمال کرنا۔ ۱۱۸

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک اپنی زبان کے نیچے رکھے ہوئے دفن ہوئے۔ ۱۱۸

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک چھڑی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے پر رکھ کر انھیں دفن کیا گیا۔ ۱۱۸

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ردا، قمیص، ناخن اور موئے مبارک کی تعظیم نقوشِ کتابتِ آیات کی طرح فرض ہے۔ ۱۱۸

مقامِ سوم

اس شبہ کا ازالہ کہ بدنِ میت شق ہوتا ہے اور اس سے ریم وغیرہ نکلتے ہیں جس سے کفن پر لکھی ہوئی آیات و ادعیہ کی بے ادبی ہوتی ہے۔ ۱۱۹

کسی امرِ غیر موجود کا احتمال نیتِ صالحہ وغرضِ صحیح موجود فی الحال کے لیے مانع نہیں ہوتا۔ ۱۱۹

سورۂ فاتحہ وآیاتِ شفا وغیرہا بغرضِ شفا لکھ کر دھو کر پینا سلفاً وخلفاً بلانکیر رائج ہے۔ ۱۲۰

دردِزہ کے لیے عورت کو قرآن مجید میں سے کچھ لکھ کر پلایا جائے۔ ۱۲۰

آبِ زمزم سے استنجاء کرنا ممنوع ہے۔ ۱۲۱

آبِ زمزم کوکھ بھر کر پینا ایمانِ خالص کی علامت ہے۔ ۱۲۱

منافق کوکھ بھر کر آبِ زمزم نہیں پیتے۔ ۱۲۱

بالجملہ کفن پر لکھنا جائز ہے، اگر کوئی زیادتِ احتیاط کی وجہ سے اجتناب کرے تو جا دارد۔ ۱۲۲

امام ابن حجر مکی نے فرمایا کہ کتابت کا قیاس زکوٰۃ کے چارپایوں کی رانوں پر ممنوع ہے کیونکہ چارپایوں کی رانوں پر کتابت تمیز کے لیے جبکہ کفن پر تبرک کیلئے ہے، امام مکی کے اس کلام پر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زوردار بحث۔ ۱۲۲

مقامِ چہارم ۱۳۲

اسماءِ محبوبانِ خدا علیہم التحیۃ والثناء سے تبرک و توسل بلاشبہ محبوب ومندوب ہے۔ ۱۳۲

اصحابِ کہف کے ناموں کی برکات۔ ۱۳۲

امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیشاپور میں آمد اور لوگوں کو زیارت کرانے کا منظر۔ ۱۳۳

امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درسِ حدیث کو

marfat.com

لکھنے والے بیس ہزار سے زائد تھے۔ ۱۳۴
وہ سند مبارک جس کو مجنون پر پڑھو تو شفا ہو جائے۔ ۱۳۴
نام مسمّٰی کے انحائے وجود میں سے ایک نحو ہے۔ ۱۳۴
وجود شئی کی چار صورتیں ہیں (۱) اعیان میں (۲) علم میں (۳) تلفظ میں (۴) کتابت میں۔ ۱۳۴
وجود تلفظ و کتابت کی صورت میں وجود اسم کو ہی وجود مسمّٰی قرار دیا گیا ہے۔ ۱۳۴
کتبِ عقائد میں مذکور ہے کہ اسم عینِ مسمّٰی ہے۔ ۱۳۴
شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شجرہ کو قبر میں رکھنے کو معمولِ بزرگاں بتا کر سرہانے طاق میں رکھنا پسند فرمایا۔ ۱۳۴

جنازہ لے جانا

جنازہ اُٹھانے میں کس طرف سے سبقت کی جائے۔ ۸۱
جنازہ کو لے کر جانے کا طریقہ۔ ۸۲
جنازہ لے جاتے ہُوئے میّت کا سر آگے ہونا چاہیئے ۱۳۵
جنازہ مغرب کی جانب لے جانا ہو تو سر مغرب کی طرف کیا جائے یا مشرق کی طرف۔ ۴۷۵
جنازہ پر شال یا پھُولوں کی چادر ڈالنا۔ ۱۳۵
جنازہ پر رنگ برنگ کی چادریں ڈالنا کیسا ہے۔ ۱۳۸
مزار پر چڑھائی ہُوئی چادروں کی بیع کا حکمِ شرعی۔ ۱۹۲
عورت مر جائے تو مرد اس کے جنازے کو ہاتھ لگا سکتا ہے اور کندھا دے سکتا ہے۔ ۱۳۸
عورت یا شوہر مر جائے تو ایک دوسرے کو غسل و کفن اور قبر میں اتارنا۔ ۱۳۸
حالتِ نزع میں بھی عورت بدستور شوہر کی زوجہ ہے اور مُردہ عورت کو شوہر دیکھ سکتا ہے لیکن ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ ۱۳۹
جنازہ کے ساتھ ذکرِ جہر کا حکمِ شرعی اور بعض کتابوں میں اس کو مکروہ لکھنے کی وجہ۔ ۱۴۰
جنازہ کے ساتھ کلمہ طیبہ جہر سے پڑھنا یا فارسی وغیرہ اشعار پڑھنا کیسا ہے۔ ۱۴۸
جنازہ کے ساتھ نعت یا جہر سے ذکر کرنا۔ ۱۵۸
جنازہ کے ساتھ نعتیہ غزلیں پڑھنا جائز ہے۔ ۱۵۸

نمازِ جنازہ

بے نمازی کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ ۱۵۸
بے نمازی کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی وجہ۔ ۱۵۹
کس کی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ ۱۵۹ و ۱۶۱
بے نمازی کی نمازِ جنازہ علماء زجراً نہ پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔ ۱۶۲
بے نمازی اور اس کی نابالغ اولاد کی نمازِ جنازہ پڑھی جائیگی۔ ۱۶۳
بے نمازی کی نمازِ جنازہ پڑھی جائیگی۔ ۱۶۳
قبر پر اذان دینا جائز ہے۔ ۱۶۴
بے نمازی کی نمازِ جنازہ بھی لازمی ہے اور مُردے کو اذیت دینا ممنوع ہے۔ ۱۶۴
بے نمازی کی بیوہ کا جنازہ نہ پڑھنا سخت جرم ہے۔ ۱۶۷
نصرانی کے ملازم اور اس کا جوٹھا کھانے والے کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اگرچہ اس کا جوٹھا کھانا شنیع ہے۔ ۱۶۹

marfat.com

نصاریٰ کے ساتھ رہنے سے کوئی کافر نہیں ہوتا اس کے مرنے پر کفن دفن اور نمازِ جنازہ لازم ہے۔ ۱۷۰
عیسائی کی نمازِ جنازہ اور مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین حرام قطعی ہے، ایسا کرنے والوں پر توبہ لازم ہے اور اگر اس کو بوجہ نصرانیت مستحقِ تعظیم سمجھ کر ایسا کیا تو مرتد ہوئے۔ ۱۷۰
رافضی کی نمازِ جنازہ پڑھنی حرام ہے اور اس کے لیے استغفار کرنا کفر ہے۔ ۱۷۲
رافضی کی نمازِ جنازہ پڑھانے والا قابلِ امامت نہیں ۱۷۳
ہجڑے کے جنازہ میں مرد کی نیت ہو یا عورت کی۔ ۱۷۴

امامتِ جنازہ

جنازے کا امام کون ہو۔ ۱۷۴
اذن ولی کی حاجت اور امام الحی کو ترجیح کب ہے۔ ۱۷۴
نکاح خواں قاضی شرعی قاضی نہیں۔ ۱۷۴
ولی سے افضل موجود ہو تو کیا حکم ہے۔ ۱۷۴
شوہر کو اپنی بیوی کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا حق نہیں جبکہ ولی موجود ہو، امام الحی کو اس کا حق ہے یا نہیں۔ ۱۷۷
نمازِ جنازہ میں ولی شریک نہ ہو تو نماز ہو جائیگی ۱۸۲

نمازِ جنازہ کی ادائیگی

مغرب کے وقت جنازہ آئے تو پہلے مغرب کی نماز پڑھی جائے۔ ۱۸۳
ظہر کے وقت جنازہ آئے تو پہلے ظہر کی نماز پڑھی جائے یا نماز جنازہ۔ ۱۸۴
اوقاتِ مکروہہ میں جنازہ تیار ہو تو ان اوقات میں نمازِ جنازہ مکروہ نہیں، اور نمازِ عصر سے پہلے بھی جائز ہے۔ ۱۸۵
جنازہ تیار ہو اور کھانا کھانے کی حاجت ہو تو پہلے کیا کرے۔ ۱۸۶
نمازِ جنازہ کے لیے طہارت شرط ہے۔ ۱۸۷
جوتا پہن کر نمازِ جنازہ پڑھنا ۱۸۸
چارپائی پر نعش رکھ کر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ ۱۸۹
میت جس چارپائی پر ہو اس کی بلندی کی کوئی حد نہیں ۱۹۰
مقتدیوں کے لیے مصلّی نہ ہو اور امام مصلّی پر نماز پڑھائے تو کوئی حرج نہیں۔ ۱۹۱
مصلّی پر نمازِ جنازہ پڑھنے کی حکمت اور اس کے استعمال کرنے کا حکم۔ ۱۹۲
نمازِ جنازہ کے وقت امام کے سامنے جا نماز بچھانا جائز ہے۔ ۱۹۲
مزاروں پر چڑھائی گئی چادروں کی بیع۔ ۱۹۲
مذکورہ چادر اوڑھ کر نماز پڑھنے کا حکم۔ ۱۹۲
جنازہ کی دعائیں امام اور مقتدی دونوں پڑھیں، مقتدی کو خاموش رہنا جائز نہیں۔ ۱۹۳
چوتھی تکبیر کے بعد دونوں ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرا جائے۔ ۱۹۴
سلام ہاتھ چھوڑ کر ہو۔ بہار شریعت کے بارے میں سوال۔ ۱۹۴
تیسری تکبیر کے بعد امام سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے۔ ۱۹۴

marfat.com

جنازے میں تکبیریں چھوٹ جائیں تو کیا حکم ہے۔ ۱۹۴
نماز پڑھے بغیر دفن کر دیا جائے تو قبر پر نماز پڑھی جائے ۱۹۵
جنازہ میں کم آدمی ہوں تو صفوں کی ترتیب کیسے ہو۔ ۱۹۶
ایک آدمی کی صف بھی صف ہے۔ ۱۹۶
جنازہ میں پچھلی صف افضل ہے۔ ۲۰۷
○ رسالہ المنة الممتازة فی دعوات الجنازة
(جو دعائیں احادیث کریمہ میں وارد ہیں وہ مع ترجمہ
اس رسالہ میں جمع کر دی گئی ہیں اور قبر پر تلقین کرنے کا
طریقہ بتایا گیا ہے) ۲۰۹
نماز جنازہ سے متعلق احادیث میں تیرہ دعائیں وارد
ہوئی ہیں۔ ۲۰۹
تفصیل ادعیہ بعد تکبیر سوم ۲۰۹
طریقہ تلقین قبر۔ ۲۲۱
نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا جائز ہے، دعا سے متعلق
احادیث اور منکرین کا رد۔ ۲۲۴
○ رسالہ بذل الجوائز علی الدعاء بعد
صلاۃ الجنائز (نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا
ثبوت اور منکرین کا رد) ۲۳۹
بہت عوام نماز صورت غفلت کرتے ہیں لہذا ایسی
جگہ پوری بات کرنا ہمیشہ متقی کے لیے مناسب ہے ۲۴۰
ائمہ اہلسنت وجماعت کا اجماع ہے کہ اموات مسلمین
کے لیے دعا محبوب اور شرعاً مطلوب ہے۔ ۲۴۰
نصوص شرعیہ آیتاً وحدیثاً دربارۂ دعا ارسال مطلق
واطلاق مرسل پر وارد جن میں کسی زمانہ کی تقیید و
تحدید نہیں۔ ۲۴۰

دعا کے مطلقاً محبوب و مطلوب ہونے پر
سات احادیث سے استدلال۔ ۲۴۰
حدیث ۱: دعا بکثرت کر۔ ۲۴۰
حدیث ۲: جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے
تو کثرت کرے کہ اپنے رب سے ہی سوال کر رہا ہے ۲۴۱
مصنف کا استدلال کہ حدیث مذکور سوال و
مسئول دونوں میں تکثیر کی طرف اشارہ فرماتی ہے ۲۴۱
حدیث ۳: دعا بکثرت مانگ کہ دعا قضاء مبرم کو
ٹال دیتی ہے۔ ۲۴۱
حدیث ۴: بیشک اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے
آدمی کی اس حاجت میں جس میں وہ دعا کی
کثرت کرے۔ ۲۴۱
حدیث ۵: کثرت دعا سے گھبرا کر دعا چھوڑ دینے
والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ ۲۴۲
حدیث ۶ و ۷: ہر وقت ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگے جاؤ
اور تجلیات رحمت الٰہی کی تلاش رکھو۔ ۲۴۲
یہاں تو بحمد اللہ نہ صرف اطلاق بلکہ صراحتاً تعمیم زمانہ ہے ۲۴۳
جس وقت دعا کیجیے بلاشبہ عین مامور بہ اور حسن
فی حد ذاتہ ہے۔ ۲۴۳
جب تک کسی خاص وقت کی ممانعت شرع مطہر
سے ثابت نہ ہو منع وانکار حکم شرع کا رد و ابطال ہے۔ ۲۴۳
جب بتصریح تعمیم امر شرع وارد ہو تو جمیع ازمنہ تحت امر
داخل ہوتے ہیں۔ ۲۴۳
حسن فی ذاتہ کو کبھی خارج سے کوئی امر مزاحم
حسن عارض ہوتا ہے۔ ۲۴۳

marfat.com

بارِ ثبوت مدعی کے ذمّہ ہوتا ہے۔ ۲۴۳

عارض اپنے عروض ہی تک مزاحم رہے گی زائل ہوتے ہی اصل حسن کا حکم عود کرے گا۔ ۲۴۳

عامّہ کتب میں یہ عامّہ اقوال ہرگز اطلاق و ارسال پر نہیں کہ بعد نمازِ جنازہ مطلقاً دعا کو مکروہ لکھتے ہوں۔ ۲۴۳

اقوال مذکورہ کراہت دُعا مقید بہ لفظ قیام ہے یعنی نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کے لیے قیام (طویل) نہ کرے نہ یہ کہ بعد جنازہ دُعا ہی نہ کرے۔ ۲۴۴

مصنف کی تحقیق کہ وہ کیا قیام ہے جس کی قید سے فقہاء یہ حکم (کراہت) دے رہے ہیں۔ ۲۴۴

نفسِ دُعا اصلاً صالح ممانعت نہیں اور نہ کھڑے ہوکر دعا ممنوع ہے۔ ۲۴۴

قبر کے پاس کھڑے ہوکر دُعا سنّت ہے۔ ۲۴۵

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش مبارک کے گرد کھڑے ہوکر دعائیں کرتے رہے۔ ۲۴۵

قیام کے دو معنی ہیں۔ ۲۴۵

پیش از نماز دُعا خود احادیثِ صحیحہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ۲۴۶

نماز کے علاوہ کسی دعائے طویل کی غرض سے تجہیزِ جنازہ کو درنگ و تعویق میں ڈالنا شرعاً پسندیدہ نہیں۔ ۲۴۷

جنائز پر تکثیرِ جماعت قطعاً مطلوب ہے مگر اس کے لیے تاخیر محبوب نہیں۔ ۲۴۷

شرعِ مطہر نے تعجیلِ تجہیز بتاکید تمام مطلوب ہے۔ ۲۴۷

ایک نماز دوسری نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ کچھ گفت گو کرلو یا اس جگہ سے ہٹ جاؤ۔ ۲۴۹

علماء فرماتے ہیں وصل سے نہی اس لیے ہے کہ ایک نماز دُوسری کا تتمہ نہ معلوم ہو۔ ۲۴۹

امام ابن حامد سے منقول حکایت پر بحث کہ انھوں نے فرمایا: دُعا بعد نمازِ جنازہ مکروہ ہے۔ ۲۵۱

امام ابن حامد کی حکایت سے استدلال کرنے والے متعسفین کا مناظرانہ انداز میں چھ وجوہ سے رَد۔ ۲۵۲

اس روایت کا حاکی زاہدی معتمد نہیں۔ ۲۵۳

زاہدی مذہب کا معتزلی ہے۔ ۲۵۴

زمخشری اور زاہدی میں فرق۔ ۲۵۴

لفظ عن مشیرِ غرابت و تمریض ہے۔ ۲۵۵

فاتحہ و دُعا برائے میّت دفن سے پہلے جائز ہے۔ ۲۵۵

"ہمیں است روایت معمولہ" یہ الفاظ قوت میں علیہ الفتوٰی اور بہ یفتی کے برابر ہیں۔ ۲۵۵

لفظ فتوٰی، لفظ صحیح و اصح اور اشبہ وغیرہ سے آکد ہے۔ ۲۵۵

لفظ علیہ العمل لفظ فتوٰی کے مساوی ہے۔ ۲۵۵

عبارتِ فقہاء میں کراہت صرف دو صورتوں سے متعلق ہے، ایک اسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے دُعا کرنا، دوسرے قبل نماز خواہ بعد نماز دُعائے طویل کی خاص غرض سے امرِ تجہیز کو تعویق میں ڈالنا۔ ۲۵۶

ایہامِ زیادت مورثِ کراہتِ تنزیہیہ ہے جس کا حاصل خلافِ اُولیٰ ہے۔ ۲۵۶

marfat.com

مکروہ تنزیہی کو گناہ کہنا درست نہیں۔ ۲۵۶

موضع نماز جنازہ

مسجد میں نمازِ جنازہ جائز نہیں، کتبِ فقہ سے اِس امر کا ثبوت۔ ۲۵۹

مسجد میں نمازِ جنازہ ممنوع ہے اگرچہ بیرونِ مسجد جگہ کم ہو یا سخت دھوپ ہو اور ماہِ رمضان ہو۔ ۲۶۲

اور اگر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی گئی تو فرض ساقط ہو جائے گا۔ ۲۶۳

جو نماز میں ملنا چاہتا ہو اور کسی وجہ سے نہ مل سکا تو ثواب پائے گا۔ ۲۶۳

نمازِ جمعہ کے بعد نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔ ۲۶۳

صحیح یہ ہے کہ مسجد میں جنازہ یا امام یا صف ہو تو مکروہ ہے۔ ۲۶۴

مسجد کے اندر نمازِ جنازہ جائز نہیں۔ ۲۶۵

مسجد کے مسقف حصّہ کو شتوی اور صحن کو صیفی کہتے ہیں۔ ۲۶۵

میّت کو تابوت میں دفن کرنا مکروہ ہے مگر اس حالت میں کہ وہاں زمین نرم ہو تو حفاظت کے لیے حرج نہیں ۲۶۵

کفن پہلے سے تیار رکھنے میں کوئی حرج نہیں، اور قبر پہلے سے بنانا نہ چاہیے۔ ۲۶۵

میّت تابوت میں ہو تو نمازِ جنازہ اس پر اُسی طرح جائز ہے کھولنے کی حاجت نہیں۔ ۲۶۵

نمازِ جنازہ فناءِ مسجد میں جائز ہے۔ ۲۶۵

قبر میں شجرہ اور تبرکات رکھنا ممنوع نہیں۔ ۲۶۵

جو اراضی شاملِ مسجد ہو چکی ہو اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ ۲۶۶

مسجدِ نبوی اور مسجدِ حرام میں نمازِ جنازہ ہونے کی وجہ۔ ۲۶۶

مسجد کے حوض پر جنازہ رکھ کر نماز پڑھنے کا حکم۔ ۲۶۶

قدیم قبرستان میں نمازِ جنازہ پڑھنا جبکہ قبریں منہدم ہو چکی ہوں۔ ۲۶۷

تکرارِ نمازِ جنازہ

○ رسالہ النهی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز (نمازِ جنازہ کی تکرار ناجائز ہے) ۲۶۹

نمازِ جنازہ کی تکرار ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے۔ ۲۷۰

اگر اجنبی غیر احق بلا اذن و بلا متابعتِ ولی پڑھ لے تو ولی اعادہ کر سکتا ہے۔ ۲۷۰

ولی پڑھ چکا ہو تو اب کسی کو جائز نہیں۔ ۲۷۰

نمازِ جنازہ بطور نفل پڑھنی مشروع نہیں۔ ۲۷۰

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آج بھی ایسے ہی ہیں جیسے جس دن قبر مبارک میں رکھے گئے تھے۔ ۲۷۰

اگر نمازِ جنازہ کی تکرار مشروع ہوتی تو مزارِ اقدس پر نماز پڑھنے سے تمام جہان اعراض نہ کرتا۔ ۲۷۰

اگر کوئی شخص بلا جنازہ دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی قبر پر نماز پڑھنا فرض جبکہ بدن نہ بگڑنے کا ظن غالب ہو۔ ۲۷۱

نمازِ جنازہ ہر مسلمان کا دوسروں پر حق ہے۔ ۲۷۱

marfat.com

مقبول بندوں کی نماز جنازہ پڑھنے والوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ ۲۷۱

مومن صالح کی نماز جنازہ پڑھنے والوں کو عذاب دینے سے اللہ تعالیٰ حیا فرماتا ہے۔ ۲۷۱

جب سلامت و عدمِ سلامت میت مشکوک ہو تو قبر پر نماز جنازہ ناجائز ہوگی۔ ۲۷۱

بیشک اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے بدن کو کھانا زمین پر حرام فرما دیا۔ ۲۷۱

تکرارِ نماز جنازہ کے عدمِ جواز پر چالیس کتبِ معتبرہ کی اکاون ۵۱ عبارات۔ ۲۷۲

اگر بادشاہِ اسلام یا امیر المومنین یا قاضیِ شرع یا اسلامی حاکمِ مصر یا امام الحی نماز جنازہ پڑھ چکا ہو تو اب ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں۔ ۲۷۳

ناواقفی مانع گناہ نہیں کہ مسائل سے ناواقف رہنا خود گناہ ہے۔ ۲۷۷

عالم کا گناہ ایک گناہ اور جاہل کا گناہ دو گناہ۔ ۲۷۷

فرقہ غیر مقلدین گمراہ و بد مذہب ہے۔ ۲۷۷

جو کسی ضلالت کی طرف بلائے سب ماننے والوں کے برابر گناہ اس پر ہے۔ ۲۷۷

نماز جنازہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھ لی تو دوبارہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھنی مکروہ ہے۔ ۲۷۸

قائلینِ تکرارِ نماز جنازہ کو مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے چیلنج کہ کوئی حدیث تقریری یا قولی یا فعلی پیش کرو۔ ۲۷۹

جو تم میں فتویٰ دینے پر زیادہ جری ہے آتشِ دوزخ پر زیادہ جرأت رکھتا ہے۔ ۲۸۰

نماز کا قبلِ فرضیت وقوع ہوا بعد کو فرضیت اُتری ۲۸۰

اہلِ مدینہ نے قبلِ فرضیتِ جمعہ جمعہ پڑھا۔ ۲۸۰

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعتِ تراویح اس خیال سے ترک فرما دی کہ مداومت سے فرض نہ ہو جائے۔ ۲۸۱

نمازِ جنازہ بالاجماع فرض کفایہ ہے۔ ۲۸۱

صلوٰۃ علیٰ فلاں بمعنی دعا نصوص شرعیہ میں شائع و ذائع ہے۔ ۲۸۱

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے امام ہیں دُنیاوی زندگی میں بھی اور بعد از وصال بھی۔ ۲۸۴

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ عرض کرتے تھے اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ ۲۸۴

مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دُعا کرتے اور حاضرین آمین کہتے۔ ۲۸۵

تکفین کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سلام عرض کیا۔ ۲۸۵

صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کرتے اور لوگ آمین کہتے رہے۔ ۲۸۵

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے صلوٰۃ کی۔ ۲۸۶

marfat.com

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ میرے غسل وکفن کے بعد سب سے پہلے جبرائیل مجھ پر صلوٰۃ کریں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ۔ ۲۸۶

نمازِ اول نہ ولی احق نے خود پڑھی نہ اس کے اذن سے ہوئی تو ہمارے نزدیک اسے اعادہ کا اختیار ہے۔ ۲۹۱

زمانہ اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تمام مسلمین کے ولی احق واقدم خود حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ۲۹۱

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسلمان مرے مجھے خبر کر دیا کرو اس پر میرا نماز پڑھنا رحمت ہے۔ ۲۹۳

نمازِ جنازہ شفاعت ہے۔ ۲۹۴

جس مسلمان کے جنازے پر چالیس مسلمان نماز میں کھڑے ہوں اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے۔ ۲۹۴

مالکِ شفاعت صرف حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ۲۹۴

اور جو کوئی شفاعت کرے گا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نیابت سے کرے گا۔ ۲۹۴

حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزِ قیامت تمام انبیاء کے خطیب، ان کے امام اور مالکِ شفاعت ہیں۔ ۲۹۵

تصرف فضولی اذنِ مالک پر موقوف ہوتا ہے۔ ۲۹۵

عمرو مِلکِ زید میں بے اذنِ زید بیع کرے زید خبر پاکر روا رکھے تو روا ہے اور اگر خود از سرِ نو عقد کرے تو ظاہر ہوگا کہ عقد فضولی پر قناعت نہ کی اب عقد یہی عقد مالک ہوگا نہ عقد فضولی۔ ۲۹۵

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس میت پر نماز پڑھیں یہ اعادۂ نماز نہیں بلکہ نمازِ اوّل یہی قرار پائے گی۔ ۲۹۵

مسجدِ محلہ میں جب اہلِ محلہ جماعتِ صحیحہ غیر مکروہہ باعلانِ اذان ادا کر چکیں تو دوسروں کو باعادۂ اذان وہاں جماعت کی اجازت نہیں۔ ۲۹۷

اگر پہلی جماعت بے اذان یا باخفائے اذان واقع ہو تو دوسروں کو روا ہے کہ اذان بروجہ مسنون دے کر محراب میں جماعت کرائیں۔ ۲۹۷

جماعتِ اُولیٰ جب برخلاف حکم سنت ہو تو دوسری جماعت اعادۂ جماعت نہیں بلکہ یہی جماعت اُولیٰ ہے۔ ۲۹۷

اثباتِ حکم کے لیے محض صحتِ حدیثی کافی نہیں بلکہ صحتِ فقہی چاہیے۔ ۲۹۹

حدیث تعددِ صلوٰۃ علیٰ سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر محدثانہ گفتگو۔ ۲۹۹

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سے اندھیری قبریں روشن ہو جاتی ہیں۔ ۳۰۱

تنویرِ قبر کے لیے بعد از نمازِ جنازہ کسی کی قبر پر نماز پڑھنا سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ ۳۰۱

نعشِ مبارک کا مقابر کی طرف نہ لے جانا، خاص وصال کی جگہ پر دفن ہونا، نہلانے میں قمیص اقدس کا

marfat.com

بدن سے جُدا نہ کیا جانا، سب صحابہ کے مشرف ہونے کے لیے جنازہ مبارک کا پونے دو دن رکھا رہنا اور جنازہ اقدس پر کسی کی امامت روا نہ ہونا خصائص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ۳۰۲

مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ ۳۰۲

بندۂ مقبول کو پہلا تحفہ جو بارگاہِ عزت سے ملتا ہے یہ ہے کہ جتنے لوگ اس کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ ۳۰۳

جنازہ اقدس پر امامت نہ ہونے کی ایک حکمت نفیسہ ممانعت تکرارِ نمازِ جنازہ کے بارے میں چند اہم نکات و تمسکات۔ ۳۰۳

کوئی نماز ایک دن میں دو بار نہ پڑھو۔ ۳۰۵

نمازوں کا سبب وقت ہے جب وقت دوبارہ آیا نماز دوبارہ آئے گی۔ ۳۰۶

نمازِ جنازہ کا سبب مسلم میّت ہے، جب میّت متکرر ہو نماز متکرر ہوگی مگر ایک ہی میت پر مکرر نہیں ہوسکتی۔ ۳۰۶

ابوبکر بن ابی شیبہ امام بخاری و امام مسلم کے استاذ ہیں۔ ۳۰۶

صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عادت کریمہ تھی کہ اگر جنازگاہ میں نماز کی گنجائش نہ پاتے تو واپس تشریف لے جاتے اور مسجد میں نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ ۳۰۶

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہوسکنے کے بعد فرمایا دُعا میں تو کوئی بندش نہیں میں اُن کے لیے دُعا کروں گا۔ ۳۰۶

صدیق و فاروق و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تعزیت کے لیے آئے۔ ۳۰۷

حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصیت فرمائی کہ مجھے رات کو دفن کیا جائے تاکہ میرے جنازہ پر کسی غیر محرم کی نظر نہ پڑے۔ ۳۰۷

اصحاب کبار رضی اللہ تعالےٰ عنہم دوبارہ نمازِ جنازہ ناجائز جانتے تھے۔ ۳۰۷

جس شخص کے پاس ناگاہ جنازہ آجائے اور اس کا وضو نہ ہو تو تیمم کرکے نمازِ جنازہ پڑھ لے۔ ۳۰۷

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وضو نہ ہونے پر تیمم کرکے نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے۔ ۳۰۸

تین چیزوں میں دیر نہ کرو (۱) نماز جب اس کا وقت آجائے (۲) جنازہ جس وقت حاضر ہو۔ (۳) زنِ بے شوہر جب اس کا کفو ملے۔ ۳۰۹

جلدی کرو کہ مسلمان کے مُردے کو روکنا نہ چاہیے۔ جب تم میں سے کوئی مرے اُسے نہ روکو اور جلدی دفن کو لے جاؤ۔ ۳۱۰

علماء فرماتے ہیں اگر روزِ جمعہ پیش از جمعہ جنازہ تیار ہوجائے تو جماعت کثیرہ کے انتظار میں دیر نہ کریں پہلے ہی دفن کردیں۔ ۳۱۰

جہّال کی یہ باتیں بے اصل ہیں کہ میت بھی نمازِ جمعہ

marfat.com

میں شریک ہو جائیگی یا بعد نمازِ جمعہ دفن کریں تو میّت
کو ہمیشہ جمعہ ملتا رہے گا۔ ٣١٠
جنازے پر تکثیرِ جماعت سے میّت کے لیے عفو و
سیئات و رفع درجات کی امید عظیم ہے۔ ٣١٠
جس پر تین صفیں نماز پڑھیں اس کے لیے جنت
واجب ہوگئی۔ ٣١١
جس پر سو مسلمان نماز پڑھیں وہ بخشا گیا۔ ٣١١
جو نماز ہونے تک جنازہ میں حاضر رہے اس کے لیے
ایک قیراط[1] اور جو دفن تک حاضر رہے اس کے لیے
دو[2] قیراط ثواب ہے۔ ٣١١
جو کسی جنازہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ دفن
ہو جائے اس کے لیے تین قیراط ثواب لکھا جائیگا ٣١٢
ایک قیراط کوہِ اُحد سے بڑا ہے۔ ٣١٢
جو کسی میّت کو نہلائے، کفن پہنائے، خوشبو
لگائے، جنازہ اُٹھائے، نماز پڑھے اور جو
ناقص بات نظر آئے اُسے چھپائے تو وہ گناہوں
سے ایسا پاک ہوگیا جیسا جس دن ماں کے پیٹ
سے پیدا ہوا تھا۔ ٣١٢
حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بارگاہ
میں خراجِ تحسین۔ ٣١٣
حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ
کس نے پڑھائی۔ ٣١٤
○ رسالہ الہادی الحاجب عن جنازۃ
الغائب (غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں) ٣١٧
نمازِ جنازہ کے بارے میں تین[3] سوال ٣١٧

جوابِ سوالِ اوّل ٣١٨
مذہبِ حنفی میں جب ولی نماز پڑھ چکا ہو یا اس کے
اذن سے ایک بار نماز ہو چکی ہو تو اب دوسروں کو
مطلقاً نماز جائز نہیں۔ ٣١٨
تکرارِ نمازِ جنازہ کے عدمِ جواز پر ائمہ حنفیہ کا اجماع
ہے، جو اس کے خلاف کرے وہ مذہبِ حنفی کا
مخالف ہے۔ ٣١٨
مسئلہ مذکورہ پر کلام گیارہ انواع پر مشتمل ہے جن
میں بطور حوالہ پچاسی[85] کتب سے دو سو سات[207] عبارات
ذکر کی گئی ہیں۔ ٣١٨
نوعِ اوّل: نمازِ جنازہ دوبارہ روا نہیں، یہ نوع
دس[10] عباراتِ فقہاء سے مؤیّد ہے۔ ٣١٨
نوعِ دوم: دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھیں تو نفل ہوگی
اور یہ نماز بطور نفل جائز نہیں۔ ٣١٩
اس نوع میں کتبِ معتبرہ سے چودہ عبارتیں ذکر
کی گئیں۔ ٣١٩
نوعِ سوم: اگر کسی وجہ سے جماعت بھر کی نمازِ جنازہ
باطل اور فقط امام کی صحیح ہوئی تو اب بھی اعادہ
نہیں کر سکتے کہ اکیلے امام کی نماز سے فرض ساقط
ہوگیا۔ ٣٢١
اس نوع میں سترہ[17] عباراتِ فقہاء مذکور ہیں۔ ٣٢١
نوعِ چہارم: ولی خود یا اس کے اذن سے دوسرا
نماز پڑھا دے یا ولی تنہا پڑھ لے تو اب کسی کو
نمازِ جنازہ کی اجازت نہیں۔ ٣٢١
اس نوع میں بائیس[22] عبارات بطور حوالہ پیش کی گئیں۔ ٣٢١

marfat.com

نوعِ پنجم: حاکمِ اسلام یا امام مسجدِ جامع یا امامِ
مسجدِ محلہ کے بعد بھی دوسروں کو اجازت نہیں کہ یہ
بھی صاحبِ حق ہیں۔ ۳۲۳
اس نوع میں سات حوالہ جات مذکور رہیں۔ ۳۲۳
نوعِ ششم: ولی وغیرہ ذی حق جس صورت میں اپنے
حق کے لیے اعادہ کر سکتے ہیں اس صورت میں بھی
جو پہلے پڑھ چکا ان کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا۔ ۳۲۴
اس نوع میں گیارہ[11] عباراتِ فقہا سے تائید
پیش کی گئی۔ ۳۲۴
نوعِ ہفتم: جب ولی نے دوسرے کو اذن دے دیا
اگر آپ شریکِ نماز نہ ہوا یا کوئی اجنبی بے اذنِ ولی
خود ہی پڑھ گیا مگر ولی شریکِ نماز ہو گیا تو ان دونوں
صورتوں میں ولی بھی اعادہ نہیں کر سکتا۔ ۳۲۵
اس نوع میں بیس[20] عباراتِ فقہاء بطور حوالہ
مذکور ہوئیں۔ ۳۲۵
نوعِ ہشتم: اگر سلطان وغیرہ ذی حق کہ ولی سے
مقدم ہیں پڑھ لیں یا ان کے اذن سے کوئی اور
پڑھ دے جب بھی ولی کو اختیارِ اعادہ نہیں۔ ۳۲۶
اس نوع میں چونتیس[34] حوالہ جات ذکر کیے گئے۔ ۳۲۶
نوعِ نہم: ولی نے نمازِ جنازہ پڑھ لی اور سلطان
وغیرہ کہ اس سے اولیٰ ہیں بعد کو آئے تو بالاتفاق
اعادہ نہیں کر سکتے، اگر موجود تھے ولی نے ان کے
اذن کے بغیر پڑھا دی اور یہ شریک نہ ہوئے تو
بعض علماء کے نزدیک اعادہ کر سکتے ہیں۔ ۳۲۷
یہ نوع دس[10] حوالہ جات پر مشتمل ہے۔ ۳۲۷

نوعِ دہم: بے وضو یا جنب کو اندیشہ ہو کہ وضو
وغسل کیا تو نمازِ جنازہ فوت ہو جائے گی تو تیمم
کر کے شریک ہو جائیں۔ ۳۳۳
اس نوع میں ترپن[53] عبارات سے حوالے پیش
کیے گئے۔ ۳۳۳
بے وضو کو وضو کرنے یا جنب کو غسل کرنے میں
نمازِ عید کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمم
کر کے شریک ہو جائیں۔ ۳۳۳
سلطان وغیرہ جو ولی سے مقدم ہیں
حاضر ہوں تو ولی کو نمازِ جنازہ کے لیے تیمم جائز ہے۔ ۳۳۳
ولی نے دوسرے کو اجازتِ امامت دے دی
تو اب بھی ولی تیمم کر سکے گا۔ ۳۳۳
اگر وضو یا غسل کے تیمم سے ایک جنازہ پڑھا اب دوسرا
آگیا اور وضو و غسل کی مہلت نہ پائی تو اسی تیمم سے
دوسرا جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ ۳۳۳
ایسے واجب کا فوت ہونا جس کا بدل نہ ہو جوازِ تیمم
کے عذروں میں سے ہے۔ ۳۳۳
جس کا انتظار ہو گا جیسے ولی و اولیٰ اسے تیمم جائز
نہیں۔ ۳۳۴
نمازِ جنازہ یا عید فوت ہونے کے خوف سے پانی
ہوتے ہوئے تیمم کی اجازت ہے۔ ۳۳۴
ہر واجب کہ فوت پر بدل نہ رکھتا ہو پانی ہوتے ہوئے
اسے تیمم سے ادا کر سکتے ہیں۔ ۳۳۵
صرف کراہت کے سبب سے تیمم کی اجازت نہیں۔ ۳۳۶
نمازِ جمعہ یا نمازِ پنجگانہ فوت ہونے کے خوف سے

marfat.com

تیمم کی اجازت نہیں۔ ۳۳۶

نوعِ یازدہم: تمام جہان کے لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار انور پر نماز چھوڑ دی، اگر یہ نماز بطور نفل جائز ہوتی تو تمام مسلمان اس سے اعراض نہ کرتے۔ ۳۳۹

یہ نوع نو۹ حوالہ جات پر مشتمل ہے۔ ۳۳۹

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ جنازہ متعدد بار ہونے کی توجیہ۔ ۳۴۰

حضرت امام شافعی نے امام اعظم کے مزار کے قریب نمازِ فجر پڑھائی تو احتراماً بسم اللہ آواز سے نہ پڑھی، نہ رفع یدین کیا اور نہ قنوت پڑھی۔ ۳۴۰

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کے لیے اتنی خلقت جمع ہوگئی جس کا شمار خدا ہی جانتا ہے۔ ۳۴۱

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ جنازہ چھ بار ہوئی آخری بار آپ کے صاحبزادے حضرت حماد نے پڑھی۔ ۳۴۱

جوابِ سوالِ دوم ۳۴۱

مذہبِ حنفی میں جنازہ غائب پر محض ناجائز ہے اور ائمہ حنفیہ کا اس کے عدمِ جواز پر اجماع ہے۔ ۳۴۱

تیئیس۲۳ حوالہ جات سے مسئلہ مذکورہ کی تائید۔ ۳۴۱

صحتِ نمازِ جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میت مسلمان ہو، طاہر ہو اور جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔ ۳۴۲

ہمارے نزدیک غائب اور عضو پر نماز صحیح نہیں اور شہید کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ ۳۴۴

کسی حدیثِ صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی۔ ۳۴۶

جس امر سے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ مشروع نہیں ہوسکتا۔ ۳۴۶

دوسرے شہر کی میت پر صلوٰۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔ ۳۴۶

نجاشی، معٰویہ لیثی اور شہدائے موتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر غائبانہ نماز کی توجیہ۔ ۳۴۶

واقعہ بئر معونہ ۳۴۶

حضرت نجاشی کے وصال کا واقعہ۔ ۳۴۷

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہی ظن تھا کہ نجاشی کا جنازہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے حاضر ہے۔ ۳۴۷

نجاشی کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ظاہر کر دیا گیا، حضور نے اُسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی۔ ۳۴۸

حضرت معٰویہ بن معٰویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال اور جنازہ کا واقعہ۔ ۳۵۳

حضرت معٰویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غائبانہ نماز جنازہ والی حدیث ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ ۳۵۴

بقیہ بن ولید مدلس ہے۔ ۳۵۴

ابن حبان نے نوح بن عمرو کو حدیث کا چور بتایا۔ ۳۵۴

محبوب بن ہلال مجہول ہے۔ ۳۵۷

امام نووی نے علاء بن یزید ثقفی کو ضعیف، امام بخاری نے منکر الحدیث، ابوحاتم و دارقطنی نے متروک الحدیث اور امام علی بن مدینی نے دل سے

marfat.com

حدیثیں گھڑنے والا کہا۔ ۳۵۷

ابوالولید طیالسی نے کہا علاء بن یزید ثقفی کذاب تھا ۳۵۷

حدیث مذکور کی سب سندیں ضعیف ہیں۔ ۳۵۷

حدیث ضعیف در بارۂ احکام اصلاً حجت نہیں ۳۵۷

صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام کا معلوم نہیں۔ ۳۵۷

زمین لپیٹ دی گئی اور جنازہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ہوگیا۔ ۳۵۸

فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔ ۳۵۸

شہدائے موتہ اور ان کی نماز جنازہ غائبانہ کا واقعہ۔ ۳۶۰

شہدائے موتہ سے متعلق یہ حدیث دونوں طریق سے مرسل ہے۔ ۳۶۰

عاصم بن عمر اوساط تابعین سے ہیں اور یہ قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کے پوتے ہیں۔ ۳۶۰

عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم صغار تابعین سے ہیں اور یہ عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کے پرپوتے ہیں۔ ۳۶۰

شیخ واقدی عبدالجبار بن عمارہ مجہول ہے۔ ۳۶۱

معرکہ موتہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر تھا۔ ۳۶۱

نماز جنازہ صلوٰۃ مطلقاً نہیں بلکہ دعاء مطلق وصلوٰۃ مطلقہ میں برزخ ہے۔ ۳۶۲

نماز جنازہ پر اطلاق صلوٰۃ مجاز ہے۔ ۳۶۳

صلوٰۃ کے ساتھ جب علیٰ فلان مذکور ہو تو ہرگز اس سے حقیقت شرعیہ مراد نہیں ہوتی۔ ۳۶۳

مدارج النبوۃ میں مذکور ایک حکایت سے مخالفین کے استدلال کا رد۔ ۳۶۳

نقل ہی کا اتباع ہے مسئلہ منقول ہوتے ہوئے بحث کا اعتبار نہ ہوگا۔ ۳۶۵

خلاف مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر عمل نہیں ہوگا۔ ۳۶۵

متون کے مقابل شروح اور شروح کے مقابل فتاویٰ پر عمل نہیں۔ ۳۶۵

نماز جنازہ مجرد دعا کی مثل ہرگز نہیں۔ ۳۶۵

دعا کے لیے طہارت بدن، طہارت جامہ، طہارت مکان اور استقبال قبلہ ضروری نہیں۔ ۳۶۵

عالم کی لغزش سے بچو اور اس کے رجوع کا انتظار رکھو۔ ۳۶۶

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنبلی ہیں۔ ۳۶۷

جواب سوال سوم ۳۶۷

ناجائز وگناہ میں کسی کی اطاعت نہیں۔ ۳۶۷

شافعی المذہب امام فجر کی نماز میں قنوت پڑھے تو حنفی مقتدی نہ پڑھے۔ ۳۶۸

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی نماز جنازہ نہیں ہوئی۔ ۳۶۹

marfat.com

دفن

شق کا معنیٰ اور بنانے کا طریقہ۔ ۳۷۰
قبلہ کی جانب سے قبر میں میت داخل کریں۔ ۳۷۱
قبر میں میت کو لٹانے کی صورت۔ ۳۷۱
قبر بالشت بھر اونچی ہونی چاہیئے۔ ۳۷۲
بعد دفن قبروں پر پانی چھڑکنا۔ ۳۷۳
دفن کرنے میں بارش ہونا نیک فال ہے۔ ۳۷۳
سوالِ نکیرین بعد دفن ہوتا ہے۔ ۳۷۳
قبر کھودنے کے آلات کے بارے میں سوال۔ ۳۷۳
دفن کے بعد قبر پر کتنی دیر تک رکنا چاہیئے۔ کیا جمعہ تک قبر پر بیٹھنا درست ہے۔ ۳۷۷

جائے دفن

بلا اجازتِ مالک دوسرے کی اراضی میں دفن کرنا حرام ہے۔ ۳۷۹
دوامی پٹہ والی زمین پر قبر و مسجد بنانا۔ ۳۸۰
میونسپلٹی کی زمین میں دفن کرنا۔ ۳۸۱
مغصوب زمین میں دفن کرنا۔ ۳۸۲
قبر کی گہرائی کی مقدار۔ ۳۸۲
قبرستانوں کو تبدیل کرنے کی صورتیں۔ ۳۸۲
قبرستان کے قریب غلیظ ہونا یا ایسی جگہ دفن کرنا۔ ۳۸۲
دفن کے لیے کیسی جگہ ہو۔ ۳۸۲
پرانی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا حرام ہے جبکہ جگہ موجود ہو۔ ۳۸۵
خالی گورستان چھوڑ کر بھرے ہوئے میں دفن کرنا حرام ہے۔ ۳۸۵
مردہ بچہ پیدا ہو تو اسے قبرستان میں دفن کرنا چاہیئے۔ ۳۹۰
کافر یا مرتد مرے تو اس کے مسلمان رشتے دار کیسے کفن دفن کریں۔ ۳۹۰

تعزیت وغیرہ

دفن کے بعد اہلِ میت کے ہاں جانا ضروری نہیں۔ ۳۷۲
دفن کے بعد جمع ہو کر ایصالِ ثواب کرنے اور فاتحہ پڑھنے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی تحقیق۔ ۳۹۲
تعزیت کب کی جائے۔ ۴۰۰
اہلِ میت کو قبل دفن کھانا کھانا۔ ۴۰۱
ولد الزنا، زانی اور زانیہ کا فرط ہو گا یا نہیں۔ ۴۰۱
کسی کو جنازہ کی شرکت سے روکنا منع ہے۔ ۴۰۳

قبر اور مقابر سے متعلق احکام

قبر کھل جائے تو مٹی ڈال کر بند کر دینا ضروری ہے ۴۰۳
دفن کے بعد دوسری جگہ منتقل کرنا منع ہے اگرچہ اس کے لیے وصیت ہو۔ ۴۰۵
قبر میں بچہ پیدا ہونے کا خواب نظر آئے تو قبر کھولنا جائز نہیں۔ ۴۰۵
امانت کے طور پر دفن کرنا اور پھر دوسری جگہ منتقل کرنا۔ ۴۰۶

قبرستان میں جُوتے پہنے چلنا، چارپائی پر سونا اور گھوڑے باندھنا۔	۴۰۶
صحنِ مسجد میں دفن کرنا حرام ہے، اگر دفن ہوگئے ہوں اُسے ختم کرنا چاہیئے۔	۴۰۷
قبرستان کا حصّہ مسجد میں شامل کرنا حرام ہے۔ وقفی اور غیر وقفی قبرستان میں مکان وغیرہ تعمیر کرنا۔	۴۰۸
بلا اجازتِ مالک کسی کی زمین میں دفن کرنا۔	۴۰۸
مقبرہ میں غلیظ پانی بہانا۔	۴۰۹
قبرستان کے لیے چار دیواری بنانا اور درخت لگانا۔	۴۱۲
قبرستانوں کے درختوں کی لکڑیاں یا قبروں کی اینٹیں مسجدوں میں لگانا۔	۴۱۲
مزاروں کے قریب زائروں کے لیے عمارتیں بنانا۔	۴۱۳
بزرگوں کے مزارات پر فاتحہ و قرآن پڑھنے کیلئے عمارت بنانا اور عُرس کرانا جائز ہے۔	۴۱۹
زائروں کے لیے چھت وغیرہ بنانا۔	۴۲۰
پختہ قبریں بنانا۔	۴۲۰
قبر اوپر سے پختہ ہوسکتی ہے اندر سے نہیں۔	۴۲۵
فرضی قبریں بنانا اور اُن پر عرس کرنا۔	۴۲۵
خواب میں کوئی اپنی قبر ہونا کہیں بتائے تو معتبر نہیں۔	۴۲۵
جھوٹا مزار بنانا اور اس کی تعظیم جائز نہیں۔	۴۲۷
فرضی مزار بنانا اور اُس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے۔	۴۲۷
نااہل کا مزار بنا کر اُسے مزارِ ولی ٹھہرانا مکر و زُور ہے۔	۴۲۷
قبروں کو مٹا کر گودام، مکان اور مسجد وغیرہ بنانا۔	۴۲۰
رسالہ اہلاک الوھابیین علیٰ توہین قبور المسلمین (احکامِ قبورِ مؤمنین)	۴۲۹
ایک گورستان (اہلسنت) کی قدیم قبروں کو عمداً کھود کر اپنے رہنے کے لیے مکان بنانا موافق مذہبِ حنفی کے جائز ہے یا نہیں۔	۴۲۹
قبریں کھود کر مکان وغیرہ بنانے سے اہلِ قبور کی توہین و اہانت ہوگی یا نہیں۔	۴۲۹
جواب از حضرت مولانا محمد عمر الدین ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔	۴۲۹
فرقہ نجدیہ وہابیہ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عامۂ مومنین اہلسنت سے قلبی عداوت ہے۔	۴۲۹
اکابرِ وہابیہ کی تصانیف اہانتِ محبوبانِ خدا سے بھری پڑی ہیں۔	۴۲۹
انبیاء، شہداء اور اولیاء کی قبور کو منہدم اور نابود کرنا فرقۂ وہابیہ کا شعار ہے۔	۴۲۹
شیخ نجدی نے روضۂ اقدس کو گرانے کا ارادہ کیا تھا۔	۴۲۹
شیخ نجدی نے شہداء و صحابہ کے مزارات توڑے۔	۴۳۰

marfat.com

مزاراتِ مقدسہ کو منہدم کرنے کا کام وہی شخص کر سکتا ہے جو بدعتی اور گمراہ ہو۔ ۴۳۰

وہابیہ نے شہداء کی قبور کھود ڈالیں جس سے بعض کے جسم اور کفن بھی ظاہر ہو گئے۔ ۴۳۰

وہابیہ کے نزدیک محبوبانِ خدا مر کر مٹی میں مل جاتے ہیں اور بالکل بے حس و بے شعور ہو جاتے ہیں۔ ۴۳۱

تخمیناً بارہ ۱۲۰۰ سو سال گزر جانے کے باوجود صحابہ کرام کے کفن اور بدن شریف سلامت تھے۔ (حاشیہ) ۴۳۱

قبورِ مومنین کو توڑ کر اپنی رہائش و آسائش کے لیے مکان بنانا جائز نہیں۔ ۴۳۱

مومنوں کی قبروں کو توڑ کر رہائش کے لیے مکان بنانا اہلِ قبور کے لیے ایذا و اہانت ہے۔ ۴۳۱

اہلسنت کے نزدیک انبیاء، شہداء اور اولیاء مع اپنے ابدان و اکفان کے زندہ ہیں۔ ۴۳۱

محبوبانِ خدا کو قبور میں روزی و رزق دیا جاتا ہے۔ ۴۳۲

اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری رُوحیں ہمارے جسم ہیں۔ ۴۳۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ ۴۳۲

محبوبانِ خدا کی رُوحیں زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں آتی جاتی ہیں۔ ۴۳۲

قبروں کی مٹی محبوبانِ خدا کے جسموں کو نہیں کھاتی بلکہ اُن کے کفن بھی سلامت رہتے ہیں۔ ۴۳۲

محبوبانِ خدا قبروں میں نماز پڑھتے، ذکر کرتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ ۴۳۲

اولیاء اللہ کی حیات و ممات میں کوئی فرق نہیں ۴۳۳

اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف تشریف لے جاتے ہیں۔ ۴۳۳

حیاتِ بعدِ ممات کے بارے میں چند [illegible]ت مستندہ ۴۳۳

حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ پیش آنے والا عجیب واقعہ۔ ۴۳۳

حضرت ابو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ پیش آنے والا حیران کُن واقعہ۔ ۴۳۳

حضرت ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کا واقعہ۔ ۴۳۴

حضرت ابو یعقوب سوسی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے ایک مُردہ مرید کو نہلانے کا انوکھا واقعہ۔ ۴۳۴

ایک ولی اللہ کا قصہ جس نے بعد از موت آنکھیں کھول کر کہا میں زندہ ہُوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر دوست زندہ ہے۔ ۴۳۴

نامناسب افعال کرنے سے امواتِ مسلمین کو ایذا ہوتی ہے۔ ۴۳۴

قبور پر رہائشی مکان بنانا یا قبر پر بیٹھنا یا سونا یا اس کے قریب بُول و براز کرنا اشد مکروہ قریب بہ حرام ہیں۔ ۴۳۶

علامہ زیلعی شارح کنز کی عبارت کے تین جواب ۴۳۷

قبر میں میت گل کر مٹی بھی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے۔ ۴۳۷

رُوح قبر پر تکیہ لگانے سے ناخوش ہوتی ہے۔ ۴۳۷

پرانی قبروں کو کھود کر ان میں دوسرے اموات دفن کرنا ضرورتِ شدیدہ کے باعث جائز ہے۔ ۴۳۸

marfat.com

تصدیقات وتائیداتِ علمائے کرام ومفتیانِ عظام۔ ۴۳۸

تصدیق از اعلحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشتمل بر دو وصل۔ ۴۴۰

وصلِ اوّل بیانِ مجیب کی تصدیق وتصویب میں کہ قبورِ مسلمین کی تعظیم ضروری اور اہانت ممنوع ہے۔ ۴۴۱

مسلمان کی عزت مُردہ وزندہ حالت میں برابر ہے۔ ۴۴۱

قبرستان سے سبز گھاس کاٹنا ناجائز اور خشک گھاس کاٹنا جائز ہے۔ ۴۴۳

قبرستان میں جانوروں کو چرنے کے لیے چھوڑنا ممنوع ہے ۴۴۳

قبر پر بیٹھنے سے آگ کی چنگاری پر بیٹھنا بہتر ہے۔ ۴۴۴

چنگاری یا تلوار پر چلنا قبر پر چلنے سے بہتر ہے۔ ۴۴۶

قبر پر چلنا یا بیٹھنا حرمتِ مومن کے خلاف ترکِ ادب وگستاخی ہے۔ ۴۴۷

قبر کو روندنا، اس پر بیٹھنا، سونا اور اس پر قضائے حاجت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۴۴۸

مسجد کی چھت پر وطی کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ۴۴۹

مکروہِ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا وہ صرف خلافِ اَولیٰ ہوتا ہے۔ ۴۴۹

مکروہِ تنزیہی اباحت کے ساتھ مجتمع ہوجاتا ہے۔ ۴۵۰

معصیت اباحت کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی۔ ۴۵۰

جس چیز کا ترک واجب ہو اس کا فعل حرام کے قریب ہوتا ہے۔ ۴۵۰

مولوی عبدالحی لکھنوی صاحب کے اس فتویٰ کا رد کہ مکروہِ تنزیہی صغائر میں سے ہے۔ ۴۵۰

زیارتِ قبور مستحب ہے۔ ۴۵۰

حضرت ابوقلابہ سے صاحبِ قبر کی شکایت۔ ۴۵۲

حضرت ابوالحسین مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان کردہ عجیب واقعہ۔ ۴۵۳

جہاں چالیس مسلمان جمع ہوتے ہیں ان میں ایک ولی ضرور ہوتا ہے۔ ۴۵۳

فائدہ جلیلہ: محاورہ قرآن وحدیث میں مومن ومسلم خاص اہلسنت کو کہتے ہیں۔ (حاشیہ) ۴۵۳

فاجر کی برائیاں بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں، مگر بعد موت فاجر کی برائیاں بیان کرنا منع ہے ۴۵۴

مُردوں کو بھلائی سے یاد کرو۔ ۴۵۵

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ ۴۵۶

وصل دوم: اس امر کا بیان تام کہ مقابر عام مسلمین میں وقفی مکان بنانا بھی حرام نہ کہ اپنی سکونت وآرام کا مقام، اور یہ وصل مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے دو فتووں پر مشتمل ہے۔ ۴۵۶

فتویٰ اُولیٰ: ایک پرانے قبرستان کے کچھ حصہ پر جس میں بظاہر کوئی قبر نہیں حاکم کی اجازت سے مدرسہ وکتب خانہ بنانے کا شرعی حکم۔ ۴۵۶

وقف کی تبدیلی جائز نہیں۔ ۴۵۷

جو چیز جس مقصد کے لیے وقف کی گئی اسے بدل کر دوسرے مقصد کے لیے دینا روا نہیں۔ ۴۵۷

مسجد ومدرسہ کو قبرستان نہیں بنا سکتے نہ ہی قبرستان کو مدرسہ ومسجد بنایا جاسکتا ہے۔ ۴۵۷

وقف گھر کو باغ، سرائے کو حمام اور رباط کو دکان بنانا جائز نہیں مگر جب واقف نے نگہبان پر معاملہ

marfat.com

چھوڑ دیا ہو تو جائز ہے۔ ۴۵۷

قبرستان کے کسی حصّہ میں سو برس سے کوئی قبر نہ ہونا اسے قبرستان ہونے سے خارج نہیں کرسکتا۔ ۴۵۷

ابو یوسف کے نزدیک واقف کے صرف یہ کہہ دینے سے کہ میں نے یہ زمین مقبرۂ مسلمین کردی وہ تمام زمین قبرستان ہوجاتی ہے اور امام محمد کے نزدیک ایک شخص کا اس میں دفن ہونا ضروری ہے۔ ۴۵۷

فتوٰی ثانیہ مدرسہ جامع العلوم کے مفتیوں نے وقف قبرستان کے بارے میں ایک غلط فتوٰی جاری کیا، مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے پاس وہی فتوٰی لایا گیا آپ نے اس کے خلاف لکھا پھر وہی فتوٰی دیوبند بھیجا گیا تو انھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے جواب کی تصدیق کی، مولانا احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اعلٰحضرت کی خدمت میں بھیجا جس کا آپ نے مدلل جواب تحریر فرمایا۔ ۴۵۸

نقل استفتاء ۴۵۹

جواب اہالی مدرسہ جامع العلوم ۴۵۹

خلاصہ جواب جناب مولانا احمد حسن صاحب ۴۶۰

جواب مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ۔ ۴۶۲

جواب مصنف علام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ۔ ۴۶۳

جواب اول (از جامع العلوم) غلط صریح، حکم ثانی (از مولانا احمد حسن) حق وصحیح اور تحریر ثالث (از مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ) جہل قبیح ہے۔ ۴۶۳

مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی طرف سے گنگوہی صاحب کے فتوٰی کا دس وجوہ سے رد۔ ۴۶۳

گنگوہی صاحب کا بے محل شقشقہ ۴۶۳

وقف میں شہرت کافی ہے۔ ۴۶۳

وقف میں تبدیلی حرام ہے۔ ۴۶۵

وقف کرنے کے لیے مالک ہونا شرط ہے۔ ۴۶۵

شئے جب ایک بار وقف ہوجائے تو دوبارہ وقف نہیں ہوسکتی۔ ۴۶۵

زمین وقف میں کوئی عمارت دوسری غرض کے لیے وقف نہیں ہوسکتی۔ ۴۶۷

گنگوہی صاحب کی سخت نافہمی کہ متعلقہ روایتوں کو بے علاقہ بتایا۔ ۴۶۸

گنگوہی صاحب پر گرفت ۴۶۹

روایت علامہ زیلعی کی تحقیق انیق۔ ۴۷۴

تصدیقات وتائیداتِ علمائے کرام۔ ۴۷۶

تکیہ کی زمین کرایہ پر دینا اور فقیر کو اس کا کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۷۹

قبرستان کی بیع ورہن وغیرہ جائز ہے یا نہیں۔ ۴۷۹

قبرستان کی زمین کسی کی ذاتی ملکیت ہوسکتی ہے یا نہیں، اور مخصوص قبرستان بنانا کیسا ہے۔ ۴۷۹

قبروں کو مسمار کرکے کھیتی وغیرہ کرنا کیسا ہے، اُس کو روکنا چاہیے یا نہیں۔ ۴۷۹

قبرستان کو گندگی کا مخزن بنانا کیسا ہے۔ ۴۷۹

مسلمانوں پر قبرستان کی حرمت کس حد تک واجب ہے۔ ۴۸۰

قبرستان وقف ہبہ اور بیع سے مستثنٰی ہے۔ ۴۸۱

قبرستان کے درختوں کا حکم۔ ۴۸۱

marfat.com

زائروں کے لیے جو مکان وغیرہ ہوتے ہیں اُن کا مالک کون ہوتا ہے۔ ۴۸۱

مزارات پر لوبان وغیرہ سُلگانا۔ ۴۸۲

○ رسالہ بریق المنار بشموع المزار (مزارات پر روشنی کرنے کا ثبوت) ۴۸۵

قبروں پر چراغ لے جانا اگر بالکل فائدہ سے خالی ہو تو بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ ۴۹۰

موضع قبور میں مسجد ہے یا قبر سرِ راہ ہے یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا کسی ولی و محقق عالم کا مزار ہے تو ان کی تعظیم کے لیے شمعیں روشن کرنا ممنوع نہیں ۴۹۰

روشنی دلیلِ اعتناء ہے اور اعتناء دلیلِ تعظیم اور تعظیمِ اہل اللہ دلیلِ ایمان ہے۔ ۴۹۱

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم دلی تقویٰ ہے۔ ۴۹۱

مصحف شریف کو مطلاً و مذہب کرنا جائز و دلیلِ تعظیم ہے۔ ۴۹۲

مسجد کی آرائش اور اس کی دیواروں پر سونے چاندی سے نقش و نگار جائز ہے جبکہ تعظیم کے لیے ہو۔ ۴۹۲

مساجد کے امتیاز کے لیے ان میں کنگرے بنانا جائز ہے۔ ۴۹۳

اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ اس کے مال سے مسجد میں گچ کاری اور اس میں سرخ و زرد رنگ کریں تو وصیت نافذ ہوگی۔ ۴۹۳

اولیاء و علماء کے مزارات پر عمارتیں بنانا مباح ہے۔ ۴۹۴

بہت سی نو پید چیزیں اچھی بدعت ہیں۔ ۴۹۴

بہت سے احکام زمانے یا مقام کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں۔ ۴۹۴

ائمۂ دین نے عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دی تھی۔ ۴۹۵

ائمۂ دین نے نظر بہ حالِ زمانہ جو حکم فرمایا اسے مخالفِ حدیث کہنے والا احمق و کج فہم ہے۔ ۴۹۵

تازہ تعظیمیں جو سلف صالحین کے وقت میں مکروہ تھیں اب حالاتِ زمانہ کے پیشِ نظر علماء نے ان کی اجازت دی ہے۔ ۴۹۵

مزاراتِ اولیاء اللہ پر شمعیں روشن کرنا ان کی روح کی تعظیم کے لیے کہ لوگ جان لیں یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کا مزار ہے اور وہ اس سے تبرک و توسل کریں۔ ۴۹۶

ہر تعظیم عبادت نہیں۔ ۴۹۶

تعظیمِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نصوصِ قطعیہ قرآن عظیم سے فرض ہے۔ ۴۹۶

متعدد آیاتِ قرآنیہ سے تعظیمِ انبیاء کا ثبوت۔ ۴۹۶

قرآن عظیم نے ماں باپ کی تعظیم کو فرض قرار دیا۔ ۴۹۷

تقرب و تعبد کو ایک ہی چیز قرار دینا محض باطل ہے۔ ۴۹۸

تقرب تو تعبد کے اعم سے اعم ہے کیونکہ تعبد سے تعظیم اعم ہے اور تعظیم سے تقرب اعم ہے۔ ۴۹۸

مزارات پر شمعیں روشن کرنے کو تقرب بروجہ تعبد بتانا مسلمانوں پر بدگمانی ہے۔ ۴۹۸

کسی صالح و اہل اللہ کا غیرِ خدا کا عابد ہونا محال ہے ۴۹۸

marfat.com

شرک ہرگز معاف نہ ہوگا۔ ۴۹۸

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس متعدد بلاد و امصار سے ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو تک فتوے جمع ہوجاتے تھے۔ ۴۹۹

اپنے خود ساختہ متبوع کی خاطر حق سے صریح اعراض دیوبندیوں کا طریقہ ہے۔ ۴۹۹

اسمٰعیل دہلوی کی عبارت پر علماء دیوبند کا فتوائے کفر اور عبارت کے مصنف کا نام معلوم ہونے پر خاموشی۔ ۴۹۹

علماء دیوبند اپنے فتووں میں اسمٰعیل دہلوی کو ملحد و زندیق لکھنے کے باوجود اپنا امام مانتے ہیں۔ ۵۰۰

تحذیر الناس نے نئی نبوت کا سکہ جمایا اور شریعتِ مصطفویہ کو منسوخ کردیا۔ ۵۰۱

مزارات پر شمع جلانے کی ممانعت سے متعلق حوالہ جات غلط ہیں۔ ۵۰۱

اگر کوئی اپنے تہائی مال کی وصیت راہِ خدا کے لیے کرے تو اس سے مسجد کا چراغ بھی جلا سکتے ہیں۔ ۵۰۴

شان و تجمل روضۂ انور سے شانِ محبوبیت کھلتی ہے۔ ۵۰۴

اصالتاً بنائے مسجد فرائض کے لیے ہے۔ ۵۰۴

کن مساجد میں رات بھر روشنی کی اجازت ہے اور کن میں تہائی رات کے بعد روشنی گُل کرنے کا حکم ہے۔ ۵۰۴

امیر المومنین فاروق اعظم بعد از نمازِ عشاء دیکھ بھال کے لیے مسجد نبوی شریف میں دورہ فرماتے۔ ۵۰۶

سلطان اسلام زمین میں اللہ تعالیٰ کا سایہ ہوتا ہے۔ ۵۰۷

مسلمان کی طرف نسبتِ کبیرہ حرام ہے جب تک تواتر سے یقینی الثبوت نہ ہو۔ ۵۰۷

حاجتِ شرعیہ کے وقت سُود دینے کی اجازت ہے۔

قرآن کریم پر اعراب حجاج بن یوسف نے لگوائے۔ ۵۰۸

فعلِ عوام کو دیکھ کر جماہیر علماء منع نہ فرمائیں تو استناد تقریر علماء سے ہوگا نہ کہ فعلِ عوام سے۔ ۵۰۸

بیشک ایمان مدینہ منورہ کی طرف سمٹتا ہے جیسے سانپ اپنے بل کی طرف۔ ۵۰۸

روضۂ اطہر پر روشنی خاص روضۂ اطہر کے واسطے ہے نہ کہ بنیّتِ مسجد۔ ۵۰۹

سلطان مراد بن سلطان سلیم خاں کا کعبہ معظمہ اور روضۂ اطہر کے لیے قندیلیں بھیجنے کا واقعہ۔ ۵۱۱

کعبہ معظمہ میں قندیلیں آویزاں کرنے کا دن بزرگ دن تھا اس دن تمام اعیانِ مکہ جمع ہوئے۔ ۵۱۱

روضۂ اطہر پر قندیل مرصع آویزاں کرتے وقت مدینہ طیبہ کے اکابر و عمائد اور علماء و صلحاء سب جمع تھے۔ ۵۱۱

سلاطینِ عثمانیہ سے پہلے بھی سلاطین حرمین شریفین میں قندیلیں حاضر کرتے تھے۔ ۵۱۲

سلاطینِ عثمانیہ میں سے سب سے پہلے یہ سعادت سلطان محمد مراد خاں نے پائی۔ ۵۱۲

قنادیلِ مدینہ کے بارے میں امام سبکی نے "تنزل السکینۃ علیٰ قنادیلِ مدینہ" کے نام کتاب لکھی۔ ۵۱۲

قنادیل کا وقف صحیح ہے۔ ۵۱۲

marfat.com

قنادیل کو مسجد کی عمارت میں صرف کرنا جائز نہیں ۔ ۵۱۲
امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فضائل ۔ ۵۱۲
وہ حدیث جس میں قبور پر چراغ روشن کرنے والوں پر لعنت آئی ہے صحیح نہیں ۔ ۵۱۳
ابو صالح باذام ضعیف و مدلس ہے ۔ ۵۱۳
حدیثِ ضعیف در بارۂ احکام حجت نہیں ہوتی ۔ ۵۱۳
حدیثِ مانعین سے تین جواب ۔ ۵۱۴
حقیقت سے بلا ضرورت عدول نامقبول ہے ۔ ۵۱۴
حدیث "المتخذین علیها المساجد والسرج" میں کلمہ علیٰ حقیقی معنی میں مستعمل ہے ۔ ۵۱۴
آیۂ کریمہ "لنتخذن علیهم مسجدا" میں ضمیر جانبِ اصحابِ کہف ہے اور آدمی کے جسم کے اوپر مسجد بنانے کے کوئی معنی نہیں لہذا کلمہ علیٰ میں مجاز متعین ہے ۔ ۵۱۴
"قبر پر چڑھاوا چڑھانے کی مثال" میں مجاز لفظِ "پر" میں نہیں بلکہ خود لفظِ "چڑھاوا" میں ہے ۔ ۵۱۴
اتارا اور چڑھاوا کے معنی میں فرق ۔ ۵۱۵
اور کسی ایک جگہ کوئی لفظ مجازی معنی میں مستعمل ہو تو ضروری نہیں کہ دوسری جگہ بھی معنی مجازی ہی میں استعمال کیا جائے ۔ ۵۱۵
معنی حقیقی وجہِ خارجی کا محتاج نہیں ہوتا ۔ ۵۱۵
ملا علی قاری کی عبارت پر بحث ۔ ۵۱۵
جمع بین الحقیقۃ والمجاز باطل ہے ۔ ۵۱۵
ملا علی قاری نے سرجِ قبور کے بارے میں جو تین وجوہِ ممانعت نقل کیں وہ قبورِ عوام میں متحقق ہیں

نہ کہ مزاراتِ کریمہ میں ۔ ۵۱۵
مزارات پر تعظیم خشت و گل کی نہیں بلکہ رُوحِ کریم کی ہوتی ہے ۔ ۵۱۶
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر حاضری کے آداب ۔ ۵۱۶
مزارِ اطہر کے حجرۂ مقدسہ اور گنبد مبارک کو دیکھتے رہنا عبادت ہے جیسے کعبہ معظمہ پر نظر کرنا ۔ ۵۱۶
نماز میں حجرۂ مطہرۂ مزارِ اطہر کو پیٹھ نہ کی جائے ۵۱۷
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات بھی ایسا ہی ہے جیسا حیاتِ ظاہری میں تھا ۔ ۵۱۷
فضائلِ درود شریف ۵۱۷
درود وہ تعظیم ہے جو بالاستقلال سوائے انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کسی کے لیے جائز نہیں ۔ ۵۱۸
میت کو بیری کے پتوں میں اُبلے ہوئے پانی سے غسل دینا چاہیے ۔ ۵۱۸
میت کو گرم پانی سے غسل دینا افضل ہے ۔ ۵۱۸
خاص لحد میں پکی اینٹیں لگانا ممنوع ہے ورنہ بالائے قبر اس میں حرج نہیں ۔ ۵۱۸
قبہ کے اُوپر چراغ جلانا ممنوع ہے نہ کہ اس کے اردگرد ۔ ۵۱۸
امام علی روذباری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف ۔ ۵۱۹

marfat.com

ایک بندۂ صالح کی حکایت جس نے دعوتِ احباب میں ہزار چراغ روشن کیے۔ ۵۲۰

مزاراتِ محبوبانِ الٰہ پر روشنی اگر زینتِ قبر یا نفسِ قبر کی نیّت سے ہو تو ممنوع ہے۔ ۵۲۰

تعظیمِ رُوح اور تعظیمِ قبر میں فرق نہ کرنا جہالت ہے ۵۲۱

حضرت ابو ایّوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قبرِ رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر حاضر ہونا اور مروان سے مکالمہ۔ ۵۲۱

تعظیمِ قبر سے جُدا ہو کر تعظیمِ رُوح کریم کی برکت لینا سنّتِ صحابہ ہے۔ ۵۲۱

"موسیٰ بدین خود و عیسیٰ بدین خود" کی تمثیل پر زجر و توبیخ اور توبہ کی تلقین۔ ۵۲۲

زیارتِ قبور

مزاروں پر فاتحہ پڑھنے کا طریقہ اور اُس کی دُعائیں ۵۲۲

قبر پر جانے والوں یا ایصالِ ثواب کا علم میّت کو ہوتا ہے۔ ۵۲۳

زیارت کے لیے افضل دن جمعہ ہے، شب میں اکیلے قبرستان نہیں جانا چاہیے۔ ۵۲۳

اہلِ قبور کے لیے الگ الگ فاتحہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے، فاتحہ پڑھنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے۔ ۵۲۴

قبر کے پاس قرآن شریف یا پنجسورہ پڑھنا، نیز قبر پر سبزی، پھول، اگربتی وغیرہ کا حکم۔ ۵۲۴

قبر پر قرآن خوانی کرنا اور پڑھنے والوں کو کھانا کھلانا ۵۲۴

قبر کی بلندی، قبر کو بوسہ دینا، قبر کو بوسہ دینے اور طواف کرنے کا حکم شرعی۔ ۵۲۶

مزار کے طواف کرنے، چوکھٹ کو بوسہ دینے، آنکھوں سے لگانے اور اُلٹے پاؤں واپس ہونے کا بیان۔ ۵۲۸

مزارات کو بوسہ دینے اور زیارت کے طریقے کا بیان۔ ۵۲۸

صاحبِ قبر کا مسلمان ہونا معلوم نہ ہو تو فاتحہ پڑھنا منع ہے۔ ۵۳۲

مزارات پر مالیدہ، شیرینی وغیرہ نیاز کرنا۔ ۵۳۲

مزاروں پر چادر اور پھول ڈالنے کا حکم۔ ۵۳۳

مزاروں پر ڈالی گئی چادروں کا مالک کون ہے ۵۳۴

مزارات پر عورتوں کا جانا، بعض مزاروں پر روشنیاں ہونا، زائروں کے لیے درخت لگانا، عمارت بنانا، حفاظت کے لیے قبرستان کی چار دیواری بنانا، زندہ اور مُردہ ولیوں کا ہمکلام ہونا اور زندگی میں قتل کرانا۔ ۵۳۵

عورتوں کو مزار پر جانا منع ہے۔ ۵۳۶

عورتوں کو مجاور رہنا ممنوع ہے۔ ۵۳۷

حضورِ اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے علاوہ کسی اور مزار پر عورتوں کو نہیں جانا چاہیے۔ ۵۳۸

مزارات پر ہر سال جمع ہو کر تلاوت و ذکرِ خیر کرنا، میلہ لگانا اور ایسے مجمع میں عورتوں کا جانا۔ ۵۳۸

marfat.com

مطلق ثابت ہو جائے تو قائلِ جواز سے دلیلِ خصوصیت مانگنا غلط ہے۔ ۵۸۱

ممانعتِ فعلِ خاص کی دلیل مانع کے ذمہ ہے۔ ۵۸۱

ارادۂ فاعلِ مختار بھی مرجح ہے۔ ۵۸۲

عبادات اور اشغال و اذکار کے لیے وقت مقرر کرنے کی حکمت۔ ۵۸۲

احادیثِ رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے تعیناتِ عادیہ کی چند مثالیں۔ ۵۸۵

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہداءِ اُحد کی زیارت کے لیے سال کا آخر، مسجد قباء میں تشریف آوری کے لیے ہفتہ کا دن اور شکرِ رسالت کے طور پر روزہ رکھنے کے لیے پیر کا دن مقرر فرمایا۔ ۵۸۵

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ کیلئے صبح و شام کا وقت، سفرِ جہاد کے لیے جمعرات کا دن، اور طلبِ علم کے لیے دوشنبہ کا دن مقرر فرمایا۔ ۵۸۵

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے وعظ و نصیحت کے لیے جمعرات کا دن مقرر فرمایا۔ ۵۸۶

علماء سبق شروع کرنے کے لیے بُدھ کا دن مقرر فرماتے ہیں۔ ۵۸۶

مردہ ڈوبنے والے کی طرح فریاد رس کا منتظر ہوتا ہے۔ دُعائیں، صدقے اور فاتحہ اس کیلئے بہت مفید ہیں۔ ۵۸۷

منکرین کا عرسِ بزرگان کے بارے میں اعتراض اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا جواب۔ ۵۸۸

صالحین کی قبروں کی زیارت اور ان سے تبرک حاصل کرنا مستحسن ہے۔ ۵۸۸

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے آخر میں مزاراتِ شہداء پر جلوہ افروز ہوتے اور خلفاءِ اربعہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ ۵۸۹

حق یہ ہے کہ تخصیصاتِ مذکورہ یعنی تیجا اور چالیسواں وغیرہ تعیناتِ عادیہ ہیں کہ ہرگز جائے طعن و ملامت نہیں ہیں۔ ۵۹۰

بزرگوں کی فاتحہ میں کھانے کی تخصیص کے متعلق ایک سوال کا شاہ عبدالعزیز کی طرف سے بہترین جواب۔ ۵۹۰

اگر مخصص کے بغیر تخصیص مفید نہیں تو نقصان دہ بھی نہیں۔ ۵۹۱

یہ گمان غلط ہے کہ ان معین دنوں کے علاوہ ایصالِ ثواب جائز نہیں یا ثواب میں کمی آتی ہے ۵۹۱

عوام جہلاء نے ایصالِ ثواب کے بارے میں جو ناپسندیدہ امور پیدا کر رکھے ہیں مثلاً دکھاوا، چرچا، تفاخر، مالداروں کو جمع کرنا اور فقراء کو منع کرنا وغیرہ سب ممنوع و مکروہ ہیں۔ ۵۹۲

کسی مستحسن عمل میں اگر کوئی خرابی پیدا کرے تو علماء کو وُہ خرابی ختم کرانی چاہیئے نہ کہ حربِ زبانی سے کام لے کر اصل عمل بند کرا دیں۔ ۵۹۲

اگر کوئی نماز بلا تعدیلِ ارکان ادا کرے تو اُس کو اس کوتاہی سے روکا جائے گا نہ کہ نماز ہی سے منع کر دیا جائے گا۔ ۵۹۲

marfat.com

حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عابدہ و زاہدہ تھیں۔ ۵۶۴

فاتحہ و ایصالِ ثواب

ہر تاریخ میں ایصالِ ثواب جائز ہے، معین تاریخیں ہوں یا غیر معین۔ ۴۲۱
فاتحہ بہیئتِ مروجہ بلاریب جائز و مستحسن ہے۔ ۵۶۴
○ رسالہ الحجۃ الفائحہ لطیب التعیین والفاتحہ (مروجہ فاتحہ، سوم، چہلم، برسی اور عرس وغیرہ کا ثبوت) ۵۶۹
ایصالِ ثواب اور اموات کو ہدیۂ اجر پہنچانا اہلسنت کے نزدیک بالاتفاق پسندیدہ ہے۔ ۵۷۰
منکرینِ ایصالِ ثواب دراصل معتزلہ کی وکالت کرتے ہیں۔ ۵۷۰
جمہور ائمہ کے نزدیک ثواب کا پہنچنا عباداتِ مالیہ و بدنیہ دونوں کو شامل ہے۔ ۵۷۰
دورانِ نماز قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنا اور رکوع و سجود میں قراءۃِ قرآن ممنوع ہے۔ ۵۷۱
آحاد حرام نہ ہوں تو ان کا مجموعہ بھی حرام نہیں ہوتا۔ ۵۷۱
مباحات کا مجموعہ بھی مباح ہوتا ہے۔ ۵۷۱
مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ایصالِ ثواب کو جائز مانا ہے۔ ۵۷۱
دونوں ہاتھوں کا اٹھانا آدابِ دعا سے ہے۔ ۵۷۲
محض کسی امر کے خصوصی طور پر وارد نہ ہونے کو مطلقاً ممنوع ہونے کی دلیل جاننا غلطی ہے۔ ۵۷۳
امام منکرین مولوی محمد اسحاق کی تلون مزاجی اور خود منکرین کے خلاف گواہی۔ ۵۷۳
اکابرِ منکرین کی شہادت سے اثباتِ مطلب، اور گیارہ اقوال سے گیارھویں اور فاتحہ کا ثبوت۔ ۵۷۳
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی شہادت کہ فاتحہ و ایصالِ ثواب جائز ہے۔ ۵۷۴
اللہ تعالیٰ کی نذر سے اغنیاء کے لیے کھانا جائز نہیں۔ ۵۷۵
اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی گئی ہو تو اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں۔ ۵۷۵
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی گواہی۔ ۵۷۶
کیا تمام امت اور شاہ عبدالعزیز صاحب مشرک ہیں ۵۷۶
امام طائفہ وہابیہ مولوی خرم علی کے نزدیک گیارھویں اگر ایصالِ ثواب کے لیے ہو تو منع نہیں۔ ۵۷۷
خود امام الطائفہ کہتے ہیں کہ بکری پال کر ذبح کر کے غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلا دے تو کچھ حرج نہیں۔ ۵۷۷
امام الطائفہ کے نزدیک اولیاء کی نذر کی گائے کا گوشت اور کھانا حلال ہے۔ ۵۷۸
وقت مقرر کرنا دو قسم پر ہے: (۱) شرعی (۲) عادی۔ ۵۸۰
غیر معین زمانے میں وقوعِ فعل عقلاً محال ہے۔ ۵۸۰
وجودِ فعل اور تعین لازم و ملزوم ہیں۔ ۵۸۰
جو حکم مطلق کے لیے ہو وہی اس کے تمام افراد کے لیے ہوتا ہے۔ ۵۸۱

marfat.com

رکھنا اور مُردوں کو نہ کھانے دینا جہالت ہے۔ ۶۱۱
کسی نیاز پر پردہ ڈالنے کا کہیں حکم نہیں۔ ۶۱۱
چند افراد کی فاتحہ اکٹھی دلانا یا جُدا جُدا دلانا دونوں صُورتیں جائز۔ ۶۱۱
آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ایصالِ ثواب کرنا۔ ۶۱۱
فاتحہ کس چیز پر افضل ہے اور کسے دیں۔ ۶۱۲
تبارک کی اصل کیا ہے، اس میں کیا ہوتا ہے اور اسے کون کھائے۔ ۶۱۳
میّت کے ساتھ کھانا لے جانا، قبر پر گلاب چھڑکنا اور قبر سے چالیس قدم ہٹ کر دُعا کرنا۔ ۶۱۳
طعامِ فاتحہ تین قسم پر ہے جن میں سے ایک قسم کا کھانا اغنیاء کو ممنوع اور ایک کا کھانا غیر مستحسن اور ایک کا کھانا بلا تکلّف جائز۔ ۶۱۴
سوم وغیرہ کے چنے فقراء میں تقسیم کر دئے جائیں اغنیاء اور کفار کو نہ دیں۔ ۶۱۵
سوم کے چنے غنی بچّوں کو بھی نہ کھلائے جائیں۔ ۶۱۵
خواب میں مرد کوئی چیز طلب کرے تو اُس چیز پر فاتحہ دلانا اور فاتحہ میں پانی رکھنا جائز ہے۔ ۶۱۵
آٹے کے چراغ میں گھی ڈال کر فاتحہ دلانا۔ ۶۱۶
فاتحہ میں کپڑے، جُوتے وغیرہ مسکین کو دینے کی نیّت سے رکھنا جائز ہے مگر گھی کا چراغ جلانا فضول ہے۔ ۶۱۶
ایصالِ ثواب چند ناموں سے کیا جائے تو ہر ایک کو پُورا ثواب ملے گا یا نہیں۔ ۶۱۶
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایصالِ ثواب کرنے میں دوسروں کو شامل کرنا۔ ۶۲۱
چند ناموں سے فاتحہ کیا جائے تو ہر ایک کو پُورا ثواب ملے گا۔ ۶۲۱
ایصالِ ثواب کا طریقہ اور فاتحہ کرنے کا فائدہ۔ ۶۲۱
امام ابن حجر مکّی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی ایک عبارت سے انقسامِ ثواب پر استدلال کا جواب۔ ۶۲۴
نابالغ بچّہ ایصالِ ثواب کرسکتا ہے یا نہیں۔ ۶۲۹
ششماہی، سالانہ، عرس کرنا اور عرس وغیرہ کی شیرینی کھانے والے کے لیے جنت مقام و دوزخ حرام کہنا۔ ۶۴۲
ایصالِ ثواب یا کفّارہ میں قرآن شریف دینا اور ڈھیلوں پر دَم کر کے قبر میں رکھنا۔ ۶۴۳
تلاوت پر اُجرت لینا اور دینا ناجائز ہے۔ ۶۴۴
قرآن خوانی کرنے والوں کو بطورِ اُجرت کھانا کھلانا حرام۔ ۶۴۴
قرآن خوانی کی اُجرت حرام ہے اور اُس کے جواز کی ایک صورت۔ ۶۴۶
تلاوت و تہلیل میں اُجرت لینا حرام۔ ۶۴۶
المعروف کالمشروط کا مطلب۔ ۶۴۶
معصیت میں قطعی اور غیر قطعی کا فرق نہیں ہوتا۔ ۶۴۶
تابوت لے جانے میں ہر جانب دس دس قدم لے کر چلنا، اگر چالیس قدم سے کم قبرستان ہو تو کیا کرے۔ ۶۴۶

marfat.com

فاتحہ کا ثبوت۔ ۵۹۳

سوم و تیجہ جائز ہے، بیہودہ باتوں سے اجتناب چاہیے۔ ۵۹۴

فاتحہ جائز اور منکر خاطی ہے۔ ۵۹۴

اموات مسلمین کے نام پر کھانا پکا کر ایصالِ ثواب کے لیے تصدق کرنا بلاشبہ جائز و مستحسن ہے۔ ۵۹۵

مردے کے نام پر فقیر کو دونوں وقت کھانا کھلانا، جانوروں کو پانی پلانا، قرآنِ پاک ہدیہ کرنا، میلاد شریف کرنا اور قبر پر اگربتی جلانا۔ ۵۹۶

مزارات پر شامیانہ لگانا، چراغ جلانا، شیرینی وغیرہ پر فاتحہ دینا اور عشرۂ محرم میں شربت پلانا۔ ۵۹۸

تیجہ، دسواں اور چہلم وغیرہ میں فاتحہ دینا۔ ۵۹۹

فاتحہ میں نذر اللہ اور نذر رسول کہنا۔ ۵۹۹

نذر و نیاز کو ناجائز کہنے والے کا حکم۔ ۵۹۹

تلاوت، درود شریف، سورۂ اخلاص پڑھ کر فقیر کو کھانا اور کپڑے دے کر ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے۔ ۶۰۰

مردے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں نے ایصالِ ثواب کیا ہے۔ ۶۰۰

ایصالِ ثواب کرنے سے ثواب پہنچتا ہے۔ ۶۰۰

ایصالِ ثواب کے ذریعے مغفرت مشیتِ الٰہی میں ہے۔ ۶۰۰

ایصالِ ثواب کے لیے گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص اور ایک بار سورۂ ملک پڑھنی چاہیے۔ ۶۰۰

گیارھویں شریف اور ایصالِ ثواب کا طریقہ۔ ۶۰۱

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا شربت کرنا اور پینا۔ ۶۰۱

ایصالِ ثواب کن الفاظ کے ساتھ ہو۔ ۶۰۲

مُردے کا نام لے کر ایصالِ ثواب کرنا۔ ۶۰۲

ایصالِ ثواب میں مُردے کا نام کافی ہے۔ ولدیت کے اظہار کی حاجت نہیں۔ ۶۰۳

گیارھویں شریف مرتبۂ فردیت میں مستحب اور مرتبۂ اطلاق میں سنت ہے۔ ۶۰۵

گیارھویں شریف کو منع کرنے والے وہابی یا رافضی ہیں اُن کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ ۶۰۵

چُٹکی کے طور پر نکالے ہوئے آٹے سے گیارھویں شریف کرنا۔ ۶۰۶

قبلِ دفن تلاوت وغیرہ کا ایصالِ ثواب کرنا۔ ۶۰۶

صالحین کے نام ایصالِ ثواب کرنے پر ایک شُبہے کا جواب۔ ۶۰۷

روزانہ فاتحہ دینا، ہر جمعرات یا چالیس یوم تک فقیر کو کھانا دینا، عرفہ کو فاتحہ دینا اور فاتحہ کے کھانے اغنیاء کو کھلانے کے بارے میں مفصل بیان۔ ۶۰۸

قبرستان میں جا کر فاتحہ پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے۔ ۶۰۹

کھانا پانی سامنے رکھ کر فاتحہ جائز ہے، ایسا کھانا اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں یا نہیں۔ ۶۱۰

فاتحہ و ایصالِ ثواب کے لیے کھانے کا پیشِ نظر ہونا ضروری نہیں۔ ۶۶۱

حضرت خاتونِ جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں

عقائد میں صحاح ظنیات مردود ہیں۔ ٦٥٥

صاحب براہین قاطعہ نے وسعت علم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دال صحیح احادیث کو مردود ٹھہرایا اور وہیں اُسی مُنہ تنقیص علم عظیم پر ایک بے اصل اور بے سند حکایت سے سند لایا۔ ٦٥٥

یہ روایت کہ "مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں" شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے نزدیک بے اصل ہے۔ ٦٥٥

ارواح کے گھروں کو آنے سے متعلق دعویٰ نفی کرنے والا جھوٹا کذاب ہے۔ ٦٥٦

عدم ثبوت، ثبوت عدم نہیں ہوتا۔ ٦٥٦

بے دلیل عدم، ادعائے عدم محض تحکم وستم ہے۔ ٦٥٦

روحوں کا آنا اگر باب عقائد سے ہے تو نفیاً واثباتاً ہر طرح اسی باب سے ہوگا اور دعویٰ نفی کے لیے بھی دلیل قطعی درکار ہوگی۔ ٦٥٦

کسی حدیث میں نہیں آیا کہ روحوں کا گھروں کو آنا باطل وغلط ہے۔ ٦٥٦

ادعائے بے دلیل محض باطل و ذلیل ہے۔ ٦٥٦

مرنے کے بعد میت کے اپنے عزیزوں سے اس طرح تعلقات رہتے ہیں جیسے حیات دنیا میں۔ ٦٥٧

ارواح مومنین کس جگہ رہتی ہیں۔ ٦٥٧

موت سے عزیزوں پر جو صدمہ ہوتا ہے اُس کا اثر میت پر ہوتا ہے۔ ٦٥٨

عذاب وثواب رُوح وجسم دونوں کے لیے ہے۔ ٦٥٨

رُوح وجسم دونوں کے معذب ہونے کی مثال حدیث میں۔ ٦٥٨

رُوح کا مقام بعد موت حسب مراتب مختلف ہے ٦٥٨

خواب میں کسی مرحوم عزیز کو دیکھنے کا اثر کبھی مرحوم پر بھی پڑتا ہے۔ ٦٥٨

روح حکم ربی سے ایک شئی ہے اور اس کے ادراکات باقی رہتے ہیں۔ ٦٥٨

قبر پر آنے والوں کا علم میت کو ہوتا ہے۔ ٦٥٨

شب جمعہ، روز جمعہ اور رمضان میں مرنے والا مسلمان سوال نکیرین اور عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ ٦٥٩

ایک کی جگہ دوسرے کی رُوح قبض ہونا محض غلط ہے، فرشتے غلطی نہیں کرتے۔ ٦٥٩

دعوت میت

○ رسالہ جلی الصوت لنهی الدعوۃ امام موت (میت کے گھر کے کھانے کا بیان) ٦٦١

اہل میت کے ہاں دعوت ناجائز اور بدعت شنیعہ قبیحہ ہے۔ ٦٦٢

اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت منع ہے کیونکہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں، اس پر تقریباً سولہ عبارات فقہاء سے تائید۔ ٦٦٢

مصیبت کے لیے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ ٦٦٣

میت کے پہلے دن یا تیسرے دن یا ہفتہ بعد

نمازِ جنازہ پڑھانے یا زیارتِ قبور کی اُجرت لینا۔ ٦٤٦

قرآن شریف یا میلاد شریف پڑھ کر خیرات لینا۔ ٦٤٦

کیا مسلمان وارث کافر مُردہ کی طرف سے مسلمانوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ ٦٤٦

کافر کے لیے یا کافر کے مال سے ایصالِ ثواب کرنا جائز نہیں۔ ٦٤٧

کفار اور مرتد کو ایصالِ ثواب حرام ہے۔ ٦٤٨

ہندو اپنے مُردہ کو ایصالِ ثواب کے لیے میلاد وغیرہ کے واسطے روپیہ دے، لینا جائز نہیں۔ ٦٤٨

○ رسالہ اتیان الارواح لدیارہم بعد الرواح (گھر پہ رُوحیں آتی ہیں) ٦٤٩

میت کے لیے سات دن صدقہ کرنا مستحب ہے ٦٤٩

میت کی طرف سے صدقہ کرنا بلا اختلافِ علماء میت کے لیے نافع ہے۔ ٦٤٩

ارواح مومنین جمعرات، عید، عاشورہ اور شب برات کو اپنے گھروں کے دروازے پر آکر کہتی ہیں اے ہمارے گھر والو! ہم پر صدقہ کے ذریعے مہربانی کرو۔ ٦٥٠

استناد کا روایات صحیحہ مرفوعہ متصلۃ الاسناد میں حصر جہل شدید ہے۔ ٦٥١

صحاح کا صرف کتبِ ستہ پر قصر حماقت ہے ٦٥١

حدیثِ حسن بالاجماع حُجت ہے۔ ٦٥١

غیر عقائد و احکامِ حلال و حرام میں حدیثِ ضعیف بالاجماع حجت ہے۔ ٦٥١

جمہور ائمہ کے نزدیک حدیثِ مرسل غیر متصل الاسناد حجت ہے۔ ٦٥١

امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک حدیثِ موقوف غیر مرفوع قولِ صحابی حجت ہے۔ ٦٥١

دنیا کافر کی بہشت اور مومن کا قید خانہ ہے۔ ٦٥١

جب مسلمان مرتا ہے تو اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔ ٦٥١

مسلمانوں کی رُوحیں جہاں چاہیں جانیکا اختیار رکھتی ہیں۔ ٦٥٢

کافر کی رُوح سجین میں مقید ہوتی ہے۔ ٦٥٢

شہیدوں کی رُوحیں جنت میں ہیں اور مسلمانوں کی فنائے قبور پر جہاں چاہیں آتی جاتی ہیں۔ ٦٥٢

اولیاء اللہ قدست اسرارہم کی رُوحیں زمین، آسمان اور جنت میں سے جہاں چاہیں جاتی ہیں۔ ٦٥٣

رُوحیں شب جمعہ چھٹی پاکر پھیلتی ہیں پہلے اپنی قبور پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں۔ ٦٥٣

جو مسئلہ عقائد اور احکامِ حلال و حرام کا نہ ہو اس کے لیے دو ایک سندیں کافی ہوتی ہیں۔ ٦٥٣

یہ گمان غلط ہے کہ ارواح کے گھروں کو آنے کا مسئلہ عقائد کا ہے لہٰذا اس کے لیے مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے۔ ٦٥٤

ہر جملہ خبریہ جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو بابِ عقائد سے نہیں ہوتا۔ ٦٥٤

سیر، مغازی اور مناقب میں صحاح و ضعاف مقبول ہیں۔ ٦٥٤

marfat.com

کا اعتقاد، ممکن کا اعتقاد ہے۔ ۶۸۰
شرک، اعظم محالاتِ عقلیہ کا اعتقاد ہے۔ ۶۸۰
اعتقادِ ممکن عقلی کا شرک ہونا محال عقلی بیّن الفساد ہے ۶۸۰
کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اعمال قطعاً مقبول ہیں ۶۸۱
بہت سے اکابر اولیاء و علماء کا بوقتِ ضرورتِ شرعیہ لوگوں سے سوال کرنا منقول ہے۔ ۶۸۱
ایک فرشتہ جسے اللہ تعالیٰ نے تمام جہان کی آواز سننے کی طاقت عطا فرمائی قبرِ انور پر حاضر ہے اور درود پڑھنے والوں کا درود حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچاتا ہے۔ ۶۸۲
نجدی شرک فروشوں نے نہ خدا تعالیٰ کی قدرت دیکھی نہ اس کی عظمت سمجھی۔ ۶۸۳
کسی کی بات سننے کے لیے اس کی صورت دیکھنا ضروری نہیں۔ ۶۸۳
ہر غلط بات شرک نہیں ہوتی۔ ۶۸۴
قرآن مجید کی کسی آیت میں قبور پر جا کر کلام و خطاب کرنے کو شرک نہیں کہا گیا۔ ۶۸۴
مفتیِ مذکور کا سُورۃ یوسف کی آیہ کریمہ سے استدلال غلط ہے۔ ۶۸۴
لوگ اہلِ قبور سے نا اُمید ہو بیٹھے ہیں۔ ۶۸۵
صنفِ دیگر: اکابر خاندانِ عزیزی کے اقوال سے تحریرِ خلاف کا رَد۔ ۶۸۵
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: گھر بیٹھے ہی اولیاء کی طرف متوجہ ہو کر فاتحہ پڑھو۔ ۶۸۵
وہی فرماتے ہیں مزاراتِ اولیاء پر حاضر ہو کر
بھیک مانگو، ارواح سے فیض چاہو اور یا روح یا روح پکارو۔ ۶۸۵
شاہ عبد العزیز کا ارشاد ہے کہ اہلِ حاجت ارواحِ اولیائے سے حاجات مانگتے اور پاتے ہیں۔ ۶۸۷
اُویسیت کی نسبت صحیح اور قوی ہے۔ ۶۸۷
اولیائے مدفونین سے انتفاع و استفادہ جاری ہے۔ ۶۸۸
مرزا مظہر جانِ جاناں امراض میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی طرف توجہ کرتے تھے۔ ۶۸۸
حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ کی نوازش ۶۸۸
شاہ عبد الرحیم صاحب اپنے نانا شیخ رفیع الدین کی رُوح سے ادب آموز ہوئے۔ ۶۸۹
صنفِ دیگر: مبحث اعتقادِ نفع و ضرر ۶۹۰
حدیث شریف "من حلف بغیر اللہ فقد اشرک" سے غلط استدلال کا رَد۔ ۶۹۰
غیر خدا کو نافع و ضار سمجھنا مطلقاً شرک نہیں جب تک کہ مستقل بالذات نہ مانا جائے۔ ۶۹۱
غیر خدا کو نافع و ضار غیر مستقل بالذات ماننا شرک نہیں۔ ۶۹۱
غیر خدا کے نافع و ضار ہونے کا ثبوت قرآن مجید سے ۶۹۱
غیر خدا کے نافع و ضار ہونے کا ثبوت احادیث سے۔ ۶۹۱
حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجرِ اسود کو نافع و ضار قرار دیا۔ ۶۹۲
شاہ عبد العزیز صاحب نے فرعون کو مالکِ نفع و ضرر کہا ۶۹۲

marfat.com

جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ وممنوع ہیں۔ ۶۶۳

ناموری اور دکھاوے کے کاموں سے احتراز کیا جائے۔ ۶۶۳

ورثا میں کوئی نابالغ ہو یا بالغ ہو مگر غیر موجود ہو یا موجود ہو مگر اس سے اذن لیے بغیر ترکۂ میّت سے ضیافت کرنا حرام شدید ہے۔ ۶۶۴

یتیم کا مال کھانے پر سخت وعید۔ ۶۶۴

محتاجوں کو دینے کے لئے کھانا پکوانا خوب ہے بشرطیکہ کوئی عاقل و بالغ اپنے مال خاص سے کرے۔ ۶۶۵

سب وارث موجود و بالغ اور راضی ہوں تو ترکہ سے بھی محتاجوں کو کھانا کھلایا جا سکتا ہے۔ ۶۶۵

عورتیں اہلِ میت کے ہاں جمع ہو کر افعالِ منکرہ کرتی ہیں جو نیاحت میں داخل ہیں اور نیاحت حرام ہے۔ ۶۶۵

بلا ضرورتِ شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کی طرح باعثِ لعنت ہے۔ ۶۶۶

میت کے پہلے روز عزیزوں اور ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہلِ میت کے لیے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں۔ ۶۶۶

سوم، دہم، چہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنیٰ ہے۔ ۶۶۷

تجربہ کی بات ہے کہ جو طعامِ میت کے متمنی رہتے ہیں ان کے دل مر جاتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: طعام المیت یمیت القلب۔ ۶۶۷

چہلم وغیرہ پہ کھانا پکانے کے جواز کی تحقیق و تفصیل، اور اس بات کا بیان کہ اسے صرف فقراء کھائیں نہ کہ عام برادری والے اور اغنیاء۔ ۶۶۸

اہلِ میت کے گھر کے کھانے، سوم وغیرہ کے چنے اور بتاشے وغیرہ اغنیاء کے لیے کیسے ہیں۔ ۶۷۲

دعوتِ میت کا کھانا اغنیا کے لیے ہر طرح ممنوع ہے اس میں اپنی حیات میں ہی اپنی موت کرنے والا یا نہ کرنے والا برابر ہے۔ ۶۷۳

○ رسالہ حیات الموات فی بیان سماع الاموات (اموات کے زائروں کو دیکھنے اور سننے وغیرہ کا مدلل بیان) ۶۷۵

یہ تحقیقی رسالہ ایک مقدمہ، تین مقاصد اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ ۶۷۶

ایک مفتی کا فتویٰ جس میں اہلِ قبور کو خطاب شرک یا کم از کم شائبہ و شبہہ شرک قرار دیا گیا۔ ۶۷۷

اس مفتی کے فتویٰ مذکور اور اس کے ہم مذہبوں پر چار سو وجوہ سے گرفت۔ ۶۷۹

مقصدِ اول اعتراضات و ازالۂ شبہات میں۔ ۶۷۹

تحریرِ مخالف پر پینتیس ۳۵ اعتراض دو ۲ نوع میں۔ ۶۷۹

نوعِ اول اعتراضاتِ مقصودہ میں۔ ۶۷۹

اہلِ قبور کا کسی کی آواز کو سننا یا کسی کو دیکھنا محال نہیں، نہ محالِ عقلی نہ شرعی نہ عادی۔ ۶۸۰

اہلِ دنیا ملائکہ کو بطور خرقِ عادت ہی دیکھ سکتے ہیں جبکہ اہلِ برزخ عموماً دیکھتے ہیں۔ ۶۸۰

محالِ عقلی صالح تعلقِ اذن نہیں اور محالِ شرعی سے ہرگز اذن متعلق نہ ہوگا۔ ۶۸۰

ہر محال عادی ممکن عقلی ہوتا ہے لہٰذا محال عادی

مکّہ سے ہیں، سب صحاح میں ان سے روایت ہے (حاشیہ) ۱۰

عمرو بن دینار تابعی جلیل ثقہ ثبت علماءِ مکہ سے ہیں اور رجالِ صحاح ستّہ سے ہیں۔ (حاشیہ) ۱۱

بکر بن عبداللہ مزنی امام اجل تابعی ثقہ ثبت اور رجال صحاح ستّہ سے ہیں۔ (〃) ۱۱

امام سفیان ثقہ، حجت، محدث، مجتہد، عارف باللہ، تبع تابعین، مجتہدانِ کوفہ اور رجالِ صحاح ستّہ سے ہیں (〃) ۱۲

عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ تابعی عظیم القدر رجال صحاح ستّہ سے ہیں۔ (〃) ۱۲

ابن ابی نجیح تبع تابعین و علماءِ مکّہ اور رواۃ صحاح ستّہ سے ہیں۔ (〃) ۱۲

نوعِ دوم، احادیث سمع و ادراکِ اہلِ قبور میں۔ ۱۳

فصلِ اوّل: اصحابِ قبور سے حیا کرنے کے بیان میں۔ ۱۳

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بعد از دفن حیاء فرمانا۔ ۱۳

فصل دوم: احیاء کے آنے، پاس بیٹھنے اور بات کرنے سے مُردوں کے جی بہلنے کے بیان میں۔ ۱۴

فصل سوم: احیاء کی بے اعتدالی سے اموات کو اذیت ہوتی ہے۔ ۱۵

ابو قلابہ بصری تابعی ثقہ، فاضل رواۃ صحاح ستّہ سے ہیں۔ (حاشیہ) ۱۵

ابو عثمان نہدی اکابر تابعین سے ہیں، زمانۂ رسالت پائے ہوئے تھے، ثبت عمائد رجال صحاح ستّہ سے ہیں۔ (حاشیہ) ۱۵

امام قاسم بن مخیمرہ تابعی ثقہ فاضل رواۃ صحاح ستّہ سے ہیں۔ (حاشیہ) ۱۶

علاء بن اللجلاج تابعی ثقہ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن تبع تابعین مقبول الروایۃ سے ہیں۔ دونوں رجال جامع ترمذی سے ہیں۔ ۱۸

فصل چہارم: احادیثِ صریحہ کہ مُردے زائرین کو پہچانتے، ان کا کلام سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ ۱۹

مائتہ مسائل کی صریح غلطی و تناقض پرستی۔ ۲۱

محمد بن واسع تابعی ثقہ عابد عارف باللہ کثیر المناقب رجال صحاح ستّہ سے ہیں، (حاشیہ) ۲۳

فصل پنجم: احادیثِ جلیلہ کہ مُردے نہ فقط سلام بلکہ ہر کلام و اصوات کو سنتے ہیں۔ ۲۴

چھ حدیثیں کہ مُردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ ۲۴

منکرین کی طرف سے احادیث سماع صوتی کو اوّل وضع فی القبر کے ساتھ مخصوص قرار دینے پر پانچ وجوہ سے رد۔ ۲۵

چھ حدیثیں کفار مقتولین بدر سے کلام کے بارے میں۔ ۲۷

چار حدیثیں تلقینِ میت کے بارے میں۔ (حاشیہ) ۳۰

راشد بن سعد تابعی ثقہ رجال سننِ اربعہ سے ہیں۔ (حاشیہ) ۳۰

ضمرہ بن حبیب تابعی ثقہ رجال صحاح ستّہ سے ہیں۔ (حاشیہ) ۳۰

حکیم بن عمیر تابعی صدوق رجال ابوداؤد و ابن ماجہ سے ہیں۔ (حاشیہ) ۳۰

وصل آخر: صحابۂ کرام کا اہلِ قبور سے باتیں کرنا۔ ۳۰

marfat.com

اولیاء و صلحاء سے طلبِ دُعا کے جواز پر حدیثیں ۶۹۳
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دُعا چاہی۔ ۶۹۳
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد از دفن
قبر پر ٹھہر کر میّت کے لیے دعاءِ مغفرت کرنے کا حکم
صحابہ کو دیتے۔ ۶۹۴
حاجی کے گھر پہنچنے سے پہلے اس سے دُعاءِ مغفرت
کرانا۔ ۶۹۴
حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعاءِ بخشش
کرانے کا حکم۔ ۶۹۴
دورِ فاروقی میں دورانِ قحط ایک صحابی کا قبرِ انور پر
حاضر ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دُعا کی
درخواست کرنے کا واقعہ۔ ۶۹۵
قاعدۂ کُلیہ ہے کہ جو بات زندوں کے ساتھ شرک
نہیں اموات کے ساتھ بھی شرک نہیں ہو سکتی۔ ۶۹۶
نوعِ دوم مخالفات مولوی صاحب و ہم مذہبانِ
مولوی صاحب ہیں۔ ۶۹۷
مائۃ مسائل کے اس خبط کا رد کہ نفعِ زیارت
میں اولیاء و فساق کی قبور یکساں بلکہ قبورِ اغنیاء زائد۔ (حاشیہ) ۶۹۷
بعد حسن احادحسن مجموع میں کلام نہیں جب تک
خصوص اجتماع میں کوئی مفسدہ نہ ہو۔ ۶۹۸
آیۂ کریمہ انک لا تسمع الموتیٰ کی بحث ۷۰۰
مقصد دوم احادیث میں۔ ۷۰۳
اس مقصد میں دو نوعیں ہیں جن میں ۶۰ ساٹھ
احادیث کریمہ مذکور ہیں۔ ۷۰۳

نوعِ اوّل بعد موت بقاءِ رُوح اور صفات و
افعالِ رُوح میں، یعنی اموات کا اہلِ دنیا کو دیکھنا،
اُن سے کلام کرنا اور رُوحِ مومن کا جہاں چاہنا
وہاں جانا وغیرہ۔ ۷۰۳
دُنیا کو برزخ سے وہی نسبت ہے جو رحمِ مادر کو
دنیا سے، پھر برزخ کو آخرت سے وہی نسبت ہے
جو دنیا کو برزخ سے ہے۔ ۷۰۷
اہلسنت کا مسلک ہے کہ نصوص کو ہمیشہ ظاہر
پر محمول کیا جائے جب تک کہ اس میں محذور نہ ہو۔ ۷۰۷
میّت اپنے غسل دینے والے، جنازہ اٹھانے
والے، کفن پہنانے والے اور دفنانے والے
کو پہچانتا ہے۔ ۷۰۷
حبان بن ابی جبلہ تابعی ثقہ ہیں اور رجال
بخاری سے ہیں۔ (حاشیہ) ۷۰۸
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم الشان
جلیل القدر صحابی ہیں ان چاروں میں سے ہیں
جن کی جنت مشتاق ہے۔ (حاشیہ) ۷۰۹
اُم الدرداء دو خاتونوں کی کنیت ہے دونوں
ہی صحابیِ رسول حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کی بیویاں ہیں پہلی کبریٰ کہ صحابیہ ہیں خیرہ نام
ہے اور دُوسری صغریٰ تابعیہ ثقہ فقیہہ مجتہدہ
رواۃ صحاح ستہ سے ہیں ہجیمہ نام ہے (حاشیہ) ۷۱۰
مُردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر والوں
کو کیا ہو رہا ہے۔ ۷۱۰
امام مجاہد جلیل الشان تابعی، مجتہد، مفسر ثقہ علماء

marfat.com

فصل دہم: برزخ میں بھی اولیاء کا فیض اور غلاموں کی امداد جاری رہتی ہے۔ ۷۶۹

ائمۂ مذاہب و اولیاء سلاسل اپنے مقلدوں اور مریدوں کی ہر وقت نگہبانی و شفاعت فرماتے ہیں مگر وہابیہ غیر مقلدین کا اس میں حصہ نہیں۔ ۷۶۹

حضرت امام مالک نے اپنے مقلد کی قبر میں تشریف لاکر نکیرین کو سوال سے روک دیا۔ ۷۶۹

نجد کے حنبلی اور ہند کے حنفی ہرگز حنبلی و حنفی نہیں بلکہ حبلی اور جنفی ہیں۔ ۷۷۱

جسے کوئی حاجت منظور ہو اولیاء کے مزارات پر حاضر ہو کر ان سے توسل کرے۔ ۷۷۳

فصل یازدہم: تصریحات علماء میں کہ سلام قبور دلیل قطعی سماع و فہم و علم و شعور ہے۔ ۷۷۶

فصل دوازدہم: اہل قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب و کلام میں۔ ۷۷۷

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے بعد صدیق و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی بارگاہ میں حاضری کا طریقہ۔ ۷۷۷

فصل سیزدہم: بعد دفن میت کو تلقین اور اسے عقائد اسلام یاد دلانے میں۔ ۷۷۹

نکتہ جلیلہ تتمیم کلام و ازالۂ اوہام میں۔ ۷۸۳

فائدہ جمیلہ تنقیح مسئلہ تلقین میں۔ ۷۸۶

لاتلقن یا غیر مشروع ممانعت و عدم جواز کے لیے متعین نہیں۔ ۷۸۶

شاگرد استاد سے سبق پڑھتے وقت اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم نہ پڑھے۔ ۷۸۷

فاتحہ و سورۃ کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا بالاجماع بہتر ہے۔ ۷۸۷

تلقین میت مذہب اہلسنت اور اس کا منع مشرب معتزلہ ہے۔ ۷۸۸

امام اعظم ابوحنیفہ صحابی کی رائے کے مقابل اپنی رائے ترک کر دیتے ہیں۔ ۷۸۹

فصل چہاردہم: ارواح کرام کو نداء اور ان سے توسل و دعا۔ ۷۹۱

یا شیخ عبدالقادر کہنا ناجائز نہیں۔ ۷۹۱

منکر استمداد متعصب ہے۔ ۷۹۵

استمداد کا منکر ذلیل طائفہ نو پیدا ہے۔ ۷۹۵

جواز استمداد پر دلیل کی حاجت نہیں۔ ۷۹۶

انکار استمداد سے صدہا دینیات کا انکار لازم آتا ہے۔ ۷۹۶

زائر دور دراز مقاموں سے قصد مزارات کرے۔ ۷۹۶

مزارات پر خشوع و خضوع کرے اور اس یقین کے ساتھ اپنی حاجتیں مانگے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی۔ ۷۹۷

سنت الٰہی جاری ہے کہ اولیاء کے ہاتھ پر حاجت روائی ہوتی ہے۔ ۷۹۷

فصل پانزدہم: بقیہ تصریحات سماع اموات میں۔ ۷۹۷

ادراکات جیسے علم و سمع یقیناً تمام اموات کے لئے ثابت ہیں۔ ۷۹۷

حیات شہداء باقی اموات سے کامل تر اور

marfat.com

مقصد سوم: اقوالِ علماء میں۔ ۳۶

سوانح ائمہ دین وعلمائے کاملین کے اسمائے گرامی جو مذہب کے مؤیّد ہیں۔ ۳۶

گیارہ صحابہ کرام کے اسماء گرامی۔ ۳۶

بارہ تابعین کے اسماء گرامی۔ ۳۷

تین تبع تابعین کے اسماء گرامی۔ ۳۷

چوہتر اعاظم سلف واکارم خلف کے اسماء گرامی۔ ۳۷

حاشیہ میں پینسٹھ مزید صحابہ، تابعین اور تبع تابعین وغیرہ کے اسماء گرامی۔ ۴۰

مخالفین کے معتمد دس علماء کے اسماء۔ ۴۲

حدیث اصطلاح محدثین میں ارشادات صحابہ و تابعین کو شامل ہے۔ ۴۲

حدیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول، فعل، تقریر اور صحابی کے قول، فعل، تقریر اور تابعی کے قول، فعل اور تقریر کو کہتے ہیں۔ (حاشیہ) ۴۲

امورِ قبور اور احوالِ ارواح میں رائے کو دخل نہیں۔ ۴۲

امورِ غیر قیاسیہ کے بارے میں موقوف حدیث بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔ ۴۲

نوعِ اوّل: دوسو علماء سلف وخلف کے اقوال۔ ۴۳

تمہید: رُوحیں موت سے نہیں مرتیں۔ ۴۳

فصلِ اوّل: موت صرف مکان بدلنا ہے نہ کہ جماد ہونا۔ ۴۴

بلال بن سعد تابعی جلیل عابد فاضل ثقہ رجال نسائی وغیرہ سے ہیں۔ (حاشیہ) ۴۴

روایاتِ مناسبہ حیاتِ اولیاء بعد وفات کے بیان میں۔ ۴۶

فصل دوم: بعد موت علوم وافعالِ روح بدستور رہتے ہیں بلکہ زیادہ ہوجاتے ہیں۔ ۴۷

فصل سوم: اموات کا علم وادراک دنیا واہلِ دنیا کو بھی شامل ہے۔ ۵۰

فصل چہارم: اموات سے حیاء کرنے میں۔ ۵۱

حیاءِ امام شافعی بحضور مزار امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ۵۲

فصل پنجم: افعالِ احیاء سے تاذّیِ اموات میں۔ ۵۴

فصل ششم: ملاقاتِ احیاء اور ذکرِ خدا سے اموات کا دل بہلتا ہے۔ ۵۷

اہلسنّت کے نزدیک ہر ذرّۂ عالم اپنے لائق سمع وبصر وعلم رکھتا ہے اور زبانِ قال سے تسبیحِ الٰہی کرتا ہے۔ ۵۹

اموات کی قوّتِ سامعہ اتنی قوی کہ نباتات کی تسبیح بلا تکلّف سنتے ہیں۔ ۶۰

قبروں پر گلاب وغیرہ کے پھول ڈالنا خوب ہے۔ ۶۰

فصل ہفتم: اموات اپنے زائرین کو دیکھتے، پہچانتے اور ان کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں۔ ۶۰

فصل ہشتم: اموات اپنے زائروں سے کلام کرتے اور ان کے سلام وکلام کا جواب دیتے ہیں۔ ۶۴

امام اسمٰعیل حضرمی کے ایک مقبرہ پر رونے اور ہنسنے کا واقعہ۔ ۶۴

فصل نہم: اولیاء کی کرامتیں اور تصرفات بعد وصال بھی جاری رہتے ہیں۔ ۶۶

marfat.com

مجالسِ خیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری حق ہے ۔ ۸۳۰

فائدہ رابعہ: ارواحِ طیبہ کے لیے دیکھنے اور سُننے میں دُور و نزدیک سب یکساں ہے ۔ ۸۳۱

فائدہ خامسہ: اولیاء کو ہر جگہ سے ندا جائز اور سب جگہ اُن کی امداد واصل ۔ ۸۳۱

یا رزوق کہہ کر پکارو میں فوراً مدد کو آؤں گا ۔ ۸۳۲

گُم شدہ چیز کا وہابی کُش عمل ۔ (حاشیہ) ۸۳۲

تذییل: وہابیہ کے طور پر تمام خاندانِ دہلوی غوثِ اعظم وغوث الثقلین کہہ کر مشرک ہوا حتیٰ کہ خود میاں اسمٰعیل دہلوی و مولوی اسحاق صاحب ۔ ۸۳۳

شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ غوثِ اعظم اور محبوبِ الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسجودِ خلائق ہیں ۔ ۸۳۴

تنبیہ مہم واجب الملاحظہ ہر مسلم ۔ ۸۳۴

اگر وہابیت کا مذہب حق ہے تو قرونِ ثلٰثہ سے لے کر آج تک کے تمام اولیاء و علماء مشرک ہیں ۔ ۸۳۶

⊙ رسالہ الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین (مسئلہ یمین سے سماعِ موتیٰ کے خلاف پر استدلال کا جواب) ۸۳۷

فائدہ جزیلہ تحقیق مسئلہ یمین میں ۔ ۸۳۷

اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ زید سے نہ بولوں گا تو یہ قسم زید کی حالتِ حیات پر مقصور رہتی ہے اگر بعد انتقال زید سے کلام کرے حانث نہ ہوگا ۔ ۸۳۸

ہمارے نزدیک بنائے یمین عرف پر ہے ۔ ۸۳۸

لفظ کے عرفی معنی پر قسم وارد ہوتی ہے نہ کہ لغوی و شرعی معنی پر ۔ ۸۳۸

قسم کھائی بچھونے پر نہ بیٹھے گا یا چراغ سے روشنی نہ لے گا یا چھت کے نیچے نہ آئے گا تو زمین پر یا دُھوپ میں یا زیرِ آسمان بیٹھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی ۔ ۸۳۸

قسم کھائی کہ کسی گھر میں نہ جائے گا تو مسجد وغیرہ معابد میں جانے سے حانث نہ ہوگا ۔ ۸۳۸

یہ سمجھنا کہ ہمارے ائمۂ مذہب کے نزدیک میّت سے کلام حقیقتاً یا شرعاً کلام نہیں محض باطل ہے ۔ ۸۳۸

قسم کھائی کہ زید سے نہ بولے گا بیرونِ نماز زید کو کہا السلام علیکم، تو حانث ہوجائے گا ۔ ۸۳۸

صورتِ مذکورہ میں زید کی اقتدا میں قسم کھانے والے نے نماز پڑھی، زید بھُولا، اس نے بتایا تو حانث نہ ہوگا اگر بیرونِ نماز بتایا تو حانث ہوجائے گا ۔ ۸۳۸

گوشت کھانے کی قسم کھانے والا مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا ۔ ۸۴۱

اہلسنت کے تمام مخالفین پر "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" کی مثال صادق آتی ہے ۔ ۸۴۲

منکر وہابیوں کے یہاں دین وشریعت اپنی ہوا و ہوس کا نام ہے ۔ ۸۴۲

مقدمہ اُولیٰ: رُوح کو فنا نہیں، موت سے رُوحوں کا مرجانا بدمذہبوں کا قول ہے ۔ ۸۴۳

موت حقیقۃً صفتِ بدن ہے نہ کہ وصفِ رُوح ۔ ۸۴۳

نیند موت کی چھوٹی بہن ہے ۔ ۸۴۵

مقدمۂ ثانیہ: مدرک حقیقتاً روح ہے نہ کہ بدن ۔ ۸۴۷

بدن کی طرف مجازاً بوجہ آلیت نسبت ادراک ہوتی ہے ۔ ۸۴۹

حیاتِ انبیاء حیاتِ شہداء سے کامل تر ہے ۔ ۷۹۸

قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے سے قاری کو قراءۃ اور میت کو استماع کا ثواب ملتا ہے ۔ ۷۹۹

اموات کا کلام مخلوق کو سُننا حق ہے ۔ ۷۹۹

برزخ اور آخرت کے کام اس روش پر نہیں جو دنیا میں دیکھی بھالی ہے ۔ ۸۰۰

بعد موت علم و سماع کا باقی رہنا بنی آدم سے خاص نہیں بلکہ جنّوں کو بھی حاصل ہے ۔ ۸۰۰

خاص حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات، علم، سمع اور بصر سے متعلق وارد احادیث و آثار کو اس رسالہ میں ذکر نہ کرنے کی تین وجوہ ہیں ۔ ۸۰۱

نوعِ دوم: نوسو مقال خاندان عزیزی کے ۔ ۸۰۲

وصلِ اوّل: علم و سمع و بصر اموات میں ۔ ۸۰۲

مولوی اسحاق کا نادانستہ علمِ اموات پر ایمان لے آنا ۔ ۸۰۵

شاہ عبدالقادر صاحب کی توفیق ۸۰۶

وصلِ دوم: بقاء تصرفات و کرامات بعد از وصال ۸۰۶

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزارِ اقدس سے مثلِ احیاء تصرف فرماتے ہیں ۔ ۸۰۶

مولوی اسمٰعیل دہلوی کا نیا ایمان ۔ ۸۰۷

وصلِ سوم: بعد وصال اولیاء کے فیض و امداد ہیں ۔ ۸۰۸

مال و اسباب اولیاء کی حمایت میں سونپنا اور اس پر غیبی مدد پانا ۔ ۸۰۹

سب اولیاء کو مناصب حضور غوثِ اعظم عطا فرماتے ہیں ۔ ۸۱۱

اولیاء مشکل کشا ہوتے ہیں ۔ ۸۱۳

تنبیہ: اولیاء کو غریب نواز کہنا ۔ ۸۱۶

اولیاء کا بعد انتقال بیداری میں آکر مدد کرنا ۔ ۸۱۷

وصلِ چہارم: اصل مسئلہ مسئولہ سائل یعنی استمداد و نداءِ اولیاء ۔ ۸۱۹

ندائے علی: یا علی، یا علی، یا علی ۔ ۸۲۱

اگر مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور اولیاء کو مشکل کشا ماننا شرک ہے تو تمام خاندانِ عزیزی مشرک ہُوا ۔ ۸۲۲

شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی ۸۲۳

خاتمہ: در بارۂ سماعِ موتیٰ علمائے عرب کا فتویٰ ۔ ۸۲۴

تحکیم بے قبول طرفین معقول نہیں ۔ ۸۲۴

تکمیلِ جمیل و تسجیلِ جلیل چند فوائد عالیہ کی یاددہانی میں ۔ ۸۲۸

فائدہ اُولیٰ: سماعِ موتیٰ کا منکر بدعتی گمراہ ہے ۔ ۸۲۸

فائدہ ثانیہ: اہلِ قبور کا علم و سمع و بصر ہمیشہ ہے ۸۲۸

البتہ جُمعہ کے دن زیادہ ہوتا ہے ۔ ۸۲۸

فائدہ ثالثہ: ارواحِ مومنین جہاں چاہیں جانے کا اختیار رکھتی ہیں ۔ ۸۲۹

اولیاء احیاء کا ایک وقت میں ستر جگہ تشریف فرما ہونا منقول ہے ۔ ۸۲۹

جبرئیل علیہ السلام بارگاہِ نبوی میں حاضری کے وقت سدرۃ المنتہیٰ پر بھی جلوہ گر رہتے ۔ ۸۲۹

جبرئیل علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں ۔ (حاشیہ) ۸۲۹

رُوح میت نہیں وہ تو صرف بدن سے جدا ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اسے دوبارہ بدن میں لے آئے۔ ۸۸۱

جس پر عذاب کرنا ہوتا ہے اُسے قبر میں یک گُونہ حیات دی جاتی ہے جس سے الم پہنچنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ۸۸۲

صاحبِ مائۃ مسائل کی نقل میں تقصیر (حاشیہ) ۸۸۲

آیۂ کریمہ "وما انت بمسمع من فی القبور" میں من فی القبور سے مراد بدن ہے۔ ۸۸۴

صاحبِ تفہیم المسائل کی بدقسمتی۔ ۸۸۴

بعد سوال نکیرین سعید کی رُوح جنت میں اور شقی کی سجین میں رہتی ہے۔ ۸۸۴

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صرف سماعِ جسمانی کی منکر ہیں ادراک روحانی کی مثبت و مقر ہیں۔ ۸۸۴

مبحثِ قسم کے مسائل دو قسم پر ہیں: ایک متقید بحیات اور دوسرے شاملِ موت وحیات۔ ۸۸۴

کون سی قسم مخاطب کی حیات پر مقصور اور کون سی مخاطب کی موت وحیات دونوں کو شامل ہے۔ ۸۸۴

کلامِ ائمہ ومشائخ کو نفیِ سماعِ ارواح پر محمول کرنا صراحۃً باطل اور توجیہ القول بما لا یرضی بہ القائل ہے ۸۸۶

توہب والحاد کے جگر میں شگاف ڈالنے والا ارشادِ امام ابن الہمام۔ ۸۸۷

مزارِ انورِ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت منہ کدھر کیا جائے۔ ۸۸۷

رُوح کی تعریف۔ ۸۸۹

رُوح عالمِ آب وگل سے نہیں بلکہ عالمِ ملکوت سے ہے۔ ۸۸۹

لوگوں کا رونا سُن کر مُردے کو صدمہ ہوتا ہے۔ ۸۹۰

زندوں کا رونا سُن کر اُن کے ساتھی مُردے بھی رونے لگتے ہیں۔ ۸۹۰

مقبروں سے درخت اور گیاہِ سبز کاٹنا مکروہ ہے۔ ۸۹۱

صاحبِ تفہیم المسائل کا خبط۔ ۸۹۱

مقابر پر پیشاب کرنے سے مُردوں کو ایذا ہوتی ہے۔ ۸۹۲

اگر کلامِ مشائخ کو نفیِ سماعِ رُوح پر محمول کیا جائے تو وُہ اعتراضاتِ قاہرہ وارد ہوں جن سے رہائی ناممکن الحصول ہو۔ ۸۹۳

کیا کافر مجاہر سے سوالِ قبر ہوگا۔ ۸۹۴

مقتولینِ بدر سے خطاب والی حدیث نصِ صریح ہے کہ اُن کافروں نے گوشِ بدن سے سُنا۔ ۸۹۶

جو احادیث سماعِ جسمانی میں نص ہیں ان میں تخصیصِ وقت یا بعض اموات خود دسبیل واضح ہے۔ ۸۹۶

صاحبِ تفہیم المسائل کی نافہمی وجہلِ واضح۔ ۸۹۷

کلامِ مشائخ کے مذکورہ معنے لیے جائیں سات فوائد ورنہ اتنے ہی ضرر اور حاصل کچھ نہیں۔ ۹۰۰

تنبیہ: بعض مسائل میں اہلِ بدعت اور بعض یا کُل اہلسنت متفق ہوتے ہیں اور ماخذ مختلف، مسئلۂ تلقین بھی ایسا ہی ہے۔ ۹۰۰

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر مت پکارو بلکہ یُوں کہو یارسول اللہ، یا حبیب اللہ،

marfat.com

مقدمہ ثالثہ: رُوح کی حیات مستمرہ ہے۔ ۸۵۰

اہلسنت کے نزدیک جسم شرطِ حیات نہیں۔ ۸۵۰

قبر کی تنعیم یا تعذیب روح وجسم دونوں پر ہے۔ ۸۵۰

جماد من حیث ہو جماد سے سوال یا اسے لذّت والم
کا ایصال بداہتہً محال ہے۔ ۸۵۱

رُوح کی حیات مستمرہ غیر منقطعہ ہے مگر بدن کیلئے
بعد عود بھی استمرار ضروری نہیں۔ ۸۵۳

مقدمہ رابعہ: سمع وبصر کا لغوی وعرفی معنی ۸۵۴

سمع وبصر کے تین معنی ہیں۔ ۸۵۴

ادراک بالبصر تین امور پر موقوف ہے مواجہ بصر،
تقلیبِ حدقہ اور ازالہ غشاوہ۔ ۸۵۵

روزِ قیامت مومنین اپنے رب عزّ وجلّ کو دیکھیں گے
اور اس کا کلام سُنیں گے۔ ۸۵۶

مقدمہ خامسہ: نصوصِ شرعیہ اور محاوراتِ عرفیہ میں
انسان کی طرف صفاتِ رُوح وجسم دونوں کی نسبت
کی جاتی ہے۔ ۸۵۷

رؤیت وعلم شانِ رُوح ہے اور نطفے سے پیدائش
بدن کی۔ ۸۶۰

حقیقت ومصداق انسان میں چار احتمال عقلی ہیں
محض بدن یا مجرد رُوح یا ہر ایک یا مجموع۔ ۸۶۰

مصنف کی تحقیق انیق کہ انسان روح متعلق بالبدن
کا نام ہے۔ ۸۶۳

رُوح کا بدن سے تعلق چار قسم پر ہے: ایک دنیوی
بحالِ بیداری، دوسرا بحالِ خواب، تیسرا برزخی اور
چوتھا اُخروی۔ ۸۶۴

اکمل واعلیٰ تعلق اُخروی ہے اور ادون واقل تعلق برزخی ہے ۸۶۶

بقاءِ انسانیت کے لیے تعلقِ برزخی کافی ہے۔ ۸۶۶

قرآن مجید میں صنعت استخدام کے مواقع۔ (حاشیہ) ۸۶۸

بدن پر اطلاقِ انسان حقیقتِ عرفیہ ہے۔ ″ ۸۷۰

انسان وحیوان کی تعریف میں فلاسفہ کی جہالتیں۔ ″ ۸۷۰

قرآن عظیم مطابقتِ عرف پر اُترا۔ ۸۷۰

اطلاقِ انسان کے لیے دو حقیقتیں ہیں: ایک
حقیقتِ اصلیہ دقیقہ یعنی رُوح متعلق بالبدن،
دُوسری حقیقت مشہورہ عرفیہ یعنی بدن۔ ۸۷۱

مقدمہ سادسہ: صفاتِ بدن دو قسم ہیں: اصلیہ
مطلقہ اور تبعیہ مشروطہ بحیات۔ ۸۷۱

بعد موت بے عودِ حیات بدن خالی کو شرعاً عرفاً
لغتاً کسی طرح سمیع وبصیر ومرید وفاعل نہیں کہتے۔ ۸۷۱

مقدمہ سابعہ: تحریرِ محلِ نزاع۔ ۸۷۲

کلام سماعِ ارواح میں ہے ابدان سے غرض نہیں ۸۷۲

اموات کا باہم ملاقات کرنا اور آپس میں گفتگو کرنا
متعدد احادیث سے ثابت۔ ۸۷۴

جوابِ اوّل: بارہ ۱۲ دلائل اور پچیس ۲۵ شواہد پر مشتمل کہ
کلامِ مشائخ سے مراد صرف نفیِ سماعِ بدنِ مردہ ہے ۸۷۵

احتمال قاطعِ استدلال ہے۔ ۸۷۵

حتی الامکان کلماتِ ائمہ میں توفیق وتطبیق محمود ہے۔ ۸۷۶

تعصب صاحبِ تفہیم المسائل ۸۷۶

مکابرۂ قنوجی صاحبِ تفہیم المسائل ۸۷۸

تم قلیبِ بدر میں پڑی لاشوں سے زیادہ نہیں سُنتے۔ ۸۷۸

بے شرمی صاحبِ تفہیم المسائل ۸۷۹

جو تلقین نہیں مانتا معتزلی ہے۔
اہلسنّت کے نزدیک تلقین امرِ شرعی ہے۔
صاحبِ تفہیم المسائل کی مُنہ زوری۔
منعِ مؤیّد بسندِ واضح صرف استبعاد اور مخالف ظاہر سے مندفع نہیں ہوتا۔
ظاہر صالحِ دفع ہے نہ حجّتِ استحقاق۔
مقدمۂ ممنوعہ پر ظاہر سے اقامتِ دلیل چاہنا جہالت ہے۔
صاحبِ تفہیم المسائل کی نابینائی۔
قاعدہ اجماعیہ ہے کہ مُثبت، نافی پر مقدم ہوتا ہے۔
آدمی وہابی ہو کر جماد لایسمع ولایفہم ہو جاتا ہے
اس شُبہ کا ازالہ کہ بعض اہلسنّت بھی تو منعِ تلقین کی طرف گئے ہیں۔
صاحبِ تفہیم المسائل کا فہم سقیم۔
صاحبِ تفہیم المسائل کی بیہوشی کہ اَن کہی بول گئے
صاحبِ تفہیم المسائل کی بوکھلاہٹ۔
اکثر ہوتا ہے کہ بھُولنے والے بھُولنے والوں کی پیروی کر لیتے ہیں۔
وجہِ تداول و توارد نقول۔
جلیلہ عظیمہ: صاحبِ تفہیم المسائل کی پچھلی نزاکت
عوائد جلیلہ اربعہ برائے ازالۂ ہر گونہ اوہام۔
عائدۂ اُولیٰ: یہاں مذہب وہابیہ ضرور مذہبِ معتزلہ ہے۔
وہابیہ فرضی کتابیں اور خیالی علماء گھڑ لیتے ہیں۔

۹۱۷ اللہ اللہ صاحبِ تفہیم المسائل کے حیاء کا پایہ
۹۱۷ کہاں تک پہنچا۔ ۹۲۷
۹۱۷ متدیّن وہابیوں کو عبارت گھڑنی بھی نہ آئی۔ ۹۲۷
وہابیہ کی مَن گھڑت عبارت کا ایک نمونہ۔ (حاشیہ) ۹۲۷
۹۱۷ رسالہ "نشاط السکین علیٰ حلق البقر السمین" ایک
۹۱۸ لحیم وشحیم وہابی ہیڈ مولوی کے رَد میں لکھا گیا۔ ۹۲۸
بطورِ لطیفہ وہابیہ کی ایک محدثانہ سندِ موضوع
۹۱۸ کا ذکر۔ ۹۲۸
۹۱۸ وہابیت کا کمال نیچریت ہے۔ (حاشیہ) ۹۲۹
عائدۂ ثانیہ: نفیِ ادراک موتیٰ میں تخصیص امورِ
۹۱۹ دنیویہ کا رَد۔ ۹۲۹
۹۱۹ صاحبِ تفہیم المسائل کی کج فہمی اور جہلِ اقبح۔ ۹۳۰
ادراک کا ایک فرد بھی باقی ہے تو حیات ثابت
۹۱۹ اور موت منتفی ہے۔ ۹۳۰
۹۱۹ حیات باجماعِ عقلاء شرطِ ادراک ہے اور موت
۹۲۰ منافیِ ادراک ہے۔ ۹۳۰
۹۲۳ مشروط نہ بے شرط متحقق ہوگا نہ منافی، منافی
سے ملتصق۔ ۹۳۰
۹۲۳ وہابیہ کا معتزلہ کے فرقہ صالحیہ سے اتحاد۔ ۹۳۱
۹۲۴ باوصفِ موت ادراکاتِ امورِ برزخیہ سمع وبصر و
۹۲۵ علم وغیرہ کو باقی ماننا مذہبِ صالحیہ ہے۔ ۹۳۱
۹۲۶ اہلسنّت موصوف بالموت کو بحالِ موصوفی بالموت
موصوف بالادراک نہیں مانتے بلکہ وُہ جس کے لیے
۹۲۶ ادراکاتِ برزخیہ مانتے ہیں اسے زندہ جانتے ہیں۔ ۹۳۱
۹۲۶ صاحبِ تفہیم المسائل نے اپنے پاؤں پر خود

marfat.com

یا خلیفۃ اللہ۔ ۹۰۱

صاحب تفہیم المسائل اختراع و افتراء کا ماہر کامل ہے ۹۰۲

بدن میت کو خارجی صدمہ بھی ایذا دیتا ہے۔ ۹۰۳

مقتضائے اثر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ۹۰۳

مردہ اور زندہ کی ہڈی توڑنا درد میں برابر ہے۔ ۹۰۴

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت
کہ بوقتِ دفن مجھ پر مٹی آہستہ ڈالنا۔ ۹۰۴

جن چیزوں سے زندہ دردناک ہوتا ہے ان سے
مُردہ بھی دردناک ہوتا ہے۔ ۹۰۵

مُردہ اپنے نہلانے والے کو قسم دیتا ہے کہ مجھ پر
آسانی کرنا۔ ۹۰۵

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
نے مُردہ عورت کو کنگھی کرنے سے منع کیا۔ ۹۰۵

بہرحال اگر بدنِ میت کے لیے الم مانیے تو مسئلہ
یمین فی الضرب پر کچھ نقص نہیں اور نہ مانیے تو مسئلہ
سماع پر کچھ نقص نہیں۔ ۹۰۶

جواب دوم: منفی سماع بآلاتِ بدن ہے۔ ۹۰۶

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا فرمان کہ
جُمعہ کے دن مجھ پر دُرود زیادہ بھیجا کرو۔ ۹۰۷

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بدن کو کھانا زمین
پر حرام ہے۔ ۹۰۷

اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں۔ ۹۰۸

جہالتِ صاحب تفہیم المسائل ۹۰۸

موت جسد سے رُوح کو مُردہ ماننا اور ادراک روح
کے لیے بدن کو شرط جاننا دونوں قول اہلِ بدعت،
ضالین اور معتزلہ وغیرہم کے ہیں۔ ۹۰۹

فائدہ جلیلہ: بحث انکار سیدہ عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ۹۱۰

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
اپنے بھائی کی قبر پر حاضر ہوئیں اور دو شعر پڑھے
اور انھیں خطاب فرمایا۔ ۹۱۲

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر شب
مقبرۂ بقیع پر تشریف لے جا کر سلام و کلام و خطاب
فرمایا کرتے۔ ۹۱۲

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ
عنہا صرف سماع جسمانی کا انکار فرماتی ہیں۔ ۹۱۳

جمہور علماء نے حضرت ام المومنین کا سماعِ موتیٰ
کے مسئلہ میں انکار قبول نہیں کیا۔ ۹۱۳

جوابِ سوم: جامع الجوابین۔ ۹۱۵

قولِ مشائخ کہ میت یا زید بعد موت نہیں سنتا
چار معانی کا محتمل ہے۔ ۹۱۵

جوابِ چہارم: منکرینِ سماعِ موتیٰ دراصل معتزلہ
ہیں جو مذہب حنفیہ میں گھسے ہوئے ہیں۔ ۹۱۶

کلامِ مشائخ سے استنادِ مخالف دو مقدموں پر
مبنی تھا، صغریٰ یہ کہ امتناعِ سماعِ موتیٰ قول اکثر
مشائخ حنفیہ ہے، اور کبریٰ مطویہ مسطورہ یہ کہ
جو قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے فی نفسہٖ حق ہے
یا ہم پر اس کی تسلیم واجب ہے، پہلے تینوں
جواب صغریٰ کے رد میں اور باقی تینوں کبریٰ کے
رد میں ہیں۔ ۹۱۶

marfat.com

ضلالت پر اجماعِ اُمّت ناممکن ہے۔	۹۴۰
سوادِ اعظم کا خلاف ابتداع ہے۔	۹۴۰
محتاط محققین فتویٰ مشائخ پر عمل کر کے اس وقت تک کسی کو کافر نہ کہیں گے جب تک تکفیر پر اجماعِ مشائخ نہ ہو لے۔	۹۴۱
فقہ کا دائرہ حیثیت حلال وحرام تک منتہی ہو جاتا ہے۔	۹۴۲
کفر و اسلام فقہ کا نہیں بلکہ عقائد و کلام کا مسئلہ ہے۔	۹۴۲
جب تک ضروریاتِ دین سے کسی شئی کا انکار نہ ہو کفر نہیں۔	۹۴۲
جوابِ ششم: بالفرض یہ اقوالِ مشائخ قابلِ احتجاج ہوں بھی تاہم تطبیق کیجئے یا ترجیح لیجئے ہر طرح میدان اہلسنّت کے ہاتھ میں ہے۔	۹۴۲
تطبیق اولیٰ ہے ترجیح سے۔	۹۴۳
اگر بابِ ترجیح کھلے تو بھی دس وجوہ سے میدان ہمارے ہاتھ میں ہے۔	۹۴۳

٭ ٭ ٭

marfat.com

تیشہ زنی کی۔ ۹۳۲
عائدۂ ثالثہ: عذر حائل وحیلۂ استغراق کا رد۔ ۹۳۲
بقائے رُوح وادراکاتِ رُوح کا دعویٰ ایسی نصوص قاطعہ سے ثابت ہے جس میں موافق ومخالف کسی کو مجالِ تأمّل نہیں۔ (حاشیہ) ۹۳۳
مخالفین بھی تنعیم وتعذیب وادراکاتِ برزخیہ کو مانتے ہیں۔ (حاشیہ) ۹۳۳
جب مدرک باقی ہے تو ادراک بھی باقی ہوگا۔ ۹۳۳
نفی بعض ماننے والا مدعیِ تخصیص ہے لہٰذا وہ دلیل پیش کرے۔ ۹۳۳
دعویٰ پر منع وارد نہیں ہوسکتا خصوصًا اقامتِ دلیل کے بعد۔ ۹۳۳
غیب پر رجمًا بالغیب حکم لگانا ضلالت وعیب ہے۔ ۹۳۴
ممکن پر بے دلیل سمع جزم نہیں۔ ۹۳۴
صاحبِ تفہیم المسائل کا خذلان وخسران۔ ۹۳۴
فلاسفہ کا یہ قول باطل ہے کہ نفس آنِ واحد میں دو چیزوں کی طرف توجہ نہیں کرسکتا۔ ۹۳۴
بطلانِ تالی سے بطلانِ مقدم لازم ہے۔ ۹۳۴
استغراق کو امورِ برزخیہ ودنیویہ میں فارق بنانا غلط ہے۔ ۹۳۴
موت کا ادنیٰ جھٹکا سو ضربِ شمشیر کے برابر ہے۔ ۹۳۴
ملک الموت کو دیکھنا ہزار تلوار کے صدمہ سے بڑھ کر ہے۔ ۹۳۵
قبر کا بھیانک احوال۔ ۹۳۵
نکیرین کی خوفناک شکلیں۔ ۹۳۵
نکیرین کے لوہے کے گُرز کا وزن کتنا ہے۔ ۹۳۶
گوشِ سر کا ادراک بنسبت ادراکِ روح کے بہت قاصر ومقصور ہے۔ ۹۳۷
احوالِ برزخ کا قیاس احوال وعاداتِ دنیویہ پر باطل ومہجور ہے۔ ۹۳۷
عائدہ رابعہ: تعلقاتِ بدن کی کمی وبیشی سے ادراکاتِ رُوح پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ ۹۳۷
اہلِ سنّت کے نزدیک ادراکاتِ روح بدن پر موقوف نہیں وہ ان تعلقاتِ حادثہ سے پہلے بھی ویسے ہی مدرکہ، عالمہ، مبصرہ اور سامعہ تھی جیسے ان کے بعد۔ ۹۳۷
تعلقاتِ بدن بنفسہٖ نہیں بلکہ تعلق روح کے باعث ہیں۔ ۹۳۸
بحمد اللہ توفیق رفیق اہلسنت اور خذلان وحرمان نصیب اہلِ بدعت ہے۔ ۹۳۸
جوابِ پنجم: یہ مسئلہ فقہیہ نہیں تو ماخذ کے خلاف چلنا جہلِ مبین۔ ۹۳۹
ہر سخن نکتہ وہر نکتہ مکانے دارد۔ ۹۴۰
ہر مسئلہ اپنے ماخذ ہی سے لیا جائے گا۔ ۹۴۰
جو فرقِ مراتب گم کرکے خلط مبحث کرے وہ جاہل ہے۔ ۹۴۰
برزخ ومعاد امورِ غیبیہ ہیں جن میں قیاس واجتہاد کو دخل نہیں۔ ۹۴۰
عقائد میں تقلید نہیں۔ ۹۴۰
عقائد میں چار چیزوں کا اتباع ہے: کتاب وسنّت واجماع اور سوادِ اعظم اہلسنّت۔ ۹۴۰

marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

استنجاء

آبِ زمزم سے استنجاء کرنا ممنوع ہے۔ ۱۲۱

تیمم

جس شخص کے پاس ناگاہ جنازہ آجائے اور اس کا وضو نہ ہو تو تیمم کر کے نمازِ جنازہ پڑھ لے۔ ۳۰۷

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما وضو نہ ہونے پر تیمم کر کے نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے۔ ۳۰۸

بے وضو کو وضو کرنے یا جنب کو غسل کرنے میں نمازِ عید کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے شریک ہو جائے۔ ۳۳۳

نمازِ جنازہ سلطان وغیرہ جو ولی سے مقدم ہیں حاضر ہوں تو ولی کو تیمم جائز ہے۔ ۳۳۳

ولی نے دوسرے کو اجازت امامت دے دی تو اب بھی ولی تیمم کر سکے گا۔ ۳۳۳

اگر وضو یا غسل کے تیمم سے ایک جنازہ پڑھا اب دوسرا آگیا اور وضو و غسل کی مہلت نہ پائی تو اسی تیمم سے دوسرا جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ ۳۳۳

جس کا انتظار ہوگا جیسے ولی و اولی اسے تیمم جائز نہیں۔ ۳۳۴

نمازِ جنازہ یا عید فوت ہونے کے خوف سے پانی ہوتے ہوئے تیمم کی اجازت ہے۔ ۳۳۴

ہر واجب کہ فوت پر بدل نہ رکھتا ہو پانی ہوتے ہوئے اسے تیمم سے ادا کر سکتے ہیں۔ ۳۳۵

صرف کراہت کے سبب سے تیمم کی اجازت نہیں۔ ۳۳۶

نمازِ جمعہ یا نمازِ پنجگانہ فوت ہونے کے خوف سے تیمم کی اجازت نہیں۔ ۳۳۶

غُسل

میت کو بیری کے پتوں میں اُبلے ہوئے پانی سے غسل دینا چاہئے۔ ۵۱۸

میت کو گرم پانی سے غسل دینا افضل ہے۔ ۵۱۸

اذان

قبر پر اذان دینا جائز ہے۔ ۱۶۴

نماز

نماز کا قبل فرضیت وقوع ہوا بعد کو فرضیت اتری۔ ۲۸۰

کوئی نماز ایک دن میں دو بار نہ پڑھو۔ ۳۰۵

شافعی المذہب امام فجر کی نماز میں قنوت پڑھے تو حنفی مقتدی نہ پڑھے۔ ۳۶۸

دورانِ نماز قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنا اور رکوع و سجود میں قراءتِ قرآن ممنوع ہے۔ ۵۷۱

فاتحہ و سورۃ کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا بالاجماع بہتر ہے۔ ۲۸۲

دوامی پٹہ والی زمین پر قبر و مسجد بنانا۔ ۳۸۰

صحنِ مسجد میں دفن کرنا حرام ہے، اگر دفن ہو گئے ہوں اُسے ختم کرنا چاہیے۔ ۴۰۷

قبرستانوں کے درختوں کی لکڑیاں یا قبروں کی اینٹیں مسجدوں میں لگانا۔ ۴۱۲

مسجد کی چھت پر وطی کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ۴۴۹

مسجد کی آرائش اور اُس کی دیواروں پر سونے چاندی سے نقش و نگار جائز ہے جبکہ تعظیم کے لیے ہو۔ ۴۹۲

مساجد کے امتیاز کے لیے ان میں کنگرے بنانا جائز ہے۔ ۴۹۳

اصالتاً بنائے مسجد فرائض کے لیے ہے۔ ۵۰۴

کن مساجد میں رات بھر روشنی کی اجازت ہے اور کن میں تہائی رات کے بعد روشنی گُل کرنے کا حکم ہے۔ ۵۰۴

عقائد و کلام

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ردا، قمیص، ناخن اور مُوئے مبارک کی تعظیم نقوشِ کتابتِ آیات و احادیث کی طرح فرض ہے۔ ۱۱۸

نام مسمّٰی کے انحائے وجود میں سے ایک نحو ہے۔ ۱۳۴

وجودِ شئی کی چار صورتیں ہیں: (۱) اعیان میں، (۲) علم میں (۳) تلفظ میں (۴) کتابت میں۔ ۱۳۴

وجودِ تلفظ و کتابت کی صورت میں وجودِ اسم کو ہی وجودِ مسمّٰی قرار دیا گیا ہے۔ ۱۳۴

کتبِ عقائد میں مذکور ہے کہ اسم عینِ مسمّٰی ہے۔ ۱۳۴

عیسائی کی نمازِ جنازہ اور مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین حرام قطعی ہے ایسا کرنے والوں پر توبہ لازم ہے اور اگر اس کی بوجہ نصرانیت مستحقِ تعظیم سمجھ کر ایسا کیا تو مرتد ہوئے۔ ۱۷۰

رافضی کی نمازِ جنازہ پڑھنی حرام ہے اور اس کے لیے استغفار کرنا کفر ہے۔ ۱۷۲

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج بھی ایسے ہی ہیں جیسے جس دن قبر مبارک میں رکھے گئے تھے۔ ۲۷۰

فرقہ غیر مقلدین گمراہ و بد مذہب ہے۔ ۲۷۷

جو کسی ضلالت کی طرف بُلائے سب ماننے والوں کے برابر گناہ اُس پر ہے۔ ۲۷۷

نمازِ جنازہ شفاعت ہے ۲۹۴

مالکِ شفاعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ۲۹۴

اور جو کوئی شفاعت کرے گا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت سے کرے گا۔ ۲۹۴

ناجائز و گناہ میں کسی کی اطاعت نہیں۔ ۳۶۷

ولد الزنا زانی اور زانیہ کا فرط ہو گا یا نہیں۔ ۴۰۱

مزاراتِ مقدسہ کو منہدم کرنے کا کام وہی شخص کر سکتا ہے جو بدعتی اور گمراہ ہو۔ ۴۳۰

اہلسنت کے نزدیک انبیاء، شہداء اور اولیاء مع اپنے ابدان و اکفان کے زندہ ہیں۔ ۴۳۱

محبوبانِ خدا کو قبور میں روزی و رزق دیا جاتا ہے۔ ۴۳۲

محبوبانِ خدا کی رُوحیں زمین و آسمان اور جنّت میں جہاں چاہیں آتی جاتی ہیں۔ ۴۳۲

marfat.com

جماعت

مسجد محلہ میں جب اہل محلہ جماعت صحیحہ غیر مکروہہ باعلان اذان ادا کر چکیں تو دوسروں کو باعادہ اذان وہاں جماعت کی اجازت نہیں۔ ۲۹۷

اگر پہلی جماعت بے اذان یا باخفائے اذان واقع ہو تو دوسروں کو روا ہے کہ اذان بروجہ مسنون دے کر محراب میں جماعت کرائیں۔ ۲۹۷

جماعت اُولیٰ جب برخلاف حکم سنت ہو تو دوسری جماعت اعادۂ جماعت نہیں بلکہ یہی جماعت اولیٰ ہے ۲۹۷

جمعہ

اہل مدینہ نے قبل فرضیت جمعہ جمعہ پڑھا۔ ۲۸۰

تراویح

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت تراویح اس خیال سے ترک فرمادی کہ مداومت سے فرض نہ ہو جائے۔ ۲۸۱

امامت

رافضی کی نماز جنازہ پڑھانے والا قابل امامت نہیں ۱۷۳

گیارھویں شریف کو منع کرنے والے وہابی یا رافضی ہیں ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ ۶۰۵

آداب دُعاء و استغفار

دُعاء کے مطلقاً محبوب و مطلوب ہونے پر سات احادیث سے استدلال۔ ۲۴۰

دُعا کے لیے طہارت بدن، طہارت جامہ، طہارت مکان اور استقبال قبلہ ضروری نہیں۔ ۳۶۵

دونوں ہاتھوں کا اُٹھانا آداب دُعا سے ہے۔ ۵۷۲

اولیاء و صلحاء سے طلب دُعا کے جواز پر حدیثیں ۶۹۳

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دُعا چاہی۔ ۶۹۳

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد از دفن قبر پر ٹھہر کر میت کے لیے دعاء مغفرت کرنے کا صحابہ کو حکم دیتے۔ ۶۹۴

حاجی کے گھر پہنچنے سے پہلے اس سے دعاء مغفرت کرانا۔ ۶۹۴

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے دُعاء بخشش کرانے کا حکم۔ ۶۹۴

احکام مسجد

مسجد میں نماز جنازہ جائز نہیں، کتب فقہ سے اس امر کا ثبوت۔ ۲۵۹

مسجد میں نماز جنازہ ممنوع ہے اگرچہ بیرون مسجد جگہ کم ہو یا سخت دھوپ ہو اور ماہ رمضان ہو ۲۶۲

اور اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھی گئی تو فرض ساقط ہو جائے گا۔ ۲۶۳

صحیح یہ ہے کہ مسجد میں جنازہ یا امام یا صف ہو تو مکروہ ہے ۲۶۴

مسجد کے اندر نماز جنازہ جائز نہیں۔ ۲۶۵

مسجد کے مسقف حصہ کو شتوی اور صحن کو صیفی کہتے ہیں۔ ۲۶۵

نماز جنازہ فناء مسجد میں جائز ہے۔ ۲۶۵

جو اراضی شامل مسجد ہو چکی ہو اس پر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ ۲۶۶

مسجد نبوی اور مسجد حرام میں نماز جنازہ ہونے کی وجہ۔ ۲۶۶

مسجد کے حوض پر جنازہ رکھ کر نماز پڑھنے کا حکم۔ ۲۶۶

marfat.com

محالِ عقلی صالحِ تعلقِ اِذن نہیں اور محالِ شرعی سے ہرگز اذن متعلق نہ ہوگا۔ ٦٨٠
ہر محال عادی ممکن عقلی ہوتا ہے لہذا محال عادی کا اعتقاد، ممکن کا اعتقاد ہے۔ ٦٨٠
شرک، اعظم محالاتِ عقلیہ کا اعتقاد ہے۔ ٦٨٠
اعتقادِ ممکن عقلی کا شرک ہونا محال عقلی بیّن الفساد ہے۔ ٦٨٠
کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اعمال قطعاً مقبول ہیں۔ ٦٨١
کسی کی بات سُننے کے لیے اس کی صورت دیکھنا ضروری نہیں۔ ٦٨٣
ہر غلط بات شرک نہیں ہوتی۔ ٦٨٤
قرآن مجید کی کسی آیت میں قبور پر جاکر کلام وخطاب کرنے کو شرک نہیں کہا گیا۔ ٦٨٤
حدیث شریف "من حلف بغیر اللہ فقد اشرک" سے غلط استدلال کا رد۔ ٦٩٠
غیر خدا کو نافع وضار سمجھنا مطلقاً شرک نہیں جب تک کہ مستقل بالذات نہ مانا جائے۔ ٦٩١
غیر خدا کو نافع وضار غیر مستقل بالذات ماننا شرک نہیں۔ ٦٩١
غیر خدا کے نافع وضار ہونے کا ثبوت قرآن مجید سے۔ ٦٩١
غیر خدا کے نافع وضار ہونے کا ثبوت احادیث سے۔ ٦٩١
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجرِ اسود کو نافع وضار قرار دیا۔ ٦٩٢
شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرعون کو مالکِ نفع وضرر کہا ٦٩٢
قاعدہ کلیہ ہے کہ جو بات زندوں کے ساتھ شرک نہیں، اموات کے ساتھ بھی شرک نہیں ہوسکتی۔ ٦٩٦
مُردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر والوں میں کیا ہو رہا ہے۔ ٧١٠
چھ حدیثیں کہ مُردہ جُوتوں کی آواز سُنتا ہے۔ ٧٢٤
امورِ قبور اور احوال میں رائے کو دخل نہیں۔ ٧٤٢
اہلسنت کے نزدیک ہر ذرۂ عالم اپنے لائق سمع وبصر وعلم رکھتا ہے اور زبانِ قال سے تسبیحِ الٰہی کرتا ہے۔ ٧٥٩
اموات کی قوتِ سامعہ اتنی قوی کہ نباتات کی تسبیح بلا تکلف سُنتے ہیں۔ ٧٦٠
ائمہ مذاہب واولیاء سلاسل اپنے مقلدوں اور مریدوں کی ہر وقت نگہبانی وشفاعت فرماتے ہیں مگر وہابیہ غیر مقلدین کا اس میں حصّہ نہیں۔ ٧٦٩
حضرت امام مالک نے اپنے مقلد کی قبر میں تشریف لاکر نکیرین کو سوال سے روک دیا۔ ٧٦٩
یا شیخ عبدالقادر کہنا ناجائز نہیں۔ ٧٩١
حیاتِ شہداء باقی اموات سے کامل تر اور حیاتِ انبیاء حیاتِ شہداء سے کامل تر ہے۔ ٧٩٨
اولیاء مشکل کشا ہوتے ہیں۔ ٨١٣
مجالسِ خیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری حق ہے۔ ٨٣٠
موت حقیقتاً صفتِ بدن ہے نہ کہ وصفِ روح۔ ٨٤٣
بدن کی طرف مجازاً بوجہ آلیت نسبتِ ادراک ہوتی ہے ٨٤٩

قبروں کی مٹی محبوبانِ خدا کے جسموں کو نہیں کھاتی بلکہ اُن کے کفن بھی سلامت رہتے ہیں۔ ۴۳۲

محبوبانِ خدا قبروں میں نماز پڑھتے، ذکر کرتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ ۴۳۲

اولیاء اللہ کی حیات و ممات میں کوئی فرق نہیں۔ ۴۳۳

اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف تشریف لے جاتے ہیں۔ ۴۳۳

مسلمان کی عزت مُردہ و زندہ حالت میں برابر ہے۔ ۴۴۱

روشنی دلیلِ اعتناء ہے اور اعتناء دلیلِ تعظیم اور تعظیمِ اہل اللہ دلیل ایمان ہے۔ ۴۹۱

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم دلی تقویٰ ہے۔ ۴۹۱

ہر تعظیم عبادت نہیں۔ ۴۹۶

تقرب و تعبد کو ایک ہی چیز قرار دینا محض باطل ہے۔ ۴۹۸

مزارات پر شمعیں روشن کرنے کو تقرب بر وجہ تعبد بنانا مسلمانوں پر بدگمانی ہے۔ ۴۹۸

کسی صالح و اہل اللہ کا غیر خدا کا عابد ہونا محال ہے ۴۹۸

شرک ہرگز معاف نہ ہوگا۔ ۴۹۸

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات بھی ایسا ہی ہے جیسا حیاتِ ظاہری میں تھا۔ ۵۱۷

درود وہ تعظیم ہے جو بالاستقلال سوائے انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کسی کے لیے جائز نہیں۔ ۵۱۸

تعظیم رُوح اور تعظیم قبر میں فرق نہ کرنا جہالت ہے ۵۲۱

غیر معیّن زمانے میں وقوعِ فعل عقلاً محال ہے۔ ۵۸۰

وجودِ فعل اور تعیّن لازم و ملزوم ہیں۔ ۵۸۰

ارادۂ فاعلِ مختار بھی مرجح ہے۔ ۵۸۲

کیا مسلمان وارث کافر مُردہ کی طرف سے مسلمانوں کو کھانا کھلاسکتا ہے۔ ۶۴۶

کافر کے لیے یا کافر کے مال سے ایصالِ ثواب کرنا جائز نہیں۔ ۶۴۷

کفار اور مرتد کو ایصالِ ثواب حرام ہے۔ ۶۴۸

کافر کی رُوح سجّین میں مقیّد ہوتی ہے۔ ۶۵۲

شہیدوں کی رُوحیں جنّت میں ہیں اور مسلمانوں کی فنائے قبور پر جہاں چاہیں آتی جاتی ہیں۔ ۶۵۲

اولیاء اللہ قدست اسرارہم کی رُوحیں زمین، آسمان اور جنّت میں سے جہاں چاہیں جاتی ہیں۔ ۶۵۳

ہر جملہ خبریہ جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو بابِ عقائد سے نہیں ہوتا۔ ۶۵۴

ارواح کے گھروں کو آنے سے متعلق دعویٰ نفی کرنے والا جھوٹا کذّاب ہے۔ ۶۵۶

رُوحوں کا آنا اگر بابِ عقاید سے ہے تو نفیاً و اثباتاً ہر طرح اسی باب سے ہوگا اور دعویٰ نفی کے لیے بھی دلیل قطعی درکار ہوگی۔ ۶۵۶

عذاب و ثواب رُوح و جسم دونوں کے لیے ہے۔ ۶۵۸

قبر پر آنے والوں کا علم میّت کو ہوتا ہے۔ ۶۵۸

اہلِ قبور کا کسی کی آواز کو سُننا یا کسی کو دیکھنا محال نہیں، نہ محالِ عقلی نہ شرعی نہ عادی۔ ۶۸۰

اہلِ دُنیا ملائکہ کو بطور خرقِ عادت ہی دیکھ سکتے ہیں جبکہ اہلِ برزخ عموماً دیکھتے ہیں۔ ۶۸۰

marfat.com

غیب پر رجماً بالغیب حکم لگانا ضلالت وعیب ہے۔ ۹۳۴

گوشتِ سر کا ادراک بنسبت ادراکِ روح کے بہت قاصر ومقصور ہے۔ ۹۳۷

احوالِ برزخ کا قیاس احوال وعاداتِ دنیویہ پر باطل ومہجور ہے۔ ۹۳۷

اہلسنّت کے نزدیک ادراکاتِ روح بدن پر موقوف نہیں وہ ان تعلقات حادثہ سے پہلے بھی ویسے ہی مدرکہ، عالمہ، مبصرہ اور سامعہ تھی جیسے ان کے بعد۔ ۹۳۷

تعلقاتِ بدن بنفسہٖ نہیں بلکہ تعلق رُوح کے باعث ہیں۔ ۹۳۸

برزخ ومعاد امورِ غیبیہ ہیں جن میں قیاس و اجتہاد کو دخل نہیں۔ ۹۴۰

عقائد میں تقلید نہیں۔ ۹۴۰

عقائد میں چار چیزوں کا اتباع ہے: کتاب و سنّت واجماع اور سوادِ اعظم اہلسنّت۔ ۹۴۰

ضلالت پر اجماعِ اُمّت ناممکن ہے۔ ۹۴۰

سوادِ اعظم کا خلاف ابتداع ہے۔ ۹۴۰

محتاط محققین فتوئ مشائخ پر عمل کرکے اس وقت تک کسی کو کافر نہ کہیں گے جب تک تکفیر پر اجماعِ مشائخ نہ ہولے۔ ۹۴۱

کفر واسلام فقہ کا نہیں بلکہ عقائد وکلام کا مسئلہ۔ ۹۴۲

جب تک ضروریاتِ دین سے کسی شئی کا انکار نہ ہو کفر نہیں۔ ۹۴۲

قرآنی علوم وتفسیر

قرآن کریم پر اعراب حجاج بن یوسف نے لگوائے۔ ۵۰۸

آیۂ کریمہ "لنتخذن علیھم مسجدا" میں ضمیر جانبِ اصحابِ کہف ہے اور آدمی کے جسم کے اوپر مسجد بنانے کے کوئی معنی نہیں لہذا کلمہ علٰی میں مجاز متعین ہے۔ ۵۱۴

آیۂ کریمہ انّک لاتسمع الموتٰی کی بحث۔ ۷۰۰

آیۂ کریمہ "وما انت بمسمع من فی القبور" میں من فی القبور سے مراد بدن ہے۔ ۸۸۴

حدیث واصولِ حدیث

حدیث تعدد صلاۃ علٰی سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ پر محدثانہ گفتگو۔ ۲۹۹

کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ ۳۴۶

حضرت معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے غائبانہ نماز جنازہ والی حدیث ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ ۳۵۴

حدیثِ مذکور کی سب سندیں ضعیف ہیں۔ ۳۵۷

شہداءِ موتہ سے متعلق یہ حدیث دونوں طریق سے مرسل ہے۔ ۳۶۰

وہ حدیث جس میں قبور پر چراغ روشن کرنے والوں پر لعنت آئی ہے صحیح نہیں۔ ۵۱۳

marfat.com

اہلسنّت کے نزدیک جسم شرطِ حیات نہیں۔ ۸۵۰

قبر کی تنعیم یا تعذیب رُوح وجسم دونوں پر ہے۔ ۸۵۰

رُوح کی حیاتِ مستمرہ غیر منقطعہ ہے مگر بدن کے لیے بعد عود بھی استمرار ضروری نہیں۔ ۸۵۳

روزِ قیامت مومنین اپنے رب عزّوجلّ کو دیکھیں گے اور اس کا کلام سنیں گے۔ ۸۵۶

رُوح کا بدن سے تعلق چار قسم پر ہے: ایک دُنیوی بحالِ بیداری، دُوسرا بحالِ خواب، تیسرا برزخی اور چوتھا اُخروی۔ ۸۶۴

بعد موت بے عودِ حیات بدن خالی کو شرعاً عرفاً لغتاً کسی طرح سمیع وبصیر ومرید وفاعل نہیں کہتے۔ ۸۷۱

اَموات کا باہم ملاقات کرنا اور آپس میں گفتگو کرنا متعدد احادیث سے ثابت۔ ۸۷۴

تم قلیبِ بدر میں پڑی لاشوں سے زیادہ نہیں سُنتے۔ ۸۷۸

رُوح میّت نہیں وُہ تو صرف بدن سے جُدا ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اسے دوبارہ بدن میں لے آئے۔ ۸۸۱

جس پر عذابِ قبر کرنا ہوتا ہے اُسے قبر میں یک گونہ حیات دی جاتی ہے جس سے الم پہنچنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ۸۸۲

بعد سوال نکیرین سعید کی رُوح جنّت میں اور شقی کی سجّین میں رہتی ہے۔ ۸۸۴

رُوح کی تعریف۔ ۸۸۹

رُوح عالمِ آب وگِل سے نہیں بلکہ عالمِ ملکوت سے ہے۔ ۸۸۹

لوگوں کا رونا سُن کر مُردے کو صدمہ ہوتا ہے۔ ۸۹۰

زندوں کا رونا سُن کر اُن کے ساتھی مُردے بھی رونے لگتے ہیں۔ ۸۹۰

کیا کافر مجاہر سے سوالِ قبر ہوگا۔ ۸۹۴

مقتولینِ بدر سے خطاب والی حدیث نص صریح ہے کہ اُن کافروں نے گوشِ بدن سے سنا۔ ۸۹۶

جو احادیث سماعِ جسمانی میں نص ہیں ان میں تخصیصِ وقت یا بعض اموات خود سبیل واضح ہے۔ ۸۹۶

بدنِ میّت کو خارجی صدمہ بھی ایذا دیتا ہے۔ ۹۰۳

موتِ جسد سے رُوح کو مُردہ ماننا اور ادراکِ رُوح کے لیے بدن کو شرط جاننا دونوں قول اہلِ بدعت، ضالّین اور معتزلہ وغیرہم کے ہیں۔ ۹۰۹

قولِ مشائخ کہ میّت یا زید بعد موت نہیں سُنتا چار معانی کا محتمل ہے۔ ۹۱۵

جو تلقین نہیں مانتا معتزلی ہے۔ ۹۱۷

اہلسنّت کے نزدیک تلقین امرِ شرعی ہے۔ ۹۱۷

اہلسنّت موصوف بالموت کو بحال موصوفی بالموت موصوف بالادراک نہیں مانتے بلکہ وہ جس کے لیے ادراکاتِ برزخیہ مانتے ہیں اسے زندہ جانتے ہیں۔ ۹۳۱

بقائے رُوح وادراکاتِ رُوح کا دعویٰ ایسی نصوص قاطعہ سے ثابت ہے جس میں موافق و مخالف کسی کو مجالِ تامّل نہیں۔ ۹۳۳

مخالفین بھی تنعیم وتعذیب وادراکاتِ برزخیہ کو مانتے ہیں۔ ۹۳۳

جب مدرک باقی ہے تو ادراک بھی باقی ہوگا۔ ۹۳۳

marfat.com

بقیہ بن ولید مدلّس ہے ۔ ۳۵۴

ابن حبان نے نوح بن عمرو کو حدیث کا چور بتایا ۔ ۳۵۴

محبوب بن ہلال مجہول ہے ۔ ۳۵۷

امام نووی نے علاء بن یزید ثقفی کو ضعیف ،
امام بخاری نے منکر الحدیث
ابو حاتم و دار قطنی نے متروک الحدیث اور امام
علی بن مدینی نے دل سے حدیثیں گھڑنے والا کہا ۔ ۳۵۷

صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام کا معلوم نہیں ۳۵۷

ابوالولید طیالسی نے کہا کہ علاء ابن یزید ثقفی کذاب تھا ۳۵۷

عاصم بن عمر اوساط تابعین سے ہیں اور یہ قتادہ
بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کے پوتے ہیں۔ ۳۶۰

عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم صغار تابعین
سے ہیں اور یہ عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی
کے پرپوتے ہیں۔ ۳۶۰

شیخ واقدی عبد الجبار بن عمارہ مجہول ہے ۔ ۳۶۱

حبان بن ابی جبلہ تابعی ثقہ ہیں اور رجال بخاری
سے ہیں ۔ ۷۰۸

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم الشان
جلیل القدر صحابی ہیں، ان چاروں میں سے ہیں
جن کی طرف جنت مشتاق ہے ۔ ۷۰۹

ام الدرداء دو خاتونوں کی کنیت ہے دونوں ہی
صحابیِ رسول حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی بیویاں ہیں، پہلی کبریٰ کہ صحابیہ ہیں خیرہ نام ہے
اور دوسری صغریٰ تابعیہ ثقہ فقیہہ مجتہدہ رواۃ صحاح ستہ
سے ہیں ہجیمہ نام ہے ۔ ۷۱۰

امام مجاہد جلیل الشان تابعی مجتہد مفسر ثقہ علماءِ مکّہ
سے ہیں، سب صحاح میں ان سے روایت ہے ۔ ۷۱۰

عمرو بن دینار تابعی جلیل ثقہ ثبت علماء مکّہ سے ہیں اور
رجال صحاح ستّہ سے ہیں ۔ ۷۱۱

بکر بن عبداللہ مزنی امام اجل تابعی ثقہ ثبت اور
رجال صحاح ستّہ سے ہیں ۔ ۷۱۱

امام سفیان ثقہ حجت محدث مجتہد عارف باللہ ،
تبع تابعین مجتہدانِ کوفہ اور رجال صحاح ستّہ
سے ہیں ۔ ۷۱۲

عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ تابعی عظیم القدر رجال
صحاح ستّہ سے ہیں ۔ ۷۱۲

ابن ابی نجیح تبع تابعین و علماءِ مکّہ اور رواۃ
صحاح ستّہ سے ہیں ۔ ۷۱۲

ابو قلابہ بصری تابعی ثقہ فاضل رواۃ صحاح ستّہ
سے ہیں ۔ ۷۱۵

ابو عثمان نہدی اکابر تابعین سے ہیں زمانۂ رسالت
پائے ہوئے تھے ثبت عمائد رجال صحاح ستّہ
سے ہیں ۔ ۷۱۵

امام قاسم بن مخیمرہ تابعی ثقہ فاضل رواۃ صحاح ستّہ
سے ہیں ۔ ۷۱۶

علاء بن لجلاج تابعی ثقہ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن
تبع تابعین مقبول الروایۃ سے ہیں، دونوں رجال
جامع ترمذی سے ہیں ۔ ۷۱۸

محمد بن واسع تابعی ثقہ عابد عارف باللہ کثیر المناقب
رجال صحاح ستّہ سے ہیں ۔ ۷۲۳

marfat.com

حدیث ضعیف دربارۂ احکام حجت نہیں ہوتی۔ ۵۱۳

حدیث مانعین سے تین جواب۔ ۵۱۴

حدیث "المتخذین علیہا المساجد و السرج" میں کلمہ علیٰ حقیقی معنی میں مستعمل ہے۔ ۵۱۴

استناد کا روایات صحیحہ مرفوعہ متصلۃ الاسناد میں حصر جہل شدید ہے۔ ۶۵۱

صحاح کا صرف کتبِ ستّہ پر قصر حماقت ہے۔ ۶۵۱

حدیث حسن بالاجماع حجت ہے۔ ۶۵۱

غیر عقائد واحکامِ حلال وحرام میں حدیث ضعیف بالاجماع حجت ہے۔ ۶۵۱

جمہور ائمہ کے نزدیک حدیث مرسل غیر متصل الاسناد حجت ہے۔ ۶۵۱

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حدیث موقوف غیر مرفوع قول صحابی حجت ہے۔ ۶۵۱

سِیَر، مغازی اور مناقب میں صحاح وضعاف مقبول ہیں۔ ۶۵۴

عقائد میں صحاح ظنیات مردود ہیں۔ ۶۵۵

یہ روایت کہ "مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں" شیخ عبد الحق محدّث دہلوی کے نزدیک بے اصل ہے۔ ۶۵۵

حدیث اصطلاحِ محدثین میں ارشاداتِ صحابہ و تابعین کو شامل ہے۔ ۷۴۲

حدیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول، فعل، تقریر اور صحابی کے قول، فعل، تقریر اور تابعی کے قول، فعل اور تقریر کو کہتے ہیں۔ ۷۴۲

امورِ غیر قیاسیہ کے بارے میں موقوف حدیث بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔ ۷۴۲

سیرۃ النبی

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبی کے کفن کے لیے اپنی قمیص مبارک کیوں عنایت فرمائی۔ ۱۱۵

نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ ہے کہ کسی کا سوال رَد نہیں فرماتے۔ ۱۱۶

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ ۴۳۲

حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے آخر میں مزاراتِ شہداء پر جلوہ افروز ہوتے اور خلفاءِ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ ۵۸۹

حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر شب مقبرۂ بقیع پر تشریف لے جاکر سلام و کلام و خطاب فرمایا کرتے۔ ۹۱۲

اسماءُ الرجال

اس روایت کا حاکی زاہدی معتمد نہیں۔ ۲۵۳

زاہدی مذہب کا معتزلی ہے۔ ۲۵۴

زمخشری اور زاہدی میں فرق۔ ۲۵۴

ابوبکر بن ابی شیبہ امام بخاری وامام مسلم کے استاذ ہیں۔ ۳۰۶

شہداءِ موتہ اور ان کی نماز جنازہ کا واقعہ۔	۳۶۰
سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنبلی ہیں۔	۳۶۷
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نمازِ جنازہ نہیں ہوئی۔	۳۶۹
شیخ نجدی نے روضۂ اقدس کو گرانے کا ارادہ کیا تھا۔	۴۲۹
شیخ نجدی نے شہداء و صحابہ کرام کے مزارات توڑے۔	۴۳۰
وہابیہ نے شہداء کی قبور کھود ڈالیں جس سے بعض کے جسم اور کفن بھی ظاہر ہو گئے۔	۴۳۰
تخمیناً بارہ سو سال گزر جانے کے باوجود صحابہ کرام کے کفن اور بدن شریف سلامت تھے۔	۴۳۱
حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ پیش آنے والا حیران کن واقعہ۔	۴۳۳
حضرت ابو علی رحمہ اللہ کے ساتھ پیش آنیوالا حیران کن واقعہ۔	۴۳۳
حضرت ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مرید کا قصہ۔	۴۳۴
حضرت ابو یعقوب سوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مُردہ مرید کو نہلانے کا انوکھا واقعہ۔	۴۳۴
ایک ولی اللہ کا قصہ جس نے بعد از موت آنکھیں کھول کر کہا: میں زندہ ہوں اور اللہ تعالےٰ کا ہر دوست زندہ ہے۔	۴۳۴
حضرت ابو قلابہ سے صاحبِ قبر کی شکایت۔	۴۵۲
حضرت ابو الحسین مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کردہ عجیب واقعہ۔	۴۵۳
مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس متعدد بلاد و امصار سے ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو تک فتوے جمع ہو جاتے تھے۔	۴۹۹
امیر المومنین فاروق اعظم بعد از نمازِ عشاء دیکھ بھال کے لیے مسجد نبوی شریف میں دورہ فرماتے۔	۵۰۶
سلطان مراد بن سلطان سلیم خان کے کعبہ معظمہ اور روضہ اطہر کے لیے قندیلیں بھیجنے کا واقعہ۔	۵۱۱
کعبہ معظمہ میں قندیلیں آویزاں کرنے کا دن بزرگ تھا اس دن تمام اعیانِ مکہ جمع ہوئے۔	۵۱۱
روضہ اطہر پر قندیلِ مرصع آویزاں کرتے وقت مدینہ طیبہ کے اکابر و عمائد اور علماء و صلحاء سب جمع تھے۔	۵۱۱
سلاطینِ عثمانیہ سے پہلے بھی سلاطین حرمین شریفین میں قندیلیں حاضر کرتے تھے۔	۵۱۲
سلاطینِ عثمانیہ میں سے سب سے پہلے یہ سعادت سلطان محمد مراد خان نے پائی۔	۵۱۲
قنادیلِ مدینہ کے بارے میں امام سبکی نے "تنزل السکینۃ علیٰ قنادیلِ مدینۃ" کے نام سے کتاب لکھی۔	۵۱۲
امام علی رودباری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف	۵۱۹
ایک بندۂ صالح کی حکایت جس نے دعوتِ احباب میں ہزار چراغ روشن کیے۔	۵۲۰
حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قبرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہونا اور مروان سے مکالمہ۔	۵۲۱

marfat.com

راشد بن سعد تابعی ثقہ رجال سنن اربعہ سے ہیں۔ ۲۳۰
ضمرہ بن حبیب تابعی ثقہ رجال صحاح ستہ سے ہیں۔ ۲۳۰
حکیم بن عمیر تابعی صدوق رجال ابوداؤد و ابن ماجہ سے ہیں ۲۳۲
بلال بن سعد تابعی جلیل عابد فاضل ثقہ رجال نسائی وغیرہ سے ہیں۔ ۲۴۴

تاریخ و تذکرہ

حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال مبارک کی تفصیل۔ ۱۱۰
حضرت بتولِ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت۔ ۱۱۱
اصطبلِ فاروقی میں کچھ گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا: "وقف فی سبیل اللہ۔" ۱۱۱
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ رحمت کو دیکھ کر ہزار آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ۱۱۶
امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیشاپور میں آمد اور لوگوں کو زیارت کرانے کا منظر۔ ۱۳۳
امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درسِ حدیث کو لکھنے والے بیس ہزار سے زائد تھے۔ ۱۳۴
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کے گرد کھڑے ہو کر دعائیں کرتے رہے۔ ۲۴۵
حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ عرض کرتے تھے: اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ ۲۸۴
مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا کرتے اور حاضرین آمین کہتے۔ ۲۸۵
تکفین کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما نے سلام عرض کیا ۲۸۵
صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کرتے اور لوگ آمین کہتے۔ ۲۸۵
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے صلوٰۃ کی۔ ۲۸۶
صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عادتِ کریمہ تھی کہ اگر جنازگاہ میں نماز کی گنجائش نہ پاتے تو واپس تشریف لے جاتے اور مسجد میں نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ ۳۰۶
عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو سکنے کے بعد فرمایا دعا میں تو کوئی بندش نہیں میں ان کے لیے دعا کروں گا۔ ۳۰۶
صدیق و فاروق و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تعزیت کے لیے آئے۔ ۳۰۷
امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ جنازہ چھ بار ہوئی، آخری بار آپ کے صاحبزادے حضرت حماد نے پڑھی۔ ۳۴۱
دوسرے شہر کی میت پر صلوٰۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔ ۳۴۶
واقعہ بئر معونہ ۳۴۶
حضرت نجاشی کے وصال کا واقعہ ۳۴۷
حضرت معٰویہ بن معٰویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال اور جنازہ کا واقعہ۔ ۳۵۳

marfat.com

سے ضیافت کرنا حرام شدید ہے ۔ ۶۶۴
سب وارث موجود و بالغ اور راضی ہوں تو ترکہ
سے بھی محتاجوں کو کھانا کھلایا جاسکتا ہے ۔ ۶۶۵

وصیّت

اگر کوئی شخص وصیّت کر جائے کہ اس کے مال سے
مسجد میں گچ کاری اور اس میں سُرخ و زرد رنگ
کریں تو وصیّت نافذ ہوگی ۔ ۴۹۳
اگر کوئی اپنے تہائی مال کی وصیت راہِ خدا کیلیے
کرے تو اس سے مسجد کا چراغ بھی
جلا سکتے ہیں ۔ ۵۰۴

فضائل

میّت کو قیامت تک عذاب سے محفوظ رکھنے
والی دُعا ۔ ۱۰۹
وہ تسبیح جس کو لکھ کر میّت کے کفن میں رکھا جائے
تو اسے عذابِ قبر نہ ہو اور نہ نکیرین اس تک
پہنچیں ۔ ۱۱۰
پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کی
وجہ سے میّت کو عذاب سے امان مل گئی ۔ ۱۱۱
آبِ زمزم کوکھ بھر کر پینا ایمان خالص کی
علامت ہے ۔ ۱۲۱
وُہ سند مبارک جس کو مجنون پر پڑھو تو شفا ہو جائے ۔ ۱۳۴
پچھلی صف جنازہ میں افضل ہے ۔ ۲۰۷
مقبول بندوں کی نماز جنازہ پڑھنے والوں کی مغفرت
ہو جاتی ہے ۔ ۲۷۱
مومن صالح کی نماز جنازہ پڑھنے والوں کو عذاب
دینے سے اللہ تعالیٰ حیا فرماتا ہے ۔ ۲۷۱
بیشک اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ و
السلام کے بدن کو کھانا زمین پر حرام فرمادیا ۔ ۲۷۱
حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمھارے
امام ہیں دنیاوی زندگی میں بھی اور بعد از
وصال بھی ۔ ۲۸۴
سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی
ہے کہ میرے غسل و کفن کے بعد سب سے پہلے
جبریل مجھ پر صلوٰۃ کریں گے ، پھر میکائیل ، پھر
اسرافیل ، پھر ملک الموت اپنے سارے
لشکروں کے ساتھ ۔ ۲۸۶
حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزِ قیامت
تمام انبیاء کے خطیب ، ان کے امام اور
مالکِ شفاعت ہیں ۔ ۲۹۵
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سے اندھیری
قبریں روشن ہو جاتی ہیں ۔ ۳۰۱
نعش مبارک کا مقابر کی طرف نہ لے جانا ،
خاص وصال کی جگہ پر دفن ہونا ، نہلانے میں
قمیص اقدس کا بدن سے جُدا نہ کیا جانا ، سب
صحابہ کے مشرف ہو لینے کے لیے جنازہ مبارک کا
پونے دو دن رکھا رہنا اور جنازہ اقدس پر
کسی کی امامت روا نہ ہونا خصائصِ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں ۔ ۳۰۲

marfat.com

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنی زوجہ مطہرہ کو مسجد سے روکنے کا واقعہ۔ ٥٥٨

بہت سے اکابر اولیاء کا بوقتِ ضرورتِ شرعیہ لوگوں سے سوال کرنا منقول ہے۔ ٦٨١

دورِ فاروقی میں دورانِ قحط صحابی کا قبرِ انور پر حاضر ہوکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دعاء کی درخواست کرنے کا واقعہ۔ ٦٩٥

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بعد از دفن حیا فرمانا۔ ٧١٣

حیاءِ امام شافعی بحضورِ مزارِ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ٧٥٢

امام اسمٰعیل حضرمی کے ایک مقبرہ پر رونے اور ہنسنے کا واقعہ۔ ٧٦٤

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی کی قبر پر حاضر ہوئیں اور دو شعر پڑھے اور انھیں خطاب فرمایا۔ ٩١٢

توقیت و تعیین

عبادات اور اشغال و اذکار کے لیے وقت مقرر کرنے کی حکمت۔ ٥٨٢

احادیثِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعیناتِ عادیہ کی چند مثالیں۔ ٥٨٥

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہداءِ احد کی زیارت کے لیے سال کا آخر، مسجد قباء میں تشریف آوری کے لیے ہفتہ کا دن اور شکرِ رسالت کے طور پر روزہ رکھنے کے لیے پیر کا دن مقرر فرمایا۔ ٥٨٥

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ کے لیے صبح و شام کا وقت، سفرِ جہاد کے لیے جمعرات کا دن اور طلبِ علم کے لیے دوشنبہ کا دن مقرر فرمایا۔ ٥٨٥

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وعظ و نصیحت کے لیے جمعرات کا دن مقرر فرمایا۔ ٥٨٦

علماء سبق شروع کرنے کے لیے بدھ کا دن مقرر فرماتے ہیں۔ ٥٨٦

حق یہ ہے کہ تخصیصاتِ مذکورہ یعنی تیجا اور چالیسواں وغیرہ تعیناتِ عادیہ ہیں کہ ہرگز جائے طعن و ملامت نہیں ہیں۔ ٥٩٠

بزرگوں کی فاتحہ میں کھانے کی تخصیص کے متعلق ایک سوال کا شاہ عبدالعزیز صاحب کی طرف سے بہترین جواب۔ ٥٩٠

تصوّف

ائمۂ باطن کا اجماع ہے کہ عورت داعی الی اللہ نہیں ہو سکتی، ہاں تدابیر ارشاد کردہ مرشد بتانے میں سفیرِ محض ہو تو حرج نہیں۔ ٥٦٤

اویسیت کی نسبت صحیح اور قوی ہے۔ ٦٨٧

میراث

ورثاء میں کوئی نابالغ ہو یا بالغ ہو مگر غیر موجود یا موجود ہو مگر اس سے اذن لیے بغیر ترکۂ میت

marfat.com

حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عابدہ و زاہدہ تھیں۔ ۵۶۴

ایک فرشتہ جسے اللہ تعالیٰ نے تمام جہان کی آواز سُننے کی طاقت عطا فرمائی، قبرِ انور پر حاضر ہے اور درود پڑھنے والوں کا درود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچاتا ہے۔ ۶۸۲

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزار مقدس سے مثلِ احیاء تصرف فرماتے ہیں۔ ۸۰۶

سب اولیاء کو مناصب و مراتب حضور غوثِ اعظم عطا فرماتے ہیں۔ ۸۱۱

اولیاء احیاء کا ایک وقت میں ستر جگہ تشریف فرما ہونا منقول ہے۔ ۸۲۹

جبریل علیہ السلام بارگاہِ نبوی میں حاضری کے وقت سدرۃ المنتہیٰ پر بھی جلوہ گر رہتے۔ ۸۲۹

مزارِ انور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت منہ کدھر کیا جائے۔ ۸۸۷

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر مت پکارو بلکہ یُوں کہو: یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا خلیفۃ اللہ۔ ۹۰۱

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بدن کو کھانا زمین پر حرام ہے۔ ۹۰۷

اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں روزی دئے جاتے ہیں۔ ۹۰۸

رسم المفتی

بہت عوام تمایز صور سے غفلت کرتے ہیں لہٰذا ایسی جگہ پُوری بات کرنا ہمیشہ مفتی کیلئے مناسب ہے۔ ۲۴۰

"ہمیں است روایت معمولہ" یہ الفاظ قوت میں علیہ الفتوٰی اور بہ یفتی کے برابر ہیں۔ ۲۵۵

لفظِ فتوٰی، لفظ صحیح و اصح اور اشبہ وغیرہ سے آکد ہے۔ ۲۵۵

لفظ علیہ العمل لفظ فتوٰی کے مساوی ہے۔ ۲۵۵

جو تم میں فتوٰی دینے پر زیادہ جری ہے آتشِ دوزخ پر زیادت جرأت رکھتا ہے۔ ۲۸۰

نقل ہی کا اتباع ہے مسئلہ منقول ہوتے ہوئے بحث کا اعتبار نہ ہوگا۔ ۳۶۵

خلافِ مذہب بعض مشائخِ مذہب کے قول پر عمل نہیں ہوگا۔ ۳۶۵

متون کے مقابل شروح اور شروح کے مقابل فتاوٰی پر عمل نہیں ہوگا۔ ۳۶۵

نادر پر حکم نہیں ہوتا۔ ۵۶۳

حتی الامکان کلماتِ ائمہ میں توفیق و تطبیق محمود ہے۔ ۸۷۶

فوائدِ اصولیہ

کسی امرِ غیر موجود کا احتمال نیت صالحہ و غرض صحیح موجود فی الحال کے لیے مانع نہیں ہوتا۔ ۱۱۹

جب تک کسی خاص وقت کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہ ہو منع و انکار حکم شرع کا ردّ و ابطال ہے۔ ۲۴۳

جب بہ تصریح تعمیم امرِ شرع وارد ہو تو جمیع ازمنہ تحت امر داخل ہوتے ہیں۔ ۲۴۳

حسن فی ذاتہٖ کو کبھی خارج سے کوئی امر مزاحم حسن

marfat.com

بندۂ مقبول کو پہلا تحفہ جو بارگاہِ عزت سے ملتا ہے یہ ہے کہ جتنے لوگ اس کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ ۳۰۳

جس پر تین صفیں نماز پڑھیں اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ ۳۱۱

جس پر سو مسلمان نماز پڑھیں وہ بخشا گیا۔ ۳۱۱

جو نماز ہونے تک جنازہ میں حاضر رہے اس کے لیے ایک قیراط اور جو دفن ہونے تک حاضر رہے اس کے لیے دو قیراط ثواب ہے۔ ۳۱۱

جو کسی جنازہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ دفن ہوجائے اس کے لیے تین قیراط ثواب لکھا جائے۔ ۳۱۲

جو کسی میت کو نہلائے، کفن پہنائے، خوشبو لگائے، جنازہ اُٹھائے، نماز پڑھے، اور جو ناقص بات نظر آئے اُسے چھپائے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوگیا جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ ۳۱۲

حضرت امامِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بارگاہ میں خراجِ تحسین۔ ۳۱۳

حضرت امام شافعی نے امام اعظم کے مزار کے قریب نمازِ فجر پڑھائی تو احتراماً بسم اللہ آواز سے نہ پڑھی، نہ رفع یدین کیا اور نہ قنوت پڑھی۔ ۳۴۰

امامِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے جنازہ کے لیے اتنی خلقت جمع ہوگئی جس کا شمار خدا ہی جانتا ہے۔ ۳۴۱

زمین لپیٹ دی گئی اور جنازہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ہوگیا۔ ۳۵۸

فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔ ۳۵۸

معرکۂ موتہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیشِ نظر تھا۔ ۳۶۱

تعظیمِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نصوص قطعیہ قرآن عظیم سے فرض ہے۔ ۴۹۶

متعدد آیاتِ قرآنیہ سے تعظیم انبیاء کا ثبوت۔ ۴۹۶

قرآن عظیم نے ماں باپ کی تعظیم کو فرض قرار دیا۔ ۴۹۷

شان و تجلِ روضۂ انور سے شانِ محبوبیت کھلتی ہے۔ ۵۰۴

سلطانِ اسلام زمین میں اللہ تعالیٰ کا سایہ ہوتا ہے۔ ۵۰۷

بیشک ایمان مدینہ منورہ کی طرف سمٹتا ہے جیسے سانپ اپنے بل کی طرف۔ ۵۰۸

روضۂ اطہر پر روشنی خاص روضۂ اطہر کے واسطے ہے نہ کہ بنیت مسجد۔ ۵۰۹

امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ۵۱۲

مزارات پر تعظیم خشت و گل کی نہیں بلکہ روحِ کریم کی ہوتی ہے۔ ۵۱۶

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر حاضری کے آداب۔ ۵۱۶

مزار اطہر کے حجرۂ مقدسہ اور گنبد مبارک کو دیکھتے رہنا عبادت ہے جیسے کعبۂ معظمہ پر نظر کرنا۔ ۵۱۶

فضائلِ درود شریف ۵۱۷

حضرت مریم بنت عمران اور حضرت آسیہ تقویٰ میں کمال رکھتی تھیں۔ ۵۶۴

marfat.com

اگر مخصص کے بغیر تخصیص مفید نہیں تو نقصان دہ بھی نہیں ۵۹۱

عدم ثبوت، ثبوتِ عدم نہیں ہوتا۔ ۶۵۶

بے دلیلِ عدم، ادعائے عدم محض تحکم وستم ہے۔ ۶۵۶

ادعائے بے دلیل محض باطل وذلیل ہے۔ ۶۵۶

بعد حسنِ آحاد حسنِ مجموع میں کلام نہیں جب تک خصوصِ اجتماع میں کوئی مفسدہ نہ ہو۔ ۶۹۸

اہلِ سنّت کا مسلک ہے کہ نصوص کو ہمیشہ ظاہر پر محمول کیا جائے جب تک کہ اس میں محذور نہ ہو۔ ۷۰۷

تحکیم بے قبول طرفین معقول نہیں ۸۲۴

احتمال قاطعِ استدلال ہے۔ ۸۷۵

منعِ مؤید بسندِ واضح صرف استبعاد اور مخالفت ظاہر سے مندفع نہیں ہوتا۔ ۹۱۷

ظاہر صالح دفع ہے نہ حجتِ استحقاق۔ ۹۱۸

مقدمۂ ممنوعہ پر ظاہر سے اقامتِ دلیل چاہنا جہالت ہے۔ ۹۱۸

قاعدہ اجماعیہ ہے کہ مثبت، نافی پر مقدم ہوتا ہے۔ ۹۱۹

ادراک کا ایک فرد بھی باقی ہے تو حیات ثابت اور موت منتفی ہے۔ ۹۲۰

مشروط نہ بے شرط متحقق ہوگا نہ منافی منافی سے ملتصق۔ ۹۳۰

نفی بعض ماننے والا مدعیِ تخصیص ہے لہٰذا وہ دلیل پیش کرے۔ ۹۳۳

دعوی پر منع وارد نہیں ہوسکتا خصوصاً اقامتِ دلیل کے بعد۔ ۹۳۳

ممکن پر بے دلیل سمع جزم نہیں۔ ۹۳۴

ہر مسئلہ اپنے ماخذ ہی سے لیا جائے گا۔ ۹۴۰

جو فرق مراتب گما کر غلطِ مبحث کرے وہ جاہل ہے۔ ۹۴۰

تطبیق اولیٰ ہے ترجیح سے۔ ۹۴۳

فوائد فقہیہ

جس وقت دعا کیجئے بلاشبہ عین مامور بہ اور حسن فی حد ذاتہ ہے۔ ۲۴۳

عامۂ کتب میں یہ عامۂ اقوال ہرگز اطلاق وارسال پر نہیں کہ بعد نماز جنازہ مطلقاً دعا کو مکروہ لکھتے ہوں ۲۴۳

اقوال مذکورہ کراہت دعا مقید بہ لفظ قیام ہے یعنی نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے قیام (طویل) نہ کرے نہ یہ کہ بعد جنازہ دعا ہی نہ کرے۔ ۲۴۴

مکروہ تنزیہی کو گناہ کہنا درست نہیں۔ ۲۵۶

نماز جنازہ بالاجماع فرض کفایہ ہے۔ ۲۸۱

تصرف فضولی اذنِ مالک پر موقوف ہوتا ہے۔ ۲۹۵

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس میت پر نماز پڑھیں یہ اعادۂ نماز نہیں بلکہ نمازِ اول ہی قرار پائے گی۔ ۲۹۵

ایسے واجب کا فوت ہونا جس کا بدل نہ ہو جوازِ تیمم کے عذروں میں سے ہے۔ ۳۳۳

نماز جنازہ صلوٰۃ مطلقاً نہیں بلکہ دعاءِ مطلق و صلوٰۃ مطلقہ میں برزخ ہے۔ ۳۶۲

نماز جنازہ پر اطلاقِ صلوٰۃ مجاز ہے۔ ۳۶۳

نماز جنازہ مجرد دعا کی مثل ہرگز نہیں۔ ۳۶۵

دس ہزار بریانی کی دیگیں مردار مینڈھے کی اور دس ہزار

marfat.com

عارض ہوتا ہے۔ ۲۴۳

بارِ ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے۔ ۲۴۳

عارض اپنے عروض ہی تک مزاحم رہے گا زائل ہوتے ہی اصل حسن کا حکم عود کرے گا۔ ۲۴۳

ایہامِ زیادت مورث کراہت تنزیہیہ ہے جس کا حاصل خلافِ اولیٰ ہے ۲۵۶

ناواقفی مانع گناہ نہیں کہ مسائل سے ناواقف رہنا خود گناہ ہے ۲۷۷

عالم کا گناہ ایک گناہ اور جاہل کا گناہ دو گناہ۔ ۲۷۷

اثباتِ حکم کے لیے محض صحتِ حدیثی کافی نہیں بلکہ صحتِ فقہی چاہیئے۔ ۲۹۹

تنویرِ قبر کے لیے بعد از نماز جنازہ کسی کی قبر پہ نماز پڑھنا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے ۳۰۱

نمازوں کا سبب وقت ہے جب وقت دوبارہ آیا نماز دوبارہ آئے گی۔ ۳۰۶

نمازِ جنازہ کا سبب مسلم میت ہے جب میت متکرر ہو نماز متکرر ہو گی مگر ایک ہی میت پر مکرر نہیں ہو سکتی۔ ۳۰۶

جس امر سے مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ مشروع نہیں ہو سکتا۔ ۳۴۶

حدیثِ ضعیف در بارۂ احکام اصلاً حجت نہیں۔ ۳۵۷

صلوٰۃ کے ساتھ جب علیٰ فلانٍ مذکور ہو تو ہرگز اس سے حقیقتِ شرعیہ مراد نہیں ہوتی۔ ۳۶۳

مکروہِ تنزیہی بھی کوئی گناہ نہیں ہوتا وہ صرف خلافِ اُولیٰ ہوتا ہے۔ ۴۴۹

مکروہِ تنزیہی اباحت کے ساتھ مجتمع ہو جاتا ہے ۴۵۰

معصیت اباحت کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی۔ ۴۵۰

جس چیز کا ترک واجب ہو اس کا فعل حرام کے قریب ہوتا ہے۔ ۴۵۰

بہت سی نو پید چیزیں اچھی بدعت ہیں۔ ۴۹۴

بہت سے احکام زمانے یا مقام کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں 〃

مسلمان کی طرف نسبتِ کبیرہ حرام ہے جب تک تواتر سے یقینی الثبوت نہ ہو۔ ۵۰۷

فعلِ عوام کو دیکھ کر جماہیر علماء منع نہ فرمائیں تو استناد تقریرِ علماء سے ہوگا نہ کہ فعلِ عوام سے۔ ۵۰۸

حقیقت سے بلا ضرورت عدول نامقبول ہے۔ ۵۱۴

اور کسی ایک جگہ کوئی لفظ معنی مجازی میں مستعمل ہو تو ضروری نہیں کہ دوسری جگہ بھی معنی مجازی ہی میں استعمال کیا جائے۔ ۵۱۵

معنی حقیقی وجہ خارجی کا محتاج نہیں ہوتا۔ ۵۱۵

ملا علی قاری کی عبارت پر بحث۔ ۵۱۵

جمع بین الحقیقۃ والمجاز باطل ہے۔ ۵۱۵

سلبِ مفسدہ جلبِ مصلحت پہ مقدم و اہم ہے۔ [illegible]

آحاد حرام نہ ہوں تو ان کا مجموعہ بھی حرام نہیں ہوتا۔ ۵۷۱

مباحات کا مجموعہ بھی مباح ہوتا ہے۔ ۵۷۱

محض کسی امر کے خصوصی طور پہ وارد نہ ہونے کو مطلقاً ممنوع ہونے کی دلیل جاننا غلطی ہے۔ ۵۷۳

جو حکم مطلق کے لیے ہو وہی اس کے تمام افراد کے لیے ہوتا ہے۔ ۵۸۱

مطلق ثابت ہو جائے تو قائلِ جواز سے دلیلِ خصوصیت مانگنا غلط ہے۔ ۵۸۱

ممانعتِ فعل خاص کی دلیل مانع کے ذمہ ہے۔ ۵۸۱

marfat.com

تلاوت پر اُجرت لینا اور دینا ناجائز ہے۔ ۶۴۴
قرآن خوانی کرنے والوں کو بطورِ اُجرت کھانا کھلانا حرام۔ ۶۴۴
قرآن خوانی کی اُجرت حرام ہے اور اُس کے جواز کی ایک صورت۔ ۶۴۶
تلاوت و تہلیل میں اُجرت لینا حرام۔ ۶۴۶
نمازِ جنازہ پڑھانے یا زیارتِ قبور کی اُجرت لینا۔ ۶۴۶
قرآن شریف یا میلاد شریف پڑھ کر خیرات لینا۔ ۶۴۶

رہن

قبرستان کی بیع و رہن وغیرہ جائز ہے یا نہیں۔ ۴۷۹

ہبہ

قبرستانِ وقف ہبہ اور بیع سے مستثنیٰ ہے۔ ۴۸۱

سیر

کافر یا مرتد مرے تو اُس کے مسلمان رشتے دار کیسے کفن دفن کریں۔ ۳۹۰

لُغت

قیام کے دو معنی ہیں۔ ۲۴۵
لفظ عن مُشیرِ غرابت و تمریض ہے۔ ۲۵۵
لادا اور چڑھاوا کے معنی میں فرق۔ ۵۱۵

مناظرہ

امام ابن حامد کی حکایت سے استدلال کرنیوالے مخالف متعسفین کا مناظرانہ انداز میں چھ وجوہ سے رد۔ ۲۵۲
قائلین تکرار نمازِ جنازہ کو مصنف رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کی طرف سے چیلنج کہ کوئی حدیث تقریری یا قولی یا فعلی پیش کرو۔ ۲۷۹
مدارج النبوۃ میں مذکور ایک حکایت سے مخالفین کے استدلال کا رد۔ ۳۶۳

بلاغت

"قبر پر چڑھاوا چڑھانے کی مثال" میں مجاز لفظِ "پر" میں نہیں بلکہ خود لفظِ چڑھاوا میں ہے۔ ۵۱۴
قرآن مجید میں صنعت استخدام کے مواقع۔ ۸۶۸

منطق

حقیقت و مصداق انسان میں چار احتمال عقلی ہیں محض بدن یا مجرد روح یا ہر ایک یا مجموع۔ ۸۶۰
مصنف کی تحقیق انیق کہ انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہے۔ ۸۶۳
بدن پر اطلاقِ انسان حقیقتِ عرفیہ ہے۔ ۸۷۰
انسان و حیوان کی تعریف میں فلاسفہ کی جہالتیں۔ ۸۷۰
اطلاق انسان کے لیے دو حقیقتیں ہیں: ایک حقیقتِ اصلیہ دقیقہ یعنی رُوح متعلق بالبدن،

مذبوح جانوروں کی مختلط ہوں تو تمام بیس ہزار حرام ہیں ۵۵۴

لایلقن یا غیر مشروح ممانعت و عدم جواز کیلئے متعین نہیں

گیارھویں شریف مرتبۂ فردیت میں مستحب اور مرتبہ اطلاق میں سنّت ہے۔ ۶۰۵

یہ سمجھنا کہ ہمارے ائمۂ مذہب کے نزدیک میت سے کلام حقیقتاً یا شرعاً کلام نہیں محض باطل ہے۔ ۸۳۸

فقہ کا دائرہ حیثیت حلال وحرام تک منتہی ہو جاتا ہے۔ ۹۴۲

ولایت

شوہر عورت کا ولی نہیں۔ ۹۵

بیع

مزار پر چڑھائی ہوئی چادروں کی بیع کا حکم شرعی۔ ۱۹۲

عمرو ملک زید میں بے اذنِ زید بیع کرے زید خبر پاکر روا رکھے تو روا ہے اور اگر خود ازسرِ نو عقد کرے تو ظاہر ہوگا کہ عقد فضولی پر قناعت نہ کی اب عقد یہی عقد مالک ہوگا نہ عقد فضولی۔ ۲۹۵

غصب

بلا اجازتِ مالک دوسرے کی اراضی میں دفن کرنا حرام ہے۔ ۳۷۹

مغصوب زمین میں دفن کرنا۔ ۳۸۲

وقف

قبرستانوں کو تبدیل کرنے کی صورتیں۔ ۳۸۲

قبرستان کا حصہ مسجد میں شامل کرنا حرام ہے۔

وقفی اور غیر وقفی قبرستان میں مکان وغیرہ تعمیر کرنا۔ ۴۰۸

قبروں کو مٹا کر گودام، مکان اور مسجد وغیرہ بنانا۔ ۴۲۷

وقف کی تبدیلی جائز نہیں۔ ۴۵۷

جو چیز جس مقصد کے لیے وقف کی گئی اسے بدل کر دوسرے مقصد کے لیے دینا روا نہیں۔ ۴۵۷

مسجد و مدرسہ کو قبرستان نہیں بنا سکتے، نہ ہی قبرستان کو مدرسہ و مسجد بنایا جا سکتا ہے۔ ۴۵۷

وقف گھر کو باغ، سرائے کو حمام اور رباط کو دکان بنانا جائز نہیں مگر جب واقف نے نگہبان پر معاملہ چھوڑ دیا ہو تو جائز ہے۔ ۴۵۷

وقف میں شہرت کافی ہے۔ ۴۶۳

وقف میں تبدیلی حرام ہے۔ ۴۶۵

وقف کرنے کے لیے مالک ہونا شرط ہے، شئ جب ایک بار وقف ہو جائے تو دوبارہ وقف نہیں ہو سکتی۔ ۴۶۵

زمین وقف میں کوئی عمارت دوسری غرض کیلئے وقف نہیں ہو سکتی۔ ۴۶۷

قبرستان کی زمین کسی کی ذاتی ملکیت ہو سکتی ہے یا نہیں، اور مخصوص قبرستان بنانا کیسا ہے۔ ۴۷۹

قنادیل کا وقف صحیح ہے۔ ۵۱۲

قنادیل کو مسجد کی عمارت میں صرف کرنا جائز نہیں۔ ۵۱۲

اجارہ

تکیہ کی زمین کرایہ پر دینا اور فقیر کو اس کا کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۷۹

marfat.com

صدقہ

میت کے لیے سات دن تک صدقہ کرنا مستحب ہے۔ ۶۴۹

میت کی طرف سے صدقہ کرنا بلا اختلافِ علماء میت کے لیے نافع ہے۔ ۶۴۹

توسل و تبرک

صحابی نے اپنے کفن کے لیے بطور تبرک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کا تہبند مانگا۔ ۱۱۳

حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے کفن میں اپنا تہبند مبارک عطا فرمایا۔ ۱۱۴

مریدوں کو پیروں کے لباس میں کفن دینے کا ثبوت حدیث سے۔ ۱۱۴

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کو اپنی قمیصِ اطہر میں کفن دیا۔ ۱۱۴

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے کفن کے لیے اپنی قمیص مبارک کیوں عنایت فرمائی۔ ۱۱۵

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیص کو میرے کفن میں اور آپ کے مقدس و مبارک بالوں اور ناخنوں کو میرے منہ اور آنکھوں میں رکھنا۔ ۱۱۷

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بچا ہوا مشک میرے حنوط میں استعمال کرنا۔ ۱۱۸

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک اپنی زبان کے نیچے رکھے ہوئے دفن ہوئے۔ ۱۱۸

حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک چھڑی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پر رکھ کر انھیں دفن کیا گیا۔ ۱۱۸

سورۂ فاتحہ و آیاتِ شفاء وغیرہا بغرضِ شفاء لکھ کر دھوکر پینا سلفاً وخلفاً بلانکیر رائج ہے۔ ۱۲۰

اسماءِ محبوبانِ خدا علیہم التحیۃ والثناء سے تبرک و توسل بلاشبہ محبوب و مندوب ہے۔ ۱۳۲

اصحابِ کہف کے ناموں کی برکات ۱۳۲

مزاراتِ اولیاء اللہ پر شمعیں روشن کرنا ان کی روح کی تعظیم کے لئے ہے کہ لوگ جان لیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کا مزار ہے اور وہ اس سے تبرک و توسل کریں۔ ۴۹۶

صالحین کی قبروں کی زیارت اور ان سے تبرک حاصل کرنا مستحسن ہے۔ ۵۸۸

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: گھر بیٹھے ہی اولیاء کی طرف متوجہ ہوکر فاتحہ پڑھو۔ ۶۸۵

وہی فرماتے ہیں: مزاراتِ اولیاء پر حاضر ہوکر بھیک مانگو، ارواح سے فیض چاہو اور یاروح یاروح پکارو۔ ۶۸۵

شاہ عبدالعزیز کا ارشاد ہے کہ اہلِ حاجت ارواحِ اولیاء سے حاجات مانگتے اور پاتے ہیں۔ ۶۸۷

دوسری حقیقت مشہورہ عرفیہ یعنی بدن۔ ۸۷۱

کلامِ مشائخ سے استنادِ مخالف دو مقدموں پر مبنی تھا، صغریٰ یہ کہ امتناعِ سماعِ موتیٰ قولِ اکثر مشائخ حنفیہ ہے، اور کبریٰ مطویہ مستورہ یہ کہ جو قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے فی نفسہ حق ہے یا ہم پر اس کی تسلیم واجب ہے۔ پہلے تینوں جواب صغریٰ کے رد میں ہیں۔ ۹۱۶

بطلانِ تالی سے بطلانِ مقدم لازم ہے۔ ۹۳۴

فلسفہ

جماد من حیث ہو جماد سے سوال یا اسے لذّت و الم کا ایصال بداہۃً محال ہے۔ ۸۵۱

ادراک بالبصر تین امور پر موقوف ہے: مواجہۂ بصر، تقلیبِ حدقہ اور ازالہ غشاوہ۔ ۸۵۵

حیات باجماعِ عقلاء شرطِ ادراک ہے اور موت منافیِ ادراک ہے۔ ۹۳۰

فلاسفہ کا یہ قول باطل ہے کہ نفس آنِ واحد میں دو چیزوں کی طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ ۹۳۴

سُود

حاجتِ شرعیہ کے وقت سُود دینے کی اجازت ہے۔ ۵۰۷

بلاضرورتِ شرعیہ سُود دینا بھی سُود لینے کی طرح باعثِ لعنت ہے۔ ۶۶۶

قسم

اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ زید سے نہ بولوں گا تو یہ قسم زید کی حالتِ حیات پر مقصور رہتی ہے اگر بعد انتقال زید سے کلام کرے حانث نہ ہوگا۔ ۸۳۸

ہمارے نزدیک بنائے یمین عرف پر ہے۔ ۸۳۸

لفظ کے عرفی معنی پر قسم وارد ہوتی ہے نہ کہ لغوی و شرعی معنی پر۔ ۸۳۸

قسم کھائی بچھونے پر نہ بیٹھے گا یا چراغ سے روشنی نہ لے گا، یا چھت کے نیچے نہ بیٹھے گا، تو زمین پر یا دھوپ میں یا زیرِ آسمان بیٹھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی۔ ۸۳۸

قسم کھائی کہ کسی گھر میں نہ جائے گا تو مسجد وغیرہ معابد میں جانے سے حانث نہ ہوگا۔ ۸۳۸

قسم کھائی کہ زید سے نہ بولے گا بیرونِ نماز زید کو کہا السلامُ علیکم، تو حانث ہو جائے گا۔ ۸۳۸

صورتِ مذکورہ میں زید کی اقتداء میں قسم کھانے والے نے نماز پڑھی، زید بھولا اس نے بتایا تو حانث نہ ہوگا، اگر بیرونِ نماز بتایا تو حانث ہو جائے گا۔ ۸۳۸

گوشت کھانے کی قسم کھانے والا مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا۔ ۸۴۱

مبحثِ قسم کے مسائل دو قسم پر ہیں: ایک مقید بحیات اور دوسرے شاملِ موت وحیات۔ ۸۸۴

کون سی قسم مخاطب کی حیات پر مقصور اور کون سی مخاطب کی موت وحیات دونوں کو شامل ہے۔ ۸۸۴

marfat.com

نجدی شرک فروشوں نے نہ خدا تعالیٰ کی قدرت دیکھی نہ اس کی عظمت سمجھی۔ ۶۸۳

مائۃ مسائل کے اس خبط کا رد کہ نفع زیارت میں اولیاء وفساق کی قبور یکساں بلکہ قبور اغنیاء زائد۔ ۶۹۷

مائۃ مسائل کی صریح غلطی و تناقض پرستی۔ ۷۲۱

منکرین کی طرف سے احادیث سماع موتٰی کو اوّل وضع فی القبر کے ساتھ مخصوص قرار دینے پر پانچ وجوہ سے رد۔ ۷۲۵

نجد کے حنبلی اور ہند کے حنفی ہرگز حنبلی و حنفی نہیں بلکہ حَبَلی اور حَنَفی ہیں۔ ۷۷۱

تلقینِ میت مذہبِ اہلسنت اور اس کا منع مشربِ معتزلہ ہے ۷۸۸

منکرِ استمداد متعصب ہے۔ ۷۹۵

استمداد کا منکر ذلیل طائفۂ نو پیدا ہے۔ ۷۹۵

جوازِ استمداد پر دلیل کی حاجت نہیں۔ ۷۹۶

گم شدہ چیز کی تلاش کا وہابی کش عمل۔ ۸۳۲

اگر وہابیت کا مذہب حق ہے تو قرون ثلثہ سے آج تک کے تمام اولیاء وعلماء مشرک ہیں۔ ۸۳۶

منکر وہابیوں کے یہاں دین وشریعت اپنی ہوا و ہوس کا نام ہے۔ ۸۴۲

تعصب صاحبِ تفہیم المسائل۔ ۸۷۶

مکابرۂ قنوجی صاحبِ تفہیم المسائل۔ ۸۷۸

بے شرمی صاحبِ تفہیم المسائل۔ ۸۷۹

صاحبِ مائۃ مسائل کی نقل میں تقصیر ۸۸۲

صاحبِ تفہیم المسائل کی بدقسمتی۔ ۸۸۴

توہب والحاد کے جگر میں شگاف ڈالنے والا ارشادِ امام ابن الہمام۔ ۸۸۷

صاحبِ تفہیم المسائل کا خبط۔ ۸۹۱

صاحبِ تفہیم المسائل کی نافہمی وجہل واضح۔ ۸۹۷

صاحبِ تفہیم المسائل اختراع وافتراء کا ماہرِ کامل ہے۔ ۹۰۲

صاحبِ تفہیم المسائل کی مُنہ زوری۔ ۹۱۷

آدمی وہابی ہوکر جماد لایسمع ولایفہم ہوجاتا ہے۔ ۹۱۹

اس شبہ کا ازالہ کہ بعض اہل سنت بھی تو منعِ تلقین کی طرف گئے ہیں۔ ۹۱۹

صاحبِ تفہیم المسائل کا فہم سقیم۔ ۹۱۹

صاحبِ تفہیم المسائل کی بیہوشی کہ ان کہی بول گئے۔ ۹۲۰

صاحبِ تفہیم المسائل کی بوکھلاہٹ۔ ۹۲۳

جلیلہ عظیمہ: صاحبِ تفہیم المسائل کی پچھلی نزاکت ۹۲۵

عوائد جلیلہ اربعہ برائے ازالۂ ہرگونہ اوہام ۹۲۶

عائدۂ اُولیٰ: یہاں مذہب وہابیہ ضرور مذہبِ معتزلہ ہے۔ ۹۲۶

وہابیہ فرضی کتابیں اور خیالی علماء گھڑ لیتے ہیں۔ ۹۲۶

اللہ اللہ، صاحبِ تفہیم المسائل کے حیاء کا پایہ کہاں تک پہنچا۔ ۹۲۷

متدین وہابیوں کو عبارت گھڑنی بھی نہ آئی۔ ۹۲۷

وہابیہ کی من گھڑت عبارت کا ایک نمونہ۔ ۹۲۷

رسالہ "نشاط السکین علیٰ حلق البقر السمین"

ایک لحیم وشحیم وہابی ہیڈ مولوی کے رد میں لکھا گیا۔ ۹۲۸

بطور لطیفہ وہابیہ کی ایک محدثانہ سندِ موضوع کا ذکر۔ ۹۲۸

وہابیت کا کمال نیچریت ہے۔ ۹۲۹

marfat.com

اولیاءِ مدفونین سے انتفاع و استفادہ جاری ہے۔ ۶۸۸

جسے کوئی حاجت منظور ہو اولیاء کے مزارات پر حاضر ہو کر
ان سے توسل کرے۔ ۷۹۶

انکارِ استمداد سے صدہا دینیات کا انکار لازم آتا ہے

زائرِ دُور دراز مقاموں سے قصدِ مزارات کرے۔ ۷۹۶

مزارات پر خشوع و خضوع کرے اور اس یقین کے
ساتھ اپنی حاجتیں مانگے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی۔ ۷۹۷

سُنّتِ الٰہی جاری ہے کہ اولیاء کے ہاتھ پر
حاجت روائی ہوتی ہے۔ ۷۹۷

شیئًا للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہنا۔ ۸۲۳

حقوق العباد

نمازِ جنازہ ہر مسلمان کا دوسروں پر حق ہے۔ ۲۷۱

مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ ۲۷۱

یتیم کا مال کھانے پر سخت وعید۔ ۶۶۴

رَدِّ بد مذہباں

فرقہ نجدیہ وہابیہ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
اور عامۂ مومنینِ اہلسنّت سے قلبی عداوت ہے۔ ۴۲۹

اکابرِ وہابیہ کی تصانیف اہانتِ محبوبانِ خدا سے
بھری پڑی ہیں۔ ۴۲۹

انبیاء، شہداء اور اولیاء کی قبور کو منہدم اور
نابود کرنا فرقۂ وہابیہ کا شعار ہے۔ ۴۲۹

وہابیہ کے نزدیک محبوبانِ خدا مر کر مٹی میں مل جاتے
ہیں اور بالکل بے حس و بے شعور ہو جاتے ہیں۔ ۴۳۱

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے گنگوہی صاحب
کے فتوٰی کا دس وجہوں سے رَد۔ ۴۶۳

گنگوہی صاحب کی سخت نافہمی کہ متعلقہ روایتوں
کو بے علاقہ بتایا۔ ۴۶۸

گنگوہی صاحب پر گرفت۔ ۴۶۹

اپنے خود ساختہ متبوع کی خاطر حق سے صریح اعراض
دیوبندیوں کا طریقہ ہے۔ ۴۹۹

اسمٰعیل دہلوی کی عبارت پر علماءِ دیوبند کا
فتوٰئ کفر اور عبارت کے مصنف کا نام معلوم
ہونے پر خاموشی۔ ۴۹۹

علماءِ دیوبند اپنے فتووں میں اسماعیل دہلوی کو
ملحد و زندیق لکھنے کے باوجود اپنا امام مانتے ہیں۔ ۵۰۰

تحذیر الناس نے نئی نبوّت کا سکہ جمایا اور شریعتِ
مصطفویہ کو منسوخ کر دیا۔ ۵۰۱

مزارات پر شمع جلانے کی ممانعت سے متعلق حوالہ جات
غلط ہیں۔ ۵۰۱

منکرینِ ایصالِ ثواب دراصل معتزلہ کی وکالت
کرتے ہیں۔ ۵۷۰

امامِ منکرین مولوی محمد اسحٰق کی تلوّن مزاجی اور خود
منکرین کے خلاف گواہی۔ ۵۷۳

اکابرِ منکرین کی شہادت سے اثباتِ مطلب، اور
گیارہ اقوال سے گیارھویں اور فاتحہ کا ثبوت۔ ۵۷۳

صاحبِ براہینِ قاطعہ نے وسعتِ علمِ رسول صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم پر دال صحیح احادیث کو مردود ٹھہرایا
اور وہیں اُسی منہ تنقیصِ علمِ غیب پر ایک بے اصل
اور بے سند حکایت سے سند لایا۔ ۶۵۵

marfat.com

مومنوں کی قبروں کو توڑ کر رہائش کے لیے مکان بنانا اہلِ قبور کے لیے ایذاء و اہانت ہے۔ ۴۳۱

قبر پر رہائشی مکان بنانا یا قبر پر بیٹھنا یا سونا، اس کے قریب بول و براز کرنا اشد مکروہ قریب بہ حرام ہیں۔ ۴۳۶

قبر میں میّت گل کر مٹی بھی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے۔ ۴۳۷

پُرانی قبروں کو کھود کر ان میں دوسرے اموات دفن کرنا ضرورتِ شدیدہ کے باعث جائز ہے۔ ۴۳۸

قبرستان سے سبز گھاس کاٹنا ناجائز اور خشک گھاس کاٹنا جائز ہے۔ ۴۴۳

قبرستان میں جانوروں کو چرنے کے لیے چھوڑنا ممنوع ہے۔ ۴۴۳

زیارتِ قبور مستحب ہے۔ ۴۵۰

مزارات پر لوبان وغیرہ سُلگانا۔ ۴۸۲

مصحف شریف کو مطلّاً و مذہّب کرنا جائز و دلیلِ تعظیم ہے۔ ۴۹۲

اولیاء و علماء کے مزارات پر عمارتیں بنانا مباح ہے۔ ۴۹۴

ائمۂ دین نے عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیا حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اجازت دی تھی۔ ۴۹۵

ائمۂ دین نے نظر بحالِ زمانہ جو حکم فرمایا اسے مخالفِ حدیث کہنے والا احمق و کج فہم ہے۔ ۴۹۵

تازہ تعظیمیں جو سلف صالحین کے وقت میں مکروہ تھیں اب حالاتِ زمانہ کے پیشِ نظر علماء نے ان کی اجازت دی ہے۔ ۴۹۵

نماز میں حجرۂ مطہرۂ مزارِ اطہر کو پیٹھ نہ کی جائے۔ ۵۱۷

خاص لحد میں پکّی اینٹیں لگانا ممنوع ہے ورنہ بالائے قبر اس میں حرج نہیں۔ ۵۱۸

تعظیمِ قبر سے جُدا ہو کر تعظیمِ رُوحِ کریم کی برکت لینا سُنّتِ صحابہ ہے۔ ۵۲۱

اللہ تعالیٰ کی نذر سے اغنیاء کے لیے کھانا جائز نہیں۔ ۵۷۵

اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی گئی ہو تو اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں۔ ۵۷۵

عوام جُہلاء نے ایصالِ ثواب کے بارے میں جو ناپسندیدہ امور پیدا کر رکھے ہیں مثلاً دکھاوا، چرچا، تفاخر، مالداروں کو جمع کرنا اور فقراء کو منع کرنا وغیرہ سب ممنوع و مکروہ ہیں۔ ۵۹۲

کسی مستحسن عمل میں اگر کوئی خرابی پیدا کرے تو علماء کو وہ خرابی ختم کرانی چاہیے نہ کہ چرب زبانی سے کام لے کر اصل عمل بند کرا دیں۔ ۵۹۲

اگر کوئی نماز بلا تعدیلِ ارکان ادا کرے تو اُس کو اس کی کوتاہی سے روکا جائے گا نہ کہ نماز ہی سے منع کر دیا جائے گا۔ ۵۹۲

مزارات پر شامیانہ لگانا، چراغ جلانا، شیرینی وغیرہ پر فاتحہ دینا اور عشرۂ محرم میں شربت پلانا۔ ۵۹۸

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا شربت کرنا اور پینا۔ ۶۰۱

چٹکی کے طور پر نکالے ہوئے آٹے سے

marfat.com

صاحبِ تفہیم المسائل کی کج فہمی اور جہل اقبح ۔ ۹۳۰
وہابیہ کا معتزلہ کے فرقہ صالحیہ سے اتحاد ۔ ۹۳۱
باوصف موت ادراکات امور برزخیہ سمع و بصرو علم وغیرہ کو باقی ماننا مذہب صالحیہ ہے ۔ ۹۳۱
صاحبِ تفہیم المسائل نے اپنے پاؤں میں خود تیشہ زنی کی ۔ ۹۳۲
صاحبِ تفہیم المسائل کا خذلان وخسران ۔ ۹۳۴

حظر و اباحت

نصرانی کے ملازم اور اس کا جوٹھا کھانیوالے کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اگرچہ اس کا جوٹھا کھانا شنیع بد ہے ۔ ۱۶۹
نصارٰی کے ساتھ رہنے سے کوئی کافر نہیں ہوتا اس کے مرنے پر کفن دفن اور نمازِ جنازہ لازم ہے ۔ ۱۷۰
ائمہ اہلسنّت وجماعت کا اجماع ہے کہ اموات مسلمین کے لیے دعا محبوب اور شرعاً مطلوب ہے ۔ ۲۴۰
قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا سنّت ہے ۔ ۲۴۵
نماز کے علاوہ کسی دعائے طویل کی غرض سے تجہیزِ جنازہ کو درنگ وتعویق میں ڈالنا شرعاً پسندیدہ نہیں ۔ ۲۴۷
جنازے پر تکثیرِ جماعت قطعاً مطلوب ہے مگر اس کے لیے تاخیر محبوب نہیں ۔ ۲۴۷
شرعِ مطہر میں تعجیل تجہیز بتاکید تمام مطلوب ہے ۔ ۲۴۷
ایک نماز دوسری نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ کچھ گفتگو کرلو یا اس جگہ سے ہٹ جاؤ ۔ ۲۴۹
فاتحہ ودعا برائے میّت دفن سے پہلے جائز ہے ۔ ۲۵۵
نمازِ جنازہ کی تکرار ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے ۔ ۲۷۰
نمازِ جنازہ بطور نفل پڑھنی مشروع نہیں ۔ ۲۷۰
نمازِ جنازہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھ لی تو دوبارہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھنی مکروہ ہے ۔ ۲۷۸
تین چیزوں میں دیر نہ کرو: (۱) نماز جب اس کا وقت آجائے (۲) جنازہ جس وقت حاضر ہو۔ (۳) زنِ بے شوہر جب اس کا کفو ملے ۔ ۳۰۹
جلدی کرو کہ مسلمان کے مُردے کو روکنا نہ چاہیے ۳۰۹
جب تم میں سے کوئی مرے اُسے نہ روکو اور جلدی دفن کو لے جاؤ ۔ ۳۱۰
علماء فرماتے ہیں اگر روزِ جمعہ پیش از جمعہ جنازہ تیار ہوجائے تو جماعت کثیرہ کے انتظار میں دیر نہ کریں پہلے ہی دفن کردیں ۔ ۳۱۰
ہمارے نزدیک غائب اور عضو پر نماز صحیح نہیں اور شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی ۔ ۳۴۴
عالم کی لغزش سے بچو اور اس کے رجوع کا انتظار رکھو ۔ ۳۶۶
مزاروں کے قریب زائروں کے لیے عمارتیں بنانا ۔ ۴۱۳
پختہ قبریں بنانا ۔ ۴۲۰
قبر اوپر سے پختہ ہوسکتی ہے اندر سے نہیں ۔ ۴۲۵
فرضی قبریں بنانا اور اُن پر عرس کرنا ۴۲۵
قبورِ مومنین کو توڑ کر اپنی رہائش و آسائش کیلئے مکان بنانا جائز نہیں ۔ ۴۳۱

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب الجنائز

مسئلہ از جس پور، محلہ پہاڑ گنج چوکڑی توپ خانہ، متصل سورج پول، مرسلہ حکیم اللہ بخش، ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

(۱) جس وقت آدمی علیل ناقابلِ صحت مثلاً مدقوق ہو جائے، اُمید زِلیست نہ رہے تو اس کو شرعاً کیا کرنا چاہیے؟ اور عزیز و اقارب کو کیا کرنا چاہیے؟

(۲) جنازے اٹھانے میں کس طرف سے سبقت کی جائے؟

الجواب

آدمی ہر وقت موت کے قبضہ میں ہے، مدقوق اچھا ہو جاتا ہے اور وُہ جو اس کے تیمار میں دوڑتا تھا اُس سے پہلے چل دیتا ہے، ہر وقت وصیت تیار رہنی چاہیے جس میں اپنے پسماندوں کو توحیدِ الٰہی عزوجل رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و استقامت عقائدِ اہلسنت و اتباعِ شریعت و اصلاحِ ذات بین و وحدت و قربِ اولیاء، و دوری و تنفر از کفار و ضلال و فسق کی ہدایت ہو اور بعد کو کچھ ترکہ چھوڑے تو اُس کا شرعی کافی انتظام جس میں نزاع نہ رہے اور اپنی تجہیز و تکفین میں اتباعِ سنت کی ہدایت، اور ان پر لازم ہے کہ اس پر عمل کریں۔ اور سب سے پہلے خود اپنی اصلاح، گناہوں سے توبہ، اللہ و رسول کی طرف رجوع، موت کا خوشی کے ساتھ انتظار کرنا کہ آتے وقت ناگواری نہ ہو، اس وقت کی ناگواری معاذ اللہ بہت سخت ہے، عیاذاً باللہ اس میں سوءِ خاتمہ کا

marfat.com

گیارھویں شریف کرنا۔ ۶۰۶
حضرت خاتونِ جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا جہالت ہے۔ ۶۱۱
آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ایصالِ ثواب کرنا۔ ۶۱۱
میت کے ساتھ کھانا لے جانا، قبر پر گلاب چھڑکنا اور قبر سے چالیس قدم ہٹ کر دُعا کرنا۔ ۶۱۳
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایصالِ ثواب کرنے میں دوسروں کو شامل کرنا۔ ۶۲۱
مصیبت کے لیے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی امرِ ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ ۶۶۳
ناموری اور دکھاوے کے کاموں سے احتراز کیا جائے۔ ۶۶۳
عورتیں اہلِ میت کے ہاں جمع ہوکر افعالِ منکرہ کرتی ہیں جو نیاحت میں داخل ہیں اور نیاحت حرام ہے۔ ۶۶۵
قبروں پر گلاب وغیرہ کے پھول ڈالنا خوب ہے۔ ۷۶۰
شاگرد استاذ سے سبق پڑھتے وقت اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم نہ پڑھے۔ ۷۸۷
مقبروں سے درخت اور گیاہِ سبز کاٹنا مکروہ ہے۔ ۸۹۱
مقابر پر پیشاب کرنے سے مردوں کو ایذا ہوتی ہے ۸۹۲

متفرقات

امام ابنِ حامد سے منقول حکایت پر بحث کہ انھوں نے فرمایا دُعا بعد نمازِ جنازہ مکروہ ہے۔ ۲۵۱
صلوٰۃ علیٰ فلان بمعنی دعا نصوصِ شرعیہ میں شائع و ذائع ہے۔ ۲۸۱
ایک قیراط کوہِ اُحد سے بڑا ہے۔ ۳۱۲
امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ جنازہ متعدد بار ہونے کی توجیہ۔ ۳۴۰
نجاشی، معٰویہ لیثی اور شہدائے موتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر غائبانہ نماز کی توجیہ۔ ۳۴۶
"موسیٰ بدین خود وعیسےٰ بدین خود" کی تمثیل پر زجر و توبیخ اور توبہ کی تلقین۔ ۵۲۲
ہر بعد والا سال پہلے سے بدتر ہے۔ ۵۴۹
وقت مقرر کرنا دو قسم پر ہے (۱) شرعی (۲) عادی ۵۸۰
المعروف کالمشروط کا مطلب۔ ۶۴۶
معصیت میں قطعی اور غیر قطعی کا فرق نہیں ہوتا۔ ۶۴۶
دنیا کافر کی بہشت اور مومن کا قید خانہ ہے۔ ۶۵۱
دنیا کو برزخ سے وہی نسبت ہے جو رحمِ مادر کو دنیا سے، پھر برزخ کو آخرت سے وہی نسبت ہے جو دنیا کو برزخ سے ہے۔ ۷۰۷
جبریل علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں۔ ۸۲۹
نیند موت کی چھوٹی بہن ہے۔ ۸۴۵
سمع و بصر کے تین معنی ہیں۔ ۸۵۴
اکثر ہوتا ہے کہ بھولنے والے بھولنے والوں کی پیروی کرلیتے ہیں۔ ۹۲۳
موت کا ادنیٰ جھٹکا تین سو ضربِ شمشیر کے برابر ہے۔ ۹۳۴
ملک الموت کو دیکھنا ہزار تلوار کے صدمے سے بڑھ کر ہے۔ ۹۳۵

marfat.com

جس کا پچھلا کلام لا الٰہ الا اللہ ہو تو وہ جنت میں گیا، یہاں بھی محمد رسول اللہ نہیں فرمایا، تو اگر لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کا لفظ بڑھایا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہونے کے سبب بُرا اور منع ہو۔ المجیب عبدالحکیم صادق پوری۔

اس کے رد میں مولٰنا عبدالواحد صاحب مجددی رام پوری کا رسالہ "وثیقہ بہشت" اس کے ساتھ تھا، تحریر فقیر بر "وثیقہ بہشت":

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ اللھم لک الحمد۔ اللہ عزّوجل خیر کے ساتھ شہادتین پر موت نصیب کرے۔ وقتِ مرگ بھی پُورا کلمہ طیبہ پڑھنا چاہئے، جو اسے منع کرتا ہے مسلمان اس کے اغوا و اضلال پر کان نہ رکھیں کہ وہ شیطان کی اعانت چاہتا ہے۔ امام ابن الحاج مکی قدس سرہ الملکی مدخل میں فرماتے ہیں کہ دمِ نزع دو شیطان آدمی کے دونوں پہلو پر آکر بیٹھتے ہیں ایک اُس کے باپ کی شکل بن کر دوسرا ماں کی۔ ایک کہتا ہے وہ شخص یہودی ہو کر مرا تو یہودی ہو جا کہ یہود وہاں بڑے چین سے ہیں۔ دوسرا کہتا ہے وہ شخص نصرانی گیا تو نصرانی ہو جا کہ نصارٰی وہاں بڑے آرام سے ہیں[1]۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ شیطان کے اغوا کے بچانے کے لئے محتضر کو تلقینِ کلمہ کا حکم ہوا۔ ظاہر ہے کہ صرف لا الٰہ الا اللہ اُس کے اغوا کا جواب نہیں، لا الٰہ الا اللہ تو یہود و نصارٰی بھی مانتے ہیں، ہاں وہ کہ جس سے اس ملعون کے فتنے مٹتے ہیں محمد رسول اللہ کا ذکر کریم ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یہی اس کے ذریات کے بھی دل میں چبھتا جگر میں زخم ڈالتا ہے، مسلمان ہرگز ہرگز اسے نہ چھوڑیں اور جو منع کرے اُس سے اتنا کہہ دیں کہ "گر بتو حرام است حرامت بادا" (اگر یہ تجھ پر حرام ہے تو حرام رہے۔ت) مجمع بحار الانوار میں ہے:

سبب التلقین انه یحضر الشیطان لیفسد عقده، والمراد بلا الٰه الا الله الشھادتان[2]

تلقین کا سبب یہ ہے کہ اُس وقت شیطان آدمی کا ایمان بگاڑنے آتا ہے، اور لا الٰہ الا اللہ سے پُورا کلمہ طیبہ مراد ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

المقصود منه التذکیر فی وقت تعرض الشیطان[3]

تلقین سے مقصود تعرض شیطان کے وقت ایمان کا یاد دلانا ہے۔

---

[1] المدخل لابن الحاج فتنۃ المحتضر مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۳/۲۴۱
[2] مجمع بحار الانوار تحت لفظ "لقن" نولکشور لکھنؤ ۳/۲۶۲
[3] فتح القدیر باب الجنائز " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۶۸

marfat.com

خوف ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ[1]

جو اللہ سے ملنا پسند کرے گا اللہ اس کا ملنا پسند فرمائیگا اور جو اللہ سے ملنے کو مکروہ رکھے گا اللہ اس کا ملنا مکروہ رکھے گا۔

صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم میں کون ایسا ہے کہ موت کو مکروہ نہ رکھے۔ فرمایا: یہ مراد نہیں بلکہ جس وقت دم سینہ پر آئے اُس وقت کا اعتبار ہے اُس وقت جو اللہ سے ملنے کو پسند رکھے گا اللہ تعالٰی اُس سے ملنے کو دوست رکھے گا۔ اور ناپسند تو ناپسند اپنے ذمہ نماز یا روزہ یا زکوٰۃ جو کچھ باقی ہو فوراً بقدرِ قدرت اس کی ادا میں مشغول ہو حج نہ کیا ہو اور فرض تھا تو دیر نہ لگائے۔ بوجہ مرض طاقت نہ رہی تو حج بدل کرا دے اگر اخیر دم تک طاقت نہ پائے گا ادا ہو جائے گا ورنہ جب قوت پائے خود ادا کرے۔ حقوق العباد جس قدر ہوں جو ادا کرنے کے ہیں ادا کرے۔ جو معافی چاہنے کے ہیں معافی چاہے اور اس میں اصلاً تاخیر کو کام میں نہ لائے کہ یہ شہادت سے بھی معاف نہیں ہوتے معافی چاہنے میں کتنی ہی تواضع کرنی پڑے اُس میں اپنی کسرِ شان نہ سمجھے اس میں ذلت نہیں، ذلت اس میں ہے کہ جس روز بارگاہِ عزت میں حاضر ہو اس طور پر کہ اُس کا حق دبایا ہے۔ اسے بُرا کہا ہے، اُس کی غیبت کی ہے۔ اسے مارا ہے، اور وہ حقدار اسے لپٹیں، اُس کی نیکیاں اُن کو دی جائیں، اُن کے گناہ اُس پر رکھے جائیں اور جہنم میں پھینک دیا جائے والعیاذ باللہ تعالٰی، جب تک زیست ہے آیات واحادیثِ خوف کے ترجمے اکثر سُنا اور دیکھا کرے، اور جب وقت برابر آجائے اُسے آیات واحادیثِ رحمت مع ترجمے کے سُنائیں کہ جانے کہ کس کے پاس جا رہا ہوں تاکہ اپنے رب کے ساتھ نیک گمان کرتا اُٹھے رزقنا اللہ تعالٰی بجاہ حبیبہ الاکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اللہ تعالٰی اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طفیل اسے نصیب کرے۔ ت) واللہ اعلم

(۲) جنازہ کو یوں لے چلیں کہ سرہانا آگے کی جانب ہو اور پہلے سرہانے کا دہنا پایہ اپنے دہنے شانے پر لے پھر پائنتی کا دہنا پھر سرہانے کا بایاں پھر پائنتی کا بایاں، اور ہر بار کم از کم دس دس قدم چلے، یہ ایک دَور ہوا۔ اس پر چالیس گناہ کبیرہ معاف ہونے کی بشارت ہے، حسبِ طاقت وحالت جتنے دَورے ممکن ہو کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲: ازپٹنہ ڈاکخانہ گلزاری باغ محلہ ترپولیہ متصل ہسپتال زنانہ، مرسلہ باقر علی حکاک۔ ۹ رجب ۱۳۲۹ھ

مع فتوائے عبدالحکیم پٹنوی کہ وقتِ مرگ صرف لا الٰہ الا اللہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو محمد رسول اللہ ملانے کو نہیں فرمایا اور فرمایا

[1] صحیح بخاری باب من احب لقاء اللہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳
صحیح مسلم " " " نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۴۳

مجمع الانہر میں ہے :

(ویلقن الشهادة) فیجب علی اخوانه واصدقائه ان یقولوا عنده کلمتی الشهادة قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کان اٰخر کلامه لا الٰه الا الله دخل الجنة۔[1]

میّت کو شہادت سکھائیں اس حکم سے اُس کے عزیزوں دوستوں پر واجب (نہایت مؤکد) ہے کہ دونوں شہادتیں اس کے پاس پڑھیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کا اخیر کلام لا الٰہ الا اللہ ہو وہ جنت میں جائے۔

بحرالرائق میں ہے :

(لقن الشهادة) بان یقال عنده لا الٰه الا الله محمد رسول الله۔[2]

میّت کو شہادت کی تلقین کریں یُوں کہ اُس کے پاس لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیں۔

شرح الکنز للملّا مسکین میں ہے :

(لقن المحتضر (الشهادة) وهی ان یقول اشهد ان لا الٰه الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله۔[3]

دمِ نزع شہادت کی تلقین کریں اور شہادت یہ ہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ کہیں۔

کافی شرح وافی میں ہے :

لقن الشهادة ای قول اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله لقوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقنوا موتاکم شهادة ان لا اله الا الله۔[4]

شہادت کی تلقین کریں اور شہادت یہ ہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہ، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میّت کو تلقینِ شہادت کا حکم فرمایا ہے۔

جامع الرموز میں ہے :

اشار فی الکافی والمضمرات الی ان المراد

کافی و مضمرات میں اشارہ فرمایا کہ شہادت سے مراد

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۷۹

[2] بحرالرائق کتاب الجنائز " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۷۰

[3] شرح الکنز لملّا مسکین علی حاشیۃ فتح المعین باب الجنائز " " " " ۱/ ۳۴۲

[4] کافی شرح وافی

اسی طرح تبیین الحقائق اور فتح اللہ المبین وغیرہ میں ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں علامہ میرک سے ہے:

من کان اٰخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ المراد مع قرینتہ فانہ بمنزلۃ علم لکلمۃ الایمان[1]

حدیث میں جو فرمایا کہ جس کا پچھلا کلام لا الٰہ الا اللہ ہو اُس سے مراد پورا کلمہ طیبہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ گویا اس کلمۂ ایمان کا نام ہے۔

دُرر غرر میں ہے:

یلقن بذکر شہادتین عندہ لان الاولی لا تقبل بدون الثانیۃ[2]

کلمہ طیبہ کے دونوں جزئیت کو تلقین کئے جائیں اس لئے کہ لا الٰہ الا اللہ بے محمد رسول اللہ کے مقبول نہیں۔

غنیہ ذوی الاحکام میں اس پر تقریر فرمائی، تنویر الابصار میں ہے: یلقن بذکر الشہادتین[3] دونوں شہادتیں تلقین کی جائیں۔

دُرِمختار میں ہے:

لان الاولی لا تقبل بدون الثانیۃ[4] کہ پہلی بے دوسری کے مقبول نہیں۔

مختصر القدوری میں ہے: لقن الشہادتین[5] پورا کلمہ سکھایا جائے۔

جوہرہ نیرہ میں ہے:

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقنوا موتاکم شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وھو صورۃ التلقین ان یقال عندہ فی حالۃ النزع جھراً وھو یسمع اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ[6]

اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اموات کو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت یاد دلاؤ اور اس یاد دلانے کی صورت یہ ہے کہ اس کی نزع میں اس کے پاس ایسی آواز سے کہ وہ سنے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ پڑھیں۔

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ	باب مایقال عند من حضرۃ الموت فصل ثانی	مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان	۴/ ۱۵
[2] درر شرح غرر ملّا خسرو	باب الجنائز	مطبوعہ مطبعۃ احمد کامل الکائنہ فی دار السعادت بیروت	۱/ ۱۶۰
[3] تنویر الابصار متن الدر المختار	باب صلوٰۃ الجنائز	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۱۹
[4] درمختار شرح تنویر الابصار	″	″	″
[5] المختصر للقدوری	باب الجنائز	″ مطبع مجیدی کانپور بھارت	ص ۴۴
[6] جوہرہ نیرہ	″	″ مکتبہ امدادیہ ملتان	۱/ ۱۲۳

بدون الثانية تبعا لابن الحجر المکی من متاخری الشافعية ان الکلام فی المسلم اقول انه مسلم ولا تطلب منه انشاء ایمان لم یکن بل تذکیر ما کان وحفظه عن افساد الشیطان وتلک الشهادتان یجب ان تصان لان الاولیٰ لا تقبل بدون الثانية قال الشافعی قلت وقد یشیر الیه ای الی الافراد تعبیر الهداية والوقاية والنقاية والکنز بتلقين الشهادة اھ[1] اقول الشهادة اسم جنس فیشمل الشهادتین الا تری الی الامام النسفی صاحب الکنز عبر فی اصله الوافی بما عبر فیه ثم فسره فی شرحه الکافی بالشهادتین وکذلک فی البحر الرائق والمضمرات وجامع الرموز ومجمع الانهر وللملا مسکین کما سمعت ومن الدلیل علیه ان نقل فی الهداية نظم القدوری وقد ثنی فعلم ان المفرد فیه کالمثنی۔

کی گئی ہے کہ "لا الٰہ الا اللہ" بے "محمد رسول اللہ" کے مقبول نہیں" اس کا شافعی متاخر عالم ابنِ حجر مکی کی تبعیت میں جواب دیا کہ "کلام مسلمانوں کے بارے میں ہے۔

اقول ہمیں تسلیم ہے کہ وہ مسلمان ہے اور اس سے یہ مطالبہ نہیں کہ تیرے پاس ایمان نہ تھا، تو ایمان لا، بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ اس کے پاس جو ہے اسی کی یاد دہانی کی جائے اور اسے شیطان کی فساد کاری سے بچایا جائے اور دونوں شہادتوں کا تحفظ ضروری ہے اس لئے کہ پہلی، دوسری کے بغیر مقبول نہیں۔

ابنِ حجر شافعی کہتے ہیں: میں کہتا ہوں ہدایہ، وقایہ، نقایہ اور کنز الدقائق میں "تلقین" شہادت" کے الفاظ ہیں "شہادتین" نہیں۔ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ ایک ہی شہادت سے کام ہو جائے گا۔

اقول لفظِ شہادۃ اسمِ جنس ہے اس لئے یہ شہادتین کو بھی شامل ہے۔ دیکھئے کنز الدقائق کے مصنف امام نسفی نے جس طرح کنز میں شہادۃ بلفظ مفرد لکھا اسی طرح اس کی اصل "وافی" میں بھی لکھا مگر اس کی شرح "کافی" میں اس کی تفسیر "شہادتین" سے فرمائی۔ اسی طرح البحر الرائق، مضمرات، جامع الرموز، مجمع الانہر، اور شرح ملّا مسکین میں بھی شہادت کی تفسیر میں پورا کلمہ ذکر ہوا جیسا کہ ان سب کی عبارتیں گزریں —— اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ہدایہ میں قدوری ہی کی عبارت نقل ہوئی ہے، قدوری میں "شہادتین" تھا۔ ہدایہ میں "شہادۃ" رکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ اس میں مفرد بھی تثنیہ (دو) ہی کا معنی رکھتا ہے۔

---

[1] ردالمحتار بحوالہ ابن حجر الشافعی باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۰

من الشهادة " اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه واشهد ان محمدا عبدهٗ ورسوله "۔[1]

پورا کلمۂ شہادت ہے۔

حلیہ امام ابن امیر الحاج میں ہے:

ولقن شهادة ان لا الٰه الا اللّٰه وان محمدا رسول اللّٰه بان یقال عنده وهو یسمع ولا یقال له قل واذا قالهما لا یلح علیه بتکریرهما اذا لم یخض فی کلام اٰخر لمخافة تبرمه[2]

میت کو لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کی تلقین کریں یُوں کہ خود اس کے پاس پڑھیں کہ وُہ سُن کر پڑھے اور یُوں نہ کہیں کہ کہہ، اور جب وہ دونوں جُز کلمہ کے کہہ لے تو اُس سے دوبارہ کہنے کا اصرار نہ کریں کہ کہیں اکتا نہ جائے، ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی اور بات اس نے کی تو پھر تلقین کریں کہ آخر کلام لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ہو۔

مستصفی میں ہے:

لقن الشهادتین لا الٰه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه[3]

دونوں شہادتیں تلقین کی جائیں لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ، صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

لقنوا موتاکم لا الٰه الا اللّٰه تلقین کنید مردہائے خود را یعنی آنہا کہ نزدیک بمردن رسیدہ اند کلمۂ طیبہ را۔[4]

اپنے مُردوں کو جو مرنے کے قریب پہنچ گئے انھیں کلمہ طیبہ یاد دلاؤ۔ (ت)

غرض نقل مستفیض سے ہے، اور مسئلہ واضح اور اسلامی نگاہ میں شیطانی قول خود اپنے قائل کا فاضح، ہاں بعض متاخرین شافعیہ نے یہ کہا کہ صرف لا الٰہ الا اللّٰہ کہنے پر ثواب موعود مل جائے گا، معاذ اللّٰہ وہ بھی نہیں کہتے کہ مرتے وقت محمد رسول اللّٰہ کہنا منع ہے یہ ممانعت محض مردود ومطرود وخلافِ اجماع ہے۔

فالعلامة الشرنبلالی من متاخری علمائنا مع تقریرہ الدرر علی ما قد مناہ اجاب عن تعلیلها ان الاولی لا تقبل

ہمارے علمائے متاخرین میں سے علامہ شرنبلالی نے دُرر میں مذکورہ حکم ــــ دونوں شہادتوں کی تلقین ــــ کو توبرقرار رکھا مگر اس میں حکم کی جو علّت ذکر

---

[1] جامع الرموز فصل الجنائز مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۷۸

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] رد المحتار بحوالہ المستصفی باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۲۷

[4] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب ما یقال عند من حضرہ الموت " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۶۰

marfat.com

التمسك باذياله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذهو صلی الله تعالیٰ علیه وسلم باب الله الاعظم الذی لاینال کل خیر دنیا واخری الا بالتعلق به صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فمن غفل عن ذکره صلی الله علیه وسلم والتمسك به صلی الله علیه وسلم لم ینل مقصوده وکان مرمیا به فی سجن القطعیة محروما به من خیر الدنیا والاٰخرة وسیدنا محمد لهو دلیل الخلق الی الله تعالیٰ فکیف یصل الی الله تعالے من غفل عن دلیله وقد قال بعض من طبع الله علیٰ قلبه ممن یعاطی التصوف ولیس هو من اهله مقالة قریبة من الکفر او هی الکفر بعینه ان الاکثار من ذکر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حجاب عن الله تعالےٰ و سبك بعض الضالین مثل هذه العبارة فقال اذا افرد التهلیل عن اثبات الرسالة کان ابلغ واسرع فی تاثیر معنی التوحید واحتج لضلاله وتسویل شیطانه بان قال للتهلیل معنی وللاثبات الرسالة معنی واذا اختلف المعانی علی الباطن ضعف التاثیر وبعدت الثمرة

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامنِ پاک سے وابستگی بھی رکھے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدائے برتر کے عظیم ترین باب اور ذریعہ ہیں کہ دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی ان سے وابستگی کے بغیر دستیاب نہ ہوگی ۔ اس لئے جو سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر پاک اور حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا دامن تھامنے سے غافل ہوا وہ نامراد رہا اور اُسے دنیا و آخرت کی بھلائی سے محروم کر کے بے تعلقی کے قیدخانے میں ڈال دیا گیا ـــ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی تو خدائے برتر کی جانب مخلوق کے رہبر ہیں، جو اپنے رہبر ہی سے غافل ہو اسے خدائے تعالیٰ تک رسائی کیسے حاصل ہوگی !

ایک ایسے شخص نے ـــ جس کے دل پر خدا نے مُہر کر دی ہے، جو تصوف کا شغل رکھتا ہے حالانکہ وہ اہلِ تصوّف سے نہیں ـــ کفر سے قریب یا بعینہٖ کفر کی بات کہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زیادہ ذکر کرنا خدائے تعالیٰ سے حجاب بن جاتا ہے ـــ اور ایک گُم راہ نے اسی طرح کی بات تراشتے ہُوئے کہا ہے کہ صرف لا الہ الا اللہ کہا جائے اور محمد رسول اللہ نہ کہا جائے تو یہ معنی توحید کی تاثیر میں زیادہ بلیغ اور زیادہ تیز ہوتا ہے ـــ وہ اپنی اس گمراہی اور شیطان کی ملمع کاری پر یوں استدلال کرتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کا معنی اور ہے محمد رسول اللہ کا معنی اور ـ جب باطن پر مختلف معانی کا ورود ہوتا ہے تو تاثیر کمزور ہو جاتی ہے اور ثمرہ

marfat.com

یہاں علامہ محقق محمد سنوسی پھر علامہ ابراہیم بیجوری رحمہما اللہ تعالیٰ کا ایک نفیس وجلیل کلام قابلِ حفظ ہے۔ علامہ باجوری شرح رسالۂ فضالیہ میں فرماتے ہیں:

اعلم انه لابد بعد قول الذاكر لا اله الا الله ان يقول محمد رسول الله لاجل ان يحفظ بذلك ما يحصل له من نور التوحيد[1] وعبارة السنوسی من شرح الصغری مصرحة بذلك حيث قال، ولما ابتهج قلبه بنور الحقيقة وكان الانتفاع بها موقوفا على القيام برسوم الشريعة، وذلك لا يكون الا بالادمان على ذكر صاحبها المبلغ لها عن الله تعالى سيدنا محمد صلى الله تعالى عليه وسلم احتاج الذاكر بعد كلمة التوحيد الدالة على الحقيقة باثبات رسالة سيدنا محمد صلى الله تعالى عليه وسلم ليحفظ نور توحيده بادخاله في منيع حرز الشريعة فلهذا يقول الذاكر لا اله الا الله محمد رسول الله وهكذا ينبغي في كل ذكر من اذكار الله تعالى ان لا يغفل المؤمن فيه عن ذكر سيدنا محمد صلى الله تعالى عليه وسلم فاما ان يصلى عليه اثره او يقر برسالة مع الصلوة عليه صلى الله تعالى عليه وسلم وتعظيمه و

یہ ذہن نشین رہے کہ ذاکر جب لا الٰہ الا اللہ کہے تو اسے محمد رسول اللہ کہنا بھی ضروری ہے تاکہ اسے جو نورِ توحید حاصل ہوا وہ محفوظ ہو جائے۔ شرح صغریٰ میں علامہ سنوسی کی عبارت اس سلسلے میں صاف اور صریح ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں: لا الٰہ الا اللہ کہنے سے ذاکر کے دل میں نورِ حقیقت کی بہجت تو آ گئی مگر اس سے نفع یابی آدابِ شریعت کی بجا آوری پر موقوف ہے۔ اور اس ادب کی بجا آوری کی صورت یہی ہے کہ اس کلمہ والے آقا جو اسے خدائے برتر کے پاس سے لے کر تبلیغ فرمانے والے ہیں، سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ان کا ذکر پاک جاری رکھے۔ اس لئے حقیقت پر دلالت کرنے والے کلمۂ توحید کو کہہ لینے کے بعد ضرورت ہے کہ ذاکر ہمارے آقا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کا بھی اثبات کرے تاکہ شریعت کی مضبوط پناہ میں لا کر اپنے نورِ توحید کو محفوظ رکھ سکے۔ اسی لئے ذاکر کہتا ہے لا اله الا الله محمد رسول الله۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اذکار میں سے کسی بھی ذکر میں مومن کو سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ خدا کے ذکر کے بعد سرکار پر درود بھیجے، یا ان کی رسالت کا اقرار کرے ساتھ ہی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود کی ادائیگی، تعظیم کی بجا آوری، اور سرکار

[1] شرح رسالہ فضالیہ

marfat.com

مسئلہ ۴ ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کو نہلانے کے لئے جو تختے پر لٹائیں تو شرقاً غرباً لٹائیں کہ پاؤں قبلے کو ہوں، یا جنوباً شمالاً کہ دہنی کروٹ قبلہ کو ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سب طرح درست ہے، مذہب اصح میں اس باب میں کوئی تعیین وقید نہیں، جو صورت میسر ہو اُس پر عمل کریں۔

فی الھندیۃ عن الظہیریۃ کیفیۃ الوضع عند بعض اصحابنا الوضع طولا کما فی حالۃ المرض اذا اراد الصلوۃ بایماء، ومنھم من اختار الوضع کما یوضع فی القبر والاصح انما یوضع کما تیسر[1] اھ۔

ہندیہ میں ظہیریہ سے منقول ہے: ہمارے بعض علماء کے نزدیک لٹانے کی صورت یہ ہے کہ طول میں لٹایا جائے جیسے بیماری کی حالت میں جب اشارے سے نماز پڑھنا چاہے تو یہی صورت ہے اور بعض حضرات نے عرض میں لٹانا پسند کیا ہے جیسے قبر میں لٹایا جاتا ہے، اور اصح یہ ہے کہ جیسے میسر ہو لٹایا جائے اھ (ت)

اسی طرح بحرالرائق و درمختار وغیرہما میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵ ۴ صفر ۱۳۲۰ھ

کاٹنا مرد کے بال بعد مرنے کے، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ناجائز ہے،

فی الدر لایسرح شعرہ ای یکرہ تحریما ولا یقص ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن[2]، وفی ردالمحتار عن النھر

درمختار میں ہے: میت کے بالوں میں کنگھا نہ کیا جائے یعنی یہ مکروہِ تحریمی ہے، اور اس کے ناخن نہ تراشے جائیں مگر وہ جو ٹوٹا ہُوا ہے، نہ ہی بال تراشے جائیں

---

[1] فتاوی ہندیۃ الفصل الثانی فی الغسل من الجنائز مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۵۸

[2] درمختار باب صلوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰

قال و انما یحتاج الی وصل الذکرین عند الدخول فی الاسلام قال بعض الائمۃ الراسخین فی العلم رضی اللہ تعالٰی عنھم وھذا المقالۃ والعیاذ باللہ من الفتن التی لا مورد لھا الا النار ولا عقبی لھا سوی دار البوار وما ذلک الامکر واستدراج الٰی رفض الشریعۃ والانحلال من رقبتھا وتعطیل رسومھا ولو علم ھذا الضال ما تحت قول محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الاسرار التوحیدیۃ والحکم الالوھیۃ لانفشح عن ذلک العمی فاصاب الرمی[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

دُور جا پڑتا ہے —— توحید اور اثباتِ رسالت دونوں کو ملانے کی ضرورت صرف اُس وقت ہے جب اسلام میں داخل ہو رہا ہو۔

علم میں راسخ بعض ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنھم کا فرمان ہے کہ خدا کی پناہ! یہ کلام ان فتنوں سے ہے جن کا ٹھکانا صرف دوزخ ہے اور جن کا انجام صرف تباہی و بربادی ہے۔ یہ شریعت کو چھوڑنے، اس کا قلادہ گردن سے باہر پھینکنے، اور آدابِ شرع سے بے قیدی کی جانب شیطان کی مکّاری اور استدراج کے سوا کچھ بھی نہیں —— اگر اس گمراہ کو خبر ہوتی کہ کلمۂ "محمد رسول اللہ" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تحت توحید کے اسرار اور الوہیت کے رموزِ حکمت کیا کیا ہیں تو وُہ اس اندھے پن سے نکلتا اور گوہرِ مراد کو ہاتھ میں لیتا۔[1] واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳ (۱) میّت کے پاس زمین پر بیٹھنا افضل ہے، چارپائی پر کیا منع ہے؟

(۲) میّت والے کے یہاں کیا روٹی پکانا منع ہے؟

الجواب

(۱) کوئی ممانعت نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) موت کی پریشانی کے سبب وُہ لوگ پکاتے نہیں ہیں، پکانا کوئی شرعاً منع نہیں، یہ سنّت ہے کہ پہلے دن صرف گھر والوں کے لئے کھانا بھیجا جائے اور اُنھیں باصرار کھلایا جائے، نہ دُوسرے دن بھیجیں، نہ گھر سے زیادہ آدمیوں کے لئے بھیجیں، واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] شرح الصغرٰی للسنوسی

خامساً مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے لئے خصوصیت تھی اوروں کا قیاس اُن پر روا نہیں۔ ہمارے علماء جو شوہر کو غسلِ زوجہ سے منع فرماتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ بعد موت بسبب انعدام محل، ملک نکاح ختم ہوجاتی ہے، توشوہر اجنبی ہوگیا،

كما افاده ملك العلماء فى البدائع والمحقق حيث اطلق فى الفتح وغيرهما فى غيرهما.

جیساکہ ملک العلماء نے بدائع میں، محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور دوسرے حضرات نے دوسری کتابوں میں افادہ فرمایا۔ (ت)

مگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رشتہ ابد الآباد تک باقی ہے کہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔

فقد اخرج الحاكم وصححه والبيهقى عن ابن عمر والطبرانى فى الكبير عنه وعن ابن عباس وعن المسور رضى الله تعالىٰ عنهم عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم انه قال كل سبب ونسب منقطع يوم القيمة الا سببى ونسبى[1] واخرج البيهقى والدارقطنى بسند، قال ابن حجر المكى رجاله من اكابر اهل البيت فى حديث طويل فيه عن عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه انه سمع النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول كل صهر اوسبب اونسب ينقطع يوم القيمة الا صهرى وسببى ونسبى[2] وقد روى نحوه من حديث عبد الله بن زبير رضى الله تعالىٰ عنهما قال ابن حجر قال الذهبى واسناده صالح[3] اھ ونقل

حاکم بافادۂ تصحیح اور بیہقی حضرت ابن عمر سے راوی ہیں ــــ اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت مِسْوَر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے وُہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں۔ سرکار نے فرمایا: ہر رشتہ اور ہر نسب قیامت کے دن ٹوٹ جائے گا مگر میرا رشتہ اور نسب باقی رہے گا۔

بیہقی اور دارقطنی ایک طویل حدیث میں ــــ جس کی سند سے متعلق امام ابن حجر مکی نے فرمایا کہ اس کے رجال، اکابر اہل بیت سے ہیں ــــ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، ہر رشتۂ نکاح یا قرابت یا نسب قیامت کے دن منقطع ہوجائے گا مگر میرا رشتۂ نکاح و قرابت و نسب باقی رہے گا ــــ اسی کے ہم معنی حضرت عبداللہ بن زبیر

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کل نسب وسبب ینقطع الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۴۲

[2] درمنثور تحت فلا انساب بینہم مکتبۃ آیۃ اللہ العظمیٰ قم ایران ۵/ ۱۵

[3]

marfat.com

عن القنیۃ "التزیین بعد موتہا و الامتشاط و قطع الشعر لا یجوز"[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نہ ختنہ کیا جائے۔ ردالمحتار میں نہر سے، اس میں قنیہ سے منقول ہے: اس کے مرنے کے بعد زینت کرنا، کنگھا کرنا، بال کاٹنا ناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت مرجائے تو شوہر کو اسے غسل دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ناجائز ہے،

فی تنویر الابصار "یمنع زوجہا من غسلہا"[2] اھ

تنویر الابصار میں ہے: خاوند کو بیوی کے غسل سے منع کیا جائے گا اھ (ت)

اور وہ جو منقول ہوا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کو غسل دیا،

اوّلاً اس کی ایسی صحت ولیاقت حجیت محلِ نظر ہے۔

ثانیاً دوسری روایت یوں ہے کہ اس جناب کو حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ تعالٰی عنہا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دائی نے غسل دیا۔

ثالثاً بمعنی امر شائع،

یقال "قتل الامیر فلانا" و "قاتل الملک القوم الفلانی" و فی الحدیث "اذن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" ای امر بالتاذین۔

کہا جاتا ہے "امیر نے فلاں کو قتل کیا" — "بادشاہ نے فلاں قوم سے جنگ کی" — حدیث میں آیا: "نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اذان دی" یعنی اذان کا حکم دیا۔ (ت)

رابعاً اضافت فعل بسوئے مسبب غیر مستنکر اور حدیث علی ان وجوہ پر محمول کرنے سے تعارض مرتفع یعنی ام ایمن نے اپنے ہاتھوں سے نہلایا اور سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے حکم دیا یا اسباب غسل کو مہیا فرمایا۔

---

[1] ردالمحتار — باب صلٰوۃ الجنائز — مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر — ۱/۵۷۵

[2] تنویر الابصار متن الدرالمختار — " — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۲۰

ہے تو ہم لوگ بھی اپنی عورتوں کو غسل دیں تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

شوہر ولی نہیں، نہ حیات میں نہ بعد موت۔ نہ موتِ زوجہ سے نکاح قائم رہے۔ اور یہ کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور بالفرض ہو بھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاقے موت سے قطع نہیں ہوتے اور سب کے علاقے قطع ہوجاتے ہیں، یہ مضمون خود حدیث میں وارد ہے تو اوروں کو اُن پر قیاس جائز نہیں، مرد اپنی عورت مردہ کو غسل نہیں دے سکتا۔ کما فی الدر وعامۃ الاسفار (جیساکہ دُرمختار اور عامۂ کتب میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مرسلہ محمد اکرم حسین از ہردوئی بوساطت مولٰنا حامد حسین صاحب مدرس اوّل مدرسہ اہلسنت ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب نے روبرو یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر کسی شخص کی عورت یا عورت کے شوہر کا انتقال ہوجائے تو شوہر عورت کو اور عورت شوہر کو غسل نہیں دے سکتی ہیں، غسل کیا معنی بلکہ چھو نہیں سکتے ہیں خواہ غسل دینے والے موجود ہوں یا نہ ہوں، کیونکہ نکاح دنیا تک ہے جب دو میں سے کسی کا انتقال ہوگیا نکاح فسخ ہوگیا۔ جب نکاح فسخ ہوگیا تو عورت مرد کو اور مرد عورت کو نہیں چھو سکتا ہے۔ اُس پر چھونا حرام ہوگیا، آیا ایسا ہوسکتا ہے؟ مکلف ہوں کہ بہت جلد جواب سے سرفراز فرمایا جاؤں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ مسئلہ مرد کے بارہ میں صحیح ہے کہ وہ بعد وفاتِ زن اُسے غسل نہیں دے سکتا، نہ اُس کے بدن کو ہاتھ لگا سکتا ہے کہ موت سے عورت اصلاً محلِ نکاح نہ رہی۔ چھونے کا جواز صرف بربنائے نکاح تھا ورنہ زن وشوہر اصل میں اجنبی محض ہوتے ہیں اب کہ نکاح زائل ہوگیا، چھونے کا جواز بھی جاتا رہا۔ اور عورت کے بارے میں بھی صحیح ہے اُس حالت میں کہ وقتِ غسل عورت زوجیتِ زوج میں نہ ہو۔ مثلاً مرد نے طلاق بائن دے دی تھی یا بعد وفاتِ شوہر عدت گزر گئی مثلاً عورت حاملہ تھی شوہر کے انتقال ہوتے ہی بچہ پیدا ہوگیا کہ اب عدت نہ رہی اور زوجیت سے یکسر نکل گئی، اسی طرح عورت معاذ اللہ بعدِ وفاتِ شوہر مرتدہ ہوگئی، پھر اسلام لے آئی یا پسرِ شوہر کو شہوت کے ساتھ چھو لیا کہ ان سب صورتوں میں نکاح زائل ہوگیا، بخلاف اس کے کہ شوہر مرگیا اور عورت عدتِ وفات میں ہے، یا شوہر نے طلاق رجعی دی تھی اور ہنوز عدت باقی تھی کہ اس کا انتقال ہُوا، ان صورتوں میں عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے کہ

marfat.com

المناوی من الذھبی انه قال غیر منقطع قلت ان ثبت عندنا الصحة وقد قال ابن حجر انه صح عن عمر اقول کیف وقد تعدد طرقه وجاء عن جماعة من الاصحاب رضی اللّٰه تعالٰی عنھم۔

رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے —— ابن حجر لکھتے ہیں کہ ذہبی نے کہا: اس کی سند صالح ہے اھ اور مناوی ناقل ہیں کہ ذہبی نے کہا: اس کی سند غیر منقطع ہے۔ میں کہتا ہوں اگر ہمارے نزدیک صحت ثابت ہو. ابن حجر نے حضرت عمر سے مروی حدیث کو صحیح بتایا ہے. اقول صحت کیوں نہیں جبکہ اس کے طرق متعدد ہیں اور ایک جماعتِ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہے۔ (ت)

اسی لئے منقول ہُوا کہ سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس امر پر اعتراض کیا، حضرت مرتضٰی نے جواب میں ارشاد فرمایا:

اما علمت ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم قال ان فاطمة زوجتك فی الدنیا والاٰخرة[1]۔

کیا تمھیں خبر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ تیری بی بی ہے دنیا و آخرت میں۔

تو دیکھو اس خصوصیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ رشتہ منقطع نہیں۔ یہ جواب نہ فرمایا کہ شوہر کو اپنی عورت کا نہلانا روا ہے۔ اس سے اور بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک صورتِ مذکورہ میں مذہب عدم جواز تھا۔ جب تو حضرت ابنِ مسعود نے انکار فرمایا اور حضرت مرتضٰی نے اسے تسلیم فرما کر اپنی خصوصیت سے جواب دیا۔

وھذا خلاصة ما فی الدر المختار ورد المحتار عن شرح المجمع مع زیادات النفائس۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

یہ اس کا خلاصہ ہے جو درمختار اور ردالمحتار میں شرح مجمع الانہر سے منقول ہے مزید برآں کچھ نفیس افادات بھی ہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر کہنہ بریلی ۲۲ صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالتِ زندگی میں خاوند اپنی بی بی کا ولی ہوتا ہے مانند ماں باپ کے یا نہیں؟ جو ہوتا ہے تو بعد موت کے ولایت قائم رہتی ہے یا نہیں؟ اگر رہتی ہے تو ہاتھ لگانا، منہ دیکھنا، اجازت نماز کی دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور نکاح رہتا ہے یا نہیں؟ اور ایک صاحب فرماتے ہیں کہ بعد وفاتِ فاطمہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے ہاتھ سے غسل دیا، اگر یہ بات حق

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۶

ہیں اُس کی پانی ڈالا جائے۔ آیا یہ مسئلہ درست ہے یا نادرست؟

الجواب

یہ مسئلہ غلط و خلافِ متون و شروح و فتاوٰی و عامۂ کتبِ مذہب ہے۔ ناک میں پانی ڈالنا تو اس رسالہ والے کی اپنی گھڑنت ہے، اور تر کپڑے سے بھی صاف کرنا مذہب کے خلاف ہے۔ کنز الدقائق میں ہے: وضی بلا مضمضۃ و استنشاق[1] (میّت کو بے کُلی کرائے اور ناک میں پانی ڈالے وضو کرائے۔ ت) تبیین الحقائق میں ہے:

لانہ لایمکن اخراج الماء منہ فیترکان ویخالف الجنب فیھما وفی غسل الید فان الجنب یبداء بغسل یدیہ والمیت یبدأ بغسل وجہہ[2]

اس سے پانی باہر نہیں کیا جاسکتا اس لئے یہ دونوں ترک کر دئے جائیں گے۔ غسلِ میت اور غسلِ جنب میں ایک فرق مضمضہ و استنشاق کا ہے دوسرے ہاتھ دھونے میں، کیونکہ جنب پہلے اپنے ہاتھ دھوئیگا اور میت کا پہلے چہرہ دھویا جائے گا۔ (ت)

شرح الکنز للعلامۃ احمد الشلبی پھر فتح اللہ المعین للسید ابی السعود الازہری پھر طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

فما ذکرہ الخلخالی ای فی شرح القدوری من ان الجنب یمضمض ویستنشق غریب مخالف لعامۃ الکتب[3]

خلخالی نے شرح قدوری میں جو ذکر کیا ہے کہ جنابت والے مُردے کو کُلی کرائی جائے گی اور ناک میں پانی ڈالا جائے گا، یہ غریب اور عامۂ کتب کے برخلاف ہے۔ (ت)

دیوبند کے رسالہ میں بہت کثرت سے مسائل غلط ہیں، اُس پر عمل جائز نہیں بلکہ اُسے دیکھنا اُسے گھر میں رکھنا مسلمانوں کو نہ چاہیے، بلکہ دیوبندیوں کی نسبت تمام علمائے کرام مکہ معظمہ و مدینہ منورہ فتوٰی تکفیر دے چکے ہیں اور یہ کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[4] جو اُن کے عقائد پر مطلع ہو کر اُن کے عذاب و

---

[1] کنز الدقائق باب الجنائز مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۲

[2] تبیین الحقائق " مطبعۃ کبرٰی مصریہ مصر ۱/۲۳۶

[3] فتح المعین بحوالہ الشلبی " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۴

حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۶۶

[4] درمختار باب المرتد " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۵

marfat.com

ہنوز حکمِ زوجیّت باقی ہے۔

فی الدر المختار یمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لا من النظر الیہا علی الاصح وھی لا تمنع من ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ والمعتبر فی الزوجیۃ صلاحیتہا لغسلہ حالۃ الغسل لا حالۃ الموت فتمنع من غسلہ لو بانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ ثم اسلمت او مست ابنہ بشہوۃ لزوال النکاح وجاز لہا غسلہ لو اسلم زوج المجوسیۃ فمات فاسلمت بعدہ لحل مسہا حینئذ اعتبارا بحالۃ الحیوۃ اھ[1] مختصرا۔

درمختار میں ہے شوہر کے لئے عورت کو غسل دینا اور چھُونا منع ہے، دیکھنا منع نہیں۔ یہی اصح ہے، اور عورت کے لئے یہ سب ممنوع نہیں اگرچہ ذمّیہ ہو بشرطیکہ زوجیت باقی ہو۔ اور اعتبار اس کا ہے کہ غسل دینے کے وقت اس قابل ہو، مرنے کے وقت کا اعتبار نہیں۔ تو اسے شوہر کو غسل دینا منع ہوگا اگر اس کے مرنے سے پہلے بائن ہوگئی یا مرنے کے بعد مرتد ہوگئی پھر اسلام لائی یا اس کے بیٹے کو شہوت سے چھُو دیا کیونکہ ان صورتوں میں نکاح باقی نہ رہا۔ اور اگر مجوسیہ کا شوہر مسلمان ہو کر مرگیا اس کے بعد عورت مسلمان ہُوئی تو شوہر کو غسل دینا جائز ہے اس وقت اس کو چھُونے کا جواز حالتِ حیات کا اعتبار کرکے ہے اھ مختصراً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

طلقہا رجعیا ثم مات فی عدتہا فانہا تغسلہ لانہ لا یزیل ملک النکاح بدائع[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

عورت کو طلاق رجعی دی پھر عدت میں انتقال کرگیا تو عورت اُسے غسل دے سکتی ہے اس لئے کہ اس سے ملکِ نکاح ختم نہیں ہوتی، بدائع (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹ از سرونج مسئولہ عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

مدرسہ دیوبند سے ایک رسالہ مشہور کیا گیا ہے جس میں یہ مسئلہ تحریر ہے کہ مرد حالتِ جنابت میں یا عورت حیض کی حالت میں مرجائے تو اس کے حلق میں کوئی کپڑا تر کرکے تین مرتبہ حلق صاف کیا جائے اور ناک

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰

[2] ردالمحتار 〃 ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۶

مسئلہ ۱۲ ازموضع سیسونہ ڈاکخانہ شیش گڑھ ضلع بریلی مرسلہ عنایت اللہ خاں

۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ

اکثر دیہات میں میت کو نہلانے کے واسطے جو گھڑا بدھنا صرف میں لایا جاتا ہے اس کو قبر کے اوپر سرہانے یا پائنتی رکھ آتے ہیں، اور بعض جگہ بعد غسلِ میت وہ گھڑا بدھنا مسجد میں رکھ آتے ہیں اس خیال سے کہ نمازیوں کے وضو وغیرہ کے صرف میں آئے تو اچھا ہے، امید کہ اس کا جواب جو بہتر اور موافقِ شرع ہو اس سے مطلع کیا جائے۔

الجواب

قبر کی پائنتی سرہانے رکھ آنے کے کوئی معنی نہیں، اور مسجد میں دینا ثواب ہے جبکہ ان پر ناپاک پانی کی کوئی چھینٹ نہ پڑی ہو، ورنہ پاک کرکے دئے جائیں، اور اپنے استعمال میں رکھے جب بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کو کفن کے پارچے کا دینا چاہئے اور عورت کو کے پارچے کا چاہئے؟ اور میت نابالغ کو کتنا کفن دینا لازم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سنت مرد کے لئے تین کپڑے ہیں ایک تہبند کہ سر سے پاؤں تک ہو، اور کفنی گردن کی جڑ سے پاؤں تک، اور چادر کہ اُس کے قد سے سر اور پاؤں دونوں طرف اتنی زیادہ ہو جسے لپیٹ کر باندھ سکیں۔ پہلے چادر بچھائیں اُس پر تہبند، پھر میت مغسول کا بدن ایک کپڑے سے صاف کریں پھر اُس پر رکھ کر کفنی پہنا کر تہبند لپیٹیں، پہلے بائیں طرف پھر دہنی طرف لپیٹیں تاکہ دہنا حصہ بائیں کے اوپر رہے۔ پھر اسی طرح چادر لپیٹ کر اوپر نیچے دونوں جانب سے باندھ دیں۔

اور عورت کے لئے پانچ کپڑے سنت ہیں، تین یہی، مگر مرد و عورت کے لئے کفنی میں اتنا فرق ہے کہ مرد کی قمیص عرض میں مونڈھوں کی طرف چیرنا چاہئے اور عورت کا طول میں سینے کی جانب۔ چوتھے اوڑھنی جس کا طول ڈیڑھ گز یعنی تین ہاتھ ہو۔ پانچواں سینہ بند کہ پستان سے ناف بلکہ افضل یہ ہے کہ رانوں تک ہو۔ پہلے چادر اور اس پر تہ بند بدستور بچھا کر کفنی پہنا کر تہ بند پر لٹائیں اور اُس کے بال دو حصے کر کے بالائے سینہ کفنی کے اوپر لاکر رکھیں اُس کے اوپر اوڑھنی سر سے اُٹھا کر بغیر لپیٹے منہ پر ڈال دیں، پھر تہ بند اور اس پر چادر بدستور لپیٹیں اور چادر اُسی طرح دونوں سمت باندھ دیں، ان سب کے اوپر سینہ بند

marfat.com

کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰ موضع سرنیا ضلع بریلی مرسلہ شیخ امیر علی قادری ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) کوئی سُنّی اگر ناپاکی کی حالت میں فوت ہو جائے اُسے ایک غسل دیا جائے گا یا دو؟ اور ساری ناک میں پانی اور غرارہ کیونکر کیا جائے گا؟

(۲) بعد نہلانے کے میّت کے پانی یا دوا یا پاخانہ مُنہ یا پاخانہ کی جگہ سے نکلے تو غسل دوبارہ دیا جائیگا یا جگہ پاک کی جائے گی؟

(۳) میّت نہلاتے وقت کس طرف سر پیر ہونا بہتر ہے؟

الجواب

(۱) غسل ایک دیا جائے گا، اور میّت کے ناک اور منہ میں پانی نہیں ڈالتے۔

(۲) غسل دوبارہ دینے کی مطلقاً کسی حال میں حاجت نہیں۔ اگر نجاست برآمد ہو دھو دی جائے۔

(۳) جدھر ہو اس کے لئے شرع نے کوئی خاص صورت معین نہیں کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱ از شہر علی گڑھ، محلہ مدار دروازہ، مسئولہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گھڑے بدھنے میّت کو غسل دینے کے بعد پھوڑ ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

گناہ ہے کہ بلاوجہ تضییع مال ہے کہ اگر وہ ناپاک بھی ہو جائیں تاہم پاک کر لینا ممکن۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ کرہ لکم ثلثا اللہ تعالیٰ تین باتیں تمہارے لئے ناپسند رکھتا ہے قیل و قال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت[1]۔ رواہ الشیخان وغیرھما۔

اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ ان سے مُردے کو نہلایا ہے تو ان میں نحوست آگئی تو یہ خیال اوہام کفارِ ہند سے بہت ملتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۰

marfat.com

ضفیرتین علی صدرها فوقہ الدرع و الخمار فوق الشعر ثم یفعل کما مر و یعقد الکفن ان خیف انتشارہ والمراھق کالبالغ ومن لم یراھق ان کفن فی واحد جاز، و السقط یلف ولا یکفن[1] اھ ملخصا۔

رکھا جائے، پھر تہبند لپیٹا جائے پہلے بایاں پھر دایاں، پھر اسی طرح چادر لپیٹی جائے تاکہ دایاں بائیں کے اوپر رہے ——عورت کو قمیص پہنا کر اس کے بال دو حصہ کرکے سینے پر قمیص کے اوپر ڈال دئے جائیں اور اوڑھنی بال کے اوپر رہو، پھر ویسے ہی کیا جائے جیسے مرد کے بارے میں بیان ہُوا—— اور اگر کفن منتشر ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے باندھ دیا جائے —— مراھق (جو بلوغ کے قریب ہو) کا حکم بالغ کی طرح ہے اور جو مراہق نہیں اسے اگر ایک کفن دیا جائے تو جائز ہے۔ اور نا تمام بچّے کو کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے، کفن نہ دیا جائے اھ بہ تلخیص (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ ازار ھو من القرن الی القدم و القمیص من اصل العنق الی القدمین، واللفافۃ تزید علی ما فوق القرن و القدم لیلف فیہ المیت و تربط من الاعلی والاسفل، امداد، قولہ ای قمیص، اشار الی ترادفھما، کما قالوا وقد فرق بینھما بان شق الدرع الی الصدر و القمیص الی المنکب قھستانی، قولہ وخمار بکسر الخاء ما تغطی بہ المرأۃ رأسھا قال الشیخ اسمٰعیل مقدارہ حالۃ الموت ثلثۃ اذرع بذراع الکرباس یرسل علی وجھھا ولا یلف کذا فی الایضاح والعتابی، قولہ وخرقۃ، الاولٰی ان

قولہ ازار —— یہ سر سے پاؤں تک ہوگا —— اور قمیص گردن کی جڑ سے قدم تک —— اور چادر سر و قدم سے اس قدر زائد ہوگی کہ میت کو پہنا کر اوپر اور نیچے سے باندھ دی جائے —— امداد۔ قولہ درع یعنی قمیص —— اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ درع اور قمیص کا معنی ایک ہے جیسا کہ علماء نے فرمایا، بعض نے دونوں میں یہ فرق بتایا ہے کہ درع کا چاک سینہ کی طرف ہوتا ہے اور قمیص کا شانہ کی طرف، قہستانی۔ قولہ خِمار —— خا پر زیر —— جس سے عورت کا سر چھپایا جائے۔ شیخ اسمٰعیل نے فرمایا: میّت کے لئے اس کی مقدار کرباس کے گز سے تین ہاتھ ہے۔ اسے چہرے پر ڈال دیا جائے گا، لپیٹا نہ جائے گا۔ ایسا ہی ایضاح اور عتابی میں ہے۔ قولہ وخرقۃ (اور ایک کپڑا) بہتر یہ ہے کہ

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۱

بالائے پستان سے ناف یا ران تک باندھیں، یہ کفن سنّت ہے، اور کافی اس قدر ہے کہ مرد کے لئے دو۲ کپڑے ہوں تہبند اور چادر۔ اور عورت کے لئے تین، کفنی و چادر یا تہبند و چادر اور تیسرے اوڑھنی، اسے کفن کفایت کہتے ہیں۔ اگر میّت کا مال زائد اور وارث کم ہوں تو کفن سنت افضل ہے، اور عکس ہو تو کفن کفایت اولیٰ اور اس سے کمی بحالتِ اختیار جائز نہیں۔ ہاں وقتِ ضرورت جو میسّر آئے صرف ایک ہی کپڑا کہ سر سے پاؤں تک ہو، مرد و عورت دونوں کے لئے بس ہے۔ جاہل محتاج جب اُن کا مورث محتاج مرتا ہے لوگوں سے پُورے کفن کا سوال کرتے ہیں، یہ حماقت ہے، ضرورت سے زیادہ سوال حرام اور ضرورت کے وقت کفن میں ایک کپڑا کافی۔ بس اسی قدر مانگیں اس سے زائد مانگنا جائز نہیں۔ ہاں ان کو بے مانگے جو مسلمان بہ نیتِ ثواب پُورا کفن محتاج کے لئے دے گا اللہ عزوجل سے پُورا ثواب پائے گا۔ نابالغ اگر حدِ شہوت کو پہنچ گیا ہے جب تو اس کا کفن جوان مرد و عورت کی مثل ہے، اور یہ حکم یعنی حدِ شہوت کو پہنچنا پسر میں بارہ۱۲ اور دختر میں نو برس کی عمر کے بعد نہیں رکتا، اور ممکن کہ کبھی اس سے پہلے بھی حاصل ہو جائے جبکہ جسم نہایت قوی اور مزاج گرم اور حرارت جوش پر ہو۔ لڑکوں میں یہ اُس کا دل عورتوں کی طرف رغبت کرنے لگے اور لڑکیوں میں یہ کہ اُسے دیکھ کر مردوں کو اس کی طرف میل پیدا ہو۔ جو بچے اس عمر و حالت کو نہ پہنچیں اُن میں اگر پسر کو ایک اور دختر کو دو۲ کپڑوں میں کفن دے دیں تو کوئی حرج نہیں، اور پسر کو دو۲، دختر کو تین۳ دیں تو اچھا ہے۔ اور دونوں کو پُورا کفن مرد و عورت کا دیں تو سب سے بہتر۔ اور جو بچہ مردہ پیدا ہوا یا کچا گر گیا اُسے بہر طور ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہیئے کفن نہ دیں۔ درمختار میں ہے:

یسن فی الکفن له ازار وقمیص ولفافة، ولها درع ای قمیص وازار وخمار ولفافة وخرقة تربط بها ثدیاها وبطنها وکفایة له ازار ولفافة فی الاصح ولها ثوبان وخمار ویکره اقل من ذلك وکفن الضرورة لهما مایوجد واقله مایعم البدن، نبسط اللفافة اولا ثم یبسط الازار علیها ویقمص ویوضع علی الازار ویلف بساره ثم یمینه ثم اللفافة کذلك لیکون الایمن علی الایسر وهی تلبس الدرع ویجعل شعرها

کفن میں مرد کے لئے ازار (تہبند)، قمیص اور لفافہ (چادر) مسنون ہے، اور عورت کے لئے درع یعنی قمیص، تہبند، خمار (اوڑھنی)، چادر اور ایک کپڑا جو پستان اور شکم پر باندھا جائے — اور کفن کفایت مرد کے لئے اصح قول پر تہبند اور چادر — عورت کے لئے دو کپڑے اور اوڑھنی — کفنِ کفایت سے کم دینا مکروہ ہے۔ اور کفنِ ضرورت مرد و عورت دونوں کے لئے وُہ ہے جو مل جائے۔ کم سے کم اتنا کہ پُورے بدن کو چھپا لے — پہلے چادر بچھائی جائے پھر اس پر تہبند بچھایا جائے اور قمیص پہنائی جائے اور تہبند پر

marfat.com

والانثیٰ کالانثیٰ، قولہ ومن لم یراھق الخ ھذا ذکرا قال الزیلعی وادنی مایکفن بہ الصبی الصغیر ثوب واحد والصبیۃ ثوبان اھ وقال فی البدائع وان کان صبیا لم یراھق فان کفن فی خرقتین ازار ورداء فحسن، وان کفن فی ازار واحد جاز، واما الصغیرۃ فلاباس ان تکفن فی ثوبین اھ اقول فی قولہ فحسن اشارۃ الی انہ لو کفن بکفن البالغ یکون احسن، لما فی الحلیۃ عن الخانیۃ والخلاصۃ، الطفل الذی لم یبلغ حد الشھوۃ الاحسن ان یکفن فیما یکفن فیہ البالغ اھ وفیہ اشارۃ الی ان المراد بمن لم یراھق من لم یبلغ حد الشھوۃ، قولہ والسقط یلف وکذا من ولد میتا بدائع اھ[1] ملتقطا۔

مونث کی طرح۔ قولہ جو مراہق نہیں الخ ــــ یہ حکم مذکر کا ہے۔ زیلعی نے فرمایا: چھوٹے بچّے کو کم سے کم ایک اور بچّی کو دو کپڑے دئے جائیں گے اھ، بدائع میں ہے اگر ایسا بچّہ ہے جو قریب البلوغ نہیں اسے اگر دو کپڑے ــ تہبند اور چادر ــــ میں کفن دیں تو اچھا ہے اور اگر ایک تہبند میں کفن دیں تو جائز ہے مگر کمسن لڑکی کو دو کپڑے دئے جائیں تو حرج نہیں اھ ــــ میں کہتا ہوں بچّے کو دو کپڑے دینے کو "اچھا" کہنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر اسے بالغ کا پورا کفن دے دیا تو "زیادہ اچھا" ہے کیونکہ حلیہ میں خانیہ اور خلاصہ سے نقل ہے کہ جو بچّہ حدِ شہوت کو نہ پہنچا ہو اسے بالغوں کا کفن دینا بہتر ہے اھ اس عبارت میں یہ اشارہ ہے کہ غیر مراہق سے مراد وہ ہے جو حدِ شہوت کو نہ پہنچا ہو۔ قولہ ناتمام بچہ..... یہی حکم اس کا بھی ہے جو مُردہ پیدا ہوا۔ بدائع، اھ۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

اما المراۃ فتبسط لھا اللفافۃ والازار علی نحو مابینا للرجل ثم توضع علی الازار وتلبس الدرع ویجعل شعرھا ضفیرتین علی صدرھا فوق الدرع ثم یجعل الخمار فوق ذلک ثم یعطف الازار واللفافۃ کما بینا فی الرجل ثم الخرقۃ بعد ذلک تربط فوق الاکفان فوق الثدیین

عورت کے لئے چادر اور تہبند کو اسی طرح بچھایا جائے جیسے تم نے مرد کے لئے بتایا پھر ازار پر اسے رکھ کر قمیص پہنائی جائے اور بالوں کے دو جوڑے کرکے سینے پر لاکر قمیص کے اوپر ڈال دئے جائیں پھر اس کے اوپر اوڑھنی پہنائی جائے، پھر ازار اور چادر کو اسی طرح لپیٹا جائے جیسے مرد کے بارے میں ہم نے بتایا۔ پھر اس کے بعد کفنوں کے بعد پستانوں پر سینہ بند باندھا جائے

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۸ تا ۵۸۰

marfat.com

تکون من الثديين الى الفخذين نهر عن
الخانية" قوله وكفاية هو ادنى مايكفيه بلاكراهة
فهو دون كفن السنة، قال فى البحر
قالوا اذاكان بالمال قلة والورثة كثرة
فكفن الكفاية اولى وعلى القلب كفن السنة
اولى، قوله ولها ثوبان لم يعينهما
كالهداية وفسرهما فى الفتح بالقميص
واللفافة وعينهما فى الكنز بالازار و
اللفافة قال فى البحر الظاهر
عدم التعين بل اما قميص
وازار او ازاران والثانى اولى لان
فيه زيادة فى ستر الراس والعنق،
قوله ويكره اى عند الاختيار، قوله و
يقمص اى يلبس القميص بعد تنشيفه
بخرقة، قوله ثم يفعل كما مر
اى بان توضع بعد الباس الدرع
والخمار على الازار ويلف يساره الخ
قال فى الفتح ولم يذكر الخرقة
وفى شرح الكنز فوق الاكفان كيلا
تنتشر وعرضها مابين ثدى
المرأة الى السرة وقيل مابين
الثدى الى الركبة كيلا ينتشر الكفن
عن الفخذين وقت المشى، وفى التحفة
تربط الخرقة فوق الاكفان عند الصدر فوق
الثديين اهـ قوله والمراهق كالبالغ الذكر كالذكر

سینہ بند پستانوں سے رانوں تک ہو، نہر از خانیہ۔
قولہ کفنِ کفایت ـــــ یہ کم سے کم اس قدر ہے جو
بلا کراہت کافی ہو تو اس کا درجہ کفنِ سنّت سے کم ہے۔
اور بحر میں ہے کہ علماء نے فرمایا جب مال کم ہو اور
ورثہ زیادہ ہوں تو کفنِ کفایت بہتر ہے اور بر عکس ہو
تو کفنِ سنت بہتر ہے۔ قولہ عورت کے لئے دو
کپڑے ـــــ دو کون ؟ اس کی تعیین نہ فرمائی جیسے
ہدایہ میں تعیین نہیں۔ فتح القدیر کے اندر اس کی تفسیر میں
قمیص اور چادر کو بیان کیا ـــــ اور کنز الدقائق میں تہبند
اور چادر سے معین کیا ـــــ بحر میں کہا ظاہر عدمِ تعین ہے
بلکہ قمیص اور تہبند ہو یا دو تہبند ـــــ اور ثانی بہتر ہے
اس لئے کہ اس میں سر اور گردن چھپانے کے بقدر
زیادہ ہوتا ہے۔ قولہ کفن کفایت سے کم مکروہ ہے
ـــــ یعنی جب مجبوری نہ ہو۔ قولہ قمیص پہنائی جائے
یعنی میت کا بدن کسی کپڑے سے خشک کر لینے کے بعد
قمیص پہنائی جائے۔ قولہ پھر ویسے ہی کیا جائے
ـــــ یعنی یہ کہ قمیص اور اوڑھنی پہنانے کے بعد ازار
پر رکھا جائے اور پہلے بایاں لپیٹا جائے الخ ـــــ
فتح القدیر میں ہے خرقہ کی جگہ نہ بتائی۔ شرح کنز میں
ہے کہ سینہ بند کفن کے اوپر ہو تاکہ کفن منتشر نہ ہو۔
اس کی چوڑائی پستان سے ناف تک اور کہا گیا کہ
گھٹنے تک ہوگی تاکہ چلتے وقت رانوں سے کفن منتشر
نہ ہو۔ تحفہ میں ہے: سینہ بند کفن کے اوپر سینہ کے پاس
پستان کے اوپر باندھا جائے۔ قولہ مراہق
بالغوں کی طرح ہے ـــــ مذکر، مذکر کی طرح اور مؤنث،

marfat.com

مسئلہ ۱۴۱ از ملک مالوا شہر اندور چھینپہ باکھل مرسلہ اسمٰعیل قادری احمد آباد والا۔

یہاں میت ہوگئی تھی اُس کے کفنانے کے بعد پھُولوں کی چادر ڈال گئی، اس کو ایک پیش امام افغانی نے اتار ڈالا اور کہا یہ بدعت ہے ہم نہ ڈالنے دیں گے۔ دوسرے جو غلاف کا پارچہ سیاہ کعبہ شریف سے لاتے ہیں وہ ٹکڑا ڈالا ہُوا تھا اسے ہٹا دیا اور کہا کہ یہ روافض کا رواج ہے ہم نہ ڈالیں گے اسے الگ ہٹا کے اس نے نماز جنازہ پڑھائی۔

الجواب

پھُولوں کی چادر بالائے کفن ڈالنے میں شرعاً اصلاً حرج نہیں بلکہ نیتِ حسن سے حسن ہے جیسے قبور پر پھول ڈالنا کہ وُہ جب تک تر ہیں تسبیح کرتے ہیں اس سے میّت کا دل بہلتا ہے اور رحمت اُترتی ہے۔ فتاوٰی عٰلمگیری میں ہے:

وضع الورد والریاحین علی القبور حسن[1]

قبروں پر گلاب اور پھولوں کا رکھنا اچھا ہے۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خاں و امداد الفتاح شرح المصنف لمراقی الفلاح و ردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے:

انہ مادام رطبا یسبح فیؤنس المیت و تنزل بذکرہ الرحمۃ[2]

پھُول جب تک تر رہے تسبیح کرتا رہتا ہے جس سے میّت کو اُنس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ (ت)

یونہی تبرک کے لئے غلافِ کعبہ معظمہ کا قلیل ٹکڑا سینے یا چہرے پر رکھنا بلاشبہہ جائز ہے اور اسے رواجِ روافض بتانا محض جھُوٹ ہے۔ اسد الغابہ وغیرہا میں ہے:

لما حضرہ الموت اوصی ان یکفن فی قمیص کان علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام کساہ ایاہ، وان یجعل ممایلی جسدہ، وکان عندہ قلامۃ اظفارہ علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام فاوصی ان تسحق و تجعل فی عینیہ وفمہ، وقال افعلوا ذلک وخلوا بینی

جب حضرت امیر معاویہ کا آخری وقت آیا یہ وصیت فرمائی کہ اُنھیں اُس قمیص میں کفن دیا جائے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں عطا فرمائی تھی، اور یہ ان کے جسم سے متصل رکھی جائے، ان کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ناخن پاک کے کچھ تراشے بھی تھے ان کے متعلق وصیت فرمائی کہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۱

[2] ردالمحتار مطلب فی وضع الجرید ونحوالآس علی القبور " ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۶۰۶

كذا فی المحیط[1] اھ قال العبد الضعیف غفر اللہ تعالٰی لہ وھذا کما ترٰی نص صریح لایقبل التاویل فی ان الخرقۃ تربط فوق الاکفان جمیعا حتی اللفافۃ وھو الذی قدمنا عن الشامی عن الفتح عن التبیین والتحفۃ فعلیہ فلیکن التعویل وان استظھر فی الجوھرۃ کونھا تحت اللفافۃ قائلا ان قولھم فوق الاکفان یحتمل ذلك وھو منازع فی ھذا الاحتمال کما لایخفی فان الاکفان تشمل اللفافۃ قطعا واین المخصص واین وجہ لظھور ذلك اما ما فی الاختیار ثم تربط الخرقۃ فوق القمیص[2] اھ فاقول لیس نصا فی کونھا تحت الاکفان ما خلا القمیص فان ما فوقھن جمیعا یصدق علیہ انہ فوق القمیص فلا یعارض النص الصریح الذی قدمنا مع انہ ھو صرح بہ فی اکثر الکتب فلذا اعولنا علیہ وباللہ التوفیق۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اسی طرح محیط میں ہے اھ۔ بندۂ ضعیف ۔ خدائے برتر اس کی مغفرت فرمائے ۔ کہتا ہے: یہ عبارت اس بارے میں صریح ناقابلِ تاویل نص ہے کہ سینہ بند سارے کفن یہاں تک کہ چادر کے بھی اوپر ہوگا ۔ یہی حکم ہم نے شامی از فتح از تبیین وتحفہ سے پہلے نقل کیا تو اسی پر اعتماد ہونا چاہئے۔ اگرچہ جوہرہ میں کہا جبکہ ظاہر یہ ہے کہ سینہ بند چادر کے نیچے ہو، اس کی وجہ یہ بتائی کہ علماء کا اسے کفنوں کے اوپر کہنا اس معنی کا احتمال رکھتا ہے۔ مگر صاحبِ جوہرہ سے اس احتمال کے بارے میں اختلاف کیا جائے گا، جیسا کہ ظاہر ہے ۔ اس لئے کہ "کفنوں" کا لفظ چادر کو بھی قطعاً شامل ہے کوئی دلیل تخصیص موجود نہیں، اور اس کے "ظاہر" ہونے کی بھی کوئی وجہ نہیں ۔ رہی اختیار کی یہ عبارت: پھر سینہ بند کو قمیص کے اوپر باندھا جائے گا اھ تو میں کہتا ہوں یہ اس بارے میں صریح نہیں کہ سینہ بند قمیص کے علاوہ سارے کفنوں کے نیچے ہوگا اس لئے کہ جو سارے کفنوں کے اوپر ہو اس کے حق بھی یہ کہنا صادق ہے کہ وہ قمیص کے اوپر ہے۔ اس طرح یہ عبارت ہمارے پیش کردہ نص صریح کے معارض نہیں مزید یہ کہ جو ہم نے نقل کیا اس کی تصریح اکثر کتابوں میں موجود ہے اسی لئے ہم نے اس پر اعتماد کیا۔ اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی التکفین مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۱

[2] الاختیار لتعلیل المختار فصل فی تکفین المیت ” مصطفی البابی مصر ۱/۹۳

رسالہ

الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن

۱۳۰۸ھ

(کفن پر لکھنے کے بارے میں عمدہ گفتگو)

مسئلہ ۱۵ از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ حضرت صاحبزادہ سیّد محمد ابراہیم صاحب ۹ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پارچۂ کفن جو اماکنِ متبرکہ سے آئے اور اس پر آیاتِ کلام اللہ و احادیث وغیرہ لکھی ہوں وہ میّت کو پہنانا کیسا ہے اور شجرہ قبر میں رکھنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی سترنا بذیل کرمہ فی حیاتنا و بعد الممات وفتح علینا فی التوسل باٰیاتہ و شعائرہ ابواب البرکات والسلام علی من تبرک باٰثارہ الکریمۃ الاحیاء و الاموات وحی ویحیی بامطار فیوضہ العظیمۃ کل موات وعلٰی اٰلہ و صحبہ واھلہ و حزبہ

سب خوبیاں اللہ کے لئے جس نے اپنے دامنِ کرم سے ہمیں ہماری زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی چھپایا، اور اپنی آیات وشعائر سے توسّل میں ہمارے اوپر برکتوں کے دروازے کھولے ـــ اور درود وسلام ہو ان پر جن کے آثار گرامی سے زندے اور مردے سبھی نے برکت حاصل کی اور جن کے عظیم فیوض کی بارشوں سے ہر بے جان کو زندگی ملی اور ملتی ہے ـــ اور (درود و سلام ہو) ان کی آل، اصحاب، اہل اور جماعت پر،

marfat.com

بینی وبین ارحم الراحمین[1] ۔ باریک کرکے ان کی آنکھوں اور دہن پر رکھ دئے جائیں۔
فرمایا کہ یہ کام انجام دینا اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا (ت)

ان باتوں کو بدعت ممنوعہ ٹھہرانا اگر محض بربنائے جہل ہو تو جہالت ہی ہے اور اگر بربنائے وہابیت یعنی غیر مقلدی یا دیوبندیت ہو تو وہ نماز کہ اس نے پڑھائی باطل محض ہوئی، مسلمان بغیر نماز کے دفن کیا گیا، اور جو جو اس امام کی حالت سے آگاہ تھے سب ترک فرض نماز جنازہ کے مرتکب و مستحق عذاب رہے، جبکہ خود وہابی یا وہابیہ کو صالح امامت جاننے والے نہ ہوں، ورنہ بالاتفاق علمائے حرمین شریفین کا فتوی ہو چکا ہے کہ من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر جو وہابیہ کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ باب المیم والعین مطبوعۃ المکتبۃ الاسلامیہ ریاض الشیخ ۴/۳۸۷

marfat.com

وحدہٗ لاشریک لہ لا الٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد لا الٰہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم[1]

لاشریک لہ لا الٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد لا الٰہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

نیز ترمذی میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہر نماز میں سلام کے بعد یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنِّیْ اَعْھَدُ اِلَیْکَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَیَاۃِ الدنیا بانک انت اللہ الذی لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ فانک ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وَاِنِّیْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِکَ فَاجْعَلْ رَحْمَتَکَ لِیْ عَھْدًا عِنْدَکَ تُؤَدِّیْہِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔[2]

فرشتہ اسے لکھ کر مُہر لگا کر قیامت کے لئے اُٹھا رکھے، جب اللہ تعالیٰ اُس بندے کو قبر سے اٹھائے، فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لائے اور ندا کی جائے عہد والے کہاں ہیں، انھیں وُہ عہدنامہ دیا جائے۔ امام نے اسے روایت کرکے فرمایا:

وعن طاؤس انہ امر بھذہ الکلمات فکتبت فی کفنہ۔[3]

امام طاؤس کی وصیت سے یہ عہد نامہ اُن کے کفن میں لکھا گیا۔

امام فقیہ ابن عجیل نے اسی دعائے عہدنامہ کی نسبت فرمایا:

اذا کتب ھذا الدعاء وجعل مع المیت فی قبرہ وقاہ اللہ فتنۃ القبر وعذابہ۔[4]

جب یہ لکھ کر میّت کے ساتھ قبر میں رکھ دیں تو اللہ تعالیٰ اُسے سوالِ نکیرین و عذابِ قبر سے امان دے۔

(۹) یہی امام فرماتے ہیں:

من کتب ھذا الدعاء فی کفن المیت رفع

جو یہ دُعا میّت کے کفن میں لکھے اللہ تعالیٰ قیامت تک

---

[1] فتاوٰی کبرٰی بحوالہ ترمذی باب الجنائز مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۶

[2] نوادر الاصول اصول الرابع والسبعون والمائۃ " دار صادر بیروت ص ۲۱۷

[3] الدر المنثور بحوالہ الحکیم الترمذی تحت الامن اتخذ عند الرحمٰن عہدا منشورات مکتبہ آیۃ اللہ قم ایران ۴/۲۸۶

[4] فتاوٰی کبرٰی بحوالہ ابن عجیل باب الجنائز " دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۶

marfat.com

عدد کل ماض و آت۔ ہر گزشتہ آئندہ کی تعداد کے برابر۔ (ت)

یہاں چار مقام ہیں:

اوّل فقہ حنفی سے کفن پر لکھنے کا جزئیہ کہ بدرجہ اولیٰ قبر میں شجرہ رکھنے کا جزئیہ ہوگا۔ اور اُس کے مؤید احادیث و روایات۔

دوم احادیث سے اس کا ثبوت کہ معظمات دینیہ میں کفن دیا گیا یا بدن میت پر رکھی گئیں اور اسے محلِ تعظیم نہ جانا۔

سوم بعض متاخرین شافعیہ نے جو کفن پر لکھنے میں بے تعظیمی خیال کی اس کا جواب۔

چہارم قبر میں شجرہ رکھنے کا بیان۔ وباللہ التوفیق

مقام اول: ہمارے علماء کرام نے فرمایا کہ میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اس کے لئے امیدِ مغفرت ہے۔

(۱) امام ابو القاسم صفار شاگرد امام نصیر بن یحییٰ تلمیذ شیخ المذہب سیدنا امام ابو یوسف و محرر المذہب سیدنا امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی تصریح و روایت کی۔

(۲) امام نصیر نے فعلِ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تائید و تقویت کی۔

(۳) امام محمد بزازی نے وجیز کردری (۴) علامہ مدقق علائی نے درمختار میں اُس پر اعتماد فرمایا۔

(۵) امام فقیہ ابن عجیل وغیرہ کا بھی یہی معمول رہا۔

(۶) بلکہ امام اجل طاؤس تابعی شاگرد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ انھوں نے اپنے کفن میں عہد نامہ لکھے جانے کی وصیت فرمائی اور حسبِ وصیت اُن کے کفن میں لکھا گیا۔

(۷) بلکہ حضرت کثیر بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور صحابی ہیں خود اپنے کفن پر کلمۂ شہادت لکھا۔

(۸) بلکہ امام ترمذی حکیم الٰہی سیدی محمد بن علی معاصر امام بخاری نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من کتب ھذا الدعاء وجعله بین صدر المیت وکفنه فی رقعة لم ینله عذاب القبر ولا یری منکرا ونکیرا وھو ھذا لا الٰه الا اللّٰه واللّٰه اکبر لا الٰه الا اللّٰه

جو یہ دُعا کسی پرچہ پر لکھ کر میّت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھ دے اُسے عذابِ قبر نہ ہو نہ منکر نکیر نظر آئیں، اور وہ دعا یہ ہے: لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ

marfat.com

فلبستها ومست من الحنوط ثم امرت عليا ان لا تکشف اذا ھی قبضت وان تدرج کما ھی فی اکفانها فقلت له ھل علمت احدا فعل نحو ذلك قال نعم کثیر بن عباس، وکتب فی اطراف اکفانه یشھد کثیر بن عباس ان لا اله الا اللہ[1]

اور حنوط کی خوشبو لگائی، پھر مولیٰ علی کو وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد کوئی مجھے نہ کھولے اور اسی کفن میں دفن فرمادی جائیں۔ میں نے پوچھا کسی اور نے بھی ایسا کیا، کہا ہاں کثیر بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اور انھوں نے اپنے کفن کے کناروں پر لکھا تھا: کثیر بن عباس گواہی دیتا ہے کہ لا الٰہ الّا اللہ۔

وجیز امام کردری کتاب الاستحسان میں ہے:

ذکر الامام الصفار لو کتب علی جبھة المیت او علی عمامته او کفنه عھد نامه، یرجی ان یغفر الله تعالیٰ للمیّت، ویجعله امنا من عذاب القبر[2]

امام صفار نے ذکر فرمایا کہ اگر میّت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے اور عذابِ قبر سے مامون کرے۔

پھر فرمایا:

قال نصیر ھذه روایة فی تجویز وضع عھد نامه مع المیت وقد روی انه کان مکتوبا علی افخاذ افراس فی اصطبل الفاروق رضی الله تعالیٰ عنه حبس فی سبیل الله[3]

امام نصیر نے فرمایا: یہ میّت کے ساتھ عہد نامہ رکھنے کے جواز کی روایت ہے اور بیشک مروی ہوا کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصطبل میں کچھ گھوڑوں کی رانوں پر لکھا ہوا تھا کہ وقف فی سبیل اللہ۔

(۱۱) درمختار میں ہے:

کتب علی جبھة المیت او عمامته او کفنه عھد نامه یرجی ان یغفر الله للمیّت اوصی بعضھم ان یکتب فی جبھته وصدره بسم الله

مُردے کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اُس کے لئے بخشش کی اُمید ہے۔ کسی صاحب نے وصیت کی تھی کہ ان کی پیشانی اور سینے پر بسم اللہ الرحمٰن

---

[1] حلیة الاولیاء ترجمہ ۱۳۳ فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۲/ ۴۳
[2] فتاویٰ بزازیہ علی ہامش فتاویٰ ہندیہ کتاب الاحسان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۷۹
[3] ایضاً

الله عنه العذاب الیٰ یوم ینفخ فی الصور وھو ھذا : اس سے عذاب اٹھا لے اور وہ یہ ہے :

اللھم انی اسألك یا عالم السر یا عظیم الخطر یا خالق البشر یا موقع الظفر یا معروف الاثر یا ذا الطول والمن یا کاشف الضر والمحن یا الٰہ الاولین و الآخرین فرج عنی ھمومی واکشف عنی غمومی وصل اللھم علیٰ سیدنا محمد وسلم۔[1]

(۱۰) ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ میں ایک تسبیح کی نسبت جسے کہا جاتا ہے کہ اُس کا فضل اُس کی برکت مشہور ومعروف ہے، بعض علمائے دین سے نقل کیا کہ :

من کتبه وجعله بین صدر المیت وکفنه لاینالہ عذاب القبر ولاینالہ منکر ونکیر وله شرح عظیم وھو دعاء الانس ، (وھو ھذا) جو اسے لکھ کر میّت کے سینہ اور کفن کے بیچ میں رکھ دے اُسے عذابِ قبر نہ ہو، نہ منکر نکیر اُس تک پہنچیں اور اس دعا کی شرح بہت عظمت والی ہے اور وُہ چین وراحت کی دعا ہے (وہ دُعا یہ ہے :)

سبحٰن من ھو بالجلال موحد بالتوحید معروف وبالمعارف موصوف و بالصفة علیٰ لسان کل قائل رب بالربوبیة للعالم قاھر وبالقھر للعالم جبار و بالجبروت علیم حلیم وبالحلم والعلم رؤف رحیم، سبحٰنه کما یقولون و سبحٰنه کما ھم یقولون تسبیحا تخشع له السمٰوٰت والارض ومن علیھما ویحمدنی من حول عرشی اسمی الله وانا اسرع الحاسبین۔[2]

مصنّفِ عبدالرزاق اور ان کے طریق سے معجم طبرانی اور ان کے طریق سے حلیہ ابونعیم میں ہے :

اخبرنا معمر بن عبدالله بن محمد بن عقیل ان فاطمة رضی الله تعالیٰ عنھا لما حضرتھا الوفاة امرت علیا فوضع لھا غسلا فاغتسلت وتطھرت ، ودعت بثیاب اکفانھا معمر بن عبداللہ بن محمد بن عقیل نے ہمیں خبر دی کہ حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال کے قریب امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اپنے غسل کے لئے پانی رکھوا دیا پھر نہائیں اور کفن منگا کر پہنا

---

[1] فتاویٰ کبریٰ بحوالہ ابن عجیل باب الجنائز مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۶
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تہ بند اقدس (جو کہ ایک بی بی نے بہت محنت سے خوبصورت بُن کر نذر کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُس کی ضرورت تھی) مانگا۔ حضور اجود الاجودین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انھیں ملامت کی کہ اُس وقت اس ازار شریف کے سوا حضور اقدس صلوات اللہ سلامہٗ علیہ کے پاس اور تہ بند نہ تھا، اور آپ جانتے ہیں کہ حضور اکرم الاکرمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی سائل کو رد نہیں فرماتے، پھر آپ نے کیوں مانگ لیا؟ انھوں نے کہا واللہ! میں نے استعمال کو نہ لیا بلکہ اس لئے کہ اس میں کفن دیا جاؤں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کی اس نیت پر انکار نہ فرمایا، آخر اسی میں کفن دیے گئے ——

صحیح بخاری میں ہے:

باب من استعد الکفن فی زمن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم ینکر علیہ حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ فذکر باسنادہ عن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان امراۃ جاءت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببردۃ منسوجۃ فیہا حاشیتہا اتدرون ما البردۃ قالوا الشملۃ قال نعم قالت نسجتہا بیدی فجئت لاکسوکہا فاخذھا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محتاجا الیہا فخرج الینا وانہا ازارہ، فحسنہا فلان فقال اکسنیہا ما احسنہا، قال القوم ما احسنت لبسہا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محتاجا الیہا ثم سألتہ وعلمت انہ لایرد قال انی واللہ ما سألتہ لالبسہا وانما سألتہ لتکون کفنی قال سہل فکانت کفنہ[۱]۔

باب، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جس نے کفن تیار کیا اور آپ نے منع نہ فرمایا، حضرت عبد اللہ بن مسلمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی کہ ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خوبصورت بُنی ہوئی حاشیہ والی چادر لائی، تمھیں معلوم ہے کہ کون سی چادر تھی، انھوں نے جواب دیا کہ وہ تہ بند ہے، کہا ہاں، اُس عورت نے عرض کیا کہ میں نے خود یہ چادر بُنی ہے آپ کو پہننے کے لیے پیش کر رہی ہُوں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی خوشی سے قبول فرما تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو تہبند کی صورت میں پہن کر باہر تشریف لائے تو فلاں صحابی نے اس تہبند کی تحسین کی اور عرض کیا یہ کتنی اچھی ہے مجھے عطا فرما دیجئے۔ اس پر حاضرین نے اسے کہا تُو نے اچھا نہیں کیا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے لیے پسند فرمائی تھی، تُو نے یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ آپ کسی سائل کو مایوس نہیں فرماتے سوال کر لیا۔ اس نے جواب میں کہا کہ خدا کی قسم میں نے اسے پہننے کے لیے نہیں اپنے کفن کے لئے طلب کیا ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وُہ چادر مبارک اس سائل صحابی کا کفن بنی۔ (ت)

---

[۱] صحیح بخاری کتاب الجنائز مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۰

الرحمٰن الرحیم ففعل ثم رؤی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاء تنی ملئکة العذاب فلما رأوا مکتوبا علی جبهتی بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم قالوا امنت من عذاب اللّٰہ۔[1]

الرحیم لکھ دیں، لکھ دی گئی پھر خواب میں نظر آئے، حال پوچھنے پر فرمایا جب میں قبر میں رکھا گیا عذاب کے فرشتے آئے جب میری پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی دیکھی کہا تجھے عذابِ الٰہی سے امان ہے۔

(۱۲) فتاوٰی کبرٰی للمکی میں ہے:

نقل بعضھم عن نوادر الاصول للترمذی مایقتضی ان ھذا الدعاء لہ اصل وان الفقیہ ابن عجیل کان یأمر بہ ثم افتی بجواز کتابتہ قیاسا علٰی کتابۃ للّٰہ فی نعم الزکوٰۃ۔[2]

بعض علماء نے نوادر الاصول امام ترمذی سے وہ حدیث نقل کی جس کا مقتضٰی یہ ہے کہ یہ دُعا اصل رکھتی ہے، نیز ان بعض نے نقل کیا کہ امام فقیہ ابن عجیل اس کے لکھنے کا حکم فرمایا کرتے، پھر خود اُنھوں نے اس کے جوازِ کتابت پر فتوٰی دیا اس قیاس پر کہ زکوٰۃ کے چوپایوں پر لکھا جاتا ہے للّٰہ (یہ اللہ کے لئے ہیں)۔

(۱۳) اُسی میں ہے:

واقرہ بعضھم بانہ قیل یطلب فعلہ لغرض صحیح مقصود، فابیح وان علم انہ یصیبہ نجاسۃ۔[3]

اس فتوے کو بعض دیگر علماء نے برقرار رکھا (۱۴) اور اس کی تائید میں بعض اور علماء سے نقل کیا کہ غرض صحیح کے لئے ایسا کرنا مطلوب ہوگا اگرچہ معلوم ہو کہ اسے نجاست پہنچے گی۔

ھذا ما اثر ثم نظر وفیہ نظر کما سیأتی وباللّٰہ التوفیق۔

یہ انھوں نے نقل کیا پھر اس پر کلام کیا اور اس پر کلام ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ (ت)

مقامِ دوم: احادیث مؤیدہ

اقول (۱۵) حدیث صحیح میں ہے بعض اجلۂ صحابہ نے کہ غالباً سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف یا

---

[1] درمختار — باب صلوٰۃ الجنائز — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۲۶
[2] فتاوٰی ابن حجر مکی — باب الجنائز — دارالکتب العلمیۃ بیروت — ۲/۱۲
[3] ایضاً

عن جابر۔

جابر سے۔ (ت)

(۲۰) وابن عساکر عن علی۔

ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے۔ (ت)

(۲۱) والشیرازی فی الالقاب وابن عبدالبر وغیرھم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

القاب میں شیرازی نے اور ابن عبدالبر وغیرہم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ (ت)

(۲۲) اور ارشاد فرمایا کہ میں نے انھیں اپنا قمیض مبارک اس لئے پہنایا کہ یہ جنت کے لباس پہنیں۔ ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بسندِ حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی:

قال لما ماتت فاطمۃ اُمّ علی رضی اللہ تعالٰی عنہا، خلع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قمیصہ والبسھا ایاہ، واضطجع فی قبرھا فلما سوی علیہا التراب قال بعضھم یارسول اللہ رأیناك صنعت شیئا لم تصنعہ باحد، فقال انی البستھا قمیصی لتلبس من ثیاب الجنۃ واضطجعت معھا فی قبرھا لاخفف عنھا من ضغطۃ القبر، انھا کانت احسن خلق اللہ صنیعا الیّ بعد ابی طالب[1]۔

فرمایا جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا کا انتقال ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا کُرتا اتار کر انھیں پہنایا اور ان کی قبر میں لیٹے، جب قبر پہ مٹی برابر کر دی گئی تو کسی نے عرض کیا یارسول اللہ! آج ہم نے آپ کا وہ عمل دیکھا جو حضور نے کسی کے ساتھ نہ کیا۔ فرمایا اسے میں نے اپنا کُرتا اس لئے پہنایا کہ یہ جنت کے کپڑے پہنے اور اس کی قبر میں اس لئے لیٹا کہ قبر کے دبانے میں اس سے تخفیف کروں یہ ابوطالب کے بعد خلقِ خدا میں سب سے زیادہ میرے ساتھ نیک سلوک کرنے والی تھی۔ (ت)

(۲۳) بلکہ صحاح ستّہ سے ثابت کہ جب عبداللہ بن اُبی منافق کہ سخت دشمن حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تھا جس نے وہ کلمہ ملعونہ لئن رجعنا الی المدینۃ (جب ہم مدینہ لوٹیں گے الخ۔ ت) کہا جہنم واصل ہُوا، حضور پُرنور حلیم غیور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ابن عبداللہ ابن اُبی کی درخواست سے کہ صحابی جلیل ومومن کامل تھے اُس کے کفن کے واسطے اپنا قمیص مقدس عطا فرمایا،

---

[1] معرفۃ الصحابۃ حدیث ۲۸۰۸ مکتبۃ الدار مدینہ منورہ ۱/۲۷۹-۲۷۸

marfat.com

(۱۶) بلکہ خود حضور پُر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب یا حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کفن میں اپنا تہبند اقدس عطا کیا اور غسل دینے والی بیبیوں کو حکم دیا کہ اُسے اُن کے بدن کے متصل رکھیں۔ صحیحین میں اُم عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

قالت دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونحن نغسل ابنتہ فقال اغسلنہا ثلثا او خمسا او اکثر من ذلك ان رأیتن ذلك بماء وسدر واجعلن فی الاٰخرۃ کافورا او شیئا من کافور فاذا فرغتن فاٰذننی فلما فرغنا اٰذناہ فالقی الینا حقوہ فقال اشعرنہا ایاہ۔[1]

فرماتی ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے جب ہم ان کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں، فرمایا اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دینا تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ، یا اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ، اور آخری بار کافور ملا لینا، فارغ ہونے کے بعد مجھے اطلاع دینا۔ ہم نے جب غسل دے لیا تو حضور کو خبر دی۔ سرکار نے اپنا تہبند ہمیں دیا اور فرمایا اسے اس کے بدن سے متصل رکھنا۔ (ت)

(۱۷) علماء فرماتے ہیں یہ حدیث مریدوں کو پیروں کے لباس میں کفن دینے کی اصل ہے۔ لمعات میں ہے:

ھذا الحدیث اصل فی التبرك باٰثار الصالحین ولباسھم، کما یفعلہ بعض مریدی المشائخ من لبس اقمصتھم فی القبر۔[2]

یہ حدیث صالحین کے آثار اور ان کے لباس سے برکت حاصل کرنے کے سلسلے میں اصل ہے جیسا کہ مشائخ کے بعض ارادت مند اُن کی قمیصوں کا کفن پہنتے ہیں۔ (ت)

(۱۸) یونہی حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ ماجدہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی قمیصِ اطہر میں کفن دیا۔[3]

رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابن حبان والحاکم وصححہ وابو نعیم فی الحلیۃ عن انس۔

اسے معجم کبیر و معجم اوسط میں طبرانی نے اور ابن حبان اور حاکم نے بافادۂ صحیح، اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(۱۹) وابو بکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ

اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنَّف میں حضرت

---

[1] صحیح بخاری کتاب الجنائز مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۸

[2] لمعات التنقیح باب غسل میت فصل اول " المعارف العلمیہ لاہور ۴/۳۱۸

[3] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم اوسط باب مناقب فاطمہ بنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۹/۲۵۷

(۲۴) نیز صحیح بخاری وغیرہ میں ہے:

عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبد اللہ بن اُبی بعد ما دفن فنفث فیہ من ریقہ والبسہ قمیصہ[1]

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبداللہ بن اُبی کے پاس دفن کے بعد تشریف لائے اس کے منہ میں اپنا لعابِ اقدس ڈالا اور اسے اپنا کرتا پہنایا۔ (ت)

(۲۵) امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں فرماتے ہیں حضرت امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت میں فرمایا:

انی صحبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فخرج لحاجۃ فاتبعتہ باداوۃ فکسانی احد ثوبیہ الذی یلی جسدہ فخبأتہ لھذا الیوم، واخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اظفارہ وشعرہ ذات یوم فاخذتہ، فخبأتہ لھذا الیوم فاذا انامت فاجعل ذلک القمیص دون کفنی مما یلی جسدی وخذ ذلک الشعر والاظفار فاجعلہ فی فمی وعلی عینی ومواضع السجود منی[2]

یعنی میں صحبتِ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شرف یاب ہُوا۔ ایک دن حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ حاجت کے لئے تشریف فرما ہُوئے ہیں۔ میں لوٹا لے کر ہمراہ رکاب سعادت مآب ہُوا۔ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے جوڑے سے کُرتا کہ بدنِ اقدس کے متصل تھا مجھے انعام فرمایا، وُہ کُرتا میں نے آج کے لئے چھپا رکھا تھا۔ اور ایک روز حضورِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ناخن وموئے مبارک تراشے وُہ میں نے لے کر اس دن کے لئے اٹھا رکھے، جب میں مرجاؤں تو قمیص سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا، و مُوئے مبارک و ناخن ہائے مقدسہ کو میرے منہ میں اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سجود پر رکھ دینا۔

(۲۶) حاکم نے مستدرک میں بطریق حمید بن عبدالرحمٰن رواسی روایت کی:

قال حدثنا الحسن بن صالح عن ھارون بن سعید عن ابی وائل قال کان عند علی

(انھوں نے کہا ہم سے حسن بن صالح نے حدیث بیان کی وُہ ہارون بن سعید سے، وُہ ابووائل سے راوی

---

[1] صحیح بخاری کتاب الجنائز مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۹

[2] کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب علی ہامش الاصابۃ ترجمہ معاویہ بن سفیان مطبوعہ دارصادر بیروت ۳/۳۹۹

marfat.com

پھر اس کی قبر پر تشریف فرما ہوئے، لوگ اُسے رکھ چکے تھے، حضور طیب و طاہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس خبیث کو نکلوا کر لعابِ دہنِ اقدس اس کے بدن پر ڈالا اور قمیص مبارک میں کفن دیا اور یہ بدلا اس کا تھا کہ روزِ بدر جب سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما گرفتار آئے برہنہ تھے، بوجہ طول قامت کسی کا کُرتا ٹھیک نہ آتا اس مردک نے انھیں اپنا قمیص دیا تھا۔ حضورِ عزیز صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاہا کہ منافق کا کوئی احسان حضور کے اہلبیت کرام پر بے معاوضہ نہ رہ جائے لہذا اپنے دو قمیص مبارک اس کے کفن میں عطا فرمائے، و نیز مرتے وقت وہ ریاکار نفاق شعار خود عرض کر گیا تھا کہ حضور مجھے اپنے قمیص مبارک میں کفن دیں، پھر اس کے بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی، اور ہمارے کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ادب قدیم ہے کہ کسی کا سوال رَد نہیں فرماتے۔

یا رسول اللہ یا کریم یا رءوف یا رحیم اسألك الشفاعة عند المولی العظیم والوقایة من نار الجحیم والامان من کل بلاء الیم لی ولکل من اٰمن بك وبکتابك الحکیم علیك من ولاك افضل صلوٰة واکمل تسلیم۔

اے اللہ کے رسول، اے کریم، اے رؤف، اے رحیم! آپ سے ربِ عظیم کے حضور شفاعت، نارِ جہنم سے حفاظت اور ہر دردناک بلا سے امان کا سوال کرتا ہوں اپنے لئے اور ہر اس شخص کے لئے جو آپ پر اور آپ کی حکمت والی کتاب پر ایمان لایا، آپ پر اور آپ سے محبت رکھنے والوں پر بہتر درود اور کامل تر سلام ہو۔ (ت)

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شانِ رحمت دیکھ کر کہ اپنے کتنے بڑے دشمن کو کیسا نوازا ہے ہزار آدمی قوم ابن اُبی سے مشرف باسلام ہوئے کہ واقعی یہ حلم و رحمت و عفو و مغفرت نبی برحق کے سوا دوسرے سے متصور نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین وبارک وسلم، صحیحین وغیرہما صحاح وسنن میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان عبد اللہ بن اُبی لما توفی جاء ابنہ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ اعطنی قمیصك اکفنہ فیہ وصل علیہ واستغفر لہ فاعطاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قمیصہ الحدیث[1]۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا اس کے فرزند نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اپنا کُرتا عطا فرمائیں میں اسے اس میں کفن دُوں گا اور اسے اپنی صلوٰۃ و استغفار سے نوازیں، تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اپنا کُرتا عطا کر دیا۔ الحدیث (ت)

---

[1] صحیح بخاری کتاب الجنائز مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۹

marfat.com

کتابت آیات واحادیث کی تعظیم فرض ہے یُونہی حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ردا وقمیص خصوصاً ناخن و مُوئے مبارک کی کہ اجزائے جسم اکرم حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ کل جزء جزء وشعرۃ شعرۃ منہ وبارک وسلم تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ان طریقوں سے تبرک کرنا اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسے جائز ومقرر رکھنا بلکہ بہ نفس نفیس یہ فعل فرمانا جوازِ مانحن فیہ کے لئے دلیل واضح ہے اور کتابت قرآن عظیم کی تعظیم زیادہ ماننا بھی ہرگز مفید تفرقہ نہیں ہوسکتا کہ جب علت منع خوف تجنیس ہے تو وُہ جس طرح کتابت فرقان کے لئے ممنوع ومحظور، یُونہی لباس واجزائے جسمِ اقدس کے لئے قطعاً ناجائز ومحذور، پھر صحاح احادیث سے اس کا جواز بلکہ ندب ثابت ہونا بحکم دلالۃ النص اس کے جواز کی دلیل کافی، وللہ الحمد۔

مقامِ سوم: کفن پر آیات اسماء ادعیہ لکھنے میں جو شُبہہ کیا جاسکتا تھا وُہ یہی تھا کہ میت کا بدن شق ہونا، اس سے ریم وغیرہ نکلتا ہے، تو نجاست سے تلوث لازم آئے گا۔ اس کا نفیس ازالہ امام نفیس نے فرمادیا کہ اصطبلِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا: حبس فی سبیل اللہ تعالیٰ (وقف فی سبیل اللہ تعالیٰ ہے۔ ت) جو احتمالِ نجاست یہاں ہے وہاں بھی تھا تو معلوم ہوا کہ ایک امر غیر موجود کا احتمال نیت صالحہ وغرض صحیح موجود فی الحال سے مانع نہیں آتا۔ مگر ایک متاخر عالم شافعی المذہب امام ابنِ حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس جواب میں کلام کیا کہ رانِ اسپ پر لکھنا صرف پہچان کے لئے تھا اور کفن پر لکھنے سے تبرک مقصود ہوتا ہے، تو یہاں کلماتِ معظمہ اپنے حال پر باقی ہیں انھیں معرضِ نجاست پر پیش کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔[۲]

ذکرہ فی فتاواہ الکبریٰ واثرہ العلامۃ الشامی فتبعہ علی عادتہ فانی رأیتہ کثیرا ما یتبع ھذا الفاضل الشافعی کما فعل ھھنا مع نص ائمۃ مذھبہ الامام نصیر والامام الصفار وتصریح البزازیۃ والدرالمختار وکذا فی

اسے امام ابنِ حجر مکی نے اپنے فتاوٰی کبرٰی میں ذکر کیا اور علامہ شامی نے اسے نقل کرنے کے بعد اس کی پیروی کی، جیسا کہ ان کی عادت ہے اس لئے کہ میں نے بہت جگہ دیکھا کہ وہ اس شافعی فاضل کی پیروی کرتے ہیں جیسے یہاں کی باوجودیکہ ان کے ائمہ مذہب امام نصیر، امام صفار کی تصریح اور بزازیہ و درمختار کی عبارت سامنے ہے۔ اسی طرح خطبہ میں ذکر سلاطین

---

[۱] ردالمحتار علی الدرالمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۶۰۷

[۲] " " " " " "

marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسك ، فاوصی ان یحنط بہ، وقال علی وھو فضل حنوط رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1] سکت علیہ الحاکم، ورواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ قال حدثنا حمید بن عبدالرحمٰن بہ، ورواہ البیہقی فی سننہ، قال النووی اسنادہ حسن[2] ذکرہ فی نصب الرایۃ من الجنائز۔

ہیں انھوں نے کہا۔ ت) کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پاس مُشک تھا وصیت فرمائی کہ میرے حنوط میں یہ مشک استعمال کیا جائے، اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حنوط کا بچا ہُوا ہے۔ (اور اسے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنَّف میں روایت کیا، کہا ہم سے حمید بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی آگے سند دی ہے، اور اسے بیہقی نے سُنن میں روایت کیا۔ امام نووی نے فرمایا اس کی سند حسن ہے، اسے نصب الرایہ کتاب الجنائز میں ذکر کیا۔ ت)

(۲۷) ابن السکن نے بطریق صفوان بن ہبیرہ عن ابیہ روایت کی:

قال قال ثابت البنانی قال لی انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھذہ شعرۃ من شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضعھا تحت لسانی، قال فوضعتھا تحت لسانہ فدفن وھی تحت لسانہ[3] ذکرہ فی الاصابۃ۔

یعنی ثابت بنانی فرماتے ہیں مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ موئے مبارک سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے، اسے میری زبان کے نیچے رکھ دو، میں نے رکھ دیا، وہ یُوں ہی دفن کئے گئے کہ مُوئے مبارک اُن کی زبان کے نیچے تھا (اسے اصابہ میں ذکر کیا گیا۔ ت)

(۲۸) دلائل النبوۃ بیہقی و ابنِ عساکر امام محمد بن سیرین سے راوی:

عن انس بن مالك انہ کان عندہ عصیۃ لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فمات فدفنت معہ بین جیبہ وبین قمیصہ[4]۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک چھڑی تھی وہ ان کے سینہ پر قمیص کے نیچے اُن کے ساتھ دفن کی گئی۔

ان کے سوا ہنگام تتبع اور نظائر ان وقائع کے کتبِ حدیث میں ملیں گے۔ ظاہر ہے کہ جیسے نقوش

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۳۶۱
[2] نصب الرایۃ باب الجنائز فصل فی الغسل المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا الریاض ۲/ ۲۵۹
[3] الاصابہ فی تمیز الصحابہ ترجمہ نمبر ۲۷۷ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/ ۷۲
[4] مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ترجمہ انس بن مالک دارالفکر بیروت ۵/ ۷۵

marfat.com

مایوعدون لم یلبثوا الاساعۃ من نہار[1]

اُن کے صاحبزادہ جلیل امام عبداللہ بن احمد اسے زعفران سے لکھتے ۔ امام حافظ ثقہ احمد بن علی ابوبکر مروزی نے کہا : میں نے اُن کو بارہا اسے لکھتے دیکھا[2]۔ رواہ الامام الثقۃ الحافظ ابوعلی الحسن بن علی الخلال المکی (اسے امام، ثقہ، حافظ ابوعلی حسن بن علی خلال مکی نے روایت کیا ۔ ت) حالانکہ معلوم ہے کہ پانی جزوِ بدن نہیں ہوتا اور اس کا مثانہ سے گزر کر آلاتِ بول سے نکلنا ضرور ہے بلکہ خود زمزم شریف کیا متبرک نہیں، ولہٰذا اس سے استنجا کرنا منع ہے، درمختار میں ہے :

یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال[3]
آبِ زمزم سے استنجاء مکروہ ہے غسل نہیں ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

وکذا ازالۃ النجاسۃ الحقیقیۃ من ثوبہ او بدنہ حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذلک[4]
اسی طرح اپنے کپڑے یا بدن سے نجاستِ حقیقیہ آبِ زمزم سے زائل کرنا یہاں تک کہ بعض علماء نے اسے حرام بتایا ہے ۔ (ت)

اور اس کا پینا اعلیٰ درجہ کی سنت، بلکہ کوکھ بھر کر پینا ایمان خالص کی علامت ۔ تاریخ بخاری وسنن ابنِ ماجہ وصحیح مستدرک میں بسندِ حسن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اٰیۃ مابیننا وبین المنافقین انہم لایتضلعون من زمزم[5]
ہم میں اور منافقوں میں فرق کی نشانی یہ ہے کہ وہ کوکھ بھر کر آبِ زمزم نہیں پیتے ۔

بلکہ بحمداللہ تعالیٰ ہماری تقریر سے امام ابنِ حجر شافعی اور ان کے متبع کا خلاف ہی اُٹھ گیا، اول نے اسے حدیث سے ثبوت پر موقوف رکھا تھا،

---

[1] مواہب اللدنیہ — کتابات الآلام اخری — المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۶۳
مدارج النبوۃ — باب ششم معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (رقیہ عسرولادت) مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۳۵
[2] ؍؍ بحوالہ خلال مکی ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍
[3] درمختار — باب الہدٰی — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۴
[4] ردالمحتار — ؍؍ — ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۲/۲۵۶
[5] المستدرک علی الصحیحین — کتاب المناسک — ؍؍ دارالفکر بیروت ۱/۴۷۲

marfat.com

مسئلۃ نزول الخطیب درجۃ عند ذکر السلاطین و فی مسئلۃ اذان القبر و فی نجاسۃ رطوبۃ الرحم بالاتفاق مع ان الصواب ان طہارۃ رطوبۃ الفرج عند الامام یشمل الفرج الخارج والرحم والفرج الداخل جمیعا کما بینتہ فی جد الممتار۔

کے وقت خطیب کے ایک سیڑھی نیچے اُتر آنے کے مسئلے میں اور مسئلہ اذانِ قبر میں اور رطوبت رحم کی نجاست کے بارے میں کہا جبکہ صحیح یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک رطوبتِ فرج کی طہارت فرج خارج، رحم اور فرج داخل سبھی کو شامل ہے، جیسا کہ جد الممتار میں اسے میں نے بیان کیا ہے۔ (ت)

اقول قطع نظر اس سے کہ یہ فارق یہاں اصلاً نافع نہیں کما بینتہ فیما علقت علی رد المحتار (جیسا کہ میں نے اپنے حاشیہ رد المحتار میں اسے بیان کیا ہے۔ ت)، مقام ثانی میں جو احادیثِ جلیلہ ہم نے ذکر کیں وہ تو خاص تبرک ہی کے واسطے تھیں تو فرق ضائع اور امام نصیر کا استدلال صحیح و قاطع ہے۔

ثم اقول بلکہ خود قرآنِ عظیم مثل سورۂ فاتحہ و آیاتِ شفاء وغیرہا بلغرضِ شفاء لکھ کر دھو کر پینا سلفاً خلفاً بلانکیر رائج ہے عہ۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے دردِ زہ کے لئے فرمایا:

تکتب لھا شیئ من القراٰن وتسقی[1] قرآن مجید میں سے کچھ لکھ کر عورت کو پلائیں۔

امام احمد بن حنبل اس کے لئے حدیثِ ابن عباس، دعائے کرب اور دو آیتیں تحریر فرمایا کرتے:

لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحٰن اللہ رب اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العٰلمین کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحٰھا کانھم یوم یرون

عہ بلکہ دیلمی نے مسند الفردوس میں ان سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اذا عسرت علی المرأۃ ولادتھا خذ اناء نظیفا فاکتب علیہ قولہ تعالٰی کانھم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار بلغ فھل یھلک الا القوم الفسقون کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحٰھا لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب ثم یغسل وتسقی منہ المرأۃ وینضح علی بطنھا وفرجھا[2] جس عورت کو جننے میں دشواری ہو پاکیزہ برتن پر آیتیں لکھ کر اُسے پلائیں اور اس کے پیٹ اور فرج پر چھڑکیں۔ ذکرہ فی نزھۃ الاسرار معزیا للتفسیر بحر العلوم ۱۲

---

[1] قول عبد اللہ ابن عباس

[2] کنز العمال بحوالہ ابن السنی عن ابن عباس حدیث ۲۸۳۸۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/ ۶۴

اقول هذا الفرق لا یجدی نفعا وکیف
یسلم ان قصد التمییز یسقط تعظیم
ما وجب تعظیمه شرعا افتبدل به اعیان
الاسماء العظمة فهو باطل عیانا ام لا یراد
بها معانیها بل تکون الفاظا مستعملة فی
معان اخری او من دون معنی وهذا
ایضا باطل قطعا فان قولنا للّٰه او حبیس فی
سبیل اللّٰه انما یفید التمییز و یفهم
الصدقة بالنظر الی معانیها الموضوعة
لها لا غیر اما اذا استعملت الکلمات
المعظمة فی معانیها وکان الغرض
هنالك افهام امر ما سوی نحو التبرك
یخرجها ذلك عن کونها معظمة
وای دلیل من الشرع علی
ذلك بل الدلائل بل البداهة
ناطقة بخلافه ولو ان مجرد
قصد غرض اٰخر غیر نحو
التبرك کان یسقط التعظیم فلیجز توسد
القرآن العظیم بل اولی لان
الغرض ثم لا یتم الا باسم
الجلالة من حیث هو اسم
الجلالة اما ههنا فنظر المتوسد
لیس الی قرانیته من حیث
هی هی بل الی حجمه وضخامة
جلده واذا جاز ذلك لذلك جاز

اقول یہ تفریق بے سُود ہے، یہ کیسے تسلیم
کیا جا سکتا ہے کہ امتیاز کا قصد ایسی چیز کی تعظیم
ساقط کردے جس کی تعظیم شرعاً واجب ہو — اگر یہ
کہیں کہ اس قصد کی وجہ سے عظمت والے اسما کی
حقیقت ہی بدل جاتی ہے تو اس کا بطلان عیاں ہے
اور یہ کہیں کہ ان سے ان کے معانی مراد نہیں ہوتے بلکہ
یہ دوسرے معانی میں مستعمل الفاظ ہو جاتے ہیں یا معنی
سے خالی ہو جاتے ہیں —— تو یہ قطعاً باطل ہے
کیونکہ کلمہ "للّٰہ" (خدا کے لئے) یا "حبیس فی
سبیل اللّٰہ" (اللہ کی راہ میں وقف) امتیاز و نشان
کا فائدہ بھی دیتا ہے اور اپنے وضعی معنی کے لحاظ
سے مال صدقہ ہونے کو بھی بتاتا ہے کوئی اور معنی
نہیں دیتا — اور اگر یہ کہیں کہ عظمت والے کلمات
جب اپنے معانی میں مستعمل ہوں اور وہاں تبرک کے
سوا کوئی اور بات سمجھانی بھی مقصود ہو تو وہ با عظمت
نہیں رہ جاتے —— تو اس پر کون سی دلیل شرعی ہے؟
بلکہ دلائل بلکہ بداہت اس کے خلاف ناطق ہے تبرک
جیسے امر کے سوا کسی اور غرض کا محض قصد ہو جانا
اگر تعظیم کو ساقط کر دیتا ہے تو چاہئے کہ قرآنِ عظیم
کا تکیہ لگانا جائز ہو بلکہ بدرجہ اولیٰ، اس لئے کہ وہاں
جو غرض ہے وہ اسم جلالت بحیثیت اسم جلالت کے
بغیر پُوری نہیں ہوتی —— اور یہاں تو تکیہ لگانے
والے کی نظر اس کی قرآنیت بحیثیت قرآنیت کی جانب
نہیں ہوتی بلکہ اس کے حجم اور جلد کی ضخامت کی جانب
ہوتی ہے —— اور اس بنیاد پر جب وُہ جائز ہو جائیگا

قال والقول بانه قيل يطلب فعله الخ مردود لان مثل ذلك لايحتج به وانما كانت تظهر الحجة لوصح عن النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم طلب ذلك و ليس كذلك[1]

ان کا کلام یہ ہے "یہ کہنا کہ "غرض صحیح کے لئے ایسا کرنا مطلوب ہوگا اگرچہ معلوم ہو کہ اسے نجاست پہنچے گی" ناقابل قبول ہے کیونکہ اس طرح کی بات سے حجت قائم نہیں ہوتی، اگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کی طلب صحت کے ساتھ ثابت ہوتی تو حجت ظاہر ہوتی اور ایسا نہیں"۔ (ت)

دوم نے حدیث یا قولِ مجتہد پر،

قال فالمنع هنا بالاولٰى مالم يثبت عن المجتهد او ينقل فيه حديث ثابت[2]

انھوں نے کہا: تو یہاں ممانعت بدرجۂ اولٰی ہوگی جب تک کہ مجتہد سے اس کا ثبوت نہ ہو یا اس بارے میں کوئی حدیث ثابت منقول نہ ہو۔ (ت)

ہم نے متعدد احادیثِ صحیحہ سے اُسے ثابت کر دیا اور امام نصیر و امام قاسم صفار نے خود ہمارے مذہب کے ائمہ مجتہدین سے ہیں، بالجملہ حکمِ جواز ہے اور اگر بلحاظ زیادت احتیاط کفن پر لکھنے یا لکھا ہوا کفن دینے سے اجتناب کرے تو جا دارد۔ اس بحث کی تکمیل و تفصیل فقیر نے تعلیقات ردالمحتار میں ذکر کی، اُس کا یہاں ذکر خالی از نفع نہیں، امام حجر مکی نے بعد عبارت مذکورہ نمبر ۱۲ فرمایا تھا:

قياسه على مافي نعم الصدقة ممنوع لان القصد ثم التمييز لا التبرك و هنا القصد التبرك فالاسماء المعظمة باقية على حالها فلا يجوز تعريضها للنجاسة[3] اھ واقره ش۔

صدقہ کے جانوروں کے بارے میں جو آیا ہے اس پر اس کا قیاس ممنوع ہے اس لئے کہ وہاں امتیاز مقصود ہے تبرک نہیں، اور یہاں برکت لینا مقصود ہے تو عظمت والے اسماء اپنے حال پر باقی رہیں گے انھیں معرضِ نجاست میں لانا جائز نہ ہوگا اھ، علامہ شامی نے اسے برقرار رکھا۔ (ت)

فقیر نے اس پر تعلیق کی:

---

[1] فتاوی ابن حجر مکی | باب الجنائز | دار الکتب العلمیۃ بیروت | ۲/ ۱۳

[2] ردالمحتار | باب صلوٰۃ الجنائز | ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر | ۱/ ۶۰۷

[3] فتاوی ابن حجر مکی | باب الجنائز | دار الکتب العلمیۃ بیروت | ۲/ ۱۳

لم تبق النسبة المانعة ملحوظة اما ههنا فالتعظیم لنفس تلك الالفاظ الموضوعة لتلك المعانی المعظمة وهی باقیة فی الکتابة علی حالها فافهم، مع ان العلامة سیّدی عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی نص علیہ ان النیہ تعمل فی تغییر المنطوق لا المکتوب[1] کما نقلہ العلامة ش قبیل المیاہ و اقرہ۔

ایک کلام انشا کر رہا ہے تو جو نسبت باعثِ ممانعت تھی وہ ملحوظ نہ رہ گئی — لیکن یہاں تو تعظیم خود ان ہی الفاظ کے باعث ہے جو ان معانی عظمت کے لئے وضع ہُوئے ہیں۔ اور کتابت میں یہ اپنے حال پر باقی ہیں۔ تو اسے سمجھو — اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہٗ نے صراحت فرمائی ہے کہ نیّت منطوق کو بدلنے میں اثر انداز ہوتی ہے مکتوب میں نہیں — جیساکہ علامہ شامی نے باب المیاہ سے ذرا قبل اس کو نقل کیا اور برقرار رکھا ہے۔

ثم **اقول** علی التسلیم لا محیص عن کونہ اعنی ما کتب علی الفخاذ لا بل حروفا وحروف الھجاء المعظمة بانفسھا لا یجوز تعریضھا للنجاسة کیف وانھا علی ما ذکر الزرقانی فی شرح المواھب قراٰن انزل علی سیدنا ھود علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰة والتسلیم[2] وکذا نقلہ فی ردالمحتار عن بعض القراء وقدمہ عن سیّدی عبد الغنی عن کتاب الاشارات فی علم القراءات للامام القسطلانی وقال اعنی الشامی فیہ ان الحروف فی ذاتھا لھا احترام[3] اھ، و

ثم **اقول** برتقدیرِ تسلیم — اونٹوں کی ران پر جو لکھا جاتا اُس کو حروف ماننے سے مفر نہیں — اور حروفِ تہجی خود باعظمت ہیں، انھیں معرضِ نجاست میں لانا جائز نہیں — ایسا کیوں نہ ہو جب کہ یہ وہ قرآن ہے جو سیّدنا ہُود علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر نازل ہُوا، جیسا کہ علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں ذکر کیا ہے — اسی طرح ردالمحتار میں اسے بعض قُرّاء سے نقل کیا ہے اور اس سے پہلے امام قسطلانی کی کتاب "الاشارات فی علم القراءات" کے حوالے سے سید عبدالغنی نابلسی سے نقل کیا — اور اسی میں علامہ شامی نے یہ بھی لکھا ہے کہ خود یہ حروف محترم ہیں اھ — یہ بھی

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۱۱۹

[2] ” فصل الاستنجاء ” ” ” ” ۱/۲۲۷

[3] ” ” ” ” ” ” ۱/۱۱۹

marfat.com

ایضا والعیاذ باللہ تعالیٰ ان یضع المصحف الکریم علی الارض و یجلس علیہ توقیا لثیابہ من التراب فانہ لیس باعظم من التعریض للابوال والارواث الی غیر ذلک مما لا یجیزہ احد۔

ولعل معتلا یعتل بجواز قراءۃ امثال الفاتحۃ للجنب واختید اذا قصدوا الثناء والدعاء دون التلاوۃ۔

اقول نازعہ المحقق الحلبی فی الحلیۃ وخص الجواز بما لا یقع بہ التحدی ای مادون قدر ثلث أیات ولی فی ھذا ایضا کلام والحق عندی ان الجواز بنیۃ الدعاء والثناء ورد علی خلاف القیاس توسعۃ من اللہ تعالیٰ لعبیدہ رحمۃ منہ و فضلا فلا یجوز القیاس علیہ علا ان منع الجنب لم یکن لنفس الالفاظ بل لکونھا قرآنا ای کلام اللہ عزوجل النازل علی نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المثبت بین الدفتین من حیث ھو کذلک حتی لو فرض ان تلک الالفاظ کانت حدیثا لم یحرم علیہ قراءتہ فاذا قرأت علی جھۃ انشاء کلام من عند نفسہ

تو معاذ اللہ یہ بھی جائز ہو جائے گا کہ مصحف شریف زمین پر رکھ کر اس پر بیٹھ رہے اس غرض سے کہ اس کے کپڑے مٹی سے محفوظ رہیں — کیونکہ یہ لید اور پیشاب وغیرہ پڑنے کی جگہ لانے سے بڑھ کر نہیں، جسے کوئی جائز نہیں کہہ سکتا۔

ہوسکتا ہے کوئی یوں علت پیش کرے کہ جنب اور حائض و نفساء کے لئے دعا و ثنا کے ارادے سے سورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھنا جائز ہے اور بقصدِ تلاوت جائز نہیں۔

اقول محقق حلبی نے حلیہ میں اس سے اختلاف کیا ہے اور جواز صرف اتنی مقدار سے خاص کیا ہے جس سے تحدّی واقع نہیں ہوتی، یعنی تین آیت سے کم ہی پڑھنے کا جواز ہے — مجھے اس میں بھی کلام ہے — میرے نزدیک حق یہ ہے کہ دعا یا ثنا کی نیت سے جواز کا حکم — اللہ تعالیٰ کی جانب سے بطور رحمت وفضل بندوں پر وسعت دینے کے لئے — خلافِ قیاس وارد ہے تو اس پر قیاس روا نہیں — علاوہ ازیں جنب کے لئے ممانعت نفس الفاظ کے باعث نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ وہ قرآن ہیں یعنی اللہ عزوجل کا وہ کلام جو اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہے دو دفتیوں کے درمیان ثبت ہے اس لحاظ سے کہ وہ قرآن ہیں یہاں تک کہ اگر فرض کیا جائے کہ وہ الفاظ حدیث ہیں تو جنب کے لئے ان کی قرات حرام نہ ہوگی — تو جب ان کی قرات اس طور پر ہو کہ خود اپنی جانب سے

marfat.com

فما ظنك بالحروف فاذن لا شك فی صحۃ الاستناد ولابد من اخراج کتابات الابل عن الاخلال بالتعظیم۔

واقول یظھرلی فی النظر الحاضر ان لیس الامتھان من لازم تلک الکتابۃ ولا ھو موجود حین فعلت ولا ھو مقصود لمن فعل وانما اراد التمیز وانما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ مانوی[1] قال فی جواھر الاخلاطی ثم الفتاوی الھندیۃ لا باس بکتابۃ اسم اللّٰہ تعالٰی علی الدراھم لان قصد صاحبہ العلامۃ لا التھاون[2] اھ وھذا لا شک انہ جار فیما نحن فیہ فلیس التنجیس من لازم الکتابۃ ولا ھو موجود ولا مقصود وانما المراد التبرک الٰی اٰخر مامر فان قنع بھذا فذاک والا فایا ما ابدیتم من الوجہ فی ذالک فانہ یجری فیما ھنالک ولا یظھر فرق یغیر المسالک۔

بارے میں کیا ہوگا ـــــ اس سے ظاہر ہوا کہ صحتِ استناد میں کوئی شک نہیں ـــــ اور اونٹوں والی تحریروں کو بے حرمتی سے خارج ماننا ضروری ہے۔

واقول (اور میں کہتا ہوں) بنظرِ حاضر مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ اہانت اس تحریر کو لازم نہیں، نہ ہی بوقتِ تحریر اہانت کا وجود ہے، نہ ہی یہ لکھنے والے کا مقصود ہے ـــ اس کا مقصد صرف امتیاز پیدا کرنا اور نشان لگانا ہے ـــــ اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے اور ہر انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ـــــ جواہر اخلاطی پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے: دراہم پر اللہ کا نام تحریر کرنے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ تحریر کرنے والے کا مقصود صرف نشان ہوتا ہے، اہانت نہیں اھ ـــــ یہ بات بلاشبہہ تحریرِ کفن میں بھی جاری ہے اس لئے کہ نجاست آلود کرنا اس تحریر کو لازم نہیں، نہ ہی بروقت اس کا وجود ہے نہ ہی وہ مقصود ہے، مقصود صرف برکت حاصل کرنا ہے ـــــ وُہ ساری باتیں جو گزر چکیں۔ اگر مخالف اسے مان لے تو ٹھیک ہے ورنہ اُس میں آپ جو بھی وجہ بتائیں وُہ یہاں بھی جاری ہوگی اور کوئی ایسا فرق رونما نہ ہوگا جس سے راہیں مختلف ہوجائیں۔

---

[1] صحیح بخاری — باب کیف بدء الوحی — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

[2] فتاوٰی ہندیہ — الباب الخامس فی آداب المسجد — ؍؍ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۳

marfat.com

قال ایضا لفتوا عند نا ان للحروف حرمة ولو مقطعة اهـ[1] وفي الهندية لو قطع الحروف في الحرف او خيط على بعض الحروف في البساط او المصلى حتى لم تبق الكلمة متصلة لم تسقط الكراهة وكذلك لو كان عليه الملك لا غير وكذلك الالف وحدها واللام وحدها كذا في الكبرى اذا كتب اسم فرعون او كتب ابو جهل على غرض يكره ان يرموا اليه لان لتلك الحروف الحرمة كذا في السراجية اهـ[2] بل صرح في الدر المختار وغيره انه يجوز رمي براية القلم الجديد ولا ترمى براية القلم المستعمل لاحترامه كحشيش المسجد وكناسته لا يلقى في موضع يخل بالتعظيم اهـ[3] وفي رد المحتار ورق الكتابة له احترام ايضا لكونه آلة لكتابة العلم ولذا علله في التاتارخانية بان تعظيمه من ادب الدين اهـ[4]

فاذا كان هذا في براية القلم وبياض الورق الغير المكتوب

لکھا ہے کہ علماء نے نقل فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک حروف کی عزت وحرمت ہے اگرچہ یہ الگ الگ ہوں اھ — ہندیہ میں ہے اگر حرف کو حرف سے جدا کر دیا، یا فرش یا جانماز میں بعض حروف پر اس طرح سلائی کر دی گئی کہ پورا لفظ مستقل نہ رہا تو بھی کراہت ختم نہ ہوگی — اسی طرح اگر اس پر صرف الملک ہو۔ اسی طرح اگر صرف الف اور صرف لام ہو، ایسا ہی کبریٰ میں ہے — اگر نشانہ لگانے کی جگہ فرعون کا نام لکھ دیا گیا یا ابوجہل لکھا گیا تو اس پر تیر مارنا مکروہ ہے اس لئے کہ ان حروف ہی کی عزت وحرمت ہے۔ ایسا ہی سراجیہ میں ہے اھ — بلکہ درمختار وغیرہ میں تصریح ہے کہ نئے قلم کا تراشا پھینکنا جائز ہے اور مستعمل قلم کا تراشا پھینکنا جائز نہیں کیونکہ وہ محترم ہے، جیسے مسجد کی گھاس اور کوڑا ایسی جگہ نہ ڈالا جائے جہاں بے حرمتی ہو۔ ردالمحتار میں ہے، کتابت کے کاغذ کا بھی احترام ہے اس لئے کہ وہ کتابت علم کا سامان ہے — اسی لئے تاتارخانیہ میں اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ اس کی تعظیم دین کے آداب سے ہے اھ۔ تو جب یہ حکم قلم کے تراشے اور بغیر لکھے ہوئے کاغذ کی بیاض کے بارے میں ہے تو حروف کے

---

[1] ردالمحتار — فصل فی الاستنجاء — مطبعہ الطباعۃ المصریہ مصر — ۱/۲۲۶
[2] فتاویٰ ہندیہ — الباب الخامس فی آداب المسجد — نورانی کتب خانہ پشاور — ۵/۳۲۳
[3] درمختار — کتاب الطہارۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۳۲
[4] ردالمحتار — فصل فی الاستنجاء — ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر — ۱/۲۲۶

وهو محمل اثر مجاهد "المؤذنون اطول الناس اعناقا يوم القيمة ولا يدودون في قبورهم"[1] رواه عبد الرزاق وذلك بدليل الجزء الاول اطول الناس الخ۔

اندر اس کے بدن میں کیڑے نہیں پڑتے ـــ اور یہی حضرت مجاہد کے اس اثر کی بھی مراد ہے کہ اذان دینے والے روزِ قیامت سب لوگوں سے زیادہ گردن دراز ہوں گے اور قبروں کے اندر ان کے جسم میں کیڑے نہ پڑیں گے۔ اسے عبدالرزاق نے روایت کیا ـــ اس کی (یہاں بھی محتسب کی قید ملحوظ ہونے کی) دلیل جزء اول اطول الناس (سب لوگوں سے زیادہ گردن دراز) الخ ہے۔

اما حامل القرآن فحديث ابن مندة عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما انه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا مات حامل القرآن اوحى الله الى الارض ان لا تاكلي لحمه، فتقول الارض اي رب كيف آكل لحمه وكلامك في جوفه[2] قال ابن مندة وفي الباب عن ابي هريرة وابن مسعود۔

حافظِ قرآن سے متعلق ابن مندہ کی حدیث ہے جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جب حافظِ قرآن مرتا ہے خدا زمین کو حکم فرماتا ہے کہ اس کا گوشت نہ کھانا، زمین عرض کرتی ہے: اے رب! میں اس کا گوشت کیسے کھاؤں گی جبکہ تیرا کلام اس کے سینے میں ہے۔" ابن مندہ نے کہا اس باب میں حضرت ابوہریرہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے۔

وزاد فيه الشيخ قيد العامل به **اقول** به ولكن العامل به مرجو له ذلك وان لم يكن حاملا فقد اخرج المروزي عن قتادة قال بلغني ان الارض لا تسلط على جسد

شیخ نے اس پر "قرآن پر عامل" کی قید کا اضافہ کیا ـــ **اقول** مگر عاملِ قرآن اگر حافظِ قرآن نہ ہو تو بھی اس کے لئے یہ امید ہے ـــ مروزی نے قتادہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ زمین اس کے جسم پر مسلّط نہیں

---

[1] المصنف لعبد الرزاق باب فضل فی الاذان مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۸۳
[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۱۱۲ " دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۸۴

marfat.com

فان قلت التنجیس فی الابل
غیر مقطوع بہ حتی فی الجانب
الانسی من افخاذہا لانہا تتفاج
حین تبول فکیف بالوحشی المکتوب
علیہ **قلت** لا قطع فی التکفین
ایضا فلیس کل جسد یبلی فان الاولیاء
والعلماء العاملین والشہداء
والمؤذن المحتسب وحامل القرآن
العامل بہ والمرابط والمیت بالطاعون
صابرا محتسبا والمکثر من ذکر اللہ
تعالٰی لا تتغیر ابدانہم[1] نقلہ العلامۃ
الزرقانی فی شرح المؤطا من جامع
الجنائز وجعلہم عشرۃ کاملۃ بذکر
الانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام ثم
الصدیقین والمحبین للہ تعالٰی وجمعت
ہذین فی قول الاولیاء۔

ثم تقیید المؤذن بالمحتسب ہو
نص حدیث اخرجہ الطبرانی عن
عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما
عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
قال المؤذن المحتسب کالشہید (المتشحط)
فی دمہ واذا مات لم یدود فی قبرہ[2]

اگر یہ کہئے کہ اونٹوں میں آلودگیِ نجاست
کا یقین نہیں خواہ پالتو اونٹ کی ران کے پہلو پر لکھائی ہو کیونکہ
اونٹ پیشاب کرتے وقت اپنی ٹانگوں کو کھول لیتا ہے تو کھلے
جنگل میں رہنے والے جانوروں پر لکھائی میں کیسے یقینی
ہو سکتی ہے ——— **میں کہوں گا** کفن دینے
میں بھی یہ یقینی نہیں، اس لئے کہ ہر جسم بوسیدہ
نہیں ہوتا اولیاء، باعمل علماء، شہداء،
طالبِ ثواب مؤذن، باعمل حافظِ قرآن، سرحد
کا پاسبان، طاعون میں صبر کے ساتھ اور اجر
چاہتے ہوئے مرنے والا، کثرت سے اللہ تعالٰی
کا ذکر کرنے والا، ان کے بدن بگڑتے نہیں
اسے علامہ زرقانی نے شرح مؤطا میں جامع الجنائز
سے نقل کیا اور انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام پھر
صدیقین اور خدا کے محبین کو ذکر کرکے ان کی تعداد
کامل دس کردی ہے ——— اور میں نے ان
دونوں قسموں کو لفظ اولیاء میں شامل کردیا۔

مؤذن کے ساتھ محتسب (طالبِ ثواب)
کی قید بتصریح حدیث ثابت ہے۔ طبرانی نے عبد اللہ
بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، انھوں نے
نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی ہے
کہ سرکار نے فرمایا: مؤذنِ محتسب اپنے خون میں
آلودہ شہید کی طرح ہے جب وہ مرتا ہے تو قبر کے

---

[1] شرح زرقانی علی المؤطا — باب جامع الجنائز — مطبوعہ مکتبہ تجاریہ کبرٰی مصر — ۲/۸۴
[2] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی — باب المؤذن المحتسب — مطبوعہ دار الکتاب بیروت — ۲/۳

marfat.com

فالمنع ھنا بالاولی مالم یثبت عن المجتھد او ینقل فیہ حدیث ثابت اھ[1] و ھذا الذی حملہ علی العدول عن قول امام مذھبہ الصفار الحنفی الی قول الامام ابن الصلاح من متاخری الشافعیۃ۔

فاقول امّا الکتابۃ علی الفراش فامتہان حاضر او قصد مالا ینفک عن التھاون فلیس مما نحن فیہ و لا کلام فی کراھتہ و اما علی البواقی فالمسئلۃ مختلف فیھا وقد اسمعناک اٰنفا ما فی جواھر الاخلاطی فی حق الدراھم و قال الامام الاجل قاضی خان فی فتاواہ لوکتب القراٰن علی الحیطان والجدران بعضھم قالوا یرجی ان یجوز وبعضھم کرھوا ذلک مخافۃ السقوط تحت اقدام الناس اھ[2] فقد قدم رجاء الجواز وھو کما صرح بہ فی دیباجۃ فتاواہ لا یقدم الا الاظھر الاشھر و یکون کما نص علیہ العلامۃ السید الطحطاوی ثم السید المحشی ھو المعتمد فاذن فلتکن الکتابۃ المعھودۃ علی اتخاذ الابل من لدن سیدنا الفاروق الاعظم رضی اللہ

ممانعت بدرجۂ اولیٰ ہوگی جب تک کہ مجتہد سے ثبوت نہ ہو یا اس بارے میں کوئی حدیث ثابت منقول نہ ہو اھ ــــ یہی وہ بات ہے جو ان کے لئے اپنے مذہب کے امام صفار حنفی کے قول سے عدول کرکے ایک شافعی متاخر امام ابن الصلاح کا قول لینے پر باعث ہوئی۔

فاقول (تو میں کہتا ہوں) بچھونے پر لکھا تو بروقت اہانت ہے یا ایسے کام کا قصد ہے جو بے حرمتی سے جدا ہونے والا نہیں۔ یہ تو ہمارے مبحث سے خارج ہے اور اس کے مکروہ ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ رہا باقی چیزوں پر لکھنا تو ان کے بارے میں مسئلہ اختلافی ہے ــــ دراہم سے متعلق تو جواہر اخلاطی کی عبارت ابھی ہم پیش کر آئے (دیوار و محراب سے متعلق ملاحظہ ہو) امام اجل قاضی خاں اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں: "اگر دیواروں پر قرآن لکھا تو بعض نے کہا امید ہے کہ جائز ہوگا، اور بعض نے لوگوں کے پاؤں تلے پڑنے کے اندیشے کی وجہ سے اس کو مکروہ کہا" اھ ــــ اس عبارت میں امیدِ جواز کو انھوں نے مقدم رکھا ہے ــــ اور جیسا کہ اپنے فتاوے کے دیباچے میں وہ تصریح فرما چکے ہیں جسے وہ مقدم رکھتے ہیں وہی "اظہر اشہر" ہوتا ہے ــــ اور جیسا کہ علامہ سید طحطاوی پھر خود علامہ شامی نے تصریح فرمائی ہے وہی "معتمد" ہوتا ہے ــــ ایسی صورت میں سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے اونٹوں کی ران پر

[1] ردالمحتار مطلب فیما یکتب علی کفن المیت مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۷
[2] فتاوی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح من الحظر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۲

marfat.com

الذی لم یعمل خطیئة الا ان یقال ان وصف العامل به حامل للخطاء التواب ایضا ثم الذی لم یعمل خطیئة ھو الصالح المحفوظ ولا یشمل الصبی فیما اظن[1] واللہ تعالٰی اعلم وبضم ھذا تموا عشرة وللہ الحمد نبی[1]، ولی[2]، عالم[3]، شہید[4]، مرابط[5]، میت طاعون[6]، مؤذن محتسبین[7]، ذکار[8]، حامل القرآن[9]، من لم یعمل خطیئة[10]۔

فان کان من نکفنه احد ھؤلاء فذاك والا فما یدریك ان ھذا المسلم لیس من اولیاء اللہ تعالٰی اولم ینل منازل الشہداء بل من الاشرار من لا یتغیر جسدہ تشدیدا للتعذیب والعیاذ باللہ القریب المجیب۔

ھذا واما ماایدہ به المحشی مما قدم عن الفتح انه تکرہ کتابة القرآن واسماء اللہ تعالٰی علی الدراھم والمحاریب والجدران وما یفرش[2] اھ ما فی الفتح قال المحشی فما ذلك الا الاحترامھا وخشیة وطئه ونحوہ مما فیه اھانة،

کی جاتی جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو، مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عاملِ قرآن کا وصف اس پر بھی صادق ہے جو خطاکار اور تائب ہو پھر وُہ جس نے کوئی گناہ نہ کیا ایسا صالح ہوگا جو گناہ سے بالکل محفوظ رہا ہو —— اور یہ وصف میرے خیال میں بچے کو شامل نہیں، اور زیادہ علم خدائے برتر کو ہے —— اب اسے ملا کر پورے دس ہو گئے: (۱) نبی (۲) ولی (۳) عالم (۴) شہید (۵) مرابط (سرحد کا پاسبان) (۶) میّتِ طاعون، محتسب (۷) مؤذنِ محتسب (۸) بہت ذکر کرنے والا (۹) حافظِ قرآن (۱۰) وہ جس نے کوئی گناہ نہ کیا۔

تو جسے ہم کفن دے رہے ہیں مذکورین میں سے کوئی ایک ہے تو حال واضح ہے —— ورنہ کیا معلوم کہ یہ مسلمان اللہ تعالٰی کے اولیا سے نہیں یا اسے شہدار کا درجہ حاصل نہیں —— بلکہ اشرار میں بھی ایسے ہیں جن کا جسم اس لئے متغیر نہیں ہوتا کہ عذاب زیادہ سخت ہو —— پناہ خدائے قریب مجیب کی۔

اب رہا وہ کلام جو اس کی تائید میں علامہ شامی نے فتح القدیر کے حوالے سے پیش کیا کہ درہم، محراب اور دیوار اور بچھائی جانے والی چیز پر قرآن اور اسمائے الٰہی لکھنا مکروہ ہے (فتح کی عبارت ختم ہوئی)۔ اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں: اس کی وجہ یہی احترام اور پامالی وغیرہ سے اہانت کا اندیشہ ہے، تو یہاں

---

[1] مروزی   مسانید فی الحدیث

[2] ردالمحتار   مطلب فیما یکتب علٰی کفن المیت   مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۷

marfat.com

والغنی والجاہ والدخول علی السلاطین تشد علی الفخذ الیمنی ولعسر الولادۃ تشد علی فخذہا الایسر، ولحفظ المال والرکوب فی البحر والنجاۃ من القتل[1]

اور حصول تونگری و وجاہت اور سلاطین کے پاس جانے کے لئے دہنی ران پر باندھیں، اور دشواریٔ ولادت کے لئے عورت کی بائیں ران پر، نیز حفاظتِ مال اور دریا کی سواری اور قتل سے نجات کے لئے۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں نقل فرماتے ہیں:

جب امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیشاپور میں تشریف لائے، چہرہ مبارک کے سامنے ایک پردہ تھا، حافظانِ حدیث امام ابو زرعہ رازی و امام محمد بن اسلم طوسی اور ان کے ساتھ بیشمار طالبانِ علم و حدیث حاضرِ خدمتِ انور ہوئے اور گڑگڑا کر عرض کیا کہ اپنا جمالِ مبارک ہمیں دکھائیے اور اپنے آبائے کرام سے ایک حدیث ہمارے سامنے روایت فرمائیے، امام نے سواری روکی اور غلاموں کو حکم فرمایا کہ پردہ ہٹالیں خلق کی آنکھیں جمالِ مبارک کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں۔ دو گیسو شانہ مبارک پر لٹک رہے تھے۔ پردہ ہٹتے ہی خلق کی یہ حالت ہوئی کہ کوئی چلاتا ہے، کوئی روتا ہے، کوئی خاک پر لوٹتا ہے، کوئی سواری مقدس کا سُم چومتا ہے۔ اتنے میں علماء نے آواز دی: خاموش۔ سب لوگ خاموش ہو رہے۔ دونوں امام مذکور نے حضور سے کوئی حدیث روایت کرنے کو عرض کی، حضور نے فرمایا:

حدثنی ابو موسی الکاظم عن ابیہ جعفر الصادق عن ابیہ محمدن الباقر عن ابیہ زین العابدین عن ابیہ الحسین عن ابیہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال حدثنی حبیبی وقرۃ عینی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال حدثنی جبریل قال سمعت رب العزۃ یقول لا الہ الا اللہ حصنی فمن قال دخل حصنی امن من عذابی[2]

یعنی امام علی رضا امام موسیٰ کاظم وہ امام جعفر صادق وہ امام محمد باقر وہ امام زین العابدین وہ امام حسین وہ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ میرے پیارے میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی کہ ان سے جبریل نے عرض کی کہ میں نے اللہ عزوجل کو فرماتے سنا کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے تو جس نے اسے کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا، میرے عذاب سے امان میں رہا۔

---

[1] تفسیر غرائب القرآن ذکر اسماء اہل الکہف مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱۵/۱۱۰

[2] الصواعق المحرقہ الفصل الثالث ؍؍ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۰۵

marfat.com

تعالیٰ عنه مرجحة لقول الجواز ان فرضنا المساواة والا فلا نسلمها من الاصل فان الکتابة علی المحاریب و الجدران انما یکون المقصود بها غالبا الزینة ولیست من الحاجة فی شیٔ فالمنع ثمه لا یستلزم المنع حیث الحاجة ماسة کالتمییز والتبرك و التوسل للنجاة باذن الله تعالیٰ فافهم والله سبحانه و تعالیٰ اعلم۔

لکھی جانے والی تحریر معہود و معلوم سے قولِ جواز کو ترجیح ہونی چاہئے ـــــ اگر دونوں تحریروں میں ہم مساوات مانیں ـــــ ورنہ اسے ہم سرے سے نہیں مانتے اس لئے کہ محرابوں اور دیواروں پر لکھنے سے عموماً زینت مقصود ہوتی ہے۔ یہ کوئی حاجت کی چیز ہی نہیں ـــ تو اگر اس میں ممانعت ہے تو یہ اس کو مستلزم نہیں کہ وہاں بھی ممانعت ہو جہاں حاجت ہے جیسے امتیاز پیدا کرنا، برکت حاصل کرنا، باذنِ الٰہی نجات کا وسیلہ بنانا ـــــ تو اسے سمجھو ـــــ اور خدائے پاک بزرگ و برتر خوب جاننے والا ہے (ت)

مقامِ چہارم: جب خود کفن پر ادعیہ وغیرہ تبرکاً لکھنے کا جواز فقہاً و حدیثاً ثابت ہے تو شجرہ شریف رکھنا بھی بداہۃً اسی باب سے ہے بلکہ بالاولیٰ اوّل تو اسمائے محبوبانِ خدا علیہم التحیۃ والثناء سے توسل و تبرک بلاشبہہ محمود و مندوب ہے۔ تفسیر طبری پھر شرح مواہبِ لدنیہ للعلامۃ الزرقانی میں ہے:

اذا کتب اسماء اهل الکهف فی شیٔ والقی فی النار اطفئت[1]

جب اصحابِ کہف کے نام لکھ کر آگ میں ڈال دئے جائیں آگ بجھ جاتی ہے۔

تفسیر نیشاپوری علامہ حسن بن محمد بن حسین نظام الدین میں ہے:

عن ابن عباس ان اسماء اصحاب الکهف تصلح للطلب والهرب واطفاء الحریق تکتب فی خرقة ویرمی بها فی وسط النار، ولبکاء الطفل تکتب وتوضع تحت راسه فی المهد، وللحرث تکتب علی القرطاس و ترفع علی خشب منصوب فی وسط الزرع وللضربان وللحمی المثلثة والصداع

یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اصحابِ کہف کے نام تحصیلِ نفع و دفع ضرر اور آگ بجھانے کے واسطے ایک پرچے میں لکھ کر آگ میں ڈال دیں، اور بچہ روتا ہو تو لکھ کر گہوارے میں اس کے سر کے نیچے رکھ دیں، اور کھیتی کی حفاظت کے لئے کاغذ پر لکھ کر بیچ کھیت میں ایک لکڑی گاڑ کر اُس پر باندھ دیں، اور رگیں تپکنے اور باری والے بخار اور دردِ سر

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثامن مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۱۰۸

مسئلہ ۱۶ از چھاؤنی اشرف خاں ۳۰ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنازہ لے چلیں تو سرہانا آگے کریں یا پائنتی؟ ایک شخص کہتا ہے کہ پائنتی آگے کرنے کا حکم ہے میں نے علمائے دین سے پوچھ لیا ہے۔ اور قبر پر اذان کہنے کو ایک شخص حرام و ناجائز کہتا ہے اس میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اُس شخص نے محض غلط کہا، جنازہ لے چلنے میں سرہانے آگے کرنے کا حکم ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

فی حالۃ المشی بالجنازۃ یقدم الراس کذا فی المضمرات[1]۔ جنازہ لے چلنے میں سر آگے ہوگا۔ ایسا ہی مضمرات میں ہے۔ (ت)

قبر پر اذان دینے کو جس نے حرام کہا محض غلط کہا، اگر سچا ہے تو بتائے کہ کس آیت یا حدیث میں اس کو حرام فرمایا ہے، اگر نہ بتائے اور ہرگز نہ بتاسکے گا تو خدا اور رسول پر افتراء کرنے کا اقرار کرے۔ حرام وُہ ہے جسے خدا اور رسول نے حرام فرمایا اور واجب وُہ ہے جسے خدا اور رسول نے واجب کہا حکم دیا، لیکن وُہ چیزیں جن کا نہ خدا اور رسول نے حکم دیا نہ منع کیا وُہ سب جائز ہیں اُنھیں حرام کہنے والا خدا و رسول پر افترا کرتا ہے، فقیر کا خاص اس باب میں رسالہ طبع ہوگیا ہے اُسے دیکھ کر اس اذان کے فوائد معلوم کریں اس میں پندرہ[15] دلیلوں سے اس کی اصل جواز کا ثبوت دیا گیا ہے، جو مدعی حرمت کا ہے پہلے اس کے حرام ہونے کا آیت و حدیث سے ثبوت دے، جب نہ دے سکے تو اپنے کذب کا اقرار اور اذان کے جائز ہونے کا اعتراف کرے، اس کے بعد جو بیان ہووے سب ہوجائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷ از ملک مالوا شہر اندور چھینپہ باکھل مرسلہ اسمٰعیل قادری احمد آباد والا

یہاں میت ہوگئی تھی، اس کے کفنانے کے بعد پھولوں کی چادر ڈالی گئی، اس کو ایک پیش امام افغانی نے اتار ڈالا اور کہا یہ بدعت ہے ہم نہ ڈالنے دیں گے، دوسرے جو غلاف کا پارچہ سیاہ کعبہ شریف سے لاتے ہیں وہ ٹکڑا ڈالا ہوا تھا اُسے ہٹا دیا اور کہا کہ یہ روافض کا رواج ہے ہم نہ ڈالیں گے اُسے الگ ہٹا کے اُس نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

الجواب

پھولوں کی چادر بالائے کفن ڈالنے میں شرعاً اصلاً حرج نہیں بلکہ نیتِ حسن سے حسن ہے جیسے قبور پر

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الرابع فی حمل الجنازۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۲

marfat.com

یہ حدیث روایت فرماکر حضور رواں ہوئے اور پردہ چھوڑ دیا گیا، دواتوں والے جو ارشاد مبارک لکھ رہے تھے شمار کئے گئے، بیس ہزار سے زائد تھے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

لو قرأت هذا الاسناد على مجنون لبرئ من جنته[1] — یہ مبارک سند اگر مجنون پر پڑھو تو ضرور اسے جنون سے شفا ہو۔

اقول فی الواقع جب اسمائے اصحاب کہف قدست اسرارہم میں وہ برکات ہیں حالانکہ وہ اولیائے عیسویین میں سے ہیں تو اولیائے محمدیین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کا کیا کہنا، اُن کے اسمائے کرام کی برکت کیا شمار میں آسکے۔ اے شخص! تو نہیں جانتا کہ نام کیا ہے، مسمّٰی کے انحائے وجود سے ایک نحو ہے، امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء نے فرمایا ہے کہ وجودِ شئی کی چار صورتیں ہیں: وجود اعیان میں، علم میں، تلفظ میں، کتابت میں۔ تو ان دو شق اخیر وجود اسم ہی کو وجود مسمّٰی قرار دیا ہے بلکہ کتبِ عقائد میں لکھتے ہیں: الاسم عین المسمّٰی نام عین مسمّٰی ہے۔ امام رازی نے فرمایا: المشهور عن اصحابنا ان الاسم هو المسمّٰی مقصود اتنا ہے کہ نام کا مسمّٰی سے اختصاص کپڑوں کے اختصاص سے زائد ہے اور نام کی مسمّٰی پر دلالت تراشۂ ناخن کی دلالت سے افزوں ہے، تو خالی اسماء ہی ایک اعلیٰ ذریعہ تبرک وتوسل ہوتے نہ کہ اسامی سلاسل علیہ کہ اسناد اتصال بمحبوب ذو الجلال وبحضرت عزت وجلال ہیں جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور اللہ ومحبوب و اولیاء کے سلسلہ کرام وکرامت میں انسلاک کی سند تو شجرۂ طیبہ سے بڑھ کر اور کیا ذریعۂ توسل چاہیئے، پھر کفن پر لکھنا کہ ہمارے ائمہ نے جسے جائز فرمایا اور امیدگاہِ مغفرت بنایا، اور بعض شافعیہ کو اس میں خیالِ تنجیس آیا، شجرۂ طیبہ میں اس کا خیال بھی لزوم نہیں۔ کیا ضرور کہ کفن ہی میں رکھیں بلکہ قبر میں طاق بناکر خواہ سرہانے کہ نکیرین پائنتی کی طرف سے آتے ہیں اُن کے پیش نظر ہو خواہ جانبِ قبلہ کہ میّت کے پیش رو رہے اور اُس کے سکون واطمینان واعانت جواب کا باعث ہو، باذنہٖ تعالیٰ ولہ الحمد۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی رسالہ "فیض عام" میں شجرہ قبر میں رکھنے کو معمولِ بزرگانِ دین بتاکر سرہانے طاق میں رکھنا پسند کیا۔ یہ امر واسع ہے بلکہ ہماری تحقیق سے واضح ہوا کہ کفن میں رکھنے میں جو کلامِ فقہاء بتایا گیا وہ متاخرینِ شافعیہ ہیں، ہمارے ائمہ کے طور پر یہ بھی روا ہے۔ ہاں خروج عن الخلاف کے لئے طاق میں رکھنا زیادہ مناسب وبجا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] الصواعق المحرقہ الفصل الثالث فی الاحادیث الواردۃ فی بعض اہل البیت مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۰۵

marfat.com

میں رکھتے ہیں، اور جنازہ کی چھتری پر غلاف ڈال کے اس پہ مرد کے واسطے شال اور عورت کے واسطے دامنی ڈالا کرتے ہیں اور پھر اُس شال یا دامنی پر پھولوں کی ایک چادر بنا کر ڈالتے ہیں تو آیا یہ امر واسطے مرد کے کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا

الجواب

جنازۂ زنان پر چھتری یا گہوارہ بنا کر غلاف و پردہ ڈالنا مستحب و ماثور ہے، ایسا ہی چاہئے، اور جنازۂ مرداں میں نہ اس کی حاجت نہ سلف سے عادت۔ ہاں بارش یا دھوپ وغیرہ کی شدت سے بچانے کو بنائیں تو کچھ حرج نہیں، فی کشف الغطاء (کشف الغطاء میں ہے):

اولٰی آنست کہ پوشیدہ شود جنازۂ زنان را و مستحسن داشتہ اند گرفتن صندوق را برائے وے نہ برائے مرد۔ مگر آنکہ ضرورتے داعی باشد چون خوفِ باران و برف و شدّتِ گرما و نحو آن[1]

عورتوں کے جنازہ کو چھپا دینا بہتر ہے اور اس کے لئے صندوق بنانا علماء نے مستحسن قرار دیا ہے مرد کیلئے نہیں، مگر یہ کہ کوئی ضرورت داعی ہو بارش اور برف کا اندیشہ ہو یا سخت گرمی وغیرہ ہو۔ (ت)

اور دوشالہ وغیرہ بیش بہا کپڑے ڈالنے سے اگر ریاء و تفاخر مقصود ہو تو وُہ حرام ہے نہ کہ خاص معاملہ میت و اولین منازل آخرت میں، اور اگر زینت مراد ہو تو وُہ بھی مکروہ۔

فی الشامیۃ عن الطحاویۃ ویکرہ فیہ کل ماکان للزینۃ[2]

شامی میں طحاوی کے حوالے سے ہے: اس میں وُہ سب مکروہ ہے جو زینت کے لئے ہو۔ (ت)

ہاں تصدق منظور ہو تو وُہ بیشک محمود۔ مگر تصدق کچھ اس پر موقوف نہیں کہ جنازہ پر ڈال ہی کر دیں، یونہی پھولوں کی چادر بہ نیتِ زینت مکروہ، اور اگر اس قصد سے ہو کہ وہ بحکم احادیث خفیف الحمل وطیب الرائحہ و مسبحِ خدا و مونسِ میّت ہے تو حرج نہیں۔

کما فی القبور ففی الھندیۃ وغیرھا وضع الورد والریاحین علی القبور حسن[3] الخ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

جیسے قبروں میں کہ ہندیہ وغیرہا میں ہے قبروں پر گلاب وغیرہ کے پھول رکھنا اچھا ہے الخ واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] کشف الغطاء فصل پنجم مطبع احمدی دہلی ص ۳۴

[2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۵۷۸

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۱

marfat.com

پھول ڈالنا کہ وہ جب تک تر ہیں تسبیح کرتے ہیں، اس سے میّت کا دل بہلتا ہے اور رحمت اُترتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

وضع الورد والریاحین علی القبور حسن[1]۔ قبروں پر گلاب اور پھولوں کا رکھنا اچھا ہے (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان وامداد الفتاح شرح المصنف لمراقی الفلاح وردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے:

انه مادام رطبا یسبح فیؤنس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ[2]۔ پھول جب تک تر رہے تسبیح کرتا رہتا ہے جس سے میّت کو اُنس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے (ت)

یُونہی تبرک کے لئے غلافِ کعبہ معظمہ کا قلیل ٹکڑا سینے یا چہرے پر رکھنا بلاشبہہ جائز ہے اور اسے رواجِ روافض بتانا محض جھوٹ ہے، اسد الغابہ وغیرہا میں ہے:

لما حضرہ الموت اوصی ان یکفن فی قمیص کان علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام کساہ ایاہ، وان یجعل ممایلی جسدہ وکان عندہ قلامۃ اظفارہ علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام فاوصی ان تسحق وتجعل فی عینیہ وفمہ، وقال افعلوا ذلك وخلوا بینی وبین ارحم الراحمین[3]۔ جب حضرت امیر معاویہ کا آخری وقت آیا یہ وصیت فرمائی کہ اُنھیں اس قمیص میں کفن دیا جائے جو نبی اکرم علیہ افضل الصلاۃ والسلام نے انھیں عطا فرمائی تھی اور یہ اُن کے جسم سے متصل رکھی جائے ان کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ناخنِ پاک کے کچھ تراشے بھی تھے ان کے متعلق وصیت فرمائی کہ باریک کرکے ان کی آنکھوں اور دہن پر رکھ دیئے جائیں، فرمایا کہ یہ کام انجام دینا اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کردینا۔ (ت)

مسئلہ ۸۱: از سُورت اسٹیشن سائن، موضع کٹھور، مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب ۲۱ جمادی الاولٰی ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یہاں رواج ہے کہ شخص میت کو بعد تغسیل وتکفین کے جنازے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

[2] ردالمحتار مطلب فی وضع الجدید ونحو الآس علی القبور ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۶۰۶

[3] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ باب المیم والعین مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۴/ ۳۸۷

marfat.com

میں بھی شوہر کو نہیں شریک کرتے اور کہتے ہیں اب اس کا رشتہ ٹوٹ گیا، آیا یہ فعل اُن کا جائز ہے یا ناجائز ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب تک جسمِ زن میں رُوح باقی ہے اگرچہ حالتِ نزع ہو بلاشبہہ اس کی زوجہ ہے اور اس وقت شوہر کو پاس نہ آنے دینا ظلم ہے اور اُسی وقت سے رشتہ منقطع سمجھ لینا سخت جہل ہے، اور بعد موتِ زن بھی شوہر کو دیکھنے کی اجازت ہے البتہ ہاتھ لگانا منع ہے کما نص علیہ فی التنویر والدر وغیرھما (جیسا کہ تنویر الابصار اور درمختار وغیرہما میں اس کی تصریح ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳: از پنجاب ضلع جہلم ڈاک خانہ و ریلوے اسٹیشن ترقی موضع غازی ناڑہ مرسلہ سید محمد مجید الحسن صاحب ۵ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

مشہورِ خدمت جناب صاحب حجت قاہرہ مجدد مائۃ حاضرہ مولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام ظلکم علٰی راس المسترشدین بعد سلام سنۃ الاسلام عرض ہے کہ اس ملک میں جنازہ کے آگے مولود خوانی میں اختلاف اور جھگڑا ہے ایک طائفہ بحرالرائق و مراقی الفلاح و قاضی خاں و عالمگیری وغیرہا کی عبارات سے مکروہِ تحریمی کہتے ہیں، اور دوسری جماعت جائز و مستحب کہتی ہے، آپ کی تحریر پر جملہ مسلمانوں کا فیصلہ ہے کئی ماہ کے تنازع کا فیصلہ ہوگا۔ عبارات فریق قائل کراہت۔ ردالمحتار:

قیل تحریما وقیل تنزیھا کما فی البحر عن الغایۃ وفیہ عنھا وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت وفیہ عن الظھیریۃ فان اراد ان یذکر اللہ تعالٰی یذکر فی نفسہ لقولہ تعالٰی انہ لا یحب المعتدین ای الجاھرین بالدعاء قلت اذا کان ھذا فی الدعاء والذکر فما ظنک بالغناء الحادث فی ھذا الزمان[1]

کہا گیا کہ مکروہِ تحریمی ہے اور کہا گیا کہ تنزیہی جیسا کہ بحر میں غایہ سے منقول ہے، اور اُس میں اسی سے یہ بھی ہے: جنازہ کے پیچھے چلنے والے کو برابر سکوت رکھنا چاہئے، اور اسی میں ظہیریہ سے ہے: اگر اللہ تعالٰی کا ذکر کرنا چاہے تو دل میں کرے اس لئے کہ باری تعالٰی کا ارشاد ہے: وُہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا — یعنی دُعا میں جہر کرنے والوں کو — میں کہتا ہوں یہ جب دعا و ذکر کا حکم ہے تو اُس نغمہ اور گانے کا کیا حال ہوگا جو اس زمانے

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۵۹۸

marfat.com

مسئلہ ۱۹ از مانا ودر ملک کاٹھیاواڑ مرسلہ ماسٹر اسمعیل صاحب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

تمام لوگ بوجہ رسم کے بالوجہ اس امر کے کہ ملّا صاحب فرماتے ہیں ہم نہیں آئیں گے، ریشمی کپڑا یا رنگ برنگ کی چادریں میت پر ڈالتے ہیں اور جب اُن سے کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں تم لوگ ہم پر حسد کرتے ہو، مجبوراً ڈلوانا کہاں تک جائز ہے؟

الجواب

جبر حرام ہے اور بخوشی بھی نہ ہو اگر ملّا فقیر نہیں یعنی چھپن روپے کے مال کا مالک ہے جو قرض وغیرہ میں مشغول نہیں، نیز ایک رسم بے ثبوت کا ایسا التزام نہ چاہئے جبر کرنے والا ملّا نہیں ٹھگیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰ از دلگیر گنج پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۷ھ

اگر عورت مرجائے تو شوہر اس کے جنازے کو ہاتھ لگائے یا نہیں؟

الجواب

جنازے کو محض اجنبی ہاتھ لگاتے، کندھوں پر اٹھاتے، قبر تک لے جاتے ہیں، شوہر نے کیا قصور کیا ہے۔ یہ مسئلہ جاہلوں میں محض غلط مشہور ہے۔ ہاں شوہر کو اپنی زنِ مردہ کا بدن چھونا جائز نہیں، دیکھنے کی اجازت ہے کما نص علیہ فی التنویر والدر وغیرھما (جیسا کہ تنویر الابصار اور درمختار وغیرہما میں اس کی تصریح ہے۔ ت) اجنبی کو دیکھنے کی بھی اجازت نہیں۔ محارم کو پیٹ، پیٹھ اور ناف سے زانو تک کے سوا چھونے کی بھی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱ زوجہ کا جنازہ شوہر کو چھونا کیسا ہے؟ چھونا چاہئے یا نہیں؟ شوہر کا اپنی زوجہ کا منہ قبر میں رکھنے کے بعد دیکھنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟

الجواب

شوہر کو بعد انتقالِ زوجہ قبر میں خواہ بیرونِ قبر اس کا منہ یا بدن دیکھنا جائز ہے، قبر میں اتارنا جائز ہے اور جنازہ تو محض اجنبی تک اٹھاتے ہیں، ہاں بغیر حائل کے اس کے بدن کو ہاتھ لگانا شوہر کو ناجائز ہوتا ہے، زوجہ کو جب تک عدت میں رہے شوہر مردہ کا بدن چھونا بلکہ اُسے غسل دینا بھی جائز رہتا ہے۔ یہ مسئلہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲ ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ

ہندوستان کے لوگوں کا دستور ہے کہ جب عورت کی حالتِ نزع ہوتی ہے تب اُس کے شوہر کو اُس کے پاس نہیں جانے دیتے اور اُس کا شوہر حالتِ نزع میں اُس کے پاس نہیں جاتا اور اُس عورت کی تکفین و تدفین

marfat.com

قبر میں رکھیں گے، ولہذا علماء نے سکوتِ محض کو پسند کیا تھا کہ کلام اگرچہ ذکر ہی ہو اگرچہ آہستہ ہو، اس تصور سے کہ (بغایت نافع اور مفید اور برسوں کے زنگ دل سے دھو دینے والا ہے) روکے گا یا کم از کم دل بٹ تو جائیگا تو اس وقت محض خاموشی ہی مناسب تر ہے، ورنہ حاش للہ ذکرِ خدا و رسول نہ کسی وقت منع ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ تعالٰی علٰی کل احیانہ[1] رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ و علقہ البخاری۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر ایک وقت خدا کا ذکر کیا کرتے۔ اسے مسلم، احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے روایت کیا اور بخاری نے تعلیقاً روایت کیا۔ (ت)

نہ کوئی چیز اس سے بہتر، قال اللہ عزوجل ولذکر اللہ اکبر[2] (اللہ عزوجل نے فرمایا: اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا۔ ت) اب کہ زمانہ منقلب ہُوا، لوگ جنازہ کے ساتھ اور دفن کے وقت اور قبروں پر بیٹھ کر لغویات و فضولیات اور دنیوی تذکروں بلکہ خندہ و لہو میں مشغول ہوتے ہیں تو انھیں ذکرِ خدا اور رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف مشغول کرنا عین صواب و کارِ ثواب ہے، معہذا جنازہ کے ساتھ ذکرِ جہر کی کراہت میں اختلاف ہے کہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے، اور ترجیح بھی مختلف آئی۔ قنیہ میں کراہت تنزیہہ کو ترجیح دی اور اسی پر فتاوٰی تتمہ میں جزم فرمایا اور یہی تجرید و مجتبٰی و حاوی و بحرالرائق وغیرہا کے لفظ ینبغی کا مفاد ہے اور ترک اولٰی اصلاً گناہ نہیں کما نصوا علیہ وحققناہ فی جمل مجلیۃ (جیسا کہ علماء نے اس کی صراحت فرمائی ہے اور ہم نے اپنے رسالے جُمَلُ مُجَلِّیَہ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ[۱۳] میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے اور اس کا مرتکب نہ ہوگا مگر متقشف کہ مقاصدِ شرع سے جاہل و ناواقف ہو یا متصلف کہ مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو، بلکہ ائمہ ناصحین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ منع کرنا اُس منکر سے ضرور ہے جو بالاجماع حرام ہو، بلکہ تصریحیں فرمائیں کہ عوام اگر کسی طرح یادِ خدا میں مشغول ہوں ہرگز منع نہ کئے جائیں اگرچہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو، مثلاً سُورج نکلتے وقت نماز حرام ہے اور عوام پڑھتے ہوں تو نہ روکے جائیں کہ کسی طرح وُہ خدا کا نام تو لیں اُسے سجدہ تو کریں اگرچہ کسی دوسرے مذہب پر اس کی صحت ہوسکے، امام علّامہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحیض مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۲

[2] القرآن ۲۹/ ۴۵

بحرالرائق ينبغی لمن تبع الجنازة ان يطيل الصمت ويكره رفع الصوات بالذكر وقراءة القراٰن الخ[1]

کی پیداوار ہے — البحرالرائق میں ہے جنازہ کے پیچھے چلنے والے کو طول سکوت اختیار کرنا چاہئے اور بلند آواز سے ذکر وتلاوت قرآن مکروہ ہے الخ (ت)

عبارت فریق قائل بجلت

عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما لم یکن یسمع من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو یمشی خلف الجنازۃ الاقول لا الہ الا اللہ اخرجہ ابن عدی فی ترجمۃ ابراہیم ف بن ابی حمید وضعفہ، تخریج احادیث الھدایۃ لابن حجر[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جنازہ کے پیچھے چلتے تو حضور سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے سوا کچھ نہ سُنا جاتا — ابن عدی نے ابراہیم بن ابی حمید کے حالات میں اس کی تخریج کی ہے اور اسے ضعیف کہا ہے۔ تخریج احادیث ہدایہ از علامہ ابن حجر۔ (ت)

یعنی اس سے ادنٰی جہر ثابت ہوتا ہے وغیرہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ہاں کتبِ حنفیہ میں جنازے کے ساتھ ذکرِ جہر کو مکروہ لکھا ہے جس طرح خود نفسِ ذکرِ جہر کو بکثرت کتبِ حنفیہ میں مکروہ بتایا حالانکہ وہ اطلاقاتِ قرآنِ عظیم واحادیثِ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے اور عند التحقیق کراہت کا عروض نظر بعوارض خارجہ غیر لازمہ ہے جیساکہ علامہ خیرالدین رملی استاد صاحبِ درمختار وغیرہ محققین نے تحقیق فرمایا اور ہم نے اپنے فتوٰی میں اُسے منقح کیا، یہاں بھی اُس کا منشاء عوارض ہی ہیں قلب ہمراہیاں کا مشوش ہونا یا دموت سے دوسری طرف توجہ کرنا انصاف کیجئے تو یہ حکم اس زمانِ خیر کے لئے تھا جبکہ ہمراہیانِ جنازہ تصوّرِ موت میں ایسے غرق ہوتے تھے کہ گویا میت اُن میں ہر ایک کا خاص اپنا کوئی جگر پارہ ہے بلکہ گویا خود ہی میّت ہیں، ہمیں کو جنازہ پر لئے جاتے ہیں اور اب

---

[1] بحرالرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلوٰتہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۹۲

[2] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ ابراہیم بن احمد کے تحت " دارالفکر بیروت ۱/۲۶۹

صحیح بخاری کتاب الحیض " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴

ف ھو ابراھیم بن احمد الحرانی الضریر، انظر حاشیۃ نصب الرایۃ ۲/۲۹۲ ابراھیم الحرانی ھو ابن ابی حمید متھم بوضع الحدیث، انظر اللسان ۱/۲۸ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

الولاة او سافر ورجع من التجار ونحو
ذلك وكان السلف الصالح لا يتكلمون
فى الجنازة الا بما ورد وكان الغريب لا يعرف
من هو القريب من الميت حتى يعرف
لغلبة الحزن على الحاضرين كلهم وكان
سيدى على الخواص رضى الله تعالىٰ عنه
يقول اذا علم من الماشين مع الجنازة
انهم لا يتركون اللغو فى الجنازة ويشتغلون
باحوال الدنيا فينبغى ان يامرهم
بقول لا اله الا الله محمد رسول الله صلى الله
تعالىٰ عليه وسلم فان ذلك
افضل من تركه ولا ينبغى لفقيه ان
ينكر ذلك الا بنص او اجماع فان
مع المسلمين الاذن العام من
الشارع بقول لا اله الا الله محمد
رسول الله فى كل وقت شاؤا ويالله العجب
من عمى قلب من ينكر مثل هذا وربما عزم
عند الحكام الفلوس حتى يبطل قول
المؤمنين لا اله الا الله محمد رسول الله صلى
الله تعالىٰ عليه وسلم فى طريق الجنازة و
هو يرى الحشيش يباع فلا يكلف خاطره
ان يقول للحشاش حرم عليك بل رأيت
فقيها منهم ياخذ معلوم امامة
من فلوس بائع الحشيش
فنسأل الله العافية

معزول ہوا، فلاں تاجر سفر میں گیا، فلاں واپس آیا۔
سلف صالحین کی روش یہ تھی کہ جنازہ میں کچھ نہ بولتے
مگر وُہ جو حدیث میں وارد ہے۔ سارے حاضرین
پر حزن وغم کا ایک ایسا غلبہ رہتا کہ اجنبی اور پردیسی
شخص کو جب تک بتایا نہ جائے یہ معلوم ہی نہ ہوتا
کہ میّت کا قریبی کون ہے ___ سیدی علی خواص
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنازہ کے ساتھ
چلنے والوں کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وُہ لغو سے
باز نہ آئیں گے اور دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں گے
تو انھیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم پڑھنے کا حکم دینا چاہیے کیونکہ ایسی حالت
میں اسے پڑھنا نہ پڑھنے سے افضل ہے۔ اور
کسی فقیہ کو بغیر نص یا اجماع کے اس سے انکار
مناسب نہیں ___ اس لئے کہ مسلمانوں کے لئے
شارع کی جانب سے وُہ جب بھی چاہیں لا الٰہ الا اللہ
محمد رسول اللہ پڑھنے کی عام اجازت ہے۔ الٰہی
عجب ہے اس شخص کی قلبی نابینائی سے جو ایسے
امر پر تو نکیر کرتا ہو اور جنازہ کے راستے میں لا الٰہ الا
اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنے کو
باطل کہہ کے حکّام کے یہاں مال حاصل کرنا چاہتا ہو،
دُوسری طرف یہ حال ہو کہ بھنگ بکتی دیکھے تو بھنگ
فروش سے یہ کہنے کی زحمت گوارا نہ ہو کہ یہ تجھ پر حرام
ہے ___ بلکہ اس طبقے کے ایک فقیہ کو میں نے
دیکھا کہ وُہ بھنگ فروش کے مال سے اپنی امامت
کی تنخواہ وصول کرتا ___ تو خدا ہی سے عافیت کا

marfat.com

عارف باللہ ناصح الامہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کتاب مستطاب الحدیقۃ الندیۃ فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ میں فرماتے ہیں :

قال فی شرح الطحاوی علی مشیع الجنازۃ الصمت وعبر فی المجتبی والتجرید و الحاوی ینبغی ان یطیل الصمت و سنن المرسلین الصمت معہا کذا فی منیۃ المفتی ویکرہ لھم رفع الصوت کراھۃ تحریم وقیل تنزیہ ، مبتغی ،کراھۃ تنزیہ وقیل تحریم ، قنیۃ ، وھو یکرہ علی معنی انہ تارک الاولی کما عزاہ فی التتمۃ الی والدہ وفی شرح شرعۃ الاسلام المسمی بجامع الشروح یستکثر من التسبیح والتہلیل علی سبیل الاخفاء خلف الجنازۃ ولا یتکلم بشیٔ من امر الدنیا لکن بعض المشائخ جوزوا الذکر الجھری ورفع الصوت بالتعظیم بغیر التغییر بادخال حرف فی خلالہ قدام الجنازۃ وخلفھا لتلقین المیت والاموات والاحیاء وتنبیہ الغفلۃ والظلمۃ وازالۃ صداء القلوب وقساوتہا بحب الدنیا وریاستہا وفی کتاب العہود المحمدیۃ للشیخ الشعرانی قدس اللہ تعالی سرہ ینبغی لعالم الحارۃ ان یعلم من یرید المشی مع الجنازۃ عدم اللغو فیہا وذکر من تولی وعزل من

شرح طحاوی میں ہے : جنازہ کے ساتھ چلنے والے پر خاموشی لازم ہے — مجتبیٰ ، تجرید اور حاوی کے الفاظ یہ ہیں کہ : اسے طول سکوت اختیار کرنا چاہیئے حضرات رُسل علیہم السلام کی سنت یہی ہے کہ جنازہ کے ساتھ خاموش رہیں۔ اسی طرح منیۃ المفتی میں ہے — لوگوں کا آواز بلند کرنا مکروہِ تحریمی ہے اور کہا گیا کہ تنزیہی ہے ، مبتغی — کراہت تنزیہ ہے اور کہا گیا کہ کراہتِ تحریم ہے ، قنیہ — آواز بلند کرنا مکروہ ہے یعنی ترک اولیٰ ہے ، جیسا کہ تتمہ میں اسے اپنے والد کے حوالے سے ذکر کیا۔ اور شرعۃ الاسلام کی جامع الشروح نامی شرح میں یہ ہے کہ : جنازہ کے پیچھے سِرّی طور پر زیادہ سے زیادہ تسبیح وتہلیل کرے ، کوئی دنیاوی بات نہ بولے ، لیکن بعض مشائخ نے جہری ذکر کو بھی جائز کہا ہے اس طرح کہ درمیان میں کوئی بات ڈالے بغیر جنازہ کے آگے اور پیچھے تعظیم کے ساتھ باآواز بلند ذکر کریں تاکہ میت اور دوسرے زندوں مردوں کو تلقین ہو ، غافلوں ظالموں کو تنبیہ ہو ، دنیا کی محبت وریاست سے دلوں میں جو زنگ اور درشتی ہے وہ دور ہو — علامہ شعرانی قدس سرہٗ کی کتاب العہود المحمدیہ میں ہے کہ عالمِ محلہ کو چاہیئے کہ جو لوگ جنازہ کے ساتھ چلنا چاہتے ہیں انہیں تعلیم دے کہ لغو سے پرہیز کریں اس طرح کی باتوں میں نہ پڑیں کہ فلاں حکمران بنا ، فلاں والی

marfat.com

الآن فی الجنازۃ تجدھم مشغولین بحکایات الدنیا لم یعتبروا بالمیت وقلبھم غافل عن جمیع ما وقع لہ بل رأیت منھم من یضحک واذا تعارض عندنا مثل ذلک وکون ذلک لم یکن فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدمنا ذکر اللہ عزوجل فلو صاح کل من فی الجنازۃ لا الٰہ الا اللہ فلا اعتراض ولم یاتنا فی ذلک شیئ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلو کان ذکر اللہ تعالٰی فی الجنازۃ منھیا عنہ لبلغنا ولو فی حدیث کما بلغنا فی قراءۃ القرآن فی الرکوع وشیئ سکت عنہ الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوائل الاسلام لایمتنع منہ اواخر الزمان[1] اھ باختصار قلیل۔

کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توسب سے بڑی نیکی ہے پھر اس سے کیوں کر روکا جائے گا؟ ـــــ اس زمانے میں جنازے کے اندر اکثر لوگوں کے احوال پر نظر کرو دنیا کی باتوں میں مشغول ملیں گے جنھیں میت کے حال سے کوئی عبرت نہیں۔ ان کا دل اس سارے واقعے سے غافل ہے، بلکہ ان میں ہنسنے والے بھی نظر آئیں گے ـــــ ذکر نہ کریں تو یہ حالت ہے اور ذکر میں مشغول ہوں تو یہ اعتراض ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھا۔ ہمارے نزدیک جب ایسا تعارض درپیش ہے تو ہم اللہ کے ذکر کو مقدم رکھیں گے ـــــ اب اگر سارے شرکاء جنازہ پکار کر لا الٰہ الا اللہ کہیں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس سے ممانعت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کوئی ارشاد وارد نہیں۔ اگر جنازے میں ذکرِ الٰہی ممنوع ہوتا تو کسی نہ کسی حدیث میں تو یہ حکم وارد ہوتا، جیسے رکوع میں قرآن شریف پڑھنا ممنوع ہے تو اس بارے میں حدیث آئی ہے۔ تو جس چیز سے ابتدائے اسلام میں شارع علیہ الصلٰوۃ والسلام نے سکوت فرمایا وہ ہمارے آخر زمانے میں ممنوع نہیں ہوسکتی اھ باختصار قلیل (ت)

اس کلامِ جمیل امامِ جلیل رحمہ اللہ تعالٰی کا خلاصہ ارشادات چند افادات:

(۱) سلف صالح کی حالت جنازہ میں یہ ہوتی کہ ناواقف کو نہ معلوم ہوتا کہ ان میں اہلِ میّت کون ہے اور باقی ہمراہ کون، سب ایک سے مغموم ومحزون نظر آتے، اور اب حال یہ ہے کہ جنازے میں دنیا وی باتوں

---

[1] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ الصنف الثالث کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ ۲/ ۹-۲۰۸

وذکر الشعرانی ایضا رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ عھود المشائخ قال لا نمکن احدا من اخواننا ینکر شیئا ابتدعہ المسلمون علی جھۃ القربۃ الی اللہ تعالیٰ وراٰوہ حسنا لاسیما ماکان متعلقا باللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کقول الناس امام الجنازۃ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقراءۃ القراٰن امامھا ونحو ذلک فمن حرم ذلک فھو قاصر عن فھم الشریعۃ لانہ ماکل مالم یکن علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون مذموما ولو فتح ھذا الباب لردت اقوال المجتھدین فی جمیع ما استحبوا من المحاسن ولا قائل بہ وقد فتح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعلماء امتہ ھذا الباب واباح لھم ان یسنوا کل شئ استحسنوہ ویلحقوہ بشریعۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہ من یعمل بھا وکلمۃ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکبر الحسنات فکیف یمنع منھا و تأمل احوال غالب الخلق

سوال ہے —— علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عہود المشائخ میں فرمایا ہے کہ: ہم اپنے دوستوں میں سے کسی کو ایسے امر پر نکیر کی اجازت نہ دیں گے جسے مسلمانوں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تقرب کے طور پر ایجاد کیا ہو اور اسے اچھا جانتے ہوں۔ خصوصاً ایسا کام جس کا تعلق خدائے تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو جیسے جنازہ کے آگے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنا اور اس کے سامنے قرآن کی تلاوت کرنا، یا ایسے دوسرے کام —— جو اسے حرام کہے وُہ فہمِ شریعت سے قاصر ہے، اس لئے کہ ہر وہ کام جو عہدِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہ رہا ہو بُرا نہیں۔ اگر یہ دروازہ کھولا جائے تو مجتہدین کرام کے وہ سارے اقوال مردود ٹھہریں جو انھوں نے اپنی پسند کردہ اچھی چیزوں کے بارے میں فرمائے ہیں —— اور اس کا کوئی قائل نہیں —— خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے علماء کیلئے یہ دروازہ کھول رکھا ہے اور انھیں اجازت دی ہے کہ جو طریقہ بھی اچھا سمجھیں اسے جاری کریں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت میں شامل کریں یہ اجازت حضور صلی اللہ تعالیٰ تعالےٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے ثابت ہے: جو شخص کوئی اچھا کام ایجاد کرے اسے اس ایجاد کا ثواب ملے گا اور اس طریقے پر آئندہ سارے عمل کرنے والوں کا بھی ثواب ملے گا ——

نئی نہیں بلکہ حضور کے اس اذنِ عام سے حضور ہی کی شریعت ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۹) فرماتے ہیں کہ شرعِ مطہر میں اُس سے ممانعت نہ آنا ہی اس کے جواز کی دلیل ہے۔ اگر جنازے کے ساتھ ذکرِ الٰہی منع ہوتا تو کم از کم ایک حدیث تو اس کی ممانعت میں آتی، جیسے رکوع میں قرآن مجید پڑھنا منع ہے، تو اس کی ممانعت کی حدیث موجود ہے، تو جس چیز سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سکوت فرمایا وہ کبھی ہمارے زمانے میں منع نہیں ہوسکتی۔

(۱۰) نتیجہ یہ نکلا کہ اگر جنازے کے تمام ہمراہی بلند آواز سے کلمہ طیبہ وغیرہا ذکرِ خدا و رسول عزوعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرتے چلیں تو کچھ اعتراض نہیں بلکہ اُس کا کرنا نہ کرنے سے افضل ہے۔

نیز امام نابلسی ممدوح کتابِ مذکور میں فرماتے ہیں:

لاینبغی ان ینھی الواعظ عما قال بہ امام من ائمۃ المسلمین بل ینبغی ان یقع النھی عما اجمع الائمۃ کلھم علی تحریمہ[1]

یہ نہ چاہئے کہ واعظ ایسی چیز سے روکے جسے ائمہ مسلمین میں سے کسی امام نے جائز کہا ہو بلکہ ممانعت ایسے کام سے ہونا چاہئے جس کی حرمت پر سب ائمہ کا اجماع ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

تحریما صلوۃ مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلھا لانھم یترکونھا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک کما فی القنیۃ وغیرھا[2] اھ قلت ونقلہ سیدی عبدالغنی فی الحدیقۃ عن شرح الدرر لابیہ عن المصفی شرح النسفیۃ عن الشیخ الامام الاستاذ حمید الدین عن شیخہ الامام الاجل جمال الدین

سورج نکلتے وقت نماز مکروہِ تحریمی ہے مگر عوام کو اس سے منع نہ کیا جائے گا اس لئے کہ وہ نماز ہی ترک کردیں گے ـــ جبکہ ترک سے وہ ادائیگی بہتر ہے جو بعض کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے اھ ـ میں کہتا ہوں اسے سیدی عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں اپنے والد کی شرح درر سے نقل کیا ہے اُس میں نسفیہ کی شرح مصفی سے۔ اس میں شیخ امام استاذ حمید الدین سے نقل ہے۔ انھوں نے اپنے شیخ امام اجل جمال الدین محبوبی سے

---

[1] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ الخلق الثامن والاربعون من الاخلاق الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۵۱

[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۱

میں مشغول ہوتے ہیں، موت سے اُنھیں کوئی عبرت نہیں ہوتی، ان کے دل اس سے غافل ہیں کہ میت پر کیا گزری، فرماتے ہیں: بلکہ میں نے لوگوں کو ہنستے دیکھا، تو ایسی حالت میں ذکرِ جہر کرنا اور تعظیم خدا و رسول جل جلالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلند آواز سے پڑھنا عین نصیحت ہے کہ ان کے دلوں کے زنگ چھوٹیں اور غفلت سے بیدار ہوں۔

(۲) نیز اُس میں میت کو تلقینِ ذکر کا فائدہ ہے کہ وہ سن سن کر سوالاتِ نکیرین کے جواب کے لئے تیار ہو۔

(۳) سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے مسلمانوں کو ذکرِ خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اذنِ عام ہے تو جب تک کسی خاص صورت کی ممانعت میں کوئی نص یا اجماع نہ ہو انکار کیا مناسب ہے؟

(۴) نیز انہی امام عارف نے فرمایا: الٰہی جو اس سے منع کرے اس کا دل کس قدر سخت اندھا ہے، جنازے کے ساتھ ذکرِ خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بند کرنے کی تو یہ کوشش اور بھنگ بکتی دیکھیں تو اُس سے اتنا نہ کہیں کہ یہ تجھ پر حرام ہے۔ فرماتے ہیں بلکہ میں نے اُنہی میں ایک کو دیکھا کہ اس سے تو منع کرتا اور خود اپنی پیش نمازی کی تنخواہ بھنگ فروش کے حرام مال سے لیتا۔

(۵) امام عارف باللہ سیدی شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں: اکابر کرام کے یہاں عہد ہے جو اچھی بات مسلمانوں نے نئی نکالی ہو اُس سے منع نہ کریں گے خصوصاً جب وہ اللہ و رسول عز جلالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہو، جیسے جنازے کے ساتھ قرآن مجید یا کلمہ شریف یا اور ذکرِ خدا و رسول کرنا جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۶) نیز امام ممدوح فرماتے ہیں: جو اُسے ناجائز کہے اُسے شریعت کی سمجھ نہیں۔

(۷) نیز فرماتے ہیں: ہر وہ بات کہ زمانِ برکت توأمانِ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہ تھی مذموم نہیں ہوتی، ورنہ اس کا دروازہ کھلے تو ائمہ مجتہدین نے جتنی نیک باتیں نکالیں اُن کے وہ سب اقوال مردود ہو جائیں۔

(۸) فرماتے ہیں: بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے کہ (جو شخص دینِ اسلام میں نیک بات نکالے اُسے اس کا اجر ملے اور قیامت تک جتنے لوگ اس نیک بات کو بجا لائیں سب کا ثواب اُس ایجاد کنندہ کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے) علمائے امت کے لئے اس کا دروازہ کھول دیا ہے کہ نیک طریقے ایجاد کر کے جاری کریں اور انھیں شریعتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملحق کریں، یعنی جب حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ عام اجازت فرمائی ہے تو جو نیک نئی بات نئی پیدا ہو گئی وہ نئی

marfat.com

فرمودند کہ فاتحہ خواندن پیشِ جنازہ ما و کلمۂ طیب و آیت شریفہ بے ادبی ست ایں دو بیت بخوانیده :ــ

(۱) مفلسانیم آمده در کوئے تو
شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

(۲) دست بکشا جانبِ زنبیل ما
آفریں بر دست و بر پہلوئے تو

من ہم میگویم پیشِ جنازہ من ہمیں اشعار بخوانند :ــ

نے فرمایا : ہمارے جنازہ کے سامنے فاتحہ، کلمۂ طیب اور آیت شریف پڑھنا بے ادبی ہے یہ دو شعر پڑھنا:

(۱) ہم مفلس آپ کی گلی میں آئے ہیں، خدا کے لئے اپنے جمالِ رُخ کا کچھ صدقہ عطا ہو۔

(۲) ہماری جھولی کی طرف ہاتھ بڑھائیں، آپ کے ہاتھ اور آپ کے پہلو پر آفرین ہو۔

میں بھی کہتا ہُوں کہ میرے جنازہ کے سامنے یہی اشعار پڑھنا:

(۱) وقدمت علی الکریم بغیر زاد
من الحسنات والقلب السلیم

(۲) فحمل الزاد اقبح کل شیٔ
اذا کان الوفود علی الکریم [1]

(۱) کریم کے دربار میں قلبِ سلیم اور نیکیوں کا کوئی توشہ لئے بغیر حاضر ہو رہا ہوں۔

(۲) کہ جب کسی کریم کے دربار میں حاضری ہو تو توشہ لے کر جانا بہت بُری بات ہے۔ (ت)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ العزیز مولانا خالد کردی کے مرشد برحق ہیں۔ ضمیمہ مقاماتِ مظہریہ کے ص ۲۹ میں مولانا خالد کردی اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں :ــ

(۱) وانالنی اعلی المارب والمعنی
اعنی لقاء المرشد المفضال

(۲) من نور الآفاق بعد ظلامہا
وہدی جمیع الخلق بعد ضلال

(۳) اعنی غلام علی القرم الذی
من لحظہ یحیی الرمیم البالی [2]

(۱) مجھے سب سے بلند مقصد و آرزو عطا فرمائی۔ یعنی بڑے فضل و کرم والے مرشد کی صحبت نصیب کی۔

(۲) وہ جس نے تاریک آفاق روشن کر دئے اور ساری گمراہ مخلوق کو ہدایت فرمائی۔

(۳) یعنی وہ سردار عظیم غلام علی جس کی نظر سے بوسیدہ ہڈیوں میں جان پڑ جاتی ہے۔

اور یہ مولانا خالد کردی علامہ شامی کے مرشد ہیں، اس کا ثبوت رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۵۲۴ کی اس عبارت سے ہے :

---

[1] مقاماتِ مظہریہ
[2] ضمیمہ ״ ״

المحبوبی وایضاعن شمس الائمۃ الحلوانی وعن القنیۃ عن النسفی والحلوانی وایضا فی ردالمحتار عن البحر عن المجتبی عن الامام الفقیہ ابی جعفر فی مسئلۃ التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر الذی عندی انہ لاینبغی ان تمنع العامۃ عنہ لقلۃ رغبتھم فی الخیر وبہ ناخذ[1] اھ وفی الحدیقۃ الندیۃ، ومن ھذا القبیل نھی الناس عن صلوٰۃ الرغائب بالجماعۃ وصلوٰۃ لیلۃ القدر ونحو ذلك وان صرح العلماء بالکراھۃ بالجماعۃ فیھا فلا یفتی بذلك العوام لئلا تقل رغبتھم فی الخیرات[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

نقل کیا ہے۔ اور شمس الائمہ حلوانی سے اور قنیہ سے اُس میں نسفی وحلوانی سے بھی نقل کیا ہے ــــ اور ردالمحتار میں بحر سے، اس میں مجتبٰی سے، اس میں امام فقیہ ابوجعفر سے عشرۂ ذی الحجہ میں بازاروں کے اندر تکبیر کہنے کے مسئلہ میں نقل ہے کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ عوام کو اس سے نہ روکا جائے کہ اس کی وجہ سے نیکیوں میں ان کی رغبت کم ہوجائے گی۔ اور ہم اسی کو لیتے ہیں اھ ــــ حدیقہ میں ہے: اسی قبیل سے جماعت کے ساتھ صلوٰۃ الرغائب اور نماز شب قدر اور اس جیسے افعال سے نہی کا معاملہ ہے کہ اگرچہ علمائے جماعت کے ساتھ یہ نماز مکروہ ہونے کی صراحت فرمائی ہے مگر عوام کو اس کا فتوٰی نہ دیا جائے گا کہ نیکیوں میں ان کی رغبت کم نہ ہوجائے ــــ اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۴: از احمد آباد گجرات محلہ جمال پور مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

ہمارے یہاں شہر احمد آباد میں جنازہ کے ہمراہ کلمۂ طیب کا ذکر احباب اہلسنّت درمیانی آواز سے کرتے ہیں، اسے بعض مکروہِ تحریمی وتنزیہی کہتے ہیں ان کی تردید میں علمائے اہلسنّت نے چار رسالے تصنیف کرکے شائع کئے ہیں اور وُہ اہل حق کے پاس موجود ہیں، الحمدللہ علٰی ذٰلک، اب ضرورت اس مسئلہ کی اہلسنت کو ہے،

حضرت خواجہ بہاءُالدین نقشبند قدس سرہ العزیز نے اپنے جنازہ میں فارسی کے اشعار اور حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جنازہ میں عربی کے اشعار پڑھنے کی اپنے مریدوں کو وصیّت کی

مقاماتِ مظہریہ ص ۱۵۷ میں ہے:

می فرمودند کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] ردالمحتار باب العیدین مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۵۶۴

[2] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ الخلق الثامن والاربعون مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۵۰

پڑھیں یا نہیں ؟

یا پنجتن بچانا جب جان تن سے نکلے | نکلے تو یا محمد کہہ کر بدن سے نکلے
آوے گا میرا پیارا باجے گی دھن کی مُرلی | جب وُہ مرا سنوریا جوبن کے بن سے نکلے
میرے مریضِ دل کی امید ہے تو یہ ہے | زانو پہ اُس کے سر ہو اور جان تن سے نکلے
نکلے جنازہ میرا اُس یار کی گلی سے | تو کلمۂ شہادت سب کے دہن سے نکلے
کیا لایا تھا سکندر دنیا سے لے گیا کیا | تھے دونوں ہاتھ خالی باہر کفن سے نکلے

الجواب

اللہ عزوجل کا ذکر اصل مقصود و اجل مقاصد و مغز جملہ عبادت ہے اقم الصلوٰة لذکری[1] (میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔ ت) وُہ ہر حال میں مطلوب،

یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبھم[2] | وہ کھڑے بیٹھے، کروٹوں پر لیٹے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔
کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یذکر اللہ فی کل احیانہ[3] | رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبھی اوقات میں خدا کا ذکر کیا کرتے۔ (ت)

بلا تقیید اُس کی تکثیر کا حکم:

واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[4]۔ | اللہ کا ذکر زیادہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ (ت)
اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا انہ مجنون[5]۔ (الحدیث) | خدا کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ مجنون ہے۔ (ت)

ذکر کے لئے انحاء کثیرہ ہیں، قلبی و لسانی و خفی و جلی و تلاوت و ثناء و درود و دعا و عبادات و طاعات۔ باوصف اطلاق بعض مقامات کو بعض انحاء سے خصوصیت ہوتی ہے۔ محلِ جنازہ مقامِ تفکر ہے کہ ذکرِ قلبی ہے۔ تفکر ساعة خیر من عبادة الثقلین (گھڑی بھر کا تفکر انسانوں اور

---

[1] القرآن ۲۰/۱۴
[2] القرآن ۳/۱۹۱
[3] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۴۹۹
[4] القرآن ۶۲/۱۰
[5] مسند احمد بن حنبل مروی از ابو سعید دار الفکر بیروت ۳/۶۸ و ۷۱
تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ دراج بن سمعان المصری دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۴

marfat.com

وقد بسطنا الکلام فی رسالتنا سل الحسام الهندی لنصرة سیدنا خالد النقشبندی۔[1]

اور ہم نے اپنے رسالہ "سل الحسام الهندی لنصرة سیدنا خالد النقشبندی" میں تفصیل سے کلام کیا ہے۔ (ت)

علامہ شامی کے دادا مرشد کے جنازہ میں عربی اشعار اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمہ اللہ تعالٰی کے جنازہ میں فارسی اشعار پڑھے گئے، ان اشعار کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؛ جائز ہے تو دلائل کیا ہیں؟ جو مکروہ تحریمی کہتے ہیں وہ علامہ شامی کی ردالمحتار ج ۱ ص ۹۳۲ کے اس قول کو پیش کرتے ہیں:

(قوله کما کره الخ) قیل تحریما وقیل تنزیها کما فی البحر عن الغایة وفیه عنها وینبغی لمن تبع الجنازة ان یطیل الصمت وفیه عن الظهیریة فان اراد ان یذکر الله تعالٰی یذکره فی نفسه لقوله تعالٰی انه لا یحب المعتدین ای الجاهرین بالدعاء وعن ابراهیم انه کان یکره اذ یقول الرجل وهو یمشی معها استغفروا له غفر الله لکم اھ قلت واذا کان هذا فی الدعاء والذکر فما ظنك بالغناء الحادث فی هذا الزمان۔[2]

(جیساکہ مکروہ ہے) کہا گیا تحریمی، اور کہا گیا تنزیہی' جیساکہ بحر میں غایہ کے حوالے سے ہے اور اسی میں اس کے حوالے سے یہ بھی ہے: جنازہ کے ساتھ چلنے والے کو طول سکوت اختیار کرنا چاہئے' اور اس میں ظہیریہ کے حوالے سے ہے۔ اگر اللہ کا ذکر کرنا چاہے تو آہستہ کرے اس لئے کہ ارشادِ باری ہے: بیشک وُہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ یعنی وُہ جو بلند آواز سے دُعا کرتے ہیں ____ حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ جب وُہ جنازے کے ساتھ چلتے اور کوئی بولتا "اس کے لئے استغفار کرو خدا تمھاری مغفرت فرمائے" تو انھیں ناگوار ہوتا اھ میں کہتا ہوں جب دُعا و ذکر کا یہ حکم ہے تو اس نغمہ زنی کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے جو اس زمانے میں پیدا ہوگئی ہے۔ (ت)

اس عبارت سے حضرت شاہ غلام علی وحضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہما نے جو فارسیؒ عربی کے اشعار اپنے جنازوں میں پڑھوائے اُن کی کراہت ثابت ہوتی ہے یا نہیں اور عدمِ کراہت و جواز اُن اشعار کی کیا وجہ ہے اور غناء حادثات کی کراہت کی کیا وجہ ہے، دونوں کا حکم بیان فرمائیں، اور یہاں جنازہ کے ہمراہ یہ اشعار اردو کے بھی ایک حضرت خوش الحانی سے پڑھتے ہیں ان اشعار کو

[1] ردالمحتار کتاب النکاح قبیل فصل فی المحرمات ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۲/۲۷۶

[2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۵۹۸

marfat.com

ذاکرین کی زبانوں اور سامعین کے کانوں کو مشغول کرتا اور غافلین کو جگا کر لغویات سے باز رکھ کر ذکر و سماع کی طرف لاتا ہے، اور یہ سمجھ لینا کہ مسلمان ایسے ہوگئے کہ باوجود قرع و قوت قرع و تکرر بھی متاثر نہ ہوں گے، جہل و سُوئے ظن ہے، تو اب ذکر جہر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے افراد سے ہے جس سے منع عکس و نقیض مقصود شرع ہے۔ علامہ عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ اور امام عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی عہود محمدیہ میں فرماتے ہیں:

ینبغی لعالم الحارة او شیخ للفقراء فی الحارة ان یعلم من یرید المشی مع الجنازة اداب المشی معها من عدم اللغو فیها وذکر من تولی وعزل من الولاة او سافر او رجع من التجارة ونحو ذلک فان ذکر الدنیا فی ذلک المحل ماله محل، و کان سیدی علی الخواص رضی اللہ تعالی عنہ یقول اذا علم من الماشین مع الجنازة انهم لا یترکون اللغو فی الجنازة ویشتغلون باحوال الدنیا فینبغی ان یامرهم بقول لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ فان ذلک افضل من ترکه، ولا ینبغی لفقیه ان ینکر ذلک الا بنص او اجماع فان مع المسلمین الاذن العام من الشارع بقول لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ کل وقت شاؤا یا اللہ العجب من عمی قلب من ینکر مثل هذا وربما عزم عند الحکام الفلوس حتی یبطل قول المومنین (کلمۃ طیبۃ) فی طریق الجنازة، وهو یری الحشیش یباع فلا یکلف خاطره ان یقول للحشاش حرام علیک بل رأیت فقیها منهم یاخذ معلوم امامته من فلوس بائع الحشیش والبرش۔

عالمِ محلہ یا فقراء کے محلہ کے بزرگ کو چاہئے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو اس کے ساتھ چلنے کے آداب سکھائے کہ اس میں لغو باتیں نہ ہوں، کون حاکم ہوا، کون معزول ہوا، کون تاجر سفر سے آیا کون گیا، اس طرح کی باتیں نہ ہوں اس لئے کہ اس جگہ دُنیا کی باتوں کا کوئی موقع نہیں ۔ سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ جب جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کے بارے میں معلوم ہو کہ وُہ جنازہ میں لغو سے باز نہ آئیں گے اور دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں گے تو انھیں حکم دینا چاہئے کہ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھیں کہ اسے پڑھنا اس کے ترک سے افضل ہے۔ اور کسی فقیہ کو بغیر نص یا اجماع کے اس سے منع نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ مسلمانوں کو شارع کی جانب سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کا اذنِ عام ہے وہ جب چاہیں پڑھیں، الٰہی اس دل کے اندھے پن سے تعجب ہے جو اس طریقے کے عمل سے روکتا ہے، شاید جنازہ کے راستے میں کلمہ طیبہ پڑھنے کو باطل قرار دے کر حکام سے مالِ دنیا کی طمع رکھتا ہے جبکہ وُہ راستے

جنوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ت) ولہذا فقہائے ذکر ذکرلسانی پر ترجیح دی گئی ورنہ ذکر پر تفصیل محال ہوتی و ذکر اللہ اکبر (اور اللہ تعالٰی کا ذکر سب سے بڑھا ہوا ہے۔ت) اس نحو ذکر کے لئے صمت یعنی خاموشی بہتر ہوتی ہے، و لہذا فقہاء نے ینبغی ان یطیل الصمت (طویل سکوت اختیار کرنا چاہئے۔ت) فرمایا، صدرِ اول میں غالباً یہی معمول تھا یہاں تک کہ جنازہ کے ساتھ چلنے میں یہ نہ معلوم ہوتا کہ ہمارے دہنے ہاتھ پر کون اور بائیں ہاتھ پر کون، ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہوتا اور اپنے لئے یہ وقت آنا اور پھر اس وقت کیا ہوگا؟ کیسے گزرے گی؟ اپنے اعمال کی حالت کیا ہے؟ اس دھن میں مستغرق ہوتا گویا ہر شخص اس جنازہ کو اپنا ہی جنازہ جانتا، بلاشبہہ اُس وقت کیا مناسب یہی حالت ہے اور اس حالت کے مناسب وہی صمتِ مطلق کہ سانس کے سوا اصلاً آواز نہ ہو۔ جب زمانہ بدلا اور صدرِ اوّل کا سا خوف عام مسلمانوں میں نہ رہا، صمتِ محض بہتوں کو باعث پریشان خیالی ہوا، اطبائے قلوب نے ذکرلسانی خفی کا اضافہ فرمایا کہ ان اراد ان یذکر اللہ تعالٰی یذکرہ فی نفسہ (اگر اللہ تعالٰی کا ذکر کرنا چاہے تو آہستہ کرے۔ت)

اقول: اس میں حکمت یہ تھی کہ صمت فی نفسہٖ کوئی شے مطلوب نہیں کہ قولِ خیر عدمِ قولِ مطلق سے قطعاً افضل ہے ولہذا ارشاد ہُوا:

ان لایزال لسانك رطبا من ذکر اللہ[1] ہمیشہ تمھاری زبان خدا کے ذکر سے تر رہے۔(ت)

اگر شرائع نے اُسے صوم میں رکھا تھا۔ ہماری شریعت عزا نے اُسے منسوخ فرمادیا۔ مجوس کے یہاں وقت اکل صمت ہے، ہماری شریعت میں وہ مکروہ و لازم الاحتراز ہے۔ یہاں ایک ذریعہ بعد معین مقصود ہو کر مطلوب ہُوا تھا کہ عمل لسان وجہ انقسام توجہ نہ ہو۔ اب کہ دیکھا کہ زمانہ بدلا، اب وہ معین ہونے کے عوض بہتوں کے لئے مخل مقصود ہونے لگا، تحصیل اصل مقصود کے لئے ذکر لسانی بتایا اور خفی رکھا کہ سب تو ایسے پریشان خیال نہیں جن سے اہلِ تفکر کا ذہن نہ ہٹے۔ جب زمانہ اور بدلا اور عامۂ ناس غالباً اسی قسم کے رہ گئے اور فقہ میں اکثر ہی کا اعتبار ہے۔

النادر مستثنٰی ولا یفرد بحکم کما فی فتح القدیر[2] و ردالمحتار وغیرھما۔ نادر مستثنٰی ہے اور اس کا الگ حکم بیان نہیں ہوتا، جیسا کہ فتح القدیر اور ردالمحتار وغیرہما میں ہے (ت)

اطبائے روحانی نے جہر بالذکر کی اجازت دی کہ وہ اوقع فی النفوس وادفع للوساوس و انفع للناس ہے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۳
مسند احمد بن حنبل حدیث عبداللہ بن بسر المازنی الخ دارالفکر بیروت ۴/۱۸۸

[2] ردالمحتار کتاب النکاح باب النفقۃ مصطفی البابی مصر ۲/۷۳۰
ملتقی شرح ملتقی علٰی ھامش مجمع الانہر کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۰۰

marfat.com

استحسنوه ویلحقوه بشریعة رسول الله
صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بقوله صلی
الله تعالیٰ علیه وسلم من سن سنة
حسنة فله اجرها واجر من یعمل بها
وکلمة لا اله الا الله محمد رسول
الله اکبر الحسنات فکیف یمنع منها
وتأمل احوال غالب الخلق الأن فی
الجنازة تجدهم مشغولین
بحکایات الدنیا لم یعتبروا بالمیت
وقلبهم غافل عن جمیع ما وقع
له بل رأیت منهم من یضحك
واذا تعارض عندنا مثل
ذلك وکون ذلك لم یکن
فی عهد رسول الله صلی
الله تعالیٰ علیه وسلم قدمنا
ذکر الله عز وجل بل کل
حدیث لغو اولی من
حدیث انباء الدنیا فلو صاح کل من فی
الجنازة بلا اله الا الله فلا
اعتراض ولم یاتنا فی ذلك
شئ عن رسول الله صلی الله تعالیٰ
علیه وسلم فلو کان ذکر الله فی الجنازة منهیا عنه
لبلغنا ولو فی حدیث کما بلغنا
فی قراءة القرآن فی الرکوع
فافهم وشئ سکت عنه الشارع

اجازت دی ہے کہ ایسے طریقے ایجاد کریں جن کو وُہ
اچھا جانیں اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم کی شریعت میں شامل کریں ۔ یہ اجازت
اس ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
ہے کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کے لئے
اس ایجاد کا ثواب اور آئندہ اس پہ تمام عمل کرنے
والوں کا ثواب ہے ۔ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
تو سب سے بڑی نیکی ہے پھر اس سے کیونکر روکا
جائے گا؟ اس وقت جنازہ میں اکثر لوگوں کے حالات
کا جائزہ لو انھیں دنیاوی باتوں میں مشغول پاؤ گے
میّت کے حال سے کوئی عبرت نہیں ، دل اس
سارے واقعہ سے جو اسے درپیش ہے غافل ہے
بلکہ ان میں ہنسی کرنے والے بھی نظر آئیں گے ، جب
ایک طرف یہ حال ہو اور دوسری طرف یہ کہ اس
وقت کلمہ پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے زمانے میں نہ تھا تو عمل کیا ہو ، ایسے وقت ہم
اللہ عزوجل کے ذکر کو مقدم رکھیں گے ، بلکہ ہر لغو بات
جنازے کے اندر دنیا کی باتوں کی بہ نسبت اچھی
ہے ، تو اگر جنازہ میں کوئی بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ
پڑھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا ۔ ہمیں اس سے
ممانعت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
کوئی حدیث نہ ملی ۔ اگر اللہ کا ذکر ممنوع ہوتا تو کوئی
نہ کوئی حدیث اس بارے میں آتی ، جیسے رکوع
میں تلاوتِ قرآن ممنوع ہے تو حدیث میں وارد بھی
ہے ۔ تو اسے سمجھو ۔ وُہ چیز جس سے شارع

marfat.com

فنسأل اللّٰہ العافیۃ واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔[1] میں بھنگ بکتے دیکھے تو بھنگ فروش سے اتنا کہنے کی زحمت نہ اٹھائے کہ یہ کام حرام ہے، بلکہ میں نے ان میں ایسے فقیہ کو بھی دیکھا ہے جو بھنگ فروش کے مال سے اپنی پیش نمازی کی تنخواہ وصول کرتا ہے —— تو خدا ہی سے عافیت کا سوال ہے —— اور اللہ جسے چاہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔ (ت)

کتاب عہود المشائخ امام شعرانی پھر حدیقہ مبارکہ میں ہے:

ولا نمکن احدا من اخواننا ینکر شیئا ابتدعہ المسلمون علی جھۃ القربۃ الی اللّٰہ تعالٰی ورأوہ حسنا کما مر تقریرہ مرارا فی ھذہ العھود لاسیما ما کان متعلقا باللّٰہ تعالٰی ورسولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کقول الناس امام الجنازۃ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ او قراءۃ احد القراٰن امامھا ونحو ذلک فمن حرم ذلک فھو قاصر عن فھم الشریعۃ لانہ ما کل ما لم یکن علی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یکون مذموما وقد رجح النووی رحمہ اللّٰہ تعالٰی ان الکلام خلاف اولی۔ فقط

واعلم انہ لوفتح ھذا الباب لردت اقوال المجتھدین فی جمیع ما استحبوا من المحاسن ولا قائل بہ وقد فتح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لعلماء امتہ ھذا الباب واباح لھم ان یسنوا کل شیئ

ہم اپنے دوستوں کو کسی ایسی چیز سے رد کنے کی اجازت نہ دیں گے جو مسلمانوں نے خدا کی بارگاہ میں تقرب کے طور پر ایجاد کی ہو اور اسے اچھا جانتے ہوں، جیسا کہ بارہا اس کی تقریر اسی کتاب عہود میں گزرچکی ہے، خصوصاً وہ چیز جس کا تعلق رب تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہو، جیسے لوگوں کا جنازہ کے سامنے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا، یا وہاں پر قرآن کی تلاوت کرنا اور اس طرح کی باتیں، اسے جو حرام کہے وہ شریعت کے فہم سے قاصر ہے۔ اس لئے کہ ہر وہ چیز جو عہدِ رسالت میں نہ رہی ہو بُری نہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی نے تو اسے ترجیح دی ہے کہ کلام صرف خلافِ اولٰی ہے۔

یہ جان لو اگر اس کا دروازہ کھولا جائے تو مجتہدین کرام کے وہ تمام اقوال مردود ہوجائیں جو انھوں نے اپنے پسندکردہ محاسن کے بارے میں استخراج فرمائے ہیں اور کوئی اس کا قائل کیوں ہوگا جبکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے علماء کے لئے یہ دروازہ کھُلا رکھا ہے اور انھیں

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف الثالث مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۰۹

مشرکین کے اشعار کا اشعار میں جواب دینا اور اُن شعروں کو پڑھنا اور حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سننا ثابت ہے اگرچہ یہ اشعار ذکرِ الٰہی نہ ہوتے، مسجد میں ان کے لئے منبر بچھانے کی اجازت کیونکر !

فانما بنيت المساجد لذكر الله و الصّلٰوة۔[1] کہ مسجدیں خدا کے ذکر اور نماز ہی کے لئے بنائی گئی ہیں۔ (ت)

اور جب یہ ذکر نہ ہوتا تو اس کے لئے اہتمام فرمانا معاذ اللہ غفلت کے لئے اہتمام ہوتا۔ اور یہ محال ہے لاجرم اشعارِ حمد و نعت و ثناء و دُعاء و وعظ و پند ذکرِ الٰہی ہیں، اور غنا وہ کہ ان سے جُدا ہو کہ غنا کو آیۂ کریمہ ومن الناس من يشترى لهو الحديث[2] (لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو لھو کی بات خریدتا ہے۔ ت) میں داخل کرتے ہیں اور بداہۃً معلوم کہ حمد و نعت و دعا و وعظ ہرگز لهوا الحديث نہیں، ولہذا جوہرہ و درمنتقی و ردالمحتار میں ہے:

مانقل انه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سمع الشعر لم يدل على اباحة الغناء و يجوز حمله على الشعر المباح المشتمل على الحكمة والوعظ۔[3] حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شعر سُننا جو منقول ہے اس سے غنا کی اباحت ثابت نہیں ہوتی اسے ایسے شعر پر محمول کیا جاسکتا ہے جو جائز اور حکمت و نصیحت پر مشتمل ہو۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ قولِ علّامہ شامی: فما ظنك بالغناء الحادث فى هذا الزمان[4] (اس زمانے میں پیدا شدہ نغمہ زنی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ ت) خود بشہادت علّامہ شامی اُن اشعار کے بارے میں ہے، جو حکمت و وعظ پر مشتمل نہ ہوں، جیسے میّت کا مرثیہ یا اس کی تعریف، مدح بافراط یا اشعارِ مہیجہ مکروہ، حُزن مزیلہ صبر و داعی نوحہ گری و گریبان دری کہ یہ بلاشبہہ حکمت و وعظ سے خالی، بلکہ اُس کے خلاف اور اپنے احوال پر حرام، مکروہ و گزاف ہیں بخلاف اُن اشعار فارسی و عربی مذکورہ سوال کا کہ ذکرِ الٰہی سے جُدا نہیں، البتہ اشعار اردو میں حاجت ترمیم و تبدیل ہے، شعرِ اوّل میں نام پاک لے کہ ندا ہے اور صحیح یہ کہ جائز نہیں

---

[1] مرقاة المفاتيح باب المساجد مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۱۹۷

[2] القرآن ۳۱/ ۶

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة ادارة الطباعة المصرية مصر ۵/ ۲۲۲

[4] " باب صلٰوۃ الجنائز " " " ۱/ ۵۹۸

marfat.com

اوائل الاسلام لا یمنع منہ اواخر الزمان [1] | علیہ السلام نے اسلام کے ابتدائی زمانے میں سکوت فرمایا ہے وُہ آخر زمانے میں ممنوع نہیں ہوسکتی (ت)

بالجملہ بجائے صمت، اقامت جہر بالذکر تحصیل مقصود کے لئے تبدیل ذریعہ بمصلحت حالیہ ہے نہ کہ تفویت مقصود، جاہل وُہ جو خموشی کو مقصود اصل جانے، مطلوب ذکر ہے۔ جب خموشی میں اور اب جہر بالذکر میں، خادمِ فقہ جانتا ہے تحصیلِ مقصود کے لئے بعض مکروہات سے کراہت زائل ہوجاتی ہے، جیسے نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے اور خشوع یونہی ملتا ہے تو آنکھیں بند کرنا ہی اولیٰ،

کما فی الدرالمختار کرہ تغمیض عینیہ للنھی الا لکمال الخشوع [2] وفی ردالمحتار بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤیۃ مایفرق الخاطر فلایکرہ بل قال بعض العلماء انہ الاولی ولیس ببعید حلیۃ وبحر [3] اھ **اقول** ولعل التحقیق ان بخشیۃ فوات الخشوع تزول الکراھۃ وبتحققہ یحصل الاستحباب واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ درمختار میں ہے: نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس ممانعت آئی ہے لیکن اگر کمالِ خشوع کیلئے ہو تو مکروہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے: اس طرح کہ طبیعت کو منتشر کرنے والی چیزیں دیکھنے کے سبب خشوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو مکروہ نہیں بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ اولیٰ ہے، اور یہ کوئی بعید نہیں — حلیہ و بحر — اھ — **اقول** شاید تحقیق یہ ہے کہ خشوع فوت ہونے کے اندیشہ کی وجہ سے کراہت زائل ہوجاتی ہے اور آنکھ بند کرلینے پر خشوع متحقق ہوجانے سے استحباب حاصل ہوجاتا ہے اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

تو یہاں یہ کہ ذکر اعظم مطلوبات سے تھا اور منع ایک وجہ بعید کے لئے کہ ذریعہ مقصود میں مخل نہ ہو، اور اب وہ ذریعہ ہی نہ رہا، بلکہ منعکس ہوگیا۔ تو وُہ منع اگرچہ تنزیہی ہوگا باقی رہنا کس قدر فقاہت سے دور، بلکہ عقل سے مہجور ہے۔ پھر ذکر کہ عرض عریض ہے۔ ذکرِ موت و ذکرِ قبر و ذکرِ آخرت و ذکرِ انبیاء و ذکرِ اولیاء علیہم افضل الصلٰوۃ والثناء سب ذکرِ الٰہی ہیں، ہم نے اپنی تعلیقات کتاب مستطاب اذاقۃ الاثام میں اس پر بارہ[12] دلائل قائم کئے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں حضور سیّدنا حسّان ابن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ — الصنف الثالث الخ — مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۲/۴۰۹
[2] درمختار — باب مایفسد الصلٰوۃ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۹۲
[3] ردالمحتار — " " " — ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر — ۱/۴۳۴

چھوڑ دیں اُس سے بات نہ کریں، اُس کے پاس نہ بیٹھیں، تو ضرور وہ اس کا سزاوار ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وامّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[1]
اگر شیطان تجھے بھُلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھنا۔ (ت)

مگر بعد موت ہر سُنّی صحیح العقیدہ کو غسل وکفن دینا، اس کے جنازے کی نماز پڑھنا الا ّ ما استثنٰی ولیس ھذا منہم (اگر وہ جن کا استثنار کیا گیا ہے اور یہ ان میں سے نہیں۔ ت) فرض قطعی علی الکفایہ ہے۔ اگر سب چھوڑ دیں جن جن کو اطلاع تھی سب گنہ گار و تارکِ فرض و مستحق عذاب ہوں گے۔ جس نے تین مسلمانوں کو بے نماز دفن کرا دیا فاسق، مرتکبِ کبیرہ، مستوجب سزائے شدید ہوا، بے نماز کہ نماز کو فرض جانتا ہو اس کی تحقیر نہ کرتا ہو اگرچہ نفس وشیطان کے پھندے میں آکر نہ پڑھتا ہو مرتکبِ کبائر ہے، مستحق عذابِ نار ہے، مگر کافر نہیں، باغی نہیں، ڈاکو نہیں، ایک تباہ کار مسلمان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلٰوۃ واجبۃ علیکم علٰی کل مسلم یموت برا کان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر[2]
تم پر ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ فرض ہے سوا چار کے، باغی، رہزن جب کہ یہ جنگ میں قتل ہوں۔ اسی طرح رات کو شہر کے اندر ہتھیار لے کر لُوٹ مار کرنے والا، گلا دبا کر مارنے والا، اپنے ماں باپ میں سے کسی کا قاتل، نہر میں اسے بھی باغیوں سے لاحق کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الدواوین ثلٰثۃ فدیوان لا یغفر اللہ منہ شیئا، ودیوان لا یعبأ اللہ منہ شیئا، ودیوان لا یترک اللہ منہ شیئا، فامّا الدیوان الذی لا یغفر اللہ منہ شیئا، فالاشراک باللہ، واما الدیوان الذی لا یعباء اللہ منہ شیئا فظلم العبد
دفتر تین ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالٰی کچھ معاف نہ فرمائے گا، اور دُوسرے کی اللہ کو کچھ پروا نہیں، اور تیسرے میں سے اللہ کچھ نہ چھوڑیگا۔ وُہ دفتر جس میں سے اللہ تعالٰی کچھ معاف نہ فرمائیگا دفترِ کفر ہے۔ اور وہ جس کی اللہ کو کچھ پروا نہیں وہ بندے کا اپنے رب کے معاملے میں اپنی جان پر

---

[1] القرآن ۶/ ۶۷
[2] سنن ابو داؤد کتاب الجہاد مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۱/ ۳۴۳

marfat.com

بلکہ اوصافِ کریمہ کے ساتھ ہو، مثلاً یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ۔ دوسرا شعر مہمل و بے معنیٰ، اور حیثیتِ شعری سے بھی مختل ہے اور بعض جہال سنّوریا سے ذاتِ اقدس مراد رکھتے ہیں، اس وقت وہ قریب بہ کلمۂ کفر ہو جائے گا۔ تیسرا شعر بھی کچھ مفید نہیں، ہاں چوتھے اور پانچویں میں حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵ از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگال مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی مرشدی کرمانی ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

جنازہ کے ہمراہ بلند آواز سے کلمہ طیبہ و وظیفہ غوثیہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ پڑھتے چلنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر میں حرج نہیں کما حققہ السیّد عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی فی الحدیقۃ الندیۃ (جیسا کہ سید عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقۂ ندیہ میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶ بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ جنازہ کے ساتھ غزلیں نعتیہ پڑھتے جاتے ہیں اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷ از موضع شرشدی جونیر مدرسہ ڈاک خانہ رفیستی ضلع نواکھالی مرسلہ مولوی عبد الکریم ۲۶ جمادی الاُخریٰ ۱۳۳۸ھ

ما قول علمائنا رحمہم اللہ (ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں۔ ت) ایک حنفی عالم کہتا ہے کہ بے نمازی کافر و مرتد ہے اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں اور اُس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنا چاہیے۔ اس عالم کا قول مردود ہے یا نہیں؟ تین شخصوں کو بے نمازِ جنازہ دفن کرا دیا ہے اس پر شرعاً کیا وعید عائد ہو سکتی ہے؟ دُنیا میں ایسا مسلمان نہیں جو گاہ بگاہ پنجگانہ وعیدنہ پڑھتا ہو۔

الجواب

ایمان و تصحیحِ عقائد کے بعد جملہ حقوق اللہ میں سب سے اہم و اعظم نماز ہے۔ جمعہ و عیدین یا بلا پابندی پنجگانہ پڑھنا ہرگز نجات کا ذمہ دار نہیں۔ جس نے قصداً ایک وقت کی چھوڑی ہزاروں برس جہنم میں رہنے کا مستحق ہوا، جب تک توبہ نہ کرے اور اس کی قضا نہ کر لے، مسلمان اگر اُس کی زندگی میں اُسے یکلخت

marfat.com

بغاۃ وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب وکذا مکابر فی مصر لیلا بسلاح وخناق وقاتل احد ابویه الحقه فی النھر بالبغاۃ[۱] (ملخصا) واللہ تعالٰی اعلم۔

باغی، رہزن جبکہ یہ لڑائی میں مارے گئے ہوں۔ اسی طرح رات کو شہر کے اندر ہتھیار لے کر لوٹ مار کرنے والا، گلا دبا کر مارنے والا، اپنے ماں باپ میں سے کسی کو قتل کرنے والا، نہر میں اسے بھی باغیوں سے لاحق کیا ہے (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۲۸ از بنگلہ ضلع سلہٹ موضع قاسم نگر مرسلہ مولوی اکرم صاحب یکم ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

بے نمازی کی نمازِ جنازہ چاہیئے یا نہیں۔ اگر چاہیئے تو کیا دلیل، جواب بالتفصیل بحوالہ کتبِ معتبرہ تحریر فرمائیے، بینوا توجروا۔

الجواب

صحیح یہ ہے کہ ترکِ نماز سخت کبیرہ اشد کفرانِ نعمت ہے، مگر کفر وارتداد نہیں، جبکہ انکارِ فرضیت یا استخفاف واہانت نہ کرے، اور نماز ہر مسلمان کے جنازے کی فرض کفایہ ہے، اگر سب چھوڑیں گے سب گنہگار رہیں گے، نمازِ پنجگانہ اُس پر فرض تھی اُس نے چھوڑی، نمازِ جنازہ ہم پر فرض ہے ہم کیوں چھوڑیں، اُس نے وُہ فرض چھوڑا جو خالص حق اللہ کریم غنی عزوجل کا تھا ہم وہ فرض چھوڑدیں جس میں اللہ عزوجل کا بھی حق اور اس محتاج باشد الاحتیاج کا بھی حق العبد، یہ محض نادانی اور خود اپنی بھی بدخواہی ہے، علمائے کرام نے فرضیتِ نمازِ جنازہ سے صرف چند شخصوں کو استثناء فرمایا۔ باغی اور آپس کے بلوائی کہ فریقین بطورِ جاہلیت لڑیں اور اُن کے تماشائی اور ڈاکو، اور وُہ کہ لوگوں کو گلا دبا کر، پھانسی دے کر مار ڈالا کرتا ہو، اور وُہ جس نے اپنے ماں باپ کو قتل کیا۔ ظاہر ہے کہ بے نمازی ان سے خارج ہے تو اس کی نمازِ جنازہ مثل عام مسلمانوں کے فرض ہے۔

فی الدر المختار ھی فرض علٰی مسلم مات خلا بغاۃ وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب واھل عصبۃ ومکابر فی مصر لیلا وخناق وقاتل احد ابویه[۲] اھ ملخصا وفی رد المحتار فی شرح

درمختار میں ہے: ہر مرنے والے مسلمان کی نمازِ جنازہ فرض ہے سوا باغی، رہزن کے جب یہ لڑائی میں مارے جائیں، اور جو براہِ عصبیت آپس میں لڑیں، رات کو ہتھیار لے کر شہر میں لوٹ مار کرنے والا، گلا دبا کر مار ڈالنے والا، اپنے والدین میں سے کسی کا

---

[۱] درمختار باب صلوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۲

[۲] " " " " " "

نفسه فیما بینه وبین ربه من صوم یوم ترك او صلاۃ ترکھا فان اللہ تعالٰی یغفر ذلك ان شاء ویتجاوز واما الدیوان الذی لایترك اللہ منه شیئا فمظالم العباد بینھم القصاص لامحالة۔[1] رواہ الامام احمد والحاکم فی المستدرك عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

ظلم کرنا کہ کسی دن کا روزہ چھوڑ دیا یا نماز چھوڑ دی اللہ تعالٰی چاہے گا تو معاف کر دے گا اور درگزر فرمائیگا۔ اور وُہ دفتر جس میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا وُہ بندوں کے باہم ایک دوسرے پر ظلم ہیں ان کا بدلہ ضرور ہونا۔ اسے امام احمد نے اور مستدرک میں حاکم نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔

نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

خمس صلوات کتبھن اللہ علی العباد، فمن جاء بھن فلم یضیع منھن شیئا استخفافا بحقھن کان له عند اللہ عھد ان یدخل فی الجنة، ومن لم یات بھن فلیس له عند اللہ عھد، ان شاء عذبه وان شاء ادخله الجنة۔[2] رواہ الائمة مالك واحمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجة وابن حبان والحاکم والبیھقی بسند صحیح عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنه۔

پانچ نمازیں اللہ تعالٰی نے بندوں پر فرض کی ہیں جو انھیں بجالائے اور اُن کے حق کو ہلکا جان کر اُن میں سے کچھ ضائع نہ کرے اللہ کے پاس عہد ہو کہ اُسے جنّت میں داخل فرمائے اور جو انھیں بجانہ لائے اُس کے لئے اللہ کے پاس عہد نہیں چاہے اسے عذاب کرے چاہے اسے جنت میں داخل کرے۔ اسے امام مالک، امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے بسندِ صحیح حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

دُرمختار میں ہے:

ھی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعة

ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ فرض ہے سوائے چار کے

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مطبوعہ دارالفکر بیروت ۶/۲۴۰
المستدرک علی الصحیحین کتاب الاھوال " " " ۴/۵۷۵

[2] سنن ابوداؤد باب فیمن لم یوتر " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰۱
مسند احمد بن حنبل مروی از عبادہ بن الصامت " دارالفکر بیروت ۵/۳۱۵

marfat.com

ھی فرض علی کل مسلم مات، خلا ار بعۃ بغاۃ و قطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب و کذا مکابر فی مصر لیلا بسلاح و خناق وقاتل احد ابویہ الحقہ فی النھر بالبغاۃ[۱] ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ فرض ہے سوا چار کے، باغی، رہزن جبکہ یہ جنگ میں قتل ہوں۔ اسی طرح رات کو شہر کے اندر ہتھیار لے کر لوٹ مار کرنے والا، گلا دبا کر مارنے والا، اپنے ماں باپ میں سے کسی کا قاتل، نہر میں اسے بھی باغیوں سے لاحق کیا ہے۔ ملخصاً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰ ازموضع بکہ جیبی والا علاقہ ہباگل، تھانہ ہری پور، ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خاں، مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کبھی نماز پڑھے اور کبھی نہ پڑھے اُس کا جنازہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بے نمازی کے لڑکے نابالغ کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بے نمازی اگرچہ فاسق ہے مگر مسلمان ہے، اور اُس کی نابالغ اولاد کا غسل و کفن اور نماز و دفن یہی حکم ہے جو اور مسلمانوں کا حدیث میں ارشاد ہوا: صلّوا علٰی کل بر و فاجر[۲] (ہر نیک و بد کی نمازِ جنازہ پڑھو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک طالب علم موضع فرید پور میں مولوی یسین کا شاگرد وہاں کی مسجد میں مقیم ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ بے نمازی کے جنازے کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اور قبر پر اذان دینا بھی جائز نہیں ہے، اور فاتحہ وغیرہ اور گیارھویں شریف کی نیاز کرنا جائز نہیں ہے، اور یہاں پر سب گاؤں کے مسلمانوں کو گمراہ کئے دیتا ہے لہذا یہ باتیں تحریر کر دیں کہ جائز ہیں یا نہیں، بموجب شرع شریف کے جواب سے مشرف فرمائیے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس شخص کے یہ مسئلے محض غلط اور بے سند ہیں۔ جنازے کی نماز ہر مسلمان پر فرض ہے الا ما استثناہ العلماء ولیس ھذا منھم (مگر وہ جس کا علماء نے استثنار کیا ہے اور یہ ان میں سے نہیں۔ ت)

---

[۱] درمختار | باب صلوٰۃ الجنائز | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۲۲

[۲] سنن الدارقطنی | باب صفۃ من تجوز الصلوٰۃ معہ والصلوٰۃ علیہ | نشر السنۃ ملتان | ۲/۵۷

سنن ابی داؤد | باب فی الغزو مع ائمۃ الجور | آفتاب عالم پریس لاہور | ۱/۳۴۳

marfat.com

در البحار فی النوازل جعل مشائخنا المقتولین فی العصبیة فی حکم اهل البغی وکذا الواقفون الناظرون الیهما ان اصابهم حجر او غیرہ وماتوا فی تلک الحالة ولو ماتوا بعد تفرقهم یصلی علیهم[1] اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔

قاتل اھ تلخیص۔ ردالمحتار میں ہے: شرح درر البحار میں نوازل کے حوالے سے ہے کہ ہمارے مشائخ نے عصبیت میں مارے جانے والوں کو باغیوں کے حکم میں رکھا ہے ایسے ہی ان کے پاس کھڑے تماشا دیکھنے والے، اگر انھیں کوئی پتھر وغیرہ لگا اور اسی حالت میں مر گئے، ہاں اگر جدا ہونے کے بعد مرے تو ان کی نماز پڑھی جائے گی اھ مختصراً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹ از آرہ، مدرسہ فیض الغرباء مرسلہ مولوی رحیم بخش صاحب قادری برکاتی رضوی ۲۷ جمادی الاخرٰی ۱۳۳۴ھ

زید تمام ضروریاتِ دین کو تسلیم کرتا ہے کسی ایک کے انکار کو کفر جانتا ہے محض سستی وغفلت سے بے نماز ہے۔ پس ایسے بے نمازوں کے جنازے کی نماز ناجائز ہے یا نہیں؟ کوئی نہ پڑھے نہ پڑھائے؟

الجواب

لا الٰہ الا اللہ مسلمان اگرچہ بے نماز ہو اس کے جنازے کی نماز مسلمانوں پر فرض ہے۔ اگر کوئی نہ پڑھے گا جتنوں کو خبر ہو سب گنہگار و تارکِ فرض رہیں گے۔ ہاں اگر زجر کے لئے علماء خود نہ پڑھیں دوسروں سے پڑھوا دیں تو بیجا نہیں، اور اگر اُن کے نہ پڑھنے سے اور بھی کوئی نہ پڑھے یا اُن کو بھی منع کریں تو یہ علماء بھی مستحق عذابِ نار ہوں گے، بلکہ جہال سے زیادہ فانما علیك اثمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصّلٰوۃ واجبة علیکم علٰی کل مسلم یموت برا کان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر[2] رواہ ابوداؤد وابو یعلی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه بسند صحیح علٰی اصولنا۔

تم پر ہر مسلمان کے جنازے کی نماز فرض ہے نیک ہو یا بد اگرچہ اُس نے کبیرہ گناہ کئے ہوں۔ اسے ابوداؤد اور ابو یعلٰی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہمارے اصول پر بسندِ صحیح روایت کیا۔

درمختار میں ہے:

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ علی الجنازۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۴۲

[2] سنن ابوداؤد کتاب الجہاد ؍؍ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۵۹۰

marfat.com

عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا رأت امرأۃ یکدّون راسہا بمشط[1] فقالت علام تنصون میتکم[1] ورواہ ابوعبید القاسم بن سلام، وابراھیم الحربی فی کتابیہما فی غریب الحدیث عن ابراھیم عن عائشۃ انہا سئلت عن المیّت یسرح راسہ فقالت علام تنصون میتکم۔[2]

راوی ہیں حماد بن ابی سلیمان سے — وہ ابراہیم نخعی سے — وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے انھوں نے دیکھا کہ ایک عورت کے سر میں کنگھا کر رہے ہیں تو فرمایا: کیوں اپنے مُردے کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو — اور اسے ابوعبید قاسم بن سلام اور ابراہیم حربی نے اپنی اپنی کتاب غریب الحدیث میں حضرت ابراہیم نخعی سے، انھوں نے حضرت صدیقہ سے روایت کی ان سے میت کے سر میں کنگھا کرنے سے متعلق پوچھا تو فرمایا: کیوں اپنے مردے کے موئے پیشانی کھینچتے ہو۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان کسر عظم المسلم میتا ککسرہ حیا[3] رواہ الائمۃ مالک واحمد وسعید بن منصور وعبدالرزاق وابوداؤد وابن ماجۃ بسند حسن عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

بیشک مُردہ مسلمان کی ہڈی توڑنی ایسی ہی ہے جیسے زندہ مسلمان کی ہڈی توڑنی۔ اسے امام مالک، امام احمد، سعید بن منصور، عبدالرزاق، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بسندِ حسن ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔

سزا دینا اوّل تو حاکمِ شرع کا کام ہے ہرکس وناکس کو اُس کا اختیار نہیں اور موت کے بعد تو سزا دینے کے کوئی معنی ہی نہیں، سزا درکنار موت کے بعد بُرا بھلا کہنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتسبوا الاموات فانھم قد افضوا الی ماقدموا[4]۔ رواہ احمد والبخاری والنسائی

مُردوں کو بُرا مت کہو وہ اپنے کئے کو پہنچ چکے۔ اسے امام احمد اور نسائی نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ

---

[1] المصنف لعبدالرزاق باب شعر المیت واظفارہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۳۷
کتاب الآثار باب الجنائز وغسل المیت مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۶

[2] غریب الحدیث

[3] سنن ابی داؤد کتاب الجنائز مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۲

[4] سنن النسائی " المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/ ۲۲۲

ف[1]: کتاب الآثار اور مصنف عبدالرزاق دونوں کتابوں میں "بمشط" کا لفظ نہیں ہے بلکہ کتاب الآثار میں "رأت میتا یسرح راسہ" اور مصنف میں "رأت امرأۃ یکدون راسھا" ہے۔ نذیر احمد

marfat.com

قبر پر اذان دینا جائز ہے کما ھو مبین فی ایذان الاجر فی اذان القبر (جیسا کہ ہمارے رسالہ "ایذان الاجر فی اذان القبر" میں اس کا واضح بیان ہے۔ ت) اور فاتحہ اور گیارھویں شریف کی نیاز و ایصالِ ثواب اہلسنّت کے نزدیک جائز و بہتر ہے کما فی الھدایۃ وفتح القدیر والدر المختار و رد المحتار وغیرھا (جیسا کہ ہدایہ، فتح القدیر، درمختار اور ردالمحتار وغیرہا میں ہے۔ ت) ان چیزوں کو جو شخص ناجائز کہے اُس سے ایک ہی بات دریافت کرنا کافی ہے وہ یہ کہ تُو جو ناجائز کہتا ہے آیا اللہ و رسول نے انھیں ناجائز کہا ہے یا تُو اپنی طرف سے کہتا ہے؟ اگر اللہ و رسول نے ناجائز کہا ہے تو دکھا کون سی آیت یا حدیث میں ہے کہ اذان جو مسلمان کی قبر پر دفعِ شیطان و دفعِ وحشت وحصولِ اطمینان و نزولِ برکت کے لئے کہی جائے وُہ ناجائز ہے اور فاتحہ اور گیارھویں شریف کہ بغرضِ ایصالِ ثواب کی جائے ناجائز ہے، اور اگر اللہ و رسول نے ناجائز نہ کہا تو خود اپنی طرف سے کہتا ہے تو تیرا قول تیرے منہ پہ مردود ہے۔ بغیر خدا و رسول کے منع فرمائے ہوئے کوئی چیز ناجائز نہیں ہو سکتی۔ ہمیں قرآن و حدیث نے یہ قاعدہ کلیہ ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ و رسول جس بات کا حکم دیں وُہ واجب ہے جس سے منع فرمائیں وُہ ناجائز ہے اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمائیں وُہ معافی میں ہے وُہ اگر واجب نہیں تو ناجائز بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مر گیا بکر نے کہا زید نماز نہیں پڑھتا تھا اُس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائے مگر اس شرط پر کہ اُس کو کھنچوانا چاہیئے، پھر زید کو بیلوں سے پاؤں باندھ کر کھنچوایا۔ یہ بات قرآن وحدیث سے درست ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں ہے تو بکر پر کیا حکم ہے؟ فرمایئے کتاب اور حدیثِ رسول سے۔

الجواب

بکر گنہ گار ہوا اور اُس نے مُردے پر ظلم کیا۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تو میت کے کنگھی کرنے سے منع فرمایا کہ اُسے تکلیف ہوگی، اور فرمایا:

علام تنصون میتکم۔ رواہ الامام محمد فی کتاب الاٰثار قال اخبرنا ابو حنیفۃ ورواہ عبد الرزاق فی مصنفہ قال اخبرنا سفین عن الثوری کلاھما عن حماد بن ابی سلیمٰن عن ابراھیم النخعی

کاہے پر اپنے مُردے کے مُوئے پیشانی کھینچتے ہو۔ اسے امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ۔۔۔ فرمایا ہمیں خبر دی ابوحنیفہ نے، اور اسے عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا۔ کہا ہمیں خبر دی سفیان نے، وُہ راوی ہیں سفیان ثوری سے ۔۔۔ دونوں حضرات

ایذائے عظیم ہوگی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳ سیّد محمد شاہ (پتا انگریزی میں تھا پڑھا نہ گیا) ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان نے نومسلم عورت سے عقد کیا تھا، دو برس کے بعد ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ کو دنیائے فانی سے ملک عدم کو رخصت ہوئی۔ اُس مسلمان کا یہاں کوئی اور نہ تھا اُس نے مسلمانوں کو اطلاع دی، اُنھوں نے جواب دیا ہم تمھاری عورت کا جنازہ نہیں اُٹھائیں گے نہ قبرستان میں جگہ دیں گے کیونکہ تم نماز نہیں پڑھتے ہو اور مسجد کمیٹی و خلافت کمیٹی وغیرہ میں چندہ بھی نہیں دیتے کبھی ہماری کمیٹیوں میں شریک نہیں کرتے، لہذا تم اور کوئی انتظام کرو۔ اس شخص نے جواب دیا اگر میرا عذر قابلِ اعتماد ہو تو مجھ کو معافی دیجئے جو سزا میرے لئے آپ لوگ قرار دیں میں قبول کرتا ہوں۔ اگر میرا قصور ہے تو مجھ کو سزا دیں اور معافی دے کر میت کو اٹھائیں۔ ان لوگوں نے مطلق انکار کردیا جو خلافت کمیٹی کے ممبران و سیکریٹری و پریذیڈنٹ ہیں۔ تب اُس نے ہندو سے التجا کی، اس کی بیکسی بے بسی دیکھ کر ہنود اس محلہ میں آئے اور مسلمانوں کو سمجھایا، بمشکل تمام راضی ہوئے مگر غسل دینے والی عورت کو روک دیا۔ مجبوراً اس نے اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور کفن پہنایا۔ بعد اس کے چار پانچ مسلمان، انھوں نے کہا ہم تم پر آٹھ روپیہ جرمانہ کرتے ہیں، اگر منظور ہو تو ہم میت اٹھائیں ورنہ ہم اپنے اپنے گھر جاتے ہیں۔ وہ چونکہ مصیبت زدہ تھا راضی ہوا۔ غرض صبح آٹھ بجے کی میت بارہ ۱۲ بجے شب کو اُٹھائی گئی۔ اب عرض ہے کہ آیا حدیث شریف میں یہی فرمان ہے اور خدا اور اس کے رسول کا یہی حکم ہے تو مجھے مطلع فرمائیں، اور اگر یہ حرکت مطابقِ شرع نہ ہو تو ان کی کیا سزا ہے شرعاً و قانوناً؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اُن لوگوں نے سخت ظلم کیا اور شدید جرم کیا، اگر سلطنتِ اسلام ہوتی حاکمِ اسلام اُن میں ایک ایک کو کوڑے لگاتا، قید کرتا، اور وہ آخرت میں عذابِ جہنم کے مستحق ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلوٰۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم براکان او فاجرا وان عمل الکبائر[1] (ملخصاً)

ہر مسلمان کے جنازے کی نماز تم پر فرض ہے نیک ہو یا بد، اگرچہ اس نے گناہِ کبیرہ کئے ہوں۔

خصوصاً جس مسلمان نے رمضان مبارک میں انتقال کیا تو وہ بحکمِ حدیث شہید ہے۔ خلافت کمیٹی میں چندہ نہ دینا یا اُس میں شریک نہ ہونا کوئی جرم نہیں، بلکہ مسجد میں چندہ نہ دینا بھی گناہ نہیں، نہ کہ جہاں امر بالعکس ہو، نماز

[1] سنن ابوداؤد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۴۳
مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ ابی داؤد باب الامامۃ ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۰۰

marfat.com

عن ام المؤمنين الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لا تذکروا ھلکاکم الا بخیران یکونوا من اھل الجنۃ تاثمون وان یکونوا من اھل النار فحسبھم ماھم فیہ[1] رواہ النسائی عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند جید۔

اپنے مُردوں کو یاد نہ کرو مگر بھلائی کے ساتھ کہ اگر وُہ جنتی ہیں تو بُرا کہنے میں تم گنہ گار ہوگے اور اگر دوزخی ہیں تو انھیں وُہ عذاب ہی بہت ہے جس میں وُہ ہیں۔ اسے نسائی نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسندِ جید روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لا تسبوا الاموات فتؤذوا بہ الاحیاء[2] رواہ احمد والترمذی عن المغیرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح۔

مُردوں کو بُرا نہ کہو کہ اس کے باعث زندوں کو ایذا دو۔ اسے امام احمد اور ترمذی نے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسندِ صحیح روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اذا مات صاحبکم فدعوہ ولا تقعوا فیہ[3] رواہ ابوداؤد عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صحیح۔

جب تمھارا ساتھی مرجائے تو اسے معاف رکھو اور اس پہ طعن نہ کرو۔ اسے ابوداؤد نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسند صحیح روایت کیا۔

عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا:

لا تؤذ صاحب ھذا القبر[4] رواہ الامام احمد۔

مُردے کو ایذا نہ دے۔ اسے امام احمد نے روایت کیا۔

سبحان اللہ! جب قبر پہ تکیہ لگانے سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے تو ایسے ظلم شدید سے کس قدر

---

[1] سنن النسائی | کتاب الجنائز | مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور | ۱/ ۲۲۲

[2] مسند احمد بن حنبل | حدیث مغیرہ بن شعبہ | " دار الفکر بیروت | ۴/ ۲۵۲

[3] سنن ابوداؤد | باب فی النہی عن سب الموتیٰ | " آفتاب عالم پریس لاہور | ۲/ ۳۱۵

[4] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد | باب دفن المیت | مطبع مجتبائی دہلی | ص ۱۴۹

marfat.com

یہاں کا کھانا وغیرہ بند کر دیا گیا ہے۔

الجواب

مسلمان کو نصرانی کا جھوٹا کھانا بہت شنیع و بد ہے کما بیّناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) لیکن اگر مذہب میں کچھ فرق نہ تھا تو اس بدحرکت سے کافر نہ ہُوا۔ مسلمانوں پر اس کی تجہیز و تکفین اور جنازہ کی نماز لازم تھی، مگر یہ کام فرض کفایہ ہے بعض نے کر لیا سب پر سے اُتر گیا۔ ہر مسلمان کا اُن میں شریک ہونا ضروری نہیں، اگر کوئی نہ کرتا تو سب گنہگار ہوتے۔ آئندہ کے لئے بھی یہی احکام ہیں۔ اس فعل میں اس کے گھر والوں کا کوئی قصور نہ تھا اُن پر تعزیر بیجا ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اُخرٰی[1] اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ ۲۹ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اہلِ اسلام سے آخر عمر تک تارک الصلٰوۃ والصیام و مشارب الخمر باللیل والایام ملحق دینِ نصارٰی رہا حتی کہ بہ تحقیق بدون توبہ ڈاک بنگلہ پر منتقل ہُوا، پھر ورثاء اس کے مکان پر لائے، معاذ اللہ اور بخوفِ عدمِ شرکتِ دفن اہلِ اسلام کے ایک حجام اور خرادی اور کنجڑا پرورش یافتہ خود کو مصنوعی شاہد مقرر کرکے توبہ پر اس میت کی قائم کئے۔ عیاذاً باللہ۔ تب جنازہ اُٹھا اور ہمراہ جنازہ کے عیسائی بھی تھے۔ تب بھی چند کس نے دیدہ و دانستہ نمازِ جنازہ پڑھی اور اسقاط لے کر قبر پر قرآن پڑھا۔ بعد دخولِ قبر عیسائیوں نے ٹوپی اتار کر سلامی لی، پس مسلمانوں کو بحکمِ شرع میت کے اسلام پر خدشہ صادقہ تھا اور یقین کامل ہُوا، اور بحمیتِ اسلامی اُن سے رُوکش ہُوئے کہ اوروں کو عبرت ہو، کیونکہ بعملداری ہنود تعزیر غیر ممکن، اس خیال سے اُن لوگوں سے مرتدین کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں جب تک توبہ نہ کریں اور اُن کے پیچھے نمازِ جماعت درست ہے یا ممنوع، اس کے حق میں اور اُن کے مشترک کے حق میں شرعاً کیا حکم ہے؟ مشرح بعبارت کتب بیان فرمائیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

الجواب

ترکِ صوم و صلٰوۃ و شربِ خمر گناہانِ کبیرہ ہیں جن کا مرتکب فاسق و فاجر اور عذابِ دوزخ کا مستحق ہے مگر حرام جان کر بشامتِ نفس کرے تو کافر نہیں۔ پس اگر شخص مذکور نے مذہب نہ بدلا تھا صرف باغوائے شیطان

---

[1] القرآن ۶/۱۶۴ و ۱۷/۱۵ و ۳۵/۱۸ و ۳۹/۷

نہ پڑھنا ضرور کبیرہ شدیدہ ہے مگر اُس کا گناہ اُس کی بی بی کے سر باندھنا کون سی شریعت ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[1] (کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔ ت)

آٹھ روپے کہ اُنھوں نے لئے سخت حرام اور اُن کے حق میں مثل سُوئر کے ہیں، اُن پر فرض ہے کہ اُسے واپس کردیں۔

قال اللہ تعالٰی لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔[2]

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الید مااخذت حتی تودیہ۔[3] رواہ احمد والاربعۃ والحاکم عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ہاتھ نے جو لیا اس کے ذمہ ہے یہاں تک کہ اسے ادا کردے۔ اسے امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے سَمُرہ بن جُندُب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بہ سندِ حسن روایت کیا۔ (ت)

اور اُس شخص نے عورت کو غسل دیا یہ اُسے جائز نہ تھا، شوہر عورت کے بدن کو بعد انتقال ہاتھ نہیں لگا سکتا، اُسے چاہئے تھا کہ کسی سمجھ والی لڑکی یا لڑکے کو نہلانے کا طریقہ بتاتا جاتا اور اپنے سامنے اُس سے نہلواتا، یا کوئی اور عورت اگرچہ اُجرت پر ملتی اس سے غسل دلاتا۔ اور اگر کچھ ممکن نہ ہوتا تو اپنے ہاتھوں پر کپڑے کی تھیلیاں چڑھا کر اُس کے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھوں کا تیمم کرادیتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴ از ضلع اعظم گڑھ ڈاک خانہ اندارا موضع ادری حافظ عبدالشکور خاں ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید مسلمان حنفی، بکر نصرانی کے یہاں ملازم تھا اور اس کا جھوٹا کھا لیا کرتا تھا، مسلمانوں نے اُس سے منع کیا، حتی کہ بکر نے بھی، مگر زید باز نہ آیا اور اس کے مرنے پر جمیع مسلمانوں نے اس کی تجہیز وتکفین ونمازِ جنازہ سے انکار کیا، بالآخر چند مسلمانوں نے نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کیا، اگر ایسا موقع آئندہ آئے تو کیا کرنا چاہئے؟ بیّنوا توجروا۔ زید کے گھر والوں سے کیا برتاؤ کرنا چاہئے کیونکہ زید کے

---

[1] القرآن ۶/۱۶۴ و ۱۷/۱۵ و ۳۵/۱۸ و ۳۹/۷

[2] القرآن ۲/۱۸۸

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث سمرہ بن جُندُب رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/۸

كما حكم هو الفاسق المصرح به في غير ما كتاب المحرر المنقح في الغنية وغيرها۔

جیسا کہ یہ فاسق کا حکم ہے جس کی صراحت متعدد کتابوں میں موجود ہے اور جس کی توضیح و تنقیح غنیہ وغیرہا میں ہو چکی ہے۔ (ت)

مگر معاملہ مرتدین پھر بھی برتنا جائز نہیں کہ یہ لوگ بھی اس گناہ سے کافر نہ ہوں گے۔ ہماری شرع مطہر صراطِ مستقیم ہے، افراط و تفریط کسی بات میں پسند نہیں فرماتی، البتہ اگر ثابت ہو جائے کہ اُنھوں نے اُسے نصرانی جان کر نہ صرف بوجہ حماقت و جہالت کسی غرضِ دُنیوی کی نیت سے بلکہ خود اسے بوجہ نصرانیت مستحق تعظیم و قابلِ تجہیز و تکفین و نمازِ جنازہ تصور کیا تو بیشک جس جس کا ایسا خیال ہوگا وہ سب بھی کافر و مرتد ہیں اور اُن سے وہی معاملہ برتنا واجب جو مرتدین سے برتا جائے اور ان کی شرکت کسی طرح روا نہیں، اور شریک و معاون سب گنہگار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۶ از لکھیم پور کھیری مکان حافظ محمد حسین سوداگر، مرسلہ حکیم محمد تفضل حسین صاحب ماہ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی اہلِ شیعہ کی نمازِ جنازہ پڑھنا اہلسنت وجماعت کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی قومِ سنّت وجماعت نے نماز کسی شیعہ کی جنازہ کی پڑھی تو اُن لوگوں کے لئے شرع میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر رافضی ضروریاتِ دین کا منکر ہے، مثلاً قرآن عظیم میں کچھ سُورتیں یا آیتیں یا کوئی حرف صرف امیرالمومنین عثمان ذی النورین غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ یا اور صحابہ خواہ کسی شخص کا گھٹایا ہُوا مانتا ہے یا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم خواہ دیگر ائمہ اطہار کو انبیائے سابقین علیہم الصّلوٰۃ والتسلیم میں کسی سے افضل جانتا ہے، اور آج کل یہاں کے رافضی تبرائی عموماً ایسے ہی ہیں اُن میں شاید ایک شخص بھی ایسا نہ نکلے جو ان عقائدِ کفریہ کا معتقد نہ ہو جب تو وُہ کافر مرتد ہے اور اس کے جنازہ کی نماز حرام قطعی و گناہِ شدید ہے، اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على قبره انهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون[1]

کبھی نماز نہ پڑھ اُن کے کسی مُردے پر نہ اُس کی قبر پر کھڑا ہو، اُنھوں نے اللہ و رسول کے ساتھ کفر کیا اور مرتے دم تک بے حکم رہے۔

[1] القرآن ۹/۸۴

دنیا پرستان خدا ناترس کی طرح ان امور کا مرتکب ہوتا اور عیسائیوں سے میل جول رکھتا تھا تو اس پر کفر کا فتوٰی نہیں دیا جاسکتا، بلکہ جب وُہ کلمہ پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا مسلمان ہی ٹھہرائیں گے اور اس تقدیر پر اس کے تجہیز و تکفین اور جنازہ کی نماز بیشک ضروری و لازم تھی، اگر بجا نہ لاتے گنہگار رہتے۔

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الصلوٰۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم برا کان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر[1] (ملخصًا) رواہ ابوداؤد وغیرہ۔

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے: ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ تم پر فرض ہے نیک ہو یا بد، اگرچہ اس نے گناہِ کبیرہ کئے ہوں۔ اسے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا۔ (ت)

اور نصرانیوں کا معاذ اللہ جنازہ کے ساتھ ہونا یا بعد دفن ٹوپی اتار کر سلامی دینا اُن کا اپنا فعل تھا جس کے سبب مسلمان کو کافر نہیں ٹھہرا سکتے۔ اور یہ بدگمانی کہ اگر یہ اُن کا ہم مذہب نہ ہوتا تو وُہ جنازہ میں کیوں شرکت کرتے، محض مردود ہے۔ ایسے اوہام پر بنائے احکام نہیں، نہ کہ معاذ اللہ معاملہ کفر و اسلام جس میں انتہا درجہ کی احتیاط لازم، بلکہ اس کا عکس دُوسرا گمان قوی تر ہے کہ اگر وُہ اسے اپنا ہم مذہب جانتے، اپنی روش پر تجہیز و تکفین کرتے۔ مسلمانوں کو اس کا جنازہ کیوں دیتے، غرض اس صورت میں نماز پڑھنے والوں نے فرضِ خدا ادا کیا اُن پر اصلًا الزام نہیں۔ الزام اُن پر ہے جو اس بنا پر اُن سے معاملۂ مرتدین کرنا چاہیں اور اگر بہ ثبوتِ شرعی ثابت ہو کہ میّت عیاذًا باللہ تبدیل مذہب کرکے عیسائی ہوچکا تھا تو بیشک اُس کے جنازہ کی نماز اور مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین سب حرام قطعی تھی۔

قال اللہ تعالٰی ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ[2]

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: ان میں سے جو بھی مرے نہ کبھی ان کی نمازِ جنازہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو۔ (ت)

مگر نماز پڑھنے والے اگر اس کی نصرانیت پر مطلع نہ تھے اور بربنائے علم سابق اسے مسلمان سمجھتے تھے نہ اس تجہیز و تکفین و نماز تک اُن کے نزدیک اس شخص کا نصرانی ہوجانا ثابت ہُوا۔ تو ان افعال میں وہ اب بھی معذور و بے قصور ہیں کہ جب اُن کی دانست میں وہ مسلمان تھا اُن پر یہ افعال بجالانے بزعمِ خود شرعًا لازم تھے۔ ہاں اگر یہ بھی اس کی عیسائیت سے خبردار تھے پھر نماز و تجہیز و تکفین کے مرتکب ہُوئے قطعًا سخت گنہ گار اور وبالِ کبیر میں گرفتار ہوئے، جب تک توبہ نہ کریں نماز اُن کے پیچھے مکروہ،

---

[1] سنن ابی داؤد باب الغزو مع ائمۃ الجور مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۴۳
سنن الدار قطنی باب صفۃ الصلوٰۃ معہ والصلوٰۃ علیہ نشر السنۃ ملتان ۲/۵۶
[2] القرآن ۹/۸۴

شیعہ امام سے متوفی مذکور کی نماز جنازہ پڑھائی۔ کیا امام مذکور حنفی المذہب کا یہ فعل ائمۂ احناف کے نزدیک جائز ہے۔ اگر ناجائز ہے تو کیا امام صاحب مذکور کا یہ فعل شرعاً قابلِ تعزیر ہے اور کیا تعزیر ہونی چاہئے ؟

الجواب

صورتِ مذکورہ میں وہ امام سخت اشد کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا، اُس نے حکمِ قرآنِ عظیم کا خلاف کیا،

قال اللہ تعالیٰ ولا تصل علیٰ احد منھم مات ابدا[1]۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان کے کسی مُردے کی نمازِ جنازہ کبھی نہ پڑھو۔ (ت)

تعزیر یہاں کون دے سکتا ہے، اس کی سزا حاکمِ اسلام کی رائے پر ہے، وہ چاہتا تو چھپٹر کوڑے لگاتا اور چاہتا تو قتل کر سکتا تھا کہ اُس نے مذہب کی توہین کی۔ اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اور اُسے امامت سے معزول کرنا واجب۔ تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا[2]۔ اس لئے کہ اسے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے جبکہ شرعاً ان پر اس کی اہانت واجب ہے (ت)

فتاوٰی حجہ وغنیہ میں ہے: لوقدموا فاسقا یاثمون[3] (اگر لوگوں نے کسی فاسق کو امام بنایا تو گنہگار ہوں گے۔ ت) یہ سب اس صورت میں ہے کہ اس نے کسی دنیوی طمع سے ایسا کیا ہو، اور اگر دینی طور پر اسے کارِ ثواب اور رافضی تبرائی کو مستحق غسل و نماز جان کر یہ حرکاتِ مردودہ کیں تو وہ مسلمان ہی نہ رہا۔ اگر عورت رکھتا ہو اُس کے نکاح سے نکل گئی کہ آج کل رافضی تبرائی عموماً مرتدین ہیں کما حققناہ فی ردالرفضۃ (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "ردالرفضہ" میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور بحکم فقہائے کرام تو نفسِ تبرا کفر ہے کما فی الخلاصۃ وفتح القدیر وغیرھا کتب کثیرۃ (جیسا کہ خلاصہ اور فتح القدیر وغیرہ بہت سی کتابوں میں ہے۔ ت) نہ کہ نمازِ جنازہ کما فی الاعلام وغیرہ وبیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ الاعلام بقواطع الاسلام میں ہے اور ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] القرآن ۹/۸۴

[2] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلٰوۃ مطبوعہ مطبعہ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۱۳۴

[3] غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

marfat.com

اور اگر ضروریاتِ دین کا منکر نہیں مگر تبرائی ہے تو جمہور ائمہ وفقہائے عظام کے نزدیک اس کا بھی وہی حکم ہے کما فی الخلاصۃ وفتح القدیر وتنویر الابصار والدر المختار والھدایۃ وغیرھا عامۃ الاسفار۔ جیسا کہ خلاصہ، فتح القدیر، تنویر الابصار، درمختار، ہدایہ وغیرہا عامہ کتب میں ہے۔ (ت)

اور اگر صرف تفضیلیہ ہے تو اُس کے جنازے کی نماز بھی نہ چاہیئے، متعدد حدیثوں میں بد مذہبوں کی نسبت ارشاد ہُوا: ان ماتوا فلا تشھدوھم[1] وہ مریں تو ان کے جنازہ پر نہ جائیں۔ ولا تصلوا علیھم[2] ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو۔ نماز پڑھنے والوں کو توبہ استغفار کرنی چاہیئے۔ اور اگر صورت پہلی تھی یعنی وُہ مُردہ رافضی منکرِ بعض ضروریاتِ دین تھا اور کسی شخص نے باآنکہ اُس کے حال سے مطلع تھا دانستہ اس کے جنازے کی نماز پڑھی اُس کے لئے استغفار کی جب تو اُس شخص کو تجدیدِ اسلام اور اپنی عورت سے از سرِ نو نکاح کرنا چاہیئے۔

فی الحلیۃ نقلا عن القرافی واقرہ الدعاء بالمغفرۃ للکافر کفر لطلبہ تکذیب اللّٰہ تعالٰی فیما اخبر بہ[3]۔ حلیہ میں قرافی سے نقل کیا اور اسے برقرار رکھا ہے کہ: کافر کے لئے دُعائے مغفرت کفر ہے کیونکہ یہ خبرِ الٰہی کی تکذیب کا طالب ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۷ ازثمن برج وزیر آباد ضلع گوجرانوالا، پنجاب۔ مرسلہ محمد خلیل اللہ صاحب پنشنر رسالدار، ۲۳ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل صُورت میں کہ ایک شخص جو شیعہ اثناء عشری مذہب رکھتا ہے اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی خلیفۃ بلا فصل وغیرہ اعتقاداتِ مذہبِ شیعہ کا معتقد ہے فوت ہُوا ہے اُس کا جنازہ ہمارے امام حنفی المذہب جامع مسجد نے پڑھایا اور اُس کو غسل دیا، نیز اس کے ختم میں شامل ہُوا، شیعہ جماعت نے امام مذکور کے نمازِ جنازہ پڑھانے کے بعد دوبارہ

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ ۴۲۴۰ الحسین بن الولید الخ دارالکتاب العربی بیروت ۸/۱۴۴
سنن ابن ماجہ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰
مسند امام اعظم بیان ذم القدریۃ " نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۱۴
[2] کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۲۵۲۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/۵۴۰
[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

اور اگر اقتدا نہ کی تو اُسے جائز ہے کہ دوبارہ پڑھے، اور جو پہلی جماعت میں شریک نہ ہولئے تھے انھیں اس جماعتِ ولی میں شرکت کی اجازت ہے۔ تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

يقدم فی الصلوة عليه السلطان او نائبه (الاولی ثم نائبه كما فی الفتح وغيره ش) ثم القاضی (ثم خليفة الولی ثم خليفة القاضی امداد عن الزيلعی ش) ثم امام الحی وتقديم الولاة واجب وتقديم امام الحی مندوب بشرطان يكون افضل من الولی والا فالولی اولٰی كما فی المجتبی (قلت عن البقالی) وشرح المجمع للمصنف (قلت عن العتابی) (و امام الحی وهو امام المسجد الخاص بالمحلة وانما كان اولٰی لان الميت رضی بالصلوة خلفه فی حال حياته فينبغی ان يصلی عليه بعد وفاته ش) وفی الدراية امام الجامع (عبر عنه فی شرح المنية بامام الجمعة ش) اولٰی من امام الحی (قلت والظاهر ان تقديمه ايضا ندبی بشرط كونه افضل من الولی و العلة فيه ايضا كون الميت رضيه اماما له فی حياته فلو لم يكن من يصلی الجمعة كالمرأة مثلا او كان يصلی خلف غيره لم يقدم علی امام الحی ولا علی الولی وكذا امام الحی اذا لم يكن الميت يصلی خلفه لا يقدم علی الولی قال ش

نمازِ جنازہ میں مقدم سلطان ہے یا اس کا نائب (بہتر یہ کہنا ہے کہ: پھر اس کا نائب، جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔۔ شامی) پھر قاضی (پھر حاکمِ شہر کا نائب، پھر قاضی کا نائب۔۔ امداد از زیلعی۔۔ شامی) پھر امامِ محلہ اور حکام کی تقدیم واجب ہے اور امامِ محلہ کی تقدیم مستحب ہے بشرطے کہ ولی سے افضل ہو، ورنہ ولی بہتر ہے جیسا کہ مجتبٰی میں (میں کہتا ہوں: بقالی سے منقول) ہے اور مصنّف کی شرح مجمع میں (میں کہتا ہوں: عتابی سے منقول) ہے (امام محلہ سے مراد وہ جو مسجدِ محلہ کا امام ہو، اس کے اَولیٰ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مرنے والے نے زندگی میں اس کی اقتداء پسند کی تو بعد وفات اس کی نمازِ جنازہ اسی کو پڑھانا چاہئے۔۔ شامی) درایہ میں ہے کہ امام جامع مسجد (شرح منیہ میں اسے امامِ جمعہ سے تعبیر کیا۔۔ شامی) امامِ محلہ سے بہتر ہے۔ (میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ اس کی تقدیم بھی استحبابی ہے بشرطے کہ ولی سے افضل ہو۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ مرنے والے نے زندگی میں اسے اپنا امام پسند کیا، تو میّت اگر جمعہ پڑھنے والا نہیں جیسے عورت، یا دوسرے کے پیچھے پڑھنے والا ہے تو امامِ جمعہ امامِ محلہ پر اور ولی پر مقدم نہ ہوگا۔ اسی طرح امامِ محلہ جب ایسا ہو کہ مرنے والا اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تھا تو وہ بھی ولی پر مقدم نہ ہوگا۔ شامی

marfat.com

مسئلہ ۳۸ از چتور گڑھ محلہ چھیپیان مسئولہ جمیع مسلمان گنگرار ۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اگر ہیجڑہ مرجائے اُس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟ اور پڑھی جائے تو نیّت مرد کی کی جائے یا عورت کی؟

الجواب

ہیجڑہ اگر مسلمان ہے تو اُس کے جنازہ کی نماز فرض ہے، اور نیت میں مرد و عورت کی تخصیص کی کوئی حاجت نہیں۔ مرد و عورت دونوں کے لئے ایک ہی دُعا ہے، خصوصاً یہ ہیجڑے جو یہاں ہوتے ہیں مرد ہی ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو عورت بناتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۹ از مین پوری مسئولہ مجیب اللہ صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نمازِ جنازہ کے لئے امامت میں احق افضل کون ہے؟ کیا امام جامع مسجد یا قاضی اس معنٰی میں کہ نکاح خوانی کرتا ہو اور لیاقت کچھ نہیں رکھتا، صرف معمولی اُردو کی کتابیں دیکھے ہوئے ہو وُہ بلا اذن طلب کئے میّت کے ورثاء یا اولیاء سے نمازِ جنازہ پڑھا سکتا ہے؟ اور بموجودگی کسی افضل و اعلم بالسنۃ عالم و احق بالامامۃ اُس کا نماز پڑھانا کیسا ہے؟ یہ جو عام طور پر رائج کہ اوّل وارث یا ولی میت سے اذن لیتے ہیں نماز پڑھانے کا یہ کیا کچھ ضروری چیز ہے؟ اور کون امام بلا اذن طلب کئے بھی نماز پڑھا سکتا ہے؟ بیّنوا توجّروا۔

الجواب

نمازِ جنازہ ولیِ میّت کا حق ہے، دُوسرا کہ اس کے اذن کا محتاج ہے، اگر بے اُس کے اذن کے پڑھائے اُسے اعادہ نماز جائز ہے حالانکہ نمازِ جنازہ کی تکرار مشروع نہیں۔ نکاح خوانی کا قاضی کوئی عہدۂ شرعی نہیں وُہ بے اذنِ ولی ہرگز نہیں پڑھا سکتا۔ یُونہی جامع مسجد کا امام اگر میّت جمعہ وغیرہ اُس کے پیچھے نہ پڑھتا ہو یا وُہ علم و فضل میں ولیِ میّت سے زائد نہ ہو۔ اسی طرح امام الحی یعنی مسجد محلہ کا امام، ہاں اگر میّت اُن کے پیچھے نماز پڑھا کرتا تھا۔ اور یہ فضل دینی میں ولی سے زائد ہیں تو بے اذنِ ولی پڑھا سکتے ہیں اور اور اصحابِ ولایت عامہ مثلاً سلطانِ اسلام یا اُس کا نائب، حاکم شہر یا اس کا نائب، قاضیِ شرع جسے سلطانِ اسلام نے فصلِ مقدمات پر مقرر کیا یا اس کا نائب، یہ لوگ ولی پر مقدم ہیں، انھیں ولی سے اجازت لینے کی مطلقاً حاجت نہیں، اور صورتِ مذکورہ کے علاوہ دونوں امام اور یہ والیانِ عام اگر نماز پڑھا دیں تو ولی کو حق اعادہ نہیں، باقی سب محتاج اذنِ ولی ہیں، اگر بے اذن پڑھائیں گے حق غیر میں دست اندازی کے مرتکب ہوں گے مگر فرضِ کفایہ ادا ہو جائے گا۔ ولی نے اگر ان کی اقتداء کر لی فبہا کہ اذن ابتدا میں نہ تھا تو اب ہو گیا

marfat.com

پس ولایتِ نماز درصورت مذکورہ از ینان کراست مخفی مباد کہ از دو سال علمائے سلہٹ دریں مسئلہ باہم اختلافہا دارند۔ اُمید کہ رفع شک فرمایند۔ بینوا توجروا۔

عبد الحمید امامِ محلہ بھی موجود ہیں، تو صورتِ مذکورہ میں نماز کی ولایت ان میں سے کس کے لئے ہے۔ واضح ہو کہ دو سال سے سلہٹ کے علماء اس مسئلہ میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ امید ہے کہ شک دُور فرمائیں گے۔ بیان فرمائیں اجر پائیں۔

الجواب

در ولایتِ نمازِ جنازہ شوہر از ہمہ اقارب موخر ست ایں ولایت ہمچو ولایت نکاح بترتیب عصوبت و قرابت اقرب فالاقرب را رسد اگر از ینان ہیچکس نباشد آنگاہ شوھر مقدم بود۔

نمازِ جنازہ کی ولایت میں شوہر تمام اقارب کے بعد ہے۔ یہ ولایت، ولایتِ نکاح کی طرح عصبہ ہونے اور قریبی ہونے کی ترتیب پر قریب تر پھر قریب تر کے لئے ہوتی ہے — اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو اُس وقت شوہر مقدم ہوگا۔

وجہل آناں مانع حق آناں نیست، ایشاں را رواست کہ ہرکرا خواہند بامامت امر کنند۔ مامورِ ایشاں ہمچو ایشاں مقدم بر زوج بود کہ متاخر را اگرچہ خود عصبہ باشد با مامور متقدم حقِ منازعت نیست گو اجنبی باشد۔

اور ان کا جہل ان کے حق سے مانع نہیں، ان کے لئے روا ہے کہ جسے چاہیں امامت کا حکم دے دیں، ان کا مامور بھی ان ہی طرح شوہر پر مقدم ہوگا کہ متاخّر کو — اگرچہ عصبہ ہو — مامور کے ساتھ نزاع کا حق نہیں، گو وُہ اجنبی ہو۔

و آں کہ امام الحی را استحباباً تقدیم دادہ اند بحکم تعلیل و نظر بزمانِ خاص در جنازہ مرداں ست۔ زناں را با مسجد و امام چہ کار کہ ایشاں نہ حاضر جماعت می شوند نہ شرعاً اجازتش دادند پس درصورت مستفسرہ ولایتِ نماز پدرِ خدیجہ را بود۔

اور امامِ محلہ کو جو تقدیم دی گئی ہے اس کی علّت اور زمانۂ حال پر نظر کرتے ہُوئے — وہ مردوں کے جنازے سے خاص ہے۔ عورتوں کو مسجد اور امام سے کیا کام کہ نہ یہ حاضرِ جماعت ہوتی ہیں نہ ان کو شرعاً اس کی اجازت ہی ہے — تو صورتِ مسئولہ میں نماز کی ولایت خدیجہ کے والد کو ہوگی۔

آرے اگر خدیجہ از مولوی عبد الحکیم پسرے عاقل بالغ داشتے حقِ تقدم مر او را بودے کہ پسر بر پدر در عصوبت مرجح است و آں پسر را

ہاں اگر خدیجہ کا مولوی عبد الحکیم سے کوئی عاقل بالغ لڑکا ہوتا تو اسے حقِ تقدّم ہوتا کیونکہ عصبہ ہونے میں بیٹے کو باپ پر ترجیح حاصل ہے — اور اس لڑکے کو

marfat.com

لما یأتی من ان الاصل ان الحق للولی وانما قدم علیه الولاة وامام الحی لما مر من التعلیل وھو غیر موجود ھنا ثم الولی بترتیب عصوبة الانکاح، فان صلی غیر الولی ممن لیس له حق التقدم علی الولی ولم یتابعه عاد الولی ولو علی قبره ان شاء لاجل حقه لا لاسقاط الفرض ولذا لیس لمن صلی علیها ان یعید مع الولی لان تکرارھا غیر مشروع[2] انتھی مزیدا منی کل مصدر بلفظة قلت مختوما بھلال۔ واللہ سبحٰنه و تعالٰی اعلم۔

نے کہا اس لئے کہ آگے آرہا ہے کہ اصل میں حق ولی کا ہے، اس پر حکام اور امام محلہ کی تقدیم تعلیل مذکور کے باعث تھی وہ علت ہی یہاں موجود نہیں) پھر ولی جو نکاح کرانے میں عصبہ ہونے کی ترتیب کے اعتبار سے ہے تو اگر ولی کے علاوہ کسی ایسے نے نماز پڑھی جسے ولی پر حقِ تقدم حاصل نہیں اور ولی نے اس کی متابعت نہ کی تو ولی پھر پڑھ سکتا ہے اگرچہ قبر پر، اگر چاہے۔ یہ اجازت اس کے حق کے سبب ہے، اس وجہ سے نہیں کہ فرضِ جنازہ ادا نہ ہُوا۔ اسی لئے پہلے جو لوگ پڑھ چکے ہوں انھیں ولی کے ساتھ اعادہ کی اجازت نہیں اس لئے کہ نمازِ جنازہ کی تکرار غیر مشروع ہے۔ عبارت ختم ہُوئی۔ درمیان میں ہلالین کے اندر قلت (میں کہتا ہُوں) کے ساتھ حوالوں کا میری جانب سے اضافہ ہے، اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳ ازملک بنگال ضلع سلہٹ ڈاک خانہ آدم پور، گھوڑمرا، مرسلہ حافظ عبدالحمید صاحب امام مسجد ۱۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ کہ خدیجہ بی بی زوجہ مولوی عبدالحکیم صاحب رحلت نمود درحق صلوٰۃ جنازہ ولی زن شوہرش باشد یا پدرش و برادران وعمام او مگر پدر وغیرہ اقارب مذکورین جاہلان بے علم اند بخلاف شوہر، نیز از جانب شوہر عم او حافظ عبدالحی امام الحی موجود ست

آپ رحمکم اللہ تعالٰی کا اس مسئلہ میں کیا قول ہے کہ خدیجہ بی بی زوجہ عبدالحکیم صاحب کا انتقال ہوا، نمازِ جنازہ کے حق میں عورت کا ولی اس کا شوہر ہوگا یا باپ، بھائی، چچا؟ مگر باپ وغیرہ اقارب مذکورین جاہل بے علم ہیں، جب کہ شوہر صاحبِ علم ہے اور شوہر کی جانب سے اس کے چچا حافظ

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۲-۲۳

[2] ردالمحتار " مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۵۹۰

marfat.com

وانما كان اولى لان الميت رضى بالصلوٰة خلفه فى حال حياته فينبغى ان يصلى عليه بعد وفاته قال فى شرح المنية فعلى هذا لو علم انه كان غير راض به حال حياته ينبغى ان لا يستحب تقديمه اھ قلت هذا مسلم ان كان عدم رضاه به لوجه صحيح والا فلا تامل[1] اھ ما فى رد المحتار ورأيتنى كتبت على هامشه مانصه۔

اقول سيأتى بعد سطر ان الحق انما هو للولى وانما يستحب تقديم امام الحى لاجل التعليل المذكور فاذا فاتت العلة فليفت المعلول ولا دخل فى ذلك لكون عدم رضاه بوجه صحيح فليتامل۔

ثم قال فى رد المحتار واما امام مصلى الجنازة الذى شرطه الواقف وجعل له معلوما من وقفه فهل يقدم على الولى كامام الحى ام لا للقطع بان علة الرضا بالصلوٰة خلفه فى حياته خاصة بامام المحلة واستظهر المقدسى انه كالاجنبى مطلقا لانه انما يجعل للغرباء ومن لا ولى له

کہ مرنے والا اپنی زندگی میں اس کے پیچھے نماز پڑھنے پر راضی تھا تو بعد وفات بھی اسی کو پڑھانا چاہئے ــــ شرح منیہ میں ہے: اس تعلیل کے پیشِ نظر اگر وہ زندگی میں اس سے راضی نہ تھا تو اس کی تقدیم مستحب نہ ہونی چاہئے اھ ــــ میں کہتا ہوں یہ اُس صورت میں مسلّم ہے جب اُس کی ناراضی کسی صحیح وجہ کے تحت ہو ورنہ نہیں ــ تامل کرو ــــ ردالمحتار کی عبارت ختم ہوئی ــــ میں نے دیکھا کہ اس کے حاشیہ پر میں نے یہ لکھا ہے:

اقول چند سطر بعد آرہا ہے کہ حق ولی ہی کا ہے اور امامِ محلہ کی تقدیم تعلیلِ مذکور کے باعث مستحب ہے تو جب یہ علّت فوت ہو تو معلول بھی فوت ہوگا اور اس میں کسی وجہِ صحیح کے تحت اس کی ناراضی ہونے کو کوئی دخل نہیں ــ تامل کرنا چاہئے۔

آگے ردالمحتار میں ذکر ہے کہ: اب سوال یہ ہے کہ وہ امام جو جنازہ پڑھانے کے لئے مقرر ہو جس کی وقف کرنے والے نے شرط کی ہے اور وقف سے اس کے لئے تنخواہ مقرر کردی ہے کیا امام محلہ کی طرح وہ بھی ولی پر مقدم ہوگا یا مقدم نہ ہوگا؟ کیونکہ قطعی بات ہے کہ زندگی میں اقتدا سے راضی ہونے کی علت صرف امامِ محلّہ کے حق میں ہے ــ امام مقدسی نے اظہار فرمایا کہ وہ بالکل اجنبی کی طرح ہے کیونکہ اس کا تقرر مسافروں اور ایسے مُردوں کیلئے ہوتا ہے جن کا کوئی ولی نہ ہو۔

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۶۴۹

شرع فرمودے کہ پدرِ خود مولوی عبدالحکیم را تقدیم دہ و بپاسِ ادب پیشِ او پا منہ بایں صورت مولوی عبدالحکیم را تقدم بودے۔

فی الدرالمختار یقدم فی الصلٰوۃ علیہ السلطان ان حضر او نائبہ وھو امیرالمصر (ثم القاضی) ثم صاحب الشرط ثم خلیفتہ ثم خلیفۃ القاضی (ثم امام الحی) فیہ ایھام وذلک ان تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولٰی (ثم الولی) بترتیب عصوبۃ الانکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقا الا ان یکون عالما والاب جاھلا فالابن اولٰی فان لم یکن لہ ولی فالزوج ثم الجیران ولہ ای للولی ومثلہ کل من یقدم علیہ (الاذن لغیرہ فیھا) لانہ حقہ فیملک ابطالہ (الا) انہ (ان کان ھناک من یساویہ فلہ) ای لذلک المساوی ولو اصغر سنا (المنع) لمشارکتہ فی الحق اما البعید فلیس لہ المنع اھ باختصار۔

وفی ردالمحتار قولہ (ثم امام الحی)

شریعت حکم دیتی ہے کہ اپنے باپ مولوی عبدالحکیم کو آگے کر، اور ادب کا لحاظ کرکے اس کے آگے قدم نہ رکھ۔ اس طرح مولوی عبدالحکیم کو تقدم ہوجاتا۔

درمختار میں ہے: نمازِ جنازہ پڑھانے میں مقدم سلطانِ اسلام ہے اگر وہ موجود ہو یا اس کا نائب، یہ شہر کا حاکمِ اسلام ہے۔ پھر قاضی، پھر کوتوال، پھر اس کا خلیفہ پھر قاضی کا خلیفہ، پھر امامِ محلہ۔ اس میں برابری کا ایہام ہے اور حکم یہ ہے کہ حکّام کی تقدیم واجب ہے اور امامِ محلہ کی تقدیم صرف مندوب ہے بشرطیکہ ولی سے افضل ہو، ورنہ ولی بہتر ہے۔ پھر ولی نکاح کرانے میں عصبہ ہونے کی جو ترتیب ہے وہی یہاں بھی ہوگی مگر باپ کہ وہ بیٹے پر یہاں بالاتفاق مقدم ہے لیکن اگر بیٹا عالم اور باپ جاہل تو بیٹا اولٰی ہے۔ اگر کوئی ولی نہ ہو تو شوہر، پھر ہمسائے۔ ولی کو اور اسی کی طرح ہر اُس شخص کو جسے دوسروں پر تقدم ہے یہ حق حاصل ہے کہ کسی اور کو اذن دے دے کیونکہ یہ اس کا حق ہے تو اسے باطل کرنے کا اسے اختیار ہوگا۔ لیکن وہاں اگر کوئی اس کے مساوی ہو تو اسے۔ اگرچہ وہ عمر میں چھوٹا ہی ہو۔ دوسرے کو روکنے کا حق حاصل ہے کیونکہ حق میں وہ اس کا شریک ہے۔ ہاں بعید کو روکنے کا اختیار نہیں اھ باختصار۔

ردالمحتار میں ہے: امامِ محلہ اس لئے اولٰی ہے

۱؎ درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۲

marfat.com

ظاھر یؤیدہ تعبیر الھدایۃ بولایۃ النکاح، قولہ (فیقدم علی الابن اتفاقا) ھو الاصح وقیل ھذا قول محمد وعندھما الابن اولیٰ قال فی الفتح انما قدمنا الاسن بحدیث القسامۃ لیتکلم اکبرھما وھذا یفید ان الحق للابن عندھما الا ان السنۃ ان یقدم اباہ ویدل علیہ قولھم سائر القرابات اولی من الزوج ان لم یکن لہ منھا ابن فان کان فالزوج اولی منھم لان الحق للابن وھو یقدم اباہ ولا یبعد ان یقال ان تقدیمہ علی نفسہ واجب بالسنۃ اھ، وفی البدائع وللابن فی حکم الولایۃ ان یقدم غیرہ لان الولایۃ لہ وانما منع عن التقدم لئلا یستخف بابیہ فلم تسقط ولایتہ بالتقدیم قولہ (الا ان یکون الخ) قال فی البحر ولو کان الاب جاھلا والابن عالما ینبغی ان یقدم الابن الا ان یقال ان صفۃ العلم لا توجب التقدیم فی صلوٰۃ

تو وہ اجنبی سے اولیٰ ہوں گے۔ اور یہ ظاہر ہے جس کی تائید ہدایہ کے الفاظ "ولایتِ نکاح" سے ہوتی ہے ــــ عبارت درمختار (باپ بیٹے پر یہاں بالاتفاق مقدم ہے) یہی اصح ہے۔ اور کہا گیا کہ یہ امام محمد کا قول ہے اور شیخین (امام اعظم و امام ابو یوسف) کے نزدیک بیٹا اولیٰ ہے ــــ فتح القدیر میں ہے: ہم نے زیادہ عمر والے کو مقدم کیا حدیثِ قسامت کے پیشِ نظر، جس میں ہے کہ "دونوں میں جو زیادہ بڑا ہے وُہ کلام کرے" ــــ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ شیخین کے نزدیک حق بیٹے کا ہے۔ مگر سنّت یہ ہے کہ وُہ اپنے باپ کو آگے کرے اس پر علماء کا یہ کلام دلالت کرتا ہے: دیگر اہلِ قرابت شوہر سے اولیٰ ہیں اگر شوہر کا اُس عورت سے کوئی بیٹا نہ ہو، اگر ہو تو شوہر اُن سے اَولیٰ ہے۔ اس لئے کہ حق بیٹے کا ہے اور وُہ اپنے باپ کو آگے کرے گا ــــ اور یہ کہنا بعید نہ ہوگا کہ بیٹے کا باپ کو اپنی ذات پر مقدم کرنا از رُوئے حدیث واجب ہے اھ ــــ بدائع میں ہے: حکمِ ولایت کے تحت بیٹے کو یہ اختیار ہے کہ کسی اور کو آگے بڑھادے اس لئے کہ ولایت اُسے حاصل ہے اور خود آگے بڑھنے سے اس کو اس لئے روکا گیا کہ اپنے باپ کی بے ادبی کا مرتکب نہ ہو، تو دوسرے کو آگے بڑھانے کا حق اُس سے نہ گیا۔

عبارتِ درمختار (مگر یہ کہ بیٹا عالم ہو)۔ بحر میں ہے: اگر باپ جاہل اور بیٹا عالم ہو تو بیٹے کو آگے کرنا چاہئے۔ مگر یہ کہا جائے کہ علم نماز جنازہ میں

marfat.com

اقول وهذا اولى لما ياتي من ان الاصل ان الحق للولي وانما قدم عليه الولاة وامام الحي لما مر من التعليل وهو غير موجود هنا ، والفرق بينه وبين الامام الراتب ظاهر لانه لم يرضه للصلوٰة خلفه في حياته بخلاف الراتب، قال في شرح المنية الاصل ان الحق في الصلوٰة للولي ولذا قدم على الجميع في قول ابي يوسف ورواية عن ابي حنيفة لان هذا حكم يتعلق بالولاية كالانكاح الا ان الاستحسان وهو ظاهر الرواية تقديم السلطان و نحوه لما مر من الوجه

قوله (بترتيب عصوبة الانكاح) فلا ولاية للنساء ولا للزوج الا انه احق من الاجنبي قلت والظاهر ان ذوي الارحام داخلون في الولاية ، والتقييد بالعصوبة لاخراج النساء فقط فهم اولى من الاجنبي وهو

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بہتر ہے اس لئے کہ آگے آرہا ہے کہ اصل یہ ہے کہ حق ولی کا ہے اس پر حکّام اور امام محلہ کی تقدیم تعلیل مذکور کے سبب ہے اور وہ علت یہاں موجود نہیں —— اور اس امام جنازہ اور پنجگانہ کے امام مقرر کے درمیان فرق ظاہر ہے اس لئے کہ اس نے زندگی میں اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا ارادہ نہ کیا جبکہ امام مقرر کا حال یہ نہیں۔ شرح منیہ میں ہے کہ اصل یہ ہے کہ نماز کا حق ولی کو ہے، اسی لئے امام ابو یوسف کے نزدیک اور امام ابو حنیفہ سے ایک روایت میں وہ سب سے مقدم ہے۔ اس لئے کہ یہ ایسا حکم ہے جس کا تعلق ولایت سے ہے جیسے نکاح کرانے کا معاملہ ہے، مگر استحسان یہ ہے کہ یہاں سلطان وغیرہ مقدم ہوں جس کی وجہ بیان ہو چکی۔ اور یہی ظاہر الروایہ ہے۔

عبارت درمختار (نکاح کرانے میں عصبہ ہونے کی جو ترتیب ہے وہی ہوگی) اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے یہ ولایت نہیں، اور شوہر کے لئے بھی نہیں مگر وہ اجنبی سے زیادہ حقدار ہے —— میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ ذوی الارحام بھی ولایت میں داخل ہیں اور عصبہ ہونے کی قید صرف عورتوں کو خارج کرنے کیلئے ہے

marfat.com

چکے ہیں وُہ دوبارہ نہیں پڑھ سکتے۔ پھر یہ بھی اُس صورت میں ہے کہ پہلی نماز کسی ایسے نے پڑھی جس پر ولی کو ترجیح تھی، ورنہ اگر مثلاً بادشاہِ اسلام یا قاضیٔ شرع یا امامِ حی نے نماز پڑھادی تو ولی کو اعادہ کا اختیار نہیں کہ وُہ اس بات میں ولی سے مقدم ہیں۔

فی الدر المختار یقدم فی الصلوٰۃ علیہ السلطان او امیر المصر ثم القاضی ثم امام الحی ثم الولی فان صلی غیر الولی من لیس لہ حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی اعاد الولی ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا قلنا لیس لمن صلی علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارھا غیر مشروع وان صلی من لہ حق التقدم کقاض او نائبہ او امام الحی او من لیس لہ حق التقدم وتابعہ الولی لا یعید[1] اھ مختصراً۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے: میّت کی نماز پڑھنے میں مقدم بادشاہ یا والیٔ شہر ہے پھر قاضی پھر امامِ محلہ پھر ولی —— اگر ولی کے علاوہ ایسے شخص نے جس کو ولی پر تقدم کا حق حاصل نہیں، نمازِ جنازہ پڑھ لی اور ولی نے اس کی متابعت نہ کی تو ولی اگر چاہے تو دوبارہ پڑھ سکتا ہے خواہ قبر پر ہی پڑھے، اسے یہ اختیار اپنے حق کے سبب ہے اس لئے نہیں کہ فرضِ جنازہ ادا نہ ہُوا تھا، اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ پہلے جو پڑھ چکے تھے وہ ولی کے ساتھ ہو کر دوبارہ نہیں پڑھ سکتے —— اس لئے کہ نمازِ جنازہ کی تکرار جائز نہیں —— اور اگر پہلے ایسے شخص نے پڑھی جسے ولی پر تقدم کا حق حاصل ہے جیسے قاضی یا نائبِ قاضی یا امامِ محلہ یا ایسے شخص نے پڑھی جسے حقِ تقدم حاصل نہیں مگر ولی نے اس کی متابعت کر لی تھی تو دوبارہ نہیں پڑھ سکتا اھ مختصراً (ت)

مسئلہ ۴۲ ازبریلی مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالٰی ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

چہ مے فرمایند علمائے کرام دریں مسئلہ کہ بوقتِ نمازِ مغرب جنازہ بیاید تقدیم نمازِ فرض باید یا نمازِ میت۔

اس مسئلہ میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں کہ مغرب کے وقت جنازہ آئے تو پہلے نمازِ فرض کی ادائیگی ہو یا نمازِ جنازہ کی؟

الجواب

نمازِ مغرب را تقدیم باید کما فی ردالمحتار بلکہ سنن راتبہ نیز بہ یفتی کما فی البحر وغیرہ

پہلے نمازِ مغرب ادا کرنا چاہئے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے بلکہ مقررہ سُنتوں کو بھی ادا کر لینا چاہئے۔ اسی پر

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۲-۲۳

الجنازۃ لعدم احتیاجہ الیہ واعترضہ فی النھر بما مرمن ان امام الحی انما یقدم علی الولی اذاکان افضل قال نعم علل القدوری کراھۃ تقدم الابن علی ابیہ بان فیہ استخفافا بہ وھذا یقتضی وجوب تقدیمہ مطلقا اھ قلت وھذا مؤید لما مر عن الفتح[1] اھ ما فی ردالمحتار ملخصا ملتقطا وفی الخانیۃ ثم الھندیۃ من الصلٰوۃ، رجل بنی مسجدا وجعلہ للہ تعالٰی فھو احق الناس بمرمتہ وعمارتہ والاذان والاقامۃ والامامۃ ان کان اھلا لذلک، فان لم یکن فالرای فی ذٰلک الیہ[2] اھ (ملخصا) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

تقدم کا موجب نہیں کیونکہ اس میں علم کی ضرورت نہیں۔ اس پر نہر میں یہ اعتراض ہے کہ امام محلہ ولی پر اُسی وقت تقدم پاتا ہے جب اُس سے افضل ہو۔ ہاں قدوری نے باپ پر بیٹے کا تقدم مکروہ ہونے کی علت یہ بتائی کہ اس میں باپ کی اہانت وبے ادبی ہے، اس علّت کا تقاضا یہ ہے کہ باپ کی تقدیم مطلقاً ضروری ہے اھ ــ میں کہتا ہوں اس سے اس کلام کی تائید ہورہی ہے جو فتح القدیر کے حوالے سے گزرا۔ تلخیص و انتخاب کے ساتھ ردالمحتار کا مضمون ختم ہوا۔

خانیہ پھر ہندیہ کتاب الصلٰوۃ میں ہے: کسی شخص نے مسجد تعمیر کی اور اُسے خدا کے لئے وقف کردیا تو اس کی مرمت، عمارت، اذان، اقامت اور امامت کا وُہ سب لوگوں سے زیادہ حقدار ہے اگر وُہ اس کا اہل ہو ورنہ اس بارے میں رائے اُسی کی لی جائے گی اھ (یعنی دوسرے کو مقرر کرنے کا حق اسی کو ہوگا) اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۲ موضع بکہ جیبی والاعلاقہ جاگل، تھانہ ہری پور ڈاک خانہ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۱۴ جمادی الاخرہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت اگرچہ بالغ ہو یا نابالغ ہو اُس کے جنازہ میں ولی داخل نہیں ہُوا تو اس کا جنازہ ہُوا یا نہیں؟

الجواب

نماز ہوگئی مگر جو نمازِ جنازہ بے اجازت ولی پڑھی جائے ولی کو اختیار رہے کہ دوبارہ پڑھے۔ مگر جو پہلے پڑھ

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۴۹-۵۰

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلٰوۃ الخ ،، نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱۰

marfat.com

الجواب

صلوٰۃ الجنازۃ مشروعۃ فی کل وقت حتی فی الاوقات الثلثۃ ان حضرت فیھا، فی الدر المختار ینعقد نفل بشروع فیھا بکراھۃ التحریم لاینعقد الفرض وماھو ملحق بہ کواجب لعینہ کوتر و سجدۃ تلاوۃ وصلوٰۃ جنازۃ تلیت الاٰیۃ فی کامل وحضرت الجنازۃ قبل لوجوبہ کاملا فلا یتادی ناقصا فلو وجبتا فیھا لم یکرہ فعلھما ای تحریما وفی التحفۃ الافضل ان لا تؤخر الجنازۃ اھ[1] فی رد المحتار ما فی التحفۃ اقرہ فی البحر والنھر والفتح والمعراج لحدیث ثلث لا یؤخرن منھا الجنازۃ اذا حضرت اھ[2] واعتقاد انھا لا تجوز قبل صلوٰۃ العصر جھل فاضح او زیغ واضح وافتراء بلا امتراء علی الشریعۃ الغراء نعم ان ضاق الوقت یجب تقدیم العصر لکن ان قدمت صحت واذا صلاھا الولی او غیرہ باذنہ فلا تجوز اعادتھا کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی بما لا مزید علیہ فی رسالتنا

نمازِ جنازہ ہر وقت مشروع ہے یہاں تک کہ تینوں اوقات مکروہہ میں بھی، اگر اُسی وقت آیا ہو۔ درمختار میں ہے: ان اوقات میں نمازِ نفل کراہتِ تحریم کے ساتھ ہوجائیگی، فرض نہ ہوگا اور وُہ بھی جو اس سے ملحق ہے جیسے واجب لعینہ، جیسے وتر اور سجدۂ تلاوت و نمازِ جنازہ جبکہ آیتِ سجدہ کامل وقت میں پڑھی گئی ہو اور جنازہ وقت مکروہ سے پہلے آگیا ہو اس لئے کہ ان کا وجوب کامل ہُوا تو ناقص طور پر ادائیگی نہ ہوگی، ہاں اگر ان دونوں کا وجوب ان ہی اوقات میں ہُوا ہو تو ان اوقات میں ان کی ادائیگی مکروہِ تحریمی نہیں۔ تحفہ میں ہے: افضل یہ ہے کہ جنازہ میں دیر نہ کی جائے اھ۔ ردالمحتار میں ہے: تحفہ میں جو مذکور ہے اسے بحر، نہر، فتح اور معراج میں برقرار رکھا ہے کیونکہ حدیث میں ہے: تین[3] چیزوں میں دیر نہ کی جائے ان میں سے ایک یہ جنازہ ہے جب آجائے اھ۔

اور یہ خیال کہ نمازِ عصر سے پہلے جنازہ ناجائز ہے رُسواکن جہالت ہے یا کھلی ہوئی گمرہی، اور شریعتِ مبارکہ پر قطعی افتراء ——— ہاں اگر وقت تنگ ہو تو پہلے عصر پڑھنا ضروری ہے لیکن اگر نمازِ جنازہ پہلے پڑھ لی تو وہ بھی صحیح ہوگئی ——— اور جب ولی نے یا اس کی اجازت سے دوسرے نے نمازِ جنازہ پڑھ لی تو دوبارہ پڑھنا جائز نہیں جیسا کہ ہم نے بتوفیقِ الٰہی اپنے رسالہ

---

[1] درمختار — کتاب الصلوٰۃ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۶۱

[2] ردالمحتار — " — " مصطفی البابی مصر — ۱/۲۷۵

marfat.com

اقول آرے اگر ضرورت داعیہ بتقدیم جنازہ است مثلاً شکم مُردہ منتفخ شد و اندیشہ است کہ اگر دیر کنند منشق شود و ہنوز در وقت سعتے ست کہ بتقدیم جنازہ فوت نہ شود آنگاہ لاجرم تقدیم جنازہ مے شاید بالاتفاق کما لا یخفی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتویٰ ہے جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے **اقول** ہاں اگر ضرورت پہلے ادائے جنازہ کی طالب ہے مثلاً مُردہ کا پیٹ پُھولا ہوا ہے اور اندیشہ ہے کہ اگر دیر کریں تو پھٹ جائے گا، اور ابھی وقت میں اتنی وسعت ہے کہ جنازہ پہلے ادا کرنے سے مغرب فوت نہ ہوگی تو ایسے وقت میں ناچار، بالاتفاق نماز جنازہ کی ادائیگی پہلے ہوگی، جیسا کہ پوشیدہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۴۳ ۸ شوال ۱۳۳۸ھ

ظُہر کی نماز کا وقت ابھی شروع ہُوا پھر جنازہ بھی آیا، اور وقت بہت ہے، اب کون نماز مقدم ہو، اور سنّت کس وقت؟

الجواب

جب وقتِ ظُہر وسیع ہے جنازے کی تقدیم کریں، ہاں اگر جنازہ لے جانے والے بھی اسی جماعتِ ظہر میں شریک ہوں گے کہ اگر جنازہ کی نماز پہلے ہوجائے جب بھی جنازہ نمازِ ظہر سے فارغ ہونے کے لئے رکھا رہے گا اور اُس کے تغیر کا اندیشہ نہ ہو تو ظہر فرض و سنّت پہلے پڑھیں کہ اس دیر میں شاید اور نمازی بھی آجائیں اور جنازے پر تکثیر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۴ از مراد آباد محلہ گل شہید مرسلہ مولوی جمیل الدین احمد صاحب ۱۴ صفر ۱۹۱۶ء

ما قولکم ایھا العلماء الراسخون والفقہاء الماھرون فی ان ولی المیت صلی علیہ او غیرہ بانابتہ صلوۃ الجنازۃ اول وقت العصر قبل ان یصلی العصر ھل تجوز صلوۃ الجنازۃ قبل صلوۃ العصر ام لا وان تجز فمن اعادھا بعد صلوۃ العصر باعتقاد انھا لا تجوز قبلھا ھل یکون مبتدعا شرعا اولا بینوہ بیانا شافیا توجروا عند اللہ اجرا وافیا۔

علمائے راسخین وفقہائے ماہرین کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے کہ اول وقت عصر میں ولی میت نے یا اس کی اجازت سے دوسرے نے نمازِ جنازہ ادائے عصر سے پہلے پڑھ لی تو عصر سے پہلے یہ نماز جائز ہوئی یا نہیں؟ اگر جائز ہوئی تو جو بعد عصر جنازہ دوبارہ پڑھے اس خیال سے کہ قبلِ عصر وُہ جائز نہیں تو شرعاً وہ مبتدع ہے یا نہیں؟ شافی طور پر بیان فرمائیں خدا کے یہاں وافی اجر پائیں۔

الجواب

جنازہ کی نماز مثل اور سب نمازوں کے بغیر طہارت کے ہرگز صحیح نہیں۔ وہ پڑھنے والے گنہ گار ہوئے اور اُنھوں نے بہت سخت بُرا کیا اور اُن کی نماز ہرگز ادا نہ ہوئی۔ نمازِ جنازہ میں صرف طہارتِ امام شرط ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر ایسا ہو جب بھی اُس میت کی نمازِ جنازہ ادا ہو جائیگی اور وہ فرض کفایہ ساقط ہو جائے گا کہ جب امام طاہر تھا تو اس کی نماز صحیح ہوگئی اس فرض کے ادا کرنے کو اتنا کافی ہے کہ اس میں جماعت شرط نہیں یہ معنی نہیں ہیں کہ فقط طہارتِ امام صحتِ نمازِ مقتدیان کے لئے بھی کفایت کرتی ہے مقتدیوں کو بے طہارت پڑھ لینی جائز ہے، یہ محض جہالتِ فاحشہ ہے، جس نے یہ فتویٰ بیہودہ دیا وہ شرعاً تعزیر دئے جانے کے قابل ہے کہ جاہل کو مفتی بننا حرام ہے۔

فی ردالمحتار اما الشروط التی ترجع الی المصلی فھی شروط بقیۃ الصلٰوۃ من الطھارۃ الحقیقیۃ بدنا وثوبا ومکانا والحکمیۃ وستر العورات والاستقبال والنیۃ سوی الوقت[1]۔

ردالمحتار میں ہے: نمازِ جنازہ پڑھنے والے سے متعلق شرطیں وہی ہیں جو بقیہ نمازوں سے متعلق ہیں کہ بدن، جامہ، جگہ نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہو، بدن نجاستِ حکمیہ سے بھی پاک ہو، سترِ عورت ہو، استقبالِ قبلہ اور نیّت ہو وقت کی شرط نہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

لاصحۃ لھا بدون الطھارۃ[2]۔ (بغیر طہارت کے نمازِ جنازہ صحیح نہیں۔ ت)

درمختار میں ہے:

لوام بلاطھارۃ والقوم بھا اعیدت وبعکسہ لا کمالوامت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضھا بواحد[3]۔

اگر امام بے طہارت ہے اور مقتدی با طہارت تو جنازہ پھر سے پڑھنا ہے اور اس کے برعکس ہے تو اعادہ نہیں، جیسے اگر کوئی عورت امامت کردے خواہ کنیز ہی ہو تو اعادہ نہیں اس لئے کہ ایک کے پڑھ لینے سے بھی فرضِ جنازہ ادا ہو جاتا ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۵۸۲

[2] ردالمحتار " " " " "

[3] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۱

marfat.com

النھی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز[15][13] فی السراج الوھاج والبحر الرائق[1] ورد المحتار وجامع الرموز والجوھرۃ النیرۃ والھندیۃ ومجمع الانھر وغیرھا ان صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ[1] اھ وفی الدر المختار من لیس لہ حق التقدم وتابعہ الولی لایعید[2] اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔

النھی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز[15][13] میں اس کی بھرپور تحقیق کی ہے ــــ سراج وہاج، بحرالرائق، ردالمحتار، جامع الرموز، جوہرہ نیرہ، ہندیہ، مجمع الانہر وغیرہا میں ہے: اگر ولی نے جنازہ پڑھ لیا تو اس کے بعد کسی کو پڑھنا جائز نہیں اھ درمختار میں ہے: یا کسی ایسے شخص نے پڑھا جسے ولی پر حق تقدم حاصل نہیں مگر ولی نے اس کی متابعت کرلی تو دوبارہ نہیں پڑھ سکتا اھ مختصراً۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۴۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھانا تیار رہے، جنازہ بھی تیار ہے، تو پہلے کھانا کھائے یا مُردے کو دفن کرے؟

الجواب

جنازہ آگیا تو پہلے اس کی نماز پڑھ لے کہ اس نماز میں ایسی دیر نہیں ہوتی، پھر اگر بھوک وغیرہ دعے ضرورتیں لاحق ہیں تو دفن کے لئے بعد کھانا کھانے کے جائے یا فقط نماز پر قناعت کرے، جبکہ لے جانے والے موجود ہوں اور اس کے نہ جانے سے کوئی حرج شرعی لازم نہ آتا ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۶ از ٹانڈہ اسٹیشن دیورنیا مرسلہ شیخ نیاز احمد صاحب ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جنازہ کی نماز میں کچھ لوگ بلاوضو و بلاتیمم شریک ہوگئے اُن کی نماز ہُوئی یا نہیں؟ اور اُن کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور ایک شخص نے کہا کہ انھوں نے کچھ بُرا نہ کیا کہ نمازِ جنازہ میں صرف امام کی طہارت ضروری ہے مقتدیوں کی طہارت کی حاجت نہیں، اُس کا یہ قول کیسا ہے؟ بینوا توجروا

ع کھانا سامنے آیا اور کھانے کے بعد جنازہ مل جائیگا، یا پہلے جنازے میں شرکت کرے تو بھوک کی وجہ سے دل کھانے کی طرف رہے گا یا کھانا ٹھنڈا ہو کر بے مزہ ہوجائے گا، یا اس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہوجائے گی اور چبائی نہ جائے گی ۱۲ (م)

---

[1] البحرالرائق بحوالہ السراج الوہاج فصل السلطان احق بصلوٰتہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۷۲

[2] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

قد توضع فی بعض المواضع خارج المسجد فی الشارع فیصلی علیها ویلزم منه فسادها من کثیر من المصلین لعموم النجاسۃ وعدم خلعهم نعالهم المتنجسۃ[1]

کبھی بعض مقامات میں بیرونِ مسجد سڑک پر جنازہ رکھ کر نماز پڑھی جاتی ہے اس سے بہت سے لوگوں کی نماز کا فساد لازم آتا ہے کیونکہ وہ جگہیں نجس ہوتی ہیں اور لوگ اپنے نجاست آلود جوتے اتارتے نہیں (ت)

اُسی میں ہے:

فی البدائع لوصلی علی مکعب اعلاہ طاھر وباطنہ نجس عند محمد یجوز لانہ صلی فی موضع طاھر کثوب طاھر تحتہ ثوب نجس اھ وظاھرہ ترجیح قول محمد وھو الاشبہ[2] (ملخصاً)

بدائع میں ہے: اگر کسی ایسے مکعب پر نماز پڑھی جس کا بالائی حصّہ پاک ہے اور اندرونی حصہ ناپاک ہے تو امام محمد کے نزدیک جائز ہے، اس لئے کہ نماز پاک جگہ ادا ہُوئی جیسے کوئی پاک کپڑا ہو جس کے نیچے دوسرا ناپاک کپڑا ہو اھ، اس کا ظاہر امام محمد کے قول کی ترجیح ہے اور وہی اشبہ ہے (ملخصاً) (ت)

زید نے بیانِ حدیث میں غلطی کی، حدیث میں تو لفظ نجاست نہیں لفظ قذر ہے یعنی گھن کی چیز جیسے ناک کی آمیزش وغیرہ نجاست ہوتی تو نماز سرے سے پڑھی جاتی کہ نماز کا ایک جُز باطل ہونا ساری نماز کو باطل کردیتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) نمازِ جنازہ جب ولی پڑھائے یا باذنِ ولی ہوجائے تو دوبارہ پڑھنا جائز نہیں،

کما ھو مصرح فی جمیع الکتب وتفصیلہ فی رسالتنا النھی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ تمام کتابوں میں اس کی تصریح ہے اور اس کی تفصیل ہمارے رسالے النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نمازِ جنازہ اس طرح ادا کرنا کہ میت چارپائی پر ہو اور چارپائی کے پائے ایک ہاتھ سے زائد بلند ہوں جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس دلیل سے جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز کے وقت میت کا چارپائی پر ہونا صدرِ اُولٰی سے معمولِ مسلمانان ہے اُس کے پائے حسبِ عادت

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۹۴

[2] ردالمحتار باب مفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا " " " " ۱/۴۲۱

ردالمحتار میں ہے:

ای لا تعاد لصحۃ صلوٰۃ الامام وان لم تصح صلوٰۃ من خلفہ[1] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

یعنی اعادہ اس لئے نہیں کہ امام کی نماز صحیح ہوگئی اگرچہ پیچھے والوں کی نماز صحیح نہ ہوئی۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۴۸: از گوالیار مسئولہ مولوی محمود الحسن صاحب ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک جنازے کی نماز میں زید نے لوگوں کو کہ جنھوں نے جوتوں میں سے پیروں کو نکال کر اور جوتے کے اوپر پیر رکھ کر نماز پڑھنا چاہا، روکا کہ پیر جوتوں سے مت نکالو جوتے پہنے ہوئے نماز درست ہے۔ عمرو نے ایک شخصیت کے الفاظ میں کہا کہ کوئی کہتا ہے جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھو، جوتے سب اتار ڈالیں۔ چنانچہ بعض نے زید کے کہنے پر عمل کیا بعض نے عمرو کے کہنے پر۔ بعد نماز کے بحث پیش آئی، زید نے تحریری جواب کہ رسولِ خدا نے نماز میں جوتا اتارا، مقتدیوں نے بھی اتارا، پیغمبر صاحب نے دریافت کیا کہ تم نے جوتے کیوں اتارے؟ جواب دیا کہ اتباع کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ جوتے میں ناپاکی ہے۔ پس معلوم کرلینا چاہئے، عمرو کو ایسا کہنا خلاف تھا اس لئے کہ وہ کیسے برجستہ الفاظ صدر کہہ سکتا تھا اس لئے کہ ناپاکی کا ثبوت نہیں رکھتا تھا، مقامی حالت پر جہاں جوتے اتار کر نماز پڑھنے کے واسطے عمرو نے کہا تھا یہ تھی کہ وہاں پر گھوڑے وغیرہ پیشاب کرتے ہیں، جوتے پہنے ہوئے جس قدر لوگ تھے اُن کے جوتے خشک تھے، پس اس حالت میں شرعاً عمرو کا کہنا صحیح سمجھا جائے گا یا زید کا؟

(۲) عمرو مذکور نے ایک مرتبہ ایسا بھی کیا ہے کہ نمازِ جنازہ دوبارہ پڑھائی، زید نے اس کو مکروہ کہا، اور جب عمرو کی جانب سے لوگوں نے بحث کی تو اُس نے علاوہ مکروہ کے آثارِ فتنہ اور بدعت بھی ثابت کیا، کیا زید کا کہنا حق ہے؟

الجواب

(۱) اگر وُہ جگہ پیشاب وغیرہ سے ناپاک تھی یا جن کے جُوتوں کے تلے ناپاک تھے اور اس حالت میں جُوتا پہنے ہُوئے نماز پڑھی اُن کی نماز نہ ہُوئی، احتیاط یہی ہے کہ جُوتا اتار کر اس پر پاؤں رکھ کر نماز پڑھی جائے کہ زمین یا تلا اگر ناپاک ہو تو نماز میں خلل نہ آئے۔ ردالمحتار میں ہے:

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۸۲

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جواز تو یقینی ہے۔ رہی کراہت اُس کے لئے بھی کوئی وجہ نہیں۔ نہ فقیر کو یاد کہ کسی کتاب میں اُسے منع لکھا ہو۔ درمختار میں جو اس مقدار کو جس سے امام و مقتدی میں امتیاز پایا جائے مکروہ لکھا وہاں بلندیٔ موضع میں کلام ہے یعنی امام کو مقتدیوں سے اتنا اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہے جس سے امتیاز واقع ہو اور وجہ اس کی حدیث میں نہی آنا اور اہلِ کتاب سے مشابہت پایا جانا ہے کہ یہود عنود اپنے امام کے لئے جائے بلند مقرر کرتے ہیں یہاں تک کہ نہی و مشابہت ثابت نہیں تو کراہت پر بھی حکم نہیں دے سکتے۔

فی الدر المختار وانفراد الامام علی الدکان للنهی وقدر الارتفاع بذراع ولا بأس بما دونه وقیل مایقع به الامتیاز وهو الاوجه[1] فی رد المحتار قوله للنهی وهو ما اخرجه الحاکم انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم نهی ان یقوم الامام فوق ویبقی الناس خلفه وعللوه بانه تشبه باهل الکتاب فانهم یتخذون لامامهم دکانا[2] اھ والله سبحانه وتعالٰی اعلم وصلی الله تعالٰی علیه سیدنا ومولٰنا محمد وعلٰی اٰله وصحبه اجمعین وبارك وسلم اٰمین۔

درمختار میں ہے: امام کا تنہا کسی دُکان (اونچی جگہ) پر کھڑا ہونا مکروہ ہے کیونکہ اس سے ممانعت آئی ہے۔ اونچائی کی مقدار ایک ہاتھ ہے اس سے کم ہو تو حرج نہیں اور کہا گیا کہ بس اتنی اونچائی جس کی وجہ سے وہ ممتاز نظر آئے اور یہی اوجہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے: ممانعت کی حدیث وہ ہے جسے حاکم نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ امام اوپر کھڑا ہو اور لوگ اس کے پیچھے نیچے رہیں۔ علماء نے اس کی علت یہ بتائی ہے کہ اس میں اہل کتاب سے مشابہت ہے اس لئے کہ وہ اپنے امام کے لئے کوئی اونچی جگہ بناتے ہیں، بحر، اھ۔ اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے، اللہ تعالٰی کی رحمت، برکت اور سلام ہو ہمارے آقا و مولا محمد رسول اللہ اور ان کی آل و اصحاب سب پر۔ الٰہی قبول فرما۔ (ت)

مسئلہ ۵۲ ۲۲ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مُردہ کے نماز پڑھانے کے واسطے جو جانماز ملتی ہے اس سے کُرتا اور کچھ اور کپڑا بنانا ناجائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں ہے تو اس سے جو نمازِ مفروضہ پڑھی گئی ہو وہ لوٹائی جائے گی یا نہیں؟ اور اس کفن سے یہ جانماز کے واسطے کپڑا نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ و ما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۲
[2] ردالمحتار " ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۴۳۴

marfat.com

ہاتھ بھر یا کم یا کبھی زائد ہر طرح کے ہوتے ہیں، کبھی اس پر انکار نہیں ہُوا۔ جو ہاتھ بھر سے تھوڑے زائد کو ناجائز بتائے وُہ سند دے۔ جس نے ناجائز کہا جس نے ناجائز لکھا، اور ہرگز سند نہ دے سکے گا، اُس وقت اُس پر کُھل جائے کہ اُس کا ناجائز کہنا شریعتِ مطہرہ پر افترا تھا، ہاں اگر پلنگ اتنا اونچا ہو کہ قدِ آدم سے زائد، جس میں امام کی محاذات میت کے کسی جزو سے نہ ہو تو البتہ نماز ناجائز ہوگی کہ محاذات شرط ہے، مگر کوئی پلنگ اتنا اونچا نہیں ہوتا۔

فی ردالمحتار عن جامع الرموز عن تحفۃ الفقہاء ان رکنھا القیام و محاذاتہ الی جزء من اجزاء المیت[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں جامع الرموز سے، اس میں تحفۃ الفقہا سے منقول ہے نمازِ جنازہ کا رکن قیام ہے اور نمازی کا میت کے کسی جز کے مقابل ہونا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۰: از اجمیر شریف مرسلہ محمود الحسن ۲۳ محرم ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اگر جنازہ کو ایسی چارپائی پر رکھ کر نماز پڑھی کہ جس کے پائے ایک بالشت سے کم تھے تب تو نماز ہوگئی ورنہ نہیں۔ اور ثبوت میں شامی اور کبیری پیش کر کے کہتا ہے کہ جنازہ مثل امام کے ہے جس طرح امام کا ایک بالشت سے اوپر کھڑا ہونا مفسدِ صلوٰۃ ہے اس صورت میں بھی پائے ایک بالشت سے زائد ہونا مانعِ صلوٰۃِ جنازہ ہے۔ کیا واقعی اگر پائے ایک بالشت سے زیادہ ہوں تو مفسدِ صلوٰۃِ جنازہ ہیں یا ایک بالشت ہونا اولٰی۔ اور اس سے زائد مکروہ ہے یا مطلقاً خواہ جس قدر بھی پائے لمبے ہوں جائز ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زید کے اقوال سب باطل و بے اصل ہیں، نہ پایوں کی بلندی شرعاً کسی حد پر مخصوص رکھی گئی ہے، نہ ایک بالشت بلندی میں کچھ اولویت، نہ ایک بالشت یا ایک گز امام کی بلندی مفسدِ نماز، نہ ہر بات میں جنازہ مثل امام، یہ ہوساتِ عاطلہ و اوہامِ باطلہ ہیں، جنازہ کا زمین پر رکھا ہونا ضرور شرط ہے اگرچہ پائے کتنے ہی بلند ہوں اور امام کا بقدرِ امتیاز سب مقتدیوں سے اُونچا ہونا صرف مکروہ ہے نہ کہ مفسدِ نماز۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۱: نمازِ جنازہ میں امام کے نیچے جانماز ہوتی ہے اور مقتدی سب زمین پر، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۰۸

marfat.com

مسئلہ ۵۵ از کلی ناگر پرگنہ پورن پور ضلع پیلی بھیت مکان علن خان نمبر دار مرسلہ اکبر علی شاہ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ جنازہ میں مقتدی فقط سبحان پڑھ کر خاموش ہوجائیں اور کچھ نہ پڑھیں یا سبحان، درود شریف، دعا جو کچھ امام پڑھے مقتدی بھی پڑھیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مقتدی بھی سب کچھ پڑھیں کہ نمازِ جنازہ میں صرف ذکر و دعا ہے قراءتِ قرآن نہیں، اور مقتدیوں کو صرف قرأتِ قرآن عظیم ہی منع ہے باقی دعا و اذکار میں وہ امام کے شریک ہیں۔

فی الرحمانیۃ فی الطحاوی یکبرون الافتتاح مع رفع الیدین ثم یقرءون الثناء ثم یکبرون ویصلون علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یکبرون ویستغفرون للمیت ثم یکبرون ویسلمون ولایرفعون ایدیھم فی التکبیرات الثلث ولاقرأۃ فیھا[1]

رحمانیہ میں ہے: طحاوی میں ہے کہ کانوں تک ہاتھ لے جانے کے ساتھ تکبیر افتتاح کہیں، پھر ثناء پڑھیں، پھر تکبیر کہیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھیں، پھر تکبیر کہیں اور میت کے لئے استغفار کریں پھر تکبیر کہیں اور سلام پھیریں۔ بعد کی تینوں تکبیروں میں ہاتھ نہ اٹھائیں۔ اور نمازِ جنازہ میں قرأتِ قرآن نہیں۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے:

وان کان المیت غیر بالغ فان الامام ومن خلفہ یقولون اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا ذخرا شافعا و مشفعا[2] واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اگر میّت نابالغ ہو تو امام اور مقتدی سب کہیں گے اے اللہ! اسے ہمارے لئے آگے جانے والا کردے اور اسے ہمارے لئے ذخیرہ بنادے، اور شفاعت کرنے والا، مقبول الشفاعۃ کردے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۵۶ از لشکر کانپور محلہ توپخانہ بازار قدیم چھوٹی مسجد، مرسلہ محمد یوسف علی صاحب ۲۰ صفر مظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ جنازہ میں سلام ہاتھ چھوڑنے کے بعد پھیرنا چاہیے یا قبل ہاتھ چھوڑنے کے، افضل کیا ہے؟

---

[1] رحمانیہ
[2] خزانۃ المفتین

الجواب

اس جانماز سے دو غرضیں لوگوں کی ہیں: ایک یہ اکثر نمازِ جنازہ راستے وغیرہا بے احتیاطی کے مقامات پر ہوتی ہے، مسجد کہ صاف و پاکیزہ رکھی جاتی ہے اُس میں نمازِ جنازہ منع ہے تو لغرضِ احتیاط امام کے نیچے جانماز بچھا دی جاتی ہے کہ سب مقتدیوں کے لئے اُس کا مہیا کرنا دشوار ہوتا ہے اور اگر فرض کیجئے کہ وہ تمام جگہ ایسی ناپاک ہے کہ کسی کی نماز نظر بواقع نہ ہو سکے تو جانماز کے سبب امام کی تو ہو جائے گی اور اسی قدر سب مسلمانوں کی طرف سے ادائے فرض و ابرائے ذمّہ کے لئے کافی ہے کہ نمازِ جنازہ میں جماعت شرط نہیں، دوسرے نفعِ فقیر کہ وُہ جانماز بعد نماز کسی طالب علم یا اور فقیر پر تصدیق کر دی جاتی ہے، اور یہ دونوں غرضیں محمود ہیں تو اس کے جواز میں کلام نہیں، اور جس فقیر پر وُہ تصدق کی گئی اس کی مِلک ہے کُرتا وغیرہ جو چاہے بنائے اُس میں نماز مکروہ بھی نہیں، نہ اصلاً حاجتِ اعادہ۔ کما لا یخفی (جیسا کہ واضح ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۳ ازمنڈی ہلدوانی، ضلع نینی تال، مرسلہ حفیظ احمد مستری ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

نمازِ جنازہ کے وقت امام کے سامنے جو جانماز بچھاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے وقد بینا الحکمۃ فیہ فی فتاوٰنا (اور اس کی حکمت ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کی ہے۔ت)

مسئلہ ۵۴ ۲۳ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بزرگ کے مزار پر چادریں چڑھائیں، اور زیارت کے مجاور نے اپنے قبضہ میں لاکر ان چادروں کو عمرو کے ہاتھ فروخت کیا اور عمرو نے بکر کے ہاتھ، پس اس حالت میں بکر کو اس کا اوڑھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر تصریحاً عُرف و رواج سے یہ امر ثابت ہے کہ وُہ چادریں مجاوروں کے لینے کے لئے چڑھائی جاتی ہیں تو مجاور مالک ہوگیا اور بیع جائز ہوئی اور اُسے اوڑھ کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں، اور اگر چادر اس لئے چڑھائی کہ مزار پر رہے تو وُہ مِلک زید پر باقی ہے اور بیعیں اس کی اجازت پر موقوف ہیں، اگر جائز کر دے گا نافذ ہو جائیں گی ورنہ باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

marfat.com

پڑھے۔ مثلاً تین تکبیریں فوت ہوئیں تو چوتھی امام کے ساتھ کہہ کر بعد سلام پہلی تکبیر کے بعد ثنا پھر درود پھر دعا پڑھے اور دو فوت ہوئیں تیسری امام کے ساتھ دُعا، چوتھی کے بعد سلام، پھر اول کے بعد ثنا، دوم کے بعد درود، اور ایک ہی فوت ہوئی تو بعد سلام ایک تکبیر کے بعد ثنا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۰ ازکانپور بوچڑ خانہ مسجد رنگیاں مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن جلشانی طالبعلم مدرسہ فیضِ عام ۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

ماجوابکم ایہا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ مُردہ کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی ہو تو کتنے دن تک پڑھنا جائز ہے؟

الجواب

جب تک بدنِ میت کا سالم ہونا مظنون ہو اور یہ امر اختلاف موسم وحال زمین وحال میت سے جلدی و دیر میں مختلف ہوجاتا ہے، گرمی میں جلد بگڑ جاتا ہے سردی میں بدیر، زمین شور یا نمک میں جلد سخت وغیر شور میں بدیر، فربہ مرطوب جلد خشک ولاغر بدیر، تو اس کے لئے مدت معین نہیں کرسکتے۔

فی الدر دفن واھیل علیہ التراب بغیر صلٰوۃ اوبھا بلا غسل صلی علی قبرہ مالم یغلب علی الظن تفسخہ من غیر تقدیر ھو الاصح[1] فی ردالمحتار لانہ یختلف باختلاف الاوقات حراً وبرداً والمیت سمناً وھزالا والامکنۃ بحر، وفی الحلیۃ نص الاصحاب علی انہ لایصلی علیہ مع الشک فی ذلک ذکرہ فی المفید والمزید وجوامع الفقہ وعامۃ الکتب، وعللہ فی المحیط بوقوع الشک فی الجواز اھ وتمامہ فیہا اھ ملخصین[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے بغیر نماز کے، یا بغیر غسل کے نماز پڑھ کر میّت کو دفن کردیا گیا اور اس پر مٹی ڈال دی گئی تو اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے جب تک اس کے پھٹنے کا ظن غالب نہ ہو، اس میں کسی مدت کی تعیین نہیں یہی اصح ہے۔ ردالمحتار میں ہے: اس لئے کہ اس میں سردی گرمی کے لحاظ سے اوقات کے فرق سے، اور فربہی لاغری کے لحاظ سے مردے کے فرق سے، اور مقامات کے فرق سے فرق پڑتا ہے، بحر۔ حلیہ میں ہے کہ ہمارے علمائے نے صراحت فرمائی ہے کہ اس میں شک ہو تو نماز نہ پڑھی جائے گی، اسے مفید، مزید، جوامع الفقہ اور عامۂ کتب میں بیان کیا ہے۔ محیط میں اس کی علت یہ بتائی ہے کہ جواز میں شک ہوگیا اھ اور پوری بات اسی میں ہے اھ بہ تلخیص۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

[2] ردالمحتار 〃 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۲۴

marfat.com

الجواب

ہاتھ باندھنا سُنّت اس قیام کی ہے جس کے لئے قرار ہو، کما فی الدرالمختار وغیرہ من الاسفار (جیساکہ درمختار وغیرہ کتابوں میں ہے۔ ت) سلام وقتِ خروج ہے اُس وقت ہاتھ باندھنے کی طرف کوئی داعی نہیں تو ظاہر یہی ہے کہ تکبیر چہارم کے بعد ہاتھ چھوڑ دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۷ از بنارس کچی باغ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

بہارِ شریعت جلد ۴ میں ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ کھول کر سلام پھیرے (درمختار، ردمحتار) حالانکہ ان کتابوں میں ہاتھ کھولنے کا ذکر نہیں، سخت اضطراب ہے رفع فرمائیے۔

الجواب

جس روز آپ کا سوال آیا حُسنِ اتفاق سے اُس کے دوسرے دن بریلی سے مولوی امجد علی صاحب میرے ملنے کے لئے یہاں آئے میں نے اُن سے پُوچھا اُنھوں نے فرمایا یہ مسئلہ طویل متعدد مسائل پر مشتمل ہے اور اس کے آخر میں میں نے درمختار و ردالمحتار وغیرہما لکھا ہے۔ وغیرہما سے یہاں میری مراد فتاوٰی رضویہ ہے، وہاں جو کچھ مذکور ہے اس کا بعض درمختار سے لیا گیا اور بعض ردالمحتار سے، اور یہ مسئلہ فتاوٰی رضویہ سے۔ انتھی کلامہ ظاہر ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد نہ قیام ذی قرار ہے نہ اس میں کوئی ذکر مسنون، تو ہاتھ باندھے رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ تکبیر رابع کے بعد خروج عن الصلاۃ کا وقت ہے اور خروج کے لئے اعتماد کسی مذہب میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۸ نمازِ جنازہ میں تکبیر اخیر کے بعد السلام علیکم و رحمتہ ایک بار کہا بعد یاد دہانی تکبیر کہی اور پھر سلام پھیرا۔

الجواب

دوسری صورت میں نماز ہو جانا بھی اُسی صورت میں ہے کہ اس نے بھُول کر سلام پھیرا ہو، اور اگر قصداً پھیرا یہ جان کر کہ نمازِ جنازہ میں تین ہی تکبیریں ہیں، تو یہ نماز بھی نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۹ از شہر مراد آباد محلہ مغلپورہ حصّہ اول۔ مرسلہ مولوی سید اولاد علی صاحب ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ جنازہ کا مسبوق فوت شدہ تکبیروں کو پُورا کرے تو ان میں کس کس تکبیر میں کیا کیا پڑھے؟

الجواب

اگر جنازہ اٹھالیا جانے کا اندیشہ ہو جلد جلد تکبیریں بلا دُعا کہہ کر سلام پھیر دے ورنہ ترتیب وار

marfat.com

اس کا مطلب بظاہر یہی ہے کہ اکیلا نہ ہو تو یہ اشارہ ہے۔ محیط کی روایت الانفراد کے غیر صحیح ہونے پر۔ بہر حال پانچ مقتدیوں میں اس تکلف کی حاجت نہیں ہے۔ اور قاعدۂ کلیہ ہے کہ کراہت سے بچنا استحباب کے حاصل کرنے سے مقدم ہے اور روایات نہی عن انفراد سے استثنائے صلوٰۃ جنازہ موجہ نہیں معلوم ہوتا ہے، نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

و اقل الصف ان یکون اثنین علی الاصح[1] اصح یہ ہے کہ صف کم سے کم دو کی ہو۔ (ت)

پس کراہت انفراد اس عبارت سے خوب ظاہر ہوگئی، یہ تفریع تفریعاتِ مشائخ سے معلوم ہوتی ہے۔ ائمہ ثلاثہ سے منقول نہیں۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب نے اس میں یہ فرمایا کہ ایک شخص کی صف نہیں ورنہ تین کی تین صف کرنی چاہیے۔ وھو بعید۔ کتبہ عزیز الرحمان

آپ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین گزارش ذیل میں کہ کتبِ فقہ سے دو امر بالبداہۃ ماخوذ ہوتے ہیں۔ صلاۃ جنازہ میں شخصِ واحد کی صف کا کراہت سے مستثنیٰ ہونا و نیز شخص واحد کو علی الاصح بہ تبعیت دیگر صفوف صف سے تعبیر کیا جانا، اوّلیٰ ہونا زیادتی صف اول کی بمقابلہ صف دوم اور صف دوم بمقابلہ صف سوم کی، حتی کہ واسطے زیادتی صف اوّل کے سات نمازی ہونے کی حالت میں صفِ اولیٰ میں تین اشخاص کا کھڑا کیا جانا اور صفِ سوم میں صرف ایک شخص کا رہنا پسند کیا گیا، حالانکہ ممکن تھا کہ ہر صف میں دو دو نفر کھڑے کئے جاتے۔ یہ پتا کسی کتاب سے نہیں چلتا ہے کہ فقہائے کرام نے اس ترتیب پسندیدہ خود کا استخراج کس حدیث یا کس نص سے کیا ہے اور حضرت ملّا علی قاری نے کس بنا پر ان کی مخالفت پسند کی کہ شخص واحد کے صف کے وجود ہی سے انکار فرما دیا۔ جس سے ترتیب پسندیدۂ فقہائے کرام بالکلیہ غلط و عبث ہوئی جاتی ہے۔ پس ہدایت خواہ ہوں کہ اس اختلاف ترتیب صفوف ثلاثہ کے متعلق جو کچھ تحقیق و تنقیح موافق ملتِ احناف رحمہم اللہ ہو بحوالہ کتب بخوبی صراحت سے تحریر فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں، نیز یہ بھی ہدایت فرمائی جائے کہ بحالتِ موجودگی چھ نمازیوں کے اس طرح پر ترتیب صفوف ثلاثہ کی بہتر ہوگی کہ ایک امام اور پس امام دو صفوف میں دو دو نفر اور صفِ سوم میں شخصِ واحد کھڑا ہو یا جملہ مقتدیوں کی ایک ہی جماعت کی جائے کہ صفوفِ ثلاثہ کی ترتیب کم از کم سات اشخاص کا ہونا سب کتب میں مرقوم ہے، اس سے کم کی نسبت کچھ ذکر نہیں ہے حالانکہ ترتیب چھ اشخاص کی بھی ممکن ہے۔

الجواب

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاد امامِ اجل عطاء بن ابی رباح تابعی جلیل تلمیذ

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المشی بالجنازۃ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۵

marfat.com

مسئلہ ۶۱ از خیرآباد ضلع سیتاپور محلہ میانسرائے مدرسہ عربیہ قدیم مرسلہ مولوی سید فخر الحسن صاحب رضوی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ میں جب ایک امام اور پانچ مقتدی ہوں تو بنظر حصولِ نعمتِ بشارت مغفرت تین صفوف اس طرح کرلی جائیں کہ صفِ اوّل و دوم میں دو دو نفر اور صفِ سوم میں ایک نفر ہو۔ کیونکہ عباراتِ کتبِ فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں ایک شخص کی صف کراہت سے مستثنٰی ہے جیسا کہ صاحبِ ردالمحتار بحوالہ کتاب محیط تحریر فرماتے ہیں۔

قال فی المحیط و یستحب ان یصف ثلثة صفوف حتی لو کانوا سبعة یتقدم احدھم للامامة ویقف وراءہ ثلثة ثم اثنان ثم واحد اھ فلو کان الصف الاول افضل فی الجنازة ایضا لکان الافضل جعلھم صفا واحدا ولکرہ قیام الواحد وحدہ کما کرہ اھ[1]۔

محیط میں تحریر کیا گیا کہ مستحب ہے کہ تین صفیں ہوں یہاں تک کہ اگر سات آدمی ہوں تو ایک امام ہوجائے تین اس کے پیچھے کھڑے ہوں پھر دو پھر ایک۔ تو اگر جنازہ میں پہلی صف افضل ہوتی تو ان سب کو ایک صف میں کردینا بہتر ہوتا اور تنہا ایک کا کھڑا ہونا مکروہ ہوتا جیسے غیر نماز جنازہ میں مکروہ ہے اھ۔ (ت)

اسی طرح عالمگیریہ میں ہے بحوالہ کتاب تاتارخانیہ اور قنیہ میں بحوالہ کتاب جامع التفاریق للبقالی و عین الہدایہ میں اور رسالہ تجہیز و تکفین میں یہی ترتیب درج ہے اس اتفاق عبارات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ طریقہ پسندیدہ فقہائے کرام یہی ترتیب مذکورہ ہے۔ فقط

جواب: جس حدیث میں یہ بشارت ہے اُس میں تین صفوف مروی ہیں، پس جہاں تک ہر ایک صف میں کم از کم دو تین آدمی ہوسکیں ایسا کرنا عمدہ ہے کیونکہ ایک شخص کو صف نہیں کہتے ہیں۔ ورنہ پھر تین مقتدی ہوں تو تین صف کرنی چاہئے۔ حالانکہ یہ شاید کسی فقیہ و عالم کو پسندیدہ نہ ہو۔ اُس حدیث کی شرح میں مرقاۃ ملّا علی قاری میں یہ عبارت منقول ہے:

وفی جعلہ صفوفا اشارة الی کراھة الانفراد[2]۔

اور اس کے چند صف بنانے میں اکیلے ہونے کی کراہت کی جانب اشارہ ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ دار الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۸۶
[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المشی بالجنازۃ الخ ؍؍ مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/۶۴

marfat.com

الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

حصولِ مغفرت کی کوشش، جیسا کہ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ (ت)

غنیہ شرح منیہ میں ہے:

یستحب ان یصفوا ثلثۃ صفوف حتی لو کانوا سبعۃ یتقدم احدھم للامامۃ ویقف وراءہ ثلثۃ وورائھم اثنان ثم واحد ذکرہ فی المحیط لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی علیہ ثلثۃ صفوف غفر لہ رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حدیث حسن والحاکم وقال صحیح علٰی شرط مسلم[2] اھ قلت ورواہ احمد وابن ماجۃ وابن سعد فی الطبقات والبیہقی فی السنن وابن مندۃ فی المعرفۃ کلھم عن مالک بن ھبیرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بالفاظ شتی وکلھا فی نظری بحمد اللہ تعالٰی۔

تین کرنا مستحب ہے یہاں تک کہ اگر سات آدمی ہوں تو ایک شخص امامت کے لئے آگے ہو اور اس کے پیچھے تین کھڑے ہوں، ان کے پیچھے دو، پھر ایک۔ اسے محیط میں ذکر کیا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس پر تین صفیں نماز پڑھیں اس کی بخشش ہوجائے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور ترمذی نے کہا حدیث حسن ہے۔ اور حاکم نے روایت کیا اور کہا صحیح برشرطِ مسلم ہے اھ میں کہتا ہوں: اسے امام احمد، ابنِ ماجہ، طبقات میں ابنِ سعد، سنن میں بیہقی، معرفہ میں ابن مندہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ان سبھی محدثین نے حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بالفاظِ مختلفہ روایت کیا اور بحمدہ تعالٰی سب میری نظر میں ہیں۔ (ت)

رحمانیہ میں عقابیہ سے ہے:

لوکان القوم سبعا قاموا ثلثۃ صفوف یتقدم واحد وثلثۃ بعدہ واثنان بعدہ وواحد بعدہ لان فی الحدیث من صلی علیہ ثلثۃ صفوف غفر لہ[3] اھ قلت وافرد

اگر سات آدمی ہوں تو تین صف میں کھڑے ہوں، ایک آگے ہو، تین اس کے بعد، دو اس کے بعد، اور ایک اس کے بعد۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے جس کا جنازہ تین صفیں پڑھیں اس کی مغفرت ہوجائے اھ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] غنیۃ المستملی شرح منیہ ـ فصل فی الجنائز ـ مطبوعہ سہیل اکیڈمی چوک اردو بازار لاہور ص ۵۸۸
[3] رحمانیہ

ام المومنین صدیقہ و ام المومنین ام سلمہ و ابوہریرہ و ابو سعید خدری و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین روایت فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی علی جنازۃ فکانوا سبعۃ فجعل الصف الاول ثلثۃ والثانی اثنین والثالث واحدا[1]۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی، صرف سات آدمی تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلی صف تین آدمیوں کی کی، دوسری صف دو کی اور تیسری صف ایک شخص کی۔

امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

فی القنیۃ ثم ان کان القوم سبعۃ فاتموھا ثلثۃ صفوف یقدم احدھم وخلفہ ثلثۃ وخلفھم اثنان وخلفھما واحد انتہی قلت ولیشھد لہ ان عطاء بن ابی رباح روی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ وسلم صلی علی جنازۃ فکانوا سبعۃ (وساق الحدیث وقال) ولو لاھذا الحدیث لقلنا بکراھۃ جعل الواحد صفا لامرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وصحبہ وسلم للمنتبذ وراء الصف فی الصلوۃ المطلقۃ باعادتھا کما تقدم فی موضعہ اللھم الا ان یقال ان ذلک ایضا اذا لم یکن فیہ تحصیل مصلحۃ مقصودۃ من الصلاۃ وقد وجدت ھھنا مصلحۃ مقصودۃ وھی السعی فی حصول المغفرۃ للمیت کما اخبرہ

قنیہ میں ہے: اگر سات آدمی ہوں تو پوری تین صف بنائیں، ایک آگے ہو، تین اس کے پیچھے، دو ان کے پیچھے اور ایک ان کے پیچھے (عبارت قنیہ ختم) میں کہتا ہوں اس کا ثبوت اس حدیث سے ہے کہ حضرت عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی صرف سات آدمی تھے (آگے حدیث ذکر کی، پھر کہا) اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو ایک شخص کی صف بنانے کو ہم مکروہ کہتے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم نے صلاۃ مطلقہ میں صف کے پیچھے الگ تھلگ کھڑے ہونے والے کو نماز لوٹانے کا حکم فرمایا جیسا کہ یہ اپنے موقع پر بیان ہو چکا ہے — مگر یہ کہا جائے کہ وہ بھی اس وقت ہے جب اس میں نماز کی مصلحت مقصودہ کی بجا آوری نہ ہو، اور یہاں نماز کی ایک مصلحت مقصودہ موجود ہے وہ ہے میت کے لئے

---

[1] ؎

لاحد فاقتضی کونہ المذھب[1]
صراحت فرمائی تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ مذہب ہو (ت)

اور بالفرض ارشاد ائمۂ مجتہدین فی المسائل یا تخریجِ مسائل ہی ہو تو علی قاری کو اپنی بحث سے اس کے رد کا کیا اختیار ہے، کیا وُہ ان میں نہیں جن کو فرمایا گیا:

اما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ وما صححوہ کما لو افتوا فی حیاتھم[2]
مگر ہم پر اسی کی پیروی کرنی ہے جسے ان حضرات نے ترجیح دی اور جسے صحیح کہا جیسے اگر وُہ اپنی حیات میں فتوٰی دیتے تو ہمیں یہی کرنا تھا (ت)

جیسا کہ تصحیح القدوری للعلامہ قاسم پھر رد المحتار میں ہے: فانہ لا یسعنا مخالفتھم[3]
(کیونکہ ہمارے لئے ان کے خلاف جانے کی گنجائش نہیں۔ ت)

ثانیاً اگر وُہ منقول ہی ہوتی تو شروح حدیث کی نقول نصوص کتب معتمدۂ فقہیہ کے خلاف مقبول نہیں، بلکہ نصوص تو نصوص کہ شروح حدیث کی تصریح صریح اشاراتِ کتبِ مذہب کے بھی معارض نہ مانی گئی۔ شرح مشارق الانوار علامہ ابن ملک سے کہ علامہ علی قاری سے اقدم واعظم ہیں ایک مسئلہ منقول ہوا اس پر علامہ شامی نے رد المحتار میں فرمایا:

ان ھذا الکتاب لیس موضوعا لنقل المذھب واطلاق المتون والشروح یردہ[4]
اس کی تالیف نقل مذہب کے لئے نہیں اور اطلاق متون وشروح اسکو رد کر رہی ہے۔ (ت)

ثالثاً اگر بالفرض کسی کتابِ فقہ ہی میں ایک نقل شاذ پائی جاتی تو نقل مشہور کتب معتبرہ کثیرہ کے مقابل نہ مانی جاتی،

کما نص علیہ فی الشرنبلالیۃ والعقود الدریۃ وردالمحتار وغیرھا واکثرنا النقول فیہ فی فتاوٰنا وفی کتابنا فی رسم المفتی۔
جیسا کہ شرنبلالیہ، العقود الدریہ، رد المحتار وغیرہا میں اس کی تصریح ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اور رسم المفتی سے متعلق اپنی کتاب میں ان کی بہت سی عبارتیں نقل کی ہیں۔ (ت)

رابعاً اگر شاذ بھی نہ ہوتی جب بھی اُسی ترتیب مذکور جامع التفاریق ومحیط وحلیہ وغنیہ وغیرہا پر اعتماد

---

[1] غنیہ ذوی الاحکام حاشیۃ علی درر الحکام نواقض الوضوء مطبعہ احمد کامل الکائنہ فی دار السعادت مصر ۱/ ۱۵
[2] دُرِ مختار خطبۃ الکتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵
[3] رد المحتار " مصطفے البابی مصر ۱/ ۵۷
[4] ایضاً

الضمیر فی "بعدہ" فی اخیرین ارجاعالہ الی الصّف۔ میں کہتا ہوں دو اخیر والے "اس کے بعد" میں ضمیر واحد اس لئے رکھی کہ مرجع صف کو بنایا ہے (ت)

حلیہ وغنیہ و ردالمحتار شروح معتمدہ ہیں اور جامع التفاریق و محیط و عتابیہ و تاتارخانیہ و علمگیریہ فتاوی مستندہ اور کتب مذہب میں ان کا کہیں خلاف نہیں۔ لاجرم امام ابن امیر الحاج نے جنازہ میں ایک شخص کے صف ہونے کی کراہت کو امام احمد بن حنبل سے ایک روایت کی طرف نسبت فرمایا:

حیث قال بعد ماقدمناعنہ ھذا وعن احمد انہ کرہ ان یکون الواحد صفا[1]۔ اس طرح کہ ہماری نقل کردہ عبارت کے بعد فرمایا: یہ محفوظ رکھو، اور امام احمد سے ایک روایت ہے کہ انھوں نے ایک آدمی کی صف کو مکروہ جانا۔ (ت)

اپنے مذہب میں کراہت کی کوئی روایت ہوتی تو وہی احق بالذکر تھی، صرف مذہب غیر کی طرف نسبت پر اکتفا نہ کی جاتی۔ غرض فقہ یہ ہے اور حدیث وہ، پھر مخالفت کیا معنی۔ رہا وہ اشارہ جو مرقاۃ میں استنباط کیا اور اس کے سبب جُہّال نے نصوص حدیث وفقہ کو بالائے طاق رکھ دیا۔

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) نہ وہ استنباط مقبول ہے نہ اُس پر اعتماد جائز،

اوّلاً وہ علی قاری کی ایک بحث ہے اور منقول کے حضور بحث اصلاً قابلِ التفات نہیں

کمانص علیہ فی ردالمحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار وقد اکثرنا نقولہ فی فتاونا۔ جیساکہ ردالمحتار وغیرہ معتمد کتابوں میں تصریح ہے اور بہت سی عبارتیں ہم نے اپنے فتاوٰی میں نقل کی ہیں۔ (ت)

اور اُسے مرقاۃ میں منقول بتانا جہل صریح ہے یا افترائے قبیح، پھر جزئیہ منصوصہ کتب مذہب کو قول قاری سے غیر صحیح کردینا سخت جرأت مردود ہے۔ فتاوائے معتمدہ اکثر منصوصات ائمہ کو مطلق و مرسل بلاعزو لکھتے ہیں کما لایخفی علٰی خادم الفقہ (جیساکہ خادم فقہ پر پوشیدہ نہیں۔ ت) بلکہ قدمائے اہل فتاوٰے غالباً اقوالِ مشائخ کو معزو لکھتے ہیں اور نصوصِ مذہب کو بلاعزو خصوصاً جبکہ ائمۂ مذہب سے ان میں خلاف نہ منقول ہو۔ شرنبلالی علٰی دررالحکام میں ہے:

صرح بہ قاضی خان من غیر اسنادہ (قاضی خاں نے کسی کی طرف اسناد کئے بغیر اس کی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

تو اصل مبنائے انکار ہی ساقط و باطل ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یوم یقوم الروح والملٰئکۃ صفا[۱]۔ جس دن کھڑے ہوں گے روح اور ملائکہ صف باندھ کر۔

ابن جریر اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

الروح ملک فی السماء السابعۃ واعظم من السمٰوٰت ومن الجبال ومن الملٰئکۃ یسبح کل یوم اثنی عشر الف تسبیحۃ یخلق اللہ من کل تسبیحۃ ملکا من الملٰئکۃ یجئ یوم القیمۃ صفا وحدہ[۲]۔

یہ روح فرشتہ آسمان ہفتم میں ہے وہ آسمانوں اور پہاڑوں اور سب فرشتوں سے اعظم ہے، وہ روزانہ بارہ ہزار تسبیحیں کرتا ہے۔ اللہ عزوجل ہر تسبیح سے ایک فرشتہ بناتا ہے یہ روح (فرشتہ) روز قیامت اکیلا ایک صف ہوگا۔

معالم التنزیل میں بروایت عطاء ابن ابی رباح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں ہے:

الروح ملک من الملٰئکۃ ما خلق اللہ تعالٰی مخلوقا اعظم منہ فاذا کان یوم القیمۃ قام وحدہ صفا وقامت الملٰئکۃ کلھم صفا واحدا فیکون اعظم خلقۃ مثلھم[۳]۔

روح ایک فرشتہ ہے اللہ تعالٰی نے کوئی مخلوق جسم میں اس سے بڑی نہ بنائی، جب قیامت کا دن ہوگا وہ اکیلا ایک صف ہوکر کھڑا ہوگا اور تمام فرشتے مل کر ایک صف، تو اس کی جسامت ان سب کے برابر ہوگی۔

امام ابوعمر ابن عبدالبر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: المرأۃ وحدھا صف[۴] اکیلی عورت ایک صف ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے: المرأۃ وحدھا تکون صفا[۵] تنہا عورت ایک صف ہوتی ہے۔ حدیث عطاء سے گزرا جعل الصف الثالث واحدا[۶] نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو تیسری صف کیا۔

---

[۱] القرآن ۷۸/ ۳۸

[۲] جامع البیان المعروف تفسیر ابن جریر تحت آیہ مذکورہ مطبوعہ مطبعۃ میمنیہ مصر ۳۰/ ۱۳

[۳] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن " " " مصطفی البابی مصر ۷/ ۲۰۳ و ۲۰۲

[۴] التمہید الحدیث الخامس لاسحاق المکتبۃ القدوسیۃ لاہور ۱/ ۲۶۸

[۵] صحیح البخاری باب المرأۃ وحدھا تکون صفا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۱

[۶]

marfat.com

ہوتا کہ نصِ حدیث اُسی طرف ہے اور علماء تصریح فرماتے ہیں:

لا یعدل عن درایۃ ما وافقتہا روایۃ کما نص علیہ فی الغنیۃ و رد المحتار وغیرھا۔[1]

کسی درایت سے عدول نہ ہوگا جب تک کوئی روایت اس کی موافقت کرتی ہو جیسا کہ غنیہ اور ردالمحتار وغیرہما میں اس کی تصریح ہے (ت)

خامسًا اس بحث و استنباط کا سارا مدار اس پر ہے کہ روایتِ ابی داؤد میں جزاھم ثلثۃ صفوف[2] (انھیں تین صفوں میں تقسیم کیا۔ ت) کا لفظ وارد ہے، اور ایک شخص کو صف نہ کہیں گے ترمذی کی اسی حدیث میں جزاھم ثلثۃ اجزاء[3] (انھیں تین صفوں میں تقسیم کیا۔ ت) ہے اور جز مطلق ہے اور ہم ابھی حدیثِ مرفوع سے نقل کرچکے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک صف ایک ہی صاحب کی کی، علامہ قاری نے روایتِ ترمذی کی جو شرح ٹھہرائی کہ تین حصّے کرنے سے یہ مراد ہے کہ بُوڑھے اور اُدھیڑ اور جوان یا علماء و طلبہ و عوام،

حیث قال ای قسمھم ثلثۃ اقسام ای شیوخا و کھولا و شبابا او فضلاء و طلبۃ العلم والعامۃ۔[4]

انھوں نے کہا: ان کو تین حصّوں میں تقسیم کیا یعنی بوڑھوں، ادھیڑوں اور جوانوں میں، یا علماء، طلباء اور عوام میں تقسیم کیا۔ (ت)

یہ بھی نرا اجتہادِ علامہ ہے جس پر نہ حدیثِ مرفوع میں دلالت نہ اُس کی فرع فعلِ صحابی میں، نہ اُسے اس کی شرط اذا صلی علی جنازۃ فتقال الناس علیہا[5] (جب نمازِ جنازہ پڑھی اور اس پر آدمی کم محسوس کئے۔ ت) پر ترتب، یہ مقتضی تجزیہ ہیں، نہ طالبِ توزیع، تو یہ تفسیر بلا نشاء ہے، نہ شرع سے کہیں کسی نماز میں یہ تقسیم معہود کہ بوڑھے الگ چھانٹے جائیں اور ادھیڑ جُدا اور جوان علیحدہ۔

سادسًا ہمیں مسلّم کہ فی نفسہٖ مستقل صف کم از کم دو کی ہوگی، مگر صف یا صفوف کے ساتھ اگر ایک شخص صف جداگانہ کی جگہ ہو تو اُس پر بھی ضرور اطلاقِ صف ہے اور یہی ہمارے اس مسئلہ میں ہے

---

[1] ردالمحتار	مطلب اذا تعارض التعمیم	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/۵۳
[2] سنن ابی داؤد	باب فی الصفوف علی الجنازۃ	آفتاب عالم پریس لاہور	۲/۹۵
[3] جامع الترمذی	ابواب الجنائز باب کیف الصلوٰۃ علی المیت الخ	امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	۱/۱۲۲
[4] مرقاۃ المفاتیح	کتاب الجنائز حدیث ۱۶۸۷	المکتبۃ الحبیبیۃ کوئٹہ	۴/۱۷۰
[5] جامع الترمذی	ابواب الجنائز باب کیف الصلوٰۃ علی المیت	امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	۱/۱۲۲

marfat.com

انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔ | تعالٰی عنہ سے بسندِ صحیح روایت کیا۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: الا تصفون کما تصف الملئکۃ عند ربھا (کیاتم ویسے صف نہیں لگاتے جیسے ملائکہ اپنے رب کے حضور صف لگاتے ہیں۔ت) صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ وکیف تصف الملئکۃ عند ربھا (یارسول اللہ ملائکہ اپنے رب کے حضور کیسے صف لگاتے ہیں؟ ت) ارشاد فرمایا: یتمون الصف الاول ویتراصون فی الصف[1] (پہلی صف پُوری کرتے ہیں اور صف کے اندر خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ت) رواہ مسلم و ابوداؤد وابن ماجۃ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت) اور نمازِ جنازہ میں تفریق صفوف سب کو مسلّم۔

صلوٰۃ مطلقہ میں محاذاتِ زن حسبِ شرائط عشرہ مفسد نماز ہے اور نماز جنازہ میں اصلاً مفسد نہیں کما نص علیہ فی الکتب قاطبۃ (جیسا کہ تمام کتابوں میں اس کی تصریح ہے۔ت) تو کیا بعید ہے کہ صف کے پیچھے انفرادصلاۃِ مطلقہ میں مکروہ ہو نہ نمازِجنازہ میں وبہ یضعف ماوقع فی الحلیۃ ان لولا الحدیث لقلنا بکراھتہ[2] (اور اسی سے حلیہ میں واقع یہ کلام ضعیف ہوجاتا ہے کہ اگرحدیث نہ ہوتی توہم اس کی کراہت کے قائل ہوتے۔ت)

بالجملہ مسئلہ واضح ہے اور بحث طائح اور برخلاف حدیث وفقہ اُس پر اعتماد جہل فاضح۔ اب رہا اصل سائل کہ یہ تفریق پانچ مقتدیوں میں بھی کی جائے یا صرف چھ سے مخصوص ہے۔

اقول ہاں پانچ میں بھی کی جائے، ہمیں حدیث وفقہ نے بتایا کہ ارشادِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من من مسلم یموت فیصلی علیہ ثلثۃ صفوف من المسلمین الا اوجب[3] | مسلمانوں میں سے کوئی فوت ہوگیا اور اس پر مسلمانوں کی تین صفوں نے جنازہ پڑھا تواس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔(ت)

---

[1] صحیح مسلم | باب تسویۃ الصفوف واقامتھا الخ | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/ ۱۸۱
سنن ابی داؤد | باب تسویۃ الصفوف | آفتاب عالم پریس لاہور | ۱/ ۹۷
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[3] مشکوٰۃ المصابیح | باب المشی بالجنازہ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۴۷

marfat.com

امام احمد کی روایت مذکورہ میں بھی ایک شخص کو صف کہا کہ کرہ ان یکون الواحد صفاً (اسے ناپسند کیا کہ ایک آدمی صف ہو۔ ت) نہ یہ کہ الصف لایقوم بواحد اصلا (ایک آدمی سے بالکل صف بنتی ہی نہیں۔ ت) اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ تین آدمیوں کی تین صفیں نہ ہوسکنے سے اعتراض جہالتِ فاحشہ ہے فکم من شیئ یصح ضمنا ولا یصح قصدا (بہت سی چیزیں ضمناً ہوں تو صحیح ہیں اور قصداً صحیح نہیں۔ ت)

سابعاً کراہت انفراد صلوٰۃِ مطلقہ میں ارشاد ہوئی ہے، صلوٰۃِ جنازہ کا اُس سے الحاق محلِ منع ہے، تبیین الحقائق میں فرمایا:

صلوٰۃ الجنازۃ لیست بصلوٰۃ من کل وجہ وانما ھی دعاء للمیّت[2]

نمازِ جنازہ ہر لحاظ سے نماز نہیں، یہ تو بس میّت کے لئے دُعا ہے۔ (ت)

امام نسفی کتاب کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

حتی لایحنث بصلاۃ الجنازۃ لوحلف ان لایصلی فصارت کسجدۃ التلاوۃ[3]

اگر نماز نہ پڑھنے کی قسم کھائی تو نمازِ جنازہ پڑھنے سے حانث نہ ہوگا، تو یہ سجدۂ تلاوت کی طرح ہوئی (ت)

اقول بلکہ محل مقام میں صلاۃِ مطلقہ کا اُس سے بیّن تفاوت ہے۔ صلاۃ مطلقہ میں سب سے افضل صفِ اول ہے اور نمازِ جنازہ میں سب سے افضل صفِ اخیر۔

صلاۃ مطلقہ میں جب تک پہلی صف پُوری نہ ہوجائے دوسری صف ہرگز نہ کی جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر[4] رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن حبان وابن خزیمۃ والضیاء فی المختارۃ عن

اگلی صف پُوری کرو پھر وہ جو اس کے بعد ہے کہ جو کچھ کمی رہے پچھلی صف میں رہے۔ اسے امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، ابن خزیمہ، اور مختارہ میں ضیاء نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ مطبوعہ مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۱۳۷

[3] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۸

[4] " " " " " " " " ۱/۹۷

نظرِ ظاہر میں یہاں دو حکمتیں معلوم ہوتی ہیں :

اولاً جمع تام ہے اور جمع تام گویا صفتِ تام ہے ولہذا ایک روایت میں تین عورتوں کو جمیع صفوف مابعد کی نماز کا قاطع بتایا، اور ظاہر الروایۃ میں بھی اسے اس درجہ قوی بتایا کہ ایک صف کو دوسری کا حائل نہ جانا اور ان کی محاذات میں آخر صفوف تک تین تین مردوں کی نماز پر حکم فساد فرمایا۔ فتح القدیر میں ہے :

الصحیح ان بالصلاۃ بالثلاث تفسد صلوۃ واحد عن یمینھن و اٰخر عن شمالھن وثلثۃ ثلثۃ الی اٰخر الصفوف وفی روایۃ الثلث کالصف التام فتفسد صلوۃ جمیع الصفوف التی خلفھن[1]

صحیح یہ ہے کہ تین عورتوں سے ایک ان کے دائیں والے مرد کی، ایک ان کے بائیں والے کی، اور آخری صف تک ہر صف سے تین تین مردوں کی نماز فاسد ہوجاتی ہے ــــ اور ایک روایت میں ہے، تین گویا پوری صف ہے تو ان کے پیچھے کی تمام صفوں کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ (ت)

اس معنوی کثرت وقوت کی تحصیل کو صفِ اول میں تین شخص رکھے۔

ثانیاً اس میں تعدیل فضل ہے کہ جمع میں برکت ہے ایک سے دو میں زائد، دو سے تین میں۔ اور صفوفِ جنازہ میں آخر فالآخر افضل ہے۔ پہلی سے دوسری افضل، دوسری سے تیسری، تو اس ترتیب سے ہر صف کے لئے چار فضل حاصل ہوگئے۔ پہلی صف میں باعتبارِ صف ایک اور بلحاظِ رجال تین۔ دوسری صف میں صف اور رجال دونوں کے اعتبار سے دو دو، تیسری میں باعتبارِ صف تین، بلحاظِ رجل ایک، واللہ ذوالفضل العظیم، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (اور اللہ بڑے فضل والا ہے ــــ اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے۔ ت)

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۱۶

کی برکت حاصل کرنے کو حتی الوسع حاضرین کی تین[3] صفیں کی جائیں، اگرچہ صفِ اخیر صرف ایک شخص کی ہو۔ یہ بات پانچ مقتدیوں میں یقیناً حاصل۔ پہلی دو صفیں دو دو کی ہوں کہ دو آدمی صلوٰۃ مطلقہ میں بھی مستقل صف ہیں، موطائے امام مالک و مصنف عبدالرزاق میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

قام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصففت انا والیتیم من ورائہ[1] — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں نے اور یتیم نے حضور کے پیچھے صف لگائی۔ (ت)

موطائے امام محمد میں عبداللہ بن عتبہ سے ہے:

قال دخلت علی عمر بن الخطاب بالھاجرۃ فوجدتہ یسبح فقمت وراءہ فقربنی فجعلنی بحذائہ عن یمینہ فلما جاء یرفاء تاخرت فصففنا وراءہ[2] — میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں دوپہر کو آیا تو انھیں نفل پڑھتے ہوئے پایا، میں ان کے پیچھے کھڑا ہوگیا، انھوں نے مجھے قریب کرکے اپنے برابر دائیں کرلیا، پھر جب یرفا آگیا تو میں پیچھے ہوگیا، ہم دونوں نے ان کے پیچھے صف بنالی۔ (ت)

اور تیسری صف ایک کی فقہائے کرام نے کہ چھ ہی مقتدیوں کی صورت لکھی،

اوّلاً بعض صور پر اقتصار بعض دیگر کا نافی نہیں، ردالمحتار میں ہے:

لا یلزم ان یکون ما سکت عنہ مخالفا فی الحکم لما ذکرہ کما لا یخفی[3] — ضروری نہیں کہ جس سے سکوت ہو وہ حکم میں اس کے مخالف ہو جو مذکور ہے جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

ثانیاً اقول اس کے لئے تین سبب ہیں،

اوّل صورت مذکورۂ حدیث کے ذکر سے تبرک۔

دوم اس پر تنبیہ کہ چھ مقتدیوں کی صورت میں اگرچہ ہر صف دو شخصوں کی ہوسکتی ہے مگر بہ اتباعِ سنت یونہی کریں کہ پہلی صف تین کی، دوسری دو کی، تیسری ایک کی۔

سوم کراہت انفراد کا کامل ازالہ کہ باوصف تیسر تعدد انفراد اختیار کیا، اگر کہئے چھ مقتدیوں کی اس ترتیب میں کوئی اور حکمت بھی، **اقول** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے افعال کی حکمتیں خوب جانتے ہیں

---

[1] موطا امام مالک — جامع سبحۃ الضحیٰ — مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی — ص ۱۳۷

[2] موطا امام محمد — باب الرجلان یصلیان جماعۃ — " نور محمد اصح المطابع کراچی — ص ۱۲۴

[3] ردالمحتار

اَلْمُنَّۃُ الْمُمْتَازَۃُ فِیْ دَعَوَاتِ الْجَنَازَۃِ [۱۳۱۸]

(نمازِ جنازہ سے متعلق حدیث میں وارد شدہ دُعاؤں کا بیان اور تلقینِ میّت کا طریقہ)

مسئلہ ۶۲ مسئولہ حافظ حاجی قاری زائر سید محمد عبدالکریم صاحب ۲۵ جمادی الاُخریٰ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نمازِ جنازہ کی کے دُعائیں ہیں؟

الجواب

مولٰنا الحافظ القاری الحاج الزائر السید الصالح القادری البرکاتی ادام اللہ تعالٰی کرامتکم فی الحاضرۃ والاٰتی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وہ تیرہ [۱۳] دعائیں ہیں کہ نمازِ جنازہ کی احادیث میں وارد ہوئیں۔ فقیر نے انھیں جمع کرکے ایک اور کا اضافہ کیا ہے انھیں میں گزارش کرتا ہوں کہ حفظ فرمالیں اور بالحاظ معنی جنائزِ اہلسنّت پر پڑھا کریں، جن کلمات کو دو خط ہلالی میں لے کر اُن پر خط کھینچ کر بالائے سطر دوسرے الفاظ لکھے جاتے ہیں وہ لفظ عورت کے جنازے میں اُن کلمات کی جگہ پڑھے جائیں۔ فقیر آپ کو وصیت کرتا ہے کہ میرا جنازہ پائیں تو نماز خود ہی پڑھائیں اور یہ سب دُعائیں اپنے خالص قادری قلب کے خضوع و خشوع سے پڑھیں اور قبرِ فقیر محتاج پر تلقین بھی کریں و حسبنا اللہ و نعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم ۵

ادعیہ بعد تکبیر سوم

(۱) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَ

وَعَذَابِ النَّارِ۔ [عہ۱]

امتک وبنت تشھد

(۳) اَللّٰھُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ اَمَتِكَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ

تشھد اصبحت فقیرۃ

وَيَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَصْبَحَ فَقِيْرًا اِلٰى رَحْمَتِكَ وَاَصْبَحْتَ

ھا تخلت کانت زاکیۃ ھا کانت

غَنِيًّا عَنْ عَذَابِهٖ) تَخَلّٰى مِنَ الدُّنْيَا وَاَهْلِهَا اِنْ كَانَ زَاكِيًا فَزَكِّهٖ) وَاِنْ كَانَ

مخطئۃ لھا ھا ھا

(مُخْطِئًا) فَاغْفِرْ (لَهٗ) اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ) وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَ (هٗ)۔ [عہ۲]

ھذہ امتک بنت ھا ھا

(۴) اَللّٰهُمَّ (هٰذَا عَبْدُكَ ابْنُ) عَبْدًا ابْنُ اَمَتِكَ مَاضٍ فِيْهِ) حُكْمُكَ ، خَلَقْتَهٗ)

تک ھی لت ھا ھا

لَمْ يَكُ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ، نَزَلَ) بِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ ط اَللّٰهُمَّ لَقِّنْهُ) حُجَّتَهٗ)

ھا ھا ھا

وَالْحِقْهُ) بِنَبِيِّهٖ) مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط وَثَبِّتْهُ) بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ

عہ۱ رواہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ و ابوبکر بن شیبۃ عن عوف بن مالك الاشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

اسے امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

عہ۲ رواہ الحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

اسے حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

۱؎ صحیح مسلم	کتاب الجنائز	مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی	۱/ ۳۱۱
سنن النسائی	الدعاء للمیت	" نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	۱/ ۲۸۱
۲؎ المستدرک علی الصحیحین	کتاب الجنائز	" دار الفکر بیروت	۱/ ۳۵۹

marfat.com

اُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ

ها ها عه[۱]

اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَ (هٗ) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَ (هٗ)۔

لَها ها ها ها ها

(۲) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ (لَهٗ) وَارْحَمْهُ) وَعَافِهٖ) وَاعْفُ عَنْهُ) وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ)

ها ها

وَاغْسِلْهُ) بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ) مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ

ها ها

مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ) دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِ (هٖ) وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ) (وَ

عه۲ ها ها

زَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ) مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ

عه رواه احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم عن ابی هريرة واحمد وابويعلى والبيهقي وسعيد بن منصور فی سنن عن ابی قتادة رضی اللہ تعالیٰ عنهما۔ (م)

اسے امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے ابوہریرہ سے۔ اور امام احمد، ابویعلیٰ، بیہقی اور سنن میں سعید بن منصور نے حضرت ابوقتادہ سے روایت کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (ت)

عه۲ یعنی یہ الفاظ عورت کے جنازہ پر نہ پڑھے جائیں ۱۲ کلها منه رضی اللہ تعالیٰ عنه۔ (م)

---

[۱] سنن ابوداؤد	باب الدعاء للمیت	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	۲/ ۱۰۱-۲
جامع الترمذی	باب مایقول فی الصلوٰۃ علی المیت	مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	۱/ ۱۲۱
المستدرک علی الصحیحین	کتاب الجنائز	؍؍ دارالفکر بیروت	۱/ ۳۵۸
مسند ابویعلیٰ	حدیث ۵۹۸۳	مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت	۵/ ۳۷۶

آمَتُكَ بِنْتُ جَتْ

(۵) اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَ (ابْنُ) اَمَتِكَ احْتَا (جَ) اِلٰى رَحْمَتِكَ وَ اَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تقصیرٍ ما بالنظر الی ما ینبغی لجلال وجہ الکریم فالمغفرۃ فی حقہم ان یتجاوز عن ذلک ولا یعاملہم قدر اعمالہم بل قدر افضالہ والیہ اشارۃ بقولہ رحمہ اللہ تعالٰی ورفع الدرجات قال القاری واغرب الحنفی بقولہ الاولی ان یقال ای زد فی زکاتہ وطہارتہ اھ اقول مرجعہ الی ما ذکرنا ای ان کان طاہرا من الذنوب فزد فی طہارتہ بمغفرۃ التقصیر فی شکرک الخطیر وقد فسرہ القاری نفسہ بقولہ ای زد فی احسانہ کما فی روایۃ اھ لا یبعد عن قول الحنفی کثیرا و انا اقول و باللہ التوفیق بل ھو من تزکیۃ الشہود ای انکان زاکیا فاظہر فی ملکوتک انہ ذاک واشہد لہ بذاک وھذا لیس بتاویل بخلاف ما تقدم و باللہ التوفیق کلہا منہ رضی اللہ

پہنچ سکتا۔ رب کریم کی بزرگی شان کے لحاظ سے عامۂ صالحین کسی نہ کسی طرح کی کمی سے خالی نہ ہونگے تو ان کے حق میں مغفرت یہ ہے کہ اس سے درگزر فرمائے اور ان کے ساتھ ان کے اعمال کے حساب سے نہیں بلکہ اپنے فضل وکرم کے لحاظ سے معاملہ فرمائے اور ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کی طرف اپنے قول (اور درجات بلند فرماکر) سے اشارہ فرمایا ہے — علامہ علی قاری فرماتے ہیں: علامہ حنفی نے یہ عجیب وغریب بات لکھی کہ اس کی تفسیر میں یہ کہنا بہتر ہوگا کہ "اس کی ستھرائی اور پاکی میں اضافہ فرما" — اقول اس کا مآل بھی وہی ہے جو ہم نے بیان کیا کہ اگر گناہوں سے پاک ہے تو اس کی پاکی میں اضافہ فرما اس طرح کہ اپنے عظیم شکر کی بجاآوری میں اس کی تقصیر کو بخش دے — اور خود مولانا قاری نے اس کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے: "یعنی اس کی نیکی میں اضافہ فرما جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے اھ — اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی سے ہے) بلکہ یہ تزکیۂ شہود سے ہے (گواہوں کا تزکیہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی باطنی عدالت وپرہیزگاری جانچ کر ظاہر

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

ھا افتقرت ھا نت تشھد ھا
فَاِنَّہٗ (اِفْتَقَرَ) اِلَیْكَ وَاسْتَغْنَیْتَ عَنْہُ، کَانَ (یَشْہَدُ) اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاغْفِرْلَہٗ،

ھا ھا ھا نت زاکیۃ
وَارْحَمْہُ وَلَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ، اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ (زَاکِیًا)

ھا نت طئۃ ھا
فَزَکِّہٖ وَاِنْ کَانَ (خَاطِئًا) فَاغْفِرْلَہٗ۔ ع لہ

ع رواہ عن امیر المؤمنین علی کرّم اللہ تعالٰی وجھہ ۱۲ (م)

قال الامام ابن الجزری وشرح حصنہ (زاکیا) ای طاھرا من الذنوب فزکہ ای فطھرہ بالمغفرۃ ورفع الدرجات اھ وتعقبہ العلامۃ القاری بانہ لا یخفی عدم المناسبۃ بین تفسیرہ زاکیا بطاھر ای من الذنوب وبین قولہ وطھرہ بالمغفرۃ اھ **اقول** لا بدع فی سؤال المغفرۃ بالطاھر من الذنوب قد کان سیّد الطاھرین امام المعصومین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم لیستغفر الیہ کل یوم مائۃ مرّۃ وذلك ان العبد وان جل ماجل لا یبلغ عما عملہ شکر نعمۃ اللہ تعالٰی ابدا ولا یخلوا عامۃ الصالحین عن

اسے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کیا ۱۲ (ت)

امام ابن الجزری نے اپنی حصن حصین کی شرح میں فرمایا: زاکیا کا معنی گناہوں سے پاک، فزکہ کا معنی: اسے مغفرت فرماکر اور درجات بلند فرماکر خوب پاک کردے اھ۔ اس پر علامہ قاری نے تنقید کی کہ زاکیا کی تفسیر (گناہوں سے پاک) اور (مغفرت فرماکر اسے گناہوں سے پاک کردے) ان دونوں میں مناسبت نہ ہونا واضح ہے اھ **اقول** جو گناہوں سے پاک ہے اس کے لئے دعائے مغفرت کوئی اجنبی اور نامناسب چیز نہیں۔ پاکوں کے سردار، معصوموں کے امام حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روزانہ خدا کی بارگاہ میں سو بار استغفار کرتے۔ بات یہ ہے کہ بندہ جتنا بھی بزرگ ہو جائے اس کا عمل اللہ تعالٰی کی نعمتوں کے کامل شکر کی حد تک کبھی نہیں

(باقی اگلے صفحہ پر)

لہ کنز العمال صلوۃ الجنائز حدیث ۴۲۸۶۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۷۱۸

اَصْبَحَتْ اَمَتُكَ هٰذِهٖ تَخَلَّتْ کَتْهَا فَتَقَرَتْ

(۷) (اَصْبَحَ عَبْدُكَ هٰذَا) قَدْ تَخَلّٰى عَنِ الدُّنْيَا وَتَرَ (كَهَا) لِاَهْلِهَا وَ (افْتَقَرَ)

هَا نَتْ تَشْهَدُ

اِلَيْكَ وَاسْتَغْنَيْتَ عَنْ(ه) وَقَدْ كَا(نَ يَشْهَدُ) اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ

هَا هَا هَا هَا هَا

وَرَسُوْلُكَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَ(هٗ) وَتَجَاوَزْ عَنْ(هُ) وَاَلْحِقْ(هُ) بِنَبِيِّ(هٖ)

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عليه وسلم۔ [عه ۱]

(۸) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ ط وَاَنْتَ قَبَضْتَ

رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهَا۔ [عه ۲][۲]

عه ۱ رواه ابو یعلی بسند صحیح عن سعید بن المسیّب عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ من قولہ الحقنا بما قبلہ من المرفوعات للمناسبۃ ۱۲ کلھا منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

عه ۲ رواہ ابو داؤد والنسائی والبیہقی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

اسے ابو یعلیٰ نے بسند صحیح حضرت سعید بن مسیب سے، انھوں نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان ہی کے قول کے طور پر (یعنی موقوفاً) روایت کیا۔ اسے ماقبل کی مرفوع دعاؤں سے مناسبت کے باعث ہم نے لاحق کر دیا ۱۲ کلھا منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

ابو داؤد، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

---

۱ المصنف لعبد الرزاق باب القرأۃ والصلوۃ علی المیت حدیث ۶۴۲۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۳/ ۴۸۷

المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجنائز مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/ ۲۹۲

۲ سنن ابو داؤد باب الدعاء للمیت " آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۰

ھا نت مُحسِنَةً ھا نت مُسِیئَةً
عَذَابِہٖ ، اِنْ کَانَ (مُحْسِنًا) فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِہٖ ، وَاِنْ کَانَ (مُسِیْئًا) فَتَجَاوَزْ
عَنْھَا
عَنْہُ - ع۱ لہ

اَمَتُكَ بِنْتُ نت تَشْھَدُ
(۶) اَللّٰھُمَّ (عَبْدُكَ) وَا (بْنُ) عَبْدِكَ کَانَ) (یَشْھَدُ) اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ
ھا
مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ط وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ) مِنَّا اِنْ
نت مُحسِنَةً ھا نت مُسِیئَةً ھا
کَا (نَ) (مُحْسِنًا) فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِہٖ ، وَاِنْ کَانَ مُسِیْئًا) فَاغْفِرْ لَہٗ) وَلَا تَحْرِمْنَا
ھا ھا
اَجْرَ (ہٗ) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَ (ہٗ) - ع۲ لہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تعالٰی عنہ - (م) کردی جائے) یعنی اگر وہ پاکیزہ ہے تو اپنی بادشاہت میں اس کی یہ حالت عیاں کردے اور اس کے لئے اس پر گواہ لے لے ۔ یہ اس کا لفظی معنی ہوا، تاویل نہیں جیسے کہ گزشتہ "معانی تاویل تھے"، اور توفیق خدا ہی سے ہے ۔ (ت)

ع۱ رواہ الحاکم عن یزید بن رکانة رضی اللہ تعالٰی عنہ - (م)
اسے حاکم نے یزید بن رکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۔ (ت)

ع۲ رواہ ابن حبان عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنہ -
اسے ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۔ (ت)

لہ المستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۳۵۹
لہ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان حدیث ۳۰۶۲ " موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۳۰
موارد الظمآن کتاب الجنائز مطبوعہ مطبعۃ سلفیہ مدینہ منورہ ۱/۱۹۲
مسند ابویعلٰی حدیث ۶۵۶۷ " موسسۃ علوم القرآن بیروت ۶/۱۰۶

marfat.com

(۱۱) اَللّٰھُمَّ اَجِرْھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ ط اَللّٰھُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَیْھَا وَصَعِّدْ رُوْحَھَا وَلَقِّھَا مِنْکَ رِضْوَانًا۔ [ع۱] [۱]

(۱۲) اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ خَلَقْتَنَا وَنَحْنُ عِبَادُکَ ط اَنْتَ رَبُّنَا وَاِلَیْکَ مَعَادُنَا۔ [ع۲] [۲]

(۱۳) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا وَصَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَ (ھَا) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَ (ھَا)۔ [ع۳] [۳]

(۱۴) اَللّٰھُمَّ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

ع۱ رواہ ابن ماجۃ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (م)

اسے ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

ع۲ رواہ البغوی وابن مندۃ والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی حاصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

اسے بغوی، ابن مندہ اور مسند الفردوس میں دیلمی نے ابو حاصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

ع۳ رواہ البغوی عن ابراھیم الاشہالی عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

اسے بغوی نے ابراہیم اشہالی سے، انھوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کیا۔ (ت)

---

۱ سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی ادخال المیت القبر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۲

۲ کنز العمال بحوالہ الدیلمی حدیث ۴۲۸۴۹ " موسستہ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۷۱۵

۳ کنز العمال بحوالہ البغوی " ۴۲۲۹۹ " " " ۱۵/ ۵۸۶

شرح السنۃ باب قرأۃ الفاتحہ فی صلوٰۃ الجنازۃ والدعاء للمیت مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۵۵

(۹) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاِخْوَانِنَا وَ اَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا وَ اَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِنَا اَللّٰھُمَّ

(ھٰذَا عَبْدُكَ (ھٰذِہٖ اَمَتُكَ) فُلَانُ (ابْنُ / بِنْتُ) فُلَانٍ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا وَ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ (بِھَا) مِنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَلَهٗ (وَلَھَا)۔ [۱]

(۱۰) اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ (ابْنَ / بِنْتَ) فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ (فَقِھَا) مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَھْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ ط اَللّٰھُمَّ فَاغْفِرْ لَهٗ (لَھَا) وَارْحَمْهُ (وَارْحَمْھَا) اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ [۲]

---

[۱] رواہ ابونعیم عن عبد اللہ بن الحارث بن نوفل عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علمھم الصلوٰۃ علی المیت اللھم اغفر، الحدیث قال فقلت انا اصغر القوم فان لم اعلم خیرا قال فلا تقل الا ما تعلم ۱۲ کلھا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

اسے ابونُعیم نے عبد اللہ بن حارث بن نوفل سے انھوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں نمازِ جنازہ سکھائی اللھم اغفر۔ آخر حدیث تک — وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا میں لوگوں میں سب سے کم عمر ہوں اگر مجھے کوئی خیر معلوم نہ ہو؟ فرمایا: تو تم وہی کہو جو جانتے ہو ۱۲ کلھا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

[۲] رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ عن واثلۃ بن اسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا (ت)

---

[۱] کنز العمال بحوالہ ابونعیم حدیث ۴۲۸۴۴ مطبوعہ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۱۴-۷۱۳
[۲] سنن ابی داؤد باب الدعاء للمیت " آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۱
سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی الدعاء فی الجنازہ علی الجنازۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۹

marfat.com

ترجمہ ادعیۂ منقولہ

(۱) الٰہی! بخش دے ہمارے زندے اور مُردے، اور حاضر اور غائب، اور چھوٹے اور بڑے، اور مرد اور عورت کو۔ الٰہی! تُو جسے زندہ رکھے ہم میں سے اُسے زندہ رکھ اسلام پر، اور جسے موت دے ہم میں سے اُسے موت دے ایمان پر۔ الٰہی! ہمیں اس میّت کے ثواب سے محروم نہ کر۔ اور ہمیں اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال۔

(۲) الٰہی! اس میّت کو بخش دے، اور اس پر رحم فرما، اور اسے ہر بلا سے بچا، اور اسے معاف کر، اور اسے عزت کی مہمانی دے، اور اس کی قبر وسیع کر، اور اسے دھودے پانی اور برف اور اولوں سے، اور اسے پاک کر دے گناہوں سے جیسے تُو نے پاک کیا سپید کپڑا میل سے، اور اسے بدل دے مکان بہتر اس کے مکان سے، اور گھر والے بہتر اس کے گھر والوں سے، اور زوجہ بہتر اس کی زوجہ سے۔ اور اسے داخل فرما بہشت میں، اور اسے پناہ دے قبر کے عذاب اور قبر کے سوال اور دوزخ کے عذاب سے۔

(۳) الٰہی! یہ میّت تیرا بندہ اور تیری باندی کا بچّہ گواہی دیتا ہے کہ کوئی سچّا معبود نہیں مگر ایک اکیلا تُو، تیرا کوئی شریک نہیں، اور گواہی دیتا ہے کہ محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں، یہ محتاج ہے تیری مہربانی کا اور تُو بے نیاز ہے اس کے عذاب سے، یہ اکیلا رہا دُنیا اور دُنیا کے لوگوں سے، اگر یہ سُتھرا تھا تُو اسے ستھرا فرما دے اور اگر خطاوار تھا تو اسے بخش دے۔ الٰہی! ہمیں محروم نہ کر اس کے ثواب سے اور گمراہ نہ کر اس کے بعد۔

(۴) الٰہی! یہ تیرا بندہ تیری بندی کا بیٹا تیری باندی کا بچّہ ہے، نافذ اس میں حکم تیرا، تُو نے اسے پیدا کیا اُس حال میں کہ نہ تھا کوئی چیز جس کا نام تک کوئی لیتا ہو، یہ تیرے یہاں اُترا ہے، اور تُو بہتر ہے اُن سب سے جن کے یہاں کوئی غریب الوطن اُترے۔ الٰہی! اُسے اس کی حجت سکھا دے اور اُسے اُس کے لئے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ملا دے، اور اُسے ٹھیک بات پر ثابت رکھ کہ یہ تیرا محتاج ہے اور تُو اس سے غنی ہے، یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اللہ کے، پس اُسے بخش دے اور اس پر رحم فرما، اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر، اور اس کے فتنے میں نہ ڈال۔ الٰہی! اگر یہ سُتھرا تھا تو اسے ستھرا فرما دے اور اگر خطاکار تھا تو اسے بخش دے۔

(۵) الٰہی! تیرا بندہ اور تیری باندی کا بچّہ تیری رحمت کا محتاج ہے اور تُو اسے عذاب کرنے سے غنی ہے، اگر نیک تھا تو اُس کی نیکیاں زیادہ کر اور اگر بد تھا تو اُس سے درگزر فرما۔

(۶) الٰہی! تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچّا معبود نہیں مگر اللہ، اور یہ کہ محمد تیرے

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ

بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ

لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْكَرِیْمَ اِذَا اَمَرَ بِالسُّؤَالِ لَمْ یَرُدَّهٗ اَبَدًا

ها

وَقَدْ اَمَرْتَنَا فَدَعَوْنَا وَاَذِنْتَ لَنَا فَشَفَعْنَا وَاَنْتَ اَكْرَمُ الْاَكْرَمِیْنَ فَشَفِّعْنَا فِیْهِ

ها ها ها ها ها ها

وَارْحَمْهُ فِیْ وَحْدَتِهٖ فِیْ وَحْشَتِهٖ وَارْحَمْهُ فِیْ غُرْبَتِهٖ وَارْحَمْهُ فِیْ

ها ها ها ها ها ها

كُرْبَتِهٖ وَاَعْظِمْ لَهٗ اَجْرَهٗ وَنَوِّرْ لَهٗ قَبْرَهٗ وَبَیِّضْ لَهٗ وَجْهَهٗ

ها ها ها ها ها ها

وَبَرِّدْ لَهٗ مَضْجَعَهٗ وَعَطِّرْ لَهٗ مَنْزِلَهٗ وَاَكْرِمْ لَهٗ نُزُلَهٗ یَا خَیْرَ

الْمُنْزِلِیْنَ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ وَیَا خَیْرَ الرَّاحِمِیْنَ اٰمِیْن اٰمِیْن اٰمِیْن صَلِّ وَسَلِّمْ

وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِ الشَّافِعِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ ط

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ عہ

عہ زادہ الفقیر غفر له الكریم القدیر ۱۲ كلها منه رضی اللہ تعالیٰ عنه (م)

یہ دعا فقیر نے زیادہ کی، رب کریم و قدیر اس کی مغفرت فرمائے ۱۲ کلها منه رضی اللہ تعالیٰ عنه (ت)

الٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف منہ کرتا ہوں وسیلے سے تیرے نبی محمد کے کہ رحمت کے نبی ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ الٰہی! بیشک کریم جب خود حکم سوال کا دیتا ہے تو اس سوال کو کبھی رد نہیں کرتا۔ اور بیشک تو نے ہمیں حکم دیا تو ہم نے دعا کی، اور تو نے ہمیں اجازت دی تو ہم نے شفاعت کی، اور تو ہر کریم سے بڑھ کر کرم والا ہے، تو ہماری شفاعت اس میت کے حق میں قبول فرما اور اس پر رحم کر اس کی تنہائی میں، اور اس پر رحم کر اس کی گھبراہٹ میں، اور اس پر رحم کر اس کی بیکسی میں، اور اس پر رحم کر اس کی تکلیف میں، اور اسے بڑا ثواب دے، اور اس کی قبر نورانی کر، اور اس کا چہرہ پُر نور کر، اور اس کی خواب گاہ ٹھنڈی کر، اور اس کی جگہ معطر کرے، اور اسے عزت والی مہمانی دے۔ اے سب میزبانوں سے بہتر، اے سب بخشنے والوں سے بہتر اے سب مہربانوں سے بہتر! قبول فرما، قبول فرما، قبول فرما۔ درود اور سلام و برکات اتار سب شفیعوں کے سردار محمد اور ان کی آل اور اصحاب سب پر۔ اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا پروردگار۔

فائدہ: نویں دسویں دعاؤں میں اگر میت کے باپ کا نام نہ معلوم ہو اس کی جگہ آدَمَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ وَالسَّلَام کہے کہ سب آدمیوں کے باپ ہیں۔ اور اگر خود میت کا نام بھی نہ معلوم ہو تو نویں دعا میں لفظ هٰذَا عَبْدُكَ یا هٰذِهٖ اَمَتُكَ پر قناعت کرے فلاں ابن فلاں یا بنت فلاں کو چھوڑ دے اور دسویں میں اس کی جگہ عَبْدُكَ هٰذَا (تیرا یہ بندہ) یا عورت ہو تو اَمَتُكَ هٰذَا (تیری یہ باندی) کہے۔

فائدہ: میت کا فسق و فجور اگر معاذ اللہ معلوم ہو تو نویں دعا میں لَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا کی جگہ قَدْ عَلِمْنَا مِنْہُ (ھا) خَیْرًا کہے کہ اسلام ہر خیر سے بڑھ کر ہے وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

فائدہ: ان دعاؤں میں بعض مضامین مکرر بھی ہیں اور دعا میں تکرار مفید و مستحسن ہے، جسے جلدی ہو یا یاد کرنے میں دقت جانے تو دعائے اول و دوم و سوم اور چہارم یا لقول الثابت تک اور ہشتم سے دوازدہم تک پڑھے، ان شاء اللہ تعالیٰ یہی کافی ووافی ہے، یہ نصف سے بھی کم رہ گیا اور چاہے تو چہاردہم بھی ملالے اب بھی نصف سے کچھ زائد رہے گا، اور وقت مساعدت کرے تو سب کا پڑھنا اولیٰ ہے، امام جتنی دیر میں یہ دعائیں پڑھے مقتدی دعائے مشہور کے بعد اگر ان ادعیہ سے کچھ یاد نہ ہو صرف آمین آمین آہستہ کہتے رہیں۔

طریقہ تلقین قبر: حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تمہارا

؎ رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر والضیاء فی الاحکام وابن شاھین فی ذکر الموت وآخرون کما ذکرنا فی حیاۃ الموات ۱۲ منہ (م)

اسے طبرانی نے معجم کبیر میں، ضیاء نے احکام میں، ابن شاہین نے ذکر الموت میں روایت کیا اور دوسرے حضرات نے بھی روایت کیا، جیسا کہ ہم نے رسالہ حیاۃ الموات میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

بندے اور تیرے رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور تُو اُس کا حال زیادہ جاننے والا ہے ہم سے، اگر یہ نیک تھا تو اس کی نیکی بڑھا اور اگر بد تھا تو اسے بخش دے، اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور اس کے فتنے میں نہ ڈال۔

(۷) تیرے اُس بندے نے صبح کی کہ الگ ہو آیا دنیا سے اور اسے چھوڑ دیا اس کے لوگوں کے لئے، اور تیرا محتاج ہُوا اور تُو اُس سے غنی ہے۔ اور بیشک یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اللہ کے اور محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الٰہی! اُسے بخش دے اور اس سے درگزر فرما، اور اُسے ملا دے اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔

(۸) الٰہی! تو اس جنازے کا پروردگار ہے، اور تُو نے اسے پیدا کیا، اور تُو نے اسے اسلام کی راہ دکھائی، اور تُو نے اس کی جان قبض کی، اور تُو خوب جانتا ہے اُس کا چھُپا اور ظاہر حال، ہم حاضر ہوئے ہیں شفاعت کرنے تُو اسے بخش دے۔

(۹) الٰہی! بخش دے ہمارے سب بھائیوں بہنوں کو، اور اصلاح کر دے ہمارے آپس میں، اور ملاپ کر دے ہمارے دلوں میں۔ الٰہی! یہ تیرا بندہ فلاں بن فلاں ہے اور ہم تو اس کو اچھا ہی جانتے ہیں اور تجھے اس کا علم ہم سے زیادہ ہے۔ تُو ہمیں اور اُسے سب کو بخش دے۔

(۱۰) الٰہی! بیشک فلاں بن فلاں تیری پناہ اور تیری امان کی رسی میں ہے تو اسے بچا سوالِ نکیرین اور عذابِ دوزخ سے کہ تُو وعدہ پُورا کرنے والا سب خوبیوں کا اہل ہے۔ الٰہی! تُو اسے بخش دے اور اس پر رحم کر بیشک تُو ہی ہے بخشنے والا مہربان۔

(۱۱) الٰہی! اسے پناہ دے شیطان سے اور قبر کے عذاب سے۔ الٰہی! دُور کر زمین کو اس کی دونوں کروٹوں سے، اور آسمان پر لے جا اس کی رُوح کو، اور اسے اپنی خوشنودی عطا کر۔

(۱۲) الٰہی! بیشک تُو نے ہمیں پیدا کیا اور ہم تیرے بندے ہیں اور تُو ہمارا رب ہے اور تیری ہی طرف ہمیں پھرنا ہے۔

(۱۳) الٰہی! بخش دے ہمارے اگلے پچھلے اور زندہ اور مردہ اور خورد و کلاں اور حاضر و غائب کو۔ الٰہی! ہمیں محروم نہ کر اُس کے ثواب سے اور ہمیں فتنے میں نہ ڈال اُس کے بعد۔

(۱۴) اے اللہ، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان، اے زندہ، اے پائندہ، اے نیا بنانے والے آسمانوں اور زمینوں کے، اے بزرگی و عزت بخشنے والے! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس وسیلہ سے کہ میں گواہی دیتا ہُوں کہ تُو ہی ہے اللہ یکتا بے نیاز کہ نہ کوئی اس کے اولاد نہ وہ کسی سے پیدا، نہ کوئی اس کے جوڑ کا۔

marfat.com

واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ میت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا جائے یَا فُلَانُ

قُوْلِی

قُوْلِی

قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تین بار، پھر کہا جائے قُلْ رَبِّیَ اللّٰہُ وَدِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَنَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ ط

وَاعْلَمِی

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ط فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس قدر اور زائد کرتا ہے (وَاعْلَمْ) اَنَّ

لِکِ نِکِ

هٰذَیْنِ الَّذَیْنِ اَتَیَاکَ اَوْ یَاْتِیَانِکَ اِنَّمَا هُوَ عَبْدَانِ لِلّٰہِ لَا یَضُرَّانِ وَلَا یَنْفَعَانِ

تَخَافِی تَحْزَنِی وَاشْهَدِی دِیْنَکِ

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ فَلَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ وَاشْهَدْ اَنَّ رَبَّکَ اللّٰہُ وَدِیْنَکَ الْاِسْلَامُ

نَبِیَّکِ

وَنَبِیَّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکَ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی

الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۵

ترجمہ: کہہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام اور میرا نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اس قدر اور زائد کیا) اور جان لے کہ یہ دو جو تیرے پاس آئے یا آئیں گے یہ تو یہی دو بندے ہیں اللہ کے، نہ نفع دیں نہ نقصان پہنچائیں مگر خدا کے حکم سے۔ تو نہ ڈر اور نہ غم کر، اور گواہی دے کہ تیرا رب اللہ ہے اور تیرا دین اسلام، اور تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، ثابت رکھے ہمیں اللہ، اور تجھ کو ٹھیک بات پر، دنیا کی زندگی اور آخرت میں۔ بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

حدیث تلقین کی تخریج وتقویت فقیر نے کتاب حیٰوۃ الموات فی بیان سماع الاموات کے مقصد دوم وفصل پنجم اور مسئلہ تلقین کی روایات وتنقیح مقصد سوم فصل سیزدہم میں ذکر کی جس سے بحمد اللہ تعالیٰ وہابیہ کے تمام اوہام کی تسکین کافی ہوتی ہے،

وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ اجمعین واللہ

اور خدا ہی سے توفیق ہے، اور ساری تعریف اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور خدائے برتر

marfat.com

کوئی بھائی مسلمان مرے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کرچکو تو تم میں ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے یا فُلَانَ

بنت

ابْنَ فُلَانَۃٍ کہ وہ سُنے گا اور جواب نہ دے گا۔ پھر کہے یا فلان (بن) فلانۃ وہ سیدھا ہو کر

بنت

بیٹھ جائے گا، پھر کہے یا فلان (بن) فلانۃ وہ کہے گا ہمیں ارشاد کر، اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔

اُذکری خرجتِ

مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی۔ پھر کہے (اُذْکُرْ) مَا خَرَجْتَ عَلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا

شَھَادَۃَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

تكِ رَضِيتِ

وَسَلَّمَ (وَ اَنَّکَ رَضِیْتَ) بِاللّٰہِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَ بِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا[1] نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم

اس کے پاس کیا بیٹھیں گے جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔ اس پر کسی نے عرض کی: یا رسول اللہ!

اگر اُس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو، فرمایا، تو حوّا کی طرف نسبت کرے[2]۔ راشد بن سعد و ضمرہ بن حبیب و[ع]

حکیم بن عمیر کہ تینوں صاحب اجلّہ ائمہ تابعین سے ہیں فرماتے ہیں جب قبر پر مٹّی برابر کرچکیں اور لوگ

ع رواہ عنہم سعید بن منصور فی سننہ ۱۲ منہ (م)

ان سے اس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا (ت)

---

[1] و [2] کنز العمال بحوالہ طبرانی حدیث ۴۲۴۰۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/۶۰۵

مستدرک حاکم و صحیح ابنِ حبان میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور اقدس صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وآلہ فرماتے ہیں:

لا تعجزوا فی الدعاء فانہ لن یھلك مع الدعاء احد[1] قال فی الحرز المعنی لا تقصروا ولا تکسلوا فی تحصیل الدعاء[2]

دُعا میں کسل و کمی نہ کرو کہ دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہ ہوگا۔ حرزِ ثمین میں ہے معنیٰ یہ ہے کہ دُعا کی بجاآوری میں کوتاہی و سُستی نہ کرو۔ (ت)

مسند ابویعلیٰ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تدعون اللہ تعالیٰ فی لیلکم ونھارکم فان الدعاء سلاح المؤمن[3]

رات دن اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے رہو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے۔

طبرانی کتاب الدعاء، ابن عدی کامل، امام ترمذی نوادر و بیہقی شعب الایمان میں بعد ابوالشیخ وقضاعی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں، حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ یحب الملحین فی الدعاء[4]

بیشک اللہ تعالیٰ بکثرت و بار بار دُعا کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

طبرانی معجم کبیر میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات فتعرضوا لھا لعل ان یصیبکم نفحۃ منھا فلا تشقون بعدھا ابدا[5]

یعنی تمہارے رب کے لئے زمانے کے دنوں میں کچھ عطائیں، رحمتیں، تجلّیاں ہیں تو اُن کی تلاش رکھو (یعنی کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت دُعا مانگتے رہو، تمہیں کیا معلوم کس وقت رحمتِ الٰہی کے خزانے کھولے جائیں) شاید ان میں کوئی تجلی تمہیں بھی پہنچ جائے کہ پھر کبھی بدبختی نہ آئے۔

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۴۹۴
[2] حرزِ ثمین شرح حصن حصین حدیثِ مذکور کے تحت افضل المطابع لکھنؤ ص ۱۱
[3] مسند ابویعلیٰ حدیث ۱۸۰۶ الدعوات الخ مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/۳۲۹
[4] نوادر الاصول الاصل الثمانون والمائۃ فی الالحاء والدعاء مطبوعہ دارصادر بیروت ص ۲۲۰
[5] المعجم الکبیر مروی از محمد بن مسلمہ حدیث ۵۱۹ ،، مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۹/۲۳۴

marfat.com

سبحانہٗ و تعالٰی اعلم۔ ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کی تمام آل پر رحمت نازل فرمائے، اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶۳ از بمبئی جاملی محلہ مکان حاجی محمد صدیق جعفر مرسلہ مولوی محمد عمر الدین صاحب ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ بعد نماز جنازہ کے صفوف توڑ کر یہ دُعا اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفر لنا ولہ یا مثل اس کے کی جاتی ہے جیسا کہ بمبئی اور اس کے اطراف مانند مالاگاؤں وغیرہ بلاد میں قدیم الایام سے متعارف ومتعامل ہے درست ہے یا نہیں؟ اور برتقدیر جواز بعض اشخاص جو اس کو حرام وممنوع کہتے ہیں ان کا قول صحیح ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ مجیب الدعوات وافضل الصلوٰۃ واکمل التحیات علی معاذ الاحیاء ومعاد الاموات خالص الخیر ومحض البرکات فی الحیٰوۃ الاولٰی والحیٰوۃ العلیٰ بعد الممات وعلٰی اٰلہ وصحبہ کریمی الصفات ما بعد ماض وقرب اٰت اٰمین۔

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔ اور بہتر درود اور کامل ترتحیتیں ان پر جو زندوں کی پناہ گاہ، مردوں کا مرجع، خالص خیر اور محض برکات ہیں، دنیا کی زندگی میں بھی، اور بعد موت کی بالاتر زندگی میں بھی" اور ان کی آل واصحاب پر بھی، جو بزرگ صفات والے ہیں، جب تک کہ گزرا ہوا دور اور آنے والا قریب ہوتا رہے۔ الٰہی قبول فرما! (ت)

اموات مسلمین کے لئے دُعا قطعاً محبوب وشرعاً مندوب جس کی ندب وترغیب مطلق پر آیات واحادیث بلاتوقیت وتخصیص ناطق تو بلاشبہہ ہر وقت اُس پر حکم جواز صادق، جب تک کسی خاص وقت ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہ ہو مطلق شرعی کو از پیش خویش موقّت اور مرسل کو مقید کرنا تشریع من عند النفس ہے اور نماز ہر چند اعظم واجل طرق ہے مگر نہ اُس پر اقتصار کا حکم نہ اُس کے اغنا پر جزم، بلکہ شرع مبارک وقتاً فوقتاً بکثرت اور بار بار تعرض نفحاتِ رحمت کا حکم فرماتی ہے کیا معلوم کس وقت کی دعا قبول ہوجائے۔ صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لیکثر من الدعاء[1]۔ اخرجہ الترمذی والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال صحیح واقروہ۔

دعا کی کثرت کرے۔ اسے ترمذی وحاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور حاکم نے کہا صحیح ہے، اور علماء نے اسے برقرار رکھا۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۴

ونور له[1] فیه[2] ابوداؤد والحاکم وصححه عن امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیّت وقف علیہ وقال استغفروا لاخیکم وسلوا لہ التثبیت انہ الاٰن یسأل[3] احمد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعی النجاشی لاصحابہ ثم قال استغفروا لہ ثم خرج باصحابہ الی المصلی ثم قام فصلی بھم کما یصلی علی الجنازۃ[4] ابن ماجہ والبیہقی فی سننہ عن سعید بن المسیب قال حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی جنازۃ فلما وضعھا فی اللحد قال بسم اللہ و فی سبیل اللہ وعلیٰ ملّۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فلما اخذ فی تسویۃ

عطا فرما، اور ہمیں اور اسے اپنی رحمت سے چھپا، اس کی قبر کشادہ فرما دے اور اس کے لئے اس میں روشنی و نور پیدا فرما — ابوداؤد و حاکم امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حاکم نے اس حدیث کو صحیح بھی کہا — وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب میّت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو وہاں کچھ دیر رُکتے اور فرماتے، اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرو اور اس کے لئے جواب میں ثابت قدمی کی دعا کرو کہ اس وقت اس سے سوال ہونے والا ہے — امام احمد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو نجاشی کے مرنے کی اطلاع دی پھر فرمایا: اس کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ پھر صحابہ کو لے کر نماز گاہ تشریف لے گئے پھر انھیں نماز پڑھائی جیسے جنازہ کی نماز پڑھی جاتی ہے — ابن ماجہ اور بیہقی سنن میں حضرت سعید بن مُسَیّب سے راوی ہیں وُہ فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر تھا جب انھوں نے جنازہ کو لحد میں رکھا تو کہا: اللہ کے نام سے، اللہ کی راہ میں، اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین پہ — پھر جب لحد پر کچی اینٹیں درست

۱؎ صحیح مسلم	کتاب الجنائز	مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی	۱/۱- ۳۰۰
۲؎ سنن ابی داؤد	″	″ آفتاب عالم پریس، لاہور	۲/ ۱۰۳
مستدرک علی الصحیحین	کتاب الجنائز	″ دار صادر بیروت	۱/ ۳۷۰
۳؎ مسند احمد بن حنبل	مروی از ابوہریرہ	″ دار الفکر بیروت	۲/ ۵۲۹

marfat.com

قال العلامة المناوی فی التیسیر تعرضوا لها بتطهیر القلب وتزکیتہ من الاکدار والاخلاق الذمیمۃ والطلب منہ تعالٰی فی کل وقت قیاما وقعودا وعلی الجنب ووقت التصرف فی اشتغال الدنیا فان العبد لا یدری فی ای وقت یکون فتح خزائن المنن[1]

علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا: تو انھیں تلاش کرو اس طرح کہ دلوں کو کدورتوں اور بُرے اخلاق سے پاک وصاف کرلو، اور باری تعالٰی سے کھڑے، بیٹھے لیٹے، دنیاوی کام کرتے، ہر وقت مانگتے رہو، اس لئے کہ بندے کو پتا نہیں کہ کس وقت رحمت کے خزانے کھل جائیں۔ (ت)

سراج المنیر میں اس کے مثل ذکر کرکے فرمایا: قال الشیخ حدیث حسن[2] (شیخ نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔ ت) جب دعا کی نسبت صاف حکم ہے کہ اس میں کسل نہ کرو، بکثرت مانگو، رات دن مانگو، ہر حال مانگو۔ تو ایک بار کی دُعا پر اقتصار کیونکر مطلوبِ شرع ہوسکتا ہے۔ لاجرم حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قبل نماز وبعد نماز دونوں وقت میت کے لئے دُعا فرمانا اور مسلمانوں کو دعا کا حکم دینا ثابت۔

مسلم عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حضرتم المریض او المیت فقولوا خیرا فان الملئکۃ یؤمنون علی ما تقولون[3] وھو عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی ابی سلمۃ وقد شق بصرہ فاغمضہ (الی ان قالت) ثم قال اللھم اغفر لابی سلمۃ وارفع درجتہ فی المھدیین واخلفہ فی عقبہ فی الغابرین واغفرلنا ولہ یا رب العلمین وافسح لہ فی قبرہ

امام مسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم بیمار یا میّت کے پاس آؤ تو اچھی بات بولو، اس لئے کہ ملائکہ تمھاری باتوں پر آمین کہتے ہیں ___ وہی امام، انہی ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی ہیں، وہ فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوسلمہ کی وفات پر تشریف لائے تو ابھی ان کی آنکھ کھلی ہوئی تھی سرکار نے بند کی (یہاں تک کہ فرمایا) پھر سرکار نے دعا کی: اے اللہ! ابوسلمہ کو بخش دے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند فرما اور پسماندگان میں اس کا نیک بدل

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث ان لربکم کے تحت مذکور ہے مکتبۃ الامام الشافعی الریاض سعودیہ ۱/۳۳۹

[2] السراج المنیر شرح الجامع الصغیر حدیثِ مذکورہ کے تحت مطبوعہ مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۲/۱۱

[3] صحیح مسلم کتاب الجنائز مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۰۰

marfat.com

اقول وھو وان کان مرسلا بطریقتہ فالمرسل حجۃ عندنا وعند الجمھور

اقول یہ حدیث اگرچہ اپنے دونوں طریق سے مُرسل ہے مگر مرسل ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بمبئی آمدہ بود عبارتش ازیں مقام اینست۔ سے آیا تھا اس جگہ سے اس کی عبارت یہ ہے:

اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو زیادہ صریح لیجئے، کبیری شرح منیہ عبداللہ بن ابی بکر سے روایت ہے:

قال لما التقی الناس بموتۃ جلس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی المنبر وکشف لہ مابینہ وبین الشام فھو ینظر الی معترکھم فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام اخذ الرایۃ زید بن حارثۃ فمضی حتی استشھد وصلی علیہ ودعا لہ وقال استغفروا لہ دخل الجنۃ وھو یسعی ثم اخذ الرایۃ جعفر بن ابی طالب فمضی حتی استشھد وصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ودعا لہ وقال استغفروا لہ دخل الجنۃ فھو یطیر فیھا بجناحین حیث شاء[1]۔

جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ عزوجل نے حضور کے لئے پردے اٹھا دئے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے، اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: زید بن حارثہ نے جھنڈا اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا۔ حضور نے انھیں اپنی صلاۃ و دعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لئے استغفار کرو، بیشک وُہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہُوا۔ حضور نے فرمایا: پھر جعفر بن ابی طالب نے عَلم اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا، حضور نے ان کو اپنی صلاۃ و دُعا سے شرف بخشا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہوا اور اس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے اڑتا پھرتا ہے۔ (ت)

اسی حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے بعد نماز جنازہ کے دعا کی ہے اور صحابہ کرام کو بھی آپ نے امر فرمایا ہے پس صورت مسئولہ کے جواز میں کیا کلام رہا انتہی منہ ۱۲ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۸۴

اللبن علی اللحد، قال اللھم اجرھا من الشیطان ومن عذاب القبر، اللھم جاف الارض عن جنبیھا وصعد روحھا ولقھا منک رضوانا قلت یا ابن عمر اشیئ سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام قلتہ برأیک، قال انی اذاً لقادر علی القول بل شیئ سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذہ روایۃ ابن ماجۃ[1] وفی اخری فلما اخذ فی تسویۃ اللحد قال اللھم اجرھا من الشیطان ومن عذاب القبر فلما سوی اللبن علیھا قام جانب القبر ثم قال اللھم جاف الارض عن جنبیھا وصعد روحھا ولقھا رضوانا ثم قال سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]۔

کرنے لگے تو کہا: اے اللہ! اسے شیطان سے اور عذابِ قبر سے پناہ میں رکھ، اے اللہ! اس کی کروٹوں سے زمین جُدا رکھ، اس کی روح کو اوپر پہنچا، اور اسے اپنی خوشنودی عطا فرما — میں نے عرض کیا: اے ابنِ عمر! یہ کوئی ایسی دعا ہے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُنی ہے یا اپنی رائے سے کی ہے؟ — فرمایا: ایسا ہے تو میں وہ دعا کرسکتا ہُوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنی ہے — یہ ابن ماجہ کی روایت ہے — اور دوسری روایت میں یُوں ہے کہ جب لحد برابر کرنے لگے تو کہا: اے اللہ! اسے شیطان سے اور عذابِ قبر سے پناہ میں رکھ۔ پھر جب اس پر اینٹیں برابر کردیں تو قبر کے کنارے کھڑے ہوکر یہ دعا کی: اے اللہ! اس کی کروٹوں سے زمین کو جدا رکھ، اس کی روح کو اُوپر پہنچا اور اسے اپنی خوشنودی عطا فرما — پھر فرمایا: میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (ت)

احادیث اس بارہ میں حدِ شہرت واستفاضہ پر ہیں، انھیں میں سے حدیث عبداللہ بن ابی بکر وعاصم بن عمر بن قتادہ مروی مغازی واقدی ہے کہ جوابؑ میں مذکور ہُوئی۔

ؑ یعنی جواب مجیب اول کہ بغرض تصدیق از یعنی مجیب اول کا جواب جو تصدیق کے لئے بمبئی (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی ادخال المیت القبر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۲

[2] السنن الکبرٰی کتاب الجنائز " دارصادر بیروت ۴/۵۵

القاری التقیید بها لکونها افضل الحالات فهی ارجی لاجابت الدعوات اھ[1]
البیهقی والخطیب وابونعیم وابن عساکر عن انس رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم مع کل ختمة دعوة مستجابة[2] احمد والترمذی وحسنه وابناماجة وخزیمة وحبان فی صحاحهم والبزار عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ثلثة لاترد دعوتهم الصائم حین افطر[3] الحدیث، الطبرانی فی الکبیر عن العرباض بن ساریة رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم من صلی صلٰوة فریضه فله دعوة مستجابة ومن ختم القرآن فله دعوة مستجابة[4]، الدیلمی فی مسند الفردوس عن امیر المؤمنین علی کرم الله تعالٰی وجهه من ادی فریضة فله

نمازوں کے بعد ـــ علامہ علی قاری نے فرمایا: بعد فرائض کی تقیید اس لئے ہے کہ یہ سب سے افضل حالت ہے تو اس میں قبولِ دعا کی امید زیادہ ہے اھ۔
بیہقی، خطیب، ابونعیم اور ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ہر ختم قرآن کے ساتھ ایک دُعا مقبول ہوتی ہے ـــ امام احمد، ترمذی بافادۂ تحسین، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان اپنی صحاح میں اور بزار (اپنی مسند میں) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں وُہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تین شخص ہیں جن کی دُعا رد نہیں ہوتی ایک روزہ دار جب افطار کرے، الحدیث ـــ طبرانی معجم کبیر میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے وُہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: جس نے فرض نماز ادا کی اس کی ایک دُعا مقبول ہوتی ہے اور جس نے قرآن ختم کیا اس کی بھی ایک دعا مقبول ہوتی ہے ـــ دیلمی مسند الفردوس میں امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی ہیں جس نے کوئی فریضہ ادا کیا خدا کے یہاں اس کی ایک

---

[1] حرز ثمین شرح حصن حصین حواشی حصن حصین اوقات الاجابۃ ص۲۲ حاشیہ۱۶ افضل المطابع لکھنؤ ص۱۴
[2] کنز العمال بحوالہ البیہقی عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۲۳۱۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۵۱۷
[3] سنن ابن ماجہ باب فی الصائم لاترد دعوتہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۲۶
[4] المعجم الکبیر مروی عن عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ حدیث ۶۴۷ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۸/۲۵۹

marfat.com

ثم الثابت عندنا توثيق الواقدی کما افادہ المحقق حیث اطلق فی الفتح ثم الاصل فی الالفاظ الشرعیۃ فالصلوٰۃ حملہا علی معانیہا الشرعیۃ فالصلوٰۃ غیر الدعاء ثم التاسیس خیر من التاکید فالدعاء غیر الصلوٰۃ۔

حجت ہے ــــ پھر ہمارے نزدیک ثابت یہی ہے کہ امام واقدی ثقہ ہیں جیسا کہ امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمایا ــــ پھر الفاظ شرعیہ میں اصل یہ ہے کہ اپنے شرعی معانی پر محمول ہوں تو صلاۃ، غیر دعا ہے ــــ پھر تاسیس (از سرِ نو کوئی افادہ) تاکید سے بہتر ہے، تو دعا، غیر صلاۃ ہے۔ (ت)

پھر جب دُعا مستحب اور مطلقاً مستحب اور اکثار مستحب اور قبل نماز بعد نماز ہر طرح مستحب، تو بعد نماز متصلاً اس سے کون مانع، بلکہ یہ وقت تو خاص مظنۂ نفحاتِ ربانیہ ہے کہ عمل صالح خصوصاً فریضہ خصوصاً نماز حالتِ رحمت و رحمتِ الٰہی سببِ اجابت، ولہذا دُعا سے پہلے تقدیمِ عمل صالح مطلوب ہُوئی،

کما فی الحصن قال القاری و تقدیم عمل صالح ای قبل الدعاء لیکون سببا لقبولہ کما فی حدیث ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی صلٰوۃ لتوبۃ علی ماسیاتی فی اصل الکتاب ورواہ الاربعۃ وابن حبان[1]۔

جیسا کہ حصن حصین میں ہے ــــ اس کی شرح میں مولانا علی قاری نے فرمایا: عمل صالح کی تقدیم، یعنی دُعا سے قبل نیک کام کی بجا آوری تاکہ قبولِ دعا کا سبب ہو، جیسا کہ نمازِ توبہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے، جیسا کہ اصل کتاب (حصنِ حصین) میں آرہا ہے اور اسے اربعہ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) اور ابن حبان نے روایت کیا۔ (ت)

ولہذا ختمِ قرآن و اتمامِ صوم و نمازِ پنجگانہ بلکہ ہر نمازِ مفروض بلکہ ہر فرض کے بعد دُعا کی ترغیب احادیث میں آئی ہے جن میں نمازِ جنازہ بھی قطعاً داخل،

الترمذی وحسنہ والنسائی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قلت یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات[2] قال

ترمذی بافادۂ تحسین اور نسائی حضرت ابواُمامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں، وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سی دُعا زیادہ سُنی جانے والی ہے؟ فرمایا: وہ جو آخر شب کے درمیان ہو اور فرض

---

[1] حرزِ ثمین شرح حصنِ حصین حواشی حصن حصین آدابِ دُعا حاشیہ ۱۵ افضل المطابع لکھنؤ ص ۹

[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۸۸

الاشتباہ علی الداخل المعاین الکل فی الصلاۃ البعید عن الامام ولما رویناہ من حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وھذا فی الذخیرۃ انہ روی عن محمد ومشی علیہ رضی الدین فی المحیط ناصا علی انہ السنۃ اھ[1]

تاکہ ایسے شخص کو شبہہ نہ ہو جو بعد میں آئے اور سب کو نماز میں دیکھے، اور امام سے دور ہو۔ اور اس حدیث کی وجہ سے بھی جو ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی — اور ذخیرہ میں یہ ہے کہ یہ امام محمد سے روایت ہے اور اسی پر محیط میں رضی الدین نے مشی فرمائی اس تصریح کے ساتھ کہ یہی سنّت ہے اھ (ت)

ثم اقول یہ بھی لحاظ لازم کہ صرف اس دُعا کی غرض سے جنازہ اٹھانے کو تعویق و درنگ میں نہ ڈالیں کہ یہاں شرعاً تعجیل مامور ہے اور دُعا کچھ تعویق پر موقوف نہیں، اتنے کلمات اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ، بلکہ اس سے زائد جنازہ اٹھاتے اٹھاتے کہہ سکتے ہیں کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) امام ابن حاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں:

ان بعض من یعتنون بہ من الموتی یترکونہ بعد ان یصلی علیہ فی المسجد ویقفون عندہ، ویطولون الدعاء وبعضھم یفعل ماھو اکثر من ذلک وھو تکبیر المؤذنین اذ ذاک علی ما تقدم من زعقاتھم ویطولون فی ذلک، والسنۃ التعجیل بالمیّت الٰی دفنہ ومواراتہ وفعلھم یضاد ذلک، فلیحذر من ھذا واللہ المستعان۔[2]

انھیں جس مُردے سے اعتنا ہوتا ہے اُسے نماز جنازہ پڑھنے کے بعد مسجد میں چھوڑ دیتے ہیں اور اس کے پاس ٹھہر کر دیر تک دُعا کرتے ہیں، اور بعض اس سے زیادہ کرتے ہیں، وُہ یہ کہ اُس وقت مؤذنین تکبیر کہتے ہیں جیسا کہ ان کی بلند بانگوں کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ اور اس میں طول دیتے ہیں۔ جب کہ سنت یہ ہے کہ میّت کو لے جاکر جلد دفن کریں اور ان لوگوں کا عمل اس کے برخلاف ہے، تو اُس سے بچنا چاہئے۔ اور خدا ہی سے مدد طلبی ہے۔ (ت)

دیکھو ان امام نے باآنکہ انکار حوادث میں مبالغۂ شدیدہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ بعض جگہ حد سے تجاوز واقع ہوگیا، کما نص علیہ الامام المحقق جلال الملۃ والدین السیوطی (جیسا کہ امام محقق جلال الدین

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان مایستحب للامام الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۰
ف: حلیہ مجھے دستیاب نہیں اس لئے بدائع الصنائع کا حوالہ دیا جارہا ہے۔ نذیر احمد
[2] المدخل لابن الحاج صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۳/۲۶۳

marfat.com

عند الله دعوة مستجابة[1]۔ وفی الباب احادیث اخر اوردنا بعضها فی رسالتنا سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاة العید (۱۳۰۷ھ)۔

دُعا مقبول ہوتی ہے ۔ اس باب میں اور بھی حدیثیں ہیں جن میں سے کچھ ہم نے اپنے رسالہ سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید (۱۳۰۷ھ) میں نقل کی ہیں۔

خود رب العزت عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

فاذا فرغت فانصب، والی ربك فارغب[2]۔

جب تُو نماز سے فارغ ہو تو دُعا میں مشقت کر اور اپنے رب کی طرف زاری و تضرع کے ساتھ راغب ہو۔

جلالین میں ہے:

فاذا فرغت من الصلاة فانصب اتعب فی الدعاء والی ربك فارغب تضرع[3]۔

جب تُو نماز سے فارغ ہو تو دعا میں مشقت کر اور اپنے رب کی طرف زاری و تضرُّع کے ساتھ راغب ہو۔ (ت)

بالجملہ دُعائے مذکور کے جواز میں شک نہیں، ہاں دفعِ احتمالِ زیادت کو نقضِ صفوف کرلیں اسی قدر کافی ہے کہ اس کے بعد احتمالِ زیادت کا اصلاً محل نہیں ہے، جس طرح بعدِ ختمِ نمازِ ظہر و مغرب و عشا ادائے سنن کے لئے مقتدیوں کو کسرِ صفوف مسنون، کہ اس کے بعد کسی آنے والے کو بقائے جماعت کا احتمال نہیں ہوسکتا۔

علامہ محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں:

لفظ البدائع اما المقتدون فبعض مشائخنا قالوا لاحرج فی ترك الانتقال لانعدام الاشتباہ علی الداخل عند معاینة فراغ مکان الامام عنه، وروی عن محمد انه قال مستحب للقوم ایضا ان ینقضوا الصفوف ویتفرقوا لیزول

بدائع کی عبارت یہ ہے: رہا مقتدیوں کا حکم تو ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا وُہ اگر اپنی جگہ سے نہ ہٹیں تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ آنے والا جب امام کی جگہ خالی دیکھ لے گا تو اسے بقائے جماعت کا شبہہ نہ رہ جائیگا۔ اور امام محمد سے روایت ہے کہ اُنھوں نے فرمایا: قوم کے لئے بھی مستحب ہے کہ صفیں توڑ دیں اور منتشر ہوجائیں

---

[1] کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۴۰۱۹ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۷/ ۳۱۳

[2] القرآن ۹۴/ ۷ و ۸

[3] جلالین نصف ثانی الم نشرح مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۵۰۰

منه حدیث "سنة قائمة"[1] ای دائمة مستمرة
وفی دعاء الاذان والصلاة القائمة ای
الدائمة التی لا یعتریها نسخ وفی حدیث
حکیم بن حزام رضی الله تعالٰی عنه
بایعت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه
وسلم ان لا اخر الا قائما[2] ای لاموت الا
ثابتا علی الاسلام[3] قاله المجد فی القاموس
وقال قام الماء جمد والدابة وقفت
واقام بالمکان اقامة وقامة دام والشیئ ادامه وماله
قیمة اذا لم یدم علی شیئ[4] (ملخصا) اھ و
قال فی مجمع بحار الانوار ح قوموا
الی سیدکم فیه استحباب القیام عند
دخول الافضل وهو غیر القیام
المنهی لان ذلک بمعنی الوقوف و
هذا بمعنی النهوض ط (للطیبی شارح
المشکوٰة) لیس هو من القیام المنهی
عنه انما هو فیمن یقومون علیه وهو
جالس ویمثلون قیاما طول جلوسه[5] (ملخصا)

دوام والا، ہمیشہ مخلوق کی تدبیر فرمانے والا —
اسی سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزات
کی ایک حدیث ہے: اگر تم اسے نہ ناپتے تو وہ
تمہارے لئے قائم رہتا یعنی وہ غلہ دائم وثابت
رہتا اور ختم نہ ہوتا — اسی سے یہ حدیث ہے۔
سنت قائمہ یعنی دائمی اور ہمیشہ رہنے والا طریقہ
— اور دعائے اذان میں ہے: والصلوٰۃ
القائمۃ — یعنی دائمی نماز جسے نسخ عارض ہونے
والا نہیں — حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ
کی حدیث میں ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ زمین پر
نہ گروں گا مگر قائم رہ کر — یعنی نہ مروں گا مگر اسلام
پہ برقرار اور ثابت رہ کر — اسے مجد الدین
فیروز آبادی نے القاموس المحیط میں ذکر کیا —
اور مزید لکھا: قام الماء — پانی جم گیا — قام
الدابۃ — جانور ٹھہرا — اقام بالمکان
— اس جگہ ہمیشہ رہا — اقام الشیئ —
اس شیئ کو ہمیشہ رکھا — مالہ قیمۃ — اسے
کسی چیز پر دوام نہیں اھ — مجمع بحار الانوار میں ہے: حدیث "اپنے سردار کے لئے قیام کرو" —

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ ابی داؤد وابن ماجہ کتاب العلم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۵
مجمع البحار تحت لفظ قوم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۸۱
[2] مسند احمد بن حنبل مروی از حکیم بن حزام 〃 دار الفکر بیروت ۳/ ۴۰۲
[3] و[4] القاموس المحیط باب المیم فصل القاف مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/ ۱۷۰
[5] مجمع بحار الانوار تحت لفظ قوم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۸۲

marfat.com

سیوطی نے اس کی تصریح فرمائی ہے ۔ ت) بعد نمازِ جنازہ میت کے لئے نفسِ دعا پر انکار نہ فرمایا بلکہ تطویلِ دعا کی ممانعت فرمائی کہ منافیِ تعجیل ہے بعض فتاوٰی میں کہ واقع ہوا لایقوم داعیا لہ، لایقوم للدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ (دعا کرتے ہوئے کھڑا نہ ہو ۔ یا ۔ بعد نمازِ جنازہ دعا کے لئے کھڑا نہ ہو ۔ ت) بعض علماء نے اُسے منعِ قیام بمعنے انتصاب پر محمول کرکے بیٹھ کر دعا کو اُس ممانعت میں داخل نہ ہونے کا استظہار کیا۔

کما نقل عن بعضھم بما نصہ چوں منع درکتب بلفظ قیام واقع شدہ شاید کہ دراں اشارت باشد باآں کہ اگر نشستہ دُعا کند جائز باشد[1]

جیسا کہ بعض سے منقول ہے عبارت یہ ہے: چونکہ کتابوں میں لفظِ قیام کے ساتھ ممانعت آئی ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ اُس وقت یہ اشارہ ہو کہ اگر بیٹھ کر دُعا کرے تو جائز ہے ۔ (ت)

بلکہ کراہت اس قدر سے بھی اطلاق منع مانعین میں خلل واقع

وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور یہ اللہ کی توفیق سے ہے ۔ ت) قیام، ان کلماتِ علماء میں بمعنی توقف ودرنگ ہے کہ ان معنی میں بھی اس کا استعمال شائع،

قال تعالٰی حسنت مستقرا ومقاما[2] ای موضع قرار لا محل انتصاب اذ لا محل لہ، وکذا قولہ تعالٰی حاکیا عن الکفار یا اھل یثرب لا مقام لکم[3] وقال تعالٰی یقیمون الصلوٰۃ[4] ای یواظبون علیھا ومنہ اسمائہ تعالٰی القیوم القیام والقیم بمعنی الدائم القیام بتدبیر الخلق[5] ومنہ حدیث فی معجزاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لو لم تکلہ لقام لکم[6] ای دام وثبت ولم ینفذ و

باری تعالٰی کا ارشاد ہے: جنت کیا ہی عمدہ ٹھکانا اور مقام ہے ۔ مقام کا معنی ٹھہرنے کی جگہ، کھڑے ہونے کی جگہ نہیں اس لئے کہ اس کا موقع نہیں ۔ اسی طرح قولِ کفار کی حکایت فرماتے ہوئے ارشادِ باری ہے: اے اہلِ یثرب! تمھارے لئے مقام نہیں یعنی جائے قرار نہیں ۔ اور ارشادِ باری ہے: نماز قائم کرتے ہیں ۔ یعنی اس پر مداومت کرتے اور ہمیشگی برتتے ہیں ۔ اور اس سے باری تعالٰی کے اسماء قیوم، قیام، قیم ہیں ۔ یعنی

---

[1] کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰
[2] القرآن ۲۵/ ۶
[3] القرآن ۳۳/ ۱۳
[4] القرآن ۳۱/ ۵
[5] مجمع البحار تحت لفظ قوم منشی نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۸۱
[6] صحیح مسلم کتاب الفضائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۲۴۶

marfat.com

روایة للبخاری قال انی لواقف فی قوم یدعون اللہ لعمر بن الخطاب وقد وضع علی سریرہ اذا رجل من خلفی قد وضع مرفقہ علی منکبی یقول رحمک اللہ ان کنت لارجوان یجعلک اللہ مع صاحبیک[1] الحدیث۔

عمل کرکے اللہ تعالٰی سے ملوں، اور خدا کی قسم مجھے امید واثق تھی کہ اللہ تعالٰی آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی رفاقت نصیب فرمائے گا۔ الحدیث

ثم اقول ہر شخص اپنے نفس میں دُعا کرے دوسروں سے تاکید وتقاضا میں مصروفی واشتغال یا نہ کرنے والوں سے نزاع وجلال کا وہ محل نہیں کہ وُہ وقت اعتبار وتفکر واتعاظ وتدبر کا ہے، نہ غافلانہ رفع اصوات وبحث ومنازعت کا۔

وقد وردت فی ذلک اثار کثیرۃ عن الصحابۃ الکرام والتابعین الاعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم وصرحت بہ العلماء الحنفیۃ والمالکیۃ والشافعیۃ وغیرہم قدست اسرارہم۔

اس بارے میں صحابہ کرام اور تابعین اعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے کثیر آثار وارد ہیں۔ حنفی، مالکی، شافعی اور ان کے علاوہ علماء قدست اسرارہم نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ (ت)

امید کرتا ہوں کہ یہ وُہ قول فصل وحکم عدل ہو جسے ہر ذی انصاف پسند کرے و باللہ التوفیق رہا مظنہ فساد اعتقاد کہ ایسے مواضع میں اکثر دستاویز مانعین ہوتا ہے اور اُسے جہلاً خواہ تجاہلاً موجب منع وتحریم نفس فعل وبجائے ترک مواظبت ولو من البعض المقتدی بھم (اگرچہ مداومت کا ترک بعض مقتداء وپیشوا حضرات سے ہی عمل میں آجائے۔ ت) مواظبت ترک مطلق کے وجوب پر دلیل ٹھہراتے ہیں، عند التحقیق یہ صرف ان کی تلمیع سحیق ہے، حتی یہ کہ جہاں ایسا ہو تو صرف ترک احیاناً اُس کے ازالہ میں کافی، کما نص علیہ العلماء فی غیر ما کتاب (جیسا کہ علماء نے متعدد کتابوں میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔ ت) (یعنی اگر یہ گمان ہو کہ لوگ واجب سمجھیں گے تو کبھی ترک بھی کردے۔ نہ یہ کہ ہمیشہ ترک کرنا واجب ہوجائے۔ مترجم) اور وہ بھی عموماً ضروری نہیں صرف علمائے مشارٌ الیہم بالبنان کی جانب سے کفایت کرتا ہے کہ اُنھیں کے افعال پر نظر ہوتی ہے اور وہی باعث ہدایت عوام، واللہ الھادی الی سبل السلام والصلوٰۃ والسلام الی یوم القیام الی حبیبہ وآلہ وصحبہ الکرام وعلینا بھم

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۹

marfat.com

اس حدیث سے افضل کی آمد کے وقت قیام کا مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے — اور یہ قیام ممنوع سے جدا ہے اس لئے کہ وُہ قیام بمعنی وقوف ہے اور یہ بمعنی نہوض (اٹھنا) ہے — طیبی شارح مشکوٰۃ نے فرمایا: یہ قیام ممنوع سے نہیں، وہ توان لوگوں کے بارے میں ہے جوکسی کے بیٹھے رہنے کی حالت میں جب تک وُہ بیٹھا رہے اُس کے سامنے سیدھے کھڑے رہتے ہیں۔ (ت)

پس عبارات اسی منع تطویلِ دُعا کی طرف راجع ہیں جس کے باعث امرِ تجہیز و تعویق میں پڑے، ورنہ اگر کلماتِ یسیرہ کہے جائیں جیسا سوال میں مذکور یا ہنوز جنازہ لے چلنے میں کسی اور ضرورت سے دیر ہو اور ایسی حالت میں دعائے تطویل کرتے رہیں تو ہرگز زیرِ منع داخل نہیں کہ صورتِ اولیٰ میں تاخیر ہی نہیں اور ثانیہ میں تاخیر بوجہ آخر ہے، نہ بغرضِ دعا۔ ولہذا فقہاء کرام نے لا یقوم للدعاء (دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔ ت) فرمایا، نہ لا یدعو قائما (ٹھہرنے کی حالت میں دُعا نہ کرے۔ ت) یا لا یدعو بعدھا اصلا (بعد جنازہ بالکل دُعا نہ کرے۔ ت) لاجرم حدیث سے ثابت کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ مبارک کے گرد ہجوم کیا اور چار طرف سے احاطہ کرکے کھڑے ہُوئے اور امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دُعائیں کرتے رہے، یہاں تک کہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بھی اس مجمع میں شامل اور امیر المومنین شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دُعاء و ثناء میں شریک ہُوئے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی:

واللفظ لمسلم وضع عمر بن الخطاب علی سریرہ فتکنفہ الناس یدعون و یثنون ویصلون علیہ قبل ان یرفع، وانا فیھم قال فلم یرعنی الا رجل قد اخذ بمنکبی من ورائی فالتفت الیہ فاذا ھو علی فترحم علی عمر وقال ما خلفت احدا احب الی ان القی اللہ بمثل عملہ منک وایم اللہ ان کنت لاظن ان یجعلک اللہ مع صاحبیک[1] وفی

یعنی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا جنازہ رکھا تھا، لوگ چار طرف سے احاطہ کئے ہوئے اُن کے لئے دُعا و ثناء میں مشغول تھے، میں بھی اُنھیں دُعا کرنے والوں میں کھڑا تھا ناگاہ ایک شخص نے پیچھے سے آکر میرے شانے پر کہنی رکھی میں نے پلٹ کر دیکھا تو علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ تھے، جنازہ شریفہ کی طرف مخاطب ہوکر بولے: اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا نہ چھوڑا جو مجھے آپ سے زیادہ پیارا ہو کہ میں اُس کے سے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۲۷۶

بَذلُ الجوائز علی الدّعاء بعد صلاۃ الجنائز ۱۳۱۱ھ

(نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کرنے پر انعامات کی تقسیم)

مسئلہ ۶۴ استفتاء از کانپور

بشرف ملاحظہ جامع المعقول والمنقول، واقف الفروع والاصول حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی، پس از تسلیم معروض، براہِ کرم اس کا جواب جلد مرحمت فرمایئے گا۔ والتسلیم محمد عبدالوہاب از کانپور، مدرسہ فیضِ عام۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ان دنوں جو بلاد دکن وغیرہ میں یہ امر مروج ہے کہ بعد سلام نماز جنازہ قبل تفرق صفوف یعنی امام و مقتدی دونوں رُو بقبلہ اسی ہیأتِ معلومۂ صلاۃ جنازہ پر قائم رہتے ہیں اور میت کے حق میں چند دُعائیں و سُورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر بخشتے ہیں آیا یہ امر شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ امید کہ اس کا شافی جواب بحوالۂ عباراتِ کتبِ معتبرہ مذہب حنفیہ مرحمت ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والحمد للہ مجیب الدعوات وافضل الصلاۃ واکمل التحیات علی ملاذ الاحیاء ومعاد الاموات خالص

اللہ کے نام سے شروع نہایت مہربان، رحم والا۔ سب خُوبیاں خدا کے لئے جو دعائیں قبول فرمانے والا ہے، اور بہتر درود، کامل ترین تحیتیں ہوں اُن پر جو زندوں کی پناہ گاہ، مُردوں کا مرجع، خالص اور

marfat.com

یاذ الجلال والاکرام، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (اور اللہ ہی سلامتی کے راستوں کی ہدایت دینے والا ہے، روزِ قیامت تک درود وسلام ہو اس کے حبیب، اور ان کے معزز آل و اصحاب پر، اور ان کے واسطے سے ہم پر بھی اے بزرگی وعزت والے! اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم زیادہ کامل ومحکم ہے۔ ت)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وصححہ ورمز الامام السیوطی لصحتہ۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور اسے صحیح کہا۔ امام سیوطی نے بھی اس کے صحیح ہونے کا نشان (رمز) لگایا۔

حدیث ۲ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

اذا سأل احدکم فلیکثر فانما یسأل ربہ[۱]۔ ابن حبان فی صحیحہ و الطبرانی فی الاوسط عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صحیح۔

جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے تو بکثرت کرے کہ اپنے رب سے ہی سوال کر رہا ہے۔ اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور طبرانی نے معجم اوسط میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسندِ صحیح روایت کیا۔

اقول یہ حدیث سوال و مسؤل دونوں میں تکثیر کی طرف ارشاد فرماتی ہے مسؤل میں یوں کہ بہت کچھ مانگے، بڑی چیز مانگے کہ آخر ربِّ قدیر سے سوال کرتا ہے، اور سوال میں یوں کہ بار بار مانگے، بکثرت مانگے کہ آخر کریم سے مانگ رہا ہے، وہ تکثیرِ سوال سے خوش ہوتا ہے بخلاف ابنِ آدم کے کہ بار بار مانگنے سے جھنجلا جاتا ہے فللہ الحمد وحدہ (تو خدائے یکتا ہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں۔ ت)

حدیث ۳ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم[۲]۔ ابو الشیخ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دعا بکثرت مانگ کہ دعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔ اسے ابو الشیخ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اقول اس معنی کی تحقیق کہ یہاں قضاءِ مبرم سے کیا مراد ہے، فقیر نے اپنے رسالہ ذیل المدعا لاحسن الدعاء میں ذکر کی۔

حدیث ۴ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

لقد بارک اللہ لرجل فی حاجۃ اکثر الدعاء فیہا[۳]۔ البیہقی فی الشعب و الخطیب

بیشک اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی آدمی کی اس حاجت میں جس میں وہ دعا کی کثرت کرے۔ اسے بیہقی نے

---

[۱] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الاوسط باب سؤال العبد حوائجہ کلّہا الخ

[۲] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۱۲۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۶۳

[۳] شعب الایمان ذکر فصول فی الدعاء مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/

مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۱۵۰

الخیر و محض البرکات فی الحیاۃ الاولٰی والحیاۃ العلیٰی بعد الممات وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ کریمی الصفات مابُعد ماضٍ وقُرب اٰتٍ اٰمین۔

محض خیر و برکت ہیں دُنیا کی زندگی میں اور بعد موت کی بالاتر زندگی میں، اور ان کے بزرگ صفات والے آل واصحاب پر، جب تک کوئی گزرنے والا دُور اور آنے والا قریب ہوتا رہے۔ الٰہی قبول فرما۔ (ت)

اواخر ماہِ فاخرہ حضرت مفیض المفاخرہ شہر ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ ہجری میں اس مسئلہ کے متعلق ایک سوال بعض اہلِ علم وسنت نے بمبئی سے بھیجا جس کا اجمالی جواب قدرے تحقیق حدیثی پر مشتمل دیا گیا، اب کہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۱۱ھ کو یہ سوال کانپور مدرسہ فیض عام سے آیا اس میں صورت نازلہ شکل مسئلہ بمبئی سے جدا ہے، وہاں یہ تھا کہ بعد نماز جنازہ کے صفوف توڑ کر یہ دعا اللھم لا تحرمنا اجرہ وتفتنا بعدہ واغفرلنا ولہٗ یا مثل اس کے کی جاتی ہے، یہاں یُوں ہے کہ قبل تفرق صفوف رُوبقبلہ اسی ہیأتِ معلومہ پر قائم رہتے ہیں الخ اداءِ حقِ افتاء کو بس تھا کہ اس صورت خاصہ کا حکم لکھتا مگر ممکن کہ فتوٰی نظرگاہ عامہ تک پہنچے اور فقیر کو تجربہ ہے کہ بہت عوام تمایزِ صور سے غفلت کرتے اور بعض ناظرین قصداً بھی انھیں غلط میں ڈالتے ہیں، لہٰذا ایسی جگہ ہمیشہ پوری بات کا ذکر کرنا مناسب کہ من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل (جو اپنے زمانہ والوں سے ناآشنا ہو وُہ جاہل ہے۔ ت) وہاں تحقیق حدیثی تھی یہاں بعونہٖ عزّوجل ایک مقدمہ تمہید کرکے تنقیح فقہی سے کام لیجئے کہ باوصف تکرار تکرار بھی نہ ہو اور ایضاح مرام وراحتِ اوہام بھی بحمداللہ تعالٰی نہایت کو پہنچے **فاقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (تو میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے اور اسی کی مدد سے بلندیٔ تحقیق تک رسائی ہے۔ ت) سلفاً وخلفاً ائمہ اہلسنّت وجماعت رضی اللہ تعالٰی عنہم وعنا بہم کا اجماع ہے کہ اموات مسلمین کے لئے دعا محبوب اور شرعاً مطلوب، نصوصِ شرعیہ آیۃً وحدیثاً بارہ دعا، ارسال مطلق واطلاق مرسل پر وارد جن میں کسی زمانہ کی تقلید وتحدید نہیں کہ فلاں وقت تو مستحب ومشروع ہے اور فلاں وقت ناجائز وممنوع۔ چند حدیثیں فتوٰیٔ اولٰی میں گزریں، یہاں بعض احادیث تازہ ذکر کردوں کہ فیض وعطائے حضرت رسالت علیہ الصّلوٰۃ والتحیۃ محدود نہیں۔

حدیث ۱: حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثر الدعاء[1]۔ الحاکم فی مستدرک عن دعا بکثرت کر۔ اسے حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۵۲۹

marfat.com

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھما و تقدم نحوہ للطبرانی فی المعجم الکبیر عن محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الفتوی الاولی قال العامری حسن صحیح اقول وقولی حسن حسن صحیح لما رایت من تعدد طرقہ وقد حسن الشیخ محمد حجازی الشعرانی حدیث المعجم الکبیر۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کیا۔ اور اسی کے ہم معنی حدیث طبرانی کی معجم کبیر کے حوالے سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پہلے فتوٰی میں گزر چکی ہے۔ عامری نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اقول اور میرا اسے حسن کہنا اچھا اور درست ہے، کیونکہ اس کے متعدد طرق ہیں۔ اور شیخ محمد حجازی شعرانی نے معجم کبیر کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ (ت)

یہاں تو بحمداللہ نہ صرف اطلاق بلکہ صراحۃً تعمیم زمانہ ہے جس میں نماز جنازہ سے قبل و بعد متصل و منفصل سب اوقات قطعاً داخل، تو جس وقت دُعا کیجئے بلاشبہ عین مامور بہ اور حسن فی حد ذاتہ ہے تو جب تک کسی خاص وقت کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہ ہو منع وانکار حکم شرع کا رد و ابطال ہے۔ اب وہ عدمِ نقل خصوص و عدم ورود خاص کا شگوفہ جس سے حضرات منکرین امثال مسائل میں اکثر مغالطہ دیتے ہیں، رأساً ہباءً منثور ہوگیا کہ جب بہ تصریح تعمیم امر شرع وارد تو جمیع ازمنہ تحت امر داخل، پھر کسی خاص میں عدمِ ورود کیا معنی، بہ استنادا گر ہوگا تو ایسا ہوگا کہ زید کہے اگرچہ قرآن عظیم میں اقیموا الصلوٰۃ وغیرہا بصیغہ عموم وارد مگر خاص میرا نام لے کر حکم کہاں ہے، تو مجھ پر فرضیتِ نماز کا ثبوت نہیں۔ آپ سے ذی ہوش سے یہی کہا جائے گا کہ جب عام نازل تو تو بھی داخل۔ اگر مدعی خروج ہے خروج ثابت کر۔ غرض الیسا مکابرہ تو مقیاس الجنون کے اعلیٰ نمبر سے کچھ ہی درجے گھٹا ہوگا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حسن فی ذاتہ کو کبھی خارج سے کوئی امر مزاحم حسن عارض ہوتا ہے، جو کسی خاص مادہ میں اس کا دعوٰی کرے وہ مدعی ہے بارِ ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ پھر ظاہر کہ عارض اپنے عروض ہی تک مزاحم رہے گا زائل ہوتے ہی اصل حسن کا حکم عود کرے گا کما لا یخفی علی من لہ ادنی نصیب من عقل مصیب (جیسا کہ ہر اس شخص پر واضح ہے جسے عقل صحیح کا کوئی بھی حصّہ نصیب ہوا ہے۔ ت) اس مقدمہ واضحہ کے بعد اُن کلماتِ فقہاء پر نظر ڈالئے جن سے بے مایہ صاحبوں کو دھوکا ہو یا ہوشیار لوگ دانستہ عوام کو مغالطہ دیں۔

اقول عامۂ کتب میں یہ عامہ اقوال ہرگز اطلاق وارسال پر نہیں کہ بعد نماز جنازہ مطلقاً دعا کو مکروہ لکھتے ہیں، اور کیونکر لکھتے کہ خود حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ و ائمہ سلف وخلف کے اقوال و افعال کثیرہ متواترہ اور خود انھیں فقہاء کی تصریحاتِ وافرہ وکلماتِ متظافرہ۔ خلاصہ یہ کہ نصوصِ شریعت و

marfat.com

فی التاریخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

شعب الایمان میں اور خطیب نے تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۵: کثرتِ دُعا سے گھبرا کر دعا چھوڑ دینے والے کو فرمایا: ایسے کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایزال یستجاب للعبد مالم یدع باثم او قطیعۃ رحم مالم یستعجل قیل یارسول اللہ ما الاستعجال یقول قد دعوت وقد دعوت فلم ار یستجیب لی فیستحسر عند ذلک ویدع الدعاء[1]۔ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ واصل الحدیث عند الشیخین وابی داؤد والترمذی وابن ماجۃ جمیعا عنہ وفی الباب وغیرہ۔

بندے کی دُعا قبول ہوتی رہتی ہے جب تک کہ کسی گناہ یا قطعِ رحم کا سوال نہ کرے اور جب تک کہ جلد بازی نہ کرے۔ عرض کیا یا رسول اللہ جلد بازی کیا ہے؟ فرمایا: بندہ کہنے لگے کہ میں نے بار بار دعا کی، قبول ہوتی نظر نہیں آتی، اُس وقت اُکتا کر چھوڑ دے۔ یہ حدیث امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ اور اصل حدیث بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ سبھی کے یہاں حضرت ابوہریرہ کی روایت سے موجود ہے اور اس باب میں اس کے علاوہ اور حدیثیں ہیں۔ (ت)

حدیث ۶ و ۷: حدیثِ حسن میں تصریحاً ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اطلبوا الخیر دھرکم کلہ وتعرضوا النفحات رحمۃ اللہ فان للہ نفحات من رحمتہ یصیب بھا من یشاء من عبادہ[2]۔ ابوبکر بن ابی الدنیا فی الفرج بعد الشدۃ و الامام الاجل عارف باللہ سیدی محمد الترمذی فی نوادر الاصول والبیھقی فی شعب الایمان وابونعیم فی حلیۃ الاولیاء عن انس بن مالک وفی الشعب

ہر وقت ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگے جاؤ اور تجلیاتِ رحمتِ الٰہی کی تلاش رکھو کہ اللہ عزوجل کے لئے اس کی رحمت کی کچھ تجلیاں ہیں کہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔ اسے ابوبکر بن ابی الدنیا نے "الفرج بعد الشدۃ" میں، امام اجل عارف باللہ سیدی محمد ترمذی نے نوادر الاصول میں، بیہقی نے شعب الایمان میں، ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں انس بن مالک سے اور شعب الایمان میں حضرت

---

[1] صحیح مسلم شریف کتاب الذکر والدعاء مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۳۵۲

[2] نوادر الاصول الاصل الرابع والثمانون والمائۃ فی طلب الخیر مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۲۲۳

marfat.com

لبدا[1] تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پر یہ نہ بہ نہ ٹوٹ پڑیں گے (ت)

شاید خاص میّت کے لئے استنادہ دعا منع ہو، یہ بھی غلط۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر میّت کے لئے مروی۔ خود فقہاء فرماتے ہیں: قبر کے پاس کھڑے ہو کر دُعا سنت ہے —

فتح القدیر میں ہے:

المعھود منھا (ای من السنۃ) لیس الا زیارتھا والدعاء عندھا قائما کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع[2]۔

سنت سے معہود صرف قبروں کی زیارت ہے اور وہاں کھڑے ہو کر دُعا کرنا جیسے بقیع تشریف لے جانے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل مبارک تھا۔ (ت)

مسلک متقسط میں ہے:

من اٰداب الزیادۃ ان یسلم ثم یدعوا قائما طویلا[3] اھ ملخصا۔

زیارت قبور کے آداب سے یہ ہے کہ سلام کرے پھر کھڑے ہو کر دیر تک دُعا کرے اھ ملخصاً (ت)

شاید یہ ممانعت صرف نمازِ جنازہ کی حالت میں ہو، بعد دفن اجازت ہو۔ یہ بھی غلط۔ ہم نے فتویٰ اولیٰ میں حدیث صحیحین ذکر کی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نعش مبارک امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گرد ہجوم کیا اور چار طرف سے احاطہ کر کے کھڑے ہوئے امیر المومنین شہید کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ پھر سب سے قطع نظر کیجئے تو اس عارض میں مزاحمت حسن وایراث قبیح کی صلاحیت کبھی ہو، یا خواہی نخواہی یونہی مزاحم ہو جائے گا۔ آخر قیام میں کیا خصوصیت ہے کہ اس کا انضمام دعائے میت کو کہ شرعاً مطلوب ومندوب تھی مکروہ ومعیوب کر دے گا۔ اب نظر نے ان سب احتمالات کو ساقط پا کر اتنا تو جزم کر لیا کہ کوئی معنی خاص مقصود ہے جو مناط ومنشاء حکم ہو سکے۔ پھر وہ ہے کیا اس کے لئے اس نے باریک راہ تدقیق نکالی اور معانی قیام ومناہج کلام ودلائل احکام پر نگاہ ڈالی معانی قیام دو نظر آئے: برپا استادن کہ مخالف خفتن ونشستن ہے (یعنی پاؤں پر کھڑا ہونا جو سونے بیٹھنے کے مخالف ہے۔ ت) اور توقف و درنگ کہ مخالفِ مقابلِ عجلت وشتاب ہے،

---

[1] القرآن ۷۲/ ۱۹

[2] فتح القدیر باب الشہید مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲

[3] المسلک المتقسط مع ارشاد الساری فصل لیستحب زیارۃ اہل المعلی مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۳۳۳-۳۳۴

marfat.com

اجماعِ اُمّت اس تعمیم و اطلاق کے رَد پر شاہد عدل ہیں، معلوم نہیں حضرات منکرین کے یہاں زیارت قبور نمازِ جنازہ کے بعد ہوتی ہے یا پیشگی ہولیتی ہے، اگر بعد ہی ہوتی ہے تو شاید اُس وقت دعائے اموات میں جو احادیث و اقوالِ علماء و فقہائے قدیم و حدیث وارد ہیں اپنے ظہور بین کے سبب اظہار سے غنی ہوں تو اطلاق کا تو کوئی محل ہی نہ تھا۔ ہاں انھوں نے تقیید کی اور کہا ہے سے کی بلفظِ قیام یعنی یہ کہا کہ نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کے لئے قیام برائے دُعا نہ کرے نہ یہ کہ بعد نماز جنازہ دُعا ہی نہ کرے۔ جامع الرموز میں ہے: لایقوم داعیا لہ[1] (میّت کے لئے دُعا کرتے ہوئے نہ ٹھہرے۔ت) ذخیرۂ کبرٰی و محیط و قنیہ میں ہے: لایقوم بالدعاء بعد صلٰوۃ الجنازۃ[2] (نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔ت) کشف الغطاء میں ہے: قائم نشود بعد از نماز برائے دعا کذا فی اکثر الکتب[3] (نماز کے بعد دُعا کے لئے نہ ٹھہرے، ایسا ہی اکثر کتابوں میں ہے۔ت) اُسی میں منقول ہے: منع در کتب بلفظ قیام واقع شدہ[4] (کتابوں میں ممانعت لفظِ قیام کے ساتھ آئی ہے۔ت) تو مانع مطلق اگر ان اقوال سے استدلال کرے تصریح مخالف سے تمسک و استناد کرے گا ولکن النجدیۃ قوم یجہلون (مگر نجدیہ ایسی قوم ہے جس کے پاس علم نہیں۔ت)

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ت) اب ذرا حضرات تدقیق پسند تنقیح مناط میں گرم جولاں ہوں گی کہ وہ کیا قیام ہے جس کی قید سے فقہاء یہ حکم دے رہے ہیں۔ آخر نفسِ دُعا اصلاً اصلاً ممانعت نہیں۔ نہ وہ خود اس کے نفس پر حکم کرتے ہیں۔ شاید کھڑے ہوکر دُعا منع ہو، یہ غلط ہے۔

قال اللہ تعالٰی یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلٰی جنوبہم[5] وقال تعالٰی وانہ لما قام عبداللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وہ کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: بے شک جب وہ بندۂ خدا اس سے دعا کو کھڑا ہوا

---

[1] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۸۳

[2] قنیہ باب الجنائز مطبع مشتہر بالمہانندیہ (انڈیا) ص ۵۶

[3] کشف الغطاء فصل ششم نمازِ جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۳۴

[4] ایضاً

[5] القرآن ۳/۱۹۱

marfat.com

فروعِ شرع پر نظر کیجئے تو ایک بار دعا کرنے یا آئندہ دعائے افضل کا قصد رکھنے کو منع و انکارِ دعا میں اصلاً مؤثر نہ پایا ورنہ ایک بار سے زیادہ دُعا جائز نہ ہوتی یا مکروہ ٹھہرتی، حالانکہ نصوصِ متواترہ و اجماعِ اُمت سے اس کی تکثیر محبوب، یا نمازِ پنجگانہ کے بعد دعا ممنوع و مکروہ قرار پائے گی کہ قعدۂ اخیرہ میں دُعا کر چکا ہے حالانکہ احادیث میں اس کا حکم اور زمانۂ اقدس سے تمام مسلمین کا اس پر عمل بلکہ قعدۂ اخیرہ میں دُعا مسنون نہ ہوتی کہ فاتحہ میں اس سے افضل و اکمل دُعا ہو چکی، خاص محلِ سخن میں نظر کیجئے تو خود میّت کے لئے بھی قبل از نمازِ جنازہ و بعد از نماز دونوں وقت دُعا فرمانا اور اُس کا حکم دینا حضور پُرنور سیّد یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت کما اسلفنا فی الفتوی الاولی (جیسا کہ ہم نے پہلے فتوے میں بیان کیا ۔ ت) حضور والا صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے خیال نہ فرمایا کہ ایک بار تو ہم دُعا کر چکے ہیں یا افضل و اکمل دُعا فرمانے والے ہیں ۔ معہذا ان وجوہ پر قیام وقعود سب یکساں، کیا بیٹھ کر دُعا کرے گا تو یہ بات نہ رہے گی کہ افضل دُعا کر چکا ہے یا کرنیوالا ہے تو کیا قید قیام پر تظافر کتب غلط و تغلیط ہے یا بہ دلائل دعوٰی سے بیگانہ ۔ ایسی مہمل وجہ پر کلامِ علماء کا حمل جس سے وہ نصوصِ متواترہ و اجماعِ اُمّت اور خود اپنی تصریحاتِ کثیرہ اور نیز السانی کلام و تطابقِ دلیل و دعوٰی سے صراحۃً دُور پڑیں ان کی شان میں کُھلی گستاخی اور معاذ اللہ ان کے کلام کو کلامِ مجانین سے ملحق کردیتا ہے، جب نظرِ صحیح نے بعونہ تعالیٰ سب کانٹے راہِ حق سے صاف کرلئے ۔ قائدِ توفیق کے مبارک ہاتھ میں ہاتھ دے کر حکم بالجزم کیا کہ اس قسم کے اقوال میں قیام بمعنی وقوف و درنگ ہی ہے ۔ اتنا کہتے ہی بحمد اللہ تعالٰی سب اعتراض و اشکال دفعۃً اُٹھ گئے اور بات میزانِ شرع و عقل پر پُوری نچ گئی، فی الواقع نماز کے علاوہ کسی دُعائے طویل کی غرض سے تجہیزِ جنازہ کو درنگ و تعویق میں ڈالنا شرع مطہر ہرگز پسند نہ فرمائے گی تکثیرِ دُعا بیشک محبوب ہے مگر اُس کے لئے تعویق مطلوب نہیں جس طرح جنازہ پر تکثیرِ جماعت قطعاً مطلوب ہے مگر اس کے لئے تاخیر محبوب نہیں، جیسے بعض لوگ میّت جمعہ کے دن دفن و نماز میں تاخیر کرتے ہیں تاکہ بعد میں جماعتِ عظیم شریکِ جماعتِ جنازہ ہو ۔ تنویر الابصار میں ہے :

کرہ تاخیر صلاتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلاۃ الجمعۃ[1]

اس خیال سے کہ نمازِ جمعہ کے بعد ایک عظیم جماعت نمازِ جنازہ میں شریک ہوگی نمازِ جنازہ اور دفن میں تاخیر کرنا مکروہ ہے ۔ (ت)

غرض شرع مطہر میں تعجیلِ تجہیز بتاکید تمام مطلوب اور بے ضرورت شرعیہ اس کی تاخیر سے ممانعت، اور

---

[1] دُرِّ مختار شرح تنویر الابصار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۴

marfat.com

كما بيّناه فى الفتوى الاولى و منه قول القائل ؎

ولا يقوم على ذل يراد به
الا الاذلان عير النجد والوتد
فليس المراد ان حمار النجد

عند ارادة الذل به يقوم ولا يقعد بخلاف غيره وانه يقعد انما اراد ان الحمار النجدى يدوم و يصبر على الذل اما غيره فلا يرضى به۔

جیسا کہ ہم نے اسے پہلے فتوے میں بیان کیا اور اسی سے شاعر کا یہ شعر ہے: ؎

اُس ذلت پر، جس کا اس کے ساتھ ارادہ کیا جائے قائم نہیں رہتے مگر دو ذلیل تر نجد کا گدھا اور اس کے باندھنے کا کھونٹا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب نجد کے گدھے کے ساتھ ذلت کا ارادہ کیا جاتا ہے تو وہ کھڑا رہتا ہے بیٹھتا نہیں ہے اور دوسرا بیٹھ جاتا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ نجدی گدھا ذلت پر دائم وصابر رہتا ہے اور دوسرا ذلت سے راضی نہیں ہوتا۔ (ت)

مناہج کلام بھی دو قسم پائے، کہیں تو بعد صلاۃ الجنازہ کی تخصیص ہے کما فی اکثر العبارات المذکورۃ (جیسا کہ اکثر مذکورہ عبارتوں میں ہے۔ ت) اور کہیں حکم مطلق کما فی عبارۃ القہستانی (جیسا کہ قہستانی کی عبارت میں ہے۔ ت) بلکہ کہیں قبل نماز کے بھی صاف تصریح،

فی کشف الغطاء و پیش از نماز نیز بدعا نه ایستد زیراچه دعا میکند بدعائیکه او فرو اکبراست بےدون دعا یعنی نماز جنازہ کذا فی التجنیس[1]

کشف الغطاء میں ہے: اور نماز سے پہلے بھی دُعا کے لئے نہ کھڑا ہو اس لئے کہ اسے وُہ دعاء کرنی ہے جو اس دعا سے زیادہ وافر اور بڑی ہے یعنی نمازِ جنازہ، ایسا ہی تجنیس میں ہے۔ (ت)

حالانکہ پیش از نماز دُعا خود احادیثِ صحیحہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت وقد مر بعضہا فی الفتوی الاولٰی (بعض حدیثیں پہلے فتوے میں گزر چکیں۔ ت) اور کھڑے ہو کر دعا بھی صحابہ کرام سے گزری، دلائلِ احکام بھی دو ملے، کہیں نمازِ جنازہ میں زیادت کا شُبہ کما فی المحیط والقنیۃ وغیرہما (جیسا کہ محیط اور قنیہ وغیرہما میں ہے۔ ت) کہیں یہ کہ ایک بار دُعا کر چکا کما نقل عن وجیز الکردری (جیسا کہ وجیز کردری سے منقول ہے۔ ت) یا اس سے افضل دعا کرے گا کما مر عن التجنیس (جیسا کہ تجنیس کے حوالے سے گزرا۔ ت) اب جو اصول و

---

[1] کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰

marfat.com

فرمایا :

لا تعد لما فعلت اذا صلیت الجمعة فلا تصلها الصلاة حتی تکلم او تخرج فان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرنا بذلك ان لا نوصل صلوٰۃ بصلوٰۃ حتی نتکلم او نخرج[1]

اب ایسا نہ کرنا جب جمعہ پڑھو تو اُسے اور نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ بات کر دو یا اس جگہ سے ہٹ جاؤ کہ ہمیں حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ایک نماز دوسری نماز سے نہ ملائیں یہاں تک کہ کچھ گفتگو کریں یا جگہ سے ہٹ جائیں ۔

علماء فرماتے ہیں وصل سے نہی اس لئے ہے کہ ایک نماز دُوسری نماز کا تتمہ نہ معلوم ہو، جمعہ میں دُو رکعت پر زیادت نہ موہوم ہو ۔ امام اجل ابوزکریا نووی منہاج میں فرماتے ہیں :

افضله التحول الی بیته والا فموضع اٰخر من المسجد او غیرہ لیکثر مواضع سجوده ولتنفصل صورة النافلة عن صورة الفریضة[2]

بہتر تو یہ ہے کہ گھر جاکر پڑھے، ورنہ مسجد ہی میں یا بیرونِ مسجد کسی اور جگہ پڑھے تاکہ اپنی سجدہ گاہوں کی تعداد بڑھا سکے اور تاکہ نفل کی صورت فرض کی صورت سے جُدا ہو جائے ۔ (ت)

مولانا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں :

(اذا صلیت الجمعة) ھی مثال اذ غیرھا کذلك، ویؤیدہ ما یاتی من حکمة ذلك کذا ذکرہ ابن حجر، ویحتمل ان ذکر الجمعة بعد خصوص الواقعة للتاکید الزائد فی حقھا، لاسیما ویوھم انه یصلی اربعا وانه الظھر، وھذا فی مجتمع العام سبب للایھام (فلا تصلھا، بصلوٰۃ

(جب نمازِ جمعہ پڑھو) یہ بطورِ مثال ہے اس لئے کہ غیر جمعہ کا بھی یہی حکم ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو اس کی حکمت بیان کی گئی ہے — اسے ابنِ حجر نے ذکر کیا — اور ہو سکتا ہے کہ جمعہ کا ذکر اس لئے ہو کہ اس کے بارے میں زیادہ تاکید ہے، خصوصاً اس میں یہ وہم ہو سکتا ہے کہ وہ چار رکعت ظہر پڑھ رہا ہے — اور یہ فعل مجمع عام میں وہم پیدا کرنے کا سبب ہوگا — (تو اسے اور نماز سے نہ ملاؤ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجمعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۸۸/۱

[2] منہاج النووی شرح صحیح مسلم مع مسلم کتاب الجمعۃ " " " " " "

marfat.com

نماز کے علاوہ و شرعاً ضروری و واجب نہیں جس کے لئے قیام و درنگ پسند کریں۔ شرع میں جتنی دعا ضروری تھی یعنی نمازِ جنازہ، وُہ ہو چکی یا ہونے والی ہے تو اُس کے سوا اور دعائے طویل کے لئے کیوں رکھ چھوڑیں، بحمد اللہ یہ معنی ہیں کلامِ علماء کے کہ دُعا ہو چکی یا ہونے والی ہے **ھکذا ینبغی ان یفھم الکلام واللہ ولی الھدایۃ والانعام** (کلامِ علماء اسی طرح سمجھنا چاہئے اور خدا ہی ہدایت و انعام کا والی ہے۔ ت) اور واقعی جو اس معنی قیام پر کلام فرمائیں ان کا مطلق رکھنا کما فعل الشمس القھستانی (جیسا کہ شمس قہستانی نے کیا۔ ت) یا بالتصریح قبل و بعد نماز دونوں وقت کو لے لینا کما صنع الامام البرھان الفرغانی (جیسا کہ امام برہان الدین فرغانی نے کیا۔ ت) کچھ بے جا نہ ہوا بلکہ یہی احسن و ازین تھا کہ بایں معنی قیام قبل و بعد کسی وقت پسندیدہ نہیں اگرچہ اس تقدیر پر عبارات غیر معللہ بشبہ زیادت میں تقیید بعد کا یہ منشا ٹھہرا سکتے ہیں کہ قبل از نماز عادۃً جنازہ مہیا نہیں ہوتا۔ امورِ ضروریہ غسل و کفن جاری ہوتے ہیں تو اُس وقت دُعائے طویل میں حرج نہیں کہ تاخیر بغرضِ دُعا نہ ہوگی بخلاف بعد نماز کہ غالباً کوئی حالتِ منتظرہ لے چلنے سے مانع نہیں ہوتی اور کلامِ فقہاء اکثر امورِ غالبہ پر مبتنی ہوتا ہے،

ومع ھذا فالوجہ الاظھر عد جمیع المقیدات من القسم الاٰتی فانہ ھو الاوفق الاوفق کما لایخفی۔

اس کے باوجود زیادہ ظاہر صورت یہ ہے کہ تمام قیدوں کو قسم آئندہ سے شمار کیا جائے، اس لئے کہ وہ زیادہ مطابق و موافق ہے، جیسا کہ واضح ہے (ت)

یہ اس قسم اقوال پر کلام تھا —— رہی قسم اوّل یعنی جن کلمات میں تخصیص بعدیت اور شبہہ زیادت سے تمسک ہے **اقول** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ ت) بدیہیاتِ جلیہ سے ہے کہ یہاں مطلق بعدیت کا ارادہ ہرگز وجہ صحت نہیں رکھتا کہ استحالاتِ سالفہ کے علاوہ نفسِ تعلیل ہی اس سے آبی کیا آج نماز ہو چکی کل استادہ دُعا کرو، تو نماز میں کچھ بڑھا دینے کا اشتباہ ہو، لاجرم بعدیت بلا فاصل ہی مقصود، جس میں نقضِ صفوف و تفرقِ رجال بروجہ اولیٰ داخل کہ جب صفیں کھل گئیں لوگ ہٹ گئے تو اس کے بعد کسی فعل کو نماز میں زیادت سے کیا مشابہت رہی،

کما بیناہ فی الفتوی الاولیٰ وھو بین بنفسہ عند اولی النھی وان تبتغ زیادۃ فاستمع لما یتلی۔

جیسا کہ ہم نے اسے پہلے فتوے میں بیان کیا، اور اہلِ عقل کے نزدیک وہ خود ہی واضح ہے۔ اور اگر مزید وضاحت مطلوب ہو تو بیان آئندہ بغور سُنو۔ (ت)

صحیح مسلم شریف میں ہے سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نمازِ جمعہ پڑھی، سلامِ امام ہوتے ہی سُنتیں پڑھنے کھڑے ہوگئے، امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلا کر

پر آئے اور جب میزانِ نقد و تحقیق اُس کے ہاتھ میں پہنچے جسے مولا تعالیٰ جل و علا نظرِ تنقیحی سے بہرہ وافی بخشے وہ ہر کلام کو اس کے ٹھیک محل پر اتارے اور بکھرے موتیوں کو متسق نظام میں گوندھ کر سلکِ معنی سنوارے جس سے وہی مختلف کلمات خودبخود رنگِ ایتلاف پائیں اور سب خدشے خرخشے آفتاب کے حضور شبِ دیجور کی طرح کافور ہو جائیں۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم ۵ رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ و علٰی والدی و ان اعمل صالحا ترضٰه و اصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك و انی من المسلمین۔

وہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور خدا بڑے فضل والا ہے۔ اے میرے رب! مجھے یہ نصیب کر کہ میں اُس احسان کا شکر ادا کروں جو تُو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا، اور یہ کہ میں ایسا نیک عمل کروں جسے تو پسند فرمائے۔ اور میرے لئے میری اولاد میں نیکی پیدا کر، بے شک میں تیری جانب رجوع لایا، اور یقیناً میں مسلمانوں سے ہوں۔ (ت)

ہاں باقی رہی امام ابن حامد سے ایک حکایت کہ زاہدی نے قنیہ میں ذکر کی،

حیث قال عن ابی بکر بن حامد ان الدعاء بعد صلٰوۃ الجنازۃ مکروہ[1]

اس کی عبارت یہ ہے کہ ابوبکر بن حامد سے منقول ہے کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔ (ت)

یہ تو حضرات مانعین کی خوشی کی چیز ہے کہ اس میں قیدِ قیام بھی نہیں،

اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ ت) یہ تو حضرات منکرین پر بڑی تشنیع کی جگہ ہے کہ اس میں قیدِ قیام بھی نہیں، جس نے ہمارا کلام بالا بنظرِ امعان و اتقان دیکھا ہے اُس پر روشن ہے کہ انکار میں جس قدر اطلاق زائد مستدل صاحبوں پر اُتنی ہی آفت سخت، کیا نمازِ جنازہ کے بعد مطلقاً دُعا کی کراہت باجماعِ اُمّت باطل نہیں، کیا نصوصِ قولیہ و فعلیہ حضور معلّٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و اقوال تمام ائمہ سلف و خلف اس کے بطلان پر شاہد عادل نہیں کیا یہ اطلاق یونہی عنان گسستہ رہے تو دُعائے زیارتِ قبور اس میں داخل نہیں، تو واجب ہوا کہ مطلق بعدیت مراد نہ ہو، بلکہ وہی بعدیت متصلہ بے فاصل بیّن، اب قیدِ قیام خود ہی آگئی کہ یہ بعدیت بے بقائے قیام متصور نہیں کما قررنا (جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ ت) تو اس کا مرجع بعینہٖ اُنھیں اقوال

---

[1] قنیہ باب الجنائز مطبعہ مشتہرہ بالمہانندیہ ص ۵۵ و ۵۶

marfat.com

حتی تکلم) ای احدا من الناس فان به یحصل الفصل لا بالتکلم بذکر الله (او تخرج) ای حقیقۃ او حکما بان تتاخر عن ذلک المکان و المقصود بھما الفصل بین الصلاتین لئلا یوھم الوصل فالامر للاستحباب والنھی للتنزیہ[1] اھ ملخصا۔

یہاں تک کہ کلام کرلو) یعنی کسی آدمی سے بات کرلو اس لئے کہ فرق اسی سے ہوگا، کلام بہ ذکرِ الٰہی سے فرق نہ ہوگا (یا اس جگہ سے نکل جاؤ) یعنی حقیقۃً، اس طرح کہ مسجد سے باہر چلے جاؤ — یا حکماً — اس طرح کہ اس جگہ سے ہٹ جاؤ — دونوں کا مقصد یہ ہے کہ دونوں نمازوں میں فصل ہوجائے، تاکہ وصل اور ملانے کا وہم نہ پیدا ہو، تو یہ حکم استحباب کے لئے ہے اور نہی برائے تنزیہ ہے اھ ملخصاً (ت)

یہاں سے صاف ثابت کہ ایسے شبہہ کے رفع کو اُس جگہ سے ہٹ جانا بس ہے تو بعد نقضِ صفوف اس علت کی اصلاً گنجائش نہیں۔ لاجرم معنی یہ ہیں کہ نمازِ جنازہ کے بعد اسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے ہُوئے دُعا نہ کریں کہ زیادت فی الصلاۃ سے مشابہت نہ ہو۔ یہ معنی صحیح وسدید، بے غبار و فساد ہیں، اور عقلِ سلیم کے نزدیک نفسِ عبارتِ دلیل سے بالتعین مستفاد۔ یہاں سے روشن ہوا کہ اس قسم کے اقوال میں قیام بمعنی استادن بے تکلف درست اور وجہ تقیید بھی منکشف ہوگئی، اور بعض علماء کا وُہ استظہار بھی ظاہر ہوگیا کہ اگر نشستہ دُعا کند جائز باشد (اگر بیٹھ کر دعا کرے جائز ہوگا۔ ت) بلاکراہت فی الواقع بیٹھ جانا بھی نمازِ جنازہ سے فاصل بیّن ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد شبہہ زیادت نہیں، مگر نقضِ صفوف اس سے بھی اتم واکمل ہے کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)
اب بحمد اللہ تعالٰی تمام کلماتِ علماء منتظم ہوگئے اور مسئلہ کی صور و وجوہ مع دلائل شمس و امس کی طرح روشن ہوگئیں۔ بحمد اللہ نہ کلماتِ علماء میں باہم اختلاف ہے نہ اصول و قواعد شرع وعقل سے خلاف۔ ہر ایک اپنے محل پر درست و بجا ہے اور منکرینِ زمانہ کی جہالت و سفاہات سے پاک و جدا۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (اسی طرح تحقیق ہونی چاہئے اور خدائے برتر ہی توفیق کا والی ہے۔ ت) اور ایک نہیں کیا صدہا جگہ دیکھے گا کہ کلماتِ علمائے کرام بظاہر سخت مضطرب و متخالف معلوم ہوتے ہیں، یہاں تک کہ ناواقف یاسہل گزر جانے والا شدّتِ تصادم سے پریشان ہوجائے یا رجماً بالغیب خواہ پیشِ خویش کوئی وجہ رجحان سمجھ کر بعض کے اختیار، باقی سے اعراض وانکار

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ باب السنن وفضائلھا مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳ / ۱۱۹

ليحمل المطلق على المقيد اھ[1] و ذكر نحوه بعد هذا بقليل قبيل باب الاحصار و قال قبيل باب التيمم قد صرحوا بان العمل بما عليه الاكثر اھ[2] و فى باب صلاة المريض عن امداد الفتاح للعلامة الشرنبلالى من ان القاعدة العمل بما عليه الاكثر اھ[3] و اول باب صلوٰة الخوف لايعمل به لانه قول البعض اھ[4] و قال العلامة البيرى فى شرح الاشباه من قاعدة ان الاصل فى الكلام الحقيقة لايجوز لاحد الاخذ به لان المقرر عند المشائخ انه متى اختلف فى مسئلة فالعبرة بما قاله الاكثر اھ[5] نقله فى العقود الدرية اٰخر الباب الاول من الوقف۔

شامی نے لکھا: مراد یہ ہے کہ مطلق مقید پر محمول کر دیا جائے گا اھ ____ اسی کے ہم معنی اس سے ذرا بعد باب الاحصار سے تھوڑا پہلے ذکر کیا اور باب التیمم سے ذرا قبل لکھا: علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ عمل اُسی پر ہوگا جس پر اکثر ہیں اھ۔ باب صلاۃ المریض میں علامہ شرنبلالی کی امداد الفتاح سے نقل ہے: قاعدہ یہ ہے کہ عمل اس پر ہوگا جس پر اکثر ہوں اھ ____ شروع باب صلوٰۃ الخوف میں ہے: اس پر عمل نہ ہوگا کیونکہ یہ صرف بعض کا قول ہے اھ ____ علامہ بیری شرح اشباہ میں قاعدہ "کلام میں اصل حقیقت ہے" کے تحت ایک جگہ لکھتے ہیں: کسی کے لئے اسے اخذ کرنا درست نہیں اس لئے کہ مشائخ کے نزدیک طے شدہ یہ ہے کہ جب مسئلہ میں اختلاف ہو تو اعتبار اس کا ہوگا جس کے قائل اکثر ہوں اھ اسے العقود الدریۃ میں کتاب الوقف باب اول کے آخر سے نقل کیا۔(ت)

رابعًا اس روایت کا حاکی زاہدی اور محکی فیہ قنیہ و زاہدی معتمد نہ قنیہ معتبر خصوصًا ایسی حکایت میں کہ بمعنی مفیدِ مخالف، اصلًا قواعدِ شرع سے مطابق نہیں۔

فی رد المحتار اول الطهارة[6] كتاب القنية مشهور بضعف الرواية اھ[6] و فى

ردالمحتار شروع کتاب الطہارۃ میں ہے: کتاب "قنیہ" ضعفِ روایت میں مشہور ہے اھ،

---

[1] ردالمحتار	باب الجنایات	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۲/ ۲۵۰
[2] "	قبیل باب التیمم	" " "	۱/ ۱۶۶
[3] "	باب صلوٰۃ المریض	" " "	۱/ ۵۶۲
[4] "	باب صلوۃ الخوف	" " "	۱/ ۶۲۵

[5] العقود الدریۃ بحوالہ العلامۃ البیری مطلب فی اختلف فی مسئلۃ الخ حاجی عبدالغفار و پسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار ۲/ ۱۷۵

[6] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۹

marfat.com

قسم اول کی طرف اور شبہہ مانعین یکسر برطرف۔ تحقیق نظر فقہی تو بحمد اللہ یہاں تک بروجہ اتم واجل مذکور ہوئی مگر مخالف متعسف اس حکایت کے ظاہر لفظ میں بالکل آزادی دیکھ کر اپنے موافق ہی کیا چاہے، اور خواہی نخواہی اطلاق و توسیع بعدیت کی طرف کھینچے تو بہت بہتر۔ بعونہ تعالیٰ ہم سے ایرادِ مناظرانہ لے۔

فاقول اوّلاً بعدیت متصلہ ہے یا مطلقہ یا بین بین اول مخالف کو مضر اور ثانی اجماع و نصوص متواترہ کے خلاف اور ثالث غیر منضبط، نہ ایک تقیید دوسری سے اولیٰ بالمقبول تو کلام مجمل اور استناد مہمل، بہرحال مخالف کو گنجائش تمسک نہیں۔

ثانیاً (بعبارت اخری) جب نہ تقیید سے چارہ نہ تسلیم اطلاق کا یارا کہ زیارتِ قبور کے وقت دعا للاموات مخالف بھی جائز ماننا ہوگا، تو اب نظر تعین تقیید میں رہی قیدِ اتصال کے ظہور وانضباط سے قطع نظر بھی کیجئے تو اقل درجہ احتمال مساوی ہے اور مخالفِ مستدل۔ واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (جب کلام میں کئی احتمال آگئے تو ایک پر اس سے استدلال باطل ہوا۔ ت)

ثالثاً یہ اطلاق کلمات باقین کے مخالف اگر بوجہ اتحاد حکم وحادثہ حمل مطلق علی المقید کیجئے تو یہ بھی اسی طرف راجع والکلام الکلام ورنہ بسبب مخالفت اکثرین ناقابل قبول،

فی الدر المختار من باب التعزیر، مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامھم[1] اھ و قبیل فصل فی الحائط المائل، یحمل اطلاق الفتاوی علی ما وقع مقیدا لاتحاد الحکم والحادثۃ[2] اھ ونقل نحوہ فی ردالمحتار[3] اٰخر مضاربۃ عن مجموعۃ ملاعلی وقال المولی علی قاری فی المسلک المتقسط اطلاقھم لاینافی تقیید الکرمانی[4] اھ قال الشامی ای

درمختار باب التعزیر میں ہے: یہ مطلق ہے تو مقید پر محمول کیا جائیگا تاکہ کلماتِ علماء میں باہم اتفاق ہوجائے اھ ــــ جھکی ہوئی دیوار سے متعلق فصل سے ذرا پہلے ہے: فتاوی کا اطلاق اس پہ محمول ہوگا جو مقید واقع ہے کیونکہ حکم اور حادثہ ایک ہی ہے اھ ــــ اسی کے ہم معنی ردالمحتار آخر مضاربت میں مجموعۂ ملّا علی سے نقل کیا ــــ اور مولانا علی قاری مسلک متقسط میں فرماتے ہیں: ان حضرات کا اطلاق کرمانی کی تقیید کے منافی نہیں اھ ــــ اس پر

[1] درمختار باب التعزیر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶
[2] درمختار قبل فصل الحائط المائل ″ ″ ″ ۲/۳۰۱
[3] ردالمحتار بحوالہ مجموعہ ملاعلی آخر باب المضارب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/۵۴۹
[4] ردالمحتار بحوالہ المسلک المتقسط باب الجنایات ″ ″ ″ ۲/۲۴۹

marfat.com

سادساً وہ بیچارہ خود بھی اس حکایت کو بلفظ عن کہ مشیر غرابت و تمریض ہے نقل کرتا اور آخر میں اسی قولِ اکثر کی راہ پر چلتا ہے۔

حیث قال بعد ما مر وقال محمد بن الفضل لا باس به ظ ولا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ قال رضی اللہ عنہ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنازۃ اھ فافھم۔

اس طرح گزشتہ عبارت کے بعد وہ کہتا ہے: اور محمد بن فضل نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں، ظ۔ اور بعد نماز جنازہ آدمی دُعا کے لئے نہ ٹھہرے، امام موصوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس لئے کہ یہ نمازِ جنازہ میں زیادتی و اضافہ سے مشابہت رکھتا ہے اھ۔ اسے سمجھو۔ (ت)

سابعاً سب جانے دو، تو غایت درجہ یہی بعض مشائخ سے ایک حکایت سہی، اب ترجیح مطلوب ہوگی۔ کتبِ فقہ میں فتوٰی جانبِ جواز ہے۔ کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارت قنیہ وغیرہا لکھا:

فاتحہ و دُعا برائے میّت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ کذا فی الخلاصۃ الفقہ انتہی[1]۔

میّت کے لئے دفن سے پہلے فاتحہ و دعا درست ہے اور یہی روایت معمول بہا ہے۔ ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے انتہی۔ (ت)

علامہ شامی افادہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ فتوٰی یعنی ہمیں است روایت معمولہ (یہی روایت معمول بہا ہے۔ ت) قوت و شوکت میں علیہ الفتوی و بہ یفتی (فتوٰی اسی پر ہے۔ ت) کے برابر ہے جو آکد الفاظ افتا ہیں۔

فی الدر المختار لفظ الفتوی اٰکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرھا[3] فی رد المحتار ویظھرلی ان لفظ وعلیہ العمل مساوٍ للفظ الفتوی اھ[4]۔

درمختار میں ہے: لفظ فتوٰی، لفظ صحیح، اصح، اشبہ وغیرہا سے زیادہ مؤکد ہے۔ ردالمحتار میں ہے: میرا خیال ہے کہ لفظ "علیہ العمل" (اسی پر عمل ہے) لفظ فتوٰی کے برابر ہے اھ (ت)

---

[1] قنیہ — باب الجنائز — مطبعۃ المشتہرۃ بالمہانندیۃ — ص ۵۶

[2] کشف الغطاء — فصل ششم نماز جنازہ — مطبع احمدی دہلی — ص ۴۰

[3] درمختار — مقدمۃ الکتاب — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۱۵

[4] ردالمحتار — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۱/ ۵۴

marfat.com

العقود الدریۃ آخر الکتاب ذکر ابن وھبان انہ لایلتفت الی ما نقلہ صاحب القنیۃ یعنی الزاھدی مخالفا للقواعد مالم یعضدہ نقل من غیرہ ومثلہ فی النہر[1] ایضا اھ ونقلہ ایضا فی الدر عن المصنف عن ابن وھبان، وفی صوم الطحطاوی قبل فصل العوارض بنحو ورقۃ[2] القنیۃ لیست من کتب المعتمدۃ۔

العقود الدریۃ آخر کتاب میں ہے: ابن وہبان نے ذکر کیا ہے کہ صاحب قنیہ یعنی زاہدی خلافِ قواعد جو نقل کرے اس کی جانب التفات نہ ہوگا جب تک کسی اور سے کوئی نقل اس کی تائید میں نہ ملے — اسی کے مثل نہر میں بھی ہے۔ اسے درمختار میں مصنف کے حوالے سے ابن وہبان سے نقل کیا ہے — اور طحطاوی کتاب الصوم میں فصل عوارض سے قریباً ایک ورق پہلے ہے: قنیہ کتب معتمدہ سے نہیں۔ (ت)

خامساً زاہدی اس مسئلہ میں بالخصوص متہم کہ وہ مذہب کا معتزلی ہے اور معتزلہ خذلھم اللہ تعالٰی کے نزدیک امواتِ مسلمین کے لئے دعا محض بیکار کما نص علیہ فی شرح العقائد وشرح الفقہ الاکبر وغیرھما (جیساکہ شرح عقائد اور شرح فقہ اکبر وغیرہما میں اس کی تصریح ہے۔ ت)
اُس کی یہ عادت ہے کہ مسائل اعتزال اپنی کتب میں داخل کرتا ہے۔

کما فعل فی مسئلۃ فی الاشربۃ ومسئلۃ فی الذبائح ومسئلۃ فی الحج وغیرہ ذلك کما بینہ فی الدر المختار ورد المحتار وغیرھما فی مواضعہ۔

جیساکہ اشربہ کے ایک مسئلہ، ذبائح کے ایک مسئلہ، حج کے ایک مسئلہ میں اور بھی مسائل میں اس نے ایسا کیا ہے۔ جیساکہ درمختار، ردالمحتار وغیرہما میں اس کے مقامات پر مذکور ہے۔ (ت)

اس کا استاذ الاستاذ زمخشری بھی اس کا خوگر ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہ آپ کچھ بکے مگر نقل میں ثقہ ہے بخلاف زاہدی کے کہ اس کی نقل پر بھی اعتماد نہیں۔ ان سفہا نے حنفیت کا نام بدنام کرکے فروع میں بعض وہ خفی شرارتیں بھر دیں جن سے بعض مصنفین نے بھی دھوکا کھایا اور شدہ شدہ وہ نقول متعدد کتب میں پھیل گئیں جو آج تک حضرات نجدیہ وامثالہم کے نزدیک علق نفیس وغنیمت باردہ ہیں اس کا بعض بیان فقیر غفراللہ تعالٰی نے اپنی کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں کیا وباللہ التوفیق۔

---

[1] العقود الدریۃ نقل الزاہدی لایعارض نقل المعتبرات مطبوعہ حاجی عبدالغفار وپسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار ۲/ ۳۵۶

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار قبیل فصل فی العوارض مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۶

marfat.com

مسئلہ ۶۵ از جالندھر محلہ راستہ دروازہ بھگواڑہ۔ مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۶ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، پنجاب کے اکثر شہروں میں دستور ہے کہ نمازِ جنازہ سے فارغ ہو کر بعد سلام کے اُسی جگہ پر جہاں نمازِ جنازہ ادا کی گئی ہے میّت کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی ہے اور بعض لوگ بیشتر دُعا کے سُورۃ فاتحہ ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار یا گیارہ دفعہ پڑھ کر میّت کے لئے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں، اور ہمیشہ سے یہی دستور چلا آیا اب فرقہ غیر مقلدین اس دستور کے ہٹانے میں کوشش کر رہے ہیں، اس کے عدمِ جواز میں غیر مقلدین یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس کا ثبوت کسی حدیث سے نہیں بلکہ فقہ کی کتابوں کی عبارتیں سناتے ہیں، منجملہ ان کے مستندات کے ایک یہ ہے:

اذا فرغ من الصلٰوۃ لایقوم بالدعاء[1] سراجیہ۔ جب نمازِ جنازہ سے فارغ ہو جائے تو دعا کے لئے نہ کھڑا ہو۔ (ت)

قدوری کے حاشیہ پر ہے:

الدعا بعد صلاۃ الجنازۃ مکروہ[2] کذا فی البرجندی لایقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنائز لانہ دعا مرۃ لان اکثرھا دعاء[3] بزازیہ جلد اول برحاشیہ عالمگیری۔ دعا بعد نمازِ جنازہ مکروہ ہے جیسا کہ برجندی میں ہے نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے لئے کھڑا نہ ہو کہ ایک مرتبہ دُعا کر چکا ہے کیونکہ نمازِ جنازہ کا اکثر حصہ دُعا ہی ہے۔ (ت)

جواب مدلّل بدلائل قویہ بحوالۂ کتب معتبرہ اور تحریر عبارات معتمدہ تحریر فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔ بینوا بالدلیل والتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب

گیارہ سال ہُوئے کہ یہ مسئلہ ۱۳۱۱ھ میں معرکۃ الآراء رہا، بمبئی و کانپور سے اس کے بارہ میں بار بار سوالات مختلف صورتوں میں آئے فقیر نے جواب میں کبھی تحقیقِ حدیث اور کبھی تنقیحِ فقہ سے کام لیا اور بالآخر اس کے باب میں ایک موجز و کافی رسالہ مسمّٰی بہ بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز لکھا جس میں تحقیق حکم فقہی و توضیح معانی عبارات مذکورہ سراجیہ وغیرہا کتبِ فقہ کو بعونہٖ عزّ وجل ذروہ عُلیا تک پہنچایا اور بفضلہٖ تعالٰی عرش تحقیق مستقر کر دکھایا کہ میّت کے لئے دعا قبل نمازِ جنازہ و بعد نمازِ جنازہ ہمیشہ مطلقاً

---

[1] فتاوٰی سراجیہ باب الصلٰوۃ علی الجنازہ مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۳

[2] برجندی شرح نقایہ فصل فی صلٰوۃ الجنازہ ۱/۱۸۰

[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ الخامس والعشرون فی الجنائز الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۸۰

marfat.com

الحمدللہ کہ حق بہمہ وجوہ ظاہر و باہر اور ہر شک و وہم زائل و بائرہوا۔ امید ہے کہ اس فتوے میں اول تا آخر جتنے جواہر زواہر ہدیۂ انظار اولی الابصار ہوئے سب حصۂ خاصۂ خامۂ فقیر ہوں کہ اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملیں۔

ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون والحمد للہ رب العٰلمین ۵ والصلوٰۃ والسلام علی اجود الاجودین سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہٖ وصحبہ اجمعین۔

یہ خدا کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر، لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ اور ساری تعریف اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور درود و سلام سخی تر لوگوں میں سب سے زیادہ جُود و سخا والے ہمارے آقا و مولا اور ان کی تمام آل و اصحاب پر۔(ت)

بالجملہ عباراتِ فقہاء صرف دو صورتوں سے متعلق ہیں: ایک بعد نماز جنازہ اسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے دُعا کرنا۔ دوسرے قبل نماز خواہ بعد نماز دعائے طویل کی خاص غرض سے امر تجہیز کو تعویق میں ڈالنا۔ ظاہراً اس صورت میں کراہت تحریمی تک ہوسکتی ہے اور صورتِ اولیٰ میں تنزیہی۔ ابھی مرقاۃ سے گزرا کہ ایہام زیادت مورثِ کراہت تنزیہ ہے ولیس، جس کا حاصل خلافِ اولیٰ یعنی بہتر نہیں، نہ یہ کہ ممنوع و ناجائز ہو۔ بعض علمائے لکھنؤ نے جو اپنے بعض رسائل میں مکروہ تنزیہی کو گناہِ صغیرہ لکھ دیا سخت ذلت کبیرہ ہے جس کے بطلان پر صدہا کلماتِ ائمہ و دلائل شرعیہ ناطق۔ فقیر غفراللہ تعالٰی نے اس قول کے رَد میں چند مختصر سطور مسمّی بہ "جُمَل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ" لکھیں۔ خیر یہ دو صورتیں تھیں جن سے کلماتِ فقہا باحث، ان کے سوا تمام صورِ دعا جن میں نہ دُعا کی غرض سے تاخیر کریں نہ بعد نماز اُس انداز پر ہو بلکہ مثلاً صفیں توڑ کر دعائے قلیل یا بوجہ خاص جنازہ میں دیر کی حالت میں دعائے طویل اصلاً مضائقہ نہیں رکھتی، نہ کلماتِ علماء میں ان کا انکار، بلکہ وہ عام ماموربہ کے تحت میں داخل اور مستحب شرعی کی فرد ہے۔ باقی کلام فتوٰیٔ اُولیٰ میں مذکور ہوا، وباللہ التوفیق، واللہ سبحانہ، وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

الحمدللہ کہ یہ مبارک جواب موضع صواب چاردہم رجب مرجب، روز جاں افروز دوشنبہ کو وقت چاشت شروع اور وقتِ عشا تمام اور بلحاظ تاریخ بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز نام ہوا۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ واکمل السلام علی سید المرسلین محمد واٰلہٖ وصحبہ اجمعین۔ اٰمین!

اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ ساری حمد خدا کے لیے جو سارے جہانوں کا مالک ہے اور بہتر درود، کامل تر سلام رسولوں کے سردار حضرت محمد اور ان کی تمام آل واصحاب پر۔ الٰہی قبول فرما!(ت)

اور اس کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھنی مکروہ ہے، نہ علی العموم۔

الجواب

قولِ زید صحیح ہے۔ عمرو کا مریضانِ معدہ میں حصر تو محض غلط، ہاں سیّدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی روایت نادرہ بعض کتب میں یوں نقل کی گئی کہ خوفِ تلوّث نہ ہو تو مسجد میں جائز۔ یہ عبارت بظاہر اُس بحثِ علامہ طحطاوی کی مؤید کہ قولِ تعلیل بہ تلوث پر ظنِ تلوث سے تقیید مناسب، شبہہ و توہم مانع نہیں۔ اس عبارت و روایتِ شاذہ پر بھی امراضِ معدہ و امعاء و رحم و زخم و ریم وغیرہا ہر مظنہ تلویث بالاتفاق داخلِ کراہت۔

حلیہ میں فرمایا:

ونقل فی الدرایۃ عن ابی یوسف روایۃ انہ لاتکرہ صلاۃ الجنازۃ فی المسجد اذا لم یخف خروج شیئ یلوث المسجد فعلٰی ھذا اذا امن ذلک لم یکرہ علی سائر الوجوہ الخ[1]

درایہ میں امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ نقل ہے کہ جب مسجد کو آلودہ کرنے والی کسی چیز کے نکلنے کا اندیشہ نہ ہو تو مسجد میں نمازِ جنازہ مکروہ نہیں۔ اس کی بنیاد پر جب اس سے اطمینان ہو تو تمام صورتوں میں کراہت نہیں الخ (ت)

حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے:

ینبغی تقیید الکراھۃ بظن التلویث فاما توھمہ او شکہ فلا تثبت بہ الکراھۃ[2]

کراہت کو آلودگی کے ظن سے مقید کرنا چاہئے اگر اس کا وہم یا شک ہو تو اس سے کراہت ثابت نہ ہوگی۔ (ت)

مگر عامہ کتبِ مذہب میں جہاں تک اس وقت نظرِ فقیر نے جولان کیا یہ روایت نوادر بھی برسبیل اطلاق و تعمیم بے تشقیق و تفصیل ماثور و منقول، جو علماء اس کے ترجیح و تصحیح و اختیار کی طرف گئے جنازہ کا مسجد میں لانا مطلقاً مکروہ بتاتے ہیں۔ معللین اُسے احتمال و توہم تلویث سے تعلیل فرماتے ہیں۔ تقیید و تخصیص حالتِ ظن کا پتا نہیں دیتے، علمائے کرام اختلافِ مشائخ کو اُس حالت سے مقید کرتے ہیں کہ جنازہ مسجد سے باہر ہو اور مطلقاً صاف تصریح فرماتے ہیں کہ جنازہ کا مسجد میں ہونا بالاتفاق مکروہ۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی ہی سے ہے۔ ت) یہاں اطلاق

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل السلطان احق بصلوتہ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۷

marfat.com

مستحب ومندوب ہے۔ اور اس سے اصلاً ممانعت نہیں۔ خود حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے قبل وبعد نماز دونوں وقت میّت کے لئے دعا فرمانا اور اس کا حکم دینا ثابت ہے، فقہائے کرام ہرگز اسے منع نہیں فرماتے، یہاں ممانعت تحریمی خواہ تنزیہی صرف دو صورتوں کے لئے ہے اور وہی عبارات مذکورہ وغیر مذکورہ فقہیہ میں علی التنوع مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ خاص دعا طویل کی غرض سے بعد نماز خواہ قبل نماز تجہیز میّت کو تعویق میں ڈالنا، مثلاً نماز ہوچکی اور کوئی حالت منتظرہ لے چلنے کے لئے باقی نہیں رہی، صرف دعا کے لئے جنازہ رکھ چھوڑیں اور درنگ وتطویل کریں یہ ممنوع ہے، اکثر عبارات اُسی طرف ناظر ہیں، دوسرے یہ کہ بعد نماز اُسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے امام ومقتدی وہیں کھڑے دُعا کریں یہ نامناسب ہے کہ نماز پر شبہہ زیادت نہ ہو۔ بعض عبارات اُسی طرف ناظر ہیں، ان کے سوا تمام صور جن میں نہ خاص دُعا کی غرض سے درنگ وتعویق کریں نہ بعد نماز اُسی انداز میں ہو بلکہ صفیں توڑ کر دعاء قلیل یا بوجہ دیگر جنازہ میں دیر کی حالت میں دعاء طویل اصلاً مضائقہ نہیں رکھتے نہ کلماتِ علما میں اس کا انکار، بلکہ وہ عام مامور بہ کے حکم میں داخل اور مستحب شرعی کا فرد ہے۔ یہ رسالہ بمبئی مطبع گلزار حسینی میں چھپ کر شائع ہوچکا۔ ان تمام مراتب کی تفصیل تام اُسی رسالہ اور اُس کے پہلے کے فتوٰی میں ملے گی۔ کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارات قنیہ وغیرہا فرمایا:

فاتحہ ودُعا برائے میّت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ، کذا فی الخلاصۃ الفقہ[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم	میت کے لئے دفن سے قبل فاتحہ ودعا درست ہے اور یہی روایت معمول بہا ہے۔ ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶ ازبنارس محلہ کندی گڑ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ ۶ جمادی الاخرہ ۱۳۱۲ھ

بخدمت لازم البرکۃ جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مداللہ فیضانہ از جانب خادم الطلبہ عبد الغفور، سلام علیک قبول باد۔ کچھ مسائل میں یہاں علماء کے درمیان اختلاف ہے لہذا مسئلہ ارسال خدمت لازم البرکۃ ہے امید ہے کہ جواب سے مطلع فرمائیں، زید کہتا ہے نمازِ جنازہ عند الحنفیہ اندر مسجد کے پڑھنی علی العموم خواہ میّت مرض ہیضہ اسہال میں مرا ہو یا دوسرے مرض میں بچند وجوہ مکروہ ہے منجملہ اس کے ایک وجہ تلویثِ مسجد ہے۔ عمرو کہتا ہے جو شخص مرض ہیضہ اسہال یا کسی مرض امراضِ معدہ کی وجہ سے مرا ہے اُس کا جنازہ مسجد میں پڑھنا البتہ موجب احتمال تلوث مسجد کا ہے

---

[1] کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰

marfat.com

اشباہ میں ہے :

منع ادخال المیت فیہ والصحیح ان المنع لصلاۃ الجنازۃ وان لم یکن المیت فیہ الا لعذر مطر ونحوہ[1]۔

مسجد میں میت کو لے جانا منع ہے اور صحیح یہ ہے کہ ممانعت نماز جنازہ کی وجہ سے ہے ، اگرچہ میت مسجد کے اندر نہ ہو ، مگر بارش وغیرہ کا عذر ہو تو رخصت ہے ۔ (ت)

بحرالرائق میں بعد بیان مذہب مختار فرمایا :

وقیل لایکرہ اذا کان المیت خارج المسجد وھو مبنی علی ان الکراھۃ لاحتمال تلویث المسجد والاول ھو الاوفق لاطلاق الحدیث کذا فی فتح القدیر[2]۔

اور کہا گیا کہ جب میت مسجد کے باہر ہو تو مکروہ نہیں ، اس قول کی بنیاد اس پر ہے کہ کراہت کا حکم آلودگیِ مسجد کے احتمال کی وجہ سے ہے ، اور پہلا قول ہی اطلاقِ حدیث کے مطابق ہے ۔ ایسا ہی فتح القدیر میں ہے ۔ (ت)

ہدایہ میں ہے :

لایصلی علی میت فی مسجد جماعۃ لقول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا اجر لہ ولانہ بنی لاداء المکتوب ولانہ یحتمل تلویث المسجد وفیما اذا کان المیت خارج المسجد اختلف المشائخ[3]۔

مسجدِ جماعت میں کسی میت کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے : جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے اجر نہیں ـــــ اور اس لئے کہ مسجد فرض نمازوں کی ادائیگی کے لئے بنی ہے ـــــ اور اس لئے کہ اس میں مسجد کی آلودگی کا احتمال ہے ۔ اور ہدایہ ہی میں ہے : جب میت مسجد کے باہر ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے ۔ (ت)

مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی سے حلیہ میں ہے :

عندنا اذا کانت الجنازۃ خارج المسجد

جب جنازہ مسجد کے باہر ہو تو ہمارے نزدیک

---

[1] الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ کراچی ۲/ ۲۳۰
[2] بحرالرائق فصل السلطان احق بصلاتہ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۸۷
[3] الہدایۃ فصل فی الصلوۃ علی المیت " المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۶۱

marfat.com

ہی اوفق واحق والصق بدلیل ہے کہ امعاء غالباً فضلات سے خالی نہیں ہوتیں اور موت مزیل استمساک وموجب استرخائے تام ہے اور جنازہ لے چلنے کی حرکت مؤید خروج، تو ہر میّت میں خوفِ تلویث موجود۔ باقی کسی خاص وجہ سے غلبۂ ظن کی کیا حاجت، ناسمجھ بچّوں کو مسجد میں لانا مطلقاً ممنوع ہُوا کہ سب میں احتمال تلویث قائم، کچھ یہ شرط نہیں کہ جس بچہ کو اسہال وغیرہ کا عارضہ لاحق ہو وہی مسجد میں نہ لایا جائے، یونہی میت بلکہ اس سے بھی زائد کما لا یخفی علی الفطن (جیسا کہ زیرک پر پوشیدہ نہیں۔ ت) پھر یہ بھی امام ثانی سے ایک روایت نادرہ ہے ظاہر الروایۃ میں ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک مسجد میں جنازہ مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ میّت بیرونِ مسجد ہو، یہی ارجح واصح ومختار وماخوذ ہے،

فان الفتوی متی اختلفت وجب المصیر الی ظاھر الروایۃ کما افادہ فی البحر والدر وغیرھما۔

اس لئے کہ جب فتوٰی میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع ضروری ہے، جیسا کہ بحر اور درمختار وغیرہما میں افادہ کیا۔ (ت)

اب عبارتِ علماء سُنئے، تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

کرھت تحریما وقیل تنزیھا فی مسجد جماعۃ ھو ای المیت فیہ وحدہ او مع القوم واختلف فی الخارجۃ عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراھۃ مطلقا خلاصۃ۔[1]

مکروہ تحریمی — اور کہا گیا کہ تنزیہی ہے مسجد جماعت میں، جس میں تنہا میّت ہو یا پڑھنے والوں کے ساتھ ہو، اور اس جنازہ کے بارے میں اختلاف ہے جو تنہا یا بعض لوگوں کے ساتھ بیرونِ مسجد ہو، اور مختار یہ ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے، خلاصہ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

مطلقا ای فی جمیع الصور المتقدمۃ کما فی الفتح عن الخلاصۃ وفی مختارات النوازل سواء کان المیت فیہ او خارجہ ھو ظاھر الروایۃ، وفی روایۃ لایکرہ اذا کان المیت خارج المسجد۔[2]

مطلقاً یعنی گزشتہ تمام صورتوں میں، جیسا کہ فتح القدیر میں خلاصہ سے منقول ہے۔ اور مختارات النوازل میں ہے کہ خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر، یہی ظاہر الروایۃ ہے — اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب میت مسجد کے باہر ہو تو مکروہ نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳
[2] ردالمحتار " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۲۵

marfat.com

کثرت تھی، نمازِ جنازہ اگر بیرونِ مسجد پڑھائی جائے گی تو نہ صفیں سیدھی ہوں گے بسبب قبروں اور درختوں کے اور نہ نمازی آسکیں بسبب زیادتی کے، اور دھوپ تکلیف دہ تھی روزہ داروں کو، اس صورت مذکورہ عذرات کو مدنظر رکھتے ہُوئے نمازِ جنازہ فرشِ مسجد پر پڑھائی جائے یا نہیں، اور ثواب ہوگا یا نہیں؟

(۲) اُس شخص کے واسطے کیا حکم ہے کہ وُہ جانتا ہے کہ تمام مسلمانوں کے عذرات مذکورہ بالا صحیح ہیں اور اندرونِ مسجد جنازہ آگیا ہے اور نمازِ جمعہ بھی ہوچکی ہے مگر وُہ جنازہ کو مسجد سے باہر کرتا ہے اور باہر کرکے نماز جنازہ پڑھاتا ہے اور جائے کی تنگی اور صفوں کی شکستگی اور روزہ داروں کے دھوپ میں کھڑے ہونے کی پروا نہ کرتے ہُوئے نمازیوں کی خواہش شرکت نماز جنازہ کو فوت کرے، کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کوئی عذر نہ ہو اور نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھ لی جائے تو نماز ہو گی یا نہیں، اور ثواب ہوگا یا نہیں؟

(۴) اگر بعد نمازِ جمعہ نمازِ جنازہ پڑھ لی جائے تو اولٰی ہے یا سنّت وغیرہ پڑھنے کے بعد نمازِ جنازہ پڑھنا اولٰی ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) جنازہ مسجد میں رکھ کر اس پر نماز مذہبِ حنفی میں مکروہ تحریمی ہے، تنویر الابصار میں ہے:

کرھت تحریما فی مسجد جماعۃ ھی فیہ واختلف فی الخارجۃ والمختار الکراھۃ۔[۱]

مسجدِ جماعت میں نمازِ جنازہ مکروہِ تحریمی ہے جبکہ جنازہ مسجد کے اندر ہو، اور اگر باہر ہے تو اس بارے میں اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ مکروہ ہے (ت)

نمازِ جنازہ بہت ہلکی اور جلد ہو جانے والی چیز ہے اتنی دیر دھوپ کی تکلیف ایسی نہیں کہ اُس کے لئے مکروہِ تحریمی گوارا کیا جائے اور مسجد کی بے حُرمتی روا رکھیں۔ رہی نماز، وہ ادا ہوجائیگی، فرض اُتر جائے گا اور مخالفت حکم کا گناہ اور نفسِ نماز کا ثواب اللہ عزوجل کے ہاتھ، جیسے کوئی مغصوب زمین میں نمازِ پنجگانہ پڑھے۔

(۲) اُس نے مذہب پر عمل کیا، جو بات مذہب میں منع تھی اُس سے روکا، نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے جو مسلمان تنگیِ جا کے سبب نہ مل سکے اور ملنے کی خواہش رکھتے تھے اور انھیں ان شاء اللہ العزیز ملنے ہی کا ثواب ہے۔ حدیث میں ہے: جو جماعت کی نیت سے مسجد کو چلا، نماز ہوچکی، اس کے لئے ثواب لکھ گیا۔

قال اللہ تعالٰی فقد وقع اجرہ علی اللہ۔[۲]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: تو اس کا اجر خدا کے ذمۂ کرم پر ثابت ہے۔ (ت)

---

[۱] دُرِمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

[۲] القرآن ۴/۱۰۰

لم یکرہ ان یصلی الناس علیها فی المسجد انما الکراھة فی ادخال الجنازة فی المسجد[1]

یہ مکروہ نہیں کہ لوگ مسجد کے اندر اس کی نماز پڑھیں۔ کراہت اسے مسجد کے اندر داخل کرنے ہی کی صورت میں ہے۔ (ت)

برجندی شرح نقایہ میں ہے:

کرھت صلٰوۃ الجنازۃ فی مسجد جماعۃ اتفاقا اذا وضعت الجنازۃ فیہ ولو وضع خارجا اختلف المشائخ فیہ وذلک لان علۃ الکراھۃ اما توھم التلوث اوکون المسجد مبینا لاداء المکتوبۃ[2] اھ ملخصا۔

مسجدِ جماعت میں جنازہ رکھ کر نمازِ جنازہ پڑھنا بالاتفاق مکروہ ہے، اور اگر جنازہ باہر رکھا ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ یہ اختلاف اس لئے ہے کہ کراہت کی علت آلودگیٔ مسجد کا احتمال ہے یا یہ کہ مسجد فرائضِ وقتیہ کی ادائیگی کے لئے بنی ہے اھ بہ تلخیص (ت)

شرنبلالیہ میں ہے:

قولہ (یعنی الغرر) کرھت فی مسجد ھو فیہ، اقول والکراھۃ ھنا باتفاق اصحابنا کما فی العنایۃ[3]۔

عبارت غرر (مسجد میں جنازہ رکھا ہو تو اس میں نمازِ جنازہ مکروہ ہے) میں کہتا ہوں یہاں کراہت پر ہمارے مشائخ کا اتفاق ہے، جیسا کہ عنایہ میں ہے۔ (ت)

عبارات یہاں بکثرت ہیں وفیما نقلناہ کفایۃ وقد ظھر بہ کل ما القینا علیک (اور جس قدر ہم نے نقل کردیا وہ کافی ہے، اور اس سے وہ ساری باتیں واضح ہوگئیں جو ہم نے بیان کیں۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۷ تا ۶۸: از فیروز آباد ضلع آگرہ محلہ کوٹلہ مرسلہ مسکین تاج محمد ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) رمضان المبارک کے الوداعی جمعہ کو جامع مسجد میں مسلمانوں کا جنازہ آیا، نمازیوں کی بہت زیادہ

---

[1] کتاب المبسوط باب غسل المیت مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۶۸

[2] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی صلٰوۃ الجنائز ؍ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۸۱

[3] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ درر الحکام باب الجنائز مطبوعہ احمد کامل الکائنہ دار السعادت بیروت ۱/ ۱۶۵

marfat.com

نماز پڑھی جاتی ہے اُس جگہ جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) اور لکڑی کا صندوق جو بمنزلہ تابوت کے ہوتا ہے اس کے اندر میّت رکھ کر صندوق بند کیا ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۳ و ۴) اور کسی ولی یا سادات یا علماء کی قبریں پختہ باندھنا اور کسی ملک سے دوسرے ملک یا شہر سے دوسرے شہر لے جاکر دفن کرنا درست ہے یا نہیں ؟

(۵) اور میّت کو لکڑی کے صندوق میں رکھ کر دفن کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۶) اور قبر میں میّت کے سینہ پر کفن کے نیچے شجرۂ پیرانِ طریقت رکھ کر دفن کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۷) اور بزرگانِ دین نے جو اپنے وصال سے قبل اپنا کفن و تابوت و قبر پختہ اندر سے صحن پختہ کرکے تیار کر رکھا ہے ایسا قبل سے ان چیزوں کو ایسی حالتوں میں تیار رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) صحنِ مسجد یقیناً مسجد ہے، فقہائے کرام اُسے مسجد صیفی یعنی گرمیوں کی اور مسقف درجہ کو مسجد شتوی یعنی جاڑوں کی مسجد کہتے ہیں۔ اور نماز جنازہ مسجد میں مطلقاً مکروہ ہے کما فی التنویر والدر وغیرھما (جیسا کہ تنویر الابصار اور درمختار وغیرہما میں ہے۔ ت) ہاں حدِ مسجد سے باہر فنائے مسجد میں جائز ہے۔

(۲) میت اگر تابوت کے اندر ہو نماز اس پر اُسی طرح جائز ہے کھولنے کی حاجت نہیں۔

(۳ و ۴) قبر جس قدر میّت سے متصل ہوتی اُس اندرونی حصہ کو پختہ کرنا ممنوع ہے اور باہر سے پختہ کرنے میں حرج نہیں، اور معظمان دینی کے لئے ایسا کرنے میں بہت مصالح شرعیہ ہیں۔ لاش کا ایک ملک سے دوسرے ملک کو لے جانا تو بڑی بات ہے دوسرے شہر کو لے جانا بھی ممنوع ہے، میل دو میل تک لیجانے میں حرج نہیں کما فی العالمگیریۃ وغیرھا (جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے۔ ت)

(۵) تابوت میں دفن کرنا مکروہ و خلافِ سنّت مگر اُس حالت میں کہ وہاں زمین بہت نرم ہو تو حفاظت کے لئے حرج نہیں کما فی الھندیۃ وغیرھا (جیسا کہ ہندیہ وغیرہا میں ہے۔ ت)

(۶) بہتر یہ ہے کہ قبر میں طاق کھود کر اس میں شجرہ رکھا جائے اور تبرکات اگر سینہ پر رکھیں تو اُس کی ممانعت بھی ثابت نہیں والتفصیل فی الحرف الحسن (اور تفصیل ہمارے رسالہ "الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن" میں ہے۔ ت)

(۷) کفن پہلے سے تیار رکھنے میں حرج نہیں اور قبر پہلے سے بنانا نہ چاہئے کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) قال اللہ تعالٰی وما تدری نفس بای ارض

marfat.com

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما لکل امرء مانوی[1]

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ت)

(۳) نماز ہوجائے گی، اور اب مخالفت کا گناہ اور زیادہ کہ محض بلاوجہ ہے، اور ثواب کا جواب اوپر گزرا۔

(۴) سنت سے فارغ ہوکر نمازِ جنازہ پڑھیں، نوافل ووظائف قطعاً بعد کو رکھیں۔ درمختار میں ہے:

فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی الفتوی علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ[2]۔

بحر میں اذان سے ذرا پہلے حلبی صاحب حلیہ سے نقل ہے کہ فتوٰی اس پر ہے کہ جنازہ سنت کے بعد ہوگا۔ (ت)

ہاں اگر جنازہ کی حالت ایسی ہو کہ دیر میں متغیر ہوجائے گا تو پہلے جنازہ پڑھیں پھر سنت وغیرہ۔ اشباہ میں ہے:

اجتمعت جنازۃ وسنۃ وقتیۃ قدمت الجنازۃ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم

جنازہ اور سنتِ وقتیہ دونوں جمع ہوں تو جنازہ مقدم ہوگا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷: از سنیا ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ بریلی کی جامع مسجد میں نبی خانہ میں نمازِ جنازہ پڑھائی جائے اور امام نبی خانہ میں ہو اور مقتدی جامع مسجد میں اور نبی خانہ میں برابر صف بندی ہو، درست ہے یا نہیں؟

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مسجد میں نہ جنازہ ہو نہ امامِ جنازہ، نہ صفِ جنازہ۔ یہ سب مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸ تا ۲۷: از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگال، مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی، مرشدی کرمانی ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) مسجد کے باہر پورب جانب جو سامنے پختہ صحن بنا ہوا رہتا ہے اکثر گرمیوں میں وہاں پر مغرب کی

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

[2] درمختار باب العیدین " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴

[3] الاشباہ والنظائر القول فی الدین " ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۱۷،۲۱۸

marfat.com

اور دوسرے قول پر صورت مذکورہ میں یہ حرج تو نہیں اس لئے کہ میت بیرونِ مسجد ہے فلا کراھۃ فی الصلوٰۃ قال فی الغنیۃ ھو المختار وذکر علیہ العمل (تو نماز میں کراہت نہیں، غنیہ میں ہے: یہی مختار رہے اور اسی پر عمل بتایا۔ ت) مگر جب کہ فرشِ مسجد چاروں طرف محیط ہے تو اُس پٹری تک جنازے کا لے جانا مسجد کے اندر ہی سے ہوگا اور یہ باتفاق حنفیہ مکروہ ہے، یہ سب اُس وقت ہے کہ وسط مسجد میں حوض خود بانیِ مسجد نے قبل مسجدیت بنایا ہو، ورنہ اگر مسجد ہوچکی اس کے بعد وسط میں یہ حوض بنوایا اگرچہ بانی نے بنایا ہو تو اُس کا بنانا حرام، اور اُس سے وضو کرنا حرام، اور نمازِ جنازہ بالاتفاق مکروہ ہے وتحقیقہ فی ما علقنا علی رد المحتار (اس کی تحقیق ہمارے حاشیۂ ردالمحتار میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۲ از بانٹوہ ملک کاٹھیاواڑ مولوی عبدالمطلب صاحب یکم شعبان ۱۳۳۶ھ

یہاں نمازِ جنازہ کے لئے جو جگہ تعمیر کی گئی شہر سے دُور فاصلہ پر ہے، بارش اور گرمی میں بڑی دقت ہوتی ہے لہذا برائے رفع تکالیف بستی کے جو پرانا صدسالہ قبرستان ہے کہ جس کے اندر اکثر قبریں منہدم ہوچکی ہیں، بسبب انہدام کے لوگ کُوڑا کرکٹ اس کے اندر ڈالتے ہیں اگر وہاں نماز جنازہ کے لئے چبوترہ بنایا جائے تو جائز ہے یا چگونہ؟

الجواب

قبور پر نماز ہرگز جائز نہیں، نہ اُن پر کوڑا کرکٹ ڈالنا جائز، بندوبست کریں، ممانعت کریں، ہاں اگر وہاں یا اُس کے قریب کوئی قطعۂ زمین ایسا ہو جہاں قبریں نہ تھیں تو وہاں نماز کی اجازت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

marfat.com

تموت[1] (اللہ تعالٰی فرماتا ہے: کوئی جان نہیں جانتی کہ اس کی موت کس زمین میں ہوگی۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۹ تا ۸۰ از ریاست کوٹہ راجپوتانہ محلہ چندگڑھ مسئولہ فضل احمد صاحب ۶ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلے ایک حصہ خام تھا اب بالکل ملحقہ مسجد کرکے سب پختہ بنادیا گیا ہے آیا یہ مسجد میں داخل ہے یا نہیں، اور یہاں نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں اور صحن مسجد ہے یا نہیں؟

(۲) خانہ کعبہ اور مسجد اقدس نبوی میں نماز جنازہ کیوں ہوتی ہے؟ اور جب کعبہ شریف میں نماز پڑھتے ہیں تو مسجد میں کیا حرج ہے؟

الجواب

(۱) یہ جگہ کہ مسجد سے خارج تھی اگر اُسے پختہ کرکے صحنِ مسجد سے ملادینا مسجد کے طور پر نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ جمعہ وعیدین میں نمازیوں کو آرام ہو تو وہ بدستور مسجد سے خارج ہے اور اس میں نمازِ جنازہ جائز ہے، اور اگر تمام مسلمانوں کی رائے سے اُسے مسجد کرلیا گیا تو اب اس میں نمازِ جنازہ جائز نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) وہاں شافعیہ کے طور پر ہوتی ہے حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۱ از بلند شہر بالائے کوٹ محلہ قاضی واڑہ مرسلہ محمد عبدالسلام صاحب ۳۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

حوض مسجد کے اندر ہے اور اس کے چاروں طرف فرش ہے اور اس کی پٹڑی پر چارپائی رکھ کر نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے، آیا یہ نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قول راجح تریہ ہے کہ نماز مذکورہ مکروہ ہے، اور ایسا کرنا منع ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

کرھت تحریما فی مسجد جماعۃ ھوای المیت فیہ واختلف فی الخارجۃ عن المسجد وحدہ اومع بعض القوم والمختار الکراھۃ مطلقا خلاصۃ[2] الخ	مسجدِ جماعت میں نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہے جبکہ جنازہ مسجد کے اندر ہو، اور اگر تنہا جنازہ یا جنازہ مع کچھ نمازیوں کے بیرونِ مسجد ہو تو اس بارے میں اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے۔ خلاصہ الخ (ت)

---

[1] القرآن ۳۱/ ۳۴

[2] درمختار باب صلوٰۃ الجنازہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۳

marfat.com

النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز ۱۳۱۵ھ

(نمازِ جنازہ کی تکرار سے روکنے والی ممانعت)

مسئلہ ۸۳ ازکٹرہ پرگنہ منورہ ڈاکخانہ اوبرہ ضلع گیا مرسلہ مولٰنا مولوی کریم رضا صاحب رجب ۱۳۱۵ھ

بملاحظہ اقدس مولٰنا صاحب راس العلماء تاج الفضلاء جامع کمالات صوریہ و معنویہ جناب مولٰنا المولوی احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ تعالٰی بالافادۃ، السلام علیکم! عرض ضروری یہ ہے مولوی محمد اسمٰعیل مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے بھانجے اور شاگرد جو ایک مدّت سے قصبہ مرسٹ میں اقامت رکھتے ہیں غیر مقلد ہیں اور بیچارے غریب مقلدین کو اپنے مذہب میں لانا چاہتے ہیں، چنانچہ فی الحال ایک رئیس کی لڑکی مرگئی تو ان کے اصرار سے دوبارہ نماز جنازہ پڑھی گئی انھوں نے علٰی رؤس الاشہاد کہہ دیا کہ تین روز تک جتنی بار جی چاہے نماز پڑھے۔ اس لئے حضور کو تکلیف دیتا ہُوں کہ جوابِ استفتاء تحریر فرمائیے کہ افحام و اسکات مخالفین ہو۔ اور ترجمہ عبارات بھی تحریر فرمائیے کہ جس مقام میں یہ فتوٰی بھیجا جائے گا وہاں کے لوگ اردو، فارسی جانتے ہیں۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ولی میّت نے ایک بار نماز جنازہ کی لوگوں کے ساتھ پڑھی پھر دُوسری بار انھی لوگوں کے ساتھ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ بامامت شخص آخر نماز جنازہ پڑھی، تو یہ تکرارِ نمازِ جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر ولی اس مسئلہ سے ناواقف ہے اور بسبب اصرار کسی عالم کے اس نے دوبارہ نماز پڑھی تو وہ گنہ گار ہوگا یا وہ عالم یا دونوں میں کوئی نہیں؟

marfat.com

فی التقریب الیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بانواع الطرق عنہ فھذا دلیل ظاہر علیہ فوجب اعتبارہ[1]۔

علماء وصلحاء اور وہ بندے ہیں جو طرح طرح سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں تو یہ تکرار کی مشروعی پر کھلی دلیل ہے پس اس کا اعتبار واجب ہوا۔

اقول حاصل کلام یہ کہ نماز جنازہ جیسی قبل دفن ویسی بعد دفن قبر پر۔ ولہذا اگر کوئی شخص بے نماز پڑھے دفن کردیا گیا تو فرض ہے اس کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھیں جب تک ظن غالب رہے کہ بدن بگڑ نہ گیا ہوگا اور نماز جنازہ ایک تو ہر مسلمان کا حق ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حق المسلم علی المسلم خمس و ذکر منہا اتباع الجنائز وسیأتی۔

مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں، ان میں نماز جنازہ کو بھی ذکر فرمایا، حدیث آگے آرہی ہے(ت)

دوسرے مقبول بندوں کی نماز میں وہ فضل ہے کہ پڑھنے والوں کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ ہم عنقریب انس بن مالک وعبداللہ بن جابر وسلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے متعدد احادیث ذکر کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "مومن صالح کو پہلا تحفہ یہ دیا جاتا ہے کہ جتنے لوگوں نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی سب بخش دئے جاتے ہیں۔ اللہ عزوجل حیا فرماتا ہے کہ اُن میں سے کسی پر عذاب کرے" اب اگر حق کا لحاظ کیجئے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق کے برابر تمام جہان میں کس کا ہوسکتا ہے، اور فضل کو دیکھئے تو افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے برابر کس مقبول پر نماز پڑھنی ہوسکتی ہے، ہاں قبر پر نماز پڑھنے سے مانع یہ ہوتا ہے کہ اتنی مدّت گزر جائے جس میں میّت کا بدن سلامت ہونا مظنون نہ رہے، اسی کو بعض روایات میں دفن کے بعد تین دن سے تقدیر کیا، اور صحیح یہ کہ کچھ مدّت معین نہیں، جب سلامت وعدمِ سلامت مشکوک ہوجائے نماز ناجائز ہوجائیگی، مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں معاذ اللہ اس کا اصلاً احتمال نہیں وہ آج بھی یقیناً ایسے ہی ہیں جیسے روزِ دفن مبارک تھے۔ وہ خود ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء[3]۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی

بیشک اللہ تعالٰی نے زمین پر حرام فرمادیا ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جسم مبارک کھانا۔

---

[1] فتح القدیر فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مطبوعہ المکتبۃ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۴

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ " دارالفکر بیروت ۲/۵۴۰

[3] سنن ابن ماجہ ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

اور نمازِ جنازہ تین روز تک جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

الحمد للہ الذی جعل الارض کفاتاً واکرم المومنین احیاءً وامواتاً والصلٰوۃ والسلام علی من عمر القلوب بصلٰوتہ ونور القلوب بصلوتہ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ واھلہٖ وحزبہٖ اجمعین اٰمین!

سب خوبیاں اللہ تعالٰی کے لئے جس نے زمین کو جمع کرنے والی بنایا، اور اہلِ ایمان کو حیات و موت دونوں حالتوں میں عزت بخشی، اور درود و سلام ہو اُن پر جنھوں نے دلوں کو اپنے تعلقات سے آباد فرمایا اور قبروں کو اپنی نماز سے روشن کیا، اور ان کی آل، ان کے اصحاب، ان کے اہل، ان کے گروہ سب پر درود و سلام۔ الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

نمازِ جنازہ کی تکرار ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک تو مطلقاً ناجائز و نامشروع ہے، مگر جب کہ اجنبی غیر احق نے بلااذن و بلامتابعت ولی پڑھ لی ہو تو ولی اعادہ کرسکتا ہے۔ امام اجل برہان الملۃ والدین ابوبکر ہدایہ میں فرماتے ہیں:

ان صلی غیر الولی والسلطان اعاد الولی ان شاء لان الحق للاولیاء وان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ لان الفرض یتادی بالاول والتنفل بھا غیر مشروع ولھذا رأینا الناس ترکوا من اٰخرھم الصلٰوۃ علی قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو الیوم کما وضع۔[1]

یعنی اگر ولی و حاکم اسلام کے سوا اور لوگ نمازِ جنازہ پڑھ لیں تو ولی کو اعادہ کا اختیار کہ حق اولیاء کا ہے اور اگر ولی پڑھ چکا تو اب کسی کو جائز نہیں کہ فرض تو پہلی نماز سے ادا ہوچکا اور یہ نماز بطور نفل پڑھنی مشروع نہیں ولہذا ہم دیکھتے ہیں کہ تمام جہان کے مسلمانوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مزار اقدس پر نماز چھوڑ دی حالانکہ حضور آج بھی ویسے ہی ہیں جیسے جس دن قبر مبارک میں رکھے گئے تھے۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

لوکان مشروعا لما اعرض الخلق کلھم من العلماء والصالحین والراغبین۔

یعنی اگر نمازِ جنازہ کی تکرار مشروع ہوتی تو مزار اقدس پر نماز پڑھنے سے تمام جہان اعراض نہ کرتا جس میں

---

[1] الہدایہ فصل فی الصلٰوۃ علی المیت مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۶۰

marfat.com

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

لایصلی علیہ لئلا یودی الی تکرار الصلوٰۃ علی میت واحد فانہ غیر مشروع[1]

اُس پر نماز نہ پڑھی جائے کہ ایک میت پر دوبار نماز نہ ہو کہ یہ نامشروع ہے۔

درر شرح غرر و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

الفرض یتادی بالاولی والتنفل بہا غیر مشروع[2]

فرض تو پہلی نماز سے ادا ہوگیا اور یہ نماز نفلی طور پر مشروع نہیں۔

درمختار و فتح اللہ المعین میں ہے:

لیس لمن صلی علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارہا غیر مشروع[3]

جو پہلے پڑھ چکا وہ ولی کے ساتھ بھی اعادہ کا اختیار نہیں رکھتا کہ اس کی تکرار غیر مشروع ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

لایعید معہ لہ حق التقدم من صلی مع غیرہ لان التنفل بہا غیر مشروع[4]

جو اور کے ساتھ پڑھ چکا صاحبِ حق کے ساتھ نہ پڑھے کہ اس نماز میں نفل مشروع نہیں۔

ایضاح و عالمگیریہ میں ہے:

لایصلی علی میت الامرۃ واحدۃ والتنفل بصلوٰۃ الجنازۃ غیر مشروع[5]

کسی میت پر ایک بار کے سوا نماز نہ پڑھی جائے اور نمازِ جنازہ نفل ادا کرنا غیر مشروع ہے۔

فتاوٰی امام قاضی خاں و ظہیریہ و شرح نقایہ برجندی و خلاصہ و والوالجیہ و تجنیس و واقعات و بحر الرائق وغیرہا میں ہے:

ان کان المصلی سلطانا او الامام الاعظم او القاضی او والی المصر او امام حیہ

یعنی اگر بادشاہِ اسلام یا امیر المؤمنین یا قاضی شرع یا اسلامی حاکم مصر یا امام الحی نماز پڑھ چکا

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۰

[2] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب الجنائز مطبوعہ احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادت بیروت ۱/۱۶۵

[3] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

[4] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل السلطان احق بصلوٰتہ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۴

[5] فتاوٰی ہندیہ الفصل فی الصلوٰۃ علی المیت مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۳

marfat.com

وابن ماجة وابن خزيمة وابن حبان والحاكم والدارقطني وابو نعيم وصححه ابن خزيمة وابن حبان والحاكم والدارقطني وابن دِحية وحسنه عبد الغني والمنذری وغيرهم۔

اسے امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، دارقطنی اور ابونعیم نے روایت کیا —— ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، دارقطنی اور ابن دِحیہ نے صحیح کہا، اور اسے عبد الغنی اور منذری وغیرہم نے حسن کہا (ت)

جب مانع مفقود اور مقتضی اس درجہ قوت سے موجود، تو اگر نمازِ جنازہ کی تکرار شرع میں جائز ہوتی تو صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک تمام جہان تمام طبقات کے تمام علماء اور اولیاء وصلحاء اور عاشقانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُس کے ترک پر اجماع کیا معنیٰ، جن میں لاکھوں بندے خدا کے وُہ گزرے اور اب بھی ہیں جنھیں دن رات یہی فکر رہتی ہے کہ جہاں تک مل سکیں وُہ طریقے بجا لائیں کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تقرب پائیں، لاجرم تیرہ سو برس کا یہ اجماع کُلی دلیل ظاہر ہے کہ تکرارِ نماز جنازہ جائز نہیں، اس لئے مجبوراً سب با فیمانده کو اس فضلِ عظیم سے محروم ہونا پڑا۔ امام اجل نسفی وافی اور اس کی شرح وافی میں فرماتے ہیں :

لم یصل غیرہ بعدہ ای ان صلی الولی لم یجز لغیرہ ان یصلی بعدہ لان حق المیت یتادی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلٰوۃ الاولٰی فلو فعلہ الفریق الثانی لکان نفلا وذا غیر مشروع کمن صلی علیہ مرۃ[1] الخ

اگر ولی نے نمازِ جنازہ پڑھ لی تو اس کے بعد دوسرے کو پڑھنا جائز نہیں، اس لئے کہ میت کا حق پہلے فریق سے ادا ہوچکا، اور پہلی نماز سے فرض ساقط ہوگیا، اب اگر کوئی دوسرا فریق ادا کرے تو یہ نفل ہوگی اور یہاں نفل مشروع نہیں، جیسے وہ جس کی ایک بار نماز پڑھی جاچکی ہو الخ (ت)

امام محمد محمد بن حلبی ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں :

قال علماؤنا اذا صلی علی المیت من لہ ولایۃ ذلک لاتشرع الصلٰوۃ علیہ ثانیا لغیرہ[2]

ہمارے علماء نے فرمایا جب میت پر صاحبِ حق نماز پڑھ چکے پھر اور کو اس پر نماز مشروع نہیں۔

---

[1] کافی شرح وافی
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

الا الولی[1]، وقایۃ، ھو لمحدث و جنب و حائض و نفساء لم یقدروا علی الماء، لخوف فوت صلٰوۃ الجنازۃ لغیر الولی[2]، اصلاح، مثلہ وقال عجزوا عن الماء[3]، نقایۃ، ما یفوت لا الی خلف کصلاۃ الجنازۃ لغیر الولی[4]، کنز، صح لخوف فوت صلٰوۃ جنازۃ[5]، تنویر، جاز لفوت[6] الخ وافی، مثل الکنز وزاد لم یکن ولیھا، غرر، جاز لمحدث وجنب وحائض عجزوا من الماء و لخوف فوت صلٰوۃ الجنازۃ لغیر الولی[7]، ملتقی، یجوز فی المصر لخوف فوت صلٰوۃ جنازۃ[8]، نور الایضاح، العذر المبیح للتیمم خوف فوت صلٰوۃ الجنازۃ[9]۔

نمازِ جنازہ کے لئے تیمم کرے گا جب فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو مگر ولی کے لئے یہ نہیں۔(۴) وقایہ: تیمم بے وضو، جنب، حائض اور نفاس والی کے لئے ہے جب انھیں پانی پر قدرت نہ ہو اور غیر ولی کو نمازِ جنازہ فوت ہونے کے اندیشہ کے وقت بھی ہے (۵) اصلاح: اس کی عبارت بھی وقایہ کے مثل ہے فرق یہ ہے کہ اس میں کہا ہے جب یہ پانی سے عاجز ہوں (۶) نقایہ: جو فوت ہو اور اس کا کوئی بدل نہ ہو، جیسے غیر ولی کے لئے نماز جنازہ (اس کے لئے تیمم روا ہے) (۷) کنز: نماز جنازہ فوت ہونے کے اندیشہ کے وقت تیمم درست ہے (۸) تنویر: نمازِ جنازہ فوت ہونے کے وقت تیمم جائز ہے۔ (۹) وافی: اس کی عبارت کنز کے مثل ہے اور یہ اضافہ ہے جب خود ولیِ جنازہ نہ ہو (۱۰) غرر: تیمم جائز ہے بے وضو، جنب اور حائض کے لئے جو پانی سے عاجز ہوں اور غیر ولی کے لئے نماز جنازہ کے فوت ہونے کے اندیشہ سے۔ (۱۱) ملتقی: نماز جنازہ کے فوت ہونے کے اندیشہ سے (۱۲) نور الایضاح: تیمم کو مباح کرنے والا عذر نمازِ جنازہ فوت ہونے کا اندیشہ ہے (ت)

[1] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۵۸
[2] وقایۃ مع شرح الوقایۃ باب التیمم " المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۹۵ تا ۹۷
[3] اصلاح
[4] نقایۃ مختصر الوقایۃ فصل التیمم " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶
[5] کنز الدقائق باب التیمم " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷
[6] درمختار شرح تنویر الابصار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴۳
[7] وافی
[8] ملتقی الابحر باب التیمم " موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۳۲
[9] نور الایضاح " مطبع علیمی لاہور ص ۱۱

marfat.com

لیس للولی ان یعید[1] — تو اب ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں۔

شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے: لایصلی علی میت الا مرۃ[2] کسی مُردے پر ایک بار سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے۔

سراج وہاج و بحر الرائق و رد المحتار و جامع الرموز و جوہرہ نیرہ و ہندیہ و مجمع الانہر وغیرہا میں ہے:

و اللفظ للبحر عن السراج ان صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ[3] — سراج وہاج سے بحر الرائق کے الفاظ ہیں کہ اگر ولی نے اس پر نماز پڑھ لی تو اس کے بعد اب کسی کو جائز نہیں کہ نماز جنازہ پڑھے۔

ان سب کتابوں میں بلفظ لم یجز، ولا یجوز تعبیر فرمایا یعنی ناجائز ہے۔ ایسا ہی عباراتِ ہدایہ سے گزرا۔ اور یہی لا یصلی و لا یعید و لیس لہ کا مفاد اور یہی غیر مشروع سے مراد، مگر اس میں صاف تصریح ہے جس سے تمام اوہام منصرف اور باقی عبارات کی بھی مراد منکشف۔ یونہی قدوری[1]، ہدایہ[2]، منیہ[3]، وقایہ[4]، نقایہ[5]، وافی[6]، کنز[7]، غرر[8]، اصلاح[9]، الملتقی[10]، تنویر[11]، نور الایضاح[12]۔ ان بارہ[12] متنوں اور ان کی غیر سب میں تصریح ہے کہ نماز جنازہ جب ایک بار ہو چکی، فوت ہو گئی۔

مختصر یجوز التیمم للصحیح المقیم اذا حضرت الجنازۃ والولی غیرہ فخاف ان اشتغل بالطہارۃ ان تفوتہ الصلٰوۃ[4]، ہدایۃ تیمم الصحیح فی المصر اذا حضرت الخ وقال بالطہارۃ مکان بالوضوء و ہو اشمل[5]، منیۃ الصحیح فی المصر تیمم لصلٰوۃ الجنازۃ اذا خاف الفوت جاز

(۱) مختصر قدوری: تندرست مقیم کے لئے تیمم جائز ہے جب جنازہ آجائے اور ولی دوسرا ہو، اندیشہ ہو کہ اگر وضو میں لگے تو نمازِ جنازہ فوت ہو جائیگی۔ (۲) ہدایہ: تندرست شہر میں تیمم کرلے جب جنازہ آجائے اور طہارت میں مشغول ہو تو فوت کا اندیشہ ہو۔ صاحبِ ہدایہ نے "وضو" کی جگہ "طہارت" کہا، یہ زیادہ جامع ہے (۳) منیہ: تندرست شہر کے اندر

---

[1] بحر الرائق — فصل السلطان احق بصلٰوتہ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۸۱

[2] جامع الرموز — فصل فی الجنازۃ — مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۸۵

[3] بحر الرائق — فصل السلطان احق بصلٰوتہ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۸۲

[4] مختصر القدوری — باب التیمم — " مطبع مجیدی کانپور ص ۱۱

[5] الہدایۃ — " — " المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۳۸

marfat.com

تھا، دوبارہ اعادۂ نماز ہمارے سب ائمۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اتفاق سے ناجائز وگناہ واقع ہوا، ایسی ناواقفی مانع گناہ نہیں کہ مسائل سے ناواقف رہنا خود گناہ ہے، اس لئے حدیث میں آیا:

ذنب العالم ذنب واحد وذنب الجاھل ذنبان قیل ولم یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم العالم یعذب علیٰ رکوبہ الذنب والجاھل یعذب علیٰ رکوبہ الذنب وترك التعلم[1] رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کا گناہ ایک گناہ اور جاہل کا گناہ دو گناہ، کسی نے عرض کی: یا رسول اللہ! کس لئے؟ فرمایا عالم پر وبال اسی کا ہے کہ گناہ کیوں کیا، اور جاہل پر ایک عذاب گناہ کا اور دوسرا نہ سیکھنے کا۔ اسے دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

عالم جس نے تاکید واصرار کرکے ان لوگوں سے نماز جنازہ کی تکرار کرائی اگر مدعی حنفیت ہے تو خود اپنے ہی مذہب کے حکم سے گنہگار رہے، اور فرقہ غیر مقلدین سے ہے تو گناہگاری درکنار بد مذہب و گمراہ ہے، اور ان دونوں صورتوں میں اس عالم پر اتنے گناہ لازم ہوئے جس قدر شمار حصار جماعت ثانیہ کا تھا، اور اس پر ایک زائد، مثلاً دوسری دفعہ اس کے اصرار سے سو آدمیوں نے نماز پڑھی تو ان میں ہر ایک پر دو دو گناہ، ایک گناہ فعل دوسرا گناہ جہل۔ اور اس عالم پر ایک سو ایک گناہ، ایک اپنا اور سو ان کے فعل کے۔ آخری یہی داعی بگناہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الیٰ ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل اثام من تبعہ لا ینقص ذلك من اثامھم شیئا[2]۔ رواہ الائمۃ الاحمد ومسلم والاربعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو کسی ضلالت کی طرف بلائے سب ماننے والوں کے برابر گناہ اس پر ہو اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہیں آئی۔ اسے امام احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

یعنی یہ نہ ہوگا کہ اس کی ترغیب کے باعث گناہ ہونے کے سبب وہ گناہ سے بچ رہیں یا اس پر صرف

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۳۶۵ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۲/ ۲۴۸

[2] جامع الترمذی ابواب العلم امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۹۲

ہدایہ و مجمع الانہر میں ہے: لانها لاتقضی فیتحقق العجز[1] (اس لئے کہ اس کی قضاء نہیں ہوتی تو عجز متحقق ہے۔ ت) کافی امام نسفی میں ہے:

صلوٰۃ الجنازۃ والعید تفوتان لا الی بدل لانهما لا تقضیان فیحقق البحر[2]	نمازِ جنازہ وعید فوت ہوں تو ان کا کوئی بدل نہیں اس لئے کہ ان کی قضا نہیں ہوتی تو عجز متحقق ہے، بحر۔ (ت)

مراقی الفلاح وبرجندی میں ہے: لانها تفوت بلاخلف[3] (اس لئے کہ جنازہ بلا بدل فوت ہوجاتا ہے۔ ت) فتاوٰی خیریہ میں ہے:

لایجوز التیمم مع وجود الماء الا فی موضع یخشی الفوات لا الی خلف کصلوٰۃ الجنازۃ[4]	پانی ہوتے ہُوئے تیمم جائز نہیں مگر ایسی جگہ جہاں بلا بدل فوت کا اندیشہ ہو جیسے نماز جنازہ۔ (ت)

عند التحقیق ان سب عبارات کا بھی وہی حاصل کہ نماز جنازہ دوبارہ پڑھنی صرف مکروہ ہی نہیں بلکہ محض ناجائز ہے۔ برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر شرح نظم الکنز للعلامۃ المقدسی پھر حاشیہ علامہ نوح آفندی پھر ردالمحتار شامی میں ہے:

مجرد الکراهة لایقتضی العجز المقتضی لجواز التیمم لانها لیست اقوی من فوات الجمعة والوقتیة مع عدم جوازه لهما[5]	محض کراہت اُس عجز کی مقتضی نہیں جو تیمم کا جواز چاہتا ہے اس لئے کہ وُہ جمعہ اور نماز وقتیہ کے فوت ہونے سے زیادہ قوی نہیں باوجودیکہ ان دونوں کے لئے تیمم جائز نہیں۔ (ت)

یہ چالیس کتابوں کی عبارتیں ہیں اور خود کثرتِ نقول کی کیا حاجت کہ مسئلہ واضح اور ظاہر اور تمام کتب مذہب متون وشرح وفتاوٰی میں دائر وسائر صورتِ مستفسرہ میں کہ خود ولی پڑھ چکا

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب التیمم مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۱

[2] کافی شرح وافی

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب التیمم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۳
شرح النقایۃ للبرجندی فصل التیمم " نولکشور لکھنؤ ۱/۴۶

[4] فتاوٰی خیریہ باب التیمم " دار المعرفۃ بیروت ۱/۵

[5] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۷

نذیر حسین رکھا، دو برس ہوئے بعض غیر مقلدین نے سفر میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء ملا کر پڑھنے پر زور دیا اور اس مسئلہ کی تقریر جو دہلوی صاحب نے معیار میں بہت چمک کر کی اس پر ناز تھا، فقیر غفر اللہ تعالیٰ سے سوال ہوا اس کے جواب میں یہ عجالہ لکھا گیا جس میں بحمد اللہ تعالیٰ مذہب حنفیہ کا احقاق و اثبات اور خلاف و مخالف کا ایہان و اسکات بعون باری روشن وجہ پر واقع ہوا کہ اس رسالہ کے سوا کہیں نہ ملے گا۔

اُس کے دیکھنے سے ان محدّث صاحب کی حدیث دانی کے جلوے کھلتے ہیں، ایک ہی مسئلہ کی بحث سے روشن ہوتا ہے کہ حضرت کو نہ احادیث پر نظر نہ اسانید سے خبر، نہ علم رجال نہ طرق استدلال۔ مفید و عبث میں تمیز درکنار، نافع و مضر میں فرق دشوار۔ مگر ائمۂ اُمّت و کبرائے ملّت پر مُنہ آنے کو تیار کذالک یطبع اللہ علٰی کل قلب متکبر جبار (خدا اسی طرح ہر متکبر زبردستی والے کے دل پر مُہر کر دیتا ہے۔ ت) بھلا اس مسئلہ میں شیخ صاحب کے لئے سلف موجود تھا کتبِ شافعیہ وغیرہ کی گداگری اجتہاد کا بھرت پورا کر لیا۔ اس مسئلہ میں یہ مدعی صاحب ایجاد بندہ بنانے کو کسی کا تیار رمال نہ پائیں گے، ظاہر ہے جو کچھ جوہر علم و عقل دکھائیں گے فضول و بے معنی کلمات کے رد میں خواہی نخواہی تضیع اوقات ہوتی ہے لہذا قصر مسافت و دفع کثافت کیلئے پہلے ہی چند ہدایتیں مناسب کہ اگرچہ بعد تنبیہ بھی اُن سے عدول ہو تو ہمارا یہی کلام اُس کا پیشگی جواب معقول ہو۔ ان مجتہد صاحب کے دعوے یہ ہیں کہ نماز جنازہ اگرچہ بروجہ کامل ہو چکی اگرچہ ولی احق ادا کر چکا ہو مگر پھر اُسے اور سب پڑھ چکنے والوں کو چاہئے کہ دوبارہ پڑھیں، اصرار نہ ہوگا مگر کسی امر ضروری یا لا اقل مستحب پر معہذا جو نماز شرعاً ماذون فیہا ہوگی کم از کم مستحبہ ہوگی کہ یہ نماز مباح محض جس کے کرنے نہ کرنے میں کسی ثواب و فضل کی اصلاً امید نہ ہو، شرعاً زنہار معہود نہیں، اور یہ تکرار تین روز تک متواتر جائز اور تین روز پر شرعاً محدود، پچھلے دعووں کے ثبوت میں جو کچھ درکار وہ خود آشکار، دلیل معتمد شرعی چاہئے جو تین روز کی اجازت دے اور اسی قدر تحدید کرے، بیچارے بے علم مسلمانوں کے سامنے جو منہ پر آئے کہہ دے آسان ہے، ثبوت دیتے حال کھلتا ہے، رہا پہلا دعوٰی اس کے لئے کوئی حدیث دکھائیں کہ حضور پر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو نماز جنازہ کئی کئی بار پڑھا کرو، یا اتنا ہی ارشاد فرمایا ہو کہ جب نماز جنازہ پڑھ لو پھر اعادہ کرو، یا اسی قدر سہی کہ پڑھنے والو! جو ولی احق کے ساتھ یا اس کے اذن سے ادا کر چکے ہو پھر اعادہ کرو تو بہتر ہے۔ یا اسی قدر کہ تمہارے لئے حرج نہیں یا نہ سہی، اتنا ہی آیا ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نماز جنازہ بار بار یا دو ہی بار پڑھا کرتے یا اس سے بھی درگزر کرے اسی قدر ثابت ہو کہ ولی احق پڑھ چکا تھا بعدہ پھر اسی نے اور دیگر پڑھ چکنے والوں یا صرف اسی نے یا صرف اور بعض مصلیوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دوبارہ پڑھی اور حضور نے منع نہ فرمایا، حضور کو خبر پہنچی اور حضور

marfat.com

اپنے ہی فعل کا گناہ ہو، بلکہ وہ سب اپنے اپنے گناہ میں گرفتار اور اُن سب کے برابر اس ترغیب دہندہ پر بار، والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔ اور اگر بالفرض شافعی المذہب بھی ہوتا تو سخت جاہل تھا کہ دوسرے مذہب والوں کو ایسے امر پر مصر ہوا جو ان کے مذہب میں تو گناہ تھا اور اس کے اپنے مذہب میں بھی مکروہ۔ امام ابو یوسف اردبیلی شافعی "کتاب الانوار لاعمال الابرار" میں فرماتے ہیں:

لا یستحب لمن صلی جماعۃ او منفردا اعادتہا جماعۃ او انفرادا بل یکرہ[1]۔

یعنی جس نے نمازِ جنازہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھ لی اُس کے لئے دوبارہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھنی پسندیدہ نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ (ت)

اور اگر کراہت نہ بھی لیجئے تو اس قدر تو ضرور کہ باجماع تمام اُمت مرحومہ کسی کے نزدیک ضروری نہ تھا۔ پھر آپ نے کس آیت و حدیث کس امام کے قول سے اختیار کیا تھا کہ غیر مذہب والوں سے باصرار ایسے امر کا ارتکاب کرائے جو اُن کے مذہب میں ناجائز اور اپنے نزدیک محض بے حاجت، شافعیہ وغیرہم بعض علماء اگرچہ اُس کے لئے جس نے ہنوز نمازِ جنازہ نہ پڑھی نماز اول ہوجانے کے بعد بھی اجازتِ نماز دیتے ہیں مگر اس مدعیِ علم کا پڑھ چکنے والوں پر یہ اصرار خصوصاً اس حالت میں کہ خود ولی اقرب بھی انھیں میں ہے اور اس کا وہ علی رؤس الاشہاد زعم واظہار کہ تین روز تک جتنی بار چاہے نماز پڑھے، جیسا کہ فاضل سائل نے اپنے خط میں ذکر فرمایا یہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اصلاً کسی مذہب کے مطابق نہیں، نہ شرع مطہر سے اس پر کوئی دلیل، اگر سچّا ہے تو اُس اصرار اور اس اظہار کی دلیل پیش کرے ورنہ اپنے جہل و سفاہت اور امرِ شرع میں بیباکی و جرأت کا مقر ہو قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین[2] (کہو اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ ت) حضرات غیر مقلدین بلکہ تمام تمام طوائف مبطلین کی عادت ہے کہ جب کچھ اپنے مفید مطلب نہیں پاتے الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبتا سوار پکڑتا ہے نری بے علاقہ باتیں، جنہیں ان کے دعوٰی سے اصلاً مس نہیں بلکہ جوشِ غضب میں مدہوش ہو کر اپنے مضر و مخالف دلیلوں سے استناد کر بیٹھتے ہیں، جیسے ان کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب دہلوی سے ان کی سب سے بڑی تالیف معیار وغیرہ میں بکثرت و بے شمار واقع ہوا، نمونہ درکار ہو تو فقیر کا رسالہ ملاحظہ ہو حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین جس کا لقب تاریخی بعض ظرفا نے حجۃ الحَین[ع] علی

ع حَین بالفتح بمعنی مرگ ۱۲ منہ (م)

---

[1] کتاب الانوار لاعمال الابرار کتاب الجنائز فصل الصلوٰۃ الجنازۃ مطبعہ جمالیہ مصر ۱/ ۱۲۳

[2] القرآن ۲۷/ ۶۴

وقد بيناه فی رسالتنا لوامع البهافی المصر للجمعۃ والاربع عقیبها۔ | اور اسے ہم نے اپنے رسالہ "لوامع البہافی المصر للجمعۃ والاربع عقیبہا" میں بیان کیا۔ (ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت تراویح اسی خیال سے ترک فرمادی کہ مداومت کئے سے فرض نہ ہوجائے[1] کما رواہ الستۃ من زید بن ثابت والشیخان عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جیسا کہ اسے اصحاب ستہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) نے حضرت زید بن ثابت سے اور شیخین (بخاری ومسلم) نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ ت)

اگر کہے نماز میں نفسِ وقوع ہی فرضیت بتادے گا کہ یہ نماز شرع میں فرض ہی ہو کر معہود ہوئی ہے نفلی طور پر اصلاً مشروع نہیں **اقول** اب راہ پر آگئے اسی لئے تو ائمہ کرام اس کی تکرار کو نامشروع فرماتے ہیں کہ شرع مطہر میں یہ نماز بروجہ تنفل نہیں اور اس کی فرضیت بالاجماع بسبیل الکفایہ ہے، اور فرض کفایہ جب بعض نے ادا کرلیا ادا ہوگیا، اب جو پڑھے گا نفل ہی ہوگا۔ اور اس میں تنفل مشروع نہیں۔

ثانیاً ثبوت دیجئے کہ اُس واقعہ میں صلاۃ بمعنی ارکانِ مخصوصہ تھی، صلاۃ علیٰ فلاں بمعنی دعا نصوص شرعیہ میں شائع وذائع ہے۔

قال تعالیٰ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلاتک سکن لھم[2]۔ | اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی! مسلمانوں کے مال سے زکوٰۃ تحصیل فرماکر اس کے سبب تو ان کو پاک اور ستھرا کرے اور ان پر صلاۃ کر، بیشک تیری صلاۃ اُن کے لئے چین ہے۔

اسی آیت کے حکم سے جب لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس زکوٰۃ حاضر کرتے حضور ان کے حق میں دُعا فرماتے:

اللھم صل علیٰ فلان[3] کما رواہ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ وغیرھم عن عبداللہ بن | اے اللہ! فلاں پر رحمت نازل فرما۔ جیسا کہ اسے امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی

---

[1] صحیح البخاری باب فضل من قام رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۹
صحیح مسلم الترغیب فی قیام رمضان " " " ۱/۲۵۹
[2] القرآن ۹/۱۰۳
[3] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ ۱/۲۰۳ وکتاب الدعوات ۲/۹۳۷ قدیمی کتب خانہ کراچی

marfat.com

نے جائز رکھا۔ یہ سات صورتیں ثبوت کی ہیں جن میں چار پہلے ثبوت قولی اور پانچویں فعلی اور دو باقی تقریری۔ ان میں جس ملکی سے ملکی، آسمان سے آسان صورت پر قدرت پاؤ پیش کرو اور جب جان لو کہ سب راہیں بند ہیں تو پھر شرع مطہر پر افترا یا اقل درجہ احکام اللہ میں بیباکی و اجترا کا اقرار کرنے سے چارہ نہیں مسلمان ان مجتہد صاحب سے بے ثبوت لئے نہ مانیں، اگر ساتوں وجہ سے عاجز پائیں تو آپ دریافت کر دیکھیں کہ حدیث سنن دارمی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار[1] — جو تم میں فتوٰی دینے پر زیادہ جری ہے آتشِ دوزخ پر زیادہ جرأت رکھتا ہے۔

اس میں آپ حضرات تو داخل نہیں؟ اگر بحکم آنکہ ع

وقتِ ضرورت چو نماند گریز

(ضرورت پر بھاگنے کے سوا چارہ نہیں۔ ت)

مجبوراً یہ کسی واقعہ حال کا دامن پکڑ لے تو اتنا یاد رہے کہ واقعۃ عین لاعموم لھا، وقائعِ خاصہ احکام عامہ نہیں ہوتے، وُہ ہر گونہ احتمال کے محل ہوتے ہیں۔

اوّلاً آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ پہلے اس جنازہ پر صلوٰۃ ہو چکی تھی، مجرد استبعاد کہ بھلا صحابہ اس وقت نہ پڑھتے۔

اقول وباللہ التوفیق یہ کافی نہ ہوگا کہ نمازِ جنازہ ہمیشہ سے فرض نہ تھی۔ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازہ مقدسہ پر اس لئے نماز نہ ہُوئی کہ اُس وقت تک اس کی فرضیت ہی نہ تھی، تو ایک تو بہ سندِ صحیح یہ ثابت کیجئے کہ یہ کب، کس سال، کس ماہ میں اس کی فرضیت اُتری۔ مجرد حکایات بے سند مسموع نہ ہوں گی کہ آپ مجتہد ہو کر قیل وقال کی تقلید نہیں کر سکتے، پھر بدلیل صریح یہ مبرہن کیجئے کہ یہ واقعہ عین بعد فرضیت ہی تھا، مجرد وقوع صلوٰۃ مفید فرضیت نہ ہوگا۔ شرع میں اس کی نظائر موجود کہ بعض افعال بلکہ خاص نماز کا قبل فرضیت وقوع ہُوا بعد کو فرضیت اُتری، جیسے اسعد بن زرارہ وغیرہ انصار کرام اہلِ مدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قبل فرضیتِ جمعہ جمعہ پڑھنا،

کمارواہ عبدالرزاق ومن طریقہ عبد بن حمید فی تفسیرہ بسند صحیح — جیسا کہ اسے عبدالرزاق نے اور ان ہی کے طریق سے عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں بسندِ صحیح روایت کیا۔

---

[1] سنن الدارمی باب الفتیا وما فیہ من الشدۃ نشر السنۃ ملتان ۱/۵۳

والمسلمین ویرحم اللہ المستقد مین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون[1]

کہوں، حضور نے دعاءِ زیارتِ قبور تعلیم فرمائی السلام علی اھل الدار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقد مین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔

یہ تو خود حدیثِ بخاری ومسلم وابی داؤد والنسائی عن عقبۃ بن عامر ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرج یوماً فصلی علی اھل احد صلوٰتہ علی المیت[2] (حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک دن اُحد تشریف لے جا کر اہلِ اُحد پر صلوٰۃ پڑھی جیسے میت پر صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے۔ت) میں بھی علماء نے صلوٰۃ بمعنی دُعا لی۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے:

زاد ای البخاری فی غزوۃ احد من طریق حیوٰۃ بن شریح عن یزید بعد ثمان سنین والمراد انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دعاء لھم بدعاء صلوٰۃ المیت ولیس المراد صلوٰۃ المیت المعھودۃ کقولہ تعالٰی وصل علیھم الاجماع یدل لہ لانہ لا یصلی علیہ عندنا وعند ابی حنیفۃ المخالف لا یصلی علی القبر بعد ثلثۃ الایام[3]۔

امام بخاری نے غزوۂ اُحد کے بیان میں بطریق حَیوٰۃ بن شریح عن یزید "آٹھ سال بعد" کا اضافہ کیا، یعنی اہلِ اُحد کے لئے صلوٰۃ مذکور کا واقعہ ان کی شہادت کے آٹھ سال بعد کا ہے — اور صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے وہی دعا کی جو نمازِ میت میں ہوتی ہے، معروف نمازِ جنازہ مراد نہیں۔ جیسے ارشادِ باری تعالٰی "صل علیھم" کا معنی ہے ان کے لئے دعا کرو۔ اس مراد کی دلیل اجماع ہے اس لئے کہ ہمارے نزدیک شہید کی نمازِ جنازہ نہیں، اور امام ابوحنیفہ جو اس بارے میں ہمارے مخالف ہیں ان کے نزدیک تین دن کے بعد قبر پر نمازِ جنازہ نہیں۔ (ت)

پھر امام نووی شرح مہذب پھر امام سیوطی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں:

قال اصحابنا وغیرھم ان المراد من

ہمارے علماء اور دیگر حضرات نے فرمایا کہ یہاں

---

[1] سنن النسائی کتاب الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۸۷

[2] " " ۱/۲۷۷

[3] ارشاد الساری شرح البخاری باب الصلوٰۃ علی الشہید دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۲۰

ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما ۔ — رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

اسی طرح آیۂ کریمہ:

ان اللہ وملٰئکتہ یصلّون علی النبی یایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما[1] — بیشک خدا اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود پڑھو اور خوب خوب سلام بھیجو۔ (ت)

اللھم صل وسلم و بارك علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ وکل منتم الیہ۔ — اے اللہ! ان پر درود و سلام اور برکت نازل فرما اور ان کی آل و اصحاب پر اور ان سے ہر نسبت و تعلق رکھنے والے پر بھی۔ (ت)

کریمہ ھو الذی یصلی علیکم وملٰئکتہ[2] (وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے۔ ت)
کریمہ ومن الاعراب من یؤمن باللہ والیوم الاٰخر ویتخذ ماینفق قربات عند اللہ وصلوات الرسول[3] (اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دُعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں۔ ت) وغیرہ میں صلٰوۃ بمعنی دُعا ہے، علماء نے حدیث مؤطائے امام مالک و سُنن نسائی عن ام المومنین الصدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

انی بعثت الی اھل البقیع لاصلّ علیھم[4] — میں اہلِ بقیع کی طرف بھیجا گیا کہ ان پر صلٰوۃ کروں۔

صلٰوۃ کو بمعنی استغفار و دُعا لیا۔ **اقول** بلکہ سُنن نسائی کی دوسری روایت میں ہے:

ان جبریل اتانی (فذکر الحدیث قال) فامرنی ان اٰتی البقیع فاستغفر لھم قلت لہ کیف اقول یارسول اللہ قال قولی السلام علی اھل الدار من المؤمنین — یعنی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جبریل میرے پاس آئے مجھے حکم فرمایا کہ بقیع جا کر اہلِ بقیع کے لئے دعائے مغفرت کروں، ام المومنین فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کس طرح

---

[1] القرآن ۳۳/ ۵۶
[2] القرآن ۳۳/ ۴۳
[3] القرآن ۹/ ۹۹
[4] سنن النسائی کتاب الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۸۷

عليه الرجال ثم النساء ثم الصبيان[1]

اور اللہ کا قول پُورا ہوا۔ الٰہی! تُو ہم کو ان پر اتاری ہُوئی کتاب کے پیروؤں سے کر اور اُن کے بعد بھی اُن کے دین پر قائم رکھ اور روزِ قیامت ہمیں ان سے ملا۔ مولا علی یہ دعا کرتے اور حاضرین آمین کہتے، یہاں تک کہ اُن پر مردوں پھر عورتوں پھر لڑکوں نے صلوٰۃ کی، صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ت)

اور یہی ظاہر اس حدیث کا ہے جو ابن سعد و بیہقی نے محمد بن ابراہیم تیمی مدنی سے روایت کی:

لما كفن رسول الله صلى الله عليه وسلم ووضع على سريره دخل ابوبكر وعمر فقالا السلام عليك ايها النبي ورحمته وبركاته ومعهما نفر من المهاجرين والانصار قدر ما يسع البيت فسلموا كما سلم ابوبكر وعمر وهما في الصف الاول حيال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم انا اشهد ان قد بلغ ما انزل اليه ونصح لامته وجاهد في سبيل الله حتى اعز الله دينه وتمت كلماته فاومن به وحده لاشريك له فاجعلنا يا الٰهنا ممن يتبع القول الذي انزل معه واجمع بيننا وبينه حتى تعرفه وتعرفه بنا فانه كان بالمؤمنين رءوفا رحيما لا نبتغي بالايمان بدلا ولا نشتري به ثمنا ابدا فيقول الناس اٰمين اٰمين ثم يخرجون ويدخل عليه اٰخرون حتى صلوا عليه الرجال ثم النساء ثم الصبيان[2]

یعنی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفن دے کر سریر مبارک پر آرام دیا صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حاضر ہو کر عرض کی: سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی مہر اور اس کی افزونیاں، اور دونوں حضرات کے ساتھ ایک گروہ مہاجرین اور انصار کا تھا جس قدر اس حجرۂ پاک میں سماجاتا اُن سب نے یُوں ہی سلام عرض کیا اور صدیق و فاروق پہلی صف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے یہ دُعا کرتے: الٰہی! میں گواہی دیتا ہُوں کہ جو کچھ تُو نے اپنے نبی پر اتارا حضور نے امت کو پہنچایا اور اس کی خیر خواہی میں رہے اور راہِ خدا میں جہاد فرمایا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غلبہ دیا اور اللہ کی باتیں پُوری ہُوئیں، تو ایک اللہ پر ایمان لایا گیا اُس کا کوئی شریک نہیں تو اے معبود ہمارے! ہمیں ان کی کتاب کے پیروؤں میں کر جو اُن کے ساتھ اُتری اور ہمیں اُن سے ملا کہ ہم انھیں پہچانیں اور تُو ہماری پہچان انھیں کرا دے کہ وہ مسلمانوں پر رحم دل تھے۔ ہم نہ ایمان کسی چیز سے

[1] الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۲/ ۲۹۱

[2] " " " " " " " " ۲/ ۲۹۰

marfat.com

الصّلوٰة ههنا الدعاء وقوله صلوته على
الميّت اى دعاء لهم كدعاء صلوٰة الميت
وليس المراد صلاة الجنازة المعروفة
بالاجماع اھ[1] مختصرا۔

صلوٰۃ سے مراد دُعا ہے اور صلوٰتہ علی المیت
کا معنی یہ ہے کہ جیسے نمازِ میت میں دُعا ہوتی ہے
وہی دُعا ان کے لئے کی، اور معروف نمازِ جنازہ
بالاجماع مراد نہیں اھ مختصراً (ت)

اسی طرح وصالِ اقدس کے بعد حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو صلوٰۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ادا کی ایک جماعتِ علماء اسے بھی بمعنی درود و دُعا لیتی ہے، اور حدیثِ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے یہی ظاہر:

اخرج ابن سعد عن عبد الله بن محمد
بن عبد الله بن عمر بن علی ابن ابی طالب
عن ابیه عن جدّه عن علی رضی الله عنه
قال لما وضع رسول الله صلی الله علیه
وسلم علی السریر قال لا یقوم علیه احد
هو امامکم حیًّا ومیتًا فکان یدخل الناس
رسلًا رسلا فیصلون علیه صفا صفا
لیس لهم امام ویکبرون وعلی قائم
بحیال رسول الله صلی الله علیه وسلم
یقول السلام علیك ایها النبی ورحمة الله
وبرکاته اللهم انا نشهد ان قد بلغ ما
انزل الیه ونصح لامته وجاهد فی
سبیل الله حتی اعز الله دینه وتمّت
کلمته اللهم فاجعلنا ممن تبع ما انزل
الیه وثبتنا بعده واجمع بیننا وبینه
فیقول الناس امین امین حتی صلی

ابن سعد نے عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن عمر بن علی بن
ابی طالب سے تخریج کی کہ انھوں نے اپنے والد سے
بواسطہ اپنے دادا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا
یعنی جب حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم کو غسل دے کر سریرِ منیر پر لٹایا حضرت
مولا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے کوئی امام بن کر نہ کھڑا ہو کہ وہ
تمہارے امام ہیں اپنی زندگی دنیاوی میں اور بعد
وصال بھی۔ پس لوگ گروہ در گروہ اور پرے کے پرے
حضور پر صلوٰۃ کرتے کوئی ان کا امام نہ تھا۔ علی کرم اللہ
وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے
عرض کرتے تھے: سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی
رحمت اور اس کی برکتیں۔ الٰہی! ہم گواہی دیتے ہیں
کہ حضور نے پہنچا دیا جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا اور ہر بات
میں اپنی اُمت کی بھلائی کی اور راہِ خدا میں جہاد فرمایا
یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اپنے دین کو غالب کیا

---

[1] شرح المہذب للنووی فرع فی مذاہب العلماء فی غسل الشہید الخ المکتبۃ السلفیہ مدینہ منورہ ۱۲۹۵/۵

ظاهر هذا ان المراد بالصلوٰة عليه صلی الله عليه وسلم ما ذهب اليه جماعة ان من خصائصه انه لم يصل عليه اصلا وانما كان الناس يدخلون فيدعون ويفترقون، قال الباجي ولهذا وجه وهو انه افضل من كل شهيد والشهيد يغنيه فضله عن الصلوٰة عليه وانما فارق الشهيد في الغسل لانه حذر من غسله ازالة الدم عنه، وهو مطلوب بقائه لطيبه ولانه عنوان بشهادته في الآخرة وليس على النبي صلی الله تعالٰی عليه وسلم ما يكره ازالته عنه فافترقا انتهی ای ما افاد الامام ابو الوليد۔

ثم نقل عنه جوابا ان المقصود من الصلوٰة عليه صلی الله عليه وسلم عود التشريف على المسلمين مع ان الكامل يقبل زيادة التكميل۔

ثم اثر عن القاضي عياض تصحيح ان الصلوٰة كانت هي المعروفة لا مجرد الدعاء فقط اھ[1]

اس کا ظاہر یہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صلوٰۃ سے مراد وہی ہے جو ایک جماعت کا مذہب ہے کہ حضور اقدس کے خصائص سے ہے کہ ان کی نمازِ جنازہ بالکل نہ پڑھی گئی، بس یہ ہوا کہ لوگ داخل ہوتے اور دعا کرکے جُدا ہوجاتے ــــ باجی نے فرمایا: اس کی ایک وجہ ہے، وہ یہ کہ سرکار ہر شہید سے افضل ہیں اور شہید کو اس قدر فضیلت حاصل ہے کہ اس کی نمازِ جنازہ کی ضرورت نہیں۔

رہا یہ کہ غسل کے بارے میں سرکار کا معاملہ شہید سے الگ رہا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ شہید کو غسل اس لئے نہیں دیا جاتا کہ اس پر جو خون لگا ہے وہ زائل ہوجائے گا جبکہ اس کی پاکیزگی کے باعث اس کا باقی رہنا مطلوب ہے ــــ اور اس لئے بھی کہ آخرت میں وہ اس کی شہادت کا نشان ہوگا ــــ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم پر ایسی کوئی چیز نہیں جسے زائل کرنا پسندیدہ نہ ہو ــــ اس لئے یہ حکم الگ الگ ــــ امام ابو الولید باجی کا افادہ ختم ہوا۔

پھر اس کا جواب نقل کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو شرف حاصل ہو ــــ دوسرے یہ کہ کامل مزید تکمیل کے قابل ہوتا ہے۔

پھر امام قاضی عیاض سے اس کی تصحیح نقل کی کہ وہ صلوٰۃ یہی معروف نمازِ جنازہ تھی محض دعا نہ تھی۔

[1] شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک ۱۴۹ باب ما جاء فی دفن المیت المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۲/ ۶۶

بدلنا چاہیں نہ اس کے عوض کچھ قیمت لینا ۔ لوگ اس دُعا پر آمین آمین کہتے، پھر باہر جاتے اور دوسرے آتے یہاں تک کہ مردوں، پھر عورتوں، پھر بچوں نے حضور پر صلوٰۃ کی۔ (ت)

بزار و حاکم و ابن سعد و ابن منیع و بیہقی اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا غسلتمونی وکفنتمونی علی سریری ثم اخرجوا عنی فان اول من یصلی علی جبرئیل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنودہ من الملئکۃ باجمعھم ثم ادخلوا علی فوجا فصلوا علی وسلموا تسلیما[1]

جب میرے غسل وکفن مبارک سے فارغ ہو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ، سب میں پہلے جبریل مجھ پر صلوٰۃ کریں گے پھر میکائیل، پھر اسرافیل پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ، پھر گروہ گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود و سلام عرض کرتے جاؤ۔

امام جلال الدین سیوطی خصائص کبرٰی میں فرماتے ہیں:

قال البیھقی تفرد بہ سلام الطویل عن عبد الملک بن عبد الرحمٰن وتعقبہ ابن حجر فی المطالب العالیۃ بان ابن منیع اخرجہ من طریق مسلمۃ بن صالح عن عبد الملک بہ فھذہ متابعۃ السلام الطویل واخرجہ البزار من وجہ اٰخر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ[2]

بیہقی نے کہا: عبد الملک بن عبد الرحمٰن سے اس کی روایت میں سلام طویل متفرد ہیں۔ اس پر علامہ ابن حجر نے "مطالب عالیہ" میں تعاقب فرمایا کہ اسے ابن منیع نے بطریق مسلمہ بن صالح، عبد الملک سے اسی سند سے روایت کیا ہے تو یہ سلام طویل کی متابعت ہوگئی اور اسے بزار نے ایک اور طریق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اس حدیث سے بھی ظاہر کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے جنازہ اقدس کی نسبت اسی قدر تعلیم فرمائی کہ گروہ گروہ حاضر ہو کر درود و سلام پڑھتے جانا۔ شرح موطائے امام مالک للعلامۃ الزرقانی میں بعد ذکر حدیث مذکور امیر المومنین علی سے ہے:

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب المغازی دار الفکر بیروت ۳/ ۶۰

[2] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوٰۃ علیہ افراداً الخ دار الکتب الحدیثیہ مصر ۲/ ۳۹۵

marfat.com

ان یغفر لمن صلی علیہ[1] ورواہ عبد بن حمید والبزار والبیہقی فی شعب الایمان عنہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ ان اول مایجازی بہ المؤمن بعد موتہ ان یغفر لجمیع من تبع جنازتہ[2] ورواہ ابن ابی الدنیا فی ذکر الموت والخطیب عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ ان اوّل تحفۃ المؤمن ان یغفر لمن خرج فی جنازتہ[3] وروی الدیلمی فی مسند الفردوس عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا مات الرجل من اھل الجنۃ استحی اللہ عزوجل ان یعذب من حملہ ومن تبعہ ومن صلی علیہ[4] وروی ابوبکر بن ابی شیبۃ وابو الشیخ وابن حبان فی کتاب الثواب عن سلمان الفارسی

داخل ہوتا ہے تو اس کو سب سے پہلا تحفہ یہ دیا جاتا ہے کہ اس کی نماز پڑھنے والوں کی مغفرت کردی جاتی ہے — اور اسے عبد بن حمید، بزار، اور شعب الایمان میں بیہقی نے ان ہی (حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما) کی روایت سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ: مومن کو بعد موت سب سے پہلا صلہ یہ دیا جاتا ہے کہ اس کے جنازہ کے پیچھے چلنے والے سب لوگوں کو بخش دیا جاتا ہے — اور ابن ابی الدنیا نے ذکر موت میں اور خطیب نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی روایت سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ: مومن کا سب سے پہلا تحفہ یہ ہے کہ جو لوگ اس کے جنازہ میں نکلے ان کی مغفرت کردی جاتی ہے — اور دیلمی نے مسند الفردوس میں انہی (جابر بن عبد اللہ) کی روایت سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب اہل جنت کا کوئی شخص انتقال کرتا ہے تو اللہ عزوجل حیا فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو عذاب دے جو اس کا جنازہ لے کر چلے اور جو اس کے پیچھے چلے اور جنھوں نے اس کی نماز پڑھی — اور ابوبکر بن ابی شیبہ، ابو الشیخ اور ابن حبان نے کتاب الثواب میں بروایت سلمان

---

[1] کنز العمال بحوالہ الدارقطنی فی الافراد حدیث ۴۲۳۵۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/۵۹۵

[2] شعب الایمان باب فی الصلٰوۃ علی من مات حدیث ۹۲۵۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/۷

[3] تاریخ بغداد ترجمہ نمبر ۲۷۶۸ محمد بن راشد البغدادی دار الکتاب العربی بیروت ۵/۲۷۴

[4] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۱۰۸ دار الباز مکۃ المکرمہ ۱/۲۸۲

اقول اما الجواب فلا يمس ماينحو اليه ابو الوليد فانه لايدعى احالته الصلوة المعروفة عليه صلى الله تعالى عليه وسلم وانها لا وجه لها حتى يثبت جوازها ويذكر توجيها وانما يقول ان لتركها وجها ان وقع وهو كذلك ولا ينافيه ان لفعلها ايضا وجها او وجوها۔

ان ماذكر المجيب متمش فى الشهيد ايضا والكلام على مذهب من يقول لايصلى عليه اما قبول الزيادة فبديهى واما انتفاع المسلمين فكذلك وقد روى الامام الترمذى محمد بن على عن انس رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اول تحفة المومن ان يغفر لمن صلى عليه[1] ورواه الدارقطنى فى الافراد عن ابن عباس رضى الله عنهما عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم بلفظ اول مايتحف به المؤمن اذا دخل قبره

اقول امام ابو الولید کا جو مطمحِ نظر ہے اس سے جواب کو مس نہیں، اس لئے کہ وہ اس کے مدعی نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ محال ہے، اور اس کی ادائیگی کوئی وجہ نہیں رکھتی، کہ جواباً اس کا جواز ثابت کیا جائے اور اس کی کوئی وجہ ظاہر کی جائے ـــ وہ تو صرف یہ فرمارہے ہیں کہ اگر سرکار کی نماز نہیں پڑھی گئی تو اس کی ایک وجہ ہے ـــ اور وہ اس طرح ہے ـــ اب اگر ادائے نماز کی بھی ایک وجہ یا چند وجہیں ہیں تو یہ ان کے بیان کے منافی نہیں۔

اور مجیب نے جو ذکر کیا ہے وہ شہید کے بارے میں بھی کہا جاسکتا ہے ـــ یہ کلام ان لوگوں کے مذہب پر ہوگا جو شہید کی نمازِ جنازہ کے قائل نہیں ـــ شہید کا زیادتی کمال کے قابل ہونا تو بدیہی ہے ـــ رہا مسلمانوں کا فائدہ پانا تو وہ بھی ایسا ہی ہے ـــ امام ترمذی محمد بن علی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مومن کا سب سے پہلا تحفہ یہ ہے کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی مغفرت کردی جاتی ہے ـــ اور اسے دارقطنی نے افراد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ: مومن جب قبر میں

---

[1] نوادر الاصول الاصل الرابع والخمسون دار صادر بیروت ص ۸۷

لم یصل علیہ احد بعد کما سنذکر الجزم بہ عن الامام شمس الائمۃ السرخسی رحمۃ اللہ علیہ۔

اس کے بعد کسی نے حضور کی نماز جنازہ نہ پڑھی — جیسا کہ امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ سے اس پر جزم ہم آگے نقل کریں گے۔

ثالثاً ثبوت دینا ہوگا کہ پہلی نماز ولی احق نے خود پڑھی تھی پھر اعادہ کی قطع نظر اس سے کہ جب نماز اوّل نہ ولی احق نے خود پڑھی، نہ اس کے اذن سے ہوئی تو اُسے ہمارے نزدیک بھی اعادہ کا اختیار رہے۔ ان مجتہد صاحب کا وہ حکم واصرار صحیح ٹھہرنا خاص اسی صورت کے ثبوت پر موقوف کہ یہاں واقعہ یہی تھا۔

اقول وباللہ التوفیق زمانۂ اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں تمام مسلمین کے ولی احق واقدم خود حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم[1] (نبی مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں۔ ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اولٰی بالمؤمنین من انفسھم[2] رواہ احمد والشیخان والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔

میں مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں۔ اسے امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا (ت)

توجو نماز قبل اطلاع حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور لوگ پڑھ لیں پھر اگر حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعادہ فرمائیں تو یہ وہی صُورت ہے کہ نمازِ اول غیر ولی احق نے پڑھی، ولی احق اختیارِ اعادہ رکھتا ہے اسے ان مجتہد صاحب کی صورت سے کچھ علاقہ نہ ہوگا خصوصاً جب کہ پہلے سے ارشاد فرمایا ہو کہ فلاں مریض جب انتقال کرے ہمیں خبر دینا کہ آخر یہ ارشاد اسی لئے تھا کہ خود نماز پڑھنے کا قصد تھا تو اگر اوروں کا پڑھنا ثابت ہو تو صرف بے اذنِ ولی نہیں بلکہ خلاف اذنِ ولی ہوگا، اگرچہ اُن کا اطلاع نہ دینا بمقتضائے ادب ومحبت ہو جیسا کہ سکینہ سوداء خادمہ مسجد اُم محجن رضی اللہ تعالٰی عنہا کے معاملہ میں واقع ہُوا۔ مؤطائے امام مالک وغیرہ میں حدیث ابی امامہ اسعد بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے، جب وہ بیمار ہوئیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذا ماتت فاذنونی[3] جب اس کا انتقال ہو مجھے خبر کردینا (ان کا جنازہ شب کو تیار ہوا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] القرآن ۳۳/۶

[2] صحیح البخاری کتاب الکفالۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۸

[3] موطا امام مالک التکبیر علی الجنائز میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۰۸

marfat.com

رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اول ما یبشر بہ المومن ان یقال ابشر ولی اللہ برضاہ والجنۃ قدمت خیر مقدم قد غفر اللہ لمن تبعک واستجاب لمن استغفر لک وقبل من شہد لک [1]

فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ: سب سے پہلے مومن کو جو بشارت دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس سے کہا جاتا ہے اے خدا کے ولی! تجھے اس کی خوشنودی کا مژدہ ہو، جنت تیرے خیر مقدم کو تیار ہے اور اللہ نے تیرے جنازے کے ساتھ چلنے والوں کی مغفرت فرمادی اور تیرے لئے استغفار کرنے والوں کی دعا قبول کی اور تیرے لئے شہادت دینے والوں کو قبول فرمایا۔

واما تصحیح عیاض **فاقول** لاتمسک فیہ للمخالف المدعی للاجتھاد وکیف یجوز لہ ان یقلد عیاضا وھو لایقلد من یقلدہ عیاض اعنی الامام مالک ولا من ھو اکبر منہ اعنی الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

رہی قاضی عیاض کی تصحیح، تو میں کہتا ہوں اس میں مخالف مدعی اجتہاد کے لئے کوئی جائے تمسک نہیں، اس کے لئے قاضی عیاض کی تقلید کیسے روا ہوگی جب کہ وہ ان کی بھی تقلید نہیں کرتا جن کے قاضی عیاض مقلد ہیں یعنی امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نہ ان کی جو ان سے بھی بزرگ ہیں یعنی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ثم حسبنا فی قبول التصحیح ان نقول نعم صلی علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوۃ الجنازۃ مرۃ وذلک حین تمت البیعۃ علی ید الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحت ولایتہ اما قبل ذلک فما کان الناس الا یدعون وینصرفون ثم اذ اصلی الصدیق

پھر ہمارے لئے قبول تصحیح کے معاملے میں یہ کہنا کافی ہے کہ ہاں ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی گئی —— وہ اس وقت جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت تمام ہوئی اور ان کی ولایت صحیح ہوگئی۔ اس سے قبل صرف یہ تھا کہ لوگ آکر دعا کرتے اور لوٹ جاتے۔ پھر جب حضرت صدیق نے نماز ادا کی تو

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب حدیث ۴۲۳۵۵ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۵/۵۹۶

اقول وباللہ التوفیق ابن حبان اپنی صحیح اور حاکم مستدرک میں حضرت یزید بن ثابت انصاری برادرِ اکبر زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ہیں:

قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما وردنا البقیع اذا ھو بقبر فسأل عنہ فقالوا فلانۃ فعرفھا فقال الا اذنتمونی بھا قالوا کنت قائلا صائما قال فلا تفعلوا لاعرفن مامات منکم میت ماکنت بین اظھرکم الا اذنتمونی بہ فان صلاتی علیہ رحمۃ۔[1]

یعنی ہم ہمراہِ رکابِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر چلے جب بقیع پر پہنچے ایک قبر تازہ نظر آئی حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا، لوگوں نے عرض کی: فلاں عورت۔ حضور نے انھیں پہچانا، فرمایا: مجھے کیوں نہ خبر کی؟ عرض کی: حضور دوپہر کو آرام فرماتے تھے اور حضور کا روزہ تھا۔ فرمایا: تو ایسا نہ کرو جب تم میں کوئی مسلمان مرے مجھے خبر کردیا کرو کہ اُس پر میرا نماز پڑھنا رحمت ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ واقعہ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کا غیر ہے، وہاں یہ تھا کہ اندھیری رات تھی ہمیں گوارا نہ ہُوا کہ حضور کو جگائیں، یہاں یہ ہے کہ دوپہر کا وقت تھا حضور آرام فرما تھے حضور کو روزہ تھا اور دونوں حدیثوں میں وہی ارشاد اقدس ہے کہ ایسا نہ کرو ہمیں اطلاع دیا کرو۔ اب خواہ یوں ہو کہ ایک واقعہ کے حضار اور تھے اور دوسرے واقعہ کے لوگوں کو اس حکم کی خبر نہ تھی، خواہ یُوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس امر کو ارشادی محض، بہ نظر رحمت تامہ حضور رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم خیال کیا، نہ ایجابی۔ لہذا جہاں تکلیف کا خیال ہُوا ادب و آرام کو مقدم رکھا، بہرحال ایسے وقائع اُن سب وجوہ مذکورہ کے مورد ہیں۔ ایک بار کے فرمان سے کہ خبر دے دیا کرو، باقی بار کا بعد اطلاع اقدس ہونا ثابت نہیں ہوسکتا، کما لایخفی۔

لاجرم طبرانی نے حصین بن وحوح انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

ان طلحۃ بن البراء مرض، فاتاہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعودہ فقال انی لااری طلحۃ الا قد حدث فیہ الموت فاذنونی بہ وعجلوا فلم یبلغ النبی

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور یہ فرما گئے کہ اب اُن کا وقت آیا معلوم ہوتا ہے، مجھے خبر کر دینا اور تجہیز میں جلدی کرنا۔ حضور اقدس

---

[1] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان حدیث ۳۰۸۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۵

نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جگانا خلافِ ادب جانا (ابن ابی شیبہ کی روایت موصولہ میں حدیث سہل بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے) یہ بھی خوف ہُوا کہ رات اندھیری ہے زمین میں ہر طرح کے کیڑے ہوتے ہیں اس وقت حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تشریف لے جانا مناسب نہیں، قال فدفنھا[1] یہ خیال کر کے دفن کر دیا) صبح حضور کو خبر ہُوئی، فرمایا: الم امرکم ان تؤذنونی بھا کیا میں نے تمھیں حکم نہ دیا تھا کہ مجھے اس کی خبر کر دینا۔ عرض کی: یارسول اللہ کرھنا ان نخرجك لیلا او نوقظك[2] یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے دلوں کو گوارا نہ ہُوا کہ رات میں حضور کو باہر آنے کی تکلیف دیں یا حضور کو خوابِ راحت سے جگائیں (کہ حضور کا خواب بھی تو وحی ہے کیا معلوم کہ اس وقت حضور خواب میں کیا دیکھتے سنتے ہوں) صحیح بخاری شریف میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے: فحقروا شانھا[3] ———— صحیح مسلم میں انہی سے ہے: وکانھم صغروا امرھا[4] یعنی یہ خیال کیا کہ وہ کیا اس قابل تھی کہ اس کے جنازہ کے لئے حضور کو جگا کر اندھیری رات میں باہر لے جائیں۔

مسندِ امام احمد میں حدیث عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فلا تفعلوا ادعونی لجنائزکم[5]۔ ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں کے لئے بلایا کرو۔

سنن ابن ماجہ میں حدیث زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے حضور نے فرمایا:

فلا تفعلوا لا اعرفن مامات منکم میت ماکنت بین اظھرکم الا اٰذنتمونی بہ فان صلاتی لہ رحمۃ[6]۔ ایسا کبھی نہ کرنا جب تک میں تم میں تشریف رکھوں جو شخص مرے مجھے ضرور خبر دینا کہ میری نماز اس کے حق میں رحمت ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

[1] المصنف لابن ابی شیبہ	کتاب الجنائز	ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی	۳/۳۶۱
التمہید لابن عبدالبر	الصلوٰۃ علی القبر رویت علی ستۃ وجوہ	المکتبۃ القدوسیہ لاہور	۶/۲۶۳
[2] مؤطا الامام مالک	التکبیر علی الجنائز	میر محمد کتب خانہ کراچی	ص ۲۰۸
[3] صحیح البخاری	کتاب الجنائز	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۱۷۸
[4] صحیح مسلم	"	نور محمد اصح المطابع کراچی	۱/۳۱۰
[5] مسند امام احمد بن حنبل	حدیث عامر بن ربیعہ	دار الفکر بیروت	۳/۴۴۴
[6] سنن ابن ماجہ	باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی القبر	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۱۱۱
التمہید لابن عبدالبر	اباحۃ الصلوٰۃ علی قبر الخ	المکتبۃ القدوسیہ لاہور	۶/۲۶۲

marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابت سے کرے گا۔ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعطیت الشفاعة[1] رواہ البخاری و مسلم والنسائی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فی حدیث اعطیت خمسا لم یعطھن احد من الانبیاء قبلی[2]

شفاعت مجھے عطا فرمادی گئی ہے۔ اسے بخاری، مسلم اور نسائی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ اس حدیث میں کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کے انبیاء کو نہ ملیں۔

حضور شافع شفیع صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کان یوم القیٰمة کنت امام النبیین و خطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر[3] رواہ احمد والترمذی وابن ماجة و الحاکم باسانید صحیحة عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

روزِ قیامت تمام انبیاء کا امام اور اُن کا خطیب اور اُن کی شفاعت کا مالک ہُوں اور یہ بات کچھ براہِ فخر نہیں فرماتا۔ اسے امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح سندوں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

توجو شفاعت بے اذن والا کوئی کرے وُہ فضولی کا تصرف ہے کہ اذنِ مالک پر موقوف رہے گا۔ مالک اگر جائز کر دے جائز ہو جائے گا اور اگر آپ ابتدائے تصرف کرے تو باطل،

فان البات اذا طرء علی موقوف ابطلہ کما نص علیہ الفقہاء فی غیر ما مسئلہ۔

اس لئے کہ قطعیت والا جب کسی موقوف پر طاری ہو تو اسے باطل کر دیتا ہے جیسا کہ فقہاء نے متعدد مسائل میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ (ت)

مثلاً عمرو ملکِ زید بے اذنِ زید بیع کردے، زید خبر پاکر روا رکھے روا ہے اور اگر خود از سرِ نو عقد بیع کرے تو ظاہر ہوگا کہ عقدِ فضولی پر قناعت نہ کی اب عقد یہی عقدِ مالک ہوگا نہ عقدِ فضولی۔ تو صورتِ مذکورہ میں جب میّت پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود نماز پڑھیں۔ یہ اعادہ نماز نہ ہوگا، بلکہ نمازِ اوّل یہی قرار پانی چاہئے۔ بحمد اللہ تعالٰی یہی معنٰی ہیں ہمارے بعض ائمہ کے فرمانے کے کہ نمازِ جنازہ کا فرض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بے حضور کے پڑھے ساقط نہ ہوتا تھا یعنی حضور خود پڑھیں یا دوسروں کو اذن دیں،

---

[1] صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجدا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۲

[2]

[3] جامع الترمذی ابواب الجنائز امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۲۲

صلی اللہ علیہ وسلم بنی سالم بن عوف حتی توفی، وکان قال لاھلہ لما دخل اللیل اذا مت فادفنونی ولا تدعوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانی اخاف علیہ الیھود ان یصاب بسببی فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین اصبح ملخصا الحدیث۔[1]

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محلہ بنی سالم تک نہ پہنچے تھے کہ اُن کا انتقال ہوگیا اور انھوں نے رات آنے پر اپنے گھر والوں کو وصیت کردی تھی کہ جب میں مروں تو مجھے دفن کردینا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بلانا، رات کا وقت ہے مجھے یہود سے اندیشہ ہے مبادا حضور کو میرے سبب سے کوئی تکلیف پہنچے۔ ان کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا، صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ وباللہ التوفیق۔

ثم **اقول** وباللہ استعین (پھر میں اللہ تعالٰی کی مدد سے کہتا ہوں۔ت) حقیقتِ ولایت سے قطع نظر کرکے یہاں ایک لطیف تر تقریر ہے کہ فیضِ قدیر سے قلبِ فقیر پر فائز ہوئی، نمازِ جنازہ شفاعت ہے کما صرحت بہ الاحادیث (جیسا کہ احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ت) احمد ومسلم وابوداؤد وابن ماجہ کی حدیث میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من رجل مسلم یموت فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلا لایشرکون باللہ شیئا الا شفعھم اللہ فیہ۔[2]

جس مسلمان کے جنازے پر چالیس مسلمان نماز میں کھڑے ہوں اللہ تعالٰی اس کے حق میں اُن کی شفاعت قبول فرمائے۔

احمد ومسلم ونسائی نے ام المومنین وانس بن مالک رضی اللہ عنہما اور ترمذی نے صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من میت تصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون مائۃ کلھم یشفعون لہ الا شفعوا فیہ۔[3]

جس میّت پر سَو مسلمان نمازِ جنازہ میں شفیع ہوں اُن کی شفاعت اُس کے حق میں قبول ہو

اور مالکِ شفاعت صرف حضور شفیع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور جو کوئی شفاعت کرے حضور

---

[1] المعجم الکبیر حصین بن وحوح انصاری حدیث ۳۵۵۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/۲۸

[2] صحیح مسلم کتاب الجنائز نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۰۸

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

marfat.com

اقول بنظرِ ارشادِ مذکور کہ ہمیں خبر کر دینا، اور اطلاع واقع نہ ہُوئی، شرع سے اس کے لئے ایک اور نظیر مل گئی، مسجدِ محلہ میں اہلِ محلہ جب جماعت صحیحہ غیر مکروہہ باعلانِ اذان ادا کر چکیں تو دوسروں کو باعادۂ اذان وہاں جماعت کی اجازت نہیں، اور اگر پہلی جماعت بے اذان یا باخفائے اذان واقع ہُوئی تو انھیں روا ہے کہ اذان بروجہِ مسنون دے کر محراب میں جماعت قائم کریں کہ جب وُہ جماعت برخلاف حکم سنّت تھی تو اب یہ اعادۂ جماعت نہیں بلکہ یہی جماعتِ اولیٰ ہے کما بیّناہ فی رسالتنا القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے رسالہ "القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ" میں بیان کیا ہے۔ ت) یہی وجہ یہاں ہے ان تقریراتِ نفیسہ سے بحمد اللہ تعالیٰ حدیثِ سکینہ اور اس کی نظائر کی بحث کا تصفیہ تمام ہوگیا اور نہ صرف ان مجتہد صاحب کے اختراع بلکہ تمسکِ شافعیہ کا بھی جواب تمام،

وبہ ظہر ان لو ثبت ان الذین صلوا من قبل ان کانوا ھم المصطفین خلف المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن فیہ ماینکر بہ علی شیئ من مذھبنا ولاحاجۃ بنا الی الجواب الذی اوردہ العلامۃ القسطلانی فی ارشاد الساری وارتضاہ المولی علی القاری فی المرقاۃ وذکرہ الفاضل الزرقانی فی شرح الموطا ان صلوۃ غیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وقعت تبعا لہ صلی اللہ علیہ وسلم وبہ انحلت بحمد اللہ تعالٰی عقدۃ استصعبھا المحقق حیث اطلق فی الفتح واللہ سبحانہ ولی التوفیق والفتح والحمد للہ رب العٰلمین۔

اور اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اگر یہ بھی ثابت ہو جائے کہ جو لوگ جنازہ پہلے ادا کر چکے تھے وہی بعد کو سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے صف بستہ تھے تو اس میں کوئی ایسی بات نہ ہوگی جو ہمارے مذہب پر گرد اعتراض بٹھا سکے ــــ اور ہمیں اس جواب کی ضرورت نہیں جو علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری میں ذکر کیا اور مولانا علی قاری نے مرقات میں اسے پسند کیا اور فاضل زرقانی نے شرح مؤطا میں اسے بیان کیا کہ "دوسرے حضرات کی نماز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تبعیت میں تھی" ــــ اور اسی سے بحمد اللہ تعالےٰ ایک اور عقدہ حل ہوگیا جسے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں دشوار قرار دیا ہے۔ اور خدائے پاک ہی توفیق اور کشف کا مالک ہے، اور ساری خوبیاں اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔ (ت)

كما فعل فى الغال وكان يفعله اولاً فى من مات مديوناً ولم يترك وفاء۔

جیسا کہ مالِ غنیمت کے اندر خیانت کرنے والے کے ساتھ کیا پہلے اُس مدیون کے ساتھ ایسا کرتے تھے جو ادائے دین کے لئے کچھ چھوڑ نہ جائے (ت)

اور اگر بے اطلاع حضور پُرنور لوگ خود پڑھ لیں، تو وُہ شفاعت بے اذن مالک ہے کافی و مسقط فرض نہیں۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

رأيت السيوطى ذكر فى انموذج اللبيب[1] انه ذكر بعض الحنفية ان فى عهده عليه الصلٰوة والسلام لا يسقط فرض الجنازة الا بصلاته فيؤل الىٰ ان صلاة الجنازة فى حقه فرض عين وفى حق غيره فرض كفاية والله ولى الهداية۔

میں نے دیکھا کہ امام سیوطی نے انموذج اللبیب میں لکھا ہے کہ بعض حنفیہ نے بیان کیا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہدِ پاک میں فرضِ جنازہ حضور کی نماز کے بغیر ساقط نہ ہوتا — تو اس کا مآل یہ ہوگا کہ نمازِ جنازہ حضور کے حق میں فرضِ عین اور دوسرے کے حق میں فرض کفایہ ہو — اور خدا ہی ہدایت کا مالک ہے (ت)

اقول لا يؤل اليه وكيف وقد ثبت ما ذكرنا من امر الغال والمديون ولم يقل القائل ان فرض الجنازة كان لا يسقط عنه الا بصلاته صلى الله عليه وسلم ولو اراد هذا لكان تقييده بعهده صلى الله عليه وسلم عبثاً مستغنى عنه انما المعنى ما قررنا ان الفرض لم يكن يسقط عن احد فى عهده ما لم يصل او ياذن لكونه هو مالك الشفاعة صلى الله عليه وسلم۔

اقول یہ مآل نہ ہوگا، یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ وُہ جو ہم نے خائن اور مدیون کا معاملہ ذکر کیا وُہ ثابت ہے — اُس قائل نے یہ نہیں کہا کہ حضور سے بغیر نمازِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرض ساقط نہ ہوتا، اگر اس کا مقصد یہ ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہدِ مبارک کی قید لگانے کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی، مقصود وہ ہے جو ہم نے بیان کیا کہ سرکار کے عہدِ مبارک میں کسی سے یہ فرض ساقط نہ ہوتا جب تک حضور خود نہ پڑھیں یا دوسرے کو اذن نہ دیں اس لئے کہ شفاعت کے مالک وہی ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المشی بالجنازۃ والصلوٰۃ علیہا مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/۵۰

الحق لہ ولیس لغیرہ ولایۃ اسقاط وھو تاویل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان الحق لہ قال اللہ تعالیٰ النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم وھکذا تاویل فعل الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم فان ابابکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان مشغولا بتسویۃ الامور وتسکین الفتنۃ فکانوا یصلون علیہ قبل حضورہ وکان الحق لہ لانہ ھو الخلیفۃ فلما فرغ صلی علیہ ثم لم یصل احد بعدہ علیہ[1] اھ **اقول** وبما قررنا ظھر لک سقوط ماوقع ھھنا فی المنحۃ فافھم وتثبت وللہ المنۃ۔

ساقط کرنے کا اختیار نہیں ــــ یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل کی تاویل ہے کیونکہ حق سرکار کا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نبی مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں ــــ اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فعل کی تاویل ہے اس لئے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاملات درست کرنے اور فتنہ فرو کرنے میں لگے ہوئے تھے تو ان کی آمد سے پہلے لوگ صلوٰۃ پڑھتے جاتے اور حق صدیق کا تھا کیونکہ خلیفہ وہی ہوئے تو جب فارغ ہوئے سرکار کی نمازِ جنازہ پڑھی پھر کسی نے حضور کی نماز نہ پڑھی ــــ **اقول** ہماری تقریر سے وُہ اعتراض ساقط ہوگیا جو یہاں منحۃ الخالق میں ہے۔ تو اسے سمجھو اور ثابت قدم رہو۔ اور احسان خدا ہی کا ہے (ت)

رابعًا ثبوت ہو کہ دوبارہ نماز پڑھنے والے خود وہی لوگ ہیں جو اول پڑھ چکے تھے کہ نئے لوگوں کا پڑھنا اگرچہ ولی احق کے بعد خلافیہ حنفیہ وشافعیہ ہو ان مجتہد صاحب کے مذہب وفتوٰی کا مصحح نہیں ہوسکتا کہ انھوں نے تو پڑھ چکنے والوں کو دوبارہ پڑھوائی۔

خامسًا ہر تقدیر پر ضرور ہے کہ جو حدیث ہو صحیح فقہی ہو۔ مجرد صحت حدیثی اثبات حکم کے لئے بس نہیں ہوتی، مجتہد صاحب اگر علم رکھتے ہوں گے صحت حدیثی وصحتِ فقہی کا فرق جانتے ہوں گے، ورنہ فقیر کا رسالہ الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی ملقب بہ لقب تاریخی "اعز النکات بجواب سوال ارکات" جس کا سوال مقام ارکات سے آیا اور اس کے جواب میں لکھا گیا تھا ملاحظہ فرمائیں، نہ مثل حدیث تعدد الصلوٰۃ علی سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کہ:

اولًا حدیث صحیح بخاری شریف کے صریح خلاف جس میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری شاہد ومشاہد مشہد اُحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:

---

[1] منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحر الرائق فصل السلطان احق بصلوٰتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۸۲

marfat.com

تنبیہ: **اقول** و باللہ التوفیق ولایتِ میّت یا بذریعہ وراثت ملتی ہے ولہذا جو وراثت میں مقدم، ولایت میں اقدم یا بطور نیابت ولی احق و والی مطلق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے یعنی خلافتِ امام و سلطنتِ اسلام معنی اول حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کوئی ولی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا نورث ما ترکناہ صدقۃ[1]۔ رواہ احمد والبخاری و مسلم و ابوداؤد والنسائی عن ابی بکر صدیق و ابوداؤد عن ام المؤمنین و نحوہ عن الزبیر و احمد و الشیخان و ابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

ہمارا کوئی وارث نہ ہوگا ہم جو کچھ چھوڑیں گے صدقہ ہے۔ اسے امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوبکر صدیق سے روایت کیا اور ابوداؤد نے ام المومنین سے، اور اسی کے ہم معنی حضرت زبیر سے روایت کیا۔ اور امام احمد، بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ سے بھی روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

حدیثِ اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں ہے:

فاذامت فھو الٰی ولی الامر من بعدی[2]

جب میں انتقال فرماؤں تو میرے ترکے کا اختیار اُسے ہے جو میرے بعد ولیِ امر و خلیفہ ہوگا۔

رہی ولایتِ خلافت وہ ہنوز کسی کو نہ تھی، یہاں تک کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہُوئی، اگر یہی مانئے کہ جنازۂ اقدس پر نماز ہُوئی تو وُہ غیر والی احق سے بے اذن ولی احق تھی، ہاں یہ ثابت کیا جائے کہ صدیق اکبر نے بعد خلافت نماز ادا کی اور پھر اعادہ کی گئی، مگر حاشا اس کا ثبوت کہاں — الحمد للہ اس تقریر کے بعد فقیر غفر اللہ تعالٰی نے مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی سے پایا کہ بعینہٖ اسی جواب کی طرف اشارہ فرمایا۔ منحۃ الخالق میں مبسوط سے ہے:

لا تعاد الصلٰوۃ علی المیت الا ان یکون الولی ھو الذی حضر، فان

نمازِ جنازہ دوبارہ نہیں مگر یہ کہ ولی ہی بعد میں آیا تو اسے حق ہے اور دوسرے کو اس کا حق

---

[1] صحیح مسلم شریف | کتاب الجہاد | باب حکم الفیئ | نور محمد اصح المطابع کراچی | ۲/۹۱
سُنن ابوداؤد | کتاب الخراج والفیئ | آفتاب عالم پریس، لاہور | ۲/۶۰

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

شہداء پر نعشیں بدل کر نمازیں ہُوا کیں اور نعش مبارک سید الشہداء رضی اللہ عنہم بدستور رکھی رہی، مجرد نہ اٹھایا جانا مستلزم اعادہ صلوٰۃ نہیں کہ یہ امر نیت حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم پر موقوف اور نیت غیبت ہے اور غیبت پر اطلاع نہیں، ممکن کہ اُن کی نعش ہر بار کے برکات نازلہ میں شمول کے لئے رکھی گئی ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی جگہ رویت کا مبلغ صرف صورتِ ظاہرۃ تک ہے، نہ معنی باطن تک، اور مطلب مستدل کا ثبوت اُسی معنی باطن پر موقوف، اور اس پر دلیل نہیں تو استدلال راساً ساقط۔ ہاں اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خود اپنی زبان مبارک سے ایسا بیان فرماتے تو احتجاج صحیح تھا واذ لیس فلیس (اور جب وُہ نہیں تو یہ بھی نہیں۔ ت)

سادساً ذرا یہ بھی ملحوظ رہے کہ وہ محل محتمل اختصاص نہ ہو خصوصاً جہاں خصوص پر قرینہ قریبہ قائم ہو، جیسے حدیثِ خادمۂ مسجد رضی اللہ عنہا وغیرہا جن کی قبر پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز پڑھ کر وجہ خود ارشاد فرمائی:

ان ھذہ القبور مملوۃ علی اھلھا ظلمۃ و انی انورھا بصلوتی علیھم[1] صلی اللہ علیہ وسلم قدر نورہ وجمالہ وجودہ ونوالہ علیہ وعلی اٰلہ اجمعین رواہ مسلم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ واصل الحدیث متفق علیہ۔

بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر اندھیرے سے بھری ہیں اور بیشک میں اپنی نماز سے انھیں روشن کر دیتا ہُوں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالٰی ان پر درود وسلام نازل فرمائے ان کے نور وجمال اور جود ونوال کے اندازے سے اور ان کی آل واصحاب سب پر۔ یہ حدیث مسلم اور ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ اور اصل حدیث بخاری ومسلم کی متفق علیہ ہے۔ (ت)

زید بن ثابت و یزید بن ثابت رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں گزرا کہ بے میری اطلاع کے دفن نہ کر دیا کرو کہ میری نماز اس کے حق میں رحمت ہے۔

اقول خود نظرِ ایمانی گواہ ہے کہ کروڑوں صلحاء و اتقیاء کسی جنازہ کی نماز پڑھیں مگر وہ بات کہاں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پڑھنے میں ہے، وُہ برکات وہ درجات ومثوبات دوسرے کی نماز میں حاصل ہی نہیں ہوسکتیں، اور حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم بہ نص قطعی قرآن عظیم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم[2] ہیں کہ ہر مسلمان کی کلفت اُن پر گراں، ایک ایک امتی کی بھلائی پہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز نور محمد اصح المطابع کراچی ۳۱۰/۱

[2] القرآن ۹/ ۱۲۸

امربدفنهم بدمائهم ولم یغسلوا ولم یصلوا علیہم[1] ورواہ ایضا احمد بسند جید والترمذی وصححہ والنسائی وابن ماجۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن شہدائے کرام کو ویسے ہی خون آلود دفن کرنے کا حکم فرمایا اور انھیں غسل نہ دیا گیا، نہ ان کی نماز ہوئی۔ اسے احمد نے سند جید کے ساتھ روایت کیا۔ ترمذی نے روایت کرکے صحیح قرار دیا۔ نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (ت)

مجتہدینِ زمانہ کے مسلک کے بالکل خلاف ہے کہ حدیث صحیح بخاری کے رَد کے لئے ادھر کی روایات پر عمل حلال جانیں۔

ثانیاً اُس کی خود حالت یہ کہ اس کی کوئی سند مسند مقال سے خالی نہیں اور متن بشدت مضطرب اگر اس کی تفصیل کیجئے ایک رسالہ مستقل ہوتا ہے، مجتہد صاحب کو ہوس ہوئی تو لعونہ تعالٰی تسکین کافی کی جائے گی وباللہ التوفیق لاجرم۔

ان مجتہدین تازہ کے بزرگوار ابنِ تیمیہ کے جدِ امجد نے منتقی میں کہا:

قد رویت الصلوٰۃ علیہم باسانید لاتثبت[2]

شہدائے اُحد کی نماز ہونا ایسی سندوں سے مروی ہے جو ثابت نہیں۔ (ت)

ہاں تو ایک اثر مرسل ابوداؤد نے مراسیل میں بسند ثقات ابومالک غفاری تابعی سے روایت کیا:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی علٰی قتلٰی اُحد عشرۃ عشرۃ فی کل عشرۃ حمزۃ رضی اللہ عنہ حتی صلی علیہ سبعین صلٰوۃ۔[3]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شہدائے اُحد پر دس دس آدمی کرکے نماز پڑھی، ہر دس میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہوتے، یہاں تک کہ ان پر ستّر بار نماز پڑھی۔ (ت)

یہ ایک تو مرسل، اور مرسل ان صاحبوں کے نزدیک مہمل، اور دوسرے فی نفسہٖ مشکل۔ شہدائے اُحد رضی اللہ عنہم ستّر تھے جب دس دس پر نماز ہوئی سات نمازیں ہوں گی ستّر کیونکر!

ثمّ اقول وباللہ التوفیق بعد تسلیم صحتِ حدیث غایت درجہ جو ثابت ہوگا وہ اس قدر کہ

---

[1] صحیح البخاری باب الصّلوٰۃ علی الشہید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۹

[2] منتقی الاخبار مع نیل الاوطار ترک الصّلوٰۃ علی الشہید مصطفی البابی مصر ۴/۴۸

[3] السنن الکبرٰی کتاب الجنائز باب من زعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلّی علٰی احد الخ دار صادر بیروت ۴/۱۲

marfat.com

اجابۃ الدعوۃ وتشمیت العاطس[1]۔ رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ۔

پیچھے ہونا (۴) دعوت قبول کرنا (۵) چھینک پر تحمید کا جواب دینا۔ اسے بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

عام مومنین کا حق ایسا ہونا آسان کہ حضار سے بعض نے ادا کردیا ادا ہوگیا مگر مولائے نعمت ہر دو جہان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حق عظیم کہ بعد حضرت حق عزوجل اعظم حقوق ہے، اگر تمام حضار پر لازم عین ہو کیا مستبعد، معہذا اعظم مقاصد مہمہ سے ہر مسلمان حاضر کا بالذات اس شرف اجل واعظم سے مشرف ہونا ہے۔ ہم اوپر متعدد احادیث بیان کرچکے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندۂ مقبول کو بعد وفات پہلا تحفہ جو بارگاہِ عزت سے ملتا ہے یہ ہے کہ جتنے لوگ اس کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں اللہ عزوجل سب کی مغفرت فرمادیتا ہے[2]، نہ کہ نبی کا جنازہ نہ کہ سیدالانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کا، اس کے فضل کی مقدار کون قیاس کرسکتا ہے! شریعت محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ مسلمانان کے لئے خیرِ محض ونفعِ خاص لے کر آئی ہے نہ کہ معاذاللہ انھیں ایسے فضلِ عظیم سے محروم کرنا تو حکمتِ شرعیہ اسی کی مقتضی تھی کہ یہاں اجازتِ عامہ دی جائے۔ حجرۂ اقدس میں جگہ کتنی اور حضار تیس ھزار، کما ورد فی حدیث (جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے۔ ت)، اب اگر یہ حکم ہوتا کہ اول بار جو پڑھ لیں پڑھ لیں تو ہزارہا صحابہ کی محرومی، دوسرے اس پر تنافس شدید واقع ہونا مظنون بلکہ یقینی، جب معلوم ہوتا کہ یہاں بھی مثلِ تمام جنائز ایک ہی بار کی اجازت ملے گی تو ہر ایک یہ چاہتا کہ میں ہی پڑھ لوں، لہذا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم عظیم وجُودِ عمیم مقتضی ہوا کہ اپنے معاملہ میں خود فوج فوج حاضری کی وصیت فرمادی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہی سرِ جلیل جنازہ اقدس پر جنازہ نہ ہونے کی بھی ایک حکمتِ نفیسہ ہے تاکہ تمام حضار بالذات بلاواسطہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شرفیاب ہوں۔ امام اجل سُہیلی یہاں امامت نہ ہونے کی وجہ فرماتے ہیں:

اخبر اللہ انہ وملئکتہ یصلون علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وامر کل واحد من المومنین ان یصلی علیہ فوجب علی کل واحد ان یباشر

یعنی اللہ عزوجل نے خبر دی کہ وہ اور اس کے سب فرشتے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اور ہر مسلمان پر حکم فرمایا کہ ان پر درود بھیجے صلی اللہ علیہ وسلم وعلٰی آلہ وبارک وسلم، تو ہر شخص پر واجب ہوا

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۶

[2] نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الاصل الرابع والخمسون الخ دار صادر بیروت ص ۸۰

حریص، ہر مومن پر نہایت نرم دل مہربان ۔ وُہ کیونکر گوارا فرمائیں کہ دُنیا میں اُن کے تشریف رکھتے ہُوئے مسلمان سخت منزل کا سفر کرے اور اُن کی رحمت اُن کی برکت کا توشہ اُس کے ساتھ نہ ہو اوروں کی نماز اُن کی نماز سے کیا مانع ہوسکتی ہے تو اس فعل کا وجہ خاص ہی سے ناشئی ہونا ظاہر ولامع، وزید وعمر کا مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قیاس باطل وضائع ۔ شرح موطائے امام مالک میں ہے :

والدلیل علی الخصوصیۃ ما زاد مسلم (فذکرہ قال) وھذا لایتحقق فی غیرہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

خصوصیت کی دلیل وُہ ہے جو مسلم نے مزید روایت کیا (اس کے بعد حدیث مذکور بیان کی پھر کہا) اور یہ بات حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے میں متحقق نہیں ۔ (ت)

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں علامہ ابن ملک سے ہے :

صلاتہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لتنویر القبر وذا لایوجد فی صلٰوۃ غیرہ۔[2]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نماز قبر کو روشن کرنے کے لئے تھی اور یہ بات دوسرے کی نماز میں نہیں ۔ (ت)

اقول اس سے زائد محل خصوص خصوص واقعہ سید اہل خصائص ہے صلی اللہ علیہ وسلم ۔ وہاں تو ان معاملات میں بہت باتیں خصوصیات سے واقع ہُوئیں ۔ نعش مبارک کا مقابر کی طرف نہ لے جانا، جہاں رُوحِ اقدس نے رفیقِ اعلٰی کی طرف رجوع فرمایا خاص اسی جگہ دفن ہونا، نہلانے میں قمیصِ مقدس بدنِ اقدس سے نہ جُدا کیا جانا، سب صحابہ کے مشرف ہولینے کے لئے جنازہ مبارک کا پونے دو دن رکھا رہنا، جنازہ اقدس پر کسی کی امامت روا نہ ہونا اُنھیں خصوصیات میں، یہ بھی سہی، خصوصاً جبکہ حدیث میں وارد ہے کہ یہ صورت حسب وصیّتِ اقدس واقع ہوئی کما قدمنا من حدیث عبداللہ رضی اللہ عنہ (جیسا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے ہم اس کو پیش کر چکے ۔ ت) نمازِ جنازہ مسلمان کا حق مسلمان پر ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

حق المسلم علی المسلم خمس ردّ السلام وعیادۃ المریض واتباع الجنازۃ و

مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں : (۱) سلام کا جواب دینا (۲) بیمار کی عیادت کرنا (۳) جنازے کے

---

[1] شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک التکبیر علی الجنائز التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲ /۶۰

[2] مرقاۃ شرح مشکوۃ باب المشی بالجنازہ والصلوۃ علیہا مکتبہ امدادیہ ملتان ۴ /۵۱

marfat.com

کہ حدیث سے اس کو ہم پیش کر آئے۔ ت) اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہ کون ہے جو اللہ کے یہاں شفاعت کرے مگر اس کے اذن سے۔ اور اذن اللہ عزوجل کا قرآن عظیم سے ثابت ہو یا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اذن قولی یا فعلی یا تقریری سے، اور صورتِ مذکورہ کا اذن کہیں ثابت نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان (جو دعوٰی کرے دلیل اس کے ذمّہ۔ ت) لاجرم ان مجتہد صاحب نے بے ثبوت اذنِ الٰہی بارگاہِ عزت میں شفاعت پر جرأت و بیباکی کی اور اپنے ساتھ اور مسلمان کو بھی اس بلا میں ڈالا اور من ذا الذی یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منہا[1] (جو کوئی بُری سفارش کرے اسے بھی اس کا حصّہ ملے۔ ت) سے حصہ لیا دیا،

وھذا دلیل ان استقصی ادی الی اثبات المذہب تادیۃ صریحۃ ونفی قول کل من خالف فعلیک بتطلیب الصریحۃ۔

یہ ایسی دلیل ہے کہ اگر اس کی تہ تک جائیں تو صراحۃً اثبات مذہب تک پہنچائے اور ہر مخالف کے قول کی تردید کر دے، تو صریح کی تلاش تمہارے ذمّے ہے (ت)

ثانیاً مسند امام احمد و سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تصلوا صلوٰۃ فی یوم مرتین[2]

کوئی نماز ایک دن میں دو بار نہ پڑھو۔

نیز حدیث میں ہے:

لا یصلی بعد صلاۃ مثلہا[3]۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ من قولہ وظاہر کلام الامام محمد انہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الامام ابن الھمام ومحمد اعلم بذلک منا۔

کسی نماز کے بعد اس کے مثل نہ پڑھی جائے۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان کے قول کی حیثیت سے نقل کیا، اور امام محمد کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ امام ابن الہمام فرماتے ہیں: امام محمد ہم سے زیادہ اس کا علم رکھتے ہیں (ت)

---

[1] القرآن ۴/۸۵

[2] مسند امام احمد بن حنبل از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲/۱۹
سنن ابی داؤد باب اذا صلی فی جماعۃ ثم ادرک جماعۃ آفتاب عالم پریس۔ لاہور ۱/۸۶

[3] مصنف ابن ابی شیبہ من کرہ ان یصلی بعد الصلوٰۃ مثلہا ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۰۶

marfat.com

الصلوٰۃ علیہ منہ الیہ والصلوٰۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ من ھذا القبیل[1] نقلہ فی شرح الموطا۔

کہ محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایسے درود بھیجے کہ بلا توسط دیگرے اُس شخص کی طرف سے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے اللھم صل وسلم وبارک علیہ وآلہ وصحبہ وامتہ اجمعین۔ اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد وصال شریف صلوٰۃ بھی اسی قبیل سے ہے۔ یعنی تو اُس کا کا بھی بے وساطت احدے ہونا چاہیئے۔ اسے شرح موطا میں نقل کیا۔

بالجملہ یہ محل اعلٰی مواطن خصوص سے ہے۔ ولاجرم علامہ سید ابو السعود محمد الزہری نے حواشی کنز میں فرمایا:

تکرار الصلاۃ علی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، کان مخصوصا بہ۔[2]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تکرارِ نماز ان ہی کے ساتھ مخصوص تھی۔ (ت)

سابعًا پھر تنبیہ کی جاتی ہے کہ مجتہد صاحب اپنے مذہب کی فکر کریں۔ وہ واقعہ جو ان کے مسلک مذکور کا رد ہو مثلاً مہینہ بھر بعد نماز پڑھنا کما علی ام سعد (جیسے حضرت اُمِّ سعد پر۔ ت) یا مہینوں برسوں پیچھے کما علی اھل البقیع (جیسے بقیع والوں پر۔ ت) یا آٹھ برس گزرے کما علی اھل اُحد (جیسے اُحد والوں پر۔ ت) علاوہ اور جوابوں کے خود اُن کا رد ہوگا، نہ اُن کی سند کہ یہاں اُن سے مطالبہ اپنا ادعا ثابت کرنے کا ہے وانی لہ ذٰلک واللہ الھادی الی اقوم المسالک (اور ان سے یہ کہاں ہو سکے گا؟ اور خدا ہی راست ترین راہ کی ہدایت فرمانے والا ہے۔ ت)

الحمدللہ! ان چند جمل نفیسہ مجملہ مختصرہ نے صرف مجتہدینِ زمانہ ہی کے آنکھ کان نہ کھولے بلکہ بحمداللہ تعالٰی بنظرِ انصاف دیکھئے تو مسئلہ کا فیصلہ بحث کا تصفیہ کاملہ کردیا۔

وللہ الحمد اب بتوفیق اللہ تعالٰی بعض نکات وتمسکات کہ اس مسئلہ میں فیض قدیر سے قلبِ فقیر پر فائز ہوئے ذکر کرکے کلام ختم کروں جو بعونہٖ تعالٰی اصل مسئلہ اعنی ممانعت تکرار جنازہ میں تائید مذہب حنفیت کریں یا مسلک طرید مجتہد جدید کا ابطال کلی خواہ ابطال کلیت۔

فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (تو میں کہتا ہوں، اور توفیق خدا ہی سے ہے اور اسی کی مدد سے بلندیٔ تحقیق تک رسائی ہے۔ ت)

اوّلاً نمازِ جنازہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں میت کی شفاعت ہے کما قد مناعن الحدیث (جیسا

---

[1] شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک ما جاء فی دفن المیت المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/ ۶۶

[2] فتح المعین فصل فی الصلوٰۃ علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۵۳

marfat.com

خامسًا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں:

دربعض روایات آمدہ کہ روزِ دیگر ابوبکر صدیق و عمر فاروق و دیگر اصحاب بخانۂ علی مرتضیٰ بجہت تعزیت آمدند شکایت کردند کہ چرا مارا خبر نہ کردی تا شرفِ نماز و حضوری دریافتیم۔ علی مرتضیٰ گفت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وصیت کردہ بود کہ چوں از دنیا بروم مرا بہ شب دفن کنی تا چشمِ نامحرم بر جنازہ من نیفتد، پس بموجبِ وصیت وے عمل کردم۔ این ست روایتِ مشہور۔[1]

بعض روایات میں آیا ہے کہ دوسرے دن حضرات ابوبکر صدیق و عمر فاروق و دیگر صحابہ حضرت علی مرتضیٰ کے گھر تعزیت کے لئے آئے اور شکایت فرمائی کہ ہمیں خبر کیوں نہ دی کہ ہم نماز اور حاضری کا شرف حاصل کرتے۔ علی مرتضےٰ نے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ میں جب دنیا سے جاؤں تو مجھے رات میں دفن کریں تاکہ میرے جنازے پر نامحرم کی نظر نہ پڑے، تو میں نے ان کی وصیت کے مطابق عمل کیا۔ یہ ہے روایتِ مشہور۔ (ت)

اقول ان روایات سے بھی روشن کہ صدیق و فاروق و عبداللہ بن سلام و دیگر اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم دوبارہ نمازِ جنازہ ناجائز جانتے ورنہ فوت ہونا کیا معنی، اور شکایت و افسوس کا کیا محل۔

سادسًا ابوبکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف اور امام اجل ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موقوفًا اور ابن عدی کامل میں بروایت ابن عباس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی:

وھذا حدیث الطحاوی بطریق عمر بن ایوب الموصلی عن مغیرۃ بن زیاد عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی الرجل تفجأہ الجنازۃ وھو علی غیر وضوء قال یتیمم ویصلی علیہا۔[2]

(اور یہ امام طحاوی کی حدیث ہے جس کی سند یہ ہے عمر بن ایوب موصلی، مغیرہ بن زیاد، عطاء، ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ ت) یعنی جس شخص کے پاس ناگاہ جنازہ آجائے اور اُسے وضو نہ ہو وہ تیمم کرکے نماز پڑھ لے۔

ابن ابی شیبہ کی روایت یہ ہے:

حدثنا عمر بن ایوب الموصلی عن مغیرۃ

ہم سے عمر بن ایوب موصلی نے مغیرہ بن زیاد سے

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ — باب دہم — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۲۸۱

[2] شرح معانی الآثار — باب ذکر الجنب والحائض — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/ ۶۴

marfat.com

اقول یہ حدیثیں بھی نفی تکرار پر صریح دال ہیں، حدیث ثانی تو عام مطلق ہے، اور اول میں فی یوم کی قید اس نظر سے ہے کہ مثلاً ظہر کی نمازوں کی تکرار سے تو آپ ہی مکرر ہوگی، کل کی ظہر اور آج کی اور کہ ان کا سبب وقت ہے، جب وقت دوبارہ آیا دوبارہ آئی، مگر ایک ہی سبب یعنی ایک ہی وقت میں مکرر نہ ہوگی، نمازِ جنازہ کا سبب مسلم میّت ہے۔ جب میت متکرر ہو نماز متکرر ہوگی مگر ایک ہی میّت پر مکرر نہیں ہوسکتی۔

ثالثاً ابوبکر بن ابی شیبہ استاد امام بخاری و مسلم نے روایت کی:

عن صالح مولی التوأمة عمن ادرك ابابکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انہم کانوا اذا تضایق بھم المصلی انصرفوا و لم یصلوا علی الجنازۃ فی المسجد[1]۔

یعنی ابوبکر صدیق و عمر فاروق و دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عادت کریمہ تھی کہ جب نمازِ جنازہ میں مصلّٰی تنگی کرتا کہ اس میں گنجائش نہ پاتے واپس جاتے اور نماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھتے۔

اقول نماز جنازہ کے جو فضائل جلیلہ ہیں صدیق و فاروق و صحابہ رضی اللہ تعالٰی علیہم پر مخفی نہ تھے نہ اُن سے توقع کہ ایسے فضل جلیل کے لئے تشریف بھی لائیں اور پھر با وصف قدرت اُسے چھوڑ کر چلے جائیں، اگر نمازِ جنازہ دوبارہ جائز ہوتی تو تنگی مصلّی کیا حرج کرتی اور واپس جانے کی کیا وجہ تھی۔ جب پہلے لوگ پڑھ چکے اس کے بعد دوسری جماعت فرمالیتے۔

رابعاً۔ عن عبد اللہ بن سلام لما فاتته الصلٰوۃ علی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ان سبقت بالصلٰوۃ فلم اسبق بالدعاء له[2]۔ ذکرہ السید الازھری فی فتح اللہ المعین وقد کان ھذا الحدیث فی ذکری والاستناد به فی خاطری حتی رأیت الازھری تمسك به فاسندته الیه و لم یحضرنی الاٰن من غیرہ۔

یعنی عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جب امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جنازہ مبارک پر نماز میرے آنے سے پہلے ہوچکی تو کہا کہ دعا کی بندش تو نہیں میں ان کے لئے دعا کروں گا۔ اسے فتح اللہ المعین میں سیّد ازہری نے ذکر کیا، یہ حدیث مجھے یاد تھی اور اس سے استناد میرے ذہن میں تھا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ سید ازہری نے اس سے استدلال کیا ہے تو میں نے ان ہی کی طرف اس کی نسبت کی اور بر وقت اس کا کوئی اور حوالہ میرے ذہن میں نہیں۔ (ت)

---

[1] المصنف لابن ابی شیبہ من کرہ الصلٰوۃ علی الجنائز فی المسجد ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/ ۳۶۵

[2] فتح اللہ المعین فصل فی الصلٰوۃ علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۵۳

marfat.com

(اور تمھیں پانی نہ ملے۔ ت) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایقبل اللہ صلٰوۃ احدکم اذا احدث حتی یتوضأ[1]۔ اخرجہ الشیخان وابوداؤد والترمذی عن ابوھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے وضو جب تک وضو نہ کرے خدا اس کی نماز قبول نہیں فرماتا۔ اسے بخاری ومسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتقبل صلٰوۃ بغیر طھور ولا صدقۃ من غلول[2]۔ اخرجہ عنہ مسلم والترمذی وابن ماجۃ۔

کوئی نماز بغیر طہارت کے، اور کوئی صدقہ مالِ خیانت سے مقبول نہیں۔ اسے حضرت ابوہریرہ سے مسلم، ترمذی اور ابنِ ماجہ نے روایت کیا۔ (ت)

نمازِ جنازہ میں تعجیل شرعاً نہایت درجہ مطلوب۔ صحاحِ ستّہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اسرعوا بالجنازۃ[3] جنازہ میں جلدی کرو۔

امام احمد وترمذی وابن ماجہ وحاکم وابن حبان وغیرہم امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاث لاتؤخرھن، الصّلٰوۃ اذا اٰنت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفوا[4]۔

تین چیزوں میں دیر نہ کرو: نماز جب اُس کا وقت آجائے اور جنازہ جس وقت حاضر ہو، اور زنِ بے شوہر جب اس کا کُفو ملے۔

سُنن ابی داؤد[3] میں حصین بن وحوح انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

عجلوا فانہ لاینبغی لجیفۃ مسلم ان — جلدی کرو کہ مسلمان کے جنازے کو

---

[1] صحیح البخاری — باب لاتقبل الصلٰوۃ بغیر طھور — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵
کتاب الحیل ۲/۱۱۲۸
[2] صحیح مسلم — کتاب الطھارۃ — نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۱۹
[3] — کتاب الجنائز ۱/۳۰۷
[4] المستدرک علی الصحیحین — کتاب النکاح — دارالفکر بیروت ۲/۱۶۲
جامع الترمذی — ابواب الجنائز — امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۲۷

marfat.com

بن زیاد عن عطاء عن ابن عباس قال اذا خفت ان تفوتك الجنازة وانت علی غیر وضوء فتیمم وصل[1]

روایت کی انھوں نے عطاء سے، انھوں نے حضرت ابن عباس سے، انھوں نے فرمایا۔ ت) جب تجھے نمازِ جنازہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو اور وضو نہیں تو تیمم کر کے پڑھ لے۔

ابنِ عدی کی حدیث یوں ہے:

عن معافی بن عمران عن مغیرة بن زیاد عن عطاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اذا فجأتك الجنازة وانت علی غیر وضوء فتیمم[2] قال ابن عدی هذا مرفوع غیر محفوظ والحدیث موقوف علی ابن عباس[3]۔

(معافی بن عمران، مغیرہ بن زیاد سے، وہ عطاء سے، وہ ابن عباس سے، وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی ہیں۔ ت) یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جب ناگہانی تیرے سامنے جنازہ آجائے اور تجھے وضو نہ ہو تو تیمم کر لے"۔ (ابن عدی نے کہا یہ مرفوع غیر محفوظ ہے اور حدیث حضرت ابن عباس پر موقوف ہے۔ ت)

دارقطنی و بیہقی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

انه اتی الجنازة وهو علی غیر وضوء فتیمم ثم صلی علیها[4]۔

یعنی ان کے پاس ایک جنازہ آیا اُس وقت وضو نہ تھا تیمم کر کے نماز میں شریک ہو گئے۔

اسی کے مثل ابن ابی شیبہ و امام طحاوی نے باسانید کثیرہ امام حسن بصری و امام ابراہیم نخعی و ابوبکر نے عکرمہ تلمیذ ابن عباس اور طحاوی نے عطاء بن ابی رباح و عامر و ابن شہاب زہری و حکم سات ائمہ تابعین سے روایت کیا اگر نمازِ جنازہ کی تکرار روا ہوتی تو فوت کے کیا معنی تھے؟ اور اُس کے لئے تندرست کو پانی موجود ہوتے ہُوئے تیمم کیونکر جائز ہوتا؟ حالانکہ رب جل وعلا فرماتا ہے: ولم تجدوا ماءً[5]

---

[1] المصنف لابن ابی شیبہ فی الرجل یخاف ان تفوتہ الصلٰوۃ علی الجنازۃ ادارۃ القرآن کراچی ۳/۳۰۵

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ یمان بن سعید المصیصی دار الفکر بیروت ۷/۲۶۴۰

[3]

[4] سنن دارقطنی باب الوضوء والتیمم من آنیۃ المشرکین نشر السنۃ ملتان ۱/۲۰۲

[5] القرآن ۴/۴۳

ترمذی کی روایت میں ہے:

من صلی علیہ ثلثۃ صفوف اوجب[1]۔ جس پر تین صفیں نماز پڑھیں اُس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

ابن ماجہ[5] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صلی علیہ مائۃ من المسلمین غفرلہ[2]۔ جس پر سو مسلمان نماز پڑھیں بخشا جائے۔

نسائی[6] ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من میّت یصلی علیہ امّۃ من الناس الاشفعوا فیہ[3]۔ جس مُردے پر مسلمانوں کا ایک گروہ نماز پڑھے اُن کی شفاعت اس کے حق میں قبول ہو۔

راویِ حدیث ابوالملیح نے کہا: گروہ چالیس[4] آدمی ہیں۔

طبرانی[7] معجم کبیر میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من رجل یصلی علیہ الا غفر اللہ لہ[4]۔ جس مسلمان پر سو آدمی نماز پڑھیں اللہ عزوجل اُس کی مغفرت فرمادے۔

لہٰذا شریعتِ مطہرہ نے صرف فرضیتِ کفایہ پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ نمازِ جنازہ میں نمازیوں کے لئے عظیم و اعظم افضالِ الٰہیہ کے وعدے دئے کہ لوگ اگر تفعِ میّت کے خیال سے جمع نہ ہوں گے اپنے فائدے کے لئے دوڑیں گے، اس بارے میں چھ میں چھ حدیثیں اوپر گزریں، اور صحاح ستّہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من شھد الجنازۃ حتی یصلی علیہا فلہ ... جو نماز ہونے تک جنازہ میں حاضر رہے اس کے لئے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الجنائز امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۲۲

[2] سنن ابن ماجہ باب ما جاء فیمن صلی علیہ جماعۃ من المسلمین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۸

[3] سنن النسائی فضل من صلی علیہ مائۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۸۲

[4] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر باب فیمن صلی علیہ جماعۃ دارالکتاب بیروت ۳/ ۳۶

marfat.com

یحبس بین ظہر انی اہلہ[1]۔ روکنا نہ چاہیے۔

طبرانی بہ سند حسن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

اذا مات احدکم فلا تحبسوہ واسرعوا بہ الی قبرہ[2]۔ جب تم میں سے کوئی مرے تو اُسے نہ روکو اور جلد دفن کو لے جاؤ۔

والہذا علماء فرماتے ہیں: اگر روز جمعہ پیش از جمعہ جنازہ تیار ہوگیا جماعت کثیرہ کے انتظار میں دیر نہ کریں پہلے ہی دفن کردیں۔ اس مسئلہ کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے کہ آج کل عوام میں اس کے خلاف رائج ہے۔ جنھیں کچھ سمجھ ہے وُہ تو اسی جماعت کثیر کے انتظار میں روکے رکھتے ہیں، اور نرے جُہال نے اپنے جی سے اور باتیں تراشی ہیں کوئی کہتا ہے میت بھی جمعہ کی نماز میں شریک ہوجائے، کوئی کہتا ہے نماز کے بعد دفن کریں گے تو میت کو ہمیشہ جمعہ ملتا رہے گا۔ یہ سب بے اصل وخلاف مقصد شرع ہیں۔ درمختار میں ہے: یسرع فی جنازۃ (جنازے میں جلدی کرے۔ ت) تنویر الابصار میں ہے:

وکرہ تاخیر صلاتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ[4]۔ اس مقصد سے کہ جمعہ کے بعد جماعت عظیم شریک جنازہ ہو نمازِ جنازہ اور دفن میں تاخیر مکروہ ہے (ت)

نیز جنازے پر تکثیرِ جماعت شرعاً بہت محبوب کہ اس میں میت کی اعانت جسیم اور اُس کے لئے عفوِ سیّات ورفع درجات کی امیدِ عظیم ہے، چالیس نمازیوں اور سو نمازیوں کی تین حدیثیں اوپر گزریں اور احمد اور ابوداؤد وترمذی وابن ماجہ حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مامن مومن یموت فیصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون ان یکونوا ثلثۃ صفوف الا غفر لہ[5]۔ جس مسلمان کے جنازے پر مسلمانوں کا ایک گروہ کہ تین صف کے مقدار کو پہنچتا ہو نماز پڑھے اس کی مغفرت ہوجائے گی۔

---

[1] سنن ابی داؤد باب تعجیل الجنازہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۹۴

[2] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ بن عمر حدیث ۱۳۶۱۳ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۲/۴۴۴

[3] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۴

[4] درمختار شرح تنویر الابصار

[5] سنن ابی داؤد باب فی الصفوف علی الجنازہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۹۵

marfat.com

شرعیہ اسی کی مقتضی ہوئی کہ تکرار کی اجازت نہ دیں۔ جب لوگ جانیں گے کہ اگر نماز ہو چکی تو پھر نہ ملے گی اور ایسے افضال عظیمہ ہاتھ سے نکل جائیں گے تو خواہی نہ خواہی جلدی کرتے حاضر آئیں گے اور میت کے فائدے اور اپنے بھلے کے لئے جلد جمع ہو جائیں گے اور شرع مطہر کے دونوں مقصد باحسن وجوہ رنگ ظہور پائیں گے۔
الحمدللہ! یہ ایک ادنیٰ شمہ ہے اُس الٰہی عالم، ربانی حاکم کی نظر حقائق نگر کا، جو مصداق اعلیٰ عظیم بشارت والا اُس حدیث صحیح کا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لوکان العلم معلقا بالثریا لتناولہ قوم من ابناء فارس[۱] رواہ الامام احمد فی المسند وابونعیم فی الحلیۃ عن ابی ھریرۃ والشیرازی فی الالقاب عن قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

علم اگر ثریا پر معلق ہوتا تو اولادِ فارس سے کچھ لوگ اسے وہاں سے بھی لے آتے۔ اسے امام احمد نے مسند میں اور ابونُعیم نے حلیہ میں حضرت ابوہریرہ سے اور شیرازی نے القاب میں حضرت قیس بن سعد سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

یعنی امام الائمہ سراج الامۃ کاشف الغمۃ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی رائے منیرہ نظر بے نظیر تمام مصالح شرعیہ کو محیط وجامع، اور مومنین کے لئے ان کی حیات وموت میں خیر محض ونافع

فجزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین کل خیر وقاہ وتابعیہ بحسن الاعتقاد کل ضر وضیر آمین یا ارحم الراحمین والحمدللہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحابتہ ومجتہدی ملۃ اجمعین اٰمین!

تو خدا اسلام اور مسلمانوں کی جانب سے انھیں خیر کا صلہ دے اور انھیں اور حُسنِ اعتقاد کے ساتھ ان کا اتباع کرنے والوں کو ہر تکلیف اور نقصان سے بچائے، اور سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! قبول فرما۔ اور سب خوبیاں اللہ کیلئے جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔ اور خدائے برتر ہمارے آقا ومولا حضرت محمد، ان کی آل، ان کے صحابہ اور ان کے دین کے مجتہدین سب پر درود وسلام نازل فرمائے۔ الٰہی! قبول فرما!

---

[۱] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۹۷، ۴۲۰، ۴۲۲، ۴۶۹
حلیۃ الاولیاء ترجمہ نمبر ۳۲۸ شہر بن حوشب دارالکتاب العربی بیروت ۶/ ۶۴
جامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۷۴۶۴ دارالمعرفۃ بیروت ۵/ ۳۲۳

marfat.com

قیراط و من شھدھا حتی تدفن فلہ قیراطان قیل وما قیراطان قال مثل الجبلین العظیمین[۱] ولمسلم اصغرھا مثل احد[۲]۔

ایک دانگ ثواب ہے اور دفن تک حاضر رہے تو دو دانگ، جیسے بڑے دو پہاڑ، ان میں کا چھوٹا کوہِ اُحد کے برابر۔

اسی کے مثل مسلم و ابن ماجہ نے حضرت ثوبان اور امام احمد[۹] نے بسندِ صحیح قیراط نماز کی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی، اور طبرانی[۱۰] معجم اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اتبع جنازۃ حتی یقضی دفنھا کتب لہ ثلثۃ قراریط القیراط منھا اعظم من جبل اُحد[۳]۔

جو کسی جنازہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ دفن ہو چکے اُس کے لئے تین قیراط اجر لکھا جائے، ہر قیراط کوہِ اُحد سے بڑا۔

بزار[۱۱] کی یہاں حدیث موقوف ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے: جو کسی جنازہ میں اہلِ جنازہ کے پاس تک جائے اُس کے لئے ایک قیراط ہے، پھر اگر جنازہ کے ساتھ تک چلے تو ایک قیراط اور ملے اور نماز پر تیسرا اور دفن پر انتظار تک چوتھا قیراط پائے۔

ابن ماجہ[۱۲] امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی:

من غسل میتا وکفنہ وحنطہ وحملہ وصلی علیہ ولم یفش علیہ ما رای خرج من خطیتہ مثل ما ولدتہ امہ[۴]۔

جو کسی میّت کو نہلائے، کفن پہنائے، خوشبو لگائے، جنازہ اٹھائے، نماز پڑھے اور جو ناقص بات نظر آئے اُسے چھپائے وُہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

اب اگر نمازِ جنازہ میں تکرار کی اجازت دیتے ہیں تو لوگ تسویف وکسل کی گھاٹی میں پڑیں گے۔ کہیں گے کہ جلدی کیا ہے اگر ایک نماز ہو چکی ہم دوبارہ پڑھ لیں گے، بر تقدیر اگر لوگوں کا انتظار کیا جائے تو جنازہ کو دیر ہوتی ہے اور جلدی کیجئے تو جماعت ہلکی رہتی ہے اور دونوں باتیں مقصودِ شرع کے خلاف، لاجرم مصلحت

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الجنائز نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۰۷

[۲] " " "

[۳] مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط باب تجہیز المیّت دار الکتاب بیروت ۳/۲۰

[۴] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی غسل المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۶

سرخسی میں ہے:

ان ابابکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان مشغولا بتسویۃ الامور وتسکین الفتنۃ فکانوا یصلون علیہ قبل حضورہ وکان الحق لہ لانہ ھو الخلیفۃ فلما فرغ صلی علیہ ثم لم یصل احد بعدہ علیہ[1]۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاملات درست کرنے اور فتنہ فرو کرنے میں مشغول تھے لوگ ان کی آمد سے پہلے آکر صلوٰۃ پڑھتے جاتے، اور حق ان کا تھا اس لئے کہ وُہ خلیفہ تھے، تو جب فارغ ہوئے نماز پڑھی، پھر اس کے بعد نماز نہ پڑھی گئی۔ (ت)

بزار و حاکم و ابن منیع و بیہقی اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا غسلتمونی وکفنتمونی فضعونی علی سریری ثم اخرجوا عنی فان اول من یصلی علیّ جبریل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنودہ من الملئکۃ باجمعھم ثم ادخلوا علیّ فوجا بعد فوج فصلوا علیّ وسلموا تسلیما[2]۔

جب میرے غسل وکفن سے فارغ ہو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ، سب سے پہلے جبریل مجھ پر صلوٰۃ کریں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ پھر گروہ گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود و سلام عرض کرتے جاؤ۔

واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

---

[1] مبسوط امام سرخسی باب غسل المیت دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۶۷

[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب المغازی دارالفکر بیروت ۳/ ۶۰
شرح الزرقانی علی موطا لامام مالک بحوالہ البزار باب ۱۴۹ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۲/ ۶۶

marfat.com

الحمد للہ کہ یہ مجمل و مختصر عجالہ سلخ رجب کو غرہ سماے تمام ہوا اور بلحاظ تاریخ النہی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز نام ہوا۔ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۴۷ از شہر چاٹگام موضع چر باکلیہ مکان روشن علی مستری مرسلہ منشی محمد اسمٰعیل ۱۳ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز کے مرتبہ پڑھی گئی، اور اول کس شخص نے پڑھائی تھی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ و اٰلہٖ وبارك وسلم۔ سائل کو جواب مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ درود شریف کی جگہ جو عوام و جہال صلعم یا ع یا م یا ص یا صللم لکھا کرتے ہیں محض مہمل و جہالت ہے، القلم احدی اللسانین (قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے۔ت) جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یوں ہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا، ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں ایسے لوگ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم[1] (تو ظالموں نے بدل ڈالی وہ بات جو ان سے کہی گئی تھی۔ت) میں داخل ہوں۔ نام پاک کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ جنازہ اقدس پر نماز کے باب مختلف ہیں۔ ایک کے نزدیک یہ نماز معروف نہ ہوئی بلکہ لوگ گروہ در گروہ حاضر آتے اور صلٰوۃ وسلام عرض کرتے بعض احادیث بھی اس کی مؤید ہیں کما بیناھا فی رسالتنا النہی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز (جیسا کہ انھیں ہم نے اپنے رسالہ النہی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز میں بیان کیا ہے۔ت) اور بہت علماء یہی نماز معروف مانتے ہیں، امام قاضی عیاض نے اسی کی تصحیح فرمائی کما فی شرح الموطا للزرقانی (جیسا کہ علامہ زرقانی کی شرح موطا میں ہے۔ت) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ تسکین فتن و انتظام امت میں مشغول، جب تک ان کے دست حق پرست پر بیعت نہ ہوئی تھی، لوگ فوج فوج آتے اور جنازہ انور پر نماز پڑھتے جاتے، جب بیعت ہولی، ولی شرعی صدیق ہوئے انھوں نے جنازہ مقدس پر نماز پڑھی، پھر کسی نے نہ پڑھی کہ بعد صلٰوۃ ولی پھر اعادہ نماز جنازہ کا اختیار نہیں۔ ان تمام مطالب کی تفصیل قلیل فقیر کے رسالہ مذکورہ میں ہے۔ مبسوط امام شمس الائمہ

---

[1] القرآن ۲/ ۵۹

marfat.com

الهادی الحاجب عن جنازة الغائب

۱۳۲۶ھ

(غائب کی نماز جنازہ سے روکنے والا ہادی)

مسئلہ ۸۵ تا ۸۷ از معسکر بنگلور رجا مع مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب مدراسی ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمکم اللہ تعالیٰ کہ حنفی[۱] مذہب میں نماز جنازہ مع اولیائے میت پڑھ لئے ہوں پھر دوبارہ پڑھنا، اور[۲] نماز جنازہ غائب پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور[۳] اگر امام شافعی مذہب ہو تو اس کے اقتدائے سے ہم حنفیوں کو یہ دونوں امر جائز ہو جائیں گے یا نہیں؟ یہ حیلہ ہمارے مذہب میں کچھ اصل ہے یا نہیں؟ ہمارے بلاد دکن اضلاع بنگلور و مدراس میں ان مسئلوں کی اشد ضرورت ہے، اُمید کہ عبارات عام فہم ہوں گی۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لا یشفع عندہ الا باذنہ والصلٰوۃ والسلام علی من امر بالوقوف عند حدود دینہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ قدر کمالہ وحسنہ اٰمین ط

تمام تعریف اللہ کے لئے جس کے حضور اس کے اذن کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں، اور درود وسلام ہو ان پر جنھوں نے دین کی حدود پر رُک جانے کا حکم دیا، اور ان کی آل واصحاب پر حضور کے حسن وکمال کے بقدر۔ الٰہی قبول فرما!

marfat.com

باب فتاوی الشافعی وحدہ وما بہ قال وقلنا ضلالۃ
وجائز فی فعلہا التکرار وفی القبور یدخل الاوتار عہ[1]

یعنی نماز جنازہ کی تکرار جائز ہونا صرف امام شافعی کا قول ہے ہمارے نزدیک جائز نہیں۔

(۴) ایضاح امام ابوالفضل کرمانی (۵) فتاوی عالمگیریہ (۶) جامع الرموز میں ہے: لایصلّی علی میّت الامرّۃ واحدۃ[2] کسی میّت پر ایک بار سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے۔

(۷) علامہ سیّد احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

سقوط فرضہا بواحد فلواعادوا تکررت ولم تشرع مکررۃ[3]۔ نماز جنازہ کا فرض ایک کے پڑھنے سے ساقط ہوجاتا ہے اب اگر پڑھیں تو مکرر ہوجائے گی اور وہ مکرر مشروع نہیں۔

بحرالرائق وشامل بیہقی وغیرہما کی عبارات نوع سوم میں آتی ہیں اور حلیہ کی چہارم اور عنایہ کی دہم میں۔

(۸) مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی (۹) نہایہ شرح ہدایہ (۱۰) منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں ہے:

لاتعاد الصّلٰوۃ علی المیت الاان یکون الولی ھوالذی حضرفان الحق لہ ولیس لغیرہ ولایۃ اسقاط حقہ[4]۔ کسی میّت پر دو دفعہ نماز نہ ہو، ہاں اگر ولی آئے تو حق اس کا ہے اور دوسرا اس کا حق ساقط نہیں کرسکتا۔

نوعِ دوم: دوبارہ پڑھیں تو نفل ہوگی اور یہ نماز بطور نفل جائز نہیں۔

(۱۱) ہدایہ (۱۲) کافی شرح وافی للامام الاجل ابی البرکات النسفی (۱۳) تبیین الحقائق شرح

عہ لایدخل القبرعندہ لوضع المیت الا الوتروعندنا الوتروالشفع سواء ۱۲ منہ (م) — امام شافعی کے نزدیک میت کو اتارنے کے لئے قبر میں جانے والوں کی تعداد طاق ہی ہوگی اور ہمارے نزدیک طاق اور جفت یکساں ہیں۔ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] منظومۃ مبارکہ نجم الدین عمر بن محمد نسفی

[2] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۸۵
فتاوی ہندیہ الفصل الخامس فی الصلٰوۃ علی المیت نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۳

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب صلٰوۃ الجنائز دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۷۱

[4] منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحرالرائق فصل فی السلطان احق بصلٰوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۸۲

marfat.com

جواب سوالِ اوّل: مذہب مہذّب حنفی میں جبکہ ولی[1] نماز پڑھ چکا یا اس کے اذن سے ایک بار نماز ہوچکی (اگرچہ یونہی کہ دوسرے نے شروع کی ولی شریک ہوگیا) تو اب دوسروں کو مطلقاً جائز نہیں، نہ ان کو جو پڑھ چکے نہ اُن کو جو باقی رہے۔ ائمۂ حنفیہ کا اس پر اجماع ہے، جو اس کا خلاف کرے مذہبِ حنفی کا مخالف ہے۔ تمام کتبِ مذہب متون وشروح وفتاوٰی اس کی تصریحات سے گونج رہی ہیں۔ اس مسئلہ کی پُوری تحقیق وتنقیح فقیر کے رسالہ النھی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز میں بفضلہٖ بروجہ اتم ہوچکی ہے یہاں صرف نصوص وعباراتِ ائمہ وعلمائے حنفیہ خصہم اللہ تعالٰی بالطافہ الخفیہ ذکر کریں اور ازانجاکہ یہ تحریر فائدہ جدیدہ سے خالی نہ ہو، ان میں جدت وزیادت کالحاظ رکھیں، وباللہ التوفیق یہاں کلام بنظر انتظامِ[2] مرام چند انواع پر خواہان انقسام:

نوعِ اوّل: نمازِ جنازہ دوبارہ روا نہیں۔

(۱) درمختار میں ہے: تکرارھا غیر مشروع[1] نمازِ جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔

(۲) غنیہ شرح منیہ میں ہے: تکرار الصلٰوۃ علٰی میّت واحد غیر مشروع[2] ایک میّت پر دوبارہ نماز ناجائز ہے۔

(۳) امام اجل مفتی الجنّ والانس سیّدی نجم الدین عمر نسفی اُستاذ امام اجل صاحبِ ہدایہ رحمہما اللہ تعالٰی منظومہ مبارکہ میں فرماتے ہیں: ؎

ع۱ المراد بالولی ھھنا ھو الاحق وبغیرہ من لیس لہ الحق فاحفظ وسیأتی التفصیل ۱۲ منہ (م)

یہاں ولی سے مراد وُہ ہے جو سب سے زیادہ حقدار ہے اور غیر ولی سے مراد وُہ جس کا حق نہیں یہ ذہن نشین رہے، تفصیل آگے آئیگی ۱۲ منہ (ت)

ع۲ ہر نوع بعونِ الٰہی نفیس وجلیل مسائل پر مشتمل ہوگی کہ اس باب میں جن کی حاجت واقع ہُوئی اور محل خلاف میں قول ارجح کی طرف بھی اجمالی اشارہ ہوگا وباللہ التوفیق ۱۲ منہ (م)

---

[1] درمختار | باب صلٰوۃ الجنائز | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۲۳

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی | فصل فی الجنائز | سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۵۹

marfat.com

ردالمحتار کی عبارت نوعِ ششم میں آئے گی۔

نوعِ سوم[۳۲]: یہاں تک کہ اگر سب مقتدی بے طہارت یا سب کے کپڑے نجس تھے یا نجس جگہ کھڑے تھے یا عورت امام اور مرد مقتدی تھے، غرض کسی وجہ سے جماعت بھر کی نماز باطل اور فقط امام کی صحیح ہوئی، اب اعادہ نہیں کر سکتے کہ اکیلے امام سے فرض ساقط ہوگیا، ہاں اگر قوم میں کوئی وجہِ بطلان نہ تھی امام میں تھی تو پھر پڑھی جائیگی کہ جب امام کی صحیح نہ ہوئی کسی کی صحیح نہ ہوئی۔

(۲۵) خلاصہ (۲۶) بزازیہ (۲۷) محیط (۲۸) بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی (۲۹) شامل للامام البیہقی (۳۰) تجرید للامام ابی الفضل (۳۱) مفتاح (۳۲) جواہر اخلاطی (۳۳) قنیہ (۳۴) مجتبٰے (۳۵) شرح التنویر للعلائی (۳۶) اسمٰعیل مفتی دمشق تلمیذ صاحبِ درمختار (۳۷) ردالمحتار (۳۸) ہندیہ (۳۹) بحر (۴۰) حلیہ (۴۱) رحمانیہ میں ہے:

بعضھم یزید علٰی بعض والنظم للدر امّ بلا طہارۃ والقوم بہا اعیدت وبعکسہ لاکما لوامت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد[۱]۔

امام طہارت سے نہ تھا اور مقتدی طہارت پر تو نماز پھیری جائے اور عکس میں نہیں جیسے جبکہ عورت امام ہو اگرچہ کنیز ہو کہ فرض ایک کے پڑھ لینے سے ساقط ہوگیا۔

محیط و بحرالرائق کے لفظ یہ ہیں:

لوکان الامام علٰی طہارۃ والقوم علٰی غیرہا لاتعاد لان صلٰوۃ الامام صحت فلو اعادوا تتکرر الصلٰوۃ وانہ لایجوز[۲]۔

امام طہارت پر ہو اور مقتدی بے طہارت تو نماز نہ پھیری جائے گی کہ امام کی نماز صحیح ہوگئی۔ اب اگر پھیریں تو نمازِ جنازہ دوبار ہوگی اور یہ ناجائز ہے۔

شامل بیہقی کے لفظ یہ ہیں:

وان کان القوم غیر طاہر لاتعاد لان الاعادۃ لاتجوز[۳]۔

اگر مقتدی بے طہارت ہوں نماز نہ پھیریں کہ یہ نماز دوبار جائز نہیں۔

نوعِ چہارم[۴۲]: جب ولی خود یا اس کے اذن سے دوسرا نماز پڑھائے یا ولی خود ہی تنہا پڑھ لے تو اب

---

[۱] درمختار | باب صلٰوۃ الجنازۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱۲۱/۱

[۲] بحرالرائق | فصل السلطان احق بصلٰوتہ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱۷۹/۲

[۳] شامل بیہقی

کنز الدقائق للامام الزیلعی (۱۴) جوہرۂ نیرہ شرح مختصر القدوری (۱۵) درر شرح غرر (۱۶) بحرالرائق شرح کنز (۱۷) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر (۱۸) مستخلص الحقائق شرح کنز (۱۹) کبیری شرح الکنز للعلامہ زین (۱۷) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر (۱۸) مستخلص الحقائق شرح کنز (۱۹) کبیری علی المنیہ میں ہے:

الفرض یتادی بالاول والتنفل بہا غیر مشروع (زاد فی التبیین) ولہذا لا یصلی علیہ من صلی علیہ مرۃ۔[1]

فرض تو پہلی نماز سے ادا ہو جاتا ہے اور یہ نماز نفل کے طور پر جائز نہیں اس لئے جو ایک بار پڑھ چکا دوبارہ نہ پڑھے۔

کافی کے الفاظ یہ ہیں:

حق المیت یتادی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلوۃ الاولی فلو فعلہ الفریق الثانی لکان نفلا وذا غیر مشروع کمن صلے علیہ مرۃ۔[2]

میت کا حق پہلے فریق نے ادا کر دیا اور فرض کفایہ نماز اوّل سے ساقط ہو گیا، اب اور لوگ پڑھیں تو نماز نفل ہوگی اور یہ جائز نہیں جیسے ایک بار پڑھ چکنے والے کو دوبارہ کی اجازت نہیں۔

(۲۰) شرح تجرید کرمانی (۲۱) فتاوٰی ہندیہ (۲۲) مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی میں ہے:

التنفل بصلوۃ الجنازۃ غیر مشروع[3] نماز جنازہ بطور نفل جائز نہیں۔

(۲۳) امام محمد محمد بن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

المذھب عند اصحابنا ان التنفل بہا غیر مشروع۔[4]

ہمارے اماموں کا مذہب یہ ہے کہ نماز جنازہ نفلاً روا نہیں۔

(۲۴) بحرالعلوم ملک العلماء رسائل الارکان میں فرماتے ہیں:

لو صلوا لزم التنفل بصلوۃ الجنازۃ وذا غیر جائز۔[5]

پھر پڑھیں تو نماز جنازہ بطور نفل پڑھنی لازم آئیگی اور یہ ناجائز ہے۔

---

[1] تبیین الحقائق — باب الجنائز — مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر — ۱/۲۴۰

[2] کافی

[3] فتاوٰی ہندیۃ — الفصل الخامس فی الصلوۃ علی المیت — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۱۶۳

[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[5] رسائل الارکان — فصل فی حکم الجنازۃ — مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ — ص ۱۵۵

marfat.com

(۶۰) شرح مسکین للکنز (۶۱) برجندی شرح نقایہ میں ہے:

ان صلی علیہ الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ[1] — اگر جنازے پر ولی نماز پڑھ لے تو اب کسی کو پڑھنا جائز نہیں۔

غنیہ کے لفظ یہ ہیں:

عدم جواز صلوٰۃ غیر الولی بعدہ مذھبنا[2] — ولی کے بعد سب کو نماز ناجائز ہونا ہمارا مذہب ہے۔

(۶۲) مستصفٰی للامام النسفی (۶۳) شلبیہ علی الکنز میں ہے:

لولم یحضر السلطان وصلی الولی لیس لاحد الاعادۃ[3] — اگر سلطان حاضر نہ ہو اور ولی پڑھ لے اب کوئی اعادہ نہیں کر سکتا۔

نوعِ پنجم[5]: کچھ ولی کی خصوصیت نہیں۔ حاکمِ اسلام یا امامِ مسجد جامع یا امام مسجد محلہ میت کے بھی پڑھ دوسروں کو اجازت نہیں کہ یہ بھی صاحبِ حق ہیں۔

(۶۴) امام فخر الدین عثمان نے شرح کنز میں بعد مسئلہ ولی فرمایا:

وکذا بعد امام الحی وبعد کل من یتقدم علی الولی[4] — یعنی یونہی اگر مسجد محلہ میت کا امام یا سلطان وغیرہ حکامِ اسلام نمازِ جنازہ پڑھ لیں تو پھر اوروں کو نماز کی اجازت نہیں۔

(۶۵) فاتح شرح قدوری (۶۶) ذخیرۃ العقبٰی علی صدر الشریعت (۶۷) حواشی سید حموی میں ہے:

تخصیص الولی لیس بقید لانہ لوصلی — کچھ ولی کی خصوصیت نہیں بلکہ سلطان وغیرہ جو

---

[1] المختصر للقدوری — باب الجنائز — مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور بھارت — ص ۴۵
الہدایہ — فصل فی الصلوٰۃ علی المیت — المکتبۃ العربیۃ کراچی — ۱/۱۶۰
شرح النقایۃ للبرجندی — فصل فی صلوٰۃ الجنائز — منشی نولکشور لکھنؤ — ۱/۱۸۱

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی الجنائز — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۵۸۸

[3] شلبی علی الکنز علی ہامش تبیین الحقائق — باب الجنائز — مطبعہ کبرٰی امیریہ مصر — ۱/۲۳۸

[4] تبیین الحقائق — " — " — ۱/۲۴۰

marfat.com

کسی کو نمازِ جنازہ کی اجازت نہیں۔

(۴۲) کنز الدقائق (۴۳) وافی للامام اجل ابی البرکات النسفی (۴۴) وقایہ (۴۵) نقایہ للامام صدر الشریعۃ (۴۶) غرر للعلامہ مولیٰ خسرو (۴۷) تنویر الابصار و جامع البحار، شیخ الاسلام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الغزی، (۴۸) ملتقی الابحر (۴۹) اصلاح للعلامہ ابن کمال پاشا (۵۰) فتح القدیر للامام المحقق علی الاطلاق (۵۱) شرح منیہ ابن امیر الحاج (۵۲) شرح نور الایضاح للمصنف میں ہے:

واللفظ لمتن العلامۃ ابراھیم الحلبی لا یصلی غیر الولی بعد صلٰوتہ[1]۔

(علامہ ابراہیم حلبی کے متن کے الفاظ یہ ہیں۔ت) ولی کے بعد کوئی شخص نمازِ جنازہ نہ پڑھے۔

امام ابن الہمام کے الفاظ یہ ہیں:

ان صلی الولی وان کان وحدہ لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ[2]۔

ولی اگرچہ تنہا نماز پڑھ لے اس کے بعد کسی کو پڑھنا جائز نہیں۔

یوں ہی مراقی الفلاح میں فرمایا:

لا یصلی احد علیہم بعدہ وان صلی وحدہ ولی[3]۔

ولی اکیلا ہی پڑھ چکا جب بھی اس کے بعد کوئی نہ پڑھے۔

حلیہ کی عبارت یہ ہے:

قال علماؤنا اذا صلی علی المیت من لہ ولایۃ ذلک لاتشرع الصلوٰۃ علیہ ثانیا لغیرہ[4]۔

ہمارے علماء نے فرمایا جب میّت پر صاحبِ حق نماز پڑھ لے پھر کسی کو اس پر نماز مشروع نہیں۔

(۵۳) مختصر قدوری (۵۴) ہدایہ للامام الاجل ابی الحسن علی بن عبدالجلیل الفرغانی (۵۵) نافع متن مستصفی للامام ناصر الدین ابی القاسم المدنی السمرقندی (۵۶) شرح الکنز للعلامۃ ابن نجیم (۵۷) شرح الملتقی للعلامہ شیخی زادہ (۵۸) شرح النقایہ للقہستانی (۵۹) ابراہیم الحلبی علی المنیہ

---

[1] ملتقی الابحر　فصل فی الصلٰوۃ علی المیّت　موسسۃ الرسالۃ بیروت　۱/ ۱۵۹

[2] فتح القدیر　مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر　۲/ ۸۴

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی　فصل السلطان احق بصلٰوتہ　نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی　ص ۳۲۴

[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

التکرار[1]۔ اُسے پھر پڑھنا جائز نہیں۔

(۸۱) شامی علی الدر میں ہے:

لان اعادته تکون نفلا من کل وجه بخلاف الولی لانه صاحب الحق[2]
اس لئے کہ اس کا اعادہ ہر طرح نفل ہی ہوگا، اور یہ جائز نہیں بخلاف ولی کے کہ صاحبِ حق ہے۔

نوعِ ہفتم[7]: جب ولی نے دوسرے کو اذن دے دیا اگرچہ آپ شریکِ نماز نہ ہوا، یا کوئی اجنبی بے اذنِ ولی خود ہی پڑھ گیا مگر ولی شریکِ نماز ہوگیا تو ان صورتوں میں ولی بھی اعادہ نہیں کر سکتا۔

(۸۲) جوہرہ میں ہے:

ان اذن الولی لغیرہ فصلی لا تجوزله الاعادة[3]۔
اگر ولی کے اذن سے دوسرے نے پڑھ لی تو اب ولی کو بھی اعادہ جائز نہیں۔

(۸۳) بحر میں ہے:

اذن لغیرہ بالصلٰوۃ لاحق له فی الاعادة[4]۔
ولی جب دوسرے کو نماز کا اذن دے اب اسے اعادہ کا حق نہیں۔

(۸۴) فتاوٰی امام قاضی خاں (۸۵) فتاوٰی ظہیریہ (۸۶) فتاوٰی ولوالجیہ (۸۷) واقعات (۸۸) تجنیس للامام صاحب ہدایہ (۸۹) فتاوٰی عتابیہ (۹۰) فتاوٰی خلاصہ (۹۱) عنایہ شرح ہدایہ (۹۲) نہایہ اول شروح ہدایہ (۹۳) منبع (۹۴) عبدالحلیم رومی علی الدرر (۹۵) شلبی علی زیلعی الکنز (۹۶) حلیہ (۹۷) برجندی (۹۸) بحر (۹۹) رحمانیہ (۱۰۰) شرح علائی (۱۰۱) ہندیہ میں ہے:

واللفظ للعنایة عن الولوالجی وللشلبی عن النهایة عن الولوالجی والظهیریة و التجنیس وللبحر عنهم وعن الواقعات رجل صلی علی جنازة والولی خلفه و
(الفاظ عنایہ، شلبی اور بحر کے ہیں۔ عنایہ میں ولوالجی سے منقول ہے اور شلبی میں نہایہ سے اُس میں ولوالجی، ظہیریہ اور تجنیس سے نقل ہے اور بحر میں ان سب سے اور واقعات سے نقل

---

[1] فتح القدیر	فصل الصّلٰوۃ علی المیت	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۲/ ۸۴
[2] ردالمحتار	باب صلٰوۃ الجنائز	مصطفی البابی مصر	۱/ ۶۵۲
[3] الجوہرۃ النیرہ	باب التیمم	مکتبہ امدادیہ ملتان	۱/ ۲۷
[4] بحر الرائق	″	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/ ۱۵۷

السلطان اوغیرہ ممن ھو اولٰی من الولی لیس لاحد ان یصلی بعدہٗ[1]

ولی سے اولٰی ہیں اُن کے بعد بھی کسی کو پڑھنا جائز نہیں۔

(۶۸) فتح القدیر (۶۹) فتح اللہ المعین میں ہے:

اذا منعت الاعادۃ بصلوٰۃ الولی فبصلوٰۃ من ھو مقدم علی الولی اولٰی[2]

جب ولی کے بعد دوسرے کو اجازت نہیں تو سلطان وغیرہ کہ اس سے بھی مقدم ہیں، ان کے بعد اجازت نہ ہونا بدرجۂ اولٰی۔

(۷۰) قہستانی علی مختصر الوقایہ میں ہے:

لایجوز ان یصلی غیر الاحق بعد صلوٰۃ الولی والاحق وغیرہ[3]

جو اس نماز میں صاحبِ حق ہیں ان میں کسی کے پڑھنے کے بعد غیر کو پڑھنا جائز نہیں۔

حلیہ کی عبارت نوع چہارم میں گزری۔

نوعِ ششم: ولی وغیرہ ذی حق جس صورت میں اپنے حق کے لئے اعادہ کرسکتے ہیں۔ اس حال میں بھی جو پہلے پڑھ چکا ان کی نماز میں شریک نہیں ہوسکتا۔

(۷۱) نور الایضاح (۷۲) درمختار (۷۳) بحر الرائق (۷۴) قنیہ (۷۵) شرح مختصر الوقایۃ للعلامۃ عبد العلی (۷۶) شرح الملتقی للعلامہ عبد الرحمٰن رومی (۷۷) غنیہ ذوی الاحکام للعلامۃ الشرنبلالی (۷۸) شرح منظومہ ابن وہبان للعلامۃ ابن الشحنہ (۷۹) خادمی علی الدرر میں ہے:

واللفظ لہ لیس لمن یصلی اولا ان یعید مع الولی[4]

(اور ان کے الفاظ یہ ہیں۔ ت) جو ایک بار پڑھ چکا وہ ولی کے ساتھ اعادہ نہیں کرسکتا۔

(۸۰) فتح القدیر میں ہے:

ولذا قلنا لم یشرع لمن صلی مرۃ

اسی لئے ہمارا مذہب ہے کہ جو ایک بار پڑھ چکا

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی علی صدر الشریعۃ　باب الجنائز　منشی نولکشور کانپور　۱/۱۱۸

[2] فتح القدیر　فصل فی الصلوٰۃ علی المیت　مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر　۲/۸۴

فتح اللہ المعین بحوالہ سید حموی　فصل فی السلطان احق بصلوٰتہ　ایچ ایم سعید کمپنی کراچی　۱/۳۵۳

[3] جامع الرموز　فصل فی الجنائز　مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران　۱/۲۸۴

[4] خادمی علی الدرر　باب الجنائز　مطبعہ عثمانیہ دار سعادت ترکی　ص ۹۹

marfat.com

(۱۲۶) درایہ شرح ہدایہ (۱۲۷) شلبیہ علی الکنز میں ہے:

ولوصلی امام المسجد الجامع لاتعاد[1]
جامع مسجد کا امام پڑھ لے تو پھر اعادہ نہیں۔

(۱۲۸) مجمع البحار (۱۲۹) شرح مجمع (۱۳۰) بحر (۱۳۱) ردالمحتار میں ہے:

امام الحی کالسلطان فی عدم اعادۃ الولی[2]
امامِ محلہ بھی اس امر میں مثلِ سلطان ہے کہ اس کے بعد ولی کو اعادہ جائز نہیں۔

تنبیہ: امام عتابی نے ولی پر تقدیم امام میں یہ شرط لگائی کہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی ہی اولٰی ہے۔ یہ شرط شرنبلالیہ میں معراج الدرایہ اور دُرمختار میں مجتبٰی و شرح المجمع لمصنفہ سے نقل فرمائی۔ حلیہ میں اسے عتابی سے بحوالہ شرح مجمع اور امام بقالی سے بحوالہ مجتبٰی نقل کرکے فرمایا وھو احسن یہ کلام عمدہ ہے۔ اسی طرح بحرالرائق میں فرمایا۔

(۱۳۲) خانیہ (۱۳۳) وجیز کردری (۱۳۴) عالمگیریہ (۱۳۵) خزانۃ المفتین میں ہے:

واللفظ للوجیز مات فی غیر بلدہ فصلی علیہ غیر اھلہ ثم حملہ اھلہ الی منزلہ ان کانت الصلوٰۃ الاولٰی باذن الوالی او القاضی لاتعاد[3]
(عبارت "وجیز" کی ہے۔ ت) غیر شہر میں مرا اجنبی لوگوں نے نماز پڑھ لی پھر اس کے اقارب آئے اسے اس کے وطن لے آئے، اگر پہلی نماز حاکمِ اسلام یا قاضی کے اذن سے ہُوئی تھی تو اب اقارب اعادہ نہ کریں۔

نوعِ نہم ۹: اگر ولی نے نماز پڑھ لی اور سلطان وحکام کہ اس سے اولٰی ہیں بعد کو آئے اب وہ بھی بالاتفاق اعادہ نہیں کرسکتے، ہاں اگر وہ موجود تھے اور اُن کے بے اذن ولی نے پڑھ لی اور وہ شریک نہ ہُوئے تو ایک جماعت علماء کے نزدیک اُنھیں اختیارِ اعادہ ہے۔

وھو محمل ما فی الدر عن المجتبٰی و
یہی اس کلام کا مطلب ہے جو درمختار میں مجتبٰی سے

---

[1] شلبی علی الکنز علی ہامش تبیین الحقائق فعل السلطان احق بصلوٰتہ مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۲۴۰
[2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مصطفی البابی مصر ۱/۶۵۲
[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ الخامس والعشرون فی الجنائز نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۸۰
فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی الصلوٰۃ علی المیت " " " ۱/۱۶۴

لم یرض به ان تابعه وصلی معه لایعید لانه صلی مرّة[1]۔ ہے۔(ت) ایک شخص نے نماز پڑھائی اور ولی راضی نہ تھا لیکن شریک ہوگیا تو اب اعادہ نہ کرے گا کہ ایک بار پڑھ چکا۔

نوعِ ہشتم: یونہی اگر سلطان وغیرہ ذی حق کہ ولی سے مقدم ہیں پڑھ لیں یا خود نہ پڑھ لیں۔ ان کے اذن سے کوئی پڑھ دے جب بھی ولی کو اختیارِ اعادہ نہیں۔

(۱۰۲ تا ۱۱۹) ۸۴ سے ۱۰۱ تک تمام کتبِ مذکورہ (۱۲۰) فتح القدیر (۱۲۱) فتح المعین میں ہے:

اما من ذکرنا لفظهم اتفقا فبالفاظ متفقة والباقون بمعانی متقاربة، وهذا لفظ الخانیة ان کان المصلی سلطانا او الامام الاعظم او القاضی او والی مصر او امام حیه لیس للولی ان یعید فی ظاهر الروایة[2] زاد الذین سقنا لفظهم لانهم اولی بالصلٰوة منه[3]۔ جن کی عبارت ابھی ہم نے ذکر کی وہ بہ الفاظِ متفقہ اور باقی بمعانی متقاربہ بیان کرتے ہیں اور یہاں عبارت خانیہ کی ہے۔ (ت) اگر امیر المومنین یا سلطانِ اسلام یا قاضی یا والیِ شہر یا امامِ مسجد محلہ نے نماز پڑھ لی تو ہمارے ائمہ سے ظاہر الروایۃ میں ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں کہ یہ لوگ اس نماز کے حق میں ولی سے مقدم ہیں۔

(۱۲۲) غنیہ (۱۲۳) حلیہ (۱۲۴) بحر (۱۲۵) طحطاوی علی مراقی الفلاح سب کے بابِ تیمم میں ہے:

لو صلی من له حق التقدم کالسلطان ونحوه لایکون له حق بالاعادة[4]۔ سلطان وغیرہ جو ولی پر مقدم ہیں ان کے پڑھ لینے کے بعد ولی کو حقِ اعادہ نہیں۔

کفایہ و مستخلص کی عبارت نوعِ دہم میں آتی ہے۔ امام عتابی نے مثل عبارت مذکورہ خانیہ ذکر کیا اور ان کی گنتی میں جو ولی پر مقدم ہیں امام مسجد جامع کو بھی بڑھایا۔ اور درایہ پھر نہر پھر درمختار اور جوامع الفقہ اور پھر شرنبلالیہ میں تصریح فرمائی کہ امامِ جامع امامِ محلہ پر مقدم ہے۔

---

[1] العنایة علی ہامش فتح القدیر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۳
[2] فتاوٰی قاضی خاں باب فی غسل المیت الخ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۹۲
[3] بحر الرائق فصل فی السلطان احق بصلٰوته ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۸۱
[4] غنیة المستملی شرح منیة المصلی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۱

marfat.com

جزم فی السراج وغایۃ البیان والنافع[1]

سلطان بھی اعادہ نہ کرے، اور اسی پر حدادی و اتقانی ونافع نے جزم فرمایا۔

(۱۴۱) مستصفے للامام النسفی (۱۴۲) شلبی علی الکنز میں ہے:

الحق الی الاولیاء حیث قال لیس لاحد بعدہ الاعادۃ بطریق العموم سلطانا کان اوغیرہ[2]۔

اصل حق ولی کا ہے ولہذا ماتن یعنی صاحب الفقہ النافع نے عام فرمایا کہ ولی کے بعد کسی کو اعادہ کا اختیار نہیں، سلطان ہو یا کوئی۔

(۱۴۳ و ۱۴۴) ردالمحتار میں معراج الدرایہ وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

اذا صلی الولی فھل لمن قبلہ کالسلطان حق الاعادۃ فی السراج والمستصفی لا ویدل علی ھذا قول الھدایۃ ان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ ونحوہ فی الکنز وغیرہ فقولہ لم یجز لاحد یشمل السلطان ونقل فی المعراج عن المنافع عــہ لیس للسلطان الاعادۃ ثم ایدہ روایۃ المنافع[3] اھ ملخصا۔

کیا ولی کے بعد سلطان وغیرہ جو اس سے مقدم ہیں اعادہ کا حق رکھتے ہیں، سراج و مستصفی میں منع فرمایا، اور ہدایہ کا قول اس پر دلیل ہے کہ فرمایا ولی کے بعد کسی کو جائز نہیں، اور یونہی کنز وغیرہ میں ہے، کسی میں سلطان بھی آگیا، اور معراج میں منافع سے سلطان کو منع اعادہ نقل کرکے اس کی تائید فرمائی۔

عــہ المنافع ھذا ھو المستصفی للامام اجل ابی البرکات النسفی شرح الفقہ النافع الشھیر بالنافع للامام ناصر الدین ابی القاسم المدنی السمرقندی وقد قال رحمہ اللہ تعالٰی فی اٰخر کتابہ المصفی شرح المنظومۃ النسفیۃ

منافع، یہی امام اجل ابو البرکات نسفی کی مستصفی ہے جو امام ناصر الدین ابو القاسم مدنی سمرقندی کی کتاب "الفقہ النافع" مشہور بہ "نافع" کی شرح ہے۔ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "المصفی شرح منظومۃ نسفیہ" کے آخر میں لکھا ہے کہ: جب میں

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فتح المعین علٰی شرح منلا مسکین فصل فی الصلوٰۃ علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۳

[2] شلبی علی الکنز علی ہامش تبیین الحقائق فصل السلطان احق بصلوٰتہ مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۲۳۸

[3] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز " " " " ۱/۹۲-۵۹۱

marfat.com

فی النهایۃ والجوھرۃ ثم الھندیۃ والطحطاوی وفی العنایۃ والبرجندی عن النھایۃ وفی الفاتح شرح القدوری وفی ابی سعید علی الدرر عن المجتبٰی وغیرہ۔

منقول ہے، اور نہایہ، جوہرہ پھر ہندیہ اور طحطاوی میں ہے اور عنایہ و برجندی میں نہایہ کے حوالہ سے ہے اور فاتح شرح قدوری میں ہے اور حاشیہ ابو سعید علی الدرر میں مجتبٰی وغیرہ سے منقول ہے۔(ت)

اور ایک جماعتِ علماء کے نزدیک اب بھی سلطان وغیرہ کسی کو اختیارِ اعادہ نہیں، معراج الدرایہ میں اسی کی تائید کی، ردالمحتار میں اسی کو ترجیح دی۔ اور یہی ظاہر اطلاق متون اور ظاہراً من حیث الدلیل اقوٰی ہے تو حاصل یہ ٹھہرا کہ سلطان نے پڑھ لی تو ولی نہیں پڑھ سکتا ولی نے پڑھ لی تو سلطان نہیں پڑھ سکتا، غرض ہر طرح اعادہ وتکرار کا دروازہ بند فرماتے ہیں۔

(۱۳۶) غایۃ البیان شرح الہدایۃ للعلامۃ الاتقانی میں ہے:

ھذا علی سبیل العموم حتی لاتجوز الاعادۃ لالسلطان ولا لغیرہ۔[1]

یعنی ولی کے بعد کسی کو نماز کی اجازت نہ ہونے کا حکم عام ہے یہاں تک کہ پھر سلطان وغیرہ کسی کو اعادہ جائز نہیں۔

(۱۳۷) صغیری میں ہے:

ان صلی ھو فلیس لغیرہ ان یصلی بعدہ من السلطان فمن دونہ۔[2]

ولی پڑھ لے تو پھر کسی کو پڑھنے کا اختیار نہیں سلطان ہو یا اور کوئی۔

(۱۳۸) سراج وہاج شرح قدوری میں ہے:

من صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ سلطانا کان اوغیرہ۔[3]

ولی کے بعد کسی کو نماز جائز نہیں، سلطان ہو یا اس کا غیر۔

(۱۳۹ و ۱۴۰) ابوالسعود میں نافع وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

اطلق فی الغیر فعم السلطان فمفادہ عدم اعادۃ السلطان بعد صلوۃ الولی وبہ

کنز میں امام ماتن نے غیر کو مطلق رکھا جو سلطان کو بھی شامل، تو اس کا مفاد یہ ہے کہ ولی کے بعد

---

[1] ردالمحتار بحوالہ غایۃ البیان | باب صلوۃ الجنائز | دارالطباعۃ المصریہ مصر | ۱/۵۹۲

[2] صغیری شرح منیۃ المصلی | فصل فی الجنازۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ص ۲۸۹

[3] بحرالرائق بحوالہ السراج الوہاج | فصل السلطان احق بصلوتہ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/۱۸۲

marfat.com

وبهذا حاول البحر التوفيق فحمل ما في النهاية والعناية على ما اذا تقدم الولي بمحضر السلطان من دون اذنه وما في السراج والمستصفى على ما اذا تقدم وهم غيب ثم حضروا ونازعه في النهر بان كلماتهم متفقة على ان لاحق للسلطان فمن دونه قبل الولي الا عند حضورهم فالخلاف انما هو اذا حضروا۔

اقول كيفما كان الامر فالذي يقول باعادة السلطان انما يقول اذا حضر وتقدم الولي بلا اذنه قال في الحلية في تصوير هذا الخلاف صلى الولي والسلطان او امام الحي ومن بينهما حاضر ولم يتابعه[1] الخ وكذلك قيد في النافع بقوله ان حضر قال في شرحه المستصفى انما قدم السلطان بعارض ولهذا قال ان حضر[2] اه وفي المجتبى صلى الولي لم يجز ان يصلي احد بعده

اسی سے صاحبِ بحر نے تطبیق دینا چاہا ہے، انھوں نے نہایہ وغیرہ کی عبارت کو اس صورت پر محمول کیا ہے جب سلطان کے موجود ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر ولی پڑھا دے — اور سراج ومستصفیٰ کے کلام کو اُس صورت پر محمول کیا ہے جب ولی ان کی غیر موجودگی میں پڑھا دے بعد میں وہ آجائیں — صاحبِ نہر نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ کلماتِ علماء اس بارے میں متفق ہیں کہ سلطان وغیرہ کو ولی پر حقِ تقدم اُسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ موجود ہوں تو اختلاف موجودگی ہی کی صورت میں ہوگا۔

اقول جیسا بھی ہو جو سلطان کے لئے دوبارہ پڑھنے کا حق مانتا ہے وہ یہی کہتا ہے کہ جب سلطان موجود ہو اور ولی اس کی اجازت کے بغیر پڑھا دے تو وہ پھر پڑھ سکتا ہے — حلیہ میں اس اختلاف کی صورت یوں پیش کی ہے "ولی نے نماز پڑھائی اور سلطان یا امامِ محلہ یا وہ جن کا درجہ ان کے مابین ہے موجود ہیں اور انھوں نے ولی کی متابعت نہ کی" الخ۔ اسی طرح "نافع" میں یہ قید لگائی ہے کہ "اگر وہ موجود ہو"۔ اس کی شرح مستصفیٰ[1] میں فرمایا: سلطان کو تقدم عارض کی وجہ سے ہے اسی لئے فرمایا: "اگر وہ موجود ہو" اھ مجتبیٰ میں ہے، "ولی نے پڑھ لی تو اس کے بعد کوئی نہیں پڑھ سکتا

۱؎ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
۲؎ المستصفی شرح الفقہ النافع للنسفی

marfat.com

(۱۴۵) بحرالرائق میں ہے :

صلی الولی ثم جاء المقدم علیہ فلیس لہ الاعادۃ[1]۔

ولی پڑھ چکا پھر سلطان وغیرہ وہ لوگ آئے جو ولی پر مقدم ہیں انھیں اعادہ کا اختیار نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لما فرغت من جمع المنافع و املائہ وھو المستصفٰی سألنی بعض اخوانی ان اجمع للمنظومۃ شرحا مشتملا علی الدقائق فشرحتھا وسمیتہ المصفٰی فظھر ان المستصفٰی والمنافع شیئ واحد وھو شرح النافع، والمصفٰی غیرہ وھو شرح المنظومۃ فلیس عین المستصفٰی ولا اختصارہ، ولا المستصفٰی شرح المنظومۃ وقد وقع ھھنا غلط من العلامۃ الکاتبی فی کشف الظنون فتنبہ ومن اشد العجب ان استدل ما ادعاہ من المستصفٰی شرح المنظومۃ وان المصفٰی اختصارہ بما مر من کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی فی اٰخر المصفٰی مع انہ شاھد باعلٰی نداء علٰی نقیض ما ادعاہ ثم اعاد ذکر المستصفٰی فی النافع فجعلہ شرحہ علی الصواب وذکر قیلا انہ المصفٰی ولیس بالصواب فاعلم ۱۲ منہ (م)

منافع ــــ وہی مستصفٰی ہے ــــ کی تالیف و املا سے فارغ ہُوا تو بعض عزیزوں نے مجھ سے چاہا کہ منظومہ کی ایک ایسی شرح لکھ دُوں جو اس کے دقائق کے بیان پر مشتمل ہو تو میں نے منظومہ کی شرح لکھی اور اس کا نام "مصفّٰی" رکھا ــــ اس عبارت سے واضح ہے کہ مستصفٰی اور منافع ایک ہی ہیں اور یہ "نافع" کی شرح ہے، اور مصفّٰی دوسری کتاب ہے وہ منظومہ کی شرح ہے بعینہ مستصفٰی یا اس کا اختصار نہیں ہے، نہ ہی مستصفٰی، منظومہ کی شرح ہے ــــ یہاں کشف الظنون میں علامہ کاتبی سے غلطی ہوگئی ہے اس لئے متنبہ رہنا چاہئے ــــ انھوں نے یہ لکھ دیا ہے کہ مستصفٰی، منظومہ کی شرح ہے اور مصفّٰی اس کا (مستصفٰی کا) اختصار ہے اور سخت حیرت کی بات یہ ہے کہ اس دعوے کی دلیل میں انھوں نے آخر مصفّٰی کی یہی عبارت پیش کی ہے جو ابھی ذکر ہوئی حالانکہ وہ بہ آوازِ بلند ان کے دعوے کے خلاف شہادت دے رہی ہے ــــ اس کے بعد "النافع" کے تحت کاتبی نے مستصفٰی کو دوبارہ ذکر کیا ہے وہاں بجا طور پر اسے اس کی شرح بتایا اور ایک ضعیف قول ذکر کیا کہ وہ مصفّٰی ہی ہے اور یہ درست نہیں ــــ تو یہ معلوم رہے ۱۲ (ت)

[1] بحرالرائق فصل السلطان احق بصلٰوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۸۲

marfat.com

نوعِ دہم: حدیہ کہ جنازہ ہوا اور بے وضو کو وضو کرنے یا جنب یا حیض یا نفاس سے فارغ ہونے والی کو نہانے میں فوتِ نماز کا اندیشہ ہو تو شرع نے اجازت فرمائی کہ تیمم کر کے شریک ہو جائے کہ ہو چکی تو پھر نہ پڑھ سکے گا جیسے نمازِ عید، ولہذا سلطان وغیرہ جو ولی سے مقدم ہیں جب وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے، بلکہ اگر ولی نے دوسرے کو اجازتِ امامت دے دی تو اب ولی بھی تیمم کر سکے گا کہ اجازت دے کر اختیارِ اعادہ نہ رہا، یونہی اگر وضو یا غسل کے تیمم سے ایک جنازہ پڑھا گیا کہ دوسرا آگیا اور وضو یا غسل کی مہلت نہ پائی تو اسی تیمم سے دوسرا اور تیسرا جہاں تک ہوں پڑھ سکتے ہو۔

(۱۴۶) کنز (۱۴۷) تنویر (۱۴۸) ملتقی (۱۴۹) نور الایضاح (۱۵۰) محیط میں ہے:

صَحَّ لخوف فوت الجنازۃ[1] اندیشہ فوتِ جنازہ کے لئے تیمم جائز ہے (۱۵۱) مختصر قدوری (۱۵۲) ہدایہ (۱۵۳) وقایہ (۱۵۴) نقایہ (۱۵۵) اصلاح (۱۵۶) وافی (۱۵۷) غرر (۱۵۸) منیہ میں ہے:

واللفظ للاصلاح والوقایۃ ھو لمحدث وجنب وحائض ونفساء عجزوا عن الماء لخوف فوت صلوۃ الجنازۃ لغیر الولی[2] اھ ومثلہ فی الغرر غیر انہ قال لغیر الاولی[3]

(اصلاح اور وقایہ میں ہے۔ ت) مرد یا عورت جسے وضو یا غسل کی حاجت ہو اور اس میں نمازِ جنازہ فوت ہو جانے کا خوف کریں ان کو تیمم جائز ہے سوا اس کے جو اس نماز کا احق ہو کہ اُسے خوفِ فوت نہیں۔ اور اسی طرح غرر میں ہے مگر وہاں غیر ولی کی بجائے غیر اولی کہا۔ (ت)

مختصر وقایہ کے لفظ یہ ہیں:

ما یفوت لا الی خلف کصلوۃ الجنازۃ لغیر الولی[4]

جوازِ تیمم کے عذروں سے ہے ایسے واجب کا فوت جس کا بدل نہ ہو سکے جیسے غیر ولی کے لئے نمازِ جنازہ۔

---

[1] کنز الدقائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷
[2] غرر الاحکام مع شرح الدرر الحکام باب التیمم مطبعہ احمد کامل الکائنہ فی دار السعادت بیروت ۱/ ۲۹ و ۳۰
[3]
[4] النقایۃ مختصر وقایۃ فصل التیمم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶

marfat.com

هذا اذا لم يحضر السلطان اما اذا حضر
وصلى الولي يعيد السلطان[1] اھ ومثله
في الفاتح وفي الدر لو صلى الولي
بحضرة السلطان مثلا اعاد السلطان[2] اھ
وفي المعراج والحاوي عن
المجتبى، للسلطان الاعادة اذا صلى
الولي بحضرته[3] اھ وفي ط على المراقي
صلى ولي واراد السلطان ان يصلي عليه
فله ذلك، جوهرة، يعني اذا كان
حاضرا وقت الصلوٰة ولم يصل
مع الولي ولم ياذن لاتفاق
كلمتهم ان لا حق للسلطان عند
عدم حضوره نهر[4] اھ فظهر سقوط
ماوقع لعبد الحليم على الدرر
من قوله ان السلطان اذا لم
يحضر فصلى من دونه فحضر
السلطان يعيدها ان شاء[5] اھ
فليتنبه وبالله التوفيق۔

یہ اُس صورت میں ہے جب سلطان موجود نہ ہو، اگر اس کی موجودگی میں ولی پڑھ لے تو وہ پھر پڑھ سکتا ہے اھ ــ اسی کے مثل فاتح شرح قدوری میں ہے ــ درمختار میں ہے: اگر ولی نے مثلاً سلطان کی موجودگی میں پڑھ لیا تو سلطان دوبارہ پڑھ سکتا ہے اھ معراج اور حاوی میں مجتبیٰ کے حوالے سے ہے: سلطان کو حقِ اعادہ حاصل ہے اگر ولی اس کی موجودگی میں پڑھ لے اھ ــ حاشیۂ طحطاوی علی المراقی میں ہے: ولی نے نماز پڑھ لی اور سلطان چاہتا ہے کہ وہ بھی پڑھے تو اسے اس کا حق حاصل ہے، جوہرہ ــ یعنی جب سلطان وقتِ نماز موجود رہا ہو اور ولی کے ساتھ نہ پڑھا ہو نہ ہی اجازت دی ہو اس لئے کہ عباراتِ علما اس بارے میں متفق ہیں کہ سلطان کو غیر موجودگی کی حالت میں کوئی حق نہیں، نہر اھ ــ اس سے واضح ہے کہ وہ کلام ساقط الاعتبار ہے جو عبد الحلیم رومی کے قلم سے حاشیۂ درر میں درج ہوا کہ سلطان کی غیر موجودگی میں اس سے کم درجہ والے نے جنازہ پڑھ لیا پھر سلطان آیا تو وہ اگر چاہے تو پھر پڑھ سکتا ہے اھ ــ اس سے آگاہ رہنا چاہئے اور توفیق خدا ہی سے ہے۔

۱؎ المجتبیٰ
۲؎ درمختار　باب صلوٰۃ الجنائز　مطبع مجتبائی دہلی　۱/۱۲۳
۳؎ المعراج
۴؎ طحطاوی علی مراقی الفلاح　فصل فی السلطان احق بصلوٰتہ　نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۴
۵؎ حاشیۃ الدرر علی الغرر عبد الحلیم　باب الجنائز　مطبعۃ عثمانیہ ترکی　۱/۱۰۸

marfat.com

(۱۷۰) عنایہ میں ہے:

کل ما یفوت لا الی بدل جاز اداؤہ بالتیمم مع وجود الماء وصلوٰۃ الجنازۃ عندنا کذلک لانہا لا تعاد[1]۔

ہر واجب کہ فوت پر بدل نہ رکھتا ہو پانی ہوتے ہوئے اُسے تیمم سے ادا کرسکتے ہیں اور نمازِ جنازہ ہمارے نزدیک ایسی ہی ہے کہ وُہ دوبارہ نہیں ہوسکتی۔

(۱۷۱) تبیین (۱۷۲) ارکان میں ہے:

صلوٰۃ الجنازۃ تفوت لا الی خلف فصار الماء معدوما بالنسبۃ الیہا[2]۔

نمازِ جنازہ کا بدل نہیں تو اس کے لئے پانی معدوم ٹھہرا۔

(۱۷۳) ظہیریہ (۱۷۴) عالمگیریہ (۱۷۵) سراجیہ (۱۷۶) شرح نور الایضاح (۱۷۷) درمختار (۱۷۸) رحمانیہ میں ہے:

والنظم للدر ولو جنبا او حائضا[3] اس کے لئے جنب وحائض کو بھی تیمم روا ــــ اور یہ مسئلہ وقایہ و اصلاح و غرر سے واضح تر گزرا۔ (۱۷۹) بحر (۱۸۰) ہندیہ (۱۸۱) طحطاوی علی المراقی (۱۸۲) حلیہ (۱۸۳) غنیہ میں ہے:

واللفظ للبحر یجوز التیمم للولی اذا کان من ہو مقدم علیہ حاضرا اتفاقا لانہ یخاف الفوت[4]۔

سلطان وحکام کہ ولی سے مقدم ہیں وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے کہ اب اسے بھی خوفِ فوت ہوسکتا ہے۔

(۱۸۴) جوہرہ (۱۸۵) بحر (۱۸۶) عالمگیریہ میں ہے:

واللفظ لہذین یجوز للولی اذا اذن لغیرہ بالصلوٰۃ ولا یجوز لمن امرہ الولی کذا فی الخلاصۃ[5]۔

(ان دونوں کے الفاظ ہیں کہ۔ت) ولی دوسرے کو اذنِ نماز دے جب بھی اُسے تیمم روا ہے (کہ اب اُسے خوفِ فوت ہوگیا) اور جسے ولی نے اذن دیا اب اسے تیمم جائز نہیں جیسا کہ خلاصہ میں تصریح فرمائی (کہ اب اُسے خوفِ فوت نہیں)

---

[1] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر	باب التیمم	نوریہ رضویہ سکھر	۱/۱۲۲
[2] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق	"	مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر	۱/۴۲
[3] درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۴۲
[4] بحرالرائق	"	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۵۸
[5] فتاوٰی ہندیہ	الفصل الثالث فی المتفرقات	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/۳۱

marfat.com

(۱۵۹) ملتقی امام حاکم شہید (۱۶۰) فتاوٰی غیاثیہ میں ہے:

لا یجوز التیمم لمن ینتظرہ الناس فلو لم ینتظر وہ اجزاہ۔[1] | جس کا انتظار ہو گا یعنی ولی و اولٰی اسے تیمم جائز نہیں اور جس کا انتظار نہ ہو گا یعنی غیر اولٰی اسے تیمم جائز ہے۔

(۱۶۱) طحطاوی علی الدر میں ہے: یعتبر الخوف بغلبۃ الظن[2] خوفِ فوت میں غالب گمان کا اعتبار ہے (۱۶۲) امام اجل طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

قد رخص فی التیمم فی الامصار خوف فوت الصلٰوۃ علی الجنازۃ و فی صلٰوۃ العیدین لان ذلک اذا فات لم یقض۔[3] | نمازِ جنازہ یا عید فوت ہونے کے خوف سے پانی ہوتے ہوئے شہروں میں تیمم کی اجازت ہے اس لئے کہ ان دونوں نمازوں کی قضا نہیں۔

(۱۶۳) ہدایہ (۱۶۴) مجمع الانہر میں ہے: لانہ لا تقضی فیتحقق العجز[4] اس لئے کہ نمازِ جنازہ کی قضا نہیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا (۱۶۵) حلیہ (۱۶۶) برجندی (۱۶۷) مراقی الفلاح (۱۶۸) فتاوٰی خیریہ میں ہے:

انہا تفوت بلا خلف (زاد البرجندی) بالنسبۃ الی غیر الولی۔[5] | نماز ہو چکے تو غیر ولی کے لئے اس کا بدل نہیں۔

(۱۶۹) کافی میں دونوں لفظ جمع فرماتے کہ:

صلٰوۃ الجنازۃ والعید تفوتان لا الی بدل لانہما لا تقضیان فیتحقق العجز۔[6] | نماز جنازہ و عید فوت ہو جائیں تو ان کا بدل نہیں کہ وہ قضا نہیں کی جاتیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا۔

---

[1] فتاوٰی غیاثیہ — فصل فی التکفین — مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ — ص ۴۴

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر — باب التیمم — دار المعرفۃ بیروت — ۱/ ۱۲۹

[3] طحاوی شرح معانی الآثار — باب ذکر الجنب والحائض — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/ ۶۴

[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر — باب التیمم — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۱/ ۴۱

[5] شرح النقایہ للبرجندی — " — نولکشور لکھنؤ — ۱/ ۴۶

مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی — " — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ص ۶۳

[6] کافی شرح وافی

marfat.com

والمستخلص والمراقی وعلیہ مشی فی الخلاصۃ والعنایۃ والمنیۃ والھندیۃ والکافی والدرر والمجتبٰی وجامع الرموز وقال الصدر الشھید بہ ناخذ کما فی الخلاصۃ وکذا صححہ الامام شمس الائمۃ الحلوانی کما فی الغیاثیۃ عن منتقی الشھید وفی الغنیۃ عن الذخیرۃ۔

اور مراقی میں اس کی تصحیح نقل کی، اسی پر خلاصہ، عنایہ، منیہ، ہندیہ، کافی، درر، مجتبٰی اور جامع الرموز میں مشی کی اور صدر شہید نے فرمایا "بہ ناخذ" (ہم اسی کو لیتے ہیں) جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ اسی طرح شمس الائمہ حلوانی نے اس کو صحیح کہا، جیسا کہ غیاثیہ میں صدر شہید کی منتقی اور غنیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے۔

اقول فما وقع فی ابن کمال پاشا من نسبۃ تصحیح خلافہ لشمس الائمۃ وتبعہ عبدالحلیم علی الدرر والشامی علی الدر فکانہ سبق نظر۔

اقول تو علامہ ابن کمال پاشا سے جو اس کے خلاف کی تصحیح کا انتساب شمس الائمہ کی طرف ہُوا اور حاشیۂ درر میں عبدالحلیم رومی نے اور حاشیۂ دُرمختار میں علامہ شامی نے اس کی پیروی کی گویا یہ سبقت نظر ہے۔

قالوا وفی ظاھر الروایۃ یجوز للولی ایضا لان الانتظار فیھا مکروہ[1] وجوابہ ما نقلنا انفا عن البرھان فما بعدہ وعزاہ فی الخلاصۃ للاصل والفتاوی الصغرٰی وعلیہ مشی فی الظھیریۃ وخزانۃ المفتین وصححہ فی جواھر الاخلاطی وعزا تصحیحہ فی عبدالحلیم لخواھر زادہ فی الرحمانیۃ لحاشیۃ شیخ الاسلام عن النصاب والغیاثیۃ وفتاوی الغرائب والظھیریۃ۔

علماء نے کہا: ظاہر الروایۃ میں ولی کے لئے بھی تیمم جائز ہے اس لئے کہ جنازہ میں انتظار مکروہ ہے۔ اس کا جواب وُہ ہے جو ابھی ہم نے برہان اور اس کے بعد ذکر شدہ کتابوں سے نقل کیا۔ اور اسے (ولی کے لئے جوازِ تیمم کو) خلاصہ میں اصل (مبسوط) اور فتاوٰی صغرٰی کے حوالے سے بیان کیا اور اسی پر ظہیریہ وخزانۃ المفتین میں مشی کی، اور جواہر الاخلاطی میں اسے صحیح کہا اور حاشیۂ عبدالحلیم میں اس کی تصحیح خواہر زادہ کی طرف، اور رحمانیہ میں نصاب، غیاثیہ، فتاوٰی غرائب اور ظہیریہ کے حوالے سے حاشیۂ شیخ الاسلام کی طرف منسوب کی۔

---

[1] ردالمحتار باب التیمم دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۶۱

marfat.com

(۱۸۷) فتاوٰی کبرٰی (۱۸۸) فتاوٰی قاضی خاں (۱۸۹) خزانۃ المفتین (۱۹۰) جامع المضمرات شرح قدوری (۱۹۱) فتاوٰی ہندیہ (۱۹۲) فتح القدیر (۱۹۳) جواہر اخلاطی (۱۹۴) شرح تنویر میں ہے:

تیمم فی المصر وصلی علی جنازۃ ثم اتی باخری فان کان بینھما مدۃ یقدر علی الوضوء (قال فی الدر ثم زال تمکنہ) یعید التیمم وان لم یقدر صلی بذلک التیمم اھ قال فی الدرایۃ یفتی اھ قال فی المضمرات و الجواھر والھندیۃ علیہ الفتوٰی[1]

پانی ہوتے ہوئے بخوفِ فوت تیمم سے نمازِ جنازہ پڑھی اب دُوسرا جنازہ آیا اگر بیچ میں اتنی مہلت پائی تھی کہ وضو کرلیتا اور نہ کیا اور اب وضو کرے تو یہ دوسرا جنازہ فوت ہو تو اس صورت میں دوبارہ تیمم کرے، اور مہلت نہ پائی تھی تو اسی پہلے تیمم سے یہ بھی پڑھے اسی پر فتوٰی ہے۔

(۱۹۵) برہان شرح مواہب الرحمٰن (۱۹۶) شرح نظم الکنز للعلامۃ المقدسی (۱۹۷) حاشیۃ علامہ نوح آفندی (۱۹۸) حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے:

مجرد الکراھۃ لایقتضی العجز المقتضی لجواز التیمم لانھا لیست اقوٰی من فوات الجمعۃ والوقتیۃ مع عدم جوازہ لھما[2]

یعنی صرف کراہت کے سبب تیمم کی اجازت نہیں کہ جمعہ یا پنجگانہ فوت ہونے کے خوف سے تیمم کی اجازت نہیں،

یہ اس سے زائد تو نہ ہوگی، بلکہ اجازت اس لئے ہے کہ جنازہ فوت ہو تو بدل ناممکن ہے۔

تنبیہ: ما ذکرنا من عدم جوازہ للولی نسبوہ لروایۃ الحسن عن الامام الاعظم وعزاہ فی الجوھرۃ للنوادر وصححہ فی الھدایۃ والخانیۃ والکافی والتبیین وکذا نقل تصحیحہ فی الجوھرۃ والھندیۃ

تنبیہ: ہم نے جو ذکر کیا کہ ولی کے لئے تیمم جائز نہیں، اسے علماء نے امام اعظم سے حسن بن زیاد کی روایت بتایا ہے، اور جوہرہ میں اسے روایت نوادر کہا ہے۔ ہدایہ، خانیہ، کافی اور تبیین میں اسی حکم کو صحیح کہا، اسی طرح جوہرہ، ہندیہ، مستخلص

---

[1] فتاوٰی ہندیہ	الفصل الثالث فی المتفرقات	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/۳۱
درمختار	باب التیمم	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۴۳
جواہر الاخلاطی	فصل فی صلوٰۃ الجنازہ قلمی نسخہ موجود لائبریری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور		ص ۴۲
فتاوٰی قاضی خاں	فصل فیما یجوز بہ التیمم	نولکشور لکھنؤ	۱/۳۰
[2] ردالمحتار	باب التیمم	داراحیاء التراث العربی بیروت	۱/۱۶۱

مقتدیا او اماما و نص الظھیریۃ والخزانۃ لوکان اماما و نص الجواھر مقتدیا او اماما اومن لہ حق الصلٰوۃ علیہ ونص النصاب یجوز التیمم للامام ومن لہ حق الصلٰوۃ فالصواب ابقاء الخلاف و تحقیق ان الحق ھو ھذا التفصیل واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

امام، اور ظہیریہ وخزانہ کی یہ تصریح کہ اگر وُہ امام ہو اور جواہر کی یہ تصریح کہ مقتدی ہو یا امام یا وُہ ہو جسے اس پر حق تقدم ہے اور نصاب کی یہ تصریح کہ تیمم جائز ہے امام کے لئے اور اس کے لئے جسے حقِ نماز ہے ۔۔۔ تو صحیح یہ ہے کہ خلاف باقی رکھا جائے اور تحقیق یہ کی جائے کہ حق یہ تفصیل ہے (یعنی ولی کے لئے جواز جب اس سے زیادہ تقدم والا ہو ورنہ نہیں) اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے۔

نوع یازدہم: (۱۹۹) ہدایہ (۲۰۰) کافی (۲۰۱) تبیین (۲۰۲) فتح القدیر (۲۰۳) غنیہ (۲۰۴) سراج وہاج (۲۰۵) امداد الفتاح (۲۰۶) مستخلص (۲۰۷) طحطاوی علی المراقی:

واللفظ للفتح ترک الناس عن اٰخرھم الصلٰوۃ علٰی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولوکان مشروعا لما اعرض الخلق کلھم من العلماء والصالحین والراغبین فی التقرب الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بانواع الطرق عنہ فھذا دلیل ظاھر علیہ فوجب اعتبارہ[1]۔

(فتح کے الفاظ ہیں ۔ ت) تمام جہان کے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مزار اقدس پر نماز چھوڑ دی۔ اگر یہ نماز بطور نفل جائز ہوتی تو مزار انور پر نماز سے تمام مسلمان اعراض نہ کرتے جن میں علماء اور صلحاء وہ بندے ہیں جو طرح طرح سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں، تو یہ نماز جنازہ کی تکرار ناجائز ہونے پر کھلی دلیل ہے جس کا اعتبار لازم۔

حاشیہ نور الایضاح کے لفظ سراج وغنیہ وامداد سے یُوں ہیں:

والا یصلی علٰی قبرہ الشریف الٰی یوم القیٰمۃ لبقائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما دفن طریا بل ھو حی یرزق ویتنعم لسائر الملاذ والعبادات وکذا سائر الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام وقد اجتمعت

اس نماز کی تکرار جائز ہوتی تو مزار اقدس پر قیامت تک نماز پڑھی جاتی کہ حضور ہمیشہ ویسے ہی تروتازہ ہیں جیسے وقتِ دفنِ مبارک تھے بلکہ وہ زندہ ہیں روزی دئے جاتے ہیں اور تمام لذتوں اور عبادتوں کے نازونعم میں ہیں اور ایسے ہی باقی انبیاء علیہم الصلٰوۃ

---

[1] فتح القدیر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت نوریہ رضویہ سکھر ۸۴/۲

marfat.com

اقول لکن الذی رأیت فی الغیاثیة ماقدمت ان قال الحلوانی الصحیح روایة الحسن ونفتی بھذا[1] اھ فلعلھا العتابیة بمھملة فتاء قرشت فموحدة۔

اقول وقد اسمعناك التنصیص علی استثناء الولی عن المختصر والبدایة والوقایة والنقایة والاصلاح والوافی والغرر والھدایة وقصر الاجازة علی خوف الفوت عنھا وعن الطحاوی والکنز والتنویر والملتقی ونور الایضاح وھذہ کلھا متون المذھب المعتمد علیھا الموضوعة لنقل المذھب فلا اقل من ان یکون ایضًا ظاھر الروایة وقد تظافرت علیہ تصحیحات الجلة ولایذھب علیك ماله من قوة الدلیل فعلیه یجب الاعتماد والتعویل۔

وقد اشار فی الحلیة الی التوفیق بان عدم الجواز للولی اذا لم یحضر من ھو اقدم منه والجواز اذا حضر والیه یومی کلام الغنیة والبحر۔

اقول ولقد کان احسن توفیقا لولا ان نص الاصل والصغری سواء کان

اقول لیکن غیاثیہ میں جو میں نے دیکھا وہ جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا یہی ہے کہ حلوانی نے فرمایا صحیح روایت حسن ہے اور ہم اسی پر فتوٰی دیتے ہیں اھ۔ تو ہوسکتا ہے یہ عین مہملہ پھر تاء قرشت پھر ایک نقطے والی ب سے "عتابیہ" ہو۔

اقول ہم جوازِ تیمم سے استثنائے ولی کی تصریح مختصر قدوری، بدایہ، وقایہ، نقایہ، اصلاح، وافی، غرر اور ہدایہ کے حوالے سے پیش کر آئے اور صرف اندیشۂ فوت کے وقت اجازتِ تیمم ہونے کو کتب مذکورہ اور طحاوی، کنز، تنویر، ملتقی اور نور الایضاح کے حوالے سے بیان کیا ــــ یہ سب متونِ مذہب ہیں جن پر اعتماد ہے اور جو نقلِ مذہب کے لئے ہی لکھے گئے ہیں تو کم سے کم اتنا ضرور ہے کہ یہ (ولی کے لئے عدم جواز تیمم) بھی ظاہر الروایہ ہوگا ــــ اس پر جلیل القدر علماء کی تصحیحات بھی مجتمع ہیں اور اس میں دلیل کی جو قوت ہے وہ بھی عیاں ہے تو اسی پر اعتماد ضروری ہے۔

حلیہ میں تطبیق کی جانب اشارہ کیا ہے کہ ولی کے لئے عدمِ جواز اُس وقت ہے جب اس سے زیادہ تقدم رکھنے والا موجود نہ ہو اور جواز اُس وقت ہے جب اس پر تقدم والا موجود ہو ــــ اسی کی طرف غنیہ اور بحر کی عبارتوں میں بھی اشارہ ملتا ہے۔

اقول یہ بہت عمدہ تطبیق تھی اگر مبسوط اور صغرٰی کی یہ تصریح نہ ہوتی کہ خواہ وہ مقتدی ہو یا

---

[1] فتاوٰی غیاثیہ فصل فی التکفین مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۴۴

marfat.com

ترکِ مذہب کرتے یہ کیونکر متصور ہو سکتا ہے۔

ثالثاً: پہلی نماز یں غیر ولی نے پڑھیں تو ولی کو اختیارِ اعادہ تھا امام کے ولی صاحبزادۂ جلیل حضرت سیدنا حماد ابن ابی حنیفہ تھے جب انھوں نے پڑھی پھر جنازۂ مبارک پر کسی نے نہ پڑھی۔ امام ابن حجر مکی خیرات الحسان میں فرماتے ہیں:

ما فرغوا من غسله الا وقد اجتمع من اهل بغداد خلق لا يحصيهم الا الله تعالىٰ كانهم نودى لهم بموته وحزر من صلى عليه فقيل: بلغوا خمسين الفا، وقيل: اكثر واعيدت الصلوٰة عليه ستة مرات اٰخرها ابنه حماد[1]

ادھر امام ابو حنیفہ کے غسل سے فارغ ہوئے تھے کہ ادھر بغداد کی اتنی خلقت جمع ہو گئی جس کا شمار خدا ہی جانتا ہے گویا کسی نے انتقالِ امام کی خبر پکار دی تھی، نماز پڑھنے والوں کا اندازہ کیا گیا تو کوئی کہتا ہے پچاس ہزار تھے اور کوئی کہتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ تھے، اور ان پر چھ بار نماز ہوئی۔ آخر مرتبہ صاحبزادۂ امام حضرت حماد نے پڑھی۔

رابعاً: یوں ہی واقعہ دوم میں کیا ثبوت ہے کہ پہلی نماز باذنِ ولی تھی، بلکہ ظاہر یہی ہے کہ نمازِ دوم ہی باذنِ ولی ہوئی کہ جنازہ ایک عالم حنفی کا تھا اور وہاں اس وقت حنفیہ کے رئیس الرؤسا یہی امام جلال الدین محمود بن احمد حصیری تلمیذ خاص امام جلیل قاضی خان تھے جن کی تصانیف میں جابجا تصریح ہے کہ نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔ تیسری نماز والے حنبلی مذہب تھے، حنبلیہ کے یہاں جواز ہے جو ہم پر حجت نہیں۔ بالجملہ علماء وعقلاء کا اتفاق ہے کہ واقعۂ عین لا عموم لہا خاص واقعے محل ہر گونہ احتمال، ان سے استدلال محض خام خیال نہ کہ وہ بھی اجماع قطعی تمام ائمۂ مذہب کے رد کرنے کو، جس پر جرأت نہ کرے گا مگر نا اہل شدید الجہل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جواب سوال دوم: مذہب مہذب حنفی میں جنازہ غائب پر بھی محض ناجائز ہے۔ ائمۂ حنفیہ کا اس کے عدمِ جواز پر بھی اجماع ہے خاص اس کا جزئیہ بھی مصرح ہونے کے علاوہ تمام عبارات مسئلہ اولیٰ بھی اس سے متعلق کہ غالباً نمازِ غائب کو تکرارِ صلوٰۃ جنازہ لازم۔ بلادِ اسلام میں جہاں مسلمان انتقال کرے نماز ضرور ہو گی، اور دوسری جگہ خبر اس کے بعد ہی پہنچے گی، ولہٰذا امام اجل نسفی نے کافی میں اس مسئلہ کو اس کی فرع ٹھہرایا، اگرچہ حقیقۃً دونوں مستقل مسئلے ہیں۔ اب اس مسئلہ کی نصوص خاصہ لیجئے، اور بہ نظر تعلق مذکور سلسلۂ عبارات بھی وہی رکھئے۔

---

[1] الخیرات الحسان فصل ۳۵ فی تجہیزہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۷

marfat.com

الامۃ علی ترکہا[1]۔ والثناء، حالانکہ تمام امت نے اس نماز کے ترک پر اجماع کیا۔

النہی الحاجز میں چالیس کتابوں کی اکاون[۵۱] عبارتیں تھیں، یہ چھیاسی[۸۶] کتب متون وشروح وفتاوے کی دوسوسات[۲۰۷] عبارات ہیں۔ غرض صورت مذکورہ استثناء کے سوا نماز جنازہ کی تکرار ناجائز وگناہ ہونے پر مذہبِ حنفی کا اجماع قطعی ہے اور اس کا مخالف مخالفِ مذہبِ حنفی ہے۔ بعض نام کے حنفی برائے جہالت یا مغالطۂ عوام ان تمام روشن وقاہر تصریحاتِ مذہب کو چھوڑ کر یہاں دو کتب تاریخ تصنیفِ شافعیہ سے سند لیتے ہیں:

اوّل: تبییض الصحیفہ امام جلال الدین سیوطی شافعی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ مبارک پر چھ[۶] دفعہ نماز ہوئی اور کثرتِ ازدحامِ خلائق سے عصر تک ان کے دفن پر قدرت نہ پائی۔

دوم: سیر النبلا شمس الدین ذہبی شافعی میں ہے کہ شیخ تاج الدین ابوالیمن زید بن حسن کندی حنفی نے ۶ شوال ۶۱۳ھ میں وفات پائی۔ قاضی القضاۃ جمال ابن الحرستانی نے نماز پڑھائی، پھر شیخ الحنفیہ جمال الدین حصیری نے باب الفرادیس میں، پھر شیخ موفق الدین شیخ الحنبلیہ نے پہاڑ میں یعنی جبل قاسیون کو دمشق میں۔ اوّلاً جمیع کتب مذہب کے صریح خلاف میں دو کتاب تاریخ پر کیسی جہالت شدیدہ ہے، ثانیاً دنیا میں صرف حنفی ہی مذہب کے لوگ نہیں، خصوصاً پہلی صدیوں میں کہ خود مجتہدین بکثرت تھے اور ہر ایک کے لئے اتباع تھے۔ اس حکایت میں یہ کہاں ہے کہ حنفیہ نے چھ بار پڑھی، بلکہ ہجومِ خلائق تھا ہر مذہب ومسلک کے لوگ جوق درجوق آتے تھے، غیر حنفیہ نے اگر سو بار پڑھی تو حنفی مذہب میں اس میں کیا حجت ہوسکتی ہے، اللہ اکبر! امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ وہ عظیم الشان جلیل البرہان امام ہیں کہ امام مستقل مجتہد مطلق سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ نے جب اس امام الائمہ سراج الامۃ کے مزارِ پُرانوار کے پاس نمازِ صبح پڑھائی بسم اللہ آواز سے نہ پڑھی نہ رفع یدین کیا نہ قنوت پڑھی، کسی نے سبب پوچھا، فرمایا: ان صاحبِ قبر کے ادب سے کما فی الخیرات الحسان للامام ابن حجر المکی الشافعی (جیسا کہ خیرات الحسان للامام ابن حجر مکی شافعی میں ہے۔ت) اور ایک روایت میں ہے مجھے حیا آئی کہ اس امام جلیل کے سامنے اس کا خلاف کروں کما فی المسلک المتقسط للمولی علی قاری (جیسا کہ المسلک المتقسط للمولی علی قاری میں ہے۔ت) سبحان اللہ مجتہد مستقل تو ادبِ امام سے حضورِ امام میں اتباعِ امام اختیار کریں اور خود حنفیہ خاص جنازہ امام پر مخالفتِ امام و

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل السلطان احق بصلوٰتہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۴

اُس پر نماز جائز نہیں ، نہ کسی غائب پر نماز جائز ہے ۔ (۲۲۴) شرح مجمع (۲۲۵) مجمع شرح ملتقی میں ہے :

محل الخلاف فی الغائب عن البلد اذ لو کان فی البلد لم یجزان یصلی علیہ حتی یحضر عندہ اتفاقا لعدم المشقۃ فی الحضور[۱]

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا اس مسئلہ میں ہم سے خلاف بھی اس صورت میں ہے کہ میّت دوسرے شہر میں ہو اور اگر اسی شہر میں ہو تو نماز غائب امام شافعی کے نزدیک بھی جائز نہیں کہ اب حاضر ہونے میں مشقت نہیں ۔

(۲۲۶) فتاوٰی خلاصہ میں ہے : لا یصلی علٰی میت غائب عندنا[۲] ۔ ہمارے نزدیک کسی میّت غائب پر نماز نہ پڑھی جائے ۔ (۲۲۷) متن وافی میں ہے :

من استھل صلی علیہ و الا لا کغائب[۳]

جو بچّہ پیدا ہو کر کچھ آواز کرے جس سے اس کی حیات معلوم ہو پھر مر جائے اس پر نماز پڑھی جائے ورنہ نہیں ، جیسے غائب کے جنازہ پر نماز نہیں ۔

(۲۲۸) کافی میں ہے :

لا یصلی علٰی غائب وعضو خلافا للشافعی بناء علی ان صلاۃ الجنازۃ تعاد ام لا[۴]

کسی غائب یا عضو پر نماز ہمارے نزدیک ناجائز ہے اور اس میں امام شافعی کا خلاف ہے اس بناء پر کہ نماز جنازہ ان کے نزدیک دوبارہ ہو سکتی ہے ، ہمارے نزدیک نہیں ۔

(۲۲۹) فتاوٰی شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی میں ہے :

ان اباحنیفۃ لا یقول بجواز الصلاۃ علی الغائب[۵]

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ جنازہ غائب پر نماز جائز نہیں مانتے ۔

(۲۳۰) منظومہ امام مفتی الثقلین میں ہے : ؎

---

[۱] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۸۵

[۲] خلاصۃ الفتاوٰی الصلٰوۃ علی الجنازۃ اربع تکبیرات مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۲۴

[۳] وافی

[۴] کافی شرح وافی

[۵] فتاوٰی امام غزی تمرتاشی کتاب الطہارۃ والصلٰوۃ مطبع اہل السنۃ والجماعۃ بریلی ص ۴

marfat.com

(۲۰۸) فتح القدیر (۲۰۹) حلیہ (۲۱۰) غنیہ (۲۱۱) شلبیہ (۲۱۲) بحرالرائق (۲۱۳) ارکان میں ہے:

و شرط صحتها اسلام المیت وطهارته و وضعه امام المصلی فلهذا القید لا تجوز علی غائب[1]۔

صحتِ نمازِ جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میّت مسلمان ہو طاہر ہو، جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔ اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نمازِ جنازہ جائز نہیں۔

حلیہ کے لفظ یہ ہیں:

شرط صحتها کونه موضوعا امام المصلی و من هنا قالوا لا تجوز الصلوٰۃ علی غائب مطلقا[2]

نمازِ جنازہ کی شرائطِ صحت سے ہے جنازہ کا مصلّی کے آگے ہونا۔ اسی لیے ہمارے علماء نے فرمایا کہ مطلقاً کسی غائب پر نماز جائز نہیں۔

(۲۱۴) متن تنویرالابصار میں ہے:

شرطها وضعه امام المصلی[3]

جنازہ کا نمازی کے سامنے حاضر ہونا شرطِ نمازِ جنازہ ہے۔

(۲۱۵) برہان شرح مواہب الرحمٰن طرابلسی (۲۱۶) نہرالفائق (۲۱۷) شرنبلالیہ علی الدرر (۲۱۸) خادمی (۲۱۹) ہندیہ (۲۲۰) ابوالسعود (۲۲۱) درمختار میں ہے:

شرطها حضوره فلا تصح علی غائب[4]۔

جنازہ کا حاضر ہونا شرطِ نماز ہے لہذا کسی غائب پر نمازِ جنازہ صحیح نہیں۔

(۲۲۲) متن نورالایضاح میں ہے:

شرائطها اسلام المیت، وحضوره[5]۔

صحتِ نمازِ جنازہ کی شرطوں سے ہے میّت کا مسلمان ہونا اور نمازیوں کے سامنے حاضر ہونا۔

(۲۲۳) متن ملتقی الابحر میں ہے: لا یصلی علی عضو ولا علی غائب[6] میّت کا کوئی عضو کسی جگہ ملے تو

---

[1] فتح القدیر — فصل فی الصلوٰۃ علی المیت — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۲/۸۰
غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی الجنائز — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۵۸۳
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[3] و [4] درمختار — باب صلوٰۃ الجنائز — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۲۱
[5] نورالایضاح — فصل فی الصلوٰۃ علی المیت — مطبع علیمی لاہور — ص ۵۶
[6] ملتقی الابحر — " " " — موسسۃ الرسالۃ بیروت — ۱/۱۶۱

marfat.com

کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا تو ارشاد فرماتے:

لا تفعلوا ادعونی لجنائزکم[1] رواہ ابن ماجۃ[ف1] عن عامر بن ربیعۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ایسا نہ کرو، مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلا لیا کرو۔ اسے ابن ماجہ نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اور فرماتے:

لا تفعلوا لا یموتن فیکم میت ما کنت بین اظھرکم الا اذنتمونی بہ فان صلٰوتی علیہ رحمۃ[2] رواہ الامام احمد عن زید[ف2] بن ثابت رضی اللہ عنہ و رواہ ابن حبان و الحاکم عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث اٰخر۔

ایسا نہ کرو جب تک میں تم میں تشریف فرما ہوں ہرگز کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی اطلاع مجھے نہ دو کہ اُس پر میری نماز موجبِ رحمت ہے۔ اسے امام احمد نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور اسے ابن حبان اور حاکم نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث کے آخر میں روایت کیا۔

اور فرماتے:

ھذہ القبور مملوۃ ظلمۃً علی اھلھا و انی انورھا بصلٰوتی علیھم[3] صلی اللہ تعالٰی

بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہیں اور بیشک میں اپنی نماز سے انھیں روشن فرما دیتا ہوں۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل	حدیث عامر بن ربیعہ	دار الفکر بیروت	۳/ ۴۴۴
التمہید	اباحۃ الصلٰوۃ علی القبر الخ	المکتبۃ القدوسیہ اردو بازار لاہور	۶/ ۱۶۷
[2] مسند احمد بن حنبل	حدیث یزید بن ثابت	دار الفکر بیروت	۴/ ۳۸۸
[3] صحیح مسلم	کتاب الجنائز	نور محمد اصح المطابع کراچی	۱/ ۳۱۰
مسند احمد بن حنبل	مروی از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	دار الفکر بیروت	۲/ ۳۸۸
الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	فصل فی الصلٰوۃ الجنائز	موسسۃ الرسالہ بیروت	۵/ ۳۵

ف1: یہ حدیث "تمہید" میں بھی منقول ہے اس پر تحقیق والے نے جنائز ابن ماجہ کا حوالہ دیا ہے لیکن مجھے یہ حدیث ابن ماجہ میں ان الفاظ کے ساتھ نہیں مل سکی البتہ مسند احمد بن حنبل میں انہی الفاظ سے یہ حدیث منقول ہے حوالہ ملاحظہ ہو۔ نذیر احمد

ف2: یہی حدیث ابن ماجہ نے یزید بن ثابت کے حوالہ سے نقل کی اور مسند احمد بن حنبل میں بھی یزید کے حوالے سے منقول ہے اور یزید زید کے بڑے بھائی ہیں۔ نذیر احمد

marfat.com

باب فتاوی الشافعی وحدہ　　وما بہ قال قلنا ضدہ
وھی علی الغائب والعضو تصح　　وذاک فی حق الشھید قد طرح[1]

صرف امام شافعی قائل ہیں کہ غائب اور عضو پر نماز صحیح ہے اور شہید کی نماز نہ ہو اور ان سب مسائل میں ہمارا مذہب اس کے خلاف ہے۔ ہمارے نزدیک غائب و عضو پر نماز صحیح نہیں اور شہید کی نماز پڑھی جائے گی۔

یہ ۸۶ کتابوں کی ۲۳۰ عبارتیں ہیں، وللہ الحمد مسئلہ اولیٰ پر بحث دلائل النھی الحاجز میں بحمد اللہ تعالٰی بروجہ کافی ہوچکی، یہاں بہت اختصار و اجمال کے ساتھ مسئلہ ثانیہ کے دلائل پر کلام کریں۔

فنقول وباللہ التوفیق حکم شرع مطہر کے لیے ہے اور اس پر زیادت ناروا۔

اقول ای ماکان بدون اذنہ الخاص اوالعام ولوفی ضمن الارسال او السکوت فانہ بیان ولیس یسکت عن نسیان فھذہ ھی الزیادۃ حقیقۃ لاغیرہ اذاالمستند ولوالی سکوتہ مستند الیہ لازائد علیہ والمتبع الکف دون الترک فانہ لیس بفعل العبد ولامقدور کمانص علیہ الاجلۃ الصدور بل ھو فی العقل مدلل فان الاعدام لاتعلل فافھم ان کنت تفھم۔

اقول یعنی وہ زیادتی جو شرع کے اذنِ خاص یا عام کے بغیر ہو اگرچہ وہ ارسال یا سکوت کے ضمن میں ہو اس لیے کہ وہ بھی بیان ہے اس کا سکوت نسیان سے نہیں ہوتا، یہی زیادتی حقیقۃً زیادتی ہے، اس کے علاوہ نہیں، اس لیے کہ جس کا استناد شرع سے ہو گو سکوت ہی سے ہو وہ شریعت کی طرف مستند ہے اُس پر زائد نہیں۔ اور اتباع کف (قصداً باز رہنے) میں ہوتی ہے نہ ہونے میں نہیں (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قصداً کسی کام سے باز رہے تو اس میں ان کی پیروی ہوگی اور یُوں کوئی کام سرکار کے عمل میں نہ آیا تو وہ ممنوع نہ ہوگا نہ اس سے بچنا ضروری ہوگا) اس لیے کہ ترک بندے کا فعل ہی نہیں، نہ ہی اس کی قدرت میں ہے جیسا کہ اجلّہ بزرگانِ دین نے اس کی تصریح فرمائی ہے، بلکہ عقل کے نزدیک بھی یہ دلیل رکھتا ہے کیونکہ عدم کی تعلیل نہیں ہوتی، اسے سمجھو اگر سمجھ والے ہو۔ (ت)

حضور پُرنور سیّد یوم النشور بالمؤمنین رؤف رحیم علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو نمازِ جنازہ مسلمین کا کمال اہتمام تھا۔ اگر کسی وقت رات کی اندھیری یا دوپہر کی گرمی یا حضور کے آرام فرما ہونے کے سبب صحابہ نے حضور

---

[1] منظومہ امام مفتی الثقلین عمر النسفی

ع آخر ایں ترک و بایں مرتبہ بے چیزے نیست

(آخر اجلہ صحابہ کرام کے شہید ہونے پر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ان کی نمازِ جنازہ کو ترک فرمانا بغیر کسی وجہ کے نہیں ہوسکتا)

اہلِ انصاف کے نزدیک کلام تو اسی قدر سے تمام ہوا مگر ہم ان وقائع ثلٰثہ کا بھی باذنہ تعالٰی تصفیہ کریں۔

واقعہ اُولٰی: جب اصحمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بادشاہِ حبشہ نے حبشہ میں انتقال کیا۔ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں صحابہ کو خبر دی اور مصلّی میں جا کر صفیں باندھ کر چار تکبیریں کہیں[1]۔ رواہ الستۃ عن ابی ھریرۃ وللشیخان عن جابر کنت فی الصف الثانی او الثالث[2] رضی اللہ تعالٰی عنہما (اسے اصحابِ ستّہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا اور بخاری و مسلم میں حضرت جابر سے بھی ہے کہ میں دوسری یا تیسری صف میں تھا، رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ ت)

اوّلاً صحیح ابن حبان میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الصحابہ جمیعا سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان اخاکم النجاشی توفی فقوموا فصلوا علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفوا خلفہ فکبر اربعا وھم لایظنون الا ان جنازتہ بین یدیہ[3]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بھائی نجاشی مرگیا، اٹھو اس پر نماز پڑھو۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کھڑے ہوئے صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں، حضور نے چار تکبیریں کہیں، صحابہ کو یہی ظن تھا کہ ان کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے۔

صحیح ابوعوانہ میں انھیں سے ہے:

فصلینا خلفہ ونحن لانری الا ان الجنازۃ قدامنا[4]۔

ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔

اقول ھذا فی فتح الباری ثم المواھب ثم شرحھا وکذلک فی

اقول ابوعوانہ و ابن حبان کے حوالے سے فتح الباری پھر مواہب پھر شرح مواہب میں یہی الفاظ

---

[1] صحیح البخاری باب الصفوف علی الجنازہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۶

[2] ؍؍ باب من صف صفین الخ ؍؍ ؍؍

[3] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان فصل فی الصلوٰۃ علی الجنائز مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۴۰

[4] فتح الباری بحوالہ ابی عوانہ باب الصفوف علی الجنازہ مصطفی البابی مصر ۳/۴۳۲

marfat.com

بارك وسلم علیه وعلیٰ اٰله قدر نوره و جماله وجاهه وجلاله وجوده ونواله ونعمه وافضاله رواه مسلم وابن حبان عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

اللہ تعالیٰ رحمت وبرکت اور سلامتی نازل فرمائے ان پر اور ان کی آل پر ان کے نور وجمال، جاہ وجلال، جُود ونوال، نِعَم وافضال کے حساب سے۔ حدیث مذکور کو مسلم اور ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

باایں ہمہ حالانکہ زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دوسرے مواضع میں وفات پائی، کبھی کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ کیا وہ محتاجِ رحمت والا نہ تھے، کیا معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پر یہ رحمت وشفقت نہ تھی، کیا ان کی قبور اپنی نماز پاک سے پُرنور نہ کرنا چاہتے تھے، کیا جو مدینہ طیبہ میں مرتے انھیں کی قبور محتاجِ نُور ہوتیں اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی۔ یہ سب باتیں بداہۃً باطل ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عام طور پر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیل روشن واضح ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال وفور موجود اور مانع مفقود۔ لاجرم نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا اور جس امر سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ ضرور امر شرعی ومشروع نہیں ہوسکتا دوسرے شہر کی میت پر صلوٰۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔ واقعہ نجاشی و واقعہ معٰویہ لیثی و واقعہ امرائے مونۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان میں اوّل دوم بلکہ سوم کا بھی جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا تو نماز غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر، اور دوم وسوم کی سند صحیح نہیں، اور سوم صلوٰۃ بمعنی نماز میں صریح نہیں۔ ان کی تفصیل بعونہ تعالیٰ ابھی آتی ہے۔ اگر فرض ہی کر لیجئے کہ ان تینوں واقعوں میں نماز پڑھی تو باوصف حضور کے اس اہتمام عظیم وموفور اور تمام اموات کے اس حاجت شدیدہ رحمت ونور قبور کے صدہا پر کیوں نہ پڑھی، وہ بھی محتاج حضور و حاجتمند رحمت ونور، اور حضور ان پر بھی رؤف ورحیم تھے۔ نماز سب پر فرض عین نہ ہونا اس اہتمام عظیم کا جواب نہ ہوگا، نہ تمام اموات کی اس حاجت شدیدہ کا علاج۔ حالانکہ حریصٌ علیکم ان کی شان ہے۔ دو ایک کی دستگیری فرمانا اور صدہا کو چھوڑنا کب ان کے کرم کے شایان ہے۔ ان حالات واشارات کے ملاحظہ سے عام طور پر ترک اور صرف دو ایک بار وقوع خود ہی بتا دے گا کہ وہاں خصوصیت خاصہ تھی جس کا حکم عام نہیں ہوسکتا۔ حکم عام وہی عدم جواز ہے جس کی بنا پر عام احتراز ہے۔ اب واقعہ بئر معونہ ہی دیکھئے۔ مدینہ طیبہ کے سَتّر جگر پاروں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص پیاروں، اجلّہ علمائے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کفار نے دغا سے شہید کر دیا۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ان کا سخت وشدید غم والم ہوا۔ ایک مہینہ کامل خاص نماز کے اندر کفار نابکار پر لعنت فرماتے رہے، مگر ہرگز منقول نہیں کہ ان پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو۔

marfat.com

وصلّی علیہ[1] — اُس پر نماز پڑھی۔

ثانیاً بلکہ جب تم مستدل ہو تمہیں احتمال کافی، نہ کہ جب خود باسانید صحیحہ ثابت ہے۔ یہ جواب خود ایک شافعی امام قسطلانی نے مواہب شریفہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

اقول ای لما تقرر من کفہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالظاھر معناہ الاحتمال عن دلیل ثم من العجب قول الکرمانی کان غائبا عن الصحابۃ[2] وارتضاہ فی الفتح قائلا سبقہ الٰی ذلک ابوحامد[3] الخ وکذا استحسنہ الرؤیانی وار بعتھم شافعیۃ[عہ] وھذا المانص علیہ الحنفیۃ والمالکیۃ من الاتفاق علی جواز الصلٰوۃ علی غائب عن القوم والامام یراہ۔ **اقول** علٰی ان فی حدیث عمران نحن لا نری الا

اقول یعنی جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا غائبوں کی نماز سے باز رہنا ثابت ہے تو حضرت اصحمہ نجاشی کی نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا جنازہ سامنے تھا، تو ظاہر یہ ہے کہ احتمال سے مراد احتمال بدلیل ہے۔ پھر عجیب بات ہے کہ کرمانی نے لکھا: نجاشی کا جنازہ صرف نظرِ صحابہ سے غائب تھا، اس کو فتح الباری میں پسند کیا یہ کہتے ہُوئے کہ اس سے پہلے ابوحامد یہ فرما چکے ہیں۔ اسی طرح رویانی نے اسے عمدہ سمجھا، یہ چاروں حضرات شافعی ہیں۔ تعجب کی چیز یہ ہے کہ اس پر تو حنفیہ و مالکیہ کا بھی اتفاق ہے کہ

عہ قلد ھم فیہ تقلیدا جامدا مجتھد الوھابیۃ الشوکانی فی نیل الاوطار والبوفالی فی عون الباری غافلین عما ردہ بہ الحنفیۃ وھذا دیدن ھٰؤلاء المدعین للاجتھاد یقلدون المقلدین فی الغلط المبین ویحرمون تقلید الائمۃ المجتھدین ۱۲ منہ (م)

اس میں ان کی تقلید جامد کی ہے مجتہدِ وہابیہ شوکانی نے نیل الاوطار میں اور بھوپالی نے عون الباری میں۔ اور اس کلام سے غافل رہے جس کے ذریعے حنفیہ نے اس جواب کو رَد کر دیا ہے۔ یہی ان مدعیانِ اجتہاد کی عادت ہے کہ کُھلی ہُوئی غلط باتوں میں مقلدین کی تقلید کرتے ہیں اور ائمہ مجتہدین کی تقلید کو حرام ٹھہراتے ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ واحدی النوع الرابع فی صلٰوتہ الخ دارالمعرفۃ بیروت ۸/ ۸۷
[2] فتح الباری بحوالہ الکرمانی باب الصفوف علی الجنازہ مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۴۳۲
[3] فتح الباری شرح البخاری 〃 〃 〃 〃 〃 〃

عمدة القاری وغیرھا من الکتب ووقع فی نصب الرایة فی روایة ابن حبان وھم لایظنون ان جنازتہ بین یدیہ باسقاط الا فاحتاج المحقق علی الاطلاق الی التقریب بان قال فھذا اللفظ یشیر الی ان الواقع خلاف ظنھم لانہ ھو فائدة المعتد بہا فاما ان یکون سمعہ منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوکشف لہ[1] اھ وتبعہ فی الغنیة والمرقاة وھو کما تری کلام نفیس لکن لاحاجة الیہ بعد ثبوت الا فی الکتابین الصحیحین فانہ ح اظھر وازھر وللہ الحمد وبالجملة اندفع بہ ما قال الشیخ تقی الدین ان ھذا یحتاج الی نقل یثبتہ ولا یکتفی فیہ بمجرد الاحتمال[2]

مذکورہ آئے ہیں اور ایسے ہی عمدۃ القاری وغیرہ کتابوں میں نقل ہے ـــ نصب الرایہ کے اندر روایت ابنِ حبان میں وھم لایظنون ان جنازتہ بین یدیہ (اور لوگ نہیں سمجھ رہے تھے کہ ان کا جنازہ حضور کے آگے رکھا ہوا ہے) الا (مگر) کے اسقاط کے ساتھ واقع ہُوا تو محقق علی الاطلاق نے حدیث کو مدعا کے مطابق ثابت کرنے کی ضرورت محسوس کی اور فرمایا: اس لفظ سے یہ اشارہ ہو رہا ہے کہ واقع میں ان حضرات کے گمان کے برخلاف تھا کیونکہ اس جملے کا قابلِ شمار ولحاظ فائدہ یہی ہے (تو معنی یہ ہوا کہ وُہ ایسا نہیں سمجھ رہے تھے مگر واقع میں جنازہ حضور کے آگے موجود تھا) اب یہ ان کو حضور سے سن کر معلوم ہوا ہو یا ان پر انکشاف ہوا ہو اھ ـــ اس کلام میں حضرت محقق کا اتباع صاحبِ غنیہ وصاحبِ مرقات نے بھی کیا ہے۔ اور واقعی یہ نفیس کلام ہے۔ مگر دونوں صحیح کتابوں (صحیح ابن حبان وصحیح ابی عوانہ) میں لفظ الّا ثابت ہوجانے کے بعد اس کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ جو الّا کے ساتھ ہے وہ زیادہ ظاہر اور روشن ہے۔ اور خدا ہی کے لیے ساری حمد ہے۔ الحاصل اس سے وُہ اعتراض دفع ہوگیا جو شیخ تقی الدین نے لکھا کہ اس پر کوئی دلیل لانے کی ضرورت ہے محض احتمال کافی نہیں۔ (ت)

یہ دونوں روایت صحیح عاضد قوی ہیں اس حدیث مرسل اصولی کی کہ امام واحدی نے اسباب نزول قرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کی کہ فرمایا:

کشف للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن سریر النجاشی حتی راٰہ

نجاشی کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ظاہر کردیا گیا تھا حضور نے اسے دیکھا اور

---

[1] فتح القدیر فصل فی الصلوٰة علی المیت نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۸۰

[2] نصب الرایة بحوالہ تقی الدین احادیث الصلوٰة علی الغائب المکتبة الاسلامیہ بصاحبہا ریاض الشیخ ۲/ ۲۸۳

marfat.com

قال الحافظ فی الفتح هذا محتمل الا انی لم اقف فی شیئ من الاخبار علی انه لم یصل علیه فی بلده احد اھ[1] قال الزرقانی وھو مشترک الالزام فلم یرو فی الاخبار انه صلی علیه احد فی بلده کما جزم به ابوداؤد ومحله فی اتساع الحفظ معلوم[2] اھ **اقول** ای فقد کفانا المؤنة بقوله هذا محتمل **ثم اقول** قد یومی له ما اخرج احمد و ابن ماجة عن حذیفة بن اسید رضی الله تعالٰی عنه ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم خرج بهم فقال صلوا علی اخ لکم مات بغیر ارضکم قالوا من ھو قال النجاشی[3] ثم رأیته[ع] فی مسند ابی داؤد الطیالسی

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا یہ احتمال تو ہے مگر کسی حدیث میں یہ اطلاع میں نے نہ پائی کہ نجاشی کے اہلِ شہر میں سے کسی نے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی اھ علّامہ زرقانی نے لکھا: یہ الزام دونوں طرف سے مشترک ہے کیونکہ کسی حدیث میں یہ بھی مروی نہیں کہ ان کے اہلِ شہر میں سے کسی نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تھی — جیسا کہ ابوداؤد نے اس پر جزم کیا ہے اور وسعتِ حفظ میں ان کا مقام معلوم ہے اھ۔ **اقول** یعنی یہ احتمال مان کر ہمارا بوجھ اُنھوں نے خود ہی اتار دیا **ثم اقول** اس کا کچھ اشارہ اس سے ملتا ہے جو امام احمد اور ابن ماجہ نے حذیفہ بن اُسید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لوگوں کو لے کر باہر آئے پھر فرمایا: اپنے ایک بھائی کی

ع ثم رأیت الشوکانی ذکره عن شیخ مذهبه الفاسد ابن تیمیة انه اختار التفصیل بجواز الصلوٰة علی الغائب ان لم یصل علیه حیث مات والا لا قال واستدل له بما اخرجه الطیالسی واحمد و ابن ماجة وابن قانع والطبرانی و الضیاء[4] فذکر الحدیث **اقول** اما الاستئناس فنعم واما کونه دلیلا علیه حجة فیصلا کما لا یخفی ۱۲ منه (م)

پھر میں نے دیکھا کہ شوکانی نے اپنے فاسد مذہب کے پیشوا ابن تیمیہ سے متعلق ذکر کیا کہ اس نے یہ تفصیل اختیار کی ہے کہ غائب کی نماز جائز ہے اگر وہاں اس کی نماز نہ ہوئی جہاں انتقال کیا ورنہ جائز نہیں۔ اور کہا کہ اس پر دلیل میں وہ حدیث پیش کی ہے جو طیالسی، امام احمد، ابن ماجہ، ابن قانع، طبرانی اور ضیا نے روایت کی پھر حدیث بالا ذکر کی **اقول** اس حدیث سے رائے مذکور پر استیناس تو ہو رہا ہے مگر یہ کہ اس پر یہ دلیل اور اس بارے میں حجت ہو تو ایسا نہیں جیسا کہ واضح ہے ۱۲ منہ (ت)

---

۱ فتح الباری شرح البخاری	باب الصفوف علی الجنازة	مصطفی البابی مصر	۳/ ۴۳۲
۲ شرح الزرقانی علی المواهب	النوع الرابع	دار المعرفة بیروت	۸/ ۸۷
۳ سنن ابن ماجه	باب ماجاء فی الصلوٰة علی النجاشی	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۱۱۱
۴ نیل الاوطار للشوکانی	الصلوٰة علی الغائب بالنیة	مصطفی البابی مصر	۴/ ۵۷

marfat.com

ان الجنازة قدامنا كما قدمنا اما حديث مجمع بن جارية رضي الله عنه فصففنا خلفه صفين ومانرى شيئا[۲] رواه الطبراني (وهم من نسبه لابن ماجة مغترا بقول الحافظ اصله في ابن ماجة غافلا ان ليس عنده "ومانرى شيئا" وهو المقصود) ففيه حمران بن اعين رافضي ضعيف على ان كلا حكى عن حاله فلا تعارض ولا يعقل من عاقل اشتراط ان يرى الميت الكل والا لما صحت لما عدا الصف الاول۔

ایسے کی نمازِ جنازہ جائز ہے جو لوگوں سے غائب ہو اور امام اسے دیکھ رہا ہو **اقول** علاوہ ازیں حدیث عمران میں یہ ہے کہ "ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے" جیسا کہ ہم پیش کر چکے۔ رہی مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث، ہم نے حضور کے پیچھے دو صفیں لگائیں اور ہم کچھ نہ دیکھ رہے تھے اسے طبرانی نے روایت کیا (جس نے ابن ماجہ کا حوالہ دیا اُسے وہم ہوا۔ در اصل ابن حجر کی اس عبارت سے کہ "اس کی اصل ابن ماجہ میں ہے" وہ فریب خوردہ ہو گیا اور اس سے غافل رہا کہ ابن ماجہ میں یہ لفظ "ہم کچھ نہ دیکھ رہے تھے" موجود نہیں جبکہ وہی مقصود ہے۔ اس میں حمران بن اعین رافضی ضعیف ہے۔ علاوہ ازیں ہر راوی نے اپنا حال بیان کیا ہے، اس لیے کوئی تعارض نہیں، ورنہ پہلی صف کے علاوہ کسی کی نماز ہی صحیح نہ ہو۔ (ت)

ثالثاً نجاشی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا انتقال دار الکفر میں ہوا وہاں اُن پر نماز نہ ہوئی تھی لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہاں پڑھی۔ اسی بناء پر امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کے لیے یہ باب وضع کیا:

الصلوٰة على مسلم يليه اهل شرك فى بلد اٰخر[۳]

دوسرے شہر میں ایسے مسلم کی نمازِ جنازہ جس کے قریب صرف اہلِ شرک ہیں۔ (ت)

---

[۱] شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ عمران بن حصین النوع الرابع فی صلوٰتہ الخ دار المعرفۃ بیروت ۸/۸۷

[۲] شرح الزرقانی " بحوالہ طبرانی " " " " "

فتح الباری شرح البخاری باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ مصطفی البابی مصر ۳/۴۳۲

[۳] سنن ابی داؤد باب الصلوٰۃ علی المسلم یموت فی بلاد الشرک آفتاب عالم پریس، لاہور ۲/۱۰۱

ف: معجم کبیر میں مجمع بن جاریہ کی احادیث کے تحت بحوالہ ابن ابی شیبہ حدیث کے الفاظ یوں ہیں: "فصففنا خلفہ صفین" اس میں "ومانری شیئا" کے الفاظ نہیں ہیں۔ ملاحظہ ہو معجم کبیر حدیث ۱۰۸۶ جلد ۱۹ ص ۴۴۶۔ نذیر احمد

marfat.com

قالہ ابن بزیزۃ وغیرہ من الشافعیۃ القائلین بجواز صلٰوۃ الجنازۃ فی المسجد معتلین لعدم صلٰوتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد مع انہ حین نعاہ کان فیہ ھذا ولا یذھب عنک ان الطرائز المعلم ھما الاولان۔

یہ ابن بزیزہ وغیرہ شافعیہ نے کہا جو اس کے قائل ہیں کہ مسجد میں نمازِ جنازہ جائز ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب رحلتِ نجاشی کی اطلاع دی تو اُس وقت مسجد ہی میں تشریف فرما تھے مگر جنازہ کیلئے باہر تشریف لے گئے اس کی علت ان حضرات نے یہ بتائی کہ اس سے مقصود تکثیرِ جماعت کے ذریعہ ان کے اسلام کا اعلان کرنا تھا۔ (اس واقعہ پر ہم نے چار کلام کئے مگر) خیال رہے کہ نقش زرنگار کی حیثیت صرف پہلے دو کو حاصل ہے۔ (ت)

تنبیہ : غیر مقلدوں کے بھوپالی امام نے عون الباری میں حدیثِ نجاشی کی نسبت کہا۔ اس سے ثابت ہوا کہ غائب پر نماز جائز ہے اگرچہ جنازہ غیر جہت قبلہ میں ہو اور نمازی قبلہ رُو۔

اقول یہ اس مدعیِ اجتہاد کی کورانہ تقلید اور اس کے ادعا پر مثبت جہل شدید ہے۔ نجاشی کا جنازہ حبشہ میں تھا اور حبشہ مدینہ طیبہ سے جانبِ جنوب ہے اور مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب ہی کو ہے تو جنازہ غیر جہتِ قبلہ کو کب تھا!

لاجرم لما نقل الحافظ فی الفتح قول ابن حبان انہ انما یجوز ذلک لمن فی جھۃ القبلۃ، قال حجتہ الجمود علی قصۃ النجاشی[1] اھ

جب حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابن حبان کا یہ قول نقل کیا کہ صرف اسی غائب کی نماز جنازہ ہوسکتی ہے جو سمتِ قبلہ میں ہو تو اس پر یہ کہا کہ : ان کی دلیل واقعۂ نجاشی پر جمود ہے اھ (ت)

تو ان مجتہد صاحب کا جہل قابلِ تماشا ہے جن کو سمتِ قبلہ تک معلوم نہیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے جنازہ پر نماز ان کی غیر سمت پڑھنے کا ادعا دُوسرا جہل ہے۔ حدیث میں تصریح ہے کہ حضور نے جانبِ حبشہ نماز پڑھی[2] رواہ الطبرانی عن حذیفۃ بن اسید رضی اللہ عنہ (اسے طبرانی نے حذیفہ بن اُسید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

واقعہ دوم : معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مدینہ طیبہ میں انتقال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تبوک میں ان پر نماز پڑھی۔

---

[1] فتح الباری بحوالہ ابن بزیزہ باب الصفوف علی الجنازۃ مصطفی البابی مصر ۳/۴۳۱

[2] معجم کبیر مروی از حذیفہ بن اُسید حدیث ۳۰۴۸ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۳/۱۷۹

marfat.com

قال حدثنا المثنیٰ بن سعید عن قتادۃ عن ابی طفیل عن حذیفۃ بن اسید ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتاہ موت النجاشی فقال ان اخاکم مات بغیر ارضکم فقوموا فصلوا علیہ[1] فھذا یقوی الاستئناس لمکان الفاء فی فقوموا۔

نماز ادا کرو جو تمھاری سرزمین کے علاوہ میں فوت ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا: وہ کون؟ فرمایا: نجاشی۔ پھر میں نے اسے مسند ابوداؤد طیالسی میں دیکھا، انھوں نے کہا ہم سے مثنیٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، وہ قتادہ سے وہ ابوالطفیل سے وہ حذیفہ بن اُسید سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس نجاشی کی وفات کی خبر آئی تو فرمایا: تمھارا بھائی تمھاری سرزمین کے علاوہ میں انتقال کرگیا تو اٹھو اس کی نماز پڑھو۔ یہ روایت استیناس کو قوّت دے رہی ہے اس لیے کہ اس کے اندر فقوموا (تو اٹھو) میں فا (تو) ہے۔ (ت)

و لہٰذا خود امام شافعی المذہب ابوسلیمان خطابی نے یہ مسلک لیا کہ غائب پر نماز جائز نہیں سوا اس صورت خاص کے کہ اس کا انتقال ایسی جگہ ہُوا ہو جہاں کسی نے اس کی نماز نہ پڑھی ہو۔ **اقول** اب بھی خصوصیتِ نجاشی، ماننے سے چارہ نہ ہوگا، جبکہ اور مَوتیں بھی ایسی ہُوئیں اور نمازِ غائب کسی پر نہ پڑھی گئی۔

رابعاً بعض[ع] کو ان کے اسلام میں شبہہ تھا یہاں تک کہ بعض نے کہا: حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی۔[2]

رواہ ابن ابی حاتم فی التفسیر عن ثابت و الدارقطنی فی الافراد و البزار عن حمید معاً عن انس و لہ شاھد فی کبیر الطبرانی عن وحشی و اوسطہ عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

اسے ابن ابی حاتم نے تفسیر میں ثابت سے، دارقطنی نے افراد میں اور بزار نے مسند میں حمید سے، دونوں حضرات نے حضرت انس سے روایت کیا۔ اور اس حدیث کی ایک شاہد طبرانی کبیر میں حضرت وحشی سے اور معجم اوسط میں حضرت ابوسعید سے ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم (ت)

اس نماز سے مقصود اُن کی اشاعتِ اسلام تھی۔ **اقول** یعنی بیان بالفعل اقوی ہے و لہٰذا مصلّٰی میں تشریف لے گئے کہ جماعت کثیر ہو[3]۔

ع: روایتِ طبرانی میں ہے اس کا قائل ایک منافق تھا ۱۲ منہ (م)

---

[1] مسند ابوداؤد الطیالسی حدیث ۱۰۶۸ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۱۴۴

[2] فتح الباری بحوالہ ابن ابی حاتم و الدارقطنی و البزار باب الصفوف علی الجنازۃ مصطفی البابی مصر ۳/۴۳۱

[3] " " ابن بزیزہ " " " "

[4] فتح الباری بحوالہ طبرانی اوسط باب الصفوف علی الجنازۃ مصطفی البابی مصر ۳/۴۳۱

marfat.com

لفظ الحافظ فی الاصابة قال ابن حبان فی ترجمة العلاء الثقفی من الضعفاء بعد ان ذکر له هذا الحدیث سرقه شیخ من اهل الشام، فرواه عن بقیة فذکره[1] اھ ولیس فیه یقال وقد نقل عنه هکذا الذهبی فی العلاء اما قول الحافظ فما ادری عنی نوحاً او غیره فانه لم یذکر نوحاً فی الضعفاء[2] **فاقول** ظاهر ان نوحا هو الشیخ الشامی الذی رواه عن بقیة ولا مشار للشك حتی یثبت شامی اخر یرویه عنه لاجرم ان جزم الذهبی بانه عنی به نوحا۔

اصابہ میں حافظ ابن حجر کے الفاظ یہ ہیں: ابن حبان نے علاء ثقفی ضعیف کے ترجمہ میں اس کی یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا: اسے شام کے ایک شیخ نے چرا کر اُسے بقیہ سے روایت کر دیا۔ پھر حدیث ذکر کی اھ ــــ اصابہ کی اس عبارت میں ابن حبان کے حوالہ میں لفظ یقال (کہا جاتا ہے) نہیں ہے ــــ اور خود ذہبی نے علاء کے بارے میں ابن حبان سے اسی طرح نقل کیا ہے ــــ اب رہا حافظ ابن حجر کا یہ کلام کہ "پتا نہیں ابن حبان نے نوح ہی کو مراد لیا ہے یا کسی اور کو؟ کیونکہ انہوں نے نوح کو ضعفاء میں ذکر نہیں کیا ہے" ــــ **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) ظاہر ہے کہ نوح ہی وہ شامی شیخ ہے جس نے یہ حدیث بقیہ سے روایت کی ہے۔ اس میں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں کہ یہ ثابت کیا جائے کہ کوئی اور شامی شیخ اُس سے روایت کرنے والا ہے۔ لامحالہ ذہبی نے جزم کیا کہ ابن حبان نے اس سے نوح ہی کو مراد لیا ہے۔ (ت)

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت طبقات ابن سعد میں دو[2] طریق سے ہے: ایک طریق میں محبوب بن ہلال مزنی ہے۔

ع۵ **تنبیه**: لم یرد الحدیث عن صحابی غیر انس وابی امامة اما ما وقع فی نسختی فتح القدیر المطبوعتین بمصر والهند من قوله بعد ذکر قصة النجاشی فان قیل بل قد صلی علی غیره من الغیب وهو معاویة بن معاویة المزنی، ویقال اللیثی رواه الطبرانی من حدیث ابی امامة

تنبیہ: یہ حضرت انس اور ابو امامہ کے علاوہ کسی اور صحابی سے وارد نہیں ــــ رہی فتح القدیر کی یہ عبارت جو اس کے مصر اور ہند کے طبع شدہ دونوں نسخوں میں ہے کہ "واقعۂ نجاشی ذکر کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں: اگر اعتراض ہو کہ حضور نے نجاشی کے علاوہ دوسرے پر بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے۔ وہ معاویہ بن معاویہ مزنی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ "لیثی" ــــ اسے طبرانی نے حضرت ابوامامہ سے

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] الاصابة فی تمییز الصحابة ترجمہ نمبر ۸۰۸۰ معاویہ بن معاویہ مزنی دار صادر بیروت ۳/ ۴۳۷

[2] " " " " " " " "

marfat.com

اوّلاً ائمہ حدیث عقیلی و ابن حبان و بیہقی و ابو عمر ابن عبدالبر و ابن الجوزی و نووی و ذہبی و ابن الہمام وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف بتایا، اسے طبرانی نے معجم اوسط و مسند الشامیین میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی سے روایت کیا

بطریق نوح بن عمرو السکسکی ثنا بقیہ بن الولید عن محمد بن زیاد الالہانی عن ابی امامۃ۔

اس کی سند اس طرح ہے: نوح بن عمرو سکسکی نے — کہا ہم سے حدیث بیان کی بقیہ بن ولید نے — عن محمد بن زیاد الالہانی — عن ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قلت ومن ھذا الطریق رواہ ابواحمد الحاکم فی فوائدہ والخلال فی فوائد سورۃ الاخلاص وابن عبدالبر فی الاستیعاب وابن حبان فی الضعفاء و اشار الیہ ابن مندۃ۔

قلت (میں کہتا ہوں) اسی طریق سے اس کو ابواحمد حاکم نے فوائد میں، خلال نے فوائد سورۂ اخلاص میں، ابن عبدالبر نے استیعاب میں، اور ابن حبان نے ضعفاء میں روایت کیا۔ اور اسی کی طرف ابن مندہ نے اشارہ کیا۔ (ت)

اس کی سند میں بقیہ بن ولید مدلس ہے اور اس نے عنعنہ کیا یعنی محمد بن زیاد سے اپنا سُننا نہ بیان کیا بلکہ کہا کہ ابن زیاد سے روایت ہے معلوم نہیں راوی کون ہے!

بہ اعلہ المحقق فی الفتح **اقول** لکن سند ابی احمد الحاکم ھکذا اخبرنا ابوالحسن احمد بن عمیر بدمشق ثنا نوح بن عمرو بن حری ثنا بقیۃ ثنا محمد بن زیاد عن ابی امامۃ فذکرہ۔

حضرت محقق نے فتح القدیر میں اسی سے اس کو معلول ٹھہرایا۔ **اقول** مگر ابواحمد حاکم کی سند اس طرح ہے، ہمیں خبر دی ابوالحسن احمد بن عمیر نے دمشق میں، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی نوح بن عمرو بن حری نے، کہا ہم سے حدیث بیان کی محمد بن زیاد نے، وہ ابوامامہ سے راوی ہیں۔ اس کے بعد حدیث ذکر کی۔ (ت)

ذہبی نے کہا کہ حدیث منکر ہے نیز اس کی سند میں نوح ابن عمرو ہے۔ ابن حبان نے اسے حدیث کا چور بتایا، یعنی ایک سخت ضعیف شخص اسے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا تھا۔ اس نے اس سے چُرا کر بقیہ کے سر باندھی۔

قال الذہبی فی ترجمۃ نوح قال ابن حبان یقال انہ سرق ھذا الحدیث[1] اھ **اقول**

ذہبی نے نوح کے حالات میں لکھا: ابن حبان نے بیان کیا کہ "کہا جاتا ہے اس نے یہ حدیث چُرالی اھ **اقول**

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۹۱۳۹ نوح بن عمرو بن نوح دارالمعرفۃ بیروت ۴/۲۷۸

ذہبی نے کہا یہ شخص مجہول ہے اور اس کی یہ حدیث منکر ہے[1]
دوسرے طریق میں علاء بن یزید ثقفی ہے۔

قلت ومن ھذا الطریق اخرجہ ابن ابی الدنیا ومن طریقہ ابن الجوزی فی العلل المتناھیۃ والعقیلی وابن سنجر فی مسندہ وابن الاعرابی وابن عبد البر و حاجب الطوسی فی فوائدہ[2]

قلت (میں کہتا ہوں) اسی طریق سے اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے اور اسی کے طریق سے ابن الجوزی نے العلل المتناہیہ میں، اور عقیلی اور ابن سنجر نے اپنی مسند میں اور ابن الاعرابی، ابن عبد البر نے اور فوائد میں حاجب طوسی نے روایت کیا ہے۔ (ت)

امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا: اس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ امام بخاری وابن عدی و ابوحاتم نے کہا: وہ منکر الحدیث ہے۔ ابوحاتم و دارقطنی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی استاذِ امام بخاری نے کہا: وہ حدیثیں دل سے گھڑتا تھا۔ ابن حبان نے کہا: یہ حدیث بھی اُسی کی گھڑی ہوئی ہے، اس سے چرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کی[3]: ذکرہ فی المیزان (اسے میزان الاعتدال میں ذہبی نے ذکر کیا۔) ابوالولید طیالسی نے کہا: علاء کذاب تھا۔ عقیلی نے کہا: العلاء بن یزید ثقفی لایتابعہ احد علی ھذا الحدیث الامن ھو مثلہ اودونہ علاء کے سوا جس جس نے یہ حدیث روایت کی سب علاء ہی جیسے ہیں یا اس سے بھی بدتر، ذکرہ فی العلل المتناھیۃ (ابن الجوزی نے اسے علل متناہیہ میں ذکر کیا۔ ت) ابوعمر بن عبدالبر نے کہا: اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں اور دربارۂ احکام اصلاً حجت نہیں۔ صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام معلوم نہیں[5] قالہ فی الاستیعاب ونقلہ فی الاصابۃ (ابن عبدالبر نے یہ استیعاب میں کہا اور حافظ نے اسے اصابہ میں نقل کیا۔ ت) یونہی ابن حبان نے کہا کہ مجھے[ع] اس نام کے

ع وہابیہ کے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں یہاں عجیب تماشہ کیا ہے،
اوّلاً استیعاب سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معٰویہ بن معٰویہ لیثی پر نماز پڑھی۔ پھر کہا
(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۰۸۵ محبوب بن ہلال دارالمعرفہ بیروت ۳/ ۴۴۲

[2] و [3] " " ۵۷۳۰ العلاء بن زید الثقفی ۳/ ۹۹

[4] العلل المتناہیۃ حدیث فی فضل معاویۃ بن معاویۃ دارالنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۹۹

[5] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۸۰۸۰ معاویۃ بن معاویۃ دار صادر بیروت ۳/ ۴۳۷

قلت ومن هذا الوجه اخرجه الطبرانی وابن الضریس و سمویة فی فوائده وابن مندة والبیهقی فی الدلائل[1]

قلت (میں کہتا ہوں) اسی طریق سے اُسے طبرانی، ابن ضریس، فوائد میں سمویہ، ابن مندہ، اور دلائل میں بیہقی نے روایت کیا۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وابن سعد من حدیث انس وعلی وزید وجعفر لما استشهدا بموته علی ما فی مغازی الواقدی[2] فتصحیف وصوابه وابن سعد من حدیث انس وعلی زید وجعفر ای وصلی علیهما فقد اخذ کلام الفتح هذا برمته الحلبی فی الغنیة فقال وابن سعد من حدیث انس وکذا اصلی علی زید وجعفر[3] وکذا اخذه بتمامه القاری فی المرقاة فقال وابن سعد من حدیث انس وصلی علی زید وجعفر[4] وقد جمع الحافظ طرق الحدیث فی الاصابة فلم یذکره عن علی ولا عن غیره من الصحابة سوی انس و ابی امامة رضی الله تعالٰی عنهم ۱۲ منه (م)

سے روایت کیا ہے اور ابن سعد نے حضرت انس اور علی سے، اور زید و جعفر پر بھی نماز پڑھی جب یہ دونوں حضرات موتہ میں شہید ہوئے جیسا کہ مغازی واقدی میں ہے ــــ تو اس عبارت (من حدیث انس و علی وزید وجعفر) میں تصحیف (کتابت کی غلطی) ہے۔ صحیح عبارت اس طرح ہے (وابن سعد من حدیث انس وعلی زید وجعفر) یعنی اور اسے ابن سعد نے حضرت انس سے روایت کیا، اور حضور نے حضرت زید و حضرت جعفر کی بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ اس خطائے کتابت کی دلیل یہ ہے کہ فتح القدیر کا پورا کلام لے کر علامہ حلبی نے غنیہ میں یوں لکھا: وابن سعد من حدیث انس، وکذا صلی علی زید وجعفر (اور ابن سعد نے اسے حضرت انس سے روایت کیا، اور اسی طرح حضور نے حضرت زید و حضرت جعفر کی نماز پڑھی) یوں ہی علامہ علی قاری نے اسے مکمل اخذ کرکے مرقات میں یوں لکھا: وابن سعد من حدیث انس، وصلی علی زید و جعفر (اور ابن سعد نے حضرت انس کی حدیث میں اسے روایت کیا اور حضور نے حضرات زید و جعفر کی نماز پڑھی) ــــ اور حافظ ابن حجر نے اصابہ میں اس حدیث کے تمام طُرق جمع کیے ہیں مگر ان میں حضرت علی یا کسی اور صحابی سے روایت کا ذکر نہیں، صرف حضرت انس و ابو امامہ کا ذکر ہے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

---

[1] الاصابة ترجمہ ۸۰۸۰ ۳/۳۳۶
[2] فتح القدیر ۲/۸۱
[3] غنیة المستملی ص ۵۴۴
[4] مرقات المفاتیح ۴/۱۴۰

marfat.com

الف ملک [1] — حضور کے پیچھے تھیں، ہر صف میں ستّر ہزار فرشتے۔

ابو احمد حاکم کے یہاں یوں ہے:

وضع جناحہ الایمن علی الجبال، فتواضعت ووضع جناحہ الایسر علی الارضین فتواضعت حتی نظرنا الی مکۃ والمدینۃ فصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجبریل والملٰئکۃ [2]۔

جبریل نے اپنا داہنا پَر پہاڑوں پر رکھا وہ جھک گئے بایاں زمینوں پر رکھا وہ پست ہوگئیں یہاں تک کہ مکّہ ومدینہ ہم کو نظر آنے لگے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ان پر نماز پڑھی۔

حدیثِ انس بطریق محبوب کے لفظ یہ ہیں: جبریل نے عرض کی کیا حضور اس پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔

فضرب بجناحہ الارض فلم تبق شجرۃ ولا اکمۃ الا تضعضعت ورفع لہ سریرہ حتی نظر الیہ فصلی علیہ [3]۔

پس جبریل نے زمین پر اپنا پَر مارا کوئی پیڑ اور ٹیلہ نہ رہا جو پست نہ ہوگیا، اور ان کا جنازہ حضور کے سامنے بلند کیا گیا یہاں تک کہ پیشِ نظرِ اقدس ہوگیا، اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی۔

بطریق علاء کے لفظ یوں ہیں:

ھل لک ان تصلی علیہ فاقبض لک الارض قال نعم فصلی علیہ [4]۔

جبریل نے عرض کی حضور ان پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین سمیٹ دوں۔ فرمایا: ہاں۔ جبریل نے ایسا ہی کیا، اُس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی۔

اقول بلکہ طرزِ کلام مشیر ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے جنازہ سامنے ہونے کی حاجت سمجھی گئی، جب تو جبریل نے عرض کی کہ حضور نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور نماز پڑھیں۔ فافہم

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ بحوالہ الطبرانی	باب المشی بالجنازۃ الخ	مکتبہ امدادیہ ملتان	۴/۴۶
فتح القدیر بحوالہ الطبرانی	فصل فی الصلوٰۃ علی المیت	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۲/۸۱
[2] مجمع الزوائد "	باب الصلوٰۃ علی الغائب	دارالکتاب العربی بیروت	۳/۳۸
[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۸۰۸۰	معاویہ بن معاویہ	دارصادر بیروت	۳/۴۳۶
[4] " " " "	"	"	۳/۴۳۷

marfat.com

کوئی صاحب صحابہ میں یاد نہیں[1] اثرہ فی المیزان (اسے ذہبی نے میزان میں نقل کیا۔ ت)

ثانیاً فرض کیجئے کہ یہ حدیث اپنے طُرق سے ضعیف نہ رہے کما اختارہ الحافظ فی الفتح (جیسا کہ حافظ ابن حجر نے اسے فتح الباری میں اختیار کیا ہے۔ ت) یا بالفرض غلط لذاتہ صحیح سہی پھر اس میں کیا ہے خود اسی میں تصریح ہے کہ جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر انور کردیا گیا تھا تو نماز جنازہ حاضر پر ہوئی نہ کہ غائب پر۔ حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لفظ طبرانی کے یہاں یہ ہیں۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! معاویہ بن معاویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا۔

اتحب ان اطوی لك الارض، فتصلی علیہ قال نعم، فضرب بجناحہ علی الارض فرفع لہ سریرہ فصلی علیہ، و خلفہ صفان من الملائکۃ کل صف سبعون

کیا حضور چاہتے ہیں کہ حضور کے لیے زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور ان پر نماز پڑھیں۔ فرمایا: ہاں۔ جبریل نے اپنا پر زمین پر مارا جنازہ حضور کے سامنے ہوگیا اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی، اور فرشتوں کی دو صفیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

استیعاب میں اس قصہ کا مثل معاویہ بن مقرن کے حق میں ابوامامہ سے روایت کیا۔ پھر کہا نیز اس کا مثل انس سے ترجمہ معاویہ بھی معاویہ مزنی میں روایت کیا[2]۔ اس میں یہ وہم لاتا ہے کہ گویا تین صحابی جدا جدا ہیں جن پر نماز غائب مروی ہے، حالانکہ یہ محض جہل یا تجاہل ہے وہ ایک ہی صحابی ہیں معاویہ نام جن کے نسب ونسبت میں راویوں سے اضطراب واقع ہوا، کسی نے مزنی کہا، کسی نے لیثی، کسی نے معاویہ بن معاویہ، کسی نے معاویہ بن مقرن، ابوعمر نے معاویہ بن مقرن مزنی کو ترجیح دی کہ صحابہ میں معاویہ بن معاویہ کوئی معلوم نہیں، اور حافظ نے اصابہ میں معاویہ بن معاویہ مزنی کو ترجیح دی اور لیثی کہنے کو علاء ثقفی کی خطا بتایا اور معاویہ بن مقرن کو ایک اور صحابی مانا جن کے لیے یہ روایت نہیں، بہرحال صاحب قصہ شخص واحد ہیں۔ اور شوکانی کا ایہام تثلیث محض باطل۔ ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں فرمایا:

معاویۃ بن معاویۃ المزنی ویقال اللیثی ویقال معاویۃ بن مقرن المزنی قال ابوعمر وھو اولی بالصواب[3] الخ یعنی معاویہ بن معاویہ مزنی، اور کوئی کہتا ہے معاویہ بن مقرن مزنی، ابوعمرو نے کہا یہی صواب سے نزدیک تر ہے۔ پھر حدیث انس کے طریق اوّل سے پہلے طور پر نام ذکر کیا اور طریق دوم سے دوسرے طور پر اور حدیث ابوامامہ سے تیسرے طور پر۔ ۱۲ منہ

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۷۳۰ العلاء بن زید الثقفی دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۹۹

[2] نیل الاوطار الصلوٰۃ علی الغائب بالنیۃ مصطفی البابی مصر ۴/ ۵۷

[3] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ترجمہ معاویہ بن معاویہ مزنی المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۴/ ۳۸۸

marfat.com

ثالثاً، اقول عبداللہ بن ابی بکر سے راوی شیخ واقدی عبدالجبار بن عمارہ مجہول ہے کما فی المیزان[1] (جیساکہ میزان میں ہے۔ ت) تو مرسل نامعتضد ہے۔ (یعنی رواۃ ثقہ ہو تو یہ مرسل قوی ومقبول ہوتی۔ جہالت راوی کے باعث اس میں قوت نہ رہی ۱۲ مترجم)

رابعاً خود اسی روایت میں صاف تصریح ہے کہ پردے اٹھا دئے گئے تھے۔ معرکہ حضرت قدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیشِ نظر تھی۔

اقول لکن موتۃ بالشام علی مرحلتین من بیت المقدس وغزوتہا سنۃ ثمان وقد حولت القبلۃ قبلہ بزمان[ع] فکیف یکفی الرؤیۃ مع اشتراط کونہا امام المصلی الا ان یقال نما یرید السرد علی الاحتجاج لصلوۃ الغیب وقد تم واذ ثبت فیہا قولنا ثبت ذلک الشرط لنا لان الرؤیۃ معہ استدبار لاتمکننا۔

اقول لیکن مقام موتہ سرزمین شام میں بیت المقدس سے دو منزل پر واقع ہے (تو مدینہ سے سمت قبلہ میں نہیں بلکہ قبلہ کی سمت مخالف شمال میں ہوا ۱۲ مترجم) اور غزوہ موتہ ۸ھ ہجری میں ہُوا جس سے بہت پہلے تحویل قبلہ ہوچکی تھی۔ پھر یہ رؤیت کیسے کافی ہوگی جبکہ جنازہ کا مصلی کے آگے ہونا شرط ہے۔ جواب کہہ سکتے ہے کہ غائبانہ نماز پر استدلال کا رد کرنا مقصود تھا وہ پُورا ہوگیا، اور اس بارے میں جب ہمارا قول ثابت ہوجائیگا تو وہ شرط بھی ہمارے حق میں ثابت ہوگی اس لیے کہ پشت کی جانب جنازہ ہوتے ہُوئے دیکھ لینا ہمارے لیے ناممکن ہے۔ (ت)

خامساً، اقول کیا دلیل ہے کہ یہاں صلوۃ بمعنی نماز معہود ہے بلکہ بمعنی درود ہے اور دعا اسکا عطفِ تفسیری نہیں بلکہ تعمیم بعد تخصیص ہے اور سوق روایت اسی میں ظاہر کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس وقت منبر اطہر پر تشریف فرما ہونا مذکور اور منبر انور دیوارِ قبلہ کے پاس تھا اور معتاد یہی ہے کہ منبر پر رُو بحاضرین ولپشت بہ قبلہ جلوس ہو۔ اور اس روایت میں نماز کے لیے منبر پر سے اُترنے پھر تشریف لے جانے کا کہیں ذکر نہیں۔ نیز برخلاف روایت نجاشی اس میں نماز صحابہ بھی نہیں، نہ یہ کہ حضور نے ان کو نماز کیلئے فرمایا۔ اگر یہ نماز تھی تو صحابہ کو شریک نہ فرمانے کی کیا وجہ۔ نیز اسی معرکہ میں تیسری شہادت عبداللہ بن رواحہ

[ع] لان تحویلہا فی السنۃ الثانیۃ ۱۲ منہ (م) اس لیے کہ تحویلِ قبلہ ۲ھ میں ہوئی ہے۔ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۴۷۲۲ عبدالجبار بن عمارہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۵۳۳

marfat.com

واقعہ سوم: واقدی نے مغازی میں عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کی:

لما التقی الناس بموتة، جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر وکشف لہ ما بینہ وبین الشام، فھو ینظر الی معرکتھم، فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخذ الرایة زید بن حارثة، فمضی حتی استشھد، وصلی علیہ ودعا لہ وقال استغفروا لہ وقد دخل الجنة وھو یسعٰی ثم اخذ الرایة جعفر بن ابی طالب فمضی حتی استشھد فصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ودعا وقال استغفروا لہ وقد دخل الجنة فھو یطیر فیھا بجناحین حیث شاء[1]۔ (ملخصاً)

جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ عزوجل نے حضور کے لیے پردے اٹھا دئے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے، اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: زید بن حارثہ نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا۔ حضور نے انھیں اپنی صلٰوۃ و دعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لیے استغفار کرو بیشک وہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہوا۔ حضور نے فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا حضور نے ان کو اپنی صلٰوۃ و دعا سے شرف بخشا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لیے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہوا اور اس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے اڑتا پھرتا ہے۔

اولاً یہ دونوں طریق سے مرسل ہے **اقول** عاصم بن عمر اوساط تابعین سے ہیں۔ قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابی کے پوتے اور یہ عبداللہ ابن ابی بکر عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم ہیں۔ صغار تابعین سے عمرو بن حزم صحابی رضی اللہ عنہ کے پرپوتے۔

ثانیاً خود واقدی کو محدثین کب مانتے ہیں، یہاں تک کہ ذہبی نے ان کے متروک ہونے پر اجماع کا ادعا کیا[2]

اقول وزدت ھذا مشایعة للاول وکلاھما الزام فالمرسل نقبلہ والواقدی نوثقہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ نقد، پہلے نقد کی روش پر میں نے بڑھا دیا ہے اور دونوں اعتراض الزامی ہیں ورنہ ہمارے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہے اور واقدی ثقہ ہیں۔ (ت)

---

[1] کتاب المغازی بیان غزوۂ موتہ موسسة العلمی بیروت ۲/ ۷۶۲

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۹۹۳ محمد بن عمر واقدی دار المعرفة بیروت ۳/ ۶۶۶

میں برزخ ہے کما اشار الیہ البخاری فی صحیحہ و اطال فیہ (جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے اور اس بارے میں طویل کلام کیا ہے۔ ت) محمود عینی نے تصریح فرمائی کہ نمازِ جنازہ پر اطلاقِ صلوٰۃ مجاز ہے۔ صحیح بخاری میں ہے: سماھا صلوٰۃ لیس فیھا رکوع ولا سجود[1] (اس کا نام رکھا ایسی نماز جس میں رکوع وسجود نہیں۔ ت)۔ عمدۃ القاری میں ہے:

لکن التسمیۃ لیست بطریق الحقیقۃ و لا بطریق الاشتراک ولکن بطریق المجاز[2]۔

لیکن تسمیہ بطور حقیقت نہیں، نہ بطور اشتراک بلکہ بطریق مجاز ہے۔ (ت)

ثانیاً: صلوٰۃ کے ساتھ جب علٰی فلاں مذکور ہو ہرگز اس سے حقیقتِ شرعیہ مراد نہیں ہوتی، نہ ہوسکتی ہے،

قال اللہ تعالٰی یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما[3]۔ اللّٰھم صلّ وسلّم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہ کما تحب وترضٰی وقال وصلّ علیھم ان صلوٰتک سکن لھم[4]۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم اللھم صلّ علٰی اٰلِ ابی اوفٰی[5]۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اے ایمان والو! ان پر صلوٰۃ بھیجو اور خُوب سلام بھیجو۔ اے اللہ! اُن پر اور اُن کی آل پر رحمت وسلامتی وبرکت نازل فرما جیسی تجھے محبوب وپسندیدہ ہے۔ اور ارشادِ باری ہے: ان پر صلوٰۃ بھیج بیشک تیری صلوٰۃ ان کے لیے سکون ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! آلِ ابی اوفٰی پر صلوٰۃ فرما۔ (ت)

کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ الٰہی! تو آلِ ابی اوفٰی پر نماز پڑھ یا اُن کا جنازہ پڑھ؟ کیا صلوٰۃ علیہ شرع میں بمعنی درود نہیں؟ ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون (لیکن وہابیہ نادان قوم ہے۔ ت)

تنبیہ: بعض حنفی بننے والے یہاں یہ عذر بے معنی پیش کرتے ہیں کہ مدارج النبوۃ میں ہے:

والاٰن در حرمین شریفین متعارف ست کہ چوں خبر

اور اس وقت حرمین شریفین میں متعارف ہے کہ

---

[1] صحیح البخاری باب سنۃ الصلوٰۃ علی الجنازۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۶

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری 〃 〃 ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/۱۲۲

[3] القرآن ۳۳/۵۶

[4] القرآن ۹/۱۰۳

[5] صحیح البخاری باب ھل یصلی علٰی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۴۱

marfat.com

رضی اللہ عنہ کی ہے ان پر صلوٰۃ کا ذکر نہیں، اگر نماز ہوتی تو ان پر بھی ہوتی، ہاں درود کی ان دو کے لیے تخصیص وجہ وجیہ رکھتی ہے اگرچہ وجہ کی حاجت بھی نہیں کہ وہ احکامِ عامہ سے نہیں۔ وجہ اس حدیث سے ظاہر ہوگی کہ جس میں ان دو کرام کا حضرت ابن رواحہ سے فرق ارشاد ہُوا ہے اور یہ کہ ان کو جنّت میں منہ پھیرے ہُوئے پایا کہ معرکہ میں قدرے اعراض واقع ہو کر اقبال ہُوا تھا،

وھو فی اٰخر ھٰذین المرسلین رواہ البیھقی عن طریق الواقدی بسندیہ والیہ اشار فی حدیث ابن سعد عن ابی عامر الصحابی رضی اللہ عنہ مرفوعا رأیت فی بعضھم اعراضا کانہ کرہ السّیف[1]

وہ بات ان ہی دونوں مرسل کے آخر میں ہے اسے بیہقی نے بطریق واقدی اس کی دونوں سندوں سے روایت کیا ہے اور اسی کی طرف طبقات ابن سعد کی حدیث میں اشارہ ہے جو حضرت ابو عامر صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ سرکار نے فرمایا ان میں سے ایک کے اندر میں نے کچھ اعراض دیکھا گویا شمشیر سے اسے ناگواری ہُوئی۔ (ت)

اور سب سے زائد یہ کہ وہ شہدائے معرکہ ہیں۔ نمازِ غائب جائز ماننے والے شہیدِ معرکہ پر نماز نہیں مانتے، تو باجماع فریقین یہاں صلوٰۃ بمعنی دُعا ہونا لازم۔ جس طرح خود امام نووی شافعی، امام قسطلانی شافعی، امام سیوطی شافعی رحمہم اللہ تعالٰی نے صلوٰۃ علٰی قبور شہداءِ اُحد میں ذکر فرمایا کہ یہاں صلوٰۃ بمعنے دعا ہونے پر اجماع ہے کما اثرناہ فی النھی الحاجز (جیسا کہ ہم نے اسے النہی الحاجز میں نقل کیا ہے۔ ت)

حالانکہ وہاں تو صلّی علٰی اھل احد صلٰوتہ علی المیّت[2] (اہلِ اُحد پر ویسے ہی صلوٰۃ پڑھی جیسے میّت پر صلوٰۃ ہوتی ہے۔ ت) ہے یہاں اس قدر بھی نہیں۔ وہابیہ کے بعض جاہلان بیخرد مثل شوکانی صاحبِ نیل الاوطار ایسی جگہ اپنی اُصول دانی یُوں کھولتے ہیں کہ صلوٰۃ بمعنے نماز حقیقت شرعیہ ہے اور بلادلیل حقیقت سے عدول ناجائز۔

اقول، اوّلاً ان مجتہد بننے والوں کو اتنی خبر نہیں کہ حقیقتِ شرعیہ صلوٰۃ بمعنی ارکانِ مخصوصہ ہے۔ یہ معنی خود نمازِ جنازہ میں کہاں کہ اس میں نہ رکوع ہے نہ سجود، نہ قرائت نہ قعود۔ الثالث عندنا والبواقی اجماعا (قرائت ہمارے نزدیک اور باقی تینوں بالاجماع کسی کے یہاں نہیں۔ ت) ولہٰذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ صلوٰۃ مطلقاً نہیں، اور تحقیق یہ کہ وہ دعائے مطلق و صلوٰۃ مطلقہ

---

[1] الطبقات الکبرٰی | بیان سریّہ موتہ | دارصادر بیروت | ۲/ ۱۳۰

[2] صحیح البخاری | باب الصلوٰۃ علی الشھید | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/ ۱۷۹

marfat.com

پھر جسے ادنیٰ لیاقتِ اجتہاد بھی نہیں جمیع ائمہ مذہب کے خلاف اُس کی بات کیا قابلِ التفات! طحطاوی باب العدت میں ہے:

النص ھو المتبع فلا یعول علی البحث معہ[1]	نقل ہی کا اتباع ہے تو مسئلہ منقول ہوتے ہوئے بحث کا اعتبار نہ ہوگا۔

(۲) تصریح ہے کہ خلاف مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر بھی عمل نہیں، ہم نے العطایا النبویہ میں اس کی بہت نقول ذکر کیں۔ حلبی علی الدر باب صلوٰۃ الخوف میں ہے:

لایعمل بہ لانہ قول البعض[2]	اس پر عمل نہ کیا جائے کہ یہ بعض کا قول ہے۔

توجو ایک کا بھی قول نہ ہو اُس پر کیونکر عمل ہوسکتا ہے۔

(۳) نصوص جلیہ ہیں کہ متون کے مقابل شروح، شروح کے مقابل فتاوٰی پر عمل نہیں۔ ہم نے ان کی نقول متوافرہ اپنی کتاب فصل القضا فی رسم الافتاء میں روشن کیں اور علامہ ابراہیم حلبی محشی در کے قول میں مذکور ہے:

لایعمل بہ لمخالفتہ لاطلاق سائر المتون[3]	اس پر عمل نہیں کہ اطلاق جملہ متون کے خلاف ہے۔

جب نہ متون بلکہ صرف اطلاق عبارات متون کا مخالف ناقابلِ عمل، تو جو متون و شروح و فتاوٰی سب کے خلاف ہے اس پر عمل کیونکر محتمل!

(۴) پھر وُہ بحث کچھ ہستی بھی رکھتی ہو، نماز جنازہ مجرد دُعا کے مثل زنہار نہیں۔ دُعا میں طہارتِ بدن، طہارتِ جامہ، طہارتِ مکان، استقبالِ قبلہ، تکبیرِ تحرمیہ، قیام تحلیل، استقرار علی الارض کچھ بھی ضرور نہیں، اور نماز جنازہ میں یہ اور ان سے زائد اور بہت باتیں سب فرض ہیں، کیا اگر کچھ لوگ اسی وقت پیشاب کرکے، بے استنجا، بے وضو، بے تیمم جنازہ کے پاس آئیں اور ان میں ایک شخص قبلہ کو پشت کرکے جنازہ کی پٹی سے پیٹھ لگا کر بیٹھے، اور باقی کچھ اس کے آگے کچھ برابر لیٹے بیٹھے، کچھ گھوڑوں پر چڑھے اور اُتر، دکھن، پورب مختلف جہتوں خلافِ قبلہ کو منہ کئے ہوں، وہ پشتوں میں کہے: الٰہی! اس میّت کو بخش دے اور یہ سب انگریزی وغیرہ میں آمین کہیں، تو کوئی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب العدۃ فصل فی ثبوت النسب دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۴۱
[2] ردالمحتار بحوالہ حلبی باب صلوٰۃ الخوف ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۶۸
[3] ایضاً

marfat.com

می رسد کہ فلاں مرد صالح در بلدے از بلادِ اسلام فوت کردہ است شافعیہ نماز برو ے میکنند و بعضے حنفیہ با ایشاں شریک می شوند از قاضی علی بن جار اللہ کہ شیخ حدیث ایں فقیر بود پرسیدہ شد کہ حنفیہ چوں شریک می شوند در گزاردن ایں نماز، گفت دعائے است کہ میکنند فلا باس بہ[1]	جب اطلاع ملتی ہے کہ فلاں مرد صالح بلادِ اسلام میں سے کسی شہر میں فوت ہوگیا تو شافعیہ اس کی نماز پڑھتے ہیں اور کچھ حنفی بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں قاضی علی بن جار اللہ سے جو فقیر کے شیخ حدیث تھے پُوچھا گیا کہ حنفیہ اس نماز کی ادائیگی میں کیسے شریک ہوتے ہیں؟ اُنھوں نے فرمایا کہ ایک دُعا ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

تمام نصوص صریحہ کتب معتمدہ و اجماع جمیع ائمہ مذہب کے مقابل گیارھویں صدی کے ایک فاضل قاضی کی حکایت پیش کرتے ہُوئے شرم چاہئے تھی۔

(۱) امام محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدّین ابن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی کہ متاخرین تو متاخرین خود ان کے معاصرین ان کے لیے مرتبۂ اجتہاد کی شہادت دیتے۔ ان امام جلیل کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی مسئلہ مذہب پر بحث کرنا چاہیں تو ڈرتے ڈرتے یوں فرماتے ہیں:

لوکان الیّ شیئ لقلت کذا[2] مجھے کچھ اختیار ہوتا تو یوں کہتا۔ (دیکھو فتح القدیر مسئلہ آمین و کتاب الحج باب الجنایات مسئلہ حلق وغیرہما)

پھر جو بحث وُہ کرتے ہیں علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں مسموع نہ ہوگی، اس پر عمل جائز نہیں، مذہب ہی کا اتباع کیا جائے گا۔ ردالمحتار نواقض مسح الخف میں ہے:

قد قال العلامۃ قاسم لاعبرۃ بابحاث شیخنا یعنی ابن الہمام اذا خالف المنقول[3]	علّامہ قاسم نے فرمایا: ہمارے استاد امام ابن الہمام کی بحثوں کا کچھ اعتبار نہیں جب وہ مسئلہ منقولہ مذہب کے خلاف ہوں۔

اسی طرح جنایات الحج میں ہے۔ نکاح الرقیق میں علّامہ نورالدّین علی مقدسی سے ہے:

الکمال بلغ رتبۃ الاجتہاد وان کان البحث لایقضی علی المذہب[4]	امام ابن الہمام رتبۂ اجتہاد تک پہنچے ہُوئے ہیں اگرچہ بحثِ مذہب پر غالب نہیں آسکتے۔

---

[1] مدارج النبوۃ انتقال شاہِ حبشہ نجاشی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۳۷۷

[2] فتح القدیر باب صفۃ الصلوۃ و باب الجنایات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۵۷ و ۲/۴۴۸

[3] ردالمحتار باب المسح علی الخفین ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۱۸۴

[4] " " نکاح الرقیق " " " ۲/۳۷۸

marfat.com

ومالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ آنست کہ جائز نیست[1] (امام ابوحنیفہ و مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ جائز نہیں ہے) پھر اس پر دلیل بنا کر مخالفین کے جواب دئے ہیں، نیز اس حکایت کے متصل ہی حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہر روز بہ نیت جملہ اموات مسلمین نماز غائب پڑھنے کی وصیت نقل کرکے اس پر سکوت نہ کیا کہ کہاں قاضی علی بن ظہیرہ اور کہاں حضور پُرنور غوثیت مآب۔ مبادا غلامانِ حضور اس سے حنفیہ کے لئے جواز خیال کریں لہذا معاً اس پر تنبیہ کو فرمادیا کہ ایشاں حنبلی اند و نزد امام احمد بن حنبل جائز است (وہ حنبلی ہیں اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک جائز ہے۔ ت) اگر شیخ کو اس حکایت سے استناد مقصود ہوتا تو یہاں استدراک و دفع وہم نہ فرماتے بلکہ اسے اس کا مؤید ٹھہراتے کما لا یخفی واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم (جیسا کہ پوشیدہ نہیں، اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے۔ ت)

جواب سوالِ سوم: اوّلاً جبکہ آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ نماز غائب وتکرارِ نماز جنازہ دونوں ہمارے مذہب میں ناجائز ہیں اور ہر ناجائز گناہ ہے اور گناہ میں کسی کا اتباع نہیں۔ تو امام کا شافعی المذہب ہونا اس ناجائز کو ہمارے لیے کیونکر جائز کرسکتا ہے! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالیٰ[2]۔ رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن امیر المؤمنین علی ونحوہ احمد والحاکم بسند صحیح عن عمران بن حصین وعن عمرو بن الحکم الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ناجائز بات میں کسی کی اطاعت نہیں۔ اسے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے امیر المومنین علی سے اور اسی کے ہم معنی امام احمد اور حاکم نے بسندِ صحیح عمران بن حصین سے اور عمرو بن حکم غفاری سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (ت)

ثانیاً: یہاں اطاعتِ امام کا حیلہ عجیب یاد رہا ہے۔ بھائیو! وہ تمہارا امام تو جب ہو کہ تم اس کی اقتدا کرو۔ پیش از اقتدا اس کی اطاعت تم پر کیوں ہوا اور جب تمہارے مذہب میں وہ گناہ و ناجائز ہے تو تمہیں ایسے امر میں اس کی اقتدا ہی کب روا ہے! یہ وہی مثل ہے کہ کسی کودن نے کچھ اشعار قبیح وشنیع اغلاط پر مشتمل لکھ کر کسی شاعر کو سنائے، اس نے کہا یہ الفاظ غلط باندھے ہیں، کہا بضرورت

---

[1] مدارج النبوۃ | انتقال شاہ حبشہ نجاشی | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۲/ ۳۷۷

[2] صحیح البخاری | کتاب الاحکام | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۲/ ۱۰۵۷-۵۸

صحیح مسلم | کتاب السلام | نور محمد اصح المطابع کراچی | ۲/ ۱۲۵

مسند احمد بن حنبل | مروی از عمران بن حصین | دارالفکر بیروت | ۵/ ۶۶ و ۶۷

marfat.com

غافل کہہ سکتا ہے کہ نمازِ جنازہ ادا ہُوئی اور اس طرح کی نماز میں حرج نہیں۔ دُعائے ست کہ می کنند فلا باس بہ (ایک دُعا ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ت) اجماع ائمۂ مذہب کے خلاف ایسی بے معنی استناد کیسی جہالتِ شدیدہ ہے۔ شک نہیں کہ قاضی ممدوح گیارھویں صدی کے ایک عالم تھے مگر عالم سے لغزش بھی ہوتی ہے، پھر اس کی لغزش سے بچنے کا حکم ہے نہ کہ اتباع کا۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتقوا زلۃ العالم وانتظروا فیئتہ[1] رواہ الحسن بن علی الحلوانی اسناذ مسلم و ابن عدی والبیھقی والعسکری فی الامثال عن عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

عالم کی لغزش سے بچو اور اس کے رجوع کا انتظار رکھو۔ اسے استاذِ امام مسلم حسن بن علی حلوانی، ابن عدی، بیہقی اور امثال میں عسکری نے حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں: عالم سے لغزش ہوتی ہے تو وہ اس سے رجوع کرلیتا ہے اور اس کی خبر شہروں شہروں پہنچ کر لغزش اس سے منقول رہ جاتی ہے[2] ذکرہ المناوی فی فیض القدیر (اسے علامہ مناوی نے فیض القدیر میں لکھا۔ت)

خدارا انصاف! ذرا یُوں فرض کر دیکھئے کہ کتبِ مذہب میں جوازِ نمازِ غائب وتکرارِ جنازہ کی عام تصریحات ہوتیں۔ اور ایک قاضی ممدوح نہیں اُن جیسے دو سو قاضی اسے ناجائز بتاتے اور کوئی شخص کتبِ مذہب کے مقابل ان دو سو سے سند لاتا تو دیکھیے یہ حضرات کس قدر غل مچاتے، اُچھل اُچھل پڑتے کہ دیکھو کتبِ مذہب میں تو جواز کی صاف تصریح ہے اور یہ شخص ان سب کے خلاف گیارھویں صدی کے دو سو قاضیوں کی سند دیتا ہے ہم ان کی مانیں یا کتبِ مذہب کو حق جانیں، اور اب جو اپنی باری ہے تو تمام ائمۂ مذہب کا اجماع، تمام کتبِ مذہب کا اتفاق سب بالائے طاق، اور تنہا قاضی ممدوح کو تقلید کا استحقاق۔ اس ظلم صریح وجہل قبیح کی کوئی حد ہے، مگر یہ ہے کہ جب کہیں کچھ نہ پایا الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبتا سوار (تنکا) پکڑتا ہے وباللہ العصمۃ۔

مدارج النبوۃ نہ کوئی فقہ کی کتاب ہے نہ اس میں یہ حکایت بغرض استناد، نہ شیخ کو اس پر تعویل واعتماد۔ وُہ حنفی ہیں اور مذہب حنفی خود اسی کتاب میں اسی عبارت سے اوپر یُوں بتا رہے ہیں۔ مذہب امام ابوحنیفہ

---

[1] السنن الکبرٰی للبیھقی کتاب الشہادات دارصادر بیروت ۱۰/۲۱۱
[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۱۴۷ اتقوا الخ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۲۰

marfat.com

السلام علی سیّد المرسلین محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین اٰمین واللہ تعالٰی اعلم۔

درود، کامل تر سلام رسولوں کے سردار حضرت محمد پر اور ان کی آل واصحاب سب پر۔ الٰہی! قبول فرما۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ٨٨: مرسلہ عبدالغفار بن عثمان سرش والہ مقام احمد آباد گجرات محلہ کالوپور خشکلا کی پول

جامع علوم مولٰنا مولوی احمد رضا خان صاحب بعد از سلامِ نیاز اینکہ یہاں میرے اور ایک شخص کے درمیان تقریر ہوئی ہے کہ مقولہ میرا یہ ہے کہ حضرت اُمّ المؤمنین خدیجۃ الکبرٰی کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی گئی، اگر پڑھی گئی ہے تو پیش امام کون تھا؟ بنظرِ عنایت جواب باصواب مع حوالہ کتبِ معتبرہ ارقام فرمائیں کہ یہاں کے علماء سے تشفّی نہیں ہوئی۔

الجواب

فی الواقع کتبِ سِیَر میں علماء نے یہی لکھا ہے کہ اُمّ المؤمنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا کے جنازہ مبارکہ کی نماز نہ ہوئی کہ اُس وقت یہ نماز ہوئی ہی نہ تھی، اس کے بعد اس کا حکم ہوا ہے۔ زرقانی علی المواہب میں ہے:

فی رمضان بعد البعث بعشر سنین ماتت الصدیقۃ الطاھرۃ خدیجۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا ودفنت بالحجون ونزل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حفرتھا ولم تکن یومئذ الصلٰوۃ علی الجنازۃ۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

صدیقہ طاہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے بعثت کے دس سال بعد ماہِ رمضان میں وفات پائی اور مقامِ حجون میں دفن کی گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کی قبر میں اُترے اُس وقت نمازِ جنازہ نہ تھی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ٨٩: از شہر بریلی، مدرسہ اہلسنت وجماعت مسئولہ مولوی رجب الدین۔ یکے از طلبائے مدرسہ مذکور ٤ ذی الحجہ ١٣٢١ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ قبر شق اکثر ملک میں جو اہلِ اسلام بناتے ہیں، خلاف اور ناجائز طریقے سے بناتے ہیں جس کا نقشہ یہ ہے: ←

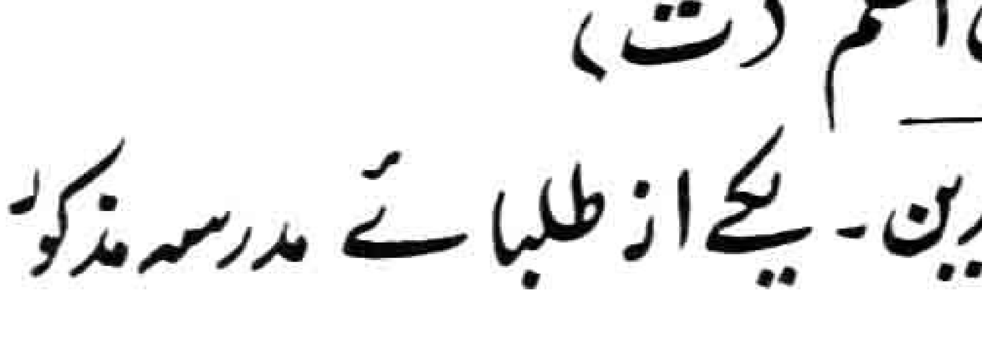

بلکہ قبر شق کی صورت وہ یہ بتاتا ہے کہ نقشہ مذکورہ کے درمیان اور

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب وفاتِ خدیجہ وابی طالب دار المعرفۃ بیروت ١/٢٩٦

marfat.com

شعری کہا با با شعر گفتن چہ ضرور۔

ثالثاً : جائز یا فرض و واجب نمازیں جن میں حنفی حسب شرائط مذکور بحرالرائق وغیرہا اہلسنت کے کسی دوسرے مذہب والے مثلاً شافعی وغیرہ کی اقتدا کرے اس میں ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جو امور ہمارے مذہب میں اصل سے محض ناجائز ہیں ان میں اس کی پیروی نہ کرے اگرچہ اس کے مذہب میں جائز ہوں۔ مثلاً صبح کی نماز میں وہ قنوت پڑھے تو یہ نہ پڑھے۔ نماز جنازہ میں امام پانچویں تکبیر کہے تو یہ نہ کہے۔

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے :

انما یتبعہ فی المشروع دون غیرہ[1]۔ — اس کی پیروی صرف مشروع میں کرے گا غیر مشروع میں نہیں۔ (ت)

تنویر میں ہے :

یاتی المأموم بقنوت الوتر لا الفجر بل یقف ساکتا[2]۔ — مقتدی قنوتِ وتر پڑھے قنوتِ فجر نہ پڑھے بلکہ خاموش کھڑا رہے۔ (ت)

بحر میں ہے :

لوکبر خمسا فی الجنازۃ حیث لایتابعہ فی الخامسۃ[3]۔ — اگر امام نے جنازہ کے اندر پانچ تکبیریں کہیں تو پانچویں میں اس کی پیروی نہ کرے۔ (ت)

جب بعد اقتدا یہ حکم ہے تو قبل اقتدا امر ناجائز و نامشروع میں اقتدا کی اجازت کیونکر ممکن، غرض مذہب مہذب حنفی کا حکم تو یہ ہے، باقی جو کوئی غیر مقلد بننا چاہے تو آج کل آزادی و بے لگامی کی ہوا چل رہی ہے ہر شخص کو شتر بے مہار ہونے کا اختیار ہے اور اس کے رد میں بحمد اللہ تعالٰی ہمارے رسائل النہی الاکید وغیرہ کافی۔

واللہ المستعان علی اھل طغیان، — سرکشی والوں کے خلاف خدا ہی سے مدد طلبی ہے،

واٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین — اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ تمام حمد خدا کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور بہتر

وافضل الصلٰوۃ و اکمل

---

[1] العنایۃ علٰی ھامش فتح القدیر باب صلٰوۃ الوتر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۰
[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴
[3] بحرالرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۵

مسئلہ ۹۰ از قصبہ مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ مدرسہ دار العلوم مرسلہ عبد الرحیم صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مُردہ کو قبر کے پچھم جانب سے گور میں ڈالنا چاہئے اور بعض کہتے ہیں کہ دکھن جانب سے ڈالے۔

الجواب

ہمارے نزدیک مستحب یہی ہے کہ میّت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں لے جائیں۔ دُرمختار میں ہے:

ویستحب ان یدخل من قبل القبلۃ بان یوضع من جھتھا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم مستحب یہ ہے کہ میّت کو قبلہ کی طرف سے داخل کریں اس طرح کہ اسی سمت سے اتاریں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۹۱ از اپربہما ضلع کتھا پوسٹ لین مسئولہ امیر خان دکاندار ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتب فقہیہ میں لکھتے ہیں کہ میّت کا منہ قبلہ کی طرف کیا جائے، اس سے کیا مراد ہے، اس میں پانچ صورتیں ہیں: پہلی صورت تو یہ ہے کہ میت کو صندوقی قبر میں اس طرح سے داہنی کروٹ پر لٹائیں کہ تمام بدن کا بوجھ داہنی کروٹ پر اور داہنی کروٹ کا تمام بوجھ داہنے بازو پر گرے اور میّت کی پیشانی، ناک، گھُٹنا صندوق کی داہنی طرف کی دیوار سے لگا کر پشت کی طرف پتھّر اور ڈھیلے رکھ دئے جائیں۔ اور دُوسری صورت یہ ہے کہ میّت کے بائیں پہلو کو اٹھا کر اس کے نیچے ڈھیلے دے کر میّت کو بائیں پہلو بل رکھیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ میّت کو چت لٹایا جائے اور فقط منہ ہی قبلہ کی طرف پھیر دیا جائے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ قبر کھودتے وقت قبر کی داہنی طرف تھوڑا نیچا اور بائیں طرف تھوڑا اونچا کرکے کھودی جائے۔ لاش رکھنے کے بعد داہنے پہلو پر ہو کر قبلہ رُخ ہوجاتی ہے۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ میّت کا پاؤں قبلہ کی طرف اور منہ پورب کی طرف کیا جائے جیسا کہ حالتِ نزع میں ہے۔ کتبِ فقہ میں ان صورتوں میں کون صورت مراد ہے اور اگر سب جائز ہیں تو اعلٰی و افضل کون سے ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

پانچویں صُورت تو محض ناجائز ہے کہ سنت متواترہ مسلمین کے محض خلاف ہے اور افضل طریقہ یہ ہے کہ میّت کو دہنی کروٹ پر لٹائیں، اس کے پیچھے نرم مٹی یا ریتے کا تکیہ سا بنا دیں اور ہاتھ کروٹ سے الگ رکھیں، بدن کا بوجھ ہاتھ پر نہ ہو اس سے میّت کو ایذا ہوگی۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۴

marfat.com

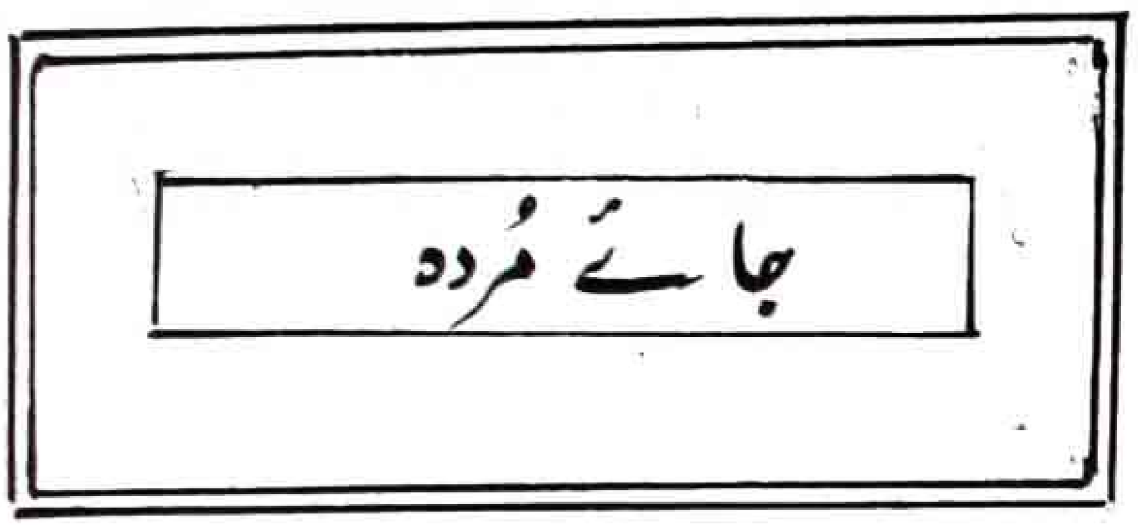

ایک بہت چھوٹی سی مثل نہر کے شق بنا کر۔ اُس نہر صغیر میں نقش قبلہ رُخ دائیں کروٹ پر رکھیں، اور شق اسی کو کہتے ہیں۔ نقشہ یہ ہے: ←
آیا یہ صورت ثانی جو شخص مذکور نے ایجاد کی ہے وہ صحیح ہے یا نہیں، اور شق سے یہی مراد ہے؟ اور عبارت عالمگیری میں ہے: ان تحفر حفیرۃ کالنھر وسط القبر[1] (قبر کے درمیان میں نہر کی طرح ایک گڑھا کھودا جائے۔ ت) اس حفیرہ سے یہی صورتِ ثانیہ مراد ہے یا اول اُس کا یہ قول جو اکثر ملکوں میں مروج ہے یہ حفیرہ ہے یعنی قبر اور بعد کھودنے قبر کے نہر صغیر بنا کر مُردہ کو اس میں رکھے اسی کو شق کہتے ہیں جو کہ نہر کے نیچے آدھ گز سے بھی کم ہو گی۔ پس حضرات مفتیانِ عظام و علمائے کرام کثرہم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں غور فرما کر موافق مذہب حنفی بحوالہ کتب فتوٰی دین عند اللہ اجر عظیم پائیں۔

الجواب

شق کے معنی یہ ہیں کہ اوّل ایک مستطیل زیادہ عریض و طویل کھودیں پھر اس کے وسط میں دوسرا مستطیل اُس سے چھوٹا اور طول میں قامت میّت سے کچھ زائد اور عرض میں نصف قامت کے برابر اور عمق میں سینہ تک یا قدِ آدم کھودیں۔ اس دوسرے مستطیل میں میّت کو قبلہ رُو رکھیں اور اس کے اوپر مستطیل اول کے اندر تختوں وغیرہ سے بند کرکے مستطیل اوّل کی جگہ مٹی سے بھر دیں اور سطحِ زمین سے پاؤ گز بلند مٹی رکھیں۔ یہی طریقہ شق کا ہے اور یہی ہندوستان میں معمول ہے، اور یہی عبارتِ عالمگیریہ کا مفہوم ہے۔ پہلی صورت کہ صرف ایک مستطیل کھودیں اور اس میں میّت کو رکھ کر مٹی بھر دیں یا تختے رُوئے زمین پر رکھ کر اُن میں مٹی ڈال دیں۔ نہ شق ہے نہ ہندوستان خواہ کسی ملک میں رائج ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

صفۃ الشق ان تحفر حفیرۃ کالنھر وسط القبر ویبنی جانباہ باللبن او غیرہ ویوضع المیت فیہ ویسقف کذا فی معراج الدرایۃ[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

شق کی صورت یہ ہے کہ قبر کے بیچ میں نہر کی طرح مستطیل ایک گڑھا کھودا جائے جس کے دونوں کنارے کچّی اینٹوں یا کسی اور چیز سے بنا دیں اور اس میں میّت کو رکھ کر اُوپر سے چھت کی طرح بند کر دیں۔ ایسا ہی معراج الدرایۃ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السادس فی القبر والدفن الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۶

[2] " " " " " " " " "

رکھتا ہے اور بعد دفن میّت کے قبر پر پانی چھڑکنا کیا حکم رکھتا ہے؟ مفصل مدلل بحوالہ کتب جواب باصواب مرحمت فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بعد دفن قبر پر پانی چھڑکنا مسنون ہے اور اگر مرورِ زمان سے اس کی خاک منتشر ہوگئی ہو اور نئی ڈالی گئی یا منتشر ہوجانے کا احتمال ہو تو اب بھی پانی ڈالا جائے کہ نشانی باقی رہے اور قبر کی توہین نہ ہونے پائے۔ **بہ علل** فی الدر وغیرہ ان لایذھب الاثر فیمتھن (درمختار وغیرہ میں یہی علت بیان فرمائی ہے کہ نشانی مٹ جانے کے سبب بے حرمتی نہ ہو۔ ت) اس کے لیے کوئی دن معین نہیں ہوسکتا ہے جب حاجت ہو اور بے حاجت پانی کا ڈالنا ضائع کرنا ہے اور پانی ضائع کرنا جائز نہیں، اور عاشورہ کی تخصیص محض بے اصل و بے معنی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵ از شہر علی گڑھ محلہ مدار دروازہ مرسلہ عمر احمد صاحب سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ہندہ کو قبر میں اتارنے اور تختے لگانے کے بعد مٹی کچھ ہی دی گئی کہ بارانِ رحمت شروع ہوگئی۔ ہندہ کی قبر پر بارش کے پانی کے علاوہ اور پانی ڈالنے کی ضرورت نہ ہوئی۔ کچھ اشخاص کہتے ہیں جس مُردہ کی قبر پر بجائے پانی دنیا کے بارانِ رحمت ہو وہ مُردہ جنتی ہے، اس کی کچھ اصلیت شرع شریف میں ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب

بارشِ رحمت فالِ حسن ہے خصوصاً اگر خلافِ عادت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۶ از شہر کہنہ ۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین کہ بعد مُردنِ میت تا دفنِ میّت از کدام چہل سوال از میت می پرسند۔ بینوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ میّت کے مرنے کے بعد سے دفن ہونے تک کون سے چالیس سوال میت سے ہوتے ہیں؟ بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب

سوال از میّت بعد دفن ست پیش ازاں ہیچ سوالے در حدیث نیامدہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

میّت سے سوال دفن کے بعد ہوتا ہے اُس سے پہلے کوئی سوال حدیث میں نہ آیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۹۷ از موضع شمس آباد ضلع کیمبل پور پنجاب مسئولہ مولوی غلام ربانی صاحب ۱۱ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین، خصوصاً حضرت عالمِ اہلسنّت وجماعت مجدّدِ مائۃ حاضرہ زید مجدہم اس مسئلہ میں کہ ضلع کیمبل پور کے پچاس ساٹھ موضع میں اور ایسا پشاور کے ضلع میں دس بیس موضع میں گاہے گاہے

marfat.com

ان المیت یتاذی مما یتاذی بہ الحی[1] بے شک مُردے کو اس سے ایذا ہوتی ہے جس سے زندے کو ایذا ہوتی ہے۔ (ت)

اور اینٹ پتھر کا تکیہ نہ چاہئے کہ بدن میں چُبھیں گے اور ایذا ہوگی اور ناک وغیرہ اعضاء دیوارِ قبر سے ملا دینے کی اجازت نہیں، نہ اس کی کوئی وجہ۔ اور جہاں اس میں وقت ہو توچت لٹا کر منہ قبلہ کو کردیں۔ اب اکثر یہی معمول ہے۔ اور اگر معاذاللہ معاذاللہ منہ غیر قبلہ کی طرف رہا اور ایسا سخت ہوگیا کہ پھر نہیں سکتا تو چھوڑ دیں اور زیادہ تکلیف نہ دیں۔ چوتھی صورت بھی بالکل خلافِ سنّت ہے اور اس میں بھی میّت کے لیے اذیت ہے کہ بیٹھنے میں دقّت ہوگی، ملائکہ کہ سوال کے لیے آتے ہیں، میّت کو بٹھاتے ہیں، ایسی ڈھلوان جگہ پر بیٹھنا بہت دشوار ہوگا۔ اور دُوسری صورت بھی ناقص ہے۔ بہتر پہلی صورت ہے، مگر ان اصلاحوں کے بعد جو ہم نے لکھیں۔ دُرمختار میں ہے:

ویوجہ الیھا وجوبًا وینبغی کونہ علی شقہ الایمن[2] واللہ تعالٰی اعلم واجب ہے کہ اسے قبلہ رُو کیا جائے اور اسے داہنی کروٹ پر ہونا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۲ تا ۹۳ (۱) قبر میں سے جس قدر مٹی نکلی وہ سب اس پر ڈال دینا چاہئے یا صرف بالشت یا سوا بالشت قبر کو اونچا کرنا چاہئے؟

(۲) میّت کو دفن کرتے ہی آدمیوں کو منتشر ہوجانا چاہئے یا گھر پر آن کر فاتحہ پڑھ کر پھر منتشر ہونا چاہئے، جیسا کہ آج کل رواج ہے؟

الجواب

(۱) صرف بالشت بھر۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) بہتر یہ ہے کہ منتشر ہوجائیں، پھر میّت کے گھر جانے کو لازم نہ سمجھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴ از شاہجہان پور، محلہ زنگی چوپال مسؤلہ سلامت اللہ رضوی ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ پُرانی قبر ہو یا جدید (جدید سے مراد جسے بنے ہُوئے تھوڑا زمانہ گزرا ہو مگر اس یوم عاشورہ سے پہلے کی ہو) اس خاص کر عاشورہ کے دن پانی چھڑکنا بہتر ہے یہ قولِ زید کیسا ہے، اور عمرو کا سوال یہ ہے کہ یوم عاشورہ سے علاوہ دنوں میں قبروں پر پانی چھڑکنا کیا حکم

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۲۲۹

[2] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۵

marfat.com

فالتمسك بنفي الذكر بلا دليل والتمسك بلا دليل من الوجوه الفاسدة التي لا عبرة بها عند الحنفية كما ذكره صاحب غاية التحقيق شرح الحسامي وصاحب نور الانوار شرح المنار وايضا[۲] ان الحرمة والكراهة حكمان شرعيان لا بد لهما من الدليل كما هو مصرح في رد المحتار في قوله و النتن الذي الخ والاصل في الاشياء الاباحة الاصلية كما هو مسطور في الاشباه وههنا لا دليل عليهما فبقي امر الالقاء المذكور في الافتاء على الاباحة الاصلية مع انضمام تعامل العلماء من المواضع المتعددة الذي هو قسم من الاجماع كما هو مذكور في فصول الحواشي لاصول الشاشي وايضا[۳] ان البدعة السيئة ما تكون رافعة لسنة مثلها كما مصرح في مشكوة المصابيح واذا لم يثبت سنية عدم الالقاء بالدليل المعتبر فكيف يتفوه ببدعة الالقاء وايضا[۴] الذكر المنفي في الكتب المعتبرة اعم من الايجاب والسلب فكيف رجح المانع السلب على الايجاب وايضا[۵] ان الكتب ساكتة من منع الالقاء وفعله ولا حكم في الساكت كما ذكره في عدة من كتب اصول الفقه في تعليق ومن لم يستطع منكم طولا الخ

اور تمسک بلا دلیل ان وجوہ فاسدہ سے ہے جن کا حنفیہ کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں، جیساکہ صاحبِ غایۃ التحقیق شرح حسامی اور صاحبِ نور الانوار شرح منار نے ذکر کیا ہے۔

(۲) حرمت اور کراہت ایسے حکم شرعی ہیں جن کے لیے دلیل ضروری ہے جیساکہ رد المحتار کی عبارت والنتن الذی الخ میں اس کی صراحت ہے، اور اشیاء میں اصل اباحتِ اصلیہ ہے، جیساکہ اشباہ میں لکھا ہوا ہے۔ اور یہاں ان دونوں پر کوئی دلیل نہیں تو فتوے کی رُو سے القائے مذکور کا حکم اباحتِ اصلیہ پر باقی رہا۔ اس کے ساتھ متعدد مقامات کے علماء کا تعامل بھی شامل ہے جو ایک قسمِ اجماع ہے جیساکہ فصول الحواشی لاصول الشاشی میں مذکور ہے۔

(۳) بدعتِ سیئہ وُہ ہے جو ویسی ہی سنت کو ختم کرنے والی ہو جیساکہ مشکوٰۃ المصابیح میں صراحت ہے۔ اور جب معتبر دلیل سے عدمِ القاء کا مسنون ہونا ثابت نہیں تو القاء کو بدعت کیسے کہا جا رہا ہے!

(۴) کتبِ معتبرہ کا سکوت (ذکرِ منفی) ایجاب و سلب سے اعم ہے تو مانع سلب کو ایجاب پر ترجیح کیسے دے دی گئی!

(۵) کتابیں القاء کے منع و فعل سے ساکت ہیں، اور ساکت کا کوئی حکم نہیں ہوتا جیساکہ متعدد کتب اصول فقہ میں ارشاد باری تعالیٰ ومن لم یستطع منکم طولا الخ کی تعلیق کے تحت مذکور ہے (ت)

تمام ہوئی مولوی مجوز کی جس رسم خط سے کہ اس نے لکھی تھی۔ عریضہ نیاز فقیر خادمِ دربارہ محمد غلام ربانی

marfat.com

امام مسجد بعد دفن میت کے آلات کندیدنی گورقبر کے سر سے لے کر قبر کی پاؤں کی طرف کو ڈلواتا ہے اور اس کو موجب امن گورجانتا ہے اور یہ حدیث پیش کرتا ہے:

من رش الماء علی القبر والقی آلتہ التی حفر بہا القبر امن من عذاب القبر اھ	جس نے قبر پر پانی چھڑکا اور جس سامان سے قبر کھودی گئی تھی اسے ڈال دیا تو عذابِ قبر سے مامون ہوا۔ (ت)

کسی کتاب کے اندر سے یہ مسئلہ نہیں دکھا سکتے، فقط کسی کتاب کے وقایہ پر لکھا یا دکھاتے ہیں جو کہ خود انھوں نے یا ان کے باپ دادا نے لکھا ہوگا۔ غنیۃ المریدین اور خزانۃ الروایات کا حوالہ دیتے ہیں مگر وہ بھی غلط ہے کیونکہ عرصہ تین سال سے چند کتب خانے تلاش کر چکے، نہ وہ کتابیں اُن کو ملیں نہ اور کسی کتاب سے اُس کا شاہد پایا۔ کسی اپنے باپ دادا اور کسی مولوی اخوندزادہ کا قول وفعل ثابت کرتے ہیں اور یہ رواج بھی ابھی پچاس ساٹھ سال کا ہے اور علمائے کرام پنجاب و افغانستان کہ جو اس فعل کے مانع ہیں وہ کہتے ہیں کہ اول جملہ اس عبارت کا تو بیشک منصوص ہے مگر جملہ القائے آلات کا مخترعہ ہے۔ ابتداء یُوں ہُوئی ہوگی کہ بعد دفن میت کے آلاتِ قبر کو بطور شمار کرنے کے سرہانے والے نے پاؤں والے کی طرف کو (جو کہ عادۃً بعد دفن کھڑے ہو کر جانا چاہتے ہیں تو اُس وقت بیلچہ گروہ معول شمار کر کے اپنا اپنا لے جاتے ہیں) دینے یا شمار کرنے کے لئے پھینک دیا ہوگا۔ کسی نے نادانی سے اس کا اس صورت سے ڈالنا ہی سمجھ لیا ہوگا۔ بعد کو جب نزاع ہوا ہوگا تو مروّج نے عزت بچانے کے لیے یہ عبارت بنا کر حدیث کی عبارت سے مناسبت دیکھ کر ملالی ہوگی۔ اور واقعی ایسا بہت جگہ ہُوا ہے کہ پہلے زمانہ کے بعض کم علموں نے اپنی کسی بات کی تحقیق وتاکید کے لئے قلمی کتابوں میں جو جو مضمون بڑھایا یا کم کیا اب وہ چھاپے ہو جانے کے بعد ان کا پتا چل رہا ہے۔ مانعین کہتے ہیں کہ اس کام کو ثواب سے کیا علاقہ ہے۔ ایک مولوی اس فعل بے اصل کے فاعل نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ جیسا کہ ان آلات کو میت کی قبر کھودنے میں تکلیف ہُوئی ہے اب مناسب ہے کہ یہ آلات بھی میت کے اُوپر سے گزریں تاکہ بدلہ ہوجائے اس کا جواب بھی ترکی بہ ترکی دیا گیا کہ چاہئے کہ گورکن لوگ بھی میت یا اس کی قبر سے کود کر پاؤں کی طرف کو چلے جایا کریں۔ عجیب جہالت ہے۔ بعدہٗ علمائے مانعین نے اشتہار دے دیا کہ فعل بدعت سیئہ معلوم ہوتا ہے۔ ہزاروں کتابیں تلاش کی گئیں پتا نہ ملا اور مجوزین بھی نہیں دکھا سکتے۔ لہذا ترک کرنا چاہئے۔

زید امامِ مسجد کہتا ہے کہ عدم ذکر فی الکتب کے ساتھ دلیلِ عدمِ جواز اس فعل پر لانا درست نہیں۔ عبارت اُس کے مکتوب کی یہ ہے:

عدم[1] وجود المسئلۃ فی کتب الفقہ واصول الفقہ والتفسیر والحدیث وغیرھا نفی الذکر والذکر فی الکتب من الدلیل	(۱) مسئلہ کا فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر، حدیث وغیرہ کی کتابوں میں موجود نہ ہونا نفی ذکر ہے۔ اور دلیل کتابوں میں مذکور ہونا ہے، تو نفی ذکر سے تمسک بلادلیل ہے

القبر نے سنت ولا تقف ما لیس لك به علم (اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ ت) رفع کرکے اس کی جگہ کبیرۂ تقولون علی اللّٰہ مالا تعلمون (خدا پر تم وہ بولتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔ ت) رکھ دیا اس کے بدعتِ شنیعہ قبیحہ ہونے میں کیا شک رہا۔ دلائل منع یہ ہیں۔ نہ یہ کہ سکوت کتب ولا دلیل سے استدلال کیا ہو۔ وُہ مدعی نفع نہ دفع عذاب پر رَد کو تھا کہ تلك کلمۃ ھو تجاھلھا ما انزل اللّٰہ بھا سلطان (وہ ایسی بات ہے جس سے وُہ نادان بنا خدا نے اس کی کوئی سند نہ اتاری۔ ت) اور یہ رد قطعاً صحیح ہے۔ بلا شبہ دعوٰی بے دلیل، قطعاً باطل و ذلیل۔ فواتح الرحموت میں جس صفحہ میں لا دلیل سے فسادِ استدلال کا ذکر ہے اُس میں چند سطر کے بعد ذکرِ استصحاب میں ہے: الحکم بلا دلیل باطل[1] (حکم بلا دلیل باطل ہے۔ ت) خصوصاً یہاں کہ ایسا ہونا ضرور امر تعبدی غیر معقول المعنٰی ہوتا جس کے لیے خاص نصِ شارع درکار۔ اور وہ قطعاً مفقود۔ تو ادعائے مخالف یقیناً مردود۔ اور محدود مواضع کے محدود اشخاص کا پچاس ساٹھ برس سے کوئی فعل تراش لینا اسے تعامل وقسمِ اجماع قرار دینا کس درجہ علم سے بعید ومطرود۔

وقد فرغنا من ابانتہ فی کتابنا شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر، ھذا وقد اندفعت بما ذکرنا قعاقع المجوزین بامرھا۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

ہم اسے اپنی کتاب "شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر" میں بیان کرچکے ہیں، یہ ذہن نشین رہے۔ اور ہمارے بیان سے اس کام کو جائز کہنے والوں کی بے معنی آوازیں دفع ہوگئیں۔ اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۹۸: از دلیر گنج پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۸ ارجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ یا شبِ جمعہ کے سوا کسی اور دن میں مسلمان کا انتقال ہو تو اس کو جمعہ کے سپرد کرنا یعنی جمعہ تک قبر پر بیٹھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

بعد دفن اتنی دیر بیٹھنا کہ ایک اُونٹ ذبح کیا جائے، مسنون ہے۔ صحیح مسلم شریف میں اس بارے میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث وارد ہے[2] اور زیادہ دیر یا دنوں تک بیٹھنا بھی ممنوع نہیں بلکہ وہاں لغو وبیہودہ باتیں کرنے، ہنسنے وغیرہ غفلت وقسوت کی حرکات سے بچیں، اور تلاوت ودرود خوانی اور اعمالِ حسنہ میں مشغول رہیں کہ یہ امور موجبِ نزولِ رحمت ہوتے ہیں، اور احیاء کے پاس ہونے سے مُردے کا دل بہلتا ہے کما بیناہ فی حیاۃ الموات (جیسا کہ ہم نے اسے حیات الموات میں بیان کیا ہے۔ ت) جمعہ تک بیٹھنے کا منشاء غالباً وُہ روایت ہے

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی ۲/ ۳۵۹
[2] صحیح مسلم کتاب الایمان ۱/ ۷۶

marfat.com

الجواب

بیشک فعل مذکور بروجہ مذکور بدعت سیئہ شنیعہ واجب الترک ہے۔ فی نفسہ وُہ ایک فعل عبث تھا جس میں عقلاً ونقلاً کوئی فائدہ نہیں اور اس کی وجہ کہ مجوز نے بیان کی محض مضحکہ ہے۔ آلات کو تکلیف ہونا کیا معنی! اور ہو بھی تو اس گزار دینے میں ان کو کیا آرام، یہ بھی حرکت ہے کہ باعثِ کلفت ہے اور میت پر کیا تکلیف کہ بدلہ ہو، اور ہو بھی تو میت کا کیا قصور! تکلیف حفاروں نے دی یا حفر کرانے والوں نے، تو اُن پر سے آلات گزارے جائیں، اور بالفرض میّت مجرم ہے کہ اُس کے سبب تکلیف ہوئی تو احیاء بدرجۂ اولیٰ، تو عمارت بنوانے والا اگرچہ بادشاہ کہ قلعہ بنوائے روز شام کو تمام آلات معماران ومزدوران اس پر سے گزارے جائیں، نہیں نہیں، یہ خود اس پر سے اتریں کہ حقیقۃً تکلیف تو اُنھی کو ہُوئی۔ اور میت پر سے چارپائی کیوں نہیں اُتاری جاتی جو اُس نے راستے بھر توڑی، آلات اس کا شکر نہیں کرتے کہ اُن سے اقامت فرض کی اُلٹے شاکی ہوتے ہیں۔ اور فرض میں جب یہ بدلہ ہے تو خطیب کہ محض ادائے سنت کے لیے منبر پر بوجھ ڈالتا ہے وہاں تو سر سے منبر اتار دینا کافی بھی نہ ہوگا بلکہ بعد خطبہ خطیب کے سر پر منبر لاد دینا چاہیے۔ غرض جہل عجیب چیز ہے اس کے رد میں اطاعت سے زیادہ وقت عزیز ہے، ہاں اس سے اس کا عبث ہونا زیادہ واضح ہوگیا کہ اُس کے حامی بھی کوئی فائدہ نہ بتاسکے، ناچار مضحکہ تراشا، اور عبث بجائے خود بیہودہ ہے نہ کہ قبر میت کے ساتھ کہ محل تذکر واعتبار ہیں، نہ کہ جائے لغویات بیکار۔ ایسی ہی جگہ کے لیے ارشاد ہدایہ و درر وغنیہ وتقریر کفایہ وعنایہ وفتح القدیر ہے:

العبث خارج الصلوٰۃ حرام فما ظنک فی الصلوٰۃ[1]۔ عبث نماز کے باہر ہو تو حرام ہے پھر نماز کے اندر ہو تو کیسا ہوگا۔ (ت)

پھر اس عبث مبغوض کو دین میں نافع اور میت سے عذاب کا دافع سمجھ کر کرتے ہیں، یہ قطعاً شرع میں زیادت اختراع وشنیع ابتداع ہے، اور حدیث کے نام سے جو عبارت پیش کی ساختہ کذاب وضاع ہے، جاہل کو عبارت بنانی بھی نہ آئی، یا اجہلوں نے اپنی جہالت بڑھائی الق آلتہ التی حفر بہا القبر سے یہ مضمون کیونکر ادا ہُوا کہ قبر پر سے اتاریں، خصوصاً یُوں کہ سرہانے سے پائنتی پھینکیں اور من کی جزا میں امن من عذاب القبر تو اس کا مفید کہ ایسا کرنے والا عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔ نہ کہ میت۔ بالجملہ اس بدعت عبث عند القبر بلکہ عبث مع القبر نے سنیتِ تذکر واعتبار کا رفع کیا اور اس ادعائے امن من عذاب

---

[1] الہدایۃ فصل ویکرہ للمصلی الخ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۱۸

وصلوا الی یوم الجمعة انقطع ثم لایعود وھو یحتاج الی دلیل[1] انتھی۔

جمعہ کا دن آجائے گا تو بند ہوجائے گا پھر دوبارہ نہ ہوگا۔ اس بارے میں دلیل کی ضرورت ہے انتہی (ت)

اسی طرح منح الروض الازہر میں ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹ تا ۱۰۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) میت کا دفن بلا اجازت کسی شخص کی اراضی میں کوئی قابلِ مواخذہ فعل ہے؟

(۲) کیا ایسا کرنے والے گنہگار نہ ہوں گے؟

(۳) کیا میت کے حق میں یہ فعل اَولیٰ ہے؟

(۴) اگر میت وصیت اس کے متعلق کرے تو کیا پسماندگانِ میّت اس پر اس طور سے عمل کریں کہ بلا اجازت مالک زمین کے میّت کو دفن کردیں تو کیا عند الشرع یہ فعل میت یا پسماندگان کے واسطے موجبِ ثواب ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بے اجازت مالک اس کی زمین میں دفن کرنا حرام ہے۔ ایسا کرنے والے گنہگار ہیں۔ میت اگر اس کی وصیّت یُوں کرگیا کہ چاہئے مالک اجازت دے یا نہ دے مجھے وہیں دفن کرنا تو وُہ بھی سخت گنہگار ہے میت یا پسماندگان کے لئے ثواب کیسا! اس میں استحقاقِ عذاب ہے، مالک کو اختیار ہے کہ میّت کی نعش نکال دے اور اپنی زمین خالی کرلے یا نعش رہنے دے اور قبر برابر کرکے اس پر جو چاہے بنائے، چلے پھرے، تصرف کرے کہ قبر کی جو حدیثیں ہیں ایسی ناجائز قبر کے لیے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس لعرق ظالم حق[2] (کسی ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔ ت)

دُرمختار میں ہے:

لایخرج منہ بعد اھالۃ التراب الالحق ادمی کان تکون الارض مغصوبۃ ویخیر المالک بین اخراجہ ومساواتہ بالارض[3]

مٹی ڈالنے کے بعد میت کو قبر سے نہ نکالا جائے گا مگر کسی آدمی کے حق کے باعث مثلاً یہ کہ زمین غصب کی ہُوئی ہو اور مالک کو اختیار ہوگا کہ مُردہ کو باہر نکالے یا قبر زمین کے برابر کردے (ت)

---

[1] شرح الصدور بشرح حال الموتٰی والقبور باب عذاب القبر خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۷۶

[2] سنن ابی داؤد باب احیاء الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۱

[3] درمختار باب صلوٰۃ الجنازہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶

marfat.com

جو امام نسفی نے بحر الکلام میں ذکر فرمائی کہ مسلمان پر معاذ اللہ عذاب قبر اگر ہوتا ہے تو صرف جمعہ تک ہوتا ہے شبِ جمعہ آتے ہی اٹھا لیا جاتا ہے اور پھر عود نہیں کرتا۔ امام سیوطی و علامہ علی قاری کو اگرچہ اس روایت میں توقف ہے مگر عقلاً و شرعاً امر نافع محض کو صرف احتمال کافی ہوتا ہے۔ اگر یہ روایت مطابق واقع ہے تو جب تک معاذ اللہ اندیشہ تھا۔ ایصالِ ثواب و استنزالِ برکات ذکر و قرآن سے اس کی مدد کی گئی، جب جمعہ آگیا خود رحمتِ الٰہی اس کی متکفل ہولی۔ اور اگر نا مطابق ہے تو اتنے دنوں آخر مسلمان محتاج کی مدد و نفع رسانی ہی ہوئی، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[1]
رواہ مسلم عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تم میں جو اپنے بھائی مسلمان کو نفع پہنچا سکے پہنچائے۔ اسے مسلم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

بہرحال یہ کام خیر سے خالی نہیں جبکہ نیۃً یا عملاً اس کے ساتھ کوئی محذورِ شرعی نہ ہو۔ شرح الصدور شریف میں ہے:

عمم النسفی فی بحر الکلام فقال ان الکافر یرفع عنه العذاب یوم الجمعة ولیلتها وجمیع شهر رمضان، قال واما المسلم العاصی فانه یعذب فی قبره لکن یرفع عنه العذاب یوم الجمعة ولیلتها ثم لا یعود الیه الی یوم القیٰمة وان مات یوم الجمعة او لیلة الجمعة یکون له العذاب ساعة واحدة وضغطة القبر کذلك ثم ینقطع عنه العذاب ولا یعود الیه الی یوم القیٰمة انتهی وهذا یدل علی ان عصاة المسلمین لا یعذبون سوی جمعة واحدة او دونها وانهم اذا

امام نسفی نے بحر الکلام میں عام حکم لگاتے ہوئے کہا کہ روز و شبِ جمعہ اور پورے ماہِ رمضان میں کافر سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے اور گنہگار مسلمان کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے مگر اس سے روز و شبِ جمعہ کو اٹھا لیا جاتا ہے، پھر قیامت تک دوبارہ عذاب نہیں ہوتا۔ اور اگر روزِ جمعہ یا شبِ جمعہ کو انتقال کیا ہے تو صرف ایک ساعت عذاب ہوتا ہے۔ قبر کے دبانے کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔ پھر اس سے عذاب بند ہو جاتا ہے اور قیامت تک پھر نہیں لوٹتا۔ انتہی۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ گنہگار مسلمانوں کو ایک جمعہ تک یا اس سے بھی کم عذاب ہوگا اور جب

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۲۲۴

marfat.com

ان وقف حوانیت الاسواق یجوز ان کانت الارض باجارۃ فی ایدی الذین بنوھا لا یخرجھم السلطان عنھا من قبل انا رأیناھا فی ایدی اصحاب البناء توارثوھا وتقسم بینھم لایتعرض لھم السلطان فیھا ولا یزعجھم وانما له غلۃ یاخذھا منھم وتداولھا خلف عن سلف ومضی علیھا الدھور وھی فی ایدیھم یتبایعونھا ویوجرونھا وتجوز فیھا وصایاھم ویھدمون بنائھا ویعیدونه ویبنون غیرہ فکذلک الوقف فیھا جائز انتھی واقرہ فی الفتح وقد علمت وجھه وھو بقاء التابید[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

کہ دُکانوں کا وقف جائز ہے اگر زمین اجارہ کے ذریعہ اُن لوگوں کے قبضے میں ہو کہ سلطان ان کو اس سے نہ نکالے، اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تعمیر کرنے والوں کے ہاتھ میں رہتی ہیں ان کے درمیان ان میں وراثت اور تقسیم جاری ہوتی ہے سلطان ان سے کوئی تعرض نہیں کرتا، نہ ہی ان کو پریشان کرتا ہے۔ بس اس کے لیے کچھ مقررہ آمدنی ہوتی ہے جو ان سے وصول کرتا ہے۔ یہ دستور پشت ہا پشت سے چلا آرہا ہے اور یہ ان کے ہاتھ میں اُس طرح ہیں کہ یہ ان کی خرید وفروخت اور اجارہ پر دینے کا تصرف کرتے رہتے ہیں، ان کی وصیتیں ان میں نافذ ہوتی ہیں، عمارت گراتے بناتے رہتے ہیں۔ تو اسی طرح ان کا وقف بھی جائز ہوگا۔ (عبارت ختم ہوئی) اسے فتح القدیر میں بھی برقرار رکھا ہے۔ اور اس کی وجہ، جیسا کہ معلوم ہوا وہی بقائے تابید ہے ـــــ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۲ از گورکھپور ۱۲ شوال ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میونسپلٹی مسلمانوں سے چاہتی ہے کہ تم اپنے مردے باہر شہر کے دفن کرو اور اگر کوئی امر مانع ہو تو اُس قطعۂ زمین میں دفن کرو جو اس کام کے لیے میونسپلٹی اپنے ہاتھ میں رکھے گی اور تم سے بابت دفن اُن مُردہ مسلمانوں کے جن کی فیس ناداری کی وجہ سے کسی طرح ادا نہیں ہوسکتی ایک فیس مقررہ لے گی، اور خام وپختہ میں فرق ہوگا۔ اور زمین خریدنے کا قاعدہ یہ ہے کہ گو بیچنے والا راضی نہ ہو، بیچنا نہ چاہتا ہو۔ یہ کتنی ہی تعداد میں قیمت مانگتا ہو مگر اس کی پروانہیں کی جائے گی نہ وہ راضی کیا جائیگا بلکہ قاعدہ سرکاری کی مقررہ قیمت اس کو دے دی جائے گی اور اُس زمین پر مالکانہ قبضہ کرلیا جائے گا۔ ایسی صورت میں میونسپلٹی کی آمدنی سے اس طرح زمین کا معاوضہ جبر کے ساتھ خرید نا جیسا کہ بیان کیا گیا شرعاً

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۳/۳۹۱

یہ اصل حکم فقہی ہے، مگر مسلمان نرم دل اور دوسرے مسلمان خصوصاً میت پر رحم دل ہوتا ہے۔

قال اللہ تعالٰی رحماء بینھم[1] (اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وُہ آپس میں رحم دل ہیں۔ ت) اگر وہ درگزر کرے گا اللہ عزوجل اس کی خطاؤں سے درگزر فرمائے گا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم[2] (کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ خدا تمھیں بخشے؟۔ ت) اگر وُہ اپنے مُردہ بھائی پر احسان کرے گا اللہ اس پر احسان کریگا کما تدین تدان[3] (جیسا تم کروگے ویسا ہی تمھارے ساتھ کیا جائے گا۔ ت) اگر وُہ اپنے مردہ بھائی کا پردہ فاش نہ کرے گا اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا من ستر ستر اللہ[4] (جو کسی کی پردہ پوشی کرے خدا اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ ت) اگر وُہ اپنے مُردہ بھائی کی قبر کا احترام کرے گا اللہ اس کی زندگی و موت میں اسے احترام بخشے گا۔ اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ[5] (اللہ بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳: از حیدر آباد دکن شہر سکندر آباد محلہ نلاگٹہ مکان سید محمد اکبر صاحب ماسٹر ریلوے۔
مرسلہ سید غلام غوث صاحب ۶ صفر ۱۳۱۷ھ

زمین جو دوامی پٹہ کی ہو اس میں دفن جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دفن کے لیے ملکی زمین چاہیے، پھر اس بناء پر تو جاگیرات میں دفن جائز نہ ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

بلاشبہہ جائز ہے جبکہ باجازت مستاجر ہو۔ ملکِ غیر ہونا منافیِ جوازِ دفن نہیں۔ غایت یہ کہ مالک کو ازالۂ قبر کا اختیار ہوگا۔ مگر جب اس کا اجارہ دوامی ہو تو مالک کی طرف سے یہ اندیشہ بھی نہیں یہاں تک کہ علماء نے دوامی اجارہ کی زمین میں مسجد بنانے کی اجازت دی اور اُس میں وقف صحیح مانا اسی بنا پر کہ وہ ہمیشہ رہے گی تو تابید حاصل ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی الاسعاف وذکر فی اوقاف الخصاف — اسعاف میں ہے کہ اوقاف خصاف میں مذکور ہے

---

[1] القرآن ۴۸/ ۲۹
[2] القرآن ۲۴/ ۲۲
[3] الاسرار المرفوعۃ حرف الجیم حدیث ۳۹۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۰۳
[4] مشکوٰۃ المصابیح باب الشفقۃ علی الخلق مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۲۲
[5] صحیح مسلم باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۴۵

marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

وان زاد الی مقدار قامة فهو احسن کما فی الذخیرة وهذا حد العمق والمقصود منه المبالغة فی منع الرائحة ونبش السباع[1]

اگر قد برابر زیادہ کیا تو زیادہ اچھا ہے جیساکہ ذخیرہ میں ہے اور یہ گہرائی کی حد ہے، اس کا مقصد بُو روکنے اور درندوں کے اکھاڑنے سے بچانے میں مبالغہ ہے۔ (ت)

ہزاروں لاکھوں آدمی مقابر کے قریب بستے ہیں بلکہ ہزاروں وُہ ہیں جن کا پیشہ ہی تکیہ داری یا قبور کی مجاورت ہے ان کی صحت میں اس سے کوئی فرق نہیں آتا، جیساکہ مشاہدہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) تبدیلی سے اگر یہ مراد کہ قبرستان کو کوئی اور مکان کسی کے رہنے بسنے کا یا مسجد یا مدرسہ کرلیا جائے اور قبور کے لیے دُوسری زمین دے دی جائے تو یہ قطعی حرام اور بوجوہ حرام ہے کہ وقف میں تصرف بیجا۔ور وقف نہ بھی ہو تو قبورِ مسلمین کی توہین و بیحرمتی ہے۔ قبر پر چلنا پھرنا، پاؤں رکھنا حرام ہے چہ جائیکہ اُنھیں پامالی کے لیے مقرر کرلینا ___ اس کی تفصیل ہمارے رسالہ اهلاك الوهابیین فی توهین قبور المسلمین میں ہے۔ عالمگیری میں ہے :

لا یجوز تغییر الوقف عن هیئته[2]

وقف کی ہیأت بدلنا جائز نہیں۔ (ت)

ہدایہ میں ہے :

فی غایة القبح ان یقبر فیه الموتیٰ سنة ویزرع سنة[3]

بہت زیادہ بُرا یہ ہے کہ اس میں ایک سال مردے دفن ہوں اور ایک سال کھیتی ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

انهم نصوا علی ان المرور فی سکة حادثة فیها حرام[4]

علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان کے اندر نوپیدا راستے میں چلنا حرام ہے۔ (ت)

اسی طرح طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ مقبرہ بدستور رکھا جائے، اس میں

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۲۴
[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب العاشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۹۰
[3] الہدایۃ کتاب الوقف المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۶۱۸
[4] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ العربیۃ مصر ۱/۲۲۹

ناجائز و غصب ہے یا نہیں اور اُس میں مسلمان مُردوں کا دفن ہونا غیر مذہب والوں کو فیس ادا کرکے جائز ہے یا ناجائز؟ مکروہ ہے یا حرام؟ اور مُردے دفن کرنے والا مسلمان داخلِ معصیت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

چونگی کا روپیہ درکنار، اگر کوئی مسلمان ہی اپنے خاص مملوک بملک حلال وطیب سے زمین اُس طریقہ جبریہ خریدے وہ قطعاً حرام ہوگی اور زمین حکماً مغصوب، اور اس میں بروجہ مذکور مُردوں کا دفن کرنا حرام و معصیت، یہاں تک کہ بعد دفن مُردہ کا قبر سے نکالنا حرام مگر اسکے باوجود ایسی جگہ قبر کھود کر دوسری جگہ دفن کرنا چاہئے فتاوٰی قاضی خاں و فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لاینبغی اخراج المیت من القبر بعد ما دفن الا اذا کانت الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔	بعد دفن میّت کو قبر سے نہ نکالنا چاہئے مگر جب زمین غصب کی ہوئی یا حقِ شفعہ سے دوسرے نے لے لی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۵ تا ۱۰۹ از فتحپور ہسورہ، محلہ جری ٹولہ مرسلہ محمود علی صاحب اہلمد کلکٹری ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) قبرستان باشندگانِ قرب وجوار کے لیے مضرِ صحت ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) تبدیلیِ قبرستان بلا عذرِ شرعی جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جدید قبرستان ایسی اراضی میں کہ جس میں پہلے غلیظ دفن ہورہا ہے جاری کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) جدید قبرستان ایسی اراضی میں کہ جس کے قرب میں اب غلیظ دفن ہورہا ہے جائز ہے یا ناجائز؟

(۵) مُردہ کو کس طرح کے قبر میں دفن کرنا چاہئے؟ جواب بحوالہ کتبِ معتبرہ مرحمت ہو۔

الجواب

(۱) شریعتِ مطہرہ نے قبر کا گہرا ہونا اسی واسطے رکھا ہے کہ احیاء کی صحت کو ضرر نہ پہنچے درمختار میں ہے:

حفر قبرہ مقدار نصف قامۃ فان زاد فحسن[2]	میت کی قبر نصف قد کے برابر کھودی جائے، اگر زیادہ ہو تو اچھا ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ — الفصل السادس فی القبر والدفن — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۷

[2] درمختار — باب صلٰوۃ الجنائز — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۴

marfat.com

علامہ طحطاوی و علامہ شامی نے اُسی مسئلہ کی دلیل میں کہ مقابر میں پیشاب کرنا ممنوع ہے، فرمایا:
لان المیت یتأذی بما یتأذی بہ الحی[1] (جس چیز سے زندہ کو ایذا پہنچتی ہے اُس سے مردہ کو بھی ایذا ہوتی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۵) صالحین کے قریب دفن کرنا چاہیے کہ اُن کے قُرب کی برکت اُسے شامل ہوتی ہے۔ اگر معاذ اللہ مستحقِ عذاب بھی ہوتا ہے تو وُہ شفاعت کرتے ہیں، وُہ رحمت کہ اُن پر نازل ہوتی ہے اُسے بھی گھیر لیتی ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:
ادفنوا موتاکم وسط قوم صالحین[2] اپنے اموات کو اچھے لوگوں کے درمیان دفن کرو۔
اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: ھم القوم لایشقی بھم جلیسھم[3] ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔ اور اگر صالحین کا قرب میسر نہ ہو تو اس کے عزیزوں قریبوں کے قریب دفن کریں کہ جس طرح دنیا کی زندگی میں آدمی اپنے اعزّا کے قرب سے خوش ہوتا ہے اور ان کی جدائی سے ملول، اسی طرح بعد موت بھی۔ ہم ابھی حدیث و فقہ کو ذکر کر آئے کہ مُردے کو ہر اُس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے زندہ کو۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل (اور ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶ از گیا محلہ مراد پور مرسلہ تیغ علی صاحب ۲۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

جس گورستان کی بوجہ کمیِ زمین و کثرتِ دفنِ مُردگان سے یہ حالت ہوگئی کہ نئی قبریں کھودنے پر کثرت سے مُردوں کی ہڈیاں نکلتی ہوں اور بصورت موجود رہنے دوسرے گورستان متصل اس کے جو کہ ان سب شکایتوں سے پاک و صاف ہو اُس کو چھوڑ کر خواہ مخواہ صرف بخیال مدفن ہونے آباء و اجداد اپنے ایسے گورستان میں دوسرے مُردوں کی ہڈیاں اُکھاڑ کر مُردہ دفن کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

صورتِ مذکورہ محض ناجائز و حرام ہے صرح بہ علماؤنا قاطبۃ فی غیرما کتاب (ہمارے علماء نے متعدد کتابوں میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷ از گیا محلہ مراد پور مرسلہ تیغ علی صاحب ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

جناب مولانا قبلہ ہادی صراط مستقیم دام افضالکم، بعد سلام مسنون ملتمس خدمت ہے کہ حضور نے بجواب

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۲۲۹
[2] الموضوعات لابن جوزی باب دفن المیت فی جوار الصالحین دارالفکر بیروت ۳/۲۳۷
[3] المدخل لابن الحاج صفۃ القبور دارالکتاب العربیہ بیروت ۳/۲۶۹

کوئی تصرف نہ کیا جائے گا۔ مگر اس میں دفن کرنا روک دیا جائے گا اور اُس کے عوض دُوسری زمین میں دفن کرنے لگیں، تو یہ اگر یوں ہے کہ پرانا مقبرہ بالکل بھر گیا اور اس میں کہیں قبر کی جگہ نہ رہی تو بے شک مناسب ہے اگر دُوسری جگہ معقول و قابلِ قبورِ مسلمین مل سکے اور اگر یہ بھی نہیں بلکہ قبور کے لیے جگہ موجود ہے اور پھر منع کیا جائے تو دُو صورتیں ہیں اگر وُہ جگہ جہاں اموات دفن ہوتے تھے کسی شخص خاص کی ملک ہے کہ اس کی اجازت سے دفن ہوتے تھے تو بلاشبہ اُسے اختیار ہے کہ میّت کو نکلوا دے۔ درمختار میں ہے:

لا یخرج منه بعد اهالة التراب الا لحق ادمی کان تکون الارض مغصوبة او اخذت بشفعة و یخیر المالك بین اخراجه و مساواته بالارض[1] مٹی ڈال دینے کے بعد قبر سے مردے کو نکالا نہ جائیگا مگر کسی انسان کے حق کی وجہ سے، مثلاً زمین غصب کی ہو یا شفعہ کی وجہ سے لی گئی ہو اور مالک کو اختیار ہوگا کہ مردے کو نکال دے یا قبر زمین کے برابر کر دے (ت)

اور اگر وہ کسی کا مملوک نہیں بلکہ وقف ہے تو وقف میں دست اندازی کا کسی کو حق نہیں الوقف لا یملك (وقف کسی آدمی کی ملکیت نہیں ہوتا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) یہ حرام اور سخت توہینِ اموات اہلِ اسلام ہے۔ مقابر میں پاخانہ پھرنا حرام ہے حالاں کہ وہ اوپر ہی رہے گا اموات تک نہ پہنچے گا تو یہ صورت کیونکر حلال ہو سکتی ہے، درمختار میں ہے:

یکرہ بول و غائط فی المقابر[2] (قبرستان میں پیشاب اور پاخانہ مکروہ ہے۔ ت)

طحطاوی و ردالمحتار میں ہے: الظاهر انها تحریمیة[3] (ظاہر یہ ہے کہ مکروہِ تحریمی ہے۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) اس سے بھی شرعاً منع کیا جائے گا، جو لوگ دفن کے لیے جائیں انھیں ایذا ہوگی۔ جو فاتحہ کو جائیں اُن کو ایذا ہوگی۔ اور ان سے قطع نظر کیجئے اُن کی ایذا تو اتنی دیر کے لیے ہوگی جب تک وہاں رہیں گے اموات کے لیے یہ آٹھ پہر کی ایذا ہوگی۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المیت یتأذی مما یتأذی منه الحی[4] جس چیز سے زندہ کو ایذا پہنچتی ہے اُس سے مردہ کو بھی ایذا ہوتی ہے۔

---

[1] درمختار | باب صلوٰۃ الجنائز | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۲۶
[2] درمختار | فصل الاستنجاء | " " " | ۱/۵۷
[3] ردالمحتار | " | ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر | ۱/۲۲۹
[4] " | " | " " " | "

کہ ہمارے علمائے نے متعدد کتابوں میں اس کی تصریح فرمائی۔ اب اوہام جہال مدعیانِ علم وکمال کے ازالہ کو چند نصوص ذکر کریں۔ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

لایدفن اثنان فی قبر واحد الا لضرورۃ ولا یحفر قبر لدفن اٰخر الا ان بلی الاول فلم یبق له عظم الا ان لایوجد بد فیضم عظام الاول و یجعل بینهما حاجز من تراب[1]۔

یعنی بلا مجبوری ایک قبر میں دو کا دفن جائز نہیں، نہ بلا مجبوری دوسرے کے دفن کے لیے قبر کھودنے کی اجازت، مگر جبکہ پہلا بالکل خاک ہوگیا ہو کہ اس کی ہڈی تک نہ رہی، ہاں مجبوری ہو تو ہڈیاں ایک طرف جمع کرکے انھیں اور اس میت میں مٹی کی آڑ قائم کردیں۔ (ت)

تاتارخانیہ و امداد الفتاح میں ہے:

اذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ وان جمعوا عظامه فی ناحیۃ ثم دفن غیرہ فیه تبرکا بالجیران الصالحین ویوجد موضع فارغ یکرہ ذلك[2]۔

یعنی اگر میت بالکل خاک ہوجائے جب بھی اس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا ممنوع ہے کہ حرمت اب بھی باقی ہے، اور اگر مزاراتِ صالحین کے قرب کی برکت حاصل کرنے کی غرض سے میّت کی ہڈیاں ایک کنارے جمع کردیں تو اب بھی ممنوع ہے جبکہ فارغ جگہ دفن کو مل سکتی ہے۔ (ت)

امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج رحمہ اللہ تعالٰی حلیہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ ان یدفن فی القبر الواحد اثنان الا لضرورۃ وبهذا تعرف کراهۃ الدفن فی الفساقی، خصوصا ان کان فیها میّت لم یبل، واما ما یفعله جهلۃ اغبیاء من الحفارین وغیرہ فی المقابر المسبلۃ العامۃ وغیرها من نبش القبور التی لم یبل اربابها

یعنی بلا مجبوری ایک قبر میں دو کا دفن جائز نہیں، اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ تہ خانوں میں دفن منع ہے خصوصاً جبکہ وہاں کوئی میت موجود ہو جو ابھی خاک نہ ہوا، اور وہ جو بعض گورکن وغیرہ جاہلان بدعقل کرتے ہیں کہ وقفی یا غیر وقفی قبرستان میں وہ قبر جس کا مُردہ ہنوز خاک نہ ہوا کھود کر دُوسرا دفن کردیتے ہیں، یہ

---

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۰۲/۲

[2] فتاوٰی تاتارخانیۃ الجنائز، القبر والدفن ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ۱۷۲/۲

استفتائے ہذا ارشاد فرمایا ہے کہ صورتِ مذکورہ بالا محض ناجائز و حرام ہے اور مدرسہ دیوبند کا فتویٰ بجنسہٖ ارسالِ خدمت کر کے امیدوار کہ کس حکم پر عمل کرنے کا حضور والا سے ارشاد ہوتا ہے اور جناب مولانا سجاد حسین صاحب بہاری مدرس اول و ناظم مدرسہ انوار العلوم کا فتویٰ بموجب اقوالِ فقہاء حضور کی مطابقت میں ہے۔

سوال: جس گورستان میں بوجہ کمیِ زمین و کثرتِ دفنِ مُردگان یہ حالت ہوگئی کہ نئی قبریں کھودنے پر کثرت سے مُردوں کی ہڈیاں نکلتی ہوں بصورت موجود رہنے دوسرے گورستان متصل اُس کے جو ان سب شکایتوں سے پاک اور صاف ہو اُس کو چھوڑ کر خواہ مخواہ صرف بخیال ہونے جائے مدفن آباء واجداد اپنے ایسے گورستان میں دوسرے مُردے کی ہڈیاں اکھاڑ کر مردہ کا دفن کرنا شرعاً جائز و درست ہے یا نہیں؟ راقم استفتاء ھذا بندۂ عاصی تیغ علی عفاعنہ الباری ساکن مراد پور گیا۔

الجواب: دفن کرنا اُس گورستان میں درست ہے اگر ہڈیاں ظاہر ہوں، اُن کو ایک طرف کر دیا جائے لیکن اگر دوسری جگہ صاف اور خالی ہو تو وہاں دفن کرنا اولیٰ ہے۔ فقہا نے اس بارے میں یہ تفصیل کی ہے کہ کہنہ قبور میں دوسرے میت کو دفن کرنا درست ہے اور قبر جدید کھود کر اُس میں دوسری میت کو دفن کرنا درست نہیں ہے۔ شامی میں ہے:

وقال الزيلعي ولو بلي الميت وصار ترابا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه الخ

اگر میت بوسیدہ ہو کر مٹی ہو جائے تو اس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا، وہاں کھیتی باڑی کرنا اور اس پر عمارت بنانا جائز ہے الخ (ت)

اس کے بعد تاتارخانیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ باوجود دوسری جگہ خالی ملنے کے ایسا کرنا بلا ضرورت اچھا نہیں ہے۔ پس مدار ضرورت و عدمِ ضرورت پر ہے، اگر ضرورت ہو پُرانی قبر میں میت کو دفن کرنا بلا کراہت درست ہے اور اگر ضرورت کچھ نہ ہو بلکہ دُوسری جگہ صاف و خالی ہو تو اگرچہ پھر بھی درست ہے مگر غیر اولیٰ مکروہ تنزیہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتیِ مدرسہ دیوبند ۲۶ ج ۱ ۱۳۳۶ھ

الجواب

حکم شریعتِ مطہرہ وہی ہے کہ فقیر نے فتوائے سابقہ میں لکھا یعنی بحالتِ مذکورہ اُس قبرستان میں دفن کرنا محض ناجائز و حرام ہے۔ فتوائے دیوبند صریح باطل و مردود ہے اور خیانت و تحریف و اقرار و تناقض و سفاہت سے مملو۔ مسئلہ بہت ظاہر و واضح ہے لہذا ہم نے کسی خاص کتاب کا حوالہ نہ دیا تھا بلکہ اتنا لکھ دیا

ل ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۹۹

ہونے کے بعد بھی ناجائز فرمایا ہے نہ کہ صرف غیراولیٰ ۔ یہ دیکھ کر وہ معنی بنانا تحریف ہے ۔ وہیں عبارت امام محمد حلبی میں یہ دیکھنا کہ اپنے عزیز یا کسی مزار کے قریب میں دفن کا قصد وہ ضرورت نہیں جس کے باعث ابتداءً ایک قبر میں دو کا دفن مباح ہوجائے ۔ صاف ثابت ہُوا کہ ایسا کرنا حلال نہیں ۔ پھر اُسے غیراولیٰ پر ڈھالنا دوسری تحریف نیز اسی عبارت میں ارشاد ہوا تھا کہ پھران وجوہ سے اگلی قبر کھود کر دوسرے کا دفن کرنا کیونکر حلال ہوسکتا ہے ۔ اس سے آنکھ بند کر کے وُہ گھڑت تیسری تحریف ہے ، پھر وہیں یہ دیکھنا کہ اس میں مسلمان میت کی بیحرمتی ہے اور اس پر وہ تراش چوتھی تحریف ہے ۔ وہیں یہ دیکھنا کہ اُس میں مسلمان میت کی ہڈی علیحدہ کرنا ہے اور اس پر وُہ اختراع پانچویں تحریف ہے ۔ پھر اپنے اس معنی تراشیدہ کو فقہاء کی طرف نسبت کرنا صریح افترا ہے ۔ طرفہ یہ کہ عبارت شامی نقل کی جس میں امام زیلعی سے ہے کہ میت خاک ہوجائے تو اس کے بعد دوسرے کو اس کی قبر میں دفن کردینا جائز ہے ۔ صاف ثابت ہُوا کہ قبل اس کے ناجائز ہے ، پھر اس اپنے رَد کو اپنی سند بنانا کیسی کھلی سفاہت ہے ۔ فقہائے کرام سے نقل کیا کہ کہنہ قبور میں دوسرے میت کو دفن کرنا درست ہے جدید کھود کر اُس میں دُوسرے کو دفن کرنا درست نہیں ۔ پھر کہنہ و جدید ایجاد بندہ ہے جس کے معنی یہ ٹھہراسکے کہ دو چار مہینے یا سال دو سال گزر سکے تو اب جدید قبر ہی نہ رہی ، مسلمان کی ہڈیاں کھودنا حلال ہوگیا ، حالانکہ خود اس کی عبارت نقل کردہ میں ارشاد فقہا یہ ہے کہ میت خاک ہوجائے تو جائز ورنہ نہیں ۔ اب کہنہ و جدید کے یہ معنی متعین ہوگئے اس پر اسے گورستان کی نسبت جسے سائل نے صاف لکھا تھا کہ نئی قبریں کھودنے پر کثرت سے مُردوں کی ہڈیاں نکلتی ہیں اور اُس پر گورستان صاف و پاک اُس کے متصل موجود ہے ۔ یہ حکم لگانا کہ دفن کرنا دوسرے گورستان میں درست ہے ، صریح تناقض ۔ فقہائے کرام نے بحال ضرورت اجازت دی خود اسی فتوی میں کہا مدار ضرورت اور عدم ضرورت پر ہے ۔ پھر بلا ضرورت صرف غیراولیٰ رکھنا کیسی شدید سفاہت ہے ، غیراولیٰ کی اجازت کو ضرورت کیا درکار ، وہ بلا ضرورت بھی جائز ہوتا ہے ، ہاں ناجائز بات کی اجازت کو ضرورت کی ضرورت ہوتی ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں منع کردہ چیزوں کو جائز کردیتی ہیں ۔ ت) اُس فتوے کے کاتب کے قلم سے چھوٹی آٹھ سطریں ہیں اُن میں یہ بارہ کمالات بنگاہِ اوّلیں حاضر ہیں ، تحریفیں ، خیانتیں ، افترا ، تناقض ، سفاہتیں ، معاذ اللہ کہ شرع الیسوں کو قابلِ افتا ٹھہرائے ، یہ سب درکنار علمائے حرمین شریفین نے دیوبند کے پیشواؤں پر نام بنام حکم ارتداد دیا اور فرمایا :

من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1]۔

جو اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی مسلمان نہیں ۔

[1] دُرمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

وادخال اجانب علیھم فھو من المنکر الظاھر الذی ینبغی لکل واقف علیہ انکار ذلک علی متعاطیہ بحسب الاستطاعۃ فان کف والادفع الی اولیاء الامور وفقھم اللہ تعالی لیقابلوہ بالتادیب و من المعلوم ان لیس من الضرورۃ المبیحۃ جمع میتین ابتداء فی قبر واحد لقصد دفن الرجل مع قریبہ اوضیق محل الدفن فی تلک المقبرۃ مع وجود غیرھا وان کانت تلک المقبرۃ مما یتبرک بالدفن فیھا لبعض من بھا من الموتی فضلا عن کون ھذہ الامور وماجری مجرھا مبیحۃ للنبش وادخال البعض علی البعض قبل البلی مع ما یحصل فی ضمن ذلک من ھتک حرمۃ المیت الاول وتفریق اجزائہ فالحذر من ذلک[1]۔

صریح معصیت ہے، ہر مسلمان کو چاہئے کہ حتی الامکان انھیں ایسا کرنے سے خود روکے، اور اس کے روکے نہ رکیں تو حکام کو اطلاع دیں کہ وہ ان لوگوں کو سزا دیں، اور شریعت سے معلوم ہے کہ کسی کو اس کے عزیز یا تبرک کے لیے کسی مزار کے پاس دفن کرنے کی غرض سے ابتداءً دو جنازے ایک قبر میں رکھنا حلال نہیں جبکہ وہاں دوسرا مقبرہ موجود ہو، نہ کہ ان وجوہ کے لیے اگلی قبر کھودنا، اور ایک کے خاک ہونے سے پہلے دوسرے کا اس میں داخل کرنا، یہ کیسے حلال ہوسکتا ہے حالانکہ اس میں پہلے میت کی ہتک حرمت اور اس کے اجزاء کا متفرق کرنا ہے تو خبردار اس حرکت سے بچو۔

ان نفیس عبارات کے بعد زیادہ کی حاجت نہیں۔ طرفہ یہ کہ دیوبندی نے جہاں سے شامی کی عبارت نقل کی ہے وہیں وہ فتح القدیر کا کلام منقول تھا اُسے چھوڑ دیا، یہ خیانت ہے۔ وہیں حلیہ کا یہ قاہر کلام ملخصاً مذکور تھا اُسے بھی اُڑا دیا، یہ دوسری بھاری خیانت ہے۔ وہیں تاتارخانیہ کی وہ عبارت مسطور تھی جس کا ترجمہ یہ کیا کہ "بلاضرورت ایسا کرنا اچھا نہیں"۔ جس کا حاصل خود یہ نکالا کہ "غیر اولٰی یعنی مکروہ تنزیہی" حالانکہ تاتارخانیہ میں دو جگہ یکرہ فرمایا جس کا اطلاق مفید کراہت تحریم ہے اور اس کی دلیل فرمائی تھی کہ حرمت اب بھی باقی ہے جس سے صاف ممانعت روشن تھی، کیا مسلمان میت کی بےحرمتی درست ہے، صرف غیر اولٰی ہے۔ اس تعلیل کو اُڑا جانا تیسری خیانت ہے۔ یہیں شامی نے اُس پر اپنی بحث میں کہا تھا کہ مگر اس میں بہت مشقت ہے تو اولٰی یہ ہے کہ جواز کا مدار میت کے خاک ہونے پر رکھیں، جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ تاتارخانیہ میں خاک

---

[1] ردالمحتار بحوالہ حلیہ ملخصاً باب صلٰوۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۹۸

الجواب

اُس کے مذہب وملّت والوں کو دے دیا جائے کہ جو چاہیں کریں، اور اگر کفار میں بھی کوئی نہ ملے تو جیفۂ سگ کی طرح دفعِ عفونت کے لیے کسی گڑھے میں دبا دیں۔ تفصیلِ مسئلہ یہ ہے کہ کافر دو قسم ہے: اصلی و مرتد۔ اصلی وہ کہ ابتدا سے کافر ہے، اور مرتد وہ کہ معاذ اللہ بعد اسلام کافر ہوا، یا باوصف دعوٰی اسلام عقائدِ کفر رکھے، جیسے آج کل نیچری مرتد کے لیے تو اصلاً نہ غسل، نہ کفن، نہ دفن، نہ مسلمان کے ہاتھ سے کسی کافر کو دیا جائے، اگرچہ وہ اُسی کے مذہب کا ہو، اگرچہ اُس کا باپ یا بیٹا ہو، بلکہ اس کا علاج وہی مردار کتّے کی طرح دبا دینا ہے، اور کافر اصلی سے اگر مسلمان کو قرابت نہیں تو اُس کے بھی کسی کام میں شریک نہ ہو بلکہ چھوڑ دیا جائے کہ اُس کا عزیز قریب یا مذہب والے جو چاہے کریں، اور وہ بھی نہ ہوں تو علاج مثل علاجِ مرتد ہے، اور اگر مسلمان کو اس سے قرابتِ قریبہ ہے تاہم جب کوئی قریب کافر موجود ہو بہتر یہی ہے کہ اس کی تجہیز میں شرکت نہ کرے، ہاں ادائے حقِ قرابت کے لیے اگر اس کے جنازہ کے ساتھ جنازہ سے دُور دُور چلا جائے تو مضائقہ نہیں۔ اور اگر مسلمان ہی قریب ہے کوئی کافر قرابت دار نہیں جب بھی مسلمان پر اُس کی تجہیز و تکفین ضروری نہیں۔ اگر اُس کے ہم مذہب کافروں کو دے دے یا بے غسل و کفن کسی گڑھے میں پھنکوا دے، جائز ہے۔ اور اگر بلحاظِ قرابت غسل و کفن و دفن کرے تو بھی اجازت ہے مگر کسی کام میں رعایتِ طریقہ مسنونہ نہ کرے، نجاست دھونے کی طرح پانی بہا دے، کسی چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں دبا دے۔ ربّ انّی اعوذبك من الکفر والکافرین، (اے رب! میں تیری پناہ لیتا ہوں کفر اور کافروں سے۔ ت) درمختار میں ہے:

(یغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبہ کخالہ (الکافر الاصلی) اما المرتد فیلقی فی حفرۃ کالکلب (عند الاحتیاج) فلولہ قریب فالاولی ترکہ لھم (من غیر مراعاۃ السنۃ) فیغسلہ غسل الثوب النجس ویلفہ فی خرقۃ ویلقیہ فی حفرۃ[1] اھ اقول ولفظ البحر حفیرۃ[2] اھ قال الطحطاوی

(مسلمان اپنے قرابت دار) جیسے ماموں (کافر اصلی کو) غسل و کفن و دفن کرے رہا مرتد تو اسے کسی گڑھے میں کتّے کی طرح دبا دے (ضرورت کے وقت) تو اگر اس کا کوئی اور قرابتدار ہے تو بہتر یہ ہے کہ انھیں دے دے (بغیر رعایت سنّت کے غسل اور کفن دفن کرے) تو کسی ناپاک کپڑے کی طرح دھوئے اور کسی چیتھڑے میں لپیٹ کر کسی گڑھے میں ڈال دے اھ اقول بحر کی عبارت میں

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۳

[2] بحرالرائق کتاب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹۳

marfat.com

پھران لوگوں کو عالمِ دین سمجھنا یا اُن سے کوئی شرعی فتویٰ طلب کرنا کیسے حلال ہوسکتا ہے، حرام حرام سخت حرام ہے، اس مسئلہ کی تحقیق میں کلام طویل ہے۔ ہمارے رسالہ اھلاک الوھابیین سے ثابت ہے کہ میت اگرچہ خاک ہوگیا ہو بلاضرورتِ شدید اس کی قبر کھود کر دوسرے کا دفن کرنا جائز نہیں جیسا کہ تاتارخانیہ وغیرہا میں فرمایا، مگر کسی کی مملوک زمین ہے تو خاک ہوجانے کے بعد وہ اپنی ملک میں تصرف کرسکتا ہے، عبارتِ تبیین کا بھی محمل ہے، بہرحال خاک ہوجانے سے پہلے بلامجبوری کسی کے نزدیک جائز نہیں۔ رہی بحث شامی کی مشقت عظیمہ اقوال مدفوع ہے کہ محلِ ضرورت مستثنیٰ ہے، مگر صورتِ سوال کہ نئی قبریں کھودنے سے بکثرت ہڈیاں نکلتی ہیں اور دوسرا اصاف قبرستان اُس کے متصل موجود ہے۔ اس میں تو وہابیہ کے سوا جن کی نگاہ میں امواتِ مسلمین کی اصلاً عزت نہیں، کوئی مسلمان قائلِ جواز نہیں ہوسکتا۔ شامی کا علاوہ بھی اس کی طرف ناظر نہیں ہوسکتا۔

فانه فی المنع من الحفر ان لایبقی عظم اصلا لا فی هذا علٰی انه بحث فیه علٰی خلاف المنصوص اقول وقد یکون عظم امرأة فکیف یحل للاجانب النظر الیه و مسه کشعرها المقطوع کما نصوا علیه فافهم۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ وہ کھودنے سے ممانعت کے بارے میں ہے۔ مگر یہ کہ اصلاً کوئی ہڈی باقی نہ رہ جائے ——— اِس کے بارے میں نہیں ——— علاوہ ازیں وہ نص کے خلاف ان کی ایک بحث ہے ——— اقول ایسا بھی ہوگا کہ ہڈی کسی عورت کی ہو تو نامحرموں کا اُسے دیکھنا چھونا کیسے حلال ہوگا، جیسے عورت کا کٹا ہوا بال دیکھنا چھونا حلال نہیں، علمائے کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے ——— تو اسے سمجھو ——— اور خدائے بزرگ و برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۸ ازموضع سنیا ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۶ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر دیکھا گیا مرا ہوا بچہ کسی کے پیدا ہوتا ہے اس کو ہانڈی میں رکھ کر گورستان سے علیحدہ دفن کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ پکا مسان ہے، اس سے اہلِ ہنود کی طرح بچتے ہیں، یہ کیونکر ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ شیطانی خیال ہے اسے مسلمانوں کے گورستان ہی میں دفن کریں۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹ ازمونگیر، محلہ دلاور پور مکان شیخ رحمت علی صاحب مرسلہ مولوی سید عطاء الحق صاحب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافر کے مُردہ کو جس کا کوئی وارث نہیں، کیا کیا جائے؟ بیّنوا توجروا۔

marfat.com

اور پسماندوں کو تسکین و تعزیت سب باتیں شرعاً محمود و روا۔

فقد روی الترمذی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من عزی مصابا فلہ مثل اجرہ[1] وایضا عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من عزی ثکلی کسی بردا فی الجنۃ[2] وابن ماجۃ والبیہقی باسناد حسن قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما من مومن یعزی اخاہ بمصیبۃ الا کساہ اللہ تعالٰی من حلل الکرامۃ یوم القیٰمۃ۔[3]

ترمذی کی روایت نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے: جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے تو اُسے بھی اسی کی طرح اجر ملے۔ امام ترمذی ہی کی دوسری روایت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ ہے: جو مرگِ فرزند کی مصیبت زدہ کسی عورت کو تعزیت کرے اُسے جنّت میں عمدہ چادر پہنائی جائے۔ ابن ماجہ اور بیہقی نے بسندِ حسن روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو مومن بھی کسی مصیبت پر اپنے بھائی کی تعزیت کرے خدا تعالٰی اسے قیامت کے دن عزت و کرامت کا لباس پہنائے گا (ت)

علامہ ابن الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

التعزیۃ مستحب قد ندب الیہ الشارع فی غیر ما حدیث ومن ذلک ما روی ابن ماجۃ والبیہقی باسناد حسن الی ان قال وحسن ان یقرن مع الدعاء لہ بجزیل الثواب علی مصابہ لمیتہ بالرحمۃ والمغفرۃ وقد نبہنا الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی ھذا المقصود فی غیر ما حدیث[4] الخ اھ ملخصا۔

تعزیت مستحب ہے شارع علیہ السلام نے متعدد حدیثوں میں اس کی ترغیب دی ہے۔ ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جسے ابنِ ماجہ و بیہقی نے بسندِ حسن روایت کیا (حدیث مذکور پیش کرنے کے بعد فرمایا) اور اچھا یہ ہے کہ مصیبت زدہ کے لیے عظیم ثواب کی دعا کرنے کے ساتھ اس کے مردے کیلئے رحمت و مغفرت کی دُعا بھی کرے۔ اس خاص مقصد پر بھی شارع علیہ السلام نے متعدد حدیثوں میں ہمیں متنبہ اور خبردار کیا ہے الخ اھ تلخیص (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الجنائز کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۲۷

[2]

[3] سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی ثواب من عزی مصابا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶

[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فی حاشیۃ المراقی ای بدون لحد ولا توسعۃ[1] اھ وفی الایضاح ومراقی الفلاح غسلہ کخرقۃ نجسۃ وکفنہ فی خرقۃ، والقاہ فی حفرۃ من غیر وضع کالجیفۃ مراعاۃ لحق القرابۃ اودفع القریب الی اھل ملتہ، ویتبع جنازتہ من بعید، وفیہ اشارۃ الی ان المرتد لایمکن منہ احد لغسلہ لانہ لاملۃ لہ فیلقی کجیفۃ کلب فی حفرۃ[2] اھ مختصرا وفی ردالمحتار قولہ یغسل المسلم ای جواز لان من شروط وجوب الغسل کون المیت مسلما[3] الخ۔

حفیرۃ (تنگ گڑھا) ہے۔ طحطاوی نے حاشیۂ مراقی الفلاح میں کہا یعنی لحد اور کشادگی کے بغیر اھ ایضاح اور مراقی الفلاح میں ہے اسے کسی ناپاک کپڑے کی طرح دھوئے اور کسی معمولی کپڑے میں کفن دے کر کسی گڑھے میں مردار کی طرح ڈال دے تاکہ حقِ قرابت کی رعایت ہوجائے یا قرابت دار اس کے اہلِ مذہب کو دے دے اور خود دُور سے جنازے کے پیچھے چلا جائے۔ اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مرتد کو غسل کے لیے کسی کو نہ دے اس لیے کہ اس سے کوئی رشتہ و تعلق نہیں، تو کتّے کی طرح کسی گڑھے میں ڈال دے گا اھ مختصراً۔

ردالمحتار میں ہے مسلمان کا کافر اصلی قرابت دار کو غسل دینا صرف جواز اً ہے اس لیے کہ وجوب غسل کی شرطوں میں یہ ہے کہ میت مسلم ہو الخ (ت)

کشف الغطاء میں جامع صغیر امام صدر شہید سے ہے:

اگر قریب مسلمان نباشد دفع کردہ شود باہل دین او تا ہرچہ خواہند بوے کنند[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کوئی مسلمان قرابت دار نہ ہو تو اس کے اہل مذہب کو دے دیا جائے گا کہ اس کے ساتھ جو چاہیں کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۰

لوگوں میں رسم ہے کہ میّت کو دفن کرکے اس کے مکان میں آتے ہیں اور کہتے ہیں فاتحہ پڑھ لو، پھر کچھ پڑھتے ہیں اور ہاتھ اٹھاتے ہیں، یہ فعل کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل اس فعل میں کوئی حرج نہیں کہ ایصالِ ثواب سے اموات کی اعانت اور اُن کیلیے دعائے مغفرت

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل السلطان احق بصلوتہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۰
[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی " " " " " "
[3] ردالمحتار باب صلوۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۹۷
[4] کشف الغطاء فصل دفن میت مطبع احمدی دہلی ص ۴۷

marfat.com

عن ابراھیم التعزیۃ عند القبر بدعۃ[1] انتھی۔

سے روایت کیا کہ قبر کے پاس تعزیت بدعت ہے انتہی (ت)

مدخل ابن الحاج میں ہے:

موضع التعزیۃ علی تمام الادب اذا رجع ولی المیت الی بیتہ[2]

کمال ادب کے طور پر تعزیت کا موقع اُس وقت ہے جب ولیِ میت گھر واپس آجائے۔ (ت)

اور پہلے ہی دن ہونا بہتر وافضل ہے،

فی الدر المختار اولھا افضلھا[3] الخ یعنی ایام تعزیت۔

درمختار میں ہے: ایامِ تعزیت میں پہلا دن افضل ہے الخ (ت)

اور تعزیت کے لیے اولیائے میّت کے مکان پر جانا بھی سنّت سے ثابت،

روی ابوداؤد والنسائی فی حدیث قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لسیدتنا البتول الزھراء رضی اللہ تعالٰی عنہا ما اخرجك من بیتك یا فاطمۃ قال اتیت اھل ھذا المیت فترحمت الیھم وعزیتھم بمیتھم[4]. وفی السنن الصحاح لابن سکن عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اوذن بجنازۃ فاتی اھلھا فعزاھم کتب اللہ لہ قیراطا[5] الحدیث وللنسائی عن معٰویۃ بن قرۃ عن ابیہ

ابو داؤد اور نسائی نے ایک حدیث میں روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدہ بتول زہراء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے فرمایا: فاطمہ تم اپنے گھر سے باہر کس لئے گئی تھیں؟ عرض کی: اس میت والوں کے یہاں گئی تھی ان کے لیے رحمت کی دعا اور میت کی مصیبت پر تعزیت کی۔ اور ابن سکن کی سنن صحاح میں حضرت ابوہریرہ کی روایت نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے: جسے کسی جنازہ کی خبر ملے وُہ اہل میت کے پاس جاکر ان کی تعزیت کرے اللہ تعالٰی اس کے لیے ایک قیراط ثواب لکھے الحدیث۔

---

[1] ردالمحتار بحوالہ حلیہ باب صلوۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۶۰۴

[2] المدخل لابن الحاج صفۃ القبر دارالکتاب العربی بیروت ۳/۲۷۷

[3] درمختار باب صلوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۶

[4] سنن ابی داؤد باب التعزیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۸۹

سنن النسائی کتاب الجنائز باب النھی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۶۵

[5] السنن الصحاح، امام ابن سکن

اور میاں اسحٰق صاحب دہلوی کو تسلیم ہے کہ ہاتھ اٹھانا مطلقاً دُعا کے آداب سے ہے، تو اس وقت بھی کچھ مضائقہ نہیں رکھتا۔ اربعین میں ہے:

مسئلہ ۳۲ در تعزیتِ میّت رفتن و ہر دو دست برداشتہ سورۂ فاتحہ خواندن جائز است یا نہ؟
جواب: رفتن برائے تعزیتِ میّت جائز است و دعائے مغفرت برائے او نمودن مستحب است وہمچنیں دعائے خیر برائے اہلِ میت اما دست برداشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہراً جواز است زیرا کہ در حدیث شریف رفع یدین در دُعا مطلقاً ثابت شدہ پس دریں وقت ہم مضائقہ ندارد لیکن تخصیص آں برائے دعا وقتِ تعزیت ماثور نیست[1] انتہی ملخصا۔

مسئلہ ۳۲ میت کی تعزیت میں جانا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر سورۂ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
جواب: میّت کی تعزیت کے لیے جانا جائز ہے اور اس کے لیے مغفرت کی دُعا کرنا مستحب ہے اسی طرح اہلِ میت کے لیے دعائے خیر کرنا بھی مستحب ہے۔ رہا تعزیت کے وقت کی دعا میں ہاتھ اُٹھانا، تو ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے، اس لیے کہ حدیث شریف کے اندر دعا میں ہاتھ اٹھانا مطلقاً ثابت ہے تو اس وقت بھی مضائقہ نہیں مگر خاص وقت تعزیت کی دعا میں ہاتھ اٹھانا حدیث میں منقول نہیں ہے انتہی ملخصاً (ت)

اور تعزیت بعد دفن کے اولیٰ ہے:

فی الجوھرۃ ثم رد المحتار ھی بعد الدفن افضل منھا قبلہ[2] الخ وبمثلہ ذکر الطحطاوی فی حاشیۃ مراقی الفلاح۔

جوہرہ پھر ردالمحتار میں ہے: قبل دفن تعزیت سے بہتر بعد دفن تعزیت ہے الخ اسی کے مثل سیّد طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں ذکر کیا ہے (ت)

اور قبر کے پاس مکروہ ہے،

فی الدرالمختار وتکرہ التعزیۃ ثانیا وعند القبر[3]

درمختار میں ہے: دوسری بار تعزیت کرنا یوں ہی قبر کے پاس تعزیت کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

یشھد لہ ما اخرج ابن شاھین

اس پر شاہد اثر ہے جو ابن شاہین نے ابراہیم نخعی

[1] اربعین میاں اسحاق دہلوی
[2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۶۰۴
[3] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۶

اھل المیت[1] انتھی۔ | کھانے کا اہتمام ہونا۔ (ت)

نہر الفائق میں تجنیس سے منقول:

لاباس بالجلوس لھا ثلثۃ ایام وکونہ علی باب الدار مع فرش بسط علی قوارع الطریق من اقبح القبائح[2] انتھی۔

تین دن تک تعزیت کے لیے بیٹھنے میں حرج نہیں۔ مگر گھر کے دروازے پر عام راستوں میں فرش فروش بچھا کر یہ کام ہو تو بہت برا ہے انتہی (ت)

عالمگیریہ میں ظہیریہ سے نقل کیا:

لاباس لاھل المصیبۃ ان یجلسوا فی البیت اوفی مسجد ثلثۃ ایام والناس یاتونھم ویعزونھم[3] الخ

اس میں حرج نہیں کہ اہلِ میت گھر میں یا مسجد میں تین دن بیٹھیں اور لوگ ان کے پاس آتے اور تعزیت کرتے رہیں الخ (ت)

بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی کہ زید و جعفر و ابن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی خبر شہادت سُن کر مغموم و محزون مسجد میں تشریف رکھی، صحابہ حاضر ہوتے اور تعزیت کرتے جاتے[4] کما ذکرہ العلامۃ زین فی البحر الرائق (جیسا کہ علامہ زین بن نجیم نے اسے بحر الرائق میں ذکر کیا۔ ت) اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں اس امر سے منع نہ فرمایا،

واخرج الشیخان عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا لما جاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قتل ابن حارثۃ وجعفر وابن رواحۃ جلس یعرف فیہ الحزن[5] الحدیث۔

بخاری ومسلم نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی ہے جب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو زید بن حارثہ، جعفر اور عبد اللہ بن رواحہ کی شہادت کی اطلاع ہوئی جب تشریف رکھی سرکار پر غم کا اثر نمایاں تھا، الحدیث (ت)

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی شرح میں فرماتے ہیں: جلس نشست آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی حملہا و دفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۹

[2] " " " " " بحوالہ النہر الفائق " "

[3] فتاوٰی ہندیۃ وممایتصل بذالک مسائل التعزیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۶۷/۲

[4] بحر الرائق کتاب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۲/۲

[5] صحیح البخاری باب من جلس عند المصیبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۷۳/۱

marfat.com

کان نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جلس یجلس الیہ نفر من اصحابہ فیھم رجل لہ ابن صغیر ففقدہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال مالی لا اری فلانا قالوا یارسول اللہ بنیہ الذی رأیتہ ھلک فلقیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فسألہ عن بنیہ فاخبرہ انہ ھلک فعزاہ علیہ[1] الحدیث اھ ملخصا۔

نسائی نے معاویہ بن قرہ سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب تشریف فرما ہوتے تو ان کے پاس ان کے صحابہ میں سے چند حضرات بیٹھتے، ان میں ایک صاحب تھے جن کا ایک کم سن فرزند تھا ایک روز مجلس میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کو نہ دیکھا، ارشاد فرمایا: کیا بات ہے فلاں نظر نہیں آرہا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کا چھوٹا سالڑکا جسے حضور نے دیکھا تھا فوت ہوگیا تو اس سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ملاقات کرکے اس کے فرزند کے بارے میں پوچھا، اس نے موت کی خبر سنائی، حضور نے اس پر اس کی تعزیت فرمائی، الحدیث، اھ بتلخیص (ت)

اور مولوی اسحٰق کا قول پہلے مذکور ہوا کہ رفتن برائے تعزیتِ میت جائز ست (تعزیتِ میت کے لیے جانا جائز ہے۔ ت) اور تین روز تک اولیائے میّت کو بھی رخصت واجازت ہے کہ بے ارتکابِ منکرات و اتباعِ رسومِ کفار اپنے مکان میں تعزیت کے لیے بیٹھیں تاکہ لوگ ان کے پاس آئیں اور رسمِ تعزیت بجالائیں،

فی الدرالمختار لاباس بتعزیۃ اھلہ وترغیبھم فی الصبر وباتخاذ طعام لھم وبالجلوس لھا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولھا افضلھا[2] الخ۔

درمختار میں ہے: اس میں حرج نہیں کہ اہل میت کو تعزیت کریں اور صبر کی ترغیب دیں اور ان کے لیے کھانا پکوائیں اور تعزیت کے لیے اگر اہل میت مسجد کے علاوہ کسی جگہ بیٹھیں تو اس میں بھی حرج نہیں، اور ایامِ تعزیت میں پہلا دن افضل ہے الخ (ت)

حاشیہ طحطاویہ علٰی مراقی الفلاح میں ہے:

قال فی شرح السید ولا باس بالجلوس لھا الٰی ثلثۃ ایام من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمۃ من

شرح سیّد میں ہے: تین دن تک تعزیت کے لیے بیٹھنے میں حرج نہیں مگر کسی ممنوع کام کا ارتکاب نہ ہو جیسے مکلف فرش بچھانا، اہلِ میت کی جانب سے

---

[1] سنن النسائی کتاب الجنائز باب فی التعزیۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۹۶

[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶

کو بھولی ہوئی باتیں یاد دلائیں،

کما یشکو بعد ذلك العلامۃ الشامی حیث یقول یحصل عند ذلك غالباً من المنکرات الکثیرۃ کایقاد الشموع والقنادیل التی لا توجد فی الافراح وکدق الطبول والغناء بالاصوات الحسان واجتماع النساء والمردان واخذ الاجرۃ علی الذکر وقراءۃ القرآن وغیر ذلك مما هو مشاهد فی هذا الزمان وما کان کذلك فلا شك فی حرمته[1]

جیساکہ اس کے بعد علامہ شامی یُوں شکایت فرماتے ہیں، زیادہ تر اس وقت بہت سی بُری باتیں ہوتی ہیں جیسے بیش قیمت شمعیں اور قندیلیں روشن کرنا جو شادیوں میں بھی نہیں ملتیں، ایسے ہی طبل بجانا' خوش آوازی سے گیت سنانا، عورتوں امردوں کا جمع ہونا، ذکر اور تلاوتِ قرآن پر اُجرت لینا' اور ان کے علاوہ وہ ساری باتیں جو اس زمانے میں دیکھنے میں آتی ہیں، جس کام کا یہ حال ہو اس کے حرام ہونے میں کیا شک ہے! (ت)

معہذا خاص اس قصد سے یعنی تعزیت لینے کے لیے بیٹھنا بھی اگرچہ رخصت ہے مگر افضل نہ کرنا ہے

کما فی الهندیۃ من معراج الدرایۃ عن خزانۃ الفتاوی الجلوس للمصیبۃ ثلثۃ ایام رخصۃ وترکه احسن[2]

جیساکہ ہندیہ میں معراج الدرایہ سے، اس میں خزانۃ الفتاوٰی سے منقول ہے موت کے سبب تین دن بیٹھنے کی اجازت ہے اور اس کا ترک بہتر ہے۔ (ت)

لہذا بہت علمائے متاخرین نے میت کے گھر اس ہجوم واجتماع کو پسند نہ فرمایا اور یہی مناسب جانا کہ لوگ دفن کرکے متفرق ہوجائیں اولیائے میت اپنے کام میں مشغول ہوں اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف،

کما فی مراقی الفلاح للعلامۃ الشرنبلالی قال کثیر من متاخری ائمتنا رحمهم الله تعالٰی یکرہ الاجتماع عند صاحب المصیبۃ حتی یاتی الیه من یعزی بل اذا رجع الناس من الدفن فلیتفرقوا ولیشتغلوا

جیساکہ علامہ شرنبلالی کی مراقی الفلاح میں ہے کہ ہمارے بہت سے ائمہ متاخرین رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ میّت والے کے یہاں اس مقصد سے اجتماع کہ اس کے یہاں تعزیت کرنے والے آئیں' مکروہ ہے۔ لوگ جب دفن سے واپس ہوں تو

---

[1] رد المحتار باب صلوٰۃ الجنائز دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۳

[2] فتاوٰی ہندیۃ وما یتصل بذلك مسائل التعزیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۷

marfat.com

وسلم یعنی در مسجد برائے عزاء ایشان[1] انتہی (یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں ان حضرات کی تعزیت لینے کے لیے تشریف فرما ہوئے۔ ت)

پس اب فعل مذکور فی السوال میں کوئی امر ایسا نہ رہا جس کا ثبوت حدیث و فقہ سے نہ ہو۔ صرف اتنی بات باقی ہے کہ بعد دفن کے پلٹ کر سیدھے اُس کے مکان پر جاتے ہیں اور بعد فاتحہ اپنے اپنے گھروں کی راہ لیتے ہیں۔ اس کے لیے کسی ثبوتِ خاص کی حاجت نہیں کہ جب تعزیت و ایصالِ ثواب و دعا محمود ٹھہری اور افضل یہ قرار پایا کہ دفن کے بعد ہو اور پہلے ہی دن ہو اور قبر سے پلٹ کر ہو، اور اس کے لیے مکانِ میت پر جانا بھی جائز ہُوا۔ تو اُسی وقت جاکر ادائے تعزیت میں کیا مضائقہ ہے، ہاں اگر سرے سے اُس کے مکان پر جانا ہی روا نہ ہوتا تو بیشک محلِ منع ہوتا۔ اور جب ایسا نہیں تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ اپنے اپنے گھر جاکر پھر وہاں جائیں، کوئی دلیلِ شرع اس پر قائم نہیں بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت کہ جب ایک صحابی کو دفن کرکے پلٹے اور صحابہ کرام حاضرِ رکابِ سعادت تھے، میت مرحوم کی زوجہ مطہرہ کا بھیجا ہوا آدمی ملا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے مکان پر تشریف لے گئے،

فقد اخرج الامام احمد بسند صحیح و ابوداؤد عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی جنازۃ فلما رجع استقبلہ داعی امرأتہ فجاء وجیئ بالطعام[2] الحدیث ملخصا۔

امام احمد نے بسندِ صحیح اور ابوداؤد نے عاصم بن کلیب سے انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے ایک انصاری صحابی سے روایت کی وُہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے جب سرکار واپس ہُوئے تو مرنے والے کی عورت کا داعی سامنے آیا حضور اس کے گھر تشریف لے گئے اور کھانا حاضر کیا گیا۔ الحدیث بہ تلخیص (ت)

اگر دفن سے پلٹ کر مکانِ میت پر جانا منع ہوتا تو حضور کیوں قبول فرماتے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہ تو اصل فعل کا حکم تھا، مگر ہُوا یہ کہ جُہّال نے اس رسمِ شرعی میں بہت رسومِ جاہلیت و اختراعاتِ بیہودہ کو دخل دیا، مثلاً گانے باجے، شمعیں، قندیلیں، عمدہ عمدہ فرش، طرح طرح کے کھانے، ریا و ناموری کے اسباب، میت کی تعریف میں حد سے غلو، تعزیت کے وقت اُلٹی وُہ باتیں جو غم و الم کو زیادہ کریں اور میت

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ — کتاب الجنائز — نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۰۹

[2] مسند احمد بن حنبل — حدیث رجل من انصار — دارالفکر بیروت ۵/ ۲۹۳

marfat.com

وغیرہا میں ہے۔ت) اور قبل دفن بھی بلاکراہت جائز ہے،

فی صحیح الامام ابن السکن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اوذن بجنازۃ فاتی اھلھا فعزاھم کتب اللہ تعالٰی قیراطا فان تبعھا کتب اللہ لہ قیراطین فان صلی علیھا کتب اللہ لہ ثلثۃ قراریط فان شھد دفنھا کتب اللہ لہ اربعۃ قراریط القیراط مثل احد[1]

صحیح امام ابن سکن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے (ت) جسے کسی جنازہ کی خبر ملے وہ اہلِ میت کے پاس جاکر اُن کی تعزیت کرے اللہ تعالٰی اُس کے لیے ایک قیراط ثواب لکھے، پھر اگر جنازہ کے ساتھ جائے تو اللہ تعالٰی دو قیراط اجر لکھے، پھر اس پر نماز پڑھے تو تین قیراط، پھر دفن میں حاضر ہو تو چار، اور ہر قیراط کوہِ اُحد کے برابر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۲ از شہر بھڑونچ۔ لال بازار، چنارواڑ مرسلہ مولوی عباس میاں ولد مولوی علی میاں ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت مکان میں موجود ہے اس کو دفن نہیں کیا، اس کے پہلے اہلِ میت کے لوگوں کو کھانا درست ہے یا نہیں؟ احمد سعید کا کہنا کہ درست ہے اور کوئی بُرا نہیں۔ فقہ کی کتاب منافع میں تو لکھا ہے کہ دفن کرنے کے پہلے کھانا حرام ہے، بلکہ ہمسایہ کے چالیس مکان تک حرام ہے۔ اب حق کون ہے وہ بیان کریں۔

الجواب

کھانا حرام نہیں، غفلت حرام ہے، اور چالیس گھر تک حرام ہونا بے اصل محض۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۳ از خیرآباد ضلع سیتاپور محلہ میانسرائے قدیم مدرسہ عربیہ مرسلہ مولوی سیّد فخر الحسن صاحب ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو طفل زنا سے متولد ہو کر چار پانچ سال کی عمر میں فوت ہوجائے اور اس کی مادر بخوف پابندی حکم شریعت اس سانحہ پر صبر اختیار کرے تو طفلِ متوفی مادر صابرہ کا فرط ہوگا یا نہیں؟ اور اس کے دلائل کیا کیا ہیں؟ اور اگر پدر زانی کے قلب پر بھی اس سانحہ کا صدمہ زیادہ ہوا ہو اور وُہ بھی بلحاظ امر شریعت صبر کو ملحوظ رکھے تو وُہ بھی مستحق ہوگا کہ طفلِ متوفی اس کے لئے فرط ہو یا مستحق نہ ہوگا، امید کہ مفصل جواب بحوالہ عباراتِ کتب تحریر فرمایا جائیگا تاکہ کسی کو سُن کر بمقابلہ دلائل نقلیہ انکار کا موقع نہ ملے اور شخص مقر کو اطمینان کامل حاصل ہوجائے۔ فقط

---

[1] صحیح امام ابن سکن

marfat.com

بامورھم وصاحب المیّت بامرہ[1]۔

متفرق ہوجائیں، لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں اہلِ میت اپنے کام میں مصروف ہوں۔ (ت)

بالجملہ قولِ فیصل جس سے اختلاف زائل، اور توفیق حاصل ہو یہ ہے کہ نفس تعزیت و دعا و ایصالِ ثواب بیشک محمود و مندوب، اور وقتِ دُعا ہاتھ اٹھانا بھی جائز، اور اگر کوئی شخص اولیائے میت کے مکان پر جاکر تعزیت کرآئے تو بھی قطعاً روا۔ مگر اولیاء کا خاص اس قصد سے بیٹھنا اور لوگوں کا ان کے پاس ہجوم و مجمع کرنا خواہ قبل دفن ہو یا بعد اُسی وقت اگر ہو یا کبھی مکانِ میّت پر ہو یا کہیں اور، بہر طور جائز و مباح ہے جبکہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو، مگر اُس کا نہ کرنا افضل ہے، نہ یہ کہ مطلقاً حرام اور گناہ اور فاعل مبتدع و گمراہ ٹھہرے۔

سبحانك ھذا بھتان عظیم **قلت** وبھذا تتفق الکلمات من قول قوم لاباس به وقوم اٰخرین انه یکرہ ویکون ما ثبت بالحدیث المذکور بیانا للجواز فاتقن ھذا التحریر الفرید فانه ان شاء اللہ التحقیق الوسیط وان خالف زعم الفریقین من اھل الافراط و التفریط، واللہ سبحانه وتعالٰی اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب۔

تجھے پاکی ہے، یہ بڑا بہتان ہے۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) اور اس تفصیل سے کلماتِ علماء میں تطبیق بھی ہوجاتی ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا ہے اس میں کوئی حرج نہیں، اور دوسرے حضرات نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے ــــ اور حدیث مذکور سے جو ثابت ہوا وہ بیانِ جواز کے لیے ہوگا ــــ تو اس منفرد تنقیح کو اچھی طرح محفوظ کرلو کہ ان شاء اللہ یہ درمیانہ تحقیق ہے اگرچہ دونوں فریق کے افراط و تفریط والوں کے برخلاف ہو ــــ اور خدائے پاک و برتر درستی کو خوب جاننے والا ہے اور اسی کی جانب رجوع و مآب ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۱۱ ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کی تعزیت بعد دفن ہی چاہیے یا پیش از دفن بھی جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

افضل یہ ہے کہ بعد دفن قبر سے پلٹ کر ہو کما فی الجوھرۃ وغیرھا (جیسا کہ جوھرہ

---

[1] مراقی الفلاح علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی حملھا ودفنھا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۸

marfat.com

عن ابیه عن امیرالمومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولفظہ اما منافق واما ولد مزنیۃ واما لغیر طہود[1]

ابورافع سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا اس کے الفاظ یہ ہیں: یا تو منافق ہے یا مزنیہ کا بچہ یا بے طہارت کا۔ (ت)

بایں ہمہ اللہ عزوجل پر حکم نہیں کرسکتے یفعل اللہ من یشاء[2] ان اللہ یحکم ما یرید[3] (اللہ جو چاہے کرتا ہے بیشک خدا جو چاہے حکم فرماتا ہے۔ ت) ہاں صبر بجائے خود ایک حسنہ جمیلہ ہے واللہ لا یضیع اجر المحسنین[4] (اور اللہ تعالٰی نیکی کرنے والوں کا اجر رائگاں نہیں کرتا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۴ از شہر محلہ کٹرہ چاند خاں مسئولہ جمال احمد ۱۶ شعبان ۱۳۳۶ھ

سائل کے بڑے لڑکے کی اہلیہ نے جو عرصہ سے بعارضہ دق علیل تھی اور اس کے والدین اسے اپنے گھر لے گئے تھے وہیں انتقال کیا، سائل مع پسر خبر انتقال سُن کر مع چند دیگر اشخاص وجملہ سامانِ تجہیز وتکفین لے کر پہنچے، انہوں نے ہمیں نہایت ترش رُوئی سے شریک میت نہ ہونے دیا اور مٹی تک نہ دینے دی۔ یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب

بہت بُرا کیا۔ اگر بلاوجہ شرعی صحیح معتبر تھا کہ مسلمان کو ناحق ایذا دی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[5]

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالٰی کو ایذا دی۔ واللہ تعالٰی اعلم

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قدیم قبر اگر کسی وجہ سے کھل جائے یعنی اس کی مٹی الگ ہوجائے اور مُردہ کی ہڈیاں وغیرہ ظاہر ہونے لگیں تو اس صورت میں قبر کو مٹی دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس صورت سے دینا چاہئے؟ بینوا توجروا بالدلیل۔

الجواب

اس صورت میں اُسے مٹی دینا فقط جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے کہ سترِ مسلم لازم ہے۔

---

[1] شعب الایمان باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۱۶۱۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۳۲
[2] القرآن ۱۴/۲۷
[3] القرآن ۵/۱
[4] القرآن ۹/۱۲۰
[5] کنز العمال بحوالہ طب عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۴۳۷۰۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۱۰

marfat.com

الجواب

ولدالزنا کے لیے شرعاً کوئی باپ نہیں، شرع مطہر نے زانی سے اُس کا نسب قطع فرمادیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الولد للفراش وللعاھر الحجر[1] بچّہ بچھونے والے کا اور زانی کے لیے پتھر۔

تو وہ اس کا فرط کیونکر ہوسکتا ہے۔ رہا ماں کے لیے فرط ہونا، یہ اس پر موقوف ہے کہ ولدالزنا کو منصب شفاعت دیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم بہ۔

احادیث سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مطبوع علی الشر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ولدالزنا شرالثلثۃ[2] (ولدِ زنا تین میں سب سے بُرا ہے۔ ت) دوسری حدیث میں ہے:

لایدخل الجنۃ ولد زانیۃ[3] اھ ای مع السابقین کما فی نظائرہ۔ زانیہ کا بچہ جنت میں نہ جائے گا اھ یعنی سابقین کے ساتھ، جیسے اس طرح کی دیگر حدیثوں میں یہ تاویل ہے۔ (ت)

تیسری حدیث میں ہے:

لایبغی علی الناس الا ولد بغی والا من فیہ عرق منہ[4] لوگوں پر ظلم نہ کرے مگر زنا کی اولاد اور وہ جس میں اس کی کوئی رگ ہو (ت)

چوتھی حدیث میں ہے:

من لم یعرف حق عترتی والانصار والعرب فھو لاحدی ثلاث اما منافق واما لزنیۃ واما امرء حملت بہ امہ لغیر طھر[5]۔ رواہ الدیلمی ورواہ البیھقی من حدیث زید بن جبیر عن داؤد بن حصین عن ابن رافع جو میری اولاد اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین میں سے ایک ہے، منافق ہے یا زانیہ کا بچہ یا ایسا شخص جسے اس کی ماں نے بحالتِ حیض حمل میں لیا۔ اسے دیلمی نے روایت کیا اور اسے بیہقی نے زید بن جبیر کی حدیث میں داؤد بن حصین سے، انھوں نے

---

[1] صحیح البخاری باب الولد للفراش حرۃ کانت اوامۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۹۹

[2] سنن ابوداؤد کتاب العتق باب فی عتق ولدالزنا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۹۶

[3] تاریخ بغداد ترجمہ ۵۹۰۰ عبدالرحمٰن ابوحفص دارالکتاب العربیہ بیروت ۱۱/۱۹۱

شعب الایمان حدیث ۷۸۴۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/۱۹۱

[4] کنزالعمال بحوالہ طب عن ابی موسٰی رضی اللہ عنہ حدیث ۱۳۰۹۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۳۳۳

[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۹۵۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/۶۲۶

marfat.com

جواب از لکھنؤ: هو المصوب، مالکِ زمین وحجرہ نے اپنی خوشی واجازت سے نعشِ شیخ کو دفن کیا، پس اب نبش قبر کا جائز نہیں بلکہ حرام ہے، جیسا کہ شامی میں مصرح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ حررہ محمد عبدالمجید۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں نبش حرام، حرام، سخت حرام، اور میّت کی اشد توہین و ہتک ستر رب العلمین ہے اور جو بیٹا باپ کے ساتھ ایسا چاہے عاق و ناخلف ہے، اگرچہ وصیت دربارۂ دفن واجب العمل نہیں، نہ یہاں دفن بے رضائے مالک کے مسئلہ کو کچھ دخل تھا کہ رضا پر تفریعِ حکم ہو۔ بالفرض اگر وقتِ دفن رضائے مالک نہ ہوتی تو اختیار نبش اُسے ہوتا نہ کہ اجنبی کو جس کا زمین میں کوئی حق نہیں۔ التجنیس والمزید میں ہے:

اذا دفن فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا فالمالک بالخیار ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض و زرع فیھا[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر دوسرے کی زمین میں اس کے مالک کی اجازت کے بغیر دفن کر دیا جائے تو مالک کو اختیار ہے اگر چاہے میت کو نکلوا دے اور اگر چاہے تو زمین کے برابر کر دے اور اس میں کھیتی کرے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷ روز دوشنبہ ۲۳ صفر ۱۳۲۳ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی امرأۃ حاملۃ ماتت فی مدۃ کاملۃ ودفنت بدستور العمل فرأی رجل صالح فی المنام انھا ولدت ولدا حیا ایجوزان یحفر قبرھا و یخرج الولد معھا او یخرج ولدھا فقط باعتماد منام الرجل المذکور ام لا، بینوا بالبرھان توجروا من الرحمٰن۔

اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک عورت پوری مدتِ حمل کے بعد بحالتِ حمل انتقال کر گئی، دستور کے مطابق اسے دفن کر دیا گیا، ایک مرد صالح نے خواب دیکھا کہ اس عورت کو زندہ بچہ پیدا ہوا ہے، اب شخص مذکور کے خواب پر اعتماد کرکے قبر کھود کر بچّے کو عورت کے ساتھ نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ دلیل کے ساتھ بیان فرمائیں خدا سے اجر پائیں۔ (ت)

الجواب

لا، الا بدلیل جائز والستر مصون

جائز نہیں، مگر جب کوئی روشن دلیل ہو، پردہ محفوظ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ التجنیس الفصل السادس فی القبر والدفن الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۷

marfat.com

وقد انکشفت قدم لما انهدم جدار الحجرۃ الشریفۃ فی زمان الولید ففزع الناس وظنوا انہا قدم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فما وجدوا احدا یعلم ذٰلک حتی قال لہم عروۃ لا واللہ ماھی قدم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماھی الا قدم عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ[1] کما فی صحیح البخاری عن ھشام عن ابیہ واخرج ابن زبالۃ وغیرہ ان قال عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ لمن امرہ ببناء الحائط ان غط ما رأیت ففعلہ۔

ولید کے زمانے میں جب روضۂ پاک کی دیوار منہدم ہُوئی تو ایک قدم کُھل گیا جس سے لوگ گھبرا اُٹھے، انھیں گمان ہوا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے۔ کسی ایسے آدمی کو تلاش کیا جو اس سے آگاہ ہو یہاں تک کہ حضرت عروہ نے کہا بخدا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم نہیں، یہ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہی قدم ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہشام بن عروہ سے مروی ہے وہ اپنے والد سے راوی ہیں اور ابن زبالہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے جس کو دیوار تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا اُس سے فرمایا جو تم نے دیکھا اُسے چھپا دو۔ اس نے تعمیل کی۔ (ت)

اور اس بارے میں کوئی صورت بیان میں نہ آئی ستر لازم ہے اور کشف ممنوع۔ اس طرح چھپائیں کہ زیادہ نہ کھولنا پڑے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۶ از کلکتہ زکریا اسٹریٹ نمبر ۲۲ مسئولہ مولوی عبد الحی و مولوی کریم صاحبان بمعرفت حاجی لعل خاں صاحب ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیر نے اپنے مرض الموت میں اپنے وطن سے دُور ایک مرید سعید و رشید کے شہر میں اپنے دفن کی خواہش کی، بعد وصیت اور اسی مرض الموت میں وہاں پہنچ گئے اور بعد انتقال وہیں دفن ہوئے، اب چار برس چند ماہ کے بعد اُس پیر کا فرزند جس کے سامنے اس کے باپ نے اپنے مرید کو وصیت کی تھی کہ ہم تمہارے شہر میں دفن ہوں، بسبب نزاع کے اُس مرید سے چاہتا ہے کہ نعش کو اُس حجرے سے اکھاڑ کر وطنِ شیخ یا اُسی شہر میں جہاں اب مزار ہے دوسری جگہ لے جا کر دفن کرے، آیا یہ امر ممکن ہے کہ نبش مسلم کیا جائے جس سے سراسر توہینِ میّت متصوّر ہے اور وصیت متوفی کو جو اس اہتمام کے ساتھ کی، توڑ دیا جائے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۶

(۲) قبروں پر چلنے کی ممانعت ہے نہ کہ جوتا پہننا، سخت توہینِ اموات مسلمین ہے، ہاں جو قدیم راستہ قبرستان میں ہو جس میں قبر نہیں اس میں چلنا جائز ہے اگرچہ جوتا پہنے ہو۔ قبروں پر گھوڑے باندھنا، چارپائی بچھانا، سونا، بیٹھنا سب منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱ از شہر بریلی کہنہ محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ مولوی حضور احمد صاحب ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کے صحن میں بعد تعمیر مسجد ایک عرصہ کے بعد اتفاق سے تین میت دفن ہوگئیں۔ قبروں کے میل میں شمال کی جانب ایک حجرہ بھی تھا کہ اس کو وارثان میت موصوف نے توڑ کر دوسری جگہ حجرہ بنوا دیا اور اراضی حجرہ سابق کو شامل قبروں کے حدود قائم کر دئے۔ وارثان میت کا ایما قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اراضی حجرۂ سابق بغرض آئندہ قبروں کے شامل کی گئی ہے، علاوہ اس کے قبروں کے تین رخ یعنی جانب مشرق و مغرب جنوب بوقت بنوانے حدود کے تھوڑی تھوڑی اراضی صحن مسجد قبروں میں اور شامل ہوگئی ہے۔ ایسی صورت میں شرعاً کیا ہونا چاہئے؟ اور چونکہ اس وقت فرش صحن مسجد کا پختہ اور درست ہو رہا ہے اراضی حجرۂ سابق و نیز اور جو اراضی کسی قدر قبروں کے حصہ میں دب گئی ہے اس کو نکال کر اور تینوں قبروں میں جس قدر اراضی ہے حدود بنا دئے جائیں یا نہیں یا کیا کرنا چاہئے؟ چونکہ تعمیر فرش زیر تعمیر ہے اس کے جواب کی جلد ضرورت ہے۔

الجواب

اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ صحن مسجد میں بعد تعمیر مسجد وارثان بانی مسجد خواہ کسی نے قبریں بنائیں تو وہ قبریں محض ظلم ہیں اور ان کا باقی رکھنا ظلم ہے، نہ کہ آئندہ قبروں کے لئے ایک حد بندی اور اس میں حجرۂ مسجد اور صحن مسجد سے اور زمین شامل کرنا یہ سب ظلم و حرام ہے اور اس کا دفع کرنا فرض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

[1] لعرق ظالم حق۔ وقع ھھنا فی ابن عابدین ایضا اھملناہ فیما علیہ علقناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔ یہاں شامی میں بھی ایہام واقع ہے جس کا ازالہ ہم نے اس کے حاشیہ میں کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۲

مسجد کے محاذی مسجد کے دروازے سے ملحق اگر پرانا قبرستان ہو جس میں قبروں کے نشان نمایاں ہوں اس اراضی کو مسجد کے صحن کو وسعت دینے کی غرض سے ہموار کرکے شامل صحن مسجد کر لیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے تو

---

[1] سنن ابو داؤد باب احیاء الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۱

والرؤیا فنون۔ فی السراجیۃ ثم الھندیۃ حامل أتت علی حملھا سبعۃ اشھر وکان الولد یتحرک فی بطنھا ماتت فدفنت ثم رؤیت فی المنام انھا قالت ولدت لاینبش القبر[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہے، اور خواب طرح طرح کے ہوتے ہیں۔ سراجیہ پھر ہندیہ میں ہے ایک عورت کے حمل کو سات مہینے ہوئے بچہ اس کے پیٹ میں حرکت کرتا تھا وہ مرگئی اور اسے دفن کر دیا گیا، پھر کسی نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ کہتی ہے میں نے بچہ جنا ہے تو قبر نہ کھودی جائے گی اھ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۸ از جوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

مسافران را عادت است کہ درسفر بمیرند ہمانا دفن میکنند ولیکن امان میکنند بعد از مدت مقررہ از نیجا بیرون کنانیدہ از مشرق بہ مغرب واز شمال بجنوب وعلی العکس می برند، آیا ایں فعل جائز است یا ناجائز؟

مسافروں کی عادت یوں ہے کہ جو سفر میں مرتے ہیں ان کو ویسے ہی دفن کر دیتے ہیں لیکن امانت رکھتے ہیں، ایک مقررہ مدّت کے بعد یہاں سے نکال کر مشرق سے مغرب، شمال سے جنوب اور اس کے برعکس لے جاتے ہیں، یہ فعل جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

ایں حرام ست، بعد از دفن کشودن حلال نیست، ونقل بمسافتِ بعیدہ نیز روا نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم

یہ حرام ہے، دفن کے بعد کھولنا جائز نہیں، اور دُور مسافت تک لے جانا بھی روا نہیں۔ اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۹ ، ۱۲۰ از جالندھر چوک حضرت امام ناصر الدین صاحب مسئولہ ملک محمد امین صاحب ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) قبرستان بوجہ بہت ویرانہ کے میّت کی ہڈیاں باہر نکل پڑیں تو ایسی حالت میں پختہ اینٹوں سے قبر از سرِ نو بنانی جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایسے قبرستان میں جُوتی پہن کر جانا اور چارپائی پر سونا، گھوڑا باندھنے میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

(۱) اُن ہڈیوں کو دفن کرنا واجب ہے اور قبر میت کے گرد پکی نہ ہو اوپر سے پکّی کر سکتے ہیں۔

---

[1] فتاوی ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۱

marfat.com

یخیر المالك بین اخراجه و مساواته بالارض[1]۔ مالک کو اختیار ہے کہ اسے نکال دے یا زمین کے برابر کردے۔ (ت)

صفوفِ نماز کی شرعاً کس قدر حرمت وتعظیم ہے، مگر جو صفیں قبل تمامی صف اول کرلی جائیں حدیث وفقہ حکم فرماتے ہیں کہ ان صفوں کو چیرتے ہوئے جاکر صفِ اول پوری کریں کہ خلافِ شرع قائم ہونے کے سبب ان کی حرمت نہیں، یہ حق اللہ میں ہے، حق العبد تواشد ہے۔ پھر بھی اگر صاحبِ حق اس میتِ مسلم کا لحاظ کرکے اپنے حق سے درگزر کرے کہ مردہ بدست زندہ اس نے خود قصور نہ کیا۔ تو امید ہے کہ حق سبحٰنہ وتعالٰی اُسے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴: از بمبئی، محلہ نل بازار، دکان سیٹھ شمس الدین وامیر الدین مرسلہ امیر الدین معرفت سید محمد مہدی حسن میاں صاحب ۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص قبرستان خاص یا قربِ قبرستان مکان تعمیر کرے، اور پاخانہ بھی تعمیر کرے۔ پاخانہ کی موری کا غلیظ پانی قبروں پر ہوکر جائے تو ایسی جگہ مکان بغرضِ سکونت ورہائش بنانا جائز ہے یا ناجائز؟ ایسی جگہ کہ جہاں کپڑوں کے دھونے سے غلیظ پانی کپڑوں کا قبروں پر سے جاری رہے وہاں دھوبی کپڑے دھوسکتا ہے اور اگر وہ جگہ بقبضۂ مسلمان ہے یا ملکیت مسلمان ہے تو مسلمان اگر مانع نہ آئے، یا بطمع کرایہ دھوبی کے اس عمل مذکور کو جاری رہنے دے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قبرستان وقف ہے اور وقف میں اپنی سکونت کا مکان بنانا وقف بیجا ہے اور اُس میں تصرف بیجا حرام ہے پھر اگر اُس قطعہ میں قبور بھی ہوں اگرچہ نشان مٹ کر ناپید ہوگئی ہوں جب تو متعدد حراموں کا مجموعہ ہے، قبروں پر پاؤں رکھنا ہوگا، چلنا ہوگا، بیٹھنا ہوگا، پیشاب پاخانہ ہوگا، اور یہ سب حرام ہے۔ اس میں مسلمانوں کو طرح طرح ایذا ہے اور مسلمان بھی کون، اموات کہ شکایت نہیں کرسکتے، دنیا میں عوض نہیں لے سکتے، یہ وجہ شرعی مسلمانوں کی ایذا اللہ ورسول کی ایذا ہے۔ اللہ ورسول کو ایذا دینے والا مستحقِ جہنم۔ اسی طرح اگر قبرستان کے قریب مکان بنایا، پاخانے یا دھوبیوں کے غلیظ پانی کا بہاؤ قبور پر رکھا تو یہ بھی سخت حرام ہے اور جو باوصف قدرت اُسے منع نہ کرے وہ بھی مرتکب حرام ہے اور بطمع کرایہ اُسے روا رکھنا سستے داموں دوزخ مول لینا ہے۔ یہ کام اُسی شخص کے ہوسکتے ہیں جس کے دل میں نہ اسلام کی قدر نہ مسلمانوں کی عزت، نہ خدا کا خوف، نہ موت کی ہیبت، والعیاذ

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶

جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

حرام ، حرام ، حرام ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۱۲۳ از بنگالہ ضلع سلہٹ موضع شوبید پور مرسلہ مولانا انوار الدین صاحب ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان وقف میں کسی کو اپنی سکونت یا ذاتی منفعت کے لیے مکان بنانا ، یا مقبرہ غیر وقف میں مالک کا خاص قبور پر یا قبروں سے جدا مکان تعمیر کرنا ، خصوصاً اس قبر پر جو بلا اجازتِ مالک اس کی زمین میں بنالی ہو ، اس میں سے میت کو نکال کر یا بے نکالے ہوئے جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب

مقبرہ وقف میں اپنا مکانِ سکونت بنانا یا خلافِ وقف اپنے کسی تصرف و انتفاع میں لانا حرام ہے ۔ فان الوقف لا یملک ولا یخالف (اس لیے کہ وقف کو نہ اپنی ملک بنایا جاسکتا ہے نہ اس کے مقررہ مقصد کے خلاف کیا جاسکتا ہے ۔ ت) اور مالک کو اپنی زمین مملوک میں قبروں سے جدا مکان بنانا روا ، فان الملك مطلق له والمالك لا یحجر (اس لیے کہ ملک اس کے لیے مطلق ہے اور مالک روکا نہیں جاسکتا ۔ ت) اور قبور پر کہ اس کی اجازت سے بنی ہوں ناروا ،

لما فیه من استھانة بالمسلمین وقد حققنا ما یتعلق بھذا فی فتاوٰنا بما لا مزید علیه ومن سعی فی نقض ما تم من جھته فسعیه مردود علیه ۔

اس لیے کہ اس میں مسلمان کی اہانت ہے اس سے متعلق تمام باتوں کی کامل تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کردی ہے ، اور جو اس عہد کو توڑنے کی کوشش کرے جو اسی کی جانب سے تمام ہوا تو اس کی کوشش اس پر رد کردی جائیگی ۔ (ت)

مگر جو قبر ظلماً بلا اجازت مالک بنالی جائے اُس کے لیے کچھ حق نہیں ۔

لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لیس لعرق ظالم حق[1]

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے : ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں ۔ (ت)

علماء اجازت دیتے ہیں کہ چاہے میت کو نکلوا دے چاہے یونہی زمین اپنے تصرف میں لائے ۔ درمختار میں ہے :

---

[1] سنن ابوداؤد   باب احیاء الموات   آفتاب عالم پریس لاہور   ۲ / ۸۱

امشی علی القبر[1] رواہ ابن ماجۃ عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند جید۔

اسے ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے بسند جید روایت کیا۔

نیز نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کسر عظم المیت یوذیہ فی قبرہ مایوذیہ فی بیتہ[2] وقال عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ[3] وعن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ قال رانی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جالسا علی قبر فقال یاصاحب القبر انزل من علی القبر لاتوذی صاحب القبر[4]

مُردے کی ہڈیاں توڑنا اور اسے ایذا دینا ایسا ہی ہے جیسے زندے کی ہڈی توڑنا۔ اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: میّت کو قبر کے اندر بھی اس چیز سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر کے اندر ایذا ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: بحالتِ وفات مومن کو ایذا دینا ایسے ہے جیسے اسے زندگی میں ایذا دینا۔ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا: اے قبر سے لگنے والے! قبر سے اُتر جا، صاحبِ قبر کو ایذا نہ دے۔ (ت)

ان تمام صحیح حدیثوں اور ان کے سوا اور احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے کہ قبر پر بیٹھنا یا پاؤں رکھنا بلکہ صرف اُس سے تکیہ لگانے سے میّت کو ایذا ہوتی ہے۔ اور مردہ مسلمان کی ایذا ایسی ہے جیسے زندہ مسلمان کی۔ تو اس پر تجھے پانی بہانا کس قدر باعثِ ایذا ہوگا۔ جب زندہ مردہ اس میں برابر ہیں تو کیا یہ شخص روا رکھے گا کہ پاخانے کے بدرو کا پانی اس پر بہایا جائے یا لوگ اس کے سینے اور مُنہ پر پیشاب کیا کریں، یا دھوبی ناپاک کپڑے دھو کر وہ پانی اُس کے منہ اور سر پر چھڑک دیا کریں، ہرگز کوئی مسلمان بلکہ کوئی کافر اسے اپنے لیے روا نہ رکھے گا، تو میّت مسلمانوں کے لیے ایسی سخت ایذا کس دل سے روا رکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[5] رواہ الطبرانی عنہ

جس نے کسی مسلمان کو بلاوجہِ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النہی عن المشی علی القبر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۳

[2] سنن ابوداؤد کتاب الجنائز آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۰۲

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ ابن ابی شیبہ باب دفن المیت مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/۷۹

[4] " " الطبرانی والحاکم " ۴/۶۹

[5] کنز العمال بحوالہ طب عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۴۳۷۰۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۱۰

باللہ تعالیٰ۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں نوادر و تحفۃ الفقہاء و بدائع و محیط وغیرہ سے نقل فرماتے ہیں،

ابا حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کرہ وطء القبر والقعود او النوم او قضاء الحاجۃ الیہ۔[1]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر پر چلنا، بیٹھنا، سونا، قضائے حاجت کرنا مکروہ قرار دیا ہے (ت)

حدیقہ ندیہ میں جامع الفتاوٰی سے ہے:

انہ والتراب الذی علیہ حق المیت فلا یجوز ان یوطء۔[2]

وُہ اور اس پر کی مٹی حقِ میّت ہے تو اس پر چلنا جائز نہیں۔ (ت)

فتاوٰی عالمگیری میں امام علی ترجمانی سے ہے:

یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت۔[3]

قبروں پر چلنے سے گنہ گار ہوگا اس لیے کہ قبر کی چھت میّت کا حق ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے: یکرہ بول وغائط فی مقابر۔[4] (قبرستان میں پیشاب پاخانہ مکروہ ہے۔ ت)

رد المحتار میں ہے:

لان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی والظاھر انہا تحریمۃ لانہم نصوا علی ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیہا حرام فہذا اولٰی۔[5]

اس لیے کہ مُردے کو بھی اس چیز سے اذیت ہوتی ہے جس سے زندے کو اذیت ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اس لئے کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان کے اندر نو پیدا راستے سے گزرنا حرام ہے تو یہ بدرجۂ اولٰی حرام ہوگا۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان امشی علی جمرۃ او سیف احب الیّ من ان

مجھے آگ یا تلوار پر چلنا قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی مسئلۃ الدفن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲۰
تحفۃ الفقہاء باب الدفن وحکم الشہداء دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۵۷
[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف الثامن نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۰۴
[3] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۱
[4] درمختار فصل فی الاستنجا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۷
[5] ردالمحتار " ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۲۲۹

میں معتقدین کو وہاں بیٹھنے کی بہت تکلیف رہتی ہے پس اگر معتقدین مذکورین واسطے اپنے استفاضۂ طریقت کے اُس قبر کے گرد اگر د چبوترہ پختہ اور چار دیواری پختہ بنا دیں اور اُوپر سے کھلی ہُوئی رکھیں اور قبر کو خام رہنے دیں تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورت مذکورۃ فی السوال جائز ہے۔ ائمۂ دین نے مزاراتِ حضرات علماء و مشائخ قدست اسرارہم کے گرد زمین جائز التصرف میں اس غرض سے کہ زائرین و مستفیدین راحت پائیں عمارت بنانا جائز رکھا، اور تصریحات فرمائیں کہ علت منع نیت فاسدہ یا عدم فائدہ ہے تو جہاں نیت محمود اور نفع موجود منع مفقود۔ تفصیل صور و تحقیق اغراس مسئلہ میں یہ ہے کہ اگر پہلے عمارت بنالی جائے بعدہ اس میں دفن واقع ہو جب تو مسئلہ بناء علی القبر سے متعلق ہی نہیں کہ یہ اقبار فی البناء ہے، نہ بناء علی القبر۔ علامہ طرابلسی برہان شرح مواہب الرحمٰن، پھر علامہ شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام، پھر علامہ سید ابو السعود ازہری فتح اللہ المعین، پھر علامہ سید احمد مصری حاشیتین در و مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

واللفظ للغنیۃ قال فی البرھان یحرم البناء علیہ للزینۃ ویکرہ للاحکام بعد الدفن لا الدفن فی مقام بنی فیہ قبلہ لعدم کونہ قبرحقیقۃ بدونہ اھ[1]

الفاظ غنیہ کے ہیں کہا کہ برہان میں ہے کہ قبر پر زینت کے لیے عمارت بنانا حرام ہے اور دفن کے بعد پختگی و مضبوطی کے لیے بنانا مکروہ ہے، جہاں پہلے سے عمارت تھی وہاں دفن مکروہ نہیں کیونکہ بغیر دفن کے وُہ جگہ حقیقۃً قبر نہیں اھ (ت)

اور اگر دفن کے بعد تعمیر ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ خود نفسِ قبر پر کوئی عمارت چُنی جائے اس کی ممانعت میں اصلاً شک نہیں کہ سقفِ قبر و ہوائے قبر حقِ میّت ہے، معہذا اس فعل میں اس کی اہانت و اذیت، یہاں تک کہ قبر پر بیٹھنا، چلنا ممنوع ہُوا نہ کہ عمارت چننا۔ ہمارے بہت علمائے مذہب قدست اسرارہم نے احادیث و روایات نہی عن البناء سے یہی معنٰی مراد لیے اور فی الواقع بناء علی القبر کے حقیقی معنٰی یہی ہیں۔ گرد قبر کوئی مکان بنانا حول القبر ہے نہ کہ علی القبر۔ جیسے صلٰوۃ علی القبر کی ممانعت بجنب القبر کو شامل نہیں کما نص علیہ العلماء قاطبۃ وبیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ علماء نے بالاتفاق اس کی تصریح کی ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے بیان کیا ہے۔ ت) امام فقیہ النفس فخر الملّۃ والدّین اوزجندی خانیہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] غنیہ ذوی الاحکام فی بغیہ درر الاحکام باب الجنائز مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ دار السعادت بیروت ۱/ ۱۶۷

marfat.com

فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔

ایذا دی۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں بسندِ حسن حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا (ت)

اور اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا۔[1]

بیشک جو لوگ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

قبر پر درخت لگانا، دیوار کھینچنا یا قبرستان کی حفاظت کے لیے اس کے چاروں طرف کھود کر، جس میں قدیم قبریں بھی ہیں، محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حفاظت کے لیے حصار بنانے میں حرج نہیں، اور درخت اگر سایۂ زائرین کے لیے ہو اچھا ہے، مگر قبر سے جُدا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ غلام جان صاحب طالبعلم ۱۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان کی کوئی چیز مثلاً لکڑی و اینٹیں وغیرہ مسجد میں صَرف کرنا یا اُن کی قیمت لے کر مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہ؟

الجواب

قبرستان میں پیڑ جس نے لگائے اُن کی لکڑی اور مقبرہ جس نے بنوایا اس کی اینٹیں اس لگانے بنوانے والے کی ملک ہے وہ جو چاہے کرے، اور اگر مالک کا پتا نہیں یا درخت خود رَو ہیں تو مسجد میں صَرف کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷ از سہارنپور مرسلہ مولوی امیر یار خاں صاحب امام مسجد جامع ۳۰ شوال ۱۳۱۱ھ

ما قولکم رحمکم اللہ (اللہ آپ پر رحم کرے، آپ کا کیا فرمان ہے۔ ت) اس مسئلہ میں کہ ایک بزرگ کی قبر خام ہے اور اُس اہلِ قبر سے اُس کے معتقدین کے لیے کمال درجہ کا فیض مثل اولیاء کے اور حصولِ تسکین قلب و مراقبہ و اشغال متصوّر ہے۔ مگر چونکہ موسم برسات میں بباعث آب و سیلاب کے اور دیگر مواسم گرما وغیرہ

---

[1] القرآن ۳۳/۵۷

دوسرے[2] یہ کہ گرد قبر کوئی چبوترہ یا مکان بنایا جائے، یہ اگر زمین ناجائز تصرف میں ہو جیسے ملک غیر بے اذن مالک یا ارض وقف بے شرط واقف، تو اس وجہ سے ناجائز ہے کہ ایسی جگہ تو مسجد بنانی بھی جائز نہیں اور عمارت تو اور ہے،

ولذا نقل فی المرقاۃ عن الازھار ان النھی للحرمۃ فی المقبرۃ المسبلۃ ویجب الھدم وان کان مسجدا[1]۔

اسی لئے مرقات میں ازہار سے نقل ہے کہ عام وقفی قبرستان میں تعمیر حرام ہونے کی وجہ سے نہی ہے اور اسے ڈھا دینا ضروری ہے اگرچہ مسجد ہی ہو۔ (ت)

یوں ہی اگر بہ نیت فاسدہ ہو مگر زینت وتفاخر جیسے امراء کی قبور پر ابنیۂ رفیعہ بمصارف وسیعہ اس غرض سے بنائے جاتے ہیں، تو یہ بوجہ فسادِ نیت ممنوع،

کما مر عن البرھان ومثلہ فی نور الایضاح وغیرہ۔

جیسا کہ برہان کے حوالے سے گزرا اور اسی کے مثل نور الایضاح وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اسی طرح جہاں بے فائدہ محض ہو، جیسے کوئی قبر کسی بن میں واقع ہو جہاں لوگوں کا گزر نہیں یا عوام غیر صلحا کی قبور جن سے نہ کسی کو عقیدت کہ بجہت تبرک وانتفاع اُن کی مقابر پر جائیں نہ اُن کے دنیا دار ورثہ سے امید کہ وہی جاڑے، گرمی، برسات مختلف موسموں میں بقصدِ زیارتِ قبر ونفع رسانیِ میت وہاں جا کر بیٹھا کریں گے، قرآن و ذکر میں مشغول رہیں گے یا بروجہ جائز قراء وذاکرین کو وہاں مقرر رکھیں گے۔ ایسی صورت میں بوجہ اسراف واضاعت مال نہی ہے۔ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں: منھی لعدم الفائدۃ فیہ[2] (ممنوع ہے کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ ت) مجمع بحار الانوار میں ہے: منھی عنہ لعدم الفائدۃ[3] (بے فائدہ ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ ت) مرقاۃ میں ہے:

وقال بعض الشراح من علمائنا ولاضاعۃ المال[4]۔

اور ہمارے بعض علمائے شارحین نے فرمایا اور اضاعت مال کی وجہ سے بھی۔ (ت)

جہاں ان سب محذورات سے پاک ہو وہاں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ ولہذا مولانا علی قاری نے بعد نقل کلام

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ باب دفن المیت مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۹

[2] " " بحوالہ تورپشتی

[3] مجمع بحار الانوار لفظ "شرف" کے تحت مذکور ہے منشی نولکشور لکھنؤ ۲/ ۱۸۷

[4] مرقاۃ شرح مشکوۃ باب دفن المیت فصل اول مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۹

marfat.com

لا یجصص القبر لما روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ نہی عن التجصیص والتقضیض وعن البناء فوق القبر، قالوا اراد بالبناء السفط الذی یجعل علی القبر فی دیارنا لما روی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ انہ قال لا یجصص القبر ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وسفط۔[1]

قبر کو گچ سے پکانہ کیا جائے گا اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے گچ اور چُونے سے پختہ کرنے سے اور قبر کے اوپر عمارت بنانے سے ممانعت فرمائی ہے۔ علماء نے فرمایا عمارت سے مراد وہ سفط ہے جو ہمارے دیار میں قبر پر بنایا جاتا ہے اس لیے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: قبر کو گچ اور گارے سے پختہ نہ کیا جائے اور نہ اس پر عمارت اور سفط بلند کیا جائے۔ (ت)

امام طاہر بن عبدالرشید بخاری خلاصہ میں فرماتے ہیں:

لا یرفع علیہ بناء قالوا اراد بہ السفط الذی نجعل فی دیارنا علی القبور وقال فی الفتاوی الیوم اعتاد والسفوط۔[2]

اس پر کوئی عمارت اونچی نہ کی جائے، علماء نے فرمایا: اس سے وُہ سفط مراد ہے جو ہمارے دیار میں قبروں پر بنایا جاتا ہے۔ اور فتاوٰی میں ہے کہ اس زمانے میں سفطوں کی عادت ہوچکی ہے۔ (ت)

رحمانیہ میں نصاب الاحتساب سے ہے:

لا یجوز لاحد ان یبنی فوق القبور بیتا او مسجدا لان موضع القبر حق المقبور فلا یجوز لاحد التصرف فی ھواء قبرہ۔[3]

قبر کے اوپر گھر یا مسجد بنانا جائز نہیں اس لیے کہ قبر کی جگہ میّت کا حق ہے تو کسی کے لیے اس قبر کی فضا میں تصرف روا نہ ہوگا۔ (ت)

ہندیہ میں ہے:

یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت۔[4]

قبروں پر چلنے سے گنہگار ہوگا اس لیے کہ قبر کی چھت حقِ میّت ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں | باب غسل المیت الخ | منشی نولکشور لکھنؤ | ۱/ ۹۲

[2] خلاصۃ الفتاوٰی | الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز | مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ | ۱/ ۲۲۶

[3] رحمانیہ

[4] فتاوٰی ہندیۃ | الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور الخ | نورانی کتب خانہ پشاور | ۵/ ۳۵۱

marfat.com

علامہ قسطلانی ارشاد الساری میں زیرِ حدیث مذکور لکھتے ہیں :

لکن لم یبرزوہ ای لم یکشفوہ بل بنوا علیہ حائلا۔[1]

لیکن اسے نمایاں اور منکشف نہ رکھا بلکہ اس پر ایک حائل بنا دیا۔ (ت)

جذب القلوب میں فرمایا :

چوں دفن سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم بموجب حکمِ الٰہی ہم در حجرۂ شریفہ شد۔ عائشہ صدیقہ نیز در خانۂ خود ساکن می بود و میان او و قبر شریف پردہ نہ بود، و در آخر بسبب جرأت و عدم تحاشی مردم از در آمدن بر قبر شریف و بر داشتن خاک ازاں خانہ را دو قسم ساخت و دیوارے درمیان مسکن خود و قبر شریف کشید و بعد ازاں کہ امیر المومنین عمر در مسجد زیادت کرد ہ حجرہ را از خشت خام بنا کرد و تا زمان حدوث عمارت ولید ایں حجرہ ظاہر بود، عمر بن عبدالعزیز بحکم ولید بن عبدالملک آں را ہدم کرد و بحجارۂ منقوشہ برآورد۔ برظاہر آں حظیرۂ دیگر بنا کرد و ہیچکدام ازیں دو درے نگذاشت از عروہ روایت می کنند کہ وے بہ عمر بن عبدالعزیز گفت، اگر حجرۂ شریفہ را بر حالِ خود گزارند و عمارتے گرد آں برآرند احسن باشد[2] الخ (ملخصاً)

جب سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم کو حکمِ الٰہی کے باعث حجرۂ شریفہ ہی میں دفن کر دیا گیا عائشہ صدیقہ بھی اپنے گھر میں سکونت پذیر تھیں، ان کے اور قبر شریف کے درمیان پردہ نہ تھا، آخر میں قبر شریف کے پاس بیباکی سے لوگوں کے بے تحاشا آنے اور وہاں کی خاک لے جانے کی وجہ سے گھر کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا اور اپنے مسکن اور قبر شریف کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی۔ جب امیر المومنین حضرت عمر نے مسجد میں اضافہ کیا تو حجرہ کی عمارت کچی اینٹوں کی بنا دی۔ ولید کے زمانہ کی تعمیرِ جدید تک یہ حجرہ ظاہر تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے ولید بن عبدالملک کے حکم سے اسے منہدم کرکے منقش پتھروں سے بنایا اور اس کے بیرونی حصّہ پر ایک اور حظیرہ بنایا اور ان دو دروازوں میں سے کوئی نہ چھوڑا۔ حضرت عروہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا اگر حجرہ شریف کو اپنے حال پر رکھتے اور اس کے گرد ایک عمارت بنا دیتے تو بہتر ہوتا الخ (ملخصاً) (ت)

لاجرم ائمہ کرام نے گردِ قبورِ علماء و مشائخ قدست اسرارہم اباحتِ بنا کی تصریح فرمائی۔ علامہ طاہر فتنی

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کتاب الجنائز دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۳۰

[2] جذب القلوب باب ہفتم دربیان تغیرات الخ نولکشور لکھنؤ ص ۱۲۱

مذکور تورپشتی فرمایا :

قلت فیستفاد منه انه اذا کانت الخیمة لفائدة مثل ان یقعد القراء تحتها فلا تکون منهیة، قال ابن الهمام و اختلف فی اجلاس القارئین لیقرأوا عند القبر والمختار عدم الکراھة[1]

میں کہتا ہوں تو اس سے مستفاد ہوا کہ جب خیمہ کسی فائدہ کے تحت ہو مثلاً یہ کہ قرآن پڑھنے والے اس کے نیچے بیٹھیں گے تو ممنوع نہ ہوگا۔ ابن ہمام نے فرمایا : قبر کے پاس بیٹھ کر پڑھنے کے لیے جو ٹاٹ بچھتے ہیں ان سے متعلق اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ کراہت نہیں۔ (ت)

شیخ الاسلام کشف الغطاء میں فرماتے ہیں :

اگر غرضے صحیح داشتہ باشد، دراں باک نیست بآں چنانکہ در بنائے قبر بہ نیت آسائش مردم و چراغ افروختن در مقابر بقصد دفع ایذائے مردم از تاریکی راہ و نحو آں گفتہ اند۔ کذا یفهم من شرح الشیخ[2]

اگر کوئی صحیح غرض ہو تو اس میں حرج نہیں جیسے لوگوں کے آرام کے لیے قبر کے پاس عمارت بنانے اور راستے کی تاریکی سے لوگوں کی تکلیف دفع کرنے کے لیے قبرستان میں چراغ جلانے اور اس طرح کے کاموں میں علمائے فرمایا ہے ـــــ شیخ کی شرح سے ایسا ہی سمجھ میں آتا ہے۔ (ت)

صحیح بخاری شریف میں ہے :

عن عائشة رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فی مرضه الذی مات فیه لعن اللہ الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مسجدا قالت ولولا ذاك لابرزوا قبره[3]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ حضور نے اپنے مرضِ وفات میں فرمایا : یہود و نصارٰی پر خدا کی لعنت ہو انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔ اگر یہ ارشاد نہ ہوتا تو حضور کی قبر انور نمایاں رکھی جاتی۔ (ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب دفن المیت فصل اول مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۹

[2] کشف الغطاء باب دفن میت مطبع احمدی دہلی ص ۵۵

[3] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۷

علامہ سید طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں صراحۃً فرمایا کہ اس میں کچھ کراہت بھی نہیں۔

حیث قال فی مسألۃ الدفن فی الفساقی ان فی نحو قرافۃ مصر لایتأتی اللحد و دفن الجماعۃ لتحقق الضرورۃ واما البناء فقد تقدم الاختلاف فیہ، واما الاختلاط فللضرورۃ، فاذا فعل الحاجز بین الاموات فلا کراھۃ۔[1]

تہ خانوں کے اندر تدفین کے مسئلہ میں لکھتے ہیں: قرافہ مصر جیسی جگہ میں لحد نہیں بن پاتی اور کئی ایک آدمیوں کو ایک ساتھ دفن کرنا مجبوری کی وجہ سے ہے۔ رہی تعمیر تو اس بارے میں اختلاف گزر چکا ہے، اور اختلاط تو مجبوراً ہے، اگر مُردوں کے درمیان آڑ کردی جائے تو کوئی کراہت نہیں۔ (ت)

نہایت یہ کہ امام اجل ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمر تاشی نے تنویر الابصار و جامع البحار پھر علامہ محقق علاء الدین محمد دمشقی نے شرح تنویر پھر فاضل جلیل سیّدی احمد مصری نے حاشیہ مراقی میں تصریح و تقریر فرمائی کہ قولِ جواز ہی مختار و مفتی بہ ہے۔

وھذا لفظ العلامۃ الغزی لایرفع علیہ بناء، وقیل لاباس بہ وھو المختار اھ[2]

یہ علامہ غزّی کی عبارت ہے: اس پر کوئی عمارت بلند نہ کی جائے اور کہا گیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں، اور یہی مختار ہے اھ (ت)

بعد تصریح صریح افتاء و ترجیح مجال کلام کیا ہے،

ھذا ینبغی تحقیق المقام بتوفیق الملک المنعم العلام وبہ یحصل التوفیق بین کلمات الاعلام واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اس مقام کی تحقیق اسی طرح ہونی چاہیئے بادشاہ محسن علّام کی توفیق سے۔ اور اسی سے علمائے اَعلام کے کلمات میں تطبیق بھی ہوجاتی ہے۔ اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم زیادہ کمال و استحکام والا ہے (ت)

مسئلہ ۱۲۸ تا ۱۲۹ از پنڈول بزرگ، ڈاک خانہ رائے پور، ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) بزرگوں کے مزار پر فاتحہ، قرآن پڑھنے اور کھڑے ہوکر وسیلہ چاہنے کے لیے عمارت بنادے اور عُرس

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی حمل المیت ودفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۶

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۵

بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں:

وقد اباح السلف ان یبنی علی قبر المشایخ و العلماء المشاھیر لیزورھم الناس و یستریحوا بالجلوس فیہ[1]

سلف نے مشہور علماء و مشایخ کی قبروں پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کو آئیں اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح علامہ علی قاری مکی نے بعد عبارت مسطورہ ذکر فرمایا کہ وقد اباح السلف البناء[2] الخ (سلف نے علماء و مشائخ کی قبور پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے۔ت) کشف الغطاء میں ہے:

درمطالب المومنین گفتہ کہ مباح کردہ اند سلف بناء را بر قبر مشایخ و علمائے مشہور تا مردم زیارت کنند و استراحت نمایند بجلوس در آں ولیکن اگر برائے زینت کنند حرام است و در مدینہ مطہرہ بنائے قبہا بر قبور اصحاب در زمان پیشین کردہ اند ظاہر آنست کہ آں بتجویز آں وقت باشد و بر مرقد منور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نیز قبہ عالی ست[3]۔

مطالب المومنین میں لکھا ہے کہ سلف نے مشہور علماء و مشایخ کی قبروں پر عمارت بنانا مباح رکھا ہے تاکہ لوگ زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام لیں۔ لیکن اگر زینت کے لیے بنائیں تو حرام ہے مدینہ منورہ میں صحابہ کی قبروں پر اگلے زمانے میں قبے تعمیر کئے گئے ہیں ظاہر یہ ہے کہ اُس وقت جائز قرار دینے سے ہی یہ ہُوا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرقدِ انور پر بھی ایک بلند قبہ ہے۔ (ت)

نور الایمان میں ہے:

قد نقل الشیخ الدھلوی فی مدارج عن مطالب المومنین ان السلف اباحوا ان یبنی علی قبر المشایخ والعلماء المشہورین قبۃ لیحصل الاستراحۃ للزائرین و یجلسون فی ظلھا وھکذا فی المفاتیح شرح المصابیح وقد جوزہ اسمٰعیل الزاھدی الذی من مشاھیر الفقہاء[4]

شیخ محقق دہلوی نے مدارج النبوۃ میں مطالب المومنین سے نقل کیا ہے کہ سلف نے مشہور مشائخ و علماء کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا جائز و مباح رکھا ہے تاکہ زائرین کو آرام ملے اور اس کے سائے میں بیٹھ سکیں۔ اسی طرح مفاتیح شرح مصابیح میں بھی ہے اور مشاہیر فقہا میں سے اسمٰعیل زاہدی نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔ (ت)

---

[1] مجمع بحار الانوار تحت لفظ "شرف" منشی نولکشور لکھنؤ ۲/۱۸۷

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب دفن المیت مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/۶۹

[3] کشف الغطاء باب دفن میت مطبع احمدی دہلی ص ۵۵

[4] مدارج النبوۃ بحوالہ مطالب المومنین وصل در نماز جنازہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۲۰

marfat.com

ایصالِ ثواب اور استمداد عن الاموات زید کا جائز ہے یا نہیں اور ارتکاب عمل ہذا زید کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اموات مسلمین کو ایصالِ ثواب بے قید تاریخ خواہ بحفظ تاریخِ معین مثلاً روزِ وفات جبکہ اُس کا التزام بنظرِ تذکیر وغیرہ مقاصد صحیحہ ہو، نہ اس خیالِ جاہلانہ سے کہ تعیین شرعاً ضرور یا وصولِ ثواب اسی میں محصور۔ یونہی عرسِ مشائخ کہ منکراتِ شرعیہ مثلاً رقص و مزامیر وغیرہ سے خالی ہو۔ اسی طرح اولیائے کرام وسائلِ بارگاہ و نوابِ حضرت احیائے معنیً و امواتِ صورۃً قدست اسرارہم، سے استعانت و استمداد جبکہ بطور توسّل و توسط و طلبِ شفاعت ہو، نہ معاذ اللہ بظنِ خبیث استقلال و قدرت ذاتیہ، جس کا توہم نہ کسی مسلم سے معقول نہ مسلمان ہونے پر سُوئے ظن مقبول۔ یہ سب امور شرعاً جائز و روا و مباح ہیں جن کے منع پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی نے متعدد مسائل و رسائل مندرجہ فتاوٰی فقیر مسمّٰی بہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ میں ان سب مسئلوں کی تحقیق انیق بروجہ کافی ذکر کی۔ اور دربارۂ استعانت خاص ایک رسالہ مسمّٰی بہ برکات الامداد لاھل الاستمداد تالیف کیا۔ اُن کے بعد تفصیلِ تازہ کی حاجت نہیں۔ اور قبر پختہ بنانے میں حاصل ارشاد علمائے امجاد رحمہم اللہ تعالٰی یہ ہے کہ اگر پکی اینٹ میّت کے متصل یعنی اُس کے آس پاس کسی جہت میں نہیں کہ حقیقۃً قبر اُسی کا نام ہے بلکہ گڑھا کچا اور بالائے قبر پختہ ہے تو مطلقاً ممانعت نہیں، یہاں تک کہ امام اجل فقیہ مجتہد اسمٰعیل زاہد نے خاص لحد میں پکی اینٹ پر نص فرمایا جبکہ نیچے کچے چو کے کی تہ ہو اور اپنی قبر مبارک میں یُونہی کرنے کی وصیت فرمائی اور متصل میّت ممنوع و مکروہ، مگر جبکہ بضرورت تری و نرمی زمین ہو تو اس میں بھی حرج نہیں۔ درمختار میں ہے:

یسوی اللبن علیہ والقصب لا الاٰجر المطبوخ والخشب لو حولہ اما فوقہ فلا یکرہ ابن ملک، وجاز ذلک حولہ بارض رخوۃ کالتابوت[1]۔

اس پر کچی اینٹیں اور بانس چُن دے، پکی اینٹیں اور لکڑی اس کے گرد نہ لگائے، اُوپر ہو تو مکروہ نہیں، ابن الملک۔ اور نرم زمین ہو تو اس کے گرد بھی جائز ہے جیسے تابُوت۔ (ت)

حلیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

کرھوا الاٰجر والواح الخشب وقال الامام

علماء نے پکی اینٹوں اور لکڑی کے تختوں کو مکروہ کہا ہے

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۵

کرے کرائے تو جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) کسی بزرگ کے روضے کے سامنے قبریں ہیں اور وسعتِ جگہ کے لیے اس قبہ سے لگا کر اس گرد کی قبر پر مثل سائبان کے پایہ زینہ دیگر چھپر ڈالنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) جائز ہے کما فی مجمع بحار الانوار (جیسا کہ مجمع بحار الانوار میں ہے۔ ت) ہاں منکراتِ شرعیہ مثل رقص و مزامیر سے بچنا لازم ہے۔

(۲) کسی قبر پر کوئی پایہ چُننا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۰ از موضع شرشدی، ڈاکخانہ رفینی، ضلع نواکھالی، مرسلہ سید حمید الدین صاحب ۹ شعبان ۱۳۳۸ھ

ماقول علمائنا رحمھم اللہ تعالیٰ (ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) ایک نہایت مشہور و معروف بزرگ کا انتقال ہوا اُس کے وارث نے بایں نیت اس پر گھاس کی چھت بنوادی ہے کہ زائرین اطمینان کے ساتھ صیف و شتا میں قرآن مجید پڑھ کر ثواب رسانی کر سکیں اور اس بزرگ کی قبر کا نشان باقی رہے تاکہ لوگ اس سے فیض حاصل کر سکیں، اس میں نہ چراغ جلایا جاتا ہے نہ چاندنی تانی گئی ہے نہ کسی کو قبر پرستی اور نہ قدمبوسی کی اجازت ہے، اصل قبر و متصل زمین خام ہے۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں وہ بلاشبہہ جائز ہے، اور بنوانے والا اپنی نیک نیتی پر ثواب کا مستحق ہے، اور اس میں زائروں اور تلاوت کرنے والوں کے لیے چراغ بھی روشن کریں۔ یہ قبر پر چراغ نہیں۔ مجمع بحار الانوار جلد ثالث میں ہے :

قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورھم الناس ویستریحون فیہ[۱]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سلف نے اہلِ فضل، اولیاء و علماء کی قبروں پر عمارت بنانا مباح قرار دیا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں آرام لیں۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۱ از بجنور مرسلہ شیخ معین الدین صاحب ماسٹر پٹواری اسکول ضلع بجنور ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بلحاظ نرمی زمین و حفظِ نعش اپنے پیر طریقت کی قبر کو پختہ بنوایا اور سالیانہ تاریخ وفاتِ شیخ پر قرآن شریف اور درود و کلمہ پڑھوا کر شیخ مذکور کی روح پُرفتوح کو ایصالِ ثواب کرتا ہے اور بامید فیضان و حلِ مشکلات شیخ کی قبر پر جا کر بیٹھتا ہے اور وساطۃً اس سے استمداد کرتا ہے تو یہ

---

[۱] تکملہ مجمع بحار الانوار تحت لفظ "قبر" منشی نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۴۰

فلا باس بھما کاتخاذ تابوت من حدید لھذا۔[1]

اور لکڑی لگانے میں کوئی حرج نہیں، جیسے اس بناء پر لوہے کا تابوت لگانے میں حرج نہیں۔ (ت)

نیز بحر و حاشیہ ابی السعود الازہری علی الکنز میں ہے:

وقیدہ فی شرح المجمع بان یکون حولہ اما لوکان فوقہ لایکرہ لانہ یکون عصمۃ من السبع۔[2]

شرح مجمع میں یہ قید لگائی ہے کہ اس کے گرد ہو لیکن اگر اوپر ہو تو مکروہ نہیں اس لیے کہ اس سے درندوں سے حفاظت رہے گی۔ (ت)

کافی پھر غرر و درر میں ہے:

یسوی اللبن والقصب لا الخشب والاٰجر وجوز فی ارض رخوۃ۔[3]

کچی اینٹ اور بانس چُنا جائے، لکڑی اور پکی اینٹ نہ ہو، اور نرم زمین میں اس کی بھی اجازت ہے (ت)

شرح نقایہ برجندی میں ہے:

انما یکرہ الاٰجر فی اللحد ان کان یلی المیت اما فی وراء ذلک فلا باس بہ کذا فی الخلاصۃ وقال الامام علی السغدی اتخاذ التابوت فی دیارنا افضل من ترکہ۔[4]

لحد میں پکی اینٹ اسی صورت میں مکروہ ہے کہ میت سے متصل ہو، اس کے علاوہ میں کوئی حرج نہیں، ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔ امام علی سغدی نے فرمایا: ہمارے دیار میں تابوت لگانا نہ لگانے سے بہتر ہے۔ (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

یکرہ الاٰجر والخشب ای کرہ ستر اللحد بھما و بالحجارۃ والجص لکن لوکانت الارض رخوۃ جاز استعمال ما ذکر۔[5]

پکی اینٹ اور لکڑی مکروہ ہے صرف لحد کو ان سے اور پتھروں سے اور گچ سے چھپانا مکروہ ہے لیکن اگر زمین نرم ہو تو ان سب کا استعمال جائز ہے۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلوٰتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹۴

[2] فتح المعین علی شرح الکنز لمنلا مسکین باب الجنائز فصل فی الصلوٰۃ علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

[3] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ دار سعادت بیروت ۱/ ۱۶۷

[4] شرح نقایہ برجندی فصل فی صلوٰۃ الجنازۃ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۸۲

[5] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی الصلوٰۃ علی المیت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۸۶

marfat.com

التمرتاشی ھذا ان کان حول المیت وان کان فوقه لایکرہ لانه یکون عصمة من السبع و قال مشائخ بخارا لایکرہ الاجر فی بلدتنا لمساس الحاجة لضعف الاراضی[1]

اور امام تمرتاشی نے فرمایا: یہ اُس وقت ہے جب میّت کے گرد ہو، اور اگر اس کے اوپر ہو تو مکروہ نہیں اس لیے کہ یہ درندے سے حفاظت کا ذریعہ ہوگا۔ مشائخ بخارا نے فرمایا کہ ہمارے دیار میں پکّی اینٹیں مکروہ نہیں کیونکہ زمین کمزور ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت ہے (ت)

خانیہ وخلاصہ وہندیہ میں ہے:

یکرہ الأجر فی اللحد اذا کان یلی المیت اما فیما وراء ذلك لاباس به ویستحب اللبن والقصب[2]

لحد میں پکّی اینٹ مکروہ ہے جبکہ میت سے متصل ہو، اس کے علاوہ میں کوئی حرج نہیں، اور مستحب کچّی اینٹ اور بانس ہے۔ (ت)

حسامی پھر امداد الفتاح پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

وقد نص اسمٰعیل الزاهد بالأجر خلف اللبن علی اللحد واوصٰی به[3]

اسمٰعیل زاہد نے لحد پر کچی اینٹ کے پیچھے پکّی اینٹ لگانے کی صراحت فرمائی اور اس کی وصیّت کی (ت)

منافع ومبسوط پھر غنیہ میں ہے:

اختاروا الشق فی دیارنا لرخاوة الاراضی فیتعذر اللحد فیها حتی اجازوا الأجر ورفوف الخشب والتابوت ولوکان من حدید[4]

ہمارے دیار میں شق اختیار کی گئی ہے اس لیے کہ زمین نرم ہے جس میں لحد متعذر رہے یہاں تک کہ علماء نے پکّی اینٹ، لکڑی کے صندوق اور تابوت کی اجازت دی ہے اگرچہ لوہے کا ہو۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے:

قیدہ الامام السرخسی بان لایکون الغالب علی الاراضی النز والرخاوة فان کان

امام سرخسی نے اس حکم کو اس سے مقیّد کیا ہے کہ زمین پر تری اور نرمی غالب نہ ہو۔ اگر ایسی ہو تو پکی اینٹ

---

[1] ردالمحتار — باب صلٰوة الجنائز — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۱/ ۶۰۰
[2] فتاوٰی قاضی خاں — کتاب الصلٰوة — منشی نولکشور لکھنؤ — ۱/ ۹۲
[3] الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح — فصل فی حملها ودفنها — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ص ۳۳۵
[4] غنیة المستملی شرح منیة المصلی — فصل فی الجنائز — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۵۹۵

marfat.com

اُس کی تعمیر میں کن کن خاص اور ضروری باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے، مثلاً طول عرض بلندی اور صورت وغیرہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قبر پختہ نہ کرنا بہتر ہے، اور کریں تو اندر سے کڑا کچا رہے، اُوپر سے پختہ کرسکتے ہیں، طول وعرض موافق قبر میّت ہو، اور بلندی ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو، اور صورت ڈھلوان بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۳ تا ۱۳۴ از بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ سیّد صفدر علی صاحب ۶ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) کسی ولی اللہ کا مزار شریف فرضی بنانا اور اس پر چادر وغیرہ چڑھانا، اور اس پر فاتحہ پڑھنا اور اصل مزار کا ادب ولحاظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی مرشد اپنے مریدوں کے واسطے بنانے اپنے فرضی مزار کے خواب میں اجازت دے تو وُہ قول مقبول ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر جنازہ میّت کا واسطے دفن کے جانب پچھم لے جائیں تو کس طرح سے لے جانا چاہئے سر جانب غرب ہو یا جانب پورب؟

الجواب

(۱) فرضی مزار بنانا اور اُس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز وبدعت ہے اور خواب کی بات خلافِ شرع امور میں مسموع نہیں ہوسکتی۔

(۲) میّت کو کسی طرف لے جانا ہو بہرحال سر آگے کی طرف رہے۔ عالمگیری میں ہے:

فی حالۃ المشی بالجنازۃ یقدم الراس جنازہ لے جانے میں سر آگے رکھا جائے گا۔ ایسا ہی کذا فی المضمرات[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم مضمرات میں ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۵ از نوشتہ ضلع علی گڑھ ڈاک خانہ دتاولی مرسلہ محمد عمر خاں ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے ایک قبر فرضی اور مصنوعی جس کا پہلے سے کوئی وجود نہ تھا، بنوا کر یہ بات مشہور کی کہ اس قبر میں امروہہ کے زین العابدین تشریف لائے ہیں مجھ کو خواب میں بشارت ہوئی ہے۔ ایسی روایات کاذبہ سے اس قبر کی عظمت لوگوں کے سامنے بیان کرکے قبر پرستی کی طرف بلانے لگا۔ حتّٰی کہ اس میں اس کو کامیابی ہونے لگی اور بہت سی مخلوق اس کی طرف متوجہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الرابع فی حمل الجنازۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۲

کشف الغطاء میں ہے:

الان در دیار ما نیز بسبب رخاوت زمین ہمیں متعارف است حتی کہ تجویز کردہ اند مشائخ در امثال ایں دیار بایں علت خشت پختہ وچوب وگرفتن تابوت را کہ از آہن باشد[1]

اب ہمارے دیار میں بھی زمین کے ڈھیلے پن کی وجہ سے یہی متعارف ہے یہاں تک کہ مشائخ نے اس طرح کے دیار میں، اُسی علت کی وجہ سے پکّی اینٹ اور لکڑی اور آہنی تابوت لگانے کو جائز کہا ہے (ت)

اُسی میں ہے:

در تجنیس گفتہ رخصت دادہ است۔ امام اسمٰعیل زاہد کہ گردانیدہ شوند خشت ہائے پختہ خلف خشتہائے خام بہ لحد وتحقیق وصیت کردہ بود بوے ومشائخ بخارا گفتہ اند در زمین ما خشت پختہ اگر بنہند مکروہ نباشد از برائے نرمی زمین پس بہر جا کہ زمین نرم باشد باک نیست بنہادن خشت پختہ و مانند آں از چوب[2]

تجنیس میں ہے کہ امام اسمٰعیل زاہد نے اس کی رخصت دی ہے کہ لحد میں کچی اینٹوں کے پیچھے پکی اینٹیں لگائی جائیں اور اور اس کی وصیت بھی فرمائی تھی۔ مشائخ بخارا نے فرمایا ہے کہ اگر ہماری زمین میں پکی اینٹ لگائیں تو مکروہ نہ ہوگا اس لیے کہ زمین نرم ہے تو جہاں بھی زمین نرم ہو پکی اینٹ اور اسی طرح لکڑی کے تختے لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

ان عبارات متظافرہ سے واضح ہوا کہ فعلِ زید بالفرض مذکور ہرگز ہرگز کسی طرح قابلِ مواخذہ نہیں **وانا اقول** (اور میں کہتا ہوں۔ ت) بالفرض کراہت ہی مانئے تو مسئلہ خصوصاً ایسے تصریحات جماعات کثیرہ ائمہ کے بعد زنہار حدِ تفسیق تک بھی نہیں پہنچ سکتا کہ اُس کی اقتدار کو مکروہ ہی کہا جائے، نہ کہ عدمِ جواز، یہ محض جہل بعید و تعصبِ شدید ہے، معہذا نصوصِ سابقہ سے واضح ہُوا کہ پکّی اینٹ اور لکڑی کا ایک حکم ہے۔ اصل سنّت کچّی اینٹ اور نرکل سے چھپانا ہے، لکڑی کے تختے اڑانے عام طور پر ان بلاد میں حضرات معترضین بھی استعمال کر رہے ہیں، اپنے اور مولویوں کے پیچھے نماز ناجائز کیوں نہیں کہتے، مگر تحکم ان صاحبوں کا داب قدیم ہے، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۳۲: از ہائی اسکول نجیب آباد ضلع بجنور، معرفت حمید حسن خاں طالبعلم درجہ نہم مسئولہ اللہ رکھا مستری ۲۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبر کا پختہ کرانا بہتر ہے یا نہ کرانا، اگر پختہ بنانا بہتر ہے تو

---

[1] کشف الغطاء فصل دفنِ میت مطبع احمدی دہلی ص ۵۰
[2] " " " ص ۵۳

لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کے مزار کی اینٹ دفن ہے۔ اس مزار میں ایسی جگہ جاکر عرس کرنا، چادر چڑھانا کیسا ہے؟ وہ قابلِ تعظیم ہے یا نہیں؟

الجواب

جھوٹا مزار بنانا اور اس کی تعظیم جائز نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۷ از شہر محلہ کانکر ٹولہ مرسلہ عبدالرحیم خاں ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بچپن میں حافظِ قرآن ہوا اور تمام عمر بدافعالی میں گزاری۔ ایک شوہر دار عورت سے جس کا شوہر نامرد تھا برسوں تعلق رہا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ ان حرکات پر ماں باپ نے گھر سے نکال دیا۔ وہ اسی عورت کے گھر جارہا۔ پھر بیمار ہو کر واپس آیا اور مرگیا۔ اب زید کے والدین نے کوشش کرکے مسجد میں ایک بزرگ کی قبر پُرانی تھی لیکن خام تھی اس کے برابر دفن کردیا، اور دونوں قبروں کو بہت اچھا پختہ بنوادیا۔ اب اس کے والدین نے دنیا والوں کے خیالات بدلنے کی غرض سے اُس قبر پر بہت کثرت سے ہار پھول چڑھانا شروع کردیا۔ اور مسجد میں کوڑا وغیرہ ہو اُن کو کچھ مطلب نہیں۔ لیکن قبر پر دن میں دو ایک مرتبہ جھاڑو دینا اور دلوانا اور لوگوں سے یہ کہنا کہ دیکھو کیسی رونق ہے، اور بعض جاہل لوگ نے قبر پر سے مراد مانگنے کی ترغیب دینا شروع کیا۔ چنانچہ اسی قبر کو ابھی بیس پچیس دن گزرے ہوں گے کہ چادر بہن اور بھائی چڑھانے لگے اور قبر کو تعظیم کے ساتھ بوسہ دینا شروع کیا۔ اور آئندہ کو خدا جانے کیا حالت کو اُن کے والدین پہنچادیں، ایسی حالت میں قبر کو پُوجنے والے اور شہرت کرنے والے اور کرانے والے اور مسجد میں جھاڑو کو نہ دینے والے اور قبر پر بلاناغہ چڑھاوا دینا اور مشہور کرنا، شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اسے پُوجنا نہیں کہتے۔ یہ سائل کی بہت زیادتی ہے۔ تکریم قبور کو دہابیہ پُوجنا کہتے ہیں۔ اور وہابیہ خود شیطان کو پُوجتے ہیں۔ باقی ایسے شخص کی قبر کو ولی کا مزار ٹھہرانا اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے اُس کے یہ اہتمام کرنا اور لوگوں کو وہاں مراد مانگنے کی ترغیب، یہ ضرور مکر و زُور ہے۔ حدیث میں فرمایا: من غشنا فلیس منا[۱] (جو ہمیں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۸ از دہلی مدرسہ نعمانیہ محلہ بلّی ماراں مرسلہ مولوی عبدالرشید صاحب مہتمم مدرسہ ۵ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ہے اور اس کے متصل قبرستان ہے جس میں کہ

---

[۱] صحیح مسلم باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غش فلیس منا نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۷۰

marfat.com

ہوگئی۔ اس قبر پر چادریں اور مرغ اور بکری اور مٹھائیاں، روپیہ اور پیسہ چڑھانے لگے۔ اور اپنی مرادیں اور منتیں اس قبر سے مانگنے لگے۔ اور زید اس آمدنی سے متمتع ہوتا ہے۔ ایسے شخص کے واسطے شریعت کیا حکم لگاتی ہے؟ --------- آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ کیا ایسا شخص فاجر و فاسق کافر ہے؟ کیا ایسے شخص کا نکاح باطل ہوتا ہے؟ کیا ایسے شخص کے جلسوں میں شریعت شرکت کی اجازت دیتی ہے؟ آیا ایسے شخص سے رشتہ قرابت رکھا جائے؟ نیز اس شخص کے متعلق بھی استفسار کیا جاتا ہے جو زید کے اس معاملہ سے خوش ہے اور اس کا ممد و معاون اس معاملہ میں ہے یا ایک ایسا شخص ہے جو زید کو اس معاملہ سے باز رکھ سکتا ہے مگر ساکت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قبر بلا مقبور کی طرف بُلانا اور اُس کے لیے وُہ افعال کرانا گناہ ہے، اور جبکہ وہ اس پر مصر ہے اور باعلان اسے کر رہا ہے تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور پھیرنی واجب۔ اس جلسۂ زیارتِ قبرِ بے مقبور میں شرکت جائز نہیں۔ زید کے اس معاملہ سے جو خوش ہیں خصوصاً وُہ جو ممد و معاون ہیں سب گنہگار و فاسق ہیں، قال تعالٰی:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)

بلکہ وہ بھی جو باوصفِ قدرت ساکت ہے، قال تعالٰی:

کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون[2]۔ وُہ بُرے کام سے ایک دُوسرے کو روکتے نہ تھے، کیا ہی بُرا کام وُہ کرتے تھے (ت)

مگر ان میں سے کوئی بات کفر نہیں کہ اس سے نکاح باطل ہو سکے۔ قرابت اپنے اختیار کی نہیں کہ چاہے رکھی چاہے توڑی۔ یونہی مرد سے رشتہ کہ اختیاری رشتہ بذریعہ نکاح ہوتا ہے اس کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے، قال تعالٰی: بیدہ عقدۃ النکاح[3] (اسی کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ ت) ہاں عزیزداری کا برتاؤ اگر یہ سمجھیں کہ اس کے چھوڑنے سے اُس پر اثر پڑے گا تو چھوڑ دیں یہاں تک کہ باز آئے اور اگر سمجھیں کہ اسے قائم رکھ کر سمجھانا مؤثر ہوگا تو یوں کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۶ از قصبہ اوریا ضلع ایٹاوہ مرسلہ عبدالحی صاحب مدرسہ اسلامیہ ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے بعض جگہ مزار بنا لیا گیا ہے بعض

---

[1] القرآن ۵/۲ [2] القرآن ۵/۷۹

[3] القرآن ۲/۲۳۷

marfat.com

رسالہ

اھلاك الوھابيين علی توھين قبور المسلمين

۱۳ ھ ۲۲

(قبورِ مسلمین کی توہین کی بنا پر وہابیوں کی سرکوبی)

مسئلہ ۱۳۸-ب علمائے دین اور مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک گورستان (اہلسنت) قدیم کی (پرانی) قبروں کو عمداً کھود کر اپنے رہنے کے لیے مکان بنانا موافق مذہبِ حنفی کے جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسا کرنے میں اہلِ قبور کی توہین و اہانت ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا توجّروا۔

الجواب

ومنه الهداية الى الحق والصواب

جاننا چاہئے کہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و عامۂ مومنینِ اہلسنت کے ساتھ جو قلبی عداوت فرقۂ نجدیہ وہابیہ کو ہے ایسی اور کسی فرقۂ مبتدعہ کو نہیں ہے، اسی وجہ سے اس فرقۂ محدثہ کے اکابر ملاعنہ کی تصانیفِ اباطیل اہانتِ محبوبانِ خدا سے بھری پڑی ہیں۔ جس کا جی چاہے وہ نجدی ملّا اسمٰعیل دہلوی و صدیق حسن بھوپالی و خرم علی و رشید گنگوہی وغیرہ کی تالیفاتِ باطلہ اٹھا کر دیکھ لے کہ قسم قسم کی اہانتوں سے پُر ہیں۔ منجملہ ان کے ایک اہانت قبورِ انبیاء و شہداء و اولیاء علیہم السلام کا منہدم و نابود تا بمقدور کرنا اس فرقے کا شعار ہو گیا ہے۔

شیخ نجدی نے روضۂ اقدس کو گرانے کا ارادہ کیا تھا

علامہ احمد بن علی بصری کتاب فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبد الوھاب میں فرماتے ہیں:

marfat.com

آثارِ قبور ظاہر ہیں، اب مسلمان چاہتے ہیں کہ ان قبروں کے آثار کو محو کرکے اس زمین پر گودام وغیرہ بنائیں اور اُس پر مسجد بنائیں۔ پس ایسا فعل یعنی قبور کو محو کرکے اوپر مسجد نیچے گودام بنانا اور اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ جائز کہتے ہیں اور دلیل حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جو حضرت علی کرم اللہ تعالٰی کو حکم دیا تھا پیش کرتے ہیں لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ[1] (کوئی مورت مٹائے بغیر اور کوئی قبر برابر کئے بغیر نہ چھوڑنا۔ ت) اور دُوسری حدیث جس میں مسجد نبوی کے بنا کے وقت قبور توڑنے کا ذکر ہے بھی پیش کرتے ہیں اور کہتا ہے کہ اس حکم کے مطابق ہم قبور کو برابر کریں گے اور اُن کے آثار کو مٹا دیں گے اور مسجد و مکان اُس قبرستانِ موقوفہ میں بنائیں گے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ احناف کا اس میں قول مفتی بہ کیا ہے؟

الجواب

قول مفتی بہ امر خلافی میں ہوتا ہے۔ یہ حرکتِ شنیعہ ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناجائز و حرام ہے۔ توہینِ قبورِ مسلمین ایک اور قبور پر نماز کا حرام ہونا دو، اور وقف کی تغییر تین[3]۔ عالمگیری میں ہے:

لا یجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ اھ[2] فکیف عن اصلہ۔ وقف کی ہیأت تبدیل کرنا جائز نہیں اور پھر سرے سے وقف ہی کو بدلنا کیسے جائز ہوگا!

کہاں قبر کی بلندی کہ حدِ شرعی سے زائد ہو اس کے دُور کرنے کا حکم اور کہاں یہ کہ قبورِ مسلمین مسمار کرکے ان پر چلیں، اموات کو ایذا دیں، اُن پر نماز پڑھ کر گناہ کے مرتکب ہوں، نماز خراب کریں، ارشادِ اقدس لا تصلوا علی قبر[3] (قبر پر نماز نہ پڑھو۔ ت) کی مخالفت کریں اور کہاں قبورِ مشرکین کھود کر اُن کی نجاست سے زمین پاک کرکے مسجد اقدس کا اس پر بنا فرمانا اور کہاں قبورِ مسلمین کی توہین۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون[4]۔ کیا ہم مسلموں کو مجرموں کی طرح کر دیں، تم کیسا حکم رکھتے ہو؟ (ت)

اس مسئلہ کی تمام تفصیل ہمارے رسالہ اھلاک الوھابیین علی توھین قبور المسلمین میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] صحیح مسلم	کتاب الجنائز	نور محمد اصح المطابع کراچی	۱/۳۱۲
[2] فتاوٰی ہندیۃ	الباب الرابع عشر فی المتفرقات	نورانی کتب خانہ پشاور	۲/۴۹۰
[3] صحیح مسلم	کتاب الجنائز	نور محمد اصح المطابع کراچی	۱/۳۱۲

[4] القرآن ۶۸/ ۳۵ و ۳۶

marfat.com

علماء نجد فی سوال ارسله الی انتہی مختصراً[1] اور کفن بھی ظاہر ہو گئے، جیسا کہ بعض علماءِ نجد نے اس سوال کے جواب میں ذکر کیا اھ مختصراً

وہابیہ رُوسیاہ کے نزدیک انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معاذاللہ منہا مر کر مٹی ہو گئے ہیں

ان بدبختوں کے نزدیک ظاہری موت کے بعد یہ بالکل بے حس و بے شعور ہو جاتے ہیں اور مر کر معاذاللہ (پناہ بخدا) مٹی میں مل جاتے ہیں۔ ملاّ اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویت الایمان کے صفحہ ۶۰ میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ ارفع و اعلیٰ میں بکتا ہے کہ :

"میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں"[2]

جب سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ان ملاعنہ کا ایسا ناپاک خیال ہے اور ان کے روضۂ اطہر اور شہداء و صحابہ کرام علیہم الرضوان کی قبور کو منہدم کرنے کا بیہودہ خیال ہے تو باقی اموات عامہ مومنین صالحین کی نسبت پوچھنا کیا ہے۔ جب قبور مومنین بلکہ اولیاء علیہم السلام اجمعین کا توڑنا اور منہدم کرنا شعارِ نجدیہ وہابیہ ہُوا، تو کسی کو جائز نہیں ہے کہ وہ صورتِ مسئولہ میں قبورِ مومنینِ اہلسنّت کو توڑ کر بلکہ ان کو کھود کر ان پر اپنی رہائش و آسائش کے مکان بنا کر ان میں لذّاتِ دُنیا میں مشغول و منہمک ہو جو قطعاً و یقیناً اصحابِ قبور کو ایذا دینا اور ان کی اہانت اور توہین کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔

اہلسنّت کے نزدیک انبیاءؑ و شہداء و اولیاء اپنے ابدان مع اکفان کے زندہ ہیں

اہلسنت کے نزدیک انبیاء و شہداء علیہم التحیۃ والثناء اپنے ابدان شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ابدانِ لطیفہ زمین پر حرام کئے گئے ہیں کہ وہ ان کو کھائے۔ اسی طرح شہداء و اولیاءؑ

ع ۵ سابقاً علامہ بصری علیہ الرحمۃ کے قول میں گزرا کہ نجدی نے جب قبورِ شہداء و صحابہ کرام علیہم الرضوان کو شہید کیا تو ان میں ان کے کفن اور بدن شریف سب سلامت تھے" اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مدفون ہوئے تخمیناً بارہ سو سال گزر چکے تھے، پس ہزار تف ہے ملاّ اسمٰعیل اور اس کے مقلدین وہابیہ رُوسیہ پر کہ اُن کا ایسا ناپاک عقیدہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس و اطہر کے ساتھ کہ جو مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ اہلسنّت کو ان کی صحبتِ بد سے بچائے۔ آمین!

---

[1] فصل الخطاب فی ردِّ ضلالات ابن عبدالوہاب

[2] تقویۃ الایمان مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ، لاہور ص ۴۲

منها انه صح انه يقول لو اقدر على حجرة الرسول صلى الله تعالٰى عليه وسلم لهدمتها۔[1]

ان میں سے ایک یہ بات صحیح ہے کہ وُہ کہتا ہے میں اگر قدرت پاؤں تو روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو توڑ دوں۔ (ت)

شیخ نجدی نے شہداء و صحابہ کرام کے مزار توڑے

اور یہی علامہ بصری ایک دوسرے مقام میں لکھتے ہیں :

اقول تهديم قبور شهداء الصحابة المذكورين لاجل البناء على قبورهم ضلالة اى ضلالته انتهى مختصرا۔[2]

یعنی نجدی کا شہداء صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور کو قبّوں کی وجہ سے توڑ ڈالنا بڑی ضلالت اور گمراہی اس نجدی کی ہے (بالاختصار)۔ (ت)

اور یہی علامہ مذکور تیسرے مقام میں لکھتے ہیں :

قال بعضهم ولو كان المبنى عليه مشهورا بالعلم والصلاح او كان صحابيا وكان المبنى عليه قبة وكان البناء على قدر قبره فقط ينبغى ان لا يهدم لحرمة نبشه وان اندرس اذا علمت هذا فهدا البناء على قبور هؤلاء الشهداء من الصحابة رضى الله تعالٰى عنهم لا يخلو اما ان يكون واجبا او جائزا بغير كراهة وعلى كل فلا يقدم على الهدم الا رجل مبتدع ضال لاستلزامه انتهاك حرمة اصحاب رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم الواجب على كل مسلم محبتهم ومن محبتهم وجوب توقيرهم واى توقير لهم عند من هدم قبورهم حتى بدت ابدانهم واكفانهم كما ذكر بعض

بعض علماء نے فرمایا کہ صاحبِ قبّہ اگر کوئی مشہور عالم، متقی یا صحابی ہے اور قبّہ صرف قبر کے برابر ہو تو اسے منہدم نہ کرنا چاہئے کیونکہ خواہ اس کا نشان بھی کیوں نہ مٹ جائے مگر اس کا کھولنا جائز نہیں۔ اب آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان شہید صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور پر عمارات بنانا یا تو واجب ہوگا یا بلا کراہت جائز، اور بہر صورت منہدم کرنا جائز نہیں، اور یہ صرف وہی شخص کرسکتا ہے جو بدعتی اور گمراہ ہو کیونکہ اس سے اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے حُرمتی ہوتی ہے حالانکہ ان کی تعظیم اور توقیر ہر مسلمان پر واجب ہے، اب وُہ لوگ تعظیم کرنے والے کیسے قرار پا سکتے ہیں جنھوں نے شہداء کی قبور کھود ڈالیں جبکہ بعض کے جسم

---

[1] و [2] فصل الخطاب فی ردّ ضلالات ابن عبدالوہاب

marfat.com

وزندہ اند نزد پروردگار خود، ومرزوق اند وخوشحال اند، ومردم را ازاں شعور نیست[1]

کُوچ کر گئے ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں، انھیں رزق دیا جاتا ہے، وُہ خوش حال ہیں، اور لوگوں کو اس کا شعور نہیں۔

اور علّامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

لافرق لھم فی الحالین ولذا قیل (اولیاء اللّٰہ لایموتون ولکن ینتقلون من دارٍ الٰی دار[2] الخ

اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات وممات) میں اصلاً فرق نہیں، اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے شرح الصدور میں اولیائے کرام علیہم الرضوان کی حیات بعد ممات کے متعلق چند روایات مستندہ لکھی ہیں جو یہاں نقل کی جاتی ہیں:

امام عارف باللہ استاذ ابو القاسم قشیری قدس سرہٗ اپنے رسالے میں بسندِ خود حضرت ولی مشہور سیّدنا ابو سعید خراز قدس اللہ سرہ الممتاز سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا، باب بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایا، جب میں نے اس کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا:

یا اباسعید اما علمت ان الاحبّاء احیاء و ان ماتوا وانما ینقلون من دارٍ الٰی دار[3]

اے ابو سعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بدلائے جاتے ہیں۔

وہی عالی جناب حضرت سیّدی ابو علی قدس سرہٗ سے راوی ہیں:

میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا ان کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی غربت پر رحم کرے۔ فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا: یا اباعلی اتذللنی بین یدی من یدللنی (اے ابو علی! تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اُٹھاتا ہے) میں نے عرض کی: اے سردار میرے! کیا موت کے بعد زندگی ہے؟ فرمایا: بل انا حیٌّ وکل محب اللّٰہ حی لانصرنك بجاھی غدا[4] (میں زندہ ہوں، اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے، بیشک وُہ وجاہت وعزت جو مجھے روزِ قیامت ملے گی اس سے میں تیری مدد کروں گا)

---

[1] اشعۃ اللمعات	کتاب الجہاد باب حکم الاسراء	مطبع تیج کمار لکھنؤ	۳/ ۴۰۲
[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	باب الجمعۃ فصل الثالث	" امدادیہ ملتان	۳/ ۲۴۱
[3] شرح الصدور	باب زیارۃ القبور وعلم الموتیٰ	خلافت اکیڈمی منگورہ سوات	ص ۸۶
[4] "	" " "	" " "	"

علیہم الرحمۃ والثناء کے ابدان وکفن بھی قبور میں صحیح وسلامت رہتے ہیں وہ حضرات روزی و رزق دیے جاتے ہیں، علامہ سبکی شفاء السقام میں لکھتے ہیں:

وحیاۃ الشھداء اکمل واعلیٰ فھذا النوع من الحیاۃ والرزق لا یحصل لمن لیس فی رتبتھم وانما حیاۃ الانبیاء اعلیٰ واکمل واتم من الجمیع لانھا للروح والجسد علی الدوام علی ماکان فی الدنیا[1]

شہداء کی زندگی بہت اعلیٰ ہے، زندگی اور رزق کی یہ قسم ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی جو ان کے ہم مرتبہ نہیں، اور انبیاء کی زندگی سب سے اعلیٰ ہے اس لیے کہ وہ جسم و روح دونوں کے ساتھ ہے جیسی کہ دنیا میں تھی اور ہمیشہ رہے گی۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں:

"اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواحِ ایشاں کارِ اجساد مے کنند، وگاہے اجساد از غایت لطافت برنگِ ارواح مے برآید، می گویند کہ رسولِ خدا را سایہ نبود (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) ارواحِ ایشاں از زمین و آسمان وبہشت ہر جا کہ خواہند مے روند، وبسبب ایں ہمیں حیات اجساد آنہارا در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند۔ ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود ارواحِ مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند، مراد از مومنین کاملین اند، حق تعالیٰ اجسادِ ایشاں را قوتِ ارواح مے دہد کہ در قبور نماز میخوانند (ادا کنند) و ذکر می کنند و قرآن کریم مے خوانند۔"[2]

اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں۔ یعنی ان کی ارواح جسموں کا کام دیا کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ ان کی ارواح زمین آسمان اور جنّت میں جہاں بھی چاہیں آتی جاتی ہیں، اس لیے قبروں کی مٹی ان کے جسموں کو نہیں کھاتی ہے بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ مومنین سے مراد کاملین ہیں، حق تعالےٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ قبروں میں نماز ادا کرتے اور ذکر کرتے ہیں اور قرآنِ کریم پڑھتے ہیں۔

اور شیخ الہند محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

اولیائے خدائے تعالیٰ نقل کردہ شدند ازیں دارِ فانی بدارِ بقا — اللہ تعالیٰ کے اولیاء اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف

---

[1] شفاء السقام — الفصل الرابع من الباب التاسع — مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد — ص ۲۰۶

[2] تذکرۃ الموتیٰ والقبور اردو — ارواح کے ٹھہرنے کی جگہ — نوری کتب خانہ نوری مسجد اسلام گنج لاہور — ص ۷۵

marfat.com

اکرہ اذاہ بعد موتہ[1] یوں ہی مُردہ کی۔

امام احمد علیہ الرحمۃ بسندِ حسن انھیں حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا: لا تؤذ صاحب ھذا القبر (اس قبر والے کو ایذا نہ دے) یا فرمایا: لا تؤذہ[2] (اسے تکلیف نہ پہنچا)

اس ایذا کا تجربہ بھی تابعین عظام اور دوسرے علماءِ کرام نے جو صاحبِ بصیرت تھے کرلیا ہے۔

ابن ابی الدنیا ابو قلابہ بصری سے راوی: میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا، رات کو خندق میں اُترا، وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا، جب جاگا تو صاحبِ قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے: لقد اذیتنی منذ اللیلۃ[3] (اے شخص! تُو نے مجھ کو رات بھر ایذا دی)۔

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمان نہدی سے، وہ ابن مینا تابعی سے راوی: میں مقبرے میں گیا، دو رکعت پڑھ کر لیٹ گیا، خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سُنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے: قم فقد اذیتنی[4] (اُٹھ کہ تُو نے مجھ کو اذیت دی)۔

حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی: "اگر میں تپائی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھ کو زیادہ پسند ہے اس سے کہ قبر پر پاؤں رکھوں"۔ پھر فرمایا: ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا، جاگتے میں سُنا: الیک عنّی یا رجل لا تؤذینی[5] (اے شخص! الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے)۔

اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں:

اخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ بانھم یتأذون بخفق النعال[6]

مجھ کو میرے استاذ علامہ محمد ابن احمد حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ جُوتے کی پہچل سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے۔

---

[1] شرح الصدور بحوالہ سعید بن منصور باب تأذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[2] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد عن عمرو بن حزم باب دفن المیت مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۴۹

[3] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا عن ابی قلابۃ باب ما ینفع المیت فی قبرہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۸

[4] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ما جاء فی الرجل سمع صاحب القبر دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۰

[5] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ عن القاسم فصل تأذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[6] مراقی الفلاح علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۲

marfat.com

وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہٗ سے راوی :

"میرا ایک مرید جوان فوت ہوگیا، مجھ کو سخت صدمہ ہُوا، نہلانے بیٹھا، گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتداء کی، جوان نے وُہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی، میں نے کہا: جانِ پدر! تُو سچّا ہے مجھ ہی سے غلطی ہُوئی"[1]

وہی امام، حضرت ابویعقوب سوسی نہرجوری قدس سرہٗ سے راوی :

"میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختے پر لٹایا اُس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا: جانِ پدر! میں جانتا ہُوں کہ تُو مردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے، لے میرا ہاتھ چھوڑ دے"[2]

جنابِ ممدوح انھیں عارف موصوف سے راوی :

"مکہ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا: پیر و مرشد! میں کل ظُہر کے وقت مر جاؤں گا، حضرت ایک اشرفی لیں، آدھی میں میرا دفن اور آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دُوسرا دن ہُوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا، پھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا تو رُوح نہ تھی۔ میں نے قبر میں اتارا۔ آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا: کیا موت کے بعد زندگی؟ کہا: اَنَا حَیٌّ وَکُلُّ مُحِبُّ اللّٰہِ حَیٌّ"[3] (میں زندہ ہُوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر دوست زندہ ہے)۔

نامناسب افعال کرنے سے امواتِ مسلمین کو ایذا ہوتی ہے

اور بعض عامۂ مومنین اور بقیہ اموات کے ابدان گو سلامت نہ رہتے ہوں تاہم ان کی قبور پر بیٹھنے بلکہ ان پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جُوتوں کی آواز کرنے سے ان کو ایذا ہوتی ہے۔ احادیثِ صحیحہ سے یہ امر ثابت بلاریب ہے۔ حاکم و طبرانی عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پہ بیٹھے دیکھا، فرمایا :

یا صاحب القبر، انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک[4] — او قبر والے! قبر سے اُتر آ، نہ تُو صاحبِ قبر کو ایذا دے نہ وُہ تجھے۔

سعید بن منصور اپنی سُنن میں راوی: کسی نے حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبر پہ پاؤں رکھنے کا مسئلہ پُوچھا، فرمایا :

کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانّی — مجھ کو جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے

---

[1] و [2] و [3] شرح الصدور باب زیارۃ القبور وعلم الموتٰی خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۶

[4] شرح الصدور بحوالہ الطبرانی والحاکم باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی 〃 〃 〃 ۱۲۶

ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ[1]

اگر میّت پرانی ہوجائے اور مٹی میں مل جائے تو دوسرے کو اس قبر میں دفن کرنا، کھیتی باڑی کرنا اور اس پر عمارت بنانا جائز ہے۔

توجواب اس کا اوّلاً یہ ہے کہ یہ قول علامہ زیلعی کا احادیثِ مذکورہ اور روایاتِ مسطورہ کے معارض ہے لہٰذا قابلِ قبول نہیں ہے۔ اور ثانیاً یہ کہ علامہ شرنبلالی نے امداد الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کو رُد کر دیا ہے دوسری روایتِ معارضہ سے، پس قابلِ تعمیل نہیں۔

قال فی الامداد ویخالفہ ما فی التاتارخانیۃ اذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ[2] الخ۔

امداد الفتاح میں فرمایا اور تاتارخانیہ میں اس کے برعکس ہے، یعنی جب قبر میں میّت گل کر مٹی بھی ہوجائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کہ اس کی تعظیم وحُرمت کے خلاف ہے کہ اس میّت کی تعظیم وحرمت اب بھی باقی ہے۔ الخ

اور مؤیّد ہے اس کی وُہ جو علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ میں لکھا ہے:

معناہ ان الارواح تعلم بترك اقامة الحرمة وبالاستهانة فتاذی بذلك[3]

یعنی قبر پر تکیہ لگانے سے جو اہلِ قبور کو ایذا ہوتی ہے اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ رُوحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا، لہٰذا ایذا پاتی ہیں۔

اور شیخ الہند علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ رُوحِ وے ناخوش میدارد و راضی نیست بتکیہ کردن بر قبرِ وے از جہت تضمن وے اہانت واستخفاف را بوے[4]

اس سے مراد غالباً یہ ہے کہ اس کی روح قبر پر تکیہ لگانے سے ناخوش ہوتی ہے کیونکہ اس میں اس کی توہین ہے۔

جب قبر پر تکیہ لگانے سے اہلِ قبور کی اہانت اور ان کی توہین اور ان کی ترکِ تعظیم ہوتی ہے، تو اس پر کھیتی کرنے سے اور اس پر مکان بنانے سے تو بطریقِ اولیٰ ان کی توہین ہوگی، اور ثالثاً یہ کہ ہم میاں معترض

---

[1] تبیین الحقائق فصل السلطان احق بصلوٰتہ مطبعۃ کبریٰ امیریۃ مصر ۱/۲۴۶
[2] رد المحتار بحوالہ الامداد باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۹۹
[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النصف الثامن الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۰۵
[4] اشعۃ اللمعات باب الدفن فصل الثالث 〃 〃 〃 سکھر ۱/۶۹۹

اسی واسطے ہمارے فقہائے کرام احناف علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ :

"قبر پر رہنے کو مکان بنانا، یا قبر پر بیٹھنا، یا سونا، یا اس پر یا اس کے نزدیک بول و براز کرنا یہ سب امور اشد مکروہ قریب بحرام ہیں"

فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

ویکرہ ان یبنی علی القبر او یقعد او ینام علیہ او یطاء علیہ او یقضی حاجۃ الانسان من بول او غائط[1] الخ	قبر پر عمارت بنانا، بیٹھنا، سونا، روندنا، بول و براز کرنا مکروہ ہے۔

علامہ شامی اس کی دلیل میں حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں :

لان المیت یتأذی بما یتأذی بہ الحی[2]	یعنی اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مُردے بھی ایذا پاتے ہیں۔

بلکہ دیلمی نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے اس کُلیے کی تصریح روایت کی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

المیت یؤذیہ فی قبرہ ما یؤذیہ فی بیتہ[3]	میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اس سے ایذا پاتا ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی :

اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیٰوتہ[4]	مسلمان کو بعد موت دینی ایسی ہی ہے جیسے زندگی میں اسے تکلیف پہنچائی۔

اور اظہر من الشمس ہے کہ قبور کو کھود کر اُن پر رہنے کو مکان بنایا تو اس میں یہ سب امور موجود ہیں، جس سے یقیناً اہلِ قبور کی توہین ہوتی ہے اور ان کو ایذا دینا ہے، جو ہرگز ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی معترض کہے کہ شرح کنز میں علامہ زیلعی لکھتے ہیں :

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ — الفصل السادس فی القبر والدفن — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۱۶۶
[2] رد المحتار — فصل الاستنجاء — ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر — ۱/۲۲۹
[3] الفردوس بمأثور الخطاب — حدیث ۵۷۴ — دار الکتب العلمیۃ بیروت — ۱/۱۹۹
[4] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی شیبہ — باب تأذیہ بسائر وجوہ الاذی — خلافت اکیڈمی سوات — ص ۱۲۶

واذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ[1] انتھی۔

میں میّت گل کر مٹی بھی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میّت کی تعظیم و حُرمت اب بھی باقی ہے انتہی (ت)

اور یہ بھی خزانۃ الروایۃ میں ہے:

لا یجوز لاحد ان یبنی فوق القبور بیتا او مسجدا لان موضع القبر حق المقبور ولھذا لایجوز نبشہ[2] انتھی مختصرا۔

قبروں پر کسی کو گھر یا مسجد بنانا جائز نہیں کیونکہ قبر والی جگہ صاحبِ قبر کا حق ہے، اسی وجہ سے قبر کو کھودنا جائز نہیں ہے اھ مختصراً۔ (ت)

نمقہ الراجی الی رحمۃ ربہ الشکور عبدالغفور صانہ اللہ عن الاٰفات و الشرور۔

اسے لکھا ہے اپنے ربِ شکور کی رحمت کے امیدوار عبدالغفور نے، اللہ تعالٰی اسے آفات اور برائیوں سے بچائے۔ (ت)

للہ در المجیب حیث اجاب فاجاد واصاب فیما افاد حررہ المسکین محمد بشیر الدین عفی عنہ۔

اللہ تعالٰی مجیب کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے عمدہ جواب دیا اور صحیح افادہ فرمایا، اسے لکھا ہے مسکین محمد بشیر الدین عفی عنہ نے۔ (ت)

اس فتوے کو دیکھا، فتوٰی صحیح ہے، جواب درست ہے۔

حررہ محمد عبدالرشید دہلوی عفی عنہ

الجواب صحیح (جواب صحیح ہے۔ ت)

محمد افضل المجید عفی عنہ

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الامداد ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۹۹

[2] خزانۃ الروایۃ

marfat.com

نجدی شعار سے پوچھتے ہیں کہ تجھ کو کیسے معلوم ہوا کہ میّت بالکل مٹی ہوگئی ہے اور اس کی ہڈی بھی باقی نہیں رہی ہے۔ اس واسطے کہ قبر ابھی تک کھودی نہیں گئی ہے اور نہ میّت کے مٹی ہونے کا قرآن اور حدیث میں کوئی وقت مقرر ہوا ہے کہ اتنی مدّت کے بعد میّت کی ہڈیاں بھی مٹی ہوجاتی ہیں، بلکہ تجربے سے بارہا مشاہدہ ہوا ہے کہ کسی بہت پرانی بستی کے اطراف میں کوئی جگہ کھودی جائے تو اس میں قبور نکلیں جن میں ہڈیاں (بلکہ بعض کے ابدان) اب تک باقی صحیح وسلامت تھیں، کتنوں سے تین تین چار چار صدیوں کی قبور معلوم ہوتی تھیں تو بلا دلیل بلا ضرورت شرعی کے کسی ممنوع امر کا کسی مبہم روایت کی بنا پر مرتکب ہونا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اگر معترض پھر عود کرے اور کہے کہ بمبئی وغیرہ عظیم شہروں میں قبور کھود کر ان میں دوسرے اموات دفن کئے جاتے ہیں، تو اگر قبور کھودنے سے اموات کی توہین ہوتی ہے تو ان شہروں میں یہ کام کیوں ہوتا ہے، تو جواب اس کا یہ ہے کہ ان شہروں میں جگہ بہت تنگ ہے، قبرستانوں میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ میّت کے لیے الگ الگ قبر ہو، لہذا اس ضرورتِ شدیدہ سے یہ جائز ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات (بوقتِ ضرورت منع کردہ چیزیں بھی جائز ہوجاتی ہیں۔ ت) قاعدۂ متفقہ ہے۔ کبیری شرح منیہ میں ہے:

ولا یحفر قبر لدفن اخر مالم یبل الاوّل فلم یبق له عظم الا عند الضرورۃ بان لم یوجد مکان سواہ[1] الخ۔

دوسرے مُردہ کو دفن کرنے کے لیے قبر نہ کھودی جائے جب تک پہلا مُردہ بوسیدہ نہ ہوجائے یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں باقی نہ رہیں مگر بوقتِ ضرورت قبر کھودنا جائز ہے جبکہ اس کے بغیر کوئی دوسری جگہ میسّر نہ ہو الخ (ت)

بالجملہ صورتِ مسئولہ میں قبور کو کھود کر ان پر مکانات بنانا ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں اور بلا شبہہ وشک ایسا کرنے سے اہلِ قبور کی توہین ہوگی جو جائز نہیں ہے۔

ھذا ما عندی والعلم الاتم عند ربّی قال بفمه وامر برقمه العبد الفقیر محمد عمر الدین السنی الحنفی القادری الھزاروی عفا اللہ تعالٰی عنه۔

یہ میری تحقیق ہے اور علم کامل میرے رب کے پاس ہے، یہ فتوٰی بزبانِ خود کہا ہے اور اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے بندۂ فقیر محمد عمر دین سنّی حنفی قادری ہزاروی نے (عفا اللہ تعالٰی عنہ)۔ (ت)

جو کچھ مجیب لبیب نے لکھا ہے حق اور صواب ہے۔ چنانچہ خزانۃ الروایۃ میں ہے:

فی مفید المستفید عن مفاتیح المسائل

مفاتیح المسائل سے مفید المستفید میں ہے جب قبر

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۰۷

اھلہ وحزبہ المکرمین عنداللہ جمیعا و اشتاتا۔ جزی اللہ المجیب خیرا ویثیب۔

آل، اصحاب، اہل اور آپ کے گروہ پر جو عند اللہ مکرم ہیں، اجتماعی اور متفرق طور پر، اللہ مجیب کو جزائے خیر اور ثواب عطا فرمائے۔ (ت)

جامع الفضائل، قامع الرذائل، حامی السنن، ماحی الفتن مولٰنا مولوی محمد عمر الدین جعلہ اللہ کاسمہ عمر الدین وللسعیہ ورعیہ عمر الدین کا جواب ناہج مناہج صواب کافی ووافی ہے، مگر بحکم المامور معذور بنظر تکثیر افاضہ دو وصل مفید کا اضافہ منظور۔ وصلِ اوّل اس بیانِ مجیب کی تائید وتصویب میں کہ قبورِ مسلمین کی تعظیم ضرور اور اہانت محظور، اور یہ کہ کیا کیا امور موجب ایذائے اصحابِ قبور۔ یہاں اگر سلسلۂ سخن میں بعض امور مذکورہ جواب کا اعادہ ہو تو غیر محذور کہ تکرّر فرع موجب مزید تاکید واوقع فی الصدور ع

والمسک ماکررتہ یتضوع

وصل دوم میں احقاقِ مرام وازہاقِ اوہام وتبکیت مخطیان نجاریۂ لیام، اور اس امر کا بیانِ کامل وتام کہ مقابرِ عام مسلمین میں کوئی وقفی مکان بنانا بھی حرام نہ کہ اپنی سکونت وآرام کا مقام، نیز روایت علّامہ زیلعی کی تحقیقِ انیق۔ اس وصل میں دو فتوے فقیر کی نقل پر قناعت ہے کہ ان میں بحمد اللہ تعالٰی کفایت ہے، وباللہ التوفیق۔

وصلِ اوّل

عُلمائے کرام کا اتفاق ہے کہ مسلمان کی عزّت مُردہ وزندہ برابر ہے۔ محقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الاتفاق علٰی ان حُرمۃ المسلم میتا کحرمتہ حیا۔[1]

اس بات پر اتفاق ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت وحرمت زندہ مسلمان کی طرح ہے۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

کسر عظم المیّت واذاہ ککسرہ حیا۔[2]
رواہ الامام احمد وابوداؤد وابن ماجۃ

مُردے کی ہڈّی کو توڑنا اور اسے ایذا پہنچانا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا۔ اسے امام احمد و

---

[1] فتح القدیر | فصل فی الدفن | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۲/۱۰۲
[2] سنن ابی داوٗد | کتاب الجنائز | آفتاب عالم پریس لاہور | ۲/۱۰۲

الجواب صحیح وصواب (جواب صحیح اور درست ہے۔ ت)

حررہ العبد المفتقر مطیع الرسول عبد المقتدر القادری البدایونی عفی عنہ۔

۱۳۱۷
الرسول قادری
حنفی
محمد عبد المقتدر مطیع

ذلک کذلک (یہ جواب بے مثال ہے۔ ت) محمد فضل احمد البدایونی عفی عنہ

المجیب مصیب (جواب درست ہے۔ ت)

۱۳۱۸
قادری
محمد ابراھیم

اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب (جواب درست دیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ ت)

محمد حافظ بخش المدرس بالمدرسۃ المحمدیہ بلدہ بدایوں

بخش حنفی
محمد حافظ

صح الجواب (جواب صحیح ہے۔ ت)

حررہ عبد الرسول محب احمد عفی عنہ المدرس بالمدرسۃ الشمسیۃ الکائنۃ بجامع بدایوں

محب احمد قادری
عبد الرسول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الارض کفاتا ۵ و اکرم المومنین احیاء و امواتا ۵ و جعل موتھم راحۃً وسباتاً ۵ وحرم اھانتھم تحریمًا بتاتاً ۵ و الصلٰوۃ والسلام علی من سقانا من فضلہ وفضلتہ ماء فراتا ۵ واعطانا فی کل محجۃ ابلج حجۃ نقضا واثباتا ۵ وابد تعظیم المؤمنین ابد الابدین ولم یوقت لہ میقاتاً ۵ فجعلھم عظاما وان صاروا عظاما ۵ وحرم ایذاءھم ولو کانوا رفاتاً ۵ وعلٰی اٰلہ وصحبہ و

تمام تعریفیں اس اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جس نے زمین کو جمع کرنیوالی بنایا، زندہ اور مُردہ مومنوں کو عزت بخشی اور ان کی موت کو سکون وآرام بنایا اور ان کی توہین کو قطعی طور حرام کیا، درود وسلام ہو اس ذات پر جس نے اپنے احسان اور بقیہ سے ہمیں خوب میٹھا پانی پلایا، اور ہر میدان میں ہمیں نقض و اثبات کے لیے بھاری حجت عطا فرمائی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مومنوں کو عزت بخشی اور اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہ فرمایا اور مومنوں کو عظمت والا بنایا اگرچہ وہ ہڈیاں ہوجائیں، اور ان کو ایذا دینا حرام کیا اگرچہ وہ ریزہ ریزہ ہوجائیں، اور آپ کے

marfat.com

یہاں تک ہمارے علماء نے تصریح فرمائی، قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس میں آدمیوں کو چلنا حرام ہے،

فی الشامیۃ عن الطحطاویۃ آخر کتاب الطہارۃ نصوا علی ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیہا حرام[1]

آخر کتاب الطہارۃ شامی میں طحطاوی سے ہے علمائے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس پر چلنا حرام ہے۔

اور فرماتے ہیں:

"مقبرے کی گھاس (سبز) کاٹنا مکروہ ہے کہ جب تک وُہ (گھاس سبز) تر رہتی ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ اس (سبز گھاس) سے اموات کا دل بہلتا ہے اور ان پر رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے، ہاں خشک گھاس کاٹ لینا جائز ہے مگر وہاں سے تراش کر جانوروں کے پاس لے جائیں، اور یہ ممنوع ہے کہ انھیں گورستان میں چرنے چھوڑ دیں۔"

فی جنائز ردالمحتار یکرہ ایضا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرۃ دون الیابس کما فی البحر والدرر وشرح المنیۃ[2] وعللہ فی الامداد بانہ مادام رطبا یسبح اللہ تعالٰی فیونس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ ونحوہ فی الخانیۃ انتہی[3]، وفی العٰلمگیریۃ عن البحر الرائق لوکان فیہا حشیش یحش ویرسل الی الدواب ولاترسل الدواب فیہا[4] اھ۔

ردالمحتار کے جنائز میں ہے کہ تر گھاس کا مقبرے سے کاٹنا مکروہ ہے خشک کا نہیں، جیسا کہ بحر، درر اور شرح منیہ میں ہے، اور امداد میں اس کی یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ جب تک وہ تر رہتی ہے اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے جس سے میّت کو انس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر کی وجہ سے رحمت نازل ہوتی ہے، اور خانیہ میں بھی اسی طرح ہے انتہیٰ، اور علمگیریہ میں بحر الرائق سے ہے کہ اگر قبرستان میں خشک گھاس ہو تو کاٹ کر لائی جاسکتی ہے مگر جانور اس میں نہ چھوڑے جائیں اھ۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو مقابر میں جُوتا پہنے چلتے دیکھا، ارشاد فرمایا:

"ہائے کم بختی تیری اے طائفی جُوتے والے! پھینک اپنی جُوتی۔"

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۲۲۹

[2] و [3] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۶۰۶

[4] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الرباطات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۷۱

marfat.com

باسناد حسن عن امّ المؤمنین عائشة الصدّیقة رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

وابوداؤد وابن ماجہ نے بسندِ حسن ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔

یہ حدیث مسند الفردوس میں ان لفظوں سے ہے : سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

المیّت یؤذیہ فی قبرہ مایؤذیہ فی بیتہ[1]۔

مُردے کو قبر میں بھی اس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر میں اسے اذیّت ہوتی۔

علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں :

افادان حرمة المؤمن بعد موتہ باقیة[2]۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہُوا کہ مسلمان کی حُرمت بعد موت کے بھی ویسے ہی باقی ہے۔

سیّدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ[3]۔ رواہ ابی بکر بن ابی شیبة۔

مسلمان مُردہ کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندہ کو۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا۔

علماء فرماتے ہیں :

المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی[4]۔ کذا فی ردّ المحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار۔

جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مُردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں۔ جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ معتمد کتب میں مذکور ہے۔ (ت)

علامہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اشعۃ اللمعات میں امام علامہ ابوعمر یوسف بن عبدالبر سے نقل فرماتے ہیں :

ازیں جا مستفاد میگردد کہ میت متألم میگردد بجمیع آنچہ متألم میگردد بدان حی ولازم اینست کہ متلذذ گردد بتمام آنچہ متلذذ میشود بدان زندہ[5]، انتہی۔

اس جگہ یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے زندہ کو درد پہنچتا ہے ان تمام سے مردہ کو بھی الم پہنچتا ہے، اور یہ لازم ہے کہ جن چیزوں سے زندہ کو لذت حاصل ہو ان سب سے میّت کو بھی لذت حاصل ہوتی ہے انتہی۔ (ت)

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۷۵۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۹۹

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۶۲۳۱ دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۵۵۱

[3] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی شیبہ فصل تأذیہ لسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[4] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۲۲۹

[5] اشعۃ اللمعات باب دفن المیّت فصل ثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۶

marfat.com

وابن ماجۃ عن سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نسائی وابن ماجہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: مجھے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، ارشاد فرمایا: "او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اُتر آ، صاحبِ قبر کو ایذا نہ دے، نہ وہ تجھے ایذا دے۔"

اخرج الطحاوی فی معانی الآثار والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن والحاکم وابن مندۃ عن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال رآنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جالسًا علی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک[1] ولفظ امام الحنفی فلا یؤذیک[2]

طحاوی نے معانی الآثار میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں بسندِ حسن اور حاکم اور ابن مندہ نے عمارہ بن حزم سے روایت کی کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا: اے قبر پر بیٹھنے والے قبر سے اُتر اور قبر والے کو تکلیف نہ دے اور وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ اور امام حنفی کے لفظ یہ ہیں فلا یؤذیک (پس وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ت)

اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا: عمرو بن حزم کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا:

لا تؤذِ صاحب القبر[3] کما فی المشکوٰۃ **قلت** وھذا الحدیث لایلائمہ تاویل الامام ابی جعفر والنھی عن شیئ لاینافی النھی عن اعم منہ فافھم۔

صاحبِ قبر کو ایذا نہ دے، جیسے مشکوٰۃ میں ہے۔ میں کہتا ہوں اس حدیث سے امام ابوجعفر کی تاویل مناسبت نہیں رکھتی ہے اور کسی چیز سے روکنا اس چیز سے عام کے روکنے کو مستلزم نہیں، تو غور کیجئے۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ شرح میں فرماتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روحِ وے ناخوش می دارد وراضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر وے جہت تضمن وے اہانت واستخفاف را بوے[4] اھ۔

شاید مراد یہ ہے کہ اس کی رُوح ناراض ہوتی ہے اپنی قبر پر تکیہ لگانے کی وجہ سے اہانت محسوس کرتی ہے۔ اھ

---

[1] شرح الصدور بحوالہ الطبرانی والحاکم وابن مندۃ باب تاذیہ لبسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[2] شرح معانی الآثار باب الجلوس علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۶

[3] مشکوٰۃ المصابیح باب دفن المیت فصل ثالث مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

[4] اشعۃ اللمعات باب دفن المیت نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۹۹

marfat.com

اخرج الائمۃ ابوداؤد والنسائی والطحطاوی وغیرھم عن بشیر بن الخصاصیۃ واللفظ للامام الحنفی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رای رجلا یمشی بین القبور فی نعلین، فقال ویحک یا صاحب السبتیتین الق سبتیتیک[1] اھ۔ السِبتۃ بکسر المھملۃ وسکون الموحدۃ ھی التی لاشعر فیھا۔ قال القاضی عیاض کان من عادۃ العرب لبس النعال بشعرھا غیر مدبوغۃ وکانت المدبوغۃ تعمل بالطائف وغیرہ[2] الخ۔

ابوداؤد، نسائی اور طحطاوی وغیرہم نے بشیر بن خصاصیہ سے روایت کی اور لفظ امام حنفی کے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو قبروں کے درمیان جوتیاں پہن کر چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: خرابی ہو تیری اے جوتیوں والے اپنی جوتیاں اتار دے۔ سبتہ مہملہ کے کسرہ اور سکون بائے سے مراد وہ چمڑا ہے جس میں بال نہ ہوں۔ قاضی عیاض نے فرمایا: عرب والے کچے چمڑے کے مع بالوں کے جوتے پہنا کرتے تھے اور پکائے ہوئے چمڑے کے جوتے طائف وغیرہ میں بنائے جاتے تھے الخ۔

فاضل محقق حسن شرنبلالی اور ان کے استاذ علامہ محمد بن احمد حموی فرماتے ہیں: "چلنے میں جو آوازِ کفش پا سے پیدا ہوتی ہے اموات کو رنج دیتی ہے۔"

حیث قال فی مراقی الفلاح اخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمہ اللہ تعالٰی بانھم یتأذون بخفق النعال انتھی[3] اھ۔ اقول وجھہ ماسیأتی عن العارف الترمذی رحمہ اللہ تعالٰی۔

اس لیے کہ مراقی الفلاح میں کہا کہ مجھے خبر دی میرے شیخ علامہ محمد بن احمد حموی حنفی رحمہ اللہ تعالٰی نے کہ مُردے جوتیوں کی پہچل سے تکلیف محسوس کرتے ہیں اھ۔ میں کہتا ہوں اس کی دلیل عنقریب عارف ترمذی سے منقول ہو کر آئے گی۔

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان یجلس احدکم علٰی جمرۃ فتحرق ثیابہ حتی تخلص الٰی جلدہ خیر لہ من ان یجلس علٰی قبر[4]۔ رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی

بیشک آدمی کو آگ کی چنگاری پر بیٹھا رہنا یہاں تک کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر جلد تک توڑ جائے، اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے۔ اسے مسلم و ابوداؤد و

---

[1] شرح معانی الآثار — باب المشی بین القبور بالنعال — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۲

[2] تاریخ سبتۃ للقاضی عیاض

[3] مراقی الفلاح علٰی ھامش حاشیۃ الطحطاوی — فصل فی زیارۃ القبور — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۲

[4] سنن ابی داؤد — کتاب الجنائز — آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۰۴

فی سننه کما فی شرح الصدور۔

کرتا ہوں۔ اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بیان کیا جیسا کہ شرح الصدور میں ہے۔

اقول وھذہ الاحادیث تؤید ما اخترنا وتؤذن ان تاویل ابی جعفر رحمه اللہ تعالیٰ لیس فی محله فبما فی عامة الکتب نأخذ لاعتضادھا بنصوص الاحادیث، ولانه علیه الاکثر وقد نصوا ان العمل بما علیه الاکثر، وانه لایعدل عن روایة ما وافقها درایة فکیف اذا کان ھو الاشھر الاظھر الاکثر الازھر وبھذا یضعف ما زعم العلامة البدر فی العمدة فتبصر۔

میں کہتا ہوں ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو بات ہم نے اختیار کی ہے وُہ درست ہے، اور ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تاویل برمحل نہیں۔ لہٰذا ہم وُہ مسلک اختیار کرتے ہیں جو [illegible] کتب میں ہے، کیونکہ اسے احادیث کی صراحت سے تقویت حاصل ہے، اور اس لیے بھی کہ اکثر کا یہی قول ہے کیونکہ علماء نے صراحت کردی ہے کہ عمل اس پر ہوگا جس پر اکثریت ہوگی اور یہ کہ اس روایت سے عدول نہیں کیا جاتا ہے جو درایت کے مطابق ہو، تو پھر اس سے عدول کا جواز کیا ہوگا جو اشہر، اظہر، اکثر اور واضح ہے، اور اسی سے علامہ بدر کا زعم عمدہ میں ضعیف قرار پاتا ہے، تو غور کیجئے۔

ان ہی احادیث سے ہمارے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے بے ضرورتؔ قبر پر چلنے اور اس پر بیٹھنے اور پاؤں رکھنے سے منع فرمایا کہ یہ سب حرمتِ مومن کے خلاف ترکِ ادب وگستاخی ہے،

ففی النوادر والتحفة والبدائع والمحیط وغیرھا

تو نوادر، تحفہ، بدائع اور محیط وغیرہ میں ہے کہ

ع قوله بے ضرورت، ضرورت کی صورت مثلاً قبرستان میں میت کے لیے قبر کھودنے یا دفن کرنے جانا چاہتے ہیں بیچ میں قبریں حائل ہیں اس حاجت کیلئے اجازت ہے پھر بھی جہاں تک بن پڑے بچتے ہُوئے جائیں اور ننگے پاؤں ہوں، ان اموات کیلئے دعا واستغفار کرتے جائیں،

فی حاشیة العلامة الطحطاوی علی مراقی الفلاح عن شرح المشکوٰۃ الوطء لحاجة کدفن المیت لایکرہ اھ وعن السراج فان لم یکن له طریق الاعلی القبر جاز له المشی علیه للضرورۃ[1]۔ ۱۲ منه

علامہ طحطاوی کے حاشیہ علی مراقی الفلاح میں شرح مشکوٰۃ سے ہے کہ ضرورت کے پیشِ نظر مثلاً میت کو دفن کرنے جانا ہو تو قبروں پر سے گزرنا مکروہ نہیں اھ اور سراج سے ہے کہ اگر قبر پر ہی گزرنے کا راستہ ہو تو اس پر چلنا ضرورتاً جائز ہے ۱۲ منه (ت)

---

[1] حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۰

اقول اس توجیہ پر امام علامہ محدث عارف باللہ حکیم الامۃ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہ نے جزم فرمایا۔ تصریح فرماتے ہیں کہ:

"ارواح کو ان کی بے حرمتی و تنقیصِ شان معلوم ہو جاتی ہے لہٰذا ایذا پاتی ہیں"۔

قال سیدی عبد الغنی فی الحدیقۃ عن نوادر الاصول معناہ ان الارواح تعلم بالترک اقامۃ الحرمۃ وبالاستھانۃ فتتأذی بذلک[1] اھ۔

سیدی عبد الغنی نے حدیقہ میں نوادر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: اس کے یہ معنی ہیں کہ ارواح اپنی اہانت و ذلت کو محسوس کرتی ہیں اور اس سے انھیں ایذا ہوتی ہے اھ

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان امشی علی جمرۃ اوسیفٍ او اخصف نعلی برجلی احب الی من ان امشی علی قبرٍ[2] رواہ ابن ماجۃ عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ و اسنادہ جید کما افادہ المنذری۔

البتہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی قبر پر چلوں۔ اسے ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اس کی سند عمدہ ہے جیسا کہ منذری نے افادہ کیا۔ (ت)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لان اطاء علی جمرۃ احب الی من ان اطاء علی قبر مسلم۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن[3] قالہ امام عبد العظیم۔

بے شک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں بسندِ حسن روایت کیا۔ جیسا کہ امام عبد العظیم نے کہا ہے۔ (ت)

ان ہی صحابی اجل کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ[4]۔ اخرجہ سعید بن منصور

میں جس طرح مسلمان کی ایذا اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں یونہی بعد موت اس کی ایذا کو ناپسند

---

[1] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف القسمۃ فی آفات الرجل مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۰۵
[2] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النہی عن المشی علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳
[3] الترغیب والترہیب الترہیب من الجلوس علی القبر الخ مصطفی البابی مصر ۴/۳۷۲
[4] شرح الصدور باب تأذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۲۶

marfat.com

اور محیط سے نقل فرمایا:

یکرہ ان یطأ علی القبر یعنی بالرجل ویقعد علیہ[1] اھ قولہ یعنی بالرجل قلت فسّر بذلک لئلا یحمل علی الجماع۔

قبر کو پیروں سے روندنا اور اس پر بیٹھنا مکروہ ہے اھ قلت پیروں سے روندنے کی تشریح اس لیے کر دی کہ جماع پر محمول نہ کیا جائے۔

اقول ویکرہ ایضاً بل اشد لما فیہ من زیادۃ الاستخفاف کالوطئ علی سطح المسجد مع الدلالۃ علی تناھی القلب فی تناسی الموت، فکان الحمل علی الوطأ بالرجل لیکون ادخل فی النھی عن الوطأ بمعنی الجماع بطریق دلالۃ النص لا لانہ غیر مکروہ ھکذا ینبغی ان یفھم۔ اور جامع الفتاوٰی سے لائے: انہ والتراب الذی علیہ حق المیت فلا یجوز ان یوطأ[2]۔ اور مجتبٰی سے لائے: ان المشی علی القبور یکرہ[3]۔ اور شرعۃ الاسلام وشرح شرعہ سے: من السنہ ان لا یطأ القبور فی نعلیہ فان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یکرہ ذلک الخ[4] اور امام شمس الائمہ حلوانی سے: انہ قال یکرہ[5]۔ اور امام علی ترجمانی سے: قال یأثم بوطئ القبور لان سقف القبر حق المیت[6] اھ۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) جماع بھی مکروہ ہے بلکہ اس کی کراہت زائد ہے کیونکہ اس میں زیادہ توہین ہے، جیسے مسجد کی چھت پر وطی کرنا، پھر اس میں موت کا بھول جانا بھی شامل ہے۔ لہٰذا پیروں سے روندنے پر محمول کرنا اس لیے ہے تاکہ جماع کی ممانعت پر بطریق دلالت النص دلالت کرے۔ یہ مطلب نہیں کہ وطی مکروہ نہیں، اس طرح سمجھنا چاہیے۔ اور جامع الفتاوٰی سے نقل کیا کہ یہ وُہ مٹی ہے جس پر میّت کا حق ہے لہٰذا اس کو روندنا جائز نہیں۔ اور مجتبٰی میں ہے: قبروں پر چلنا مکروہ ہے۔ شرعۃ الاسلام اور اس کی شرح میں ہے: سنّت یہ ہے کہ جُوتوں سمیت قبریں نہ روندی جائیں کیونکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے مکروہ سمجھتے تھے ـــــ اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ یہ مکروہ ہے ـــــ اور امام علی ترجمانی سے ہے کہ قبروں کے روندنے سے گناہگار ہوگا کیونکہ قبر کی چھت میّت کا حق ہے۔

اقول وھذا نص علی ما اخترنا من کراھۃ التحریم اذ لا اثم فی المکروہ تنزیھا، لان مرجعہ الی خلاف الاولٰی، ولانہ

اقول (میں کہتا ہُوں۔ت) یہ بھی ہمارے اختیار کردہ قول کراہت تحریمہ کی صراحت کرتا ہے کیونکہ مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا وہ صرف خلافِ اولٰی ہے نیز

[1] و[2] و[3] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۰۴
[4] و[5] و[6] " " " " " " " " " " ۲/۵۰۵

marfat.com

ان اباحنیفۃ کرہ وطء القبر والقعود او النوم او قضاء الحاجۃ علیہ[1] کذا نقل العلامۃ ابن امیرالحاج فی الحلیۃ۔

ابوحنیفہ نے قبر کا روندنا، بیٹھنا، سونا، اس پر قضائے حاجت کرنا مکروہ کہا ہے۔ اسی طرح ابنِ امیرالحاج نے حلیہ میں نقل کیا۔

اقول والکراھۃ عند الاطلاق کراھۃ تحریم کماصرحوا بہ مع مایفیدہ من النھی الوارد فی الاحادیث معللاً بالایذاء والایذاء حرام فھذا ماندین اللہ تعالٰی بہ وان قیل وقیل۔

میں کہتا ہوں جب کراہت مطلق ہو تو مراد کراہتِ تحریم ہوتی ہے جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے، پھر اس نہی سے بھی تائید ہوتی ہے جو احادیث میں ایذاء کی علّت سے متعلق وارد ہے اور ایذا حرام ہے، پس دیانتداری کی بات یہی ہے اب خواہ کوئی کچھ کہتا رہے۔

حاشیہ طحطاوی علی شرح نورالایضاح میں سراج وہاج سے ہے:

ان لم یکن لہ طریق الا علی القبر جاز لہ المشی علیہ للضرورۃ[2] اھ **اقول** وھذا ایضا دلیل علی مااخترنا من کراھۃ التحریم فان المفھوم المخالف معتبر فی الروایات وکلام العلماء بالاتفاق فافاد ان المشی لایجوز بلاضرورۃ ومالایجوز فادناہ کراھۃ التحریم۔

اگر قبر پر ہی سے راستہ ہو تو اس پر چلنا ضرورتاً جائز ہے۔ اھ **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) اس سے بھی ثابت کہ ہمارا قول کراہتِ تحریمی کا درست ہے، کیونکہ مفہوم مخالف روایات اور کلام علماء میں بالاتفاق معتبر ہے، تو معلوم ہُوا کہ بلا ضرورت قبر پر چلنا ناجائز ہے اور جو ناجائز ہو اس کا ادنٰی درجہ مکروہِ تحریمی ہے۔

سیّدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

قال الوالد رحمہ اللہ تعالٰی فی شرحہ علی الدرر ویکرہ ان یوطأ القبر لماروی عن ابن مسعود[3] الخ وذکر اثرالذی رویناہ۔

والد صاحب نے درر کی شرح میں فرمایا کہ قبر کا روندنا مکروہ ہے جیسا کہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے الخ، پھر آپ نے وہی اثر ذکر کیا جو ہم روایت کرچکے ہیں۔

---

[1] بدائع الصنائع — فصل فی سنۃ الدفن — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۳۲۰
تحفۃ الفقہاء — باب الدفن وحکم الشہداء — دارالکتب العلمیۃ بیروت — ۲/۲۵۷
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح — فصل فی زیارۃ القبور — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ص ۳۴۰
[3] حدیقہ ندیہ — الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل — نوریہ رضویہ فیصل آباد — ۲/۵۰۴

marfat.com

اسی میں ہے:

کرہ وطؤھا بالاقدام لما فیہ من عدم الاحترام، وقال قاضی خان لو وجد طریقا فی المقبرۃ وھو یظن انہ طریق احدثوہ لایمشی فی ذالک وان لم یقع فی ضمیرہ لاباس بان یمشی فیہ[1] اھ ملخصا۔

قبروں کو پیروں سے روندنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں بےحرمتی ہے۔ قاضی خاں نے کہا کہ اگر کسی شخص نے قبرستان میں کوئی راستہ دیکھا جس کے بارے میں اسے گمان ہے کہ یہ لوگوں نے نیا بنالیا ہے تو وہ اس پر نہ چلے اور اگر اس کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا نہ ہو تو چلنے میں مضائقہ نہیں اھ ملخصاً۔

اقول وھذا ایضا دلیل ما اخترناہ فانہ علق نفی البأس ان لایقع فی قلبہ انہ طریق علٰی قبر فافاد وجود البأس فیما اذا وقع ذلك فی نفسہ وایضا قد تقدم التصریح بالحرمۃ عن الشامی والطحطاوی عن علمائنا رحمھم اللہ تعالٰی۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) یہ بھی ہمارے قول کی دلیل ہے کیونکہ اس میں جواز کی صورت دل میں اس خیال کا نہ آنا ہے کہ یہ راستہ قبروں پر بنایا گیا ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہُوا کہ اگر اس کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا ہو تو پھر مضائقہ ہوگا، نیز شامی اور طحطاوی جو ہمارے علماء ہیں رحمہم اللہ تعالٰی اُن سے منقول شدہ حرمت کی تصریح پہلے گزر چکی ہے۔

علامہ اسمٰعیل نابلسی حاشیۂ درر وغرر میں فرماتے ہیں:

لاباس بزیارۃ القبور والدعاء للاموات ان کانوا مومنین[عہ] من وطئ القبور۔ کما فی البدائع والملتقط[2] اھ۔

قبروں کی زیارت اور مُردوں کے حق میں دُعا کرنے میں حرج نہیں بشرطیکہ قبریں نہ روندی جائیں، جیسا کہ بدائع اور ملتقط میں ہے۔

طریقہ محمدیہ میں ہے:

من اٰفات الرجل المشی علی المقابر[3] اھ۔

پَیر کی آفتوں میں سے قبروں کا روندنا ہے۔اھ

امام علامہ محقق علی الاطلاق ان لوگوں پر اعتراض فرماتے ہیں جن کے اعزاء و اقرباء کے گرد مخلوق دفن ہے،

عہ علٰی صیغۃ المفعول ای اٰمنین ۱۲ مؤمنین صیغۂ مفعول ہے یعنی جب وُہ محفوظ رہیں ۱۲ (ت)

---

[1] مراقی الفلاح علٰی ہامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۲

[2] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ شرح الدرر الصنف الثامن فی آفات الرجل مکتبہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۵

[3] طریقہ محمدیہ الصنف الثامن فی آفات الرجل مطبع ہندو پریس دہلی ۲/ ۲۵۹

marfat.com

ربما تعمده النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بیانًا للجواز والنبی معصوم عن تعمد الاثم ولان الموثم لا یجوز فلا معنی لبیان الجواز ولانهم صرحوا انه یجامع الاباحة کما فی اشربة رد المحتار ابی السعود ، والمعصیة لا تجامعها ولانهم یعبرون عنها بنفی الباس وای باسٍ اعظمُ من الاثم ولان الموثم واجب الترك وما وجب ترکه کان فعله مقاربا بالحرام وهذا معنی کراهة التحریم، ولانهم نصوا ان فاعل المکروه تنزیها لا یعاقب اصلا کما فی التلویح مع ما اعتقدنا ان اللہ تعالٰی ان یعاقب علی کل جریرة ولو صغیرة فهذه بحمد اللہ تعالٰی سبعة دلائل ناطقة بان ماوقع عن بعضٍ عہ ابناء الزمان فی رسالة شرب الدخان من ان المکروه تنزیها من الصغائر غلط فاحش وخطاءٌ عظیمٌ نعم قد صرح صاحب البحر فی بحره ان المکروه تحریما منها فتثبت ولا تخبط۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیانِ جواز کے لیے قصداً ایسا کیا اور نبی قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے، اور گناہ میں مبتلا کرنے والی چیز کا ارتکاب جائز نہیں ہوتا تو بیانِ جواز کے کیا معنی ؛ پھر یہ اباحت کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے جیسا کہ اشربۂ ردالمحتار میں ابی السعود سے ہے اور معصیت اباحت کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی ہے ، پھر علماء اس کی تعبیر نفی باس سے کرتے ہیں اور گناہ سے بڑھ کر کون باس عظیم ہوگا ، اور اس لیے کہ گناہگار بنانے والی چیز واجب الترک ہے اور جس چیز کا ترک واجب ہو اس کا فعل حرام کے قریب ہوگا اور یہی معنی کراہت تحریم کے ہیں ، اور اس لیے بھی کہ فقہاء نے تصریح کردی ہے کہ مکروہ تنزیہی کے فاعل پر بالکل گناہ نہ ہوگا جیسا کہ تلویح میں ہے ۔ اس کے ساتھ ہی ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ چھوٹے سے چھوٹے جرم پر سزا دے سکتا ہے ۔ بحمد اللہ تعالٰی یہ سات دلائل ہیں جن سے معلوم ہوا کہ بعض ابناءِ زمانہ نے رسالہ شرب الدخان میں مکروہِ تنزیہی کو صغائر سے بتا کر فاحش غلطی اور خطاءِ عظیم کی ہے ، البتہ صاحبِ بحر نے اپنی بحر میں تصریح کی ہے کہ مکروہِ تحریمی صغائر سے ہے ۔ پس اسے سمجھ اور دیوانہ نہ بن ۔

نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے :

فصل فی زیارة القبور ندب زیارتها من غیر ان یطأ القبور[1]

"فصل زیارتِ قبور کے بیان میں" زیارتِ قبور مستحب ہے مگر قبریں نہ روندی جائیں۔

عہ هو المولوی عبد الحی اللکنوی ۱۲

وہ مولوی عبدالحی لکھنوی ہے ۱۲ (ت)

[1] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۰

marfat.com

بعض المتاخرين۔ امام ابوجعفر اوران کے تابع بعض متأخرین کے۔

اور اس فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ نے حضرت سیدی ابوالحسین نوری مدظلہ العالی سے سُنا کہ ہمارے بلاد میں مارہرہ مطہرہ کے قریب ایک جنگل میں گنج شہیداں ہے، کوئی شخص اپنی بھینس لیے جاتا تھا، ایک جگہ زمین نرم تھی، ناگاہ بھینس کا پاؤں جارہا، معلوم ہوا یہاں قبر ہے، قبر سے آواز آئی: "اے شخص! تُو نے مجھے تکلیف دی، تیری بھینس کا پاؤں میرے سینے پر پڑا۔" فیہا قصۃ لطیفۃ تدل علٰی عظیم قدرۃ اللہ تعالٰی وعجیب صنعہ فی الشہداء (اس میں لطیف قصّہ ہے جو شہداء کے بارے میں اللہ تعالٰی کی قدرت عظیمہ اور عجیب صناعی پر دلالت کرتا ہے۔ ت)

اب بحمداللہ تعالٰی حکم مسئلہ مثل آفتاب روشن ہوگیا، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے قبر پر بیٹھنے اور اس سے تکیہ لگانے اور مقابر میں جُوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا، اور علماء نے اس خیال سے کہ قبور پر پاؤں نہ پڑے گورستان میں جو راستہ جدید نکالا گیا ہو اس میں چلنے کو حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبر پر پاؤں نہ رکھیں بلکہ اس کے پاس نہ سوئیں، سنّت یہ ہے کہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ بلحاظِ ادب پاس بھی نہ جائیں، دُور ہی سے زیارت کرآئیں اور قبرستان کی خشک گھاس اگرچہ جانوروں کو کھلانا جائز فرمایا مگر یُوں کہ یہاں سے کاٹ کر لے جائیں نہ کہ جانوروں کو مقابر میں چرائیں اور تصریح فرمائی کہ مسلمان زندہ ومردہ کی عزّت برابر ہے، اور جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مُردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور انھیں تکلیف دینا حرام، تو خود ظاہر ہُوا کہ یہ فعل مذکور فی السوال کس قدر بے ادبی وگستاخی وباعثِ گناہ واستحقاق عذاب ہے۔ جب مکانِ سکونت بنایا گیا تو چلنا پھرنا، بیٹھنا لیٹنا، قبور کو پاؤں سے روندنا، ان پر پاخانہ، پیشاب، جماع سب ہی کچھ ہوگا اور کوئی دقیقہ بے حیائی اور اموات مسلمین کی ایذا رسانی کا باقی نہ رہے گا والعیاذ باللہ رب العالمین۔

علماء فرماتے ہیں: جہاں چالیس مسلمان جمع ہوتے ہیں ان میں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے کما صرح بہ العلامۃ المناوی رحمہ اللہ تعالٰی فی التیسیر شرح الجامع الصغیر (جیسا کہ علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالٰی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں تصریح کی۔ ت)

اور ظاہر ہے کہ مقابرِ مسلمین میں صدہا مسلمانوں کی قبریں ہوتی ہیں بلکہ خدا جانے ایک ایک قبر میں کس کس قدر دفن دفن ہیں تو بالضرورت ان میں بندگانِ مقبول بھی ضرور ہوں گے بلکہ اس امر کی اموات میں زیادہ امید ہے کہ بہت بندے خدا کے جو زندگی میں آلودۂ گناہ تھے بعدِ موت پاک وطیب ہوگئے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الموت کفارۃ لکل مسلم[1] موت کفارۂ گناہ ہے ہر سُنّی مسلمان کے لیے۔

ع فائدہ جلیلہ: محاورۂ قرآن وحدیث میں مومن ومسلم خاص اہلسنّت کو کہتے ہیں کہ (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] شعب الایمان حدیث ۹۸۸۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۱۷۱

وُہ ان قبروں کو روندتے ہُوئے اپنے عزیزوں کی گور تک جاتے ہیں، انھیں چاہئے کنارِ گورستان سے زیارت اور دُعا کرلیں اور ان کی قبروں کے قریب نہ جائیں۔

فقد قال فی الفتح یکرہ الجلوس علی القبر و وطؤہ فمایصنعہ الناس ممن دفنت اقاربہ ثم دفن حوالیھم خلق من وطأتلك القبور الی ان یصل الیٰ قبر قریبہ مکروہ[1]۔

چنانچہ فتح میں کہا: قبر پر بیٹھنا اور اس کو روندنا مکروہ ہے تو وُہ لوگ جن کے رشتہ داروں کے گرد دوسروں کی قبریں ہوں ان کا ان قبروں کو روندنا اپنے قریبی رشتہ دار کی قبر تک پہنچنے کے لیے مکروہ ہے۔

امام محدّث حافظ الحدیث ابوبکر بن ابی الدنیا حضرت ابوقلابہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

اقبلت من الشام الی البصرۃ فنزلت الخندق فتطھرت وصلّیت رکعتین باللیل ثم وضعت راسی علٰی قبرٍ فنمت۔ ثم انتبھت فاذا بصاحب القبر یشتکی ویقول لقد اٰذیتنی منذ اللیلۃ[2] الخ۔

یعنی میں ملک شام سے بصرہ کو آتا تھا۔ رات کو خندق میں اُترا، وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا، جب جاگا تو ناگاہ سُنا کہ صاحبِ قبر شکایت کرتا اور فرماتا ہے کہ تُو نے رات بھر مجھے ایذا پہنچائی الخ۔

ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عثمان نہدی سے وہ مینا تابعی سے راوی "میں مقبرے میں گیا، دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا، خدا کی قسم! مَیں خوب جاگ رہا تھا کہ سُنا، صاحبِ قبر کہتا ہے: قم فقد اٰذیتنی[3] (اُٹھ کہ تُو نے مجھے ایذا دی)"۔

امام حافظ ابنِ مندہ قاسم بن مخیمرہ سے راوی "کسی شخص نے ایک قبر پر پاؤں رکھا، قبر سے آواز آئی: الیك عنّی ولا تؤذنی[4] (اپنی طرف ہٹ (دُور ہو)۔ شخص میرے پاس سے) اور مجھے ایذا نہ دے)"۔

ذکرھما العلامۃ السیوطی فی شرح الصدور اقول وفیھما تائید لما علیہ عامۃ علمائنا خلافاً للامام ابی جعفر ومن تابعہ من

ان دونوں کو علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے شرح الصدور میں درج فرمایا **اقول** ان دونوں روایتوں میں اس کی تائید ہوتی ہے جس پر ہمارے عام علما رہیں، بخلاف

---

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲

[2] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب ما ینفع المیت فی قبرہ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۲۸

[3] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی الرجل الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۰

[4] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ عن القاسم بن مخیمرہ باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

marfat.com

اور بعد موت کیسا ہی فاسق فاجر ہو اس کے بُرا کہنے اور اس کی بُرائیاں ذکر کرنے سے منع فرمایا کہ وہ اپنے کئے کو پہنچ گیا۔

اخرج الامام احمد والبخاری والنسائی عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لاتسبوا الاموات فانھم قد افضوا الی ماقدموا۔[1]

امام احمد، بخاری اور نسائی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، فرمایا: "تم مُردوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ انھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کی جزا کو پہنچے"۔

واخرج ابوداؤد والترمذی والحاکم والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم[2] واخرج النسائی بسند جید عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتذکروا ھلکاکم الا بخیر۔[3]

اور ابوداؤد، ترمذی، حاکم اور بیہقی نے ابن عمر سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ "تم اپنے مُردوں کی خوبیاں بیان کرو اور اُن کی برائیوں سے درگزر کرو"۔ اور نسائی نے بسندِ جید عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہ "تم اپنے مُردوں کو بھلائی سے ہی یاد کرو۔"

بعد اس اطلاع کے بھی اگر ایسے اشخاص اپنی حرکت سے باز نہ آئیں تو اب ان کی گستاخیاں عوام مومنین کے ساتھ ہی نہیں بلکہ حضرات اولیائے کرام کے ساتھ بھی ہوں گی، اور اشد و اعظم مصیبت اس کی جو اولیاء کی جناب رفیع میں گستاخ ہو۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ جل جلالہ، فرماتا ہے:

من عادی لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب۔[4] رواہ الامام البخاری عن سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو میرے کسی ولی سے دشمنی باندھے میں نے اس سے لڑائی کا اعلان کر دیا۔ اسے امام بخاری نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اقول وکفی بالجامع الصحیح حجۃ وان کان فی قلب الذھبی ما کان۔

اقول دلیل کے طور پر جامع صحیح کا حوالہ کافی ہے اگرچہ مریب کے دل میں کچھ شک گزرے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ماینھی من سب الاموات قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۷

[2] سنن ابی داؤد باب مافی النھی عن سب الموتٰی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۱۵

[3] سنن النسائی النھی عن ذکر الھلکی الا بخیر مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۲۲۲

[4] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳

marfat.com

اخرجہ ابو نعیم والبیھقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال السیوطی صححہ ابن العربی۔

اسے ابو نعیم اور بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور علامہ سیوطی نے فرمایا کہ ابن عربی نے اس کی تصحیح کی۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ فاجر معلن کے فسق وفجور کا اس کی زندگی میں اعلان کیا جائے تاکہ لوگ اس سے احتراز کریں۔

اخرج ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والترمذی فی النوادر والحاکم فی الکنی والشیرازی فی الالقاب وابن عدی فی الکامل والطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی السنن والخطیب فی التاریخ، کلھم عن الجارود عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس[1]

ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں اور ترمذی نے نوادر میں اور حاکم نے کنی میں اور شیرازی نے القاب میں اور ابن عدی نے کامل میں اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے سنن میں اور خطیب نے تاریخ میں، سب نے جارود سے، جارود نے بہز بن حکیم سے، انھوں نے اپنے باپ سے اور ان کے دادا نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ کیا تم فاجر کا ذکر کرنے سے ڈرتے ہو، لوگ اسے کب پہچانیں گے، فاجر کی برائیاں بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) زمانۂ نزولِ قرآنِ عظیم وارشادِ حدیث کریمہ میں صرف اہلِ حق اہلِ سنّت وجماعت ہی تھے۔ اس زمان برکت نشان میں کسی بد مذہب ومبتدع کا ہونا محال تھا کہ بد مذہبی شُبہ وتاویل سے پیدا ہوتی ہے جسے یقین قطعی سے بدلنے والے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ فرما تھے۔ اگر شبہ گزرتا حضور کشف فرماتے۔ شبہ والا مانتا تو سُنّی ہوتا، نہ مانتا تو کافر ہو جاتا۔ یہ بیچ کی شق وہاں ممکن ہی نہ تھی۔ ولہٰذا آیۂ کریمہ "ویتبع غیر سبیل المؤمنین" سے جب علماء نے حجیتِ اجماع پر استدلال کیا تصریح فرما دی کہ مبتدعین کا اتفاق اجماع میں ملحوظ نہیں کہ مومنین سے مراد اُمّتِ اجابت ہیں۔ مبتدعین اُمّتِ اجابت نہیں اُمّتِ دعوت ہیں۔ دیکھو توضیح وتلویح بحث اجماع وغیرہ۔ یہ فائدہ نفیسہ یاد رکھنے کا ہے کہ "انما المؤمنون اخوۃ" وغیرہا آیات واحادیث میں مومنین سے اہلسنت ہی مراد ہیں۔ انھیں کے باہم اتفاق واتحاد کا حکم ہے۔ ندوۃ خذلہا اللہ تعالیٰ کی تعمیم اور تمام گمراہوں، بد مذہبوں سے اتحاد و وداد کی تعلیم سب بے دینوں کی تکریم وتعظیم پر ان نصوص کو پیش کرنا محض بد دینی اور ضلالت ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ ۱۲ منہ

---

[1] نوادر الاصول اصل ۶۶ فی ذکر الفاجر الخ دار صادر بیروت ص ۲۱۳
تاریخ بغداد ترجمہ ۳۷۴۵ و ۳۷۵۱ دار الکتاب العربی بیروت ۷/۲۶۲ و ۲۶۸ و ۱/۳۸۲

اس پر چند مسلمانان عالی ہمت نے اس تہائی خالی سطح زمین پر مدرسہ اور کتب خانہ بنانے کے لیے حاکم وقت سے درخواست کی تھی۔ تحقیق کرنے کے بعد کہ وہاں کوئی قبر نہیں ہے، حاکم نے اجازت دے دی۔ ان حضرات نے مدرسہ و کتب خانہ بنانے کے لیے تمام سامان فراہم کیا ہے۔ اس صورت میں ایسے مقام پر مدرسہ و کتب خانہ بنانا درست ہے یا نہیں؟ اور مدرسہ کی نیو (بنیاد) کھودتے وقت اگر احیاناً وہاں مُردے کی بوسیدہ ہڈی نکلے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وقف کی تبدیل جائز نہیں۔ جو چیز جس مقصد کے لیے وقف ہے اسے بدل کر دوسرے مقصد کے لیے کر دینا روا نہیں۔ جس طرح مسجد یا مدرسہ کو قبرستان نہیں کر سکتے یونہی قبرستان کو مسجد یا مدرسہ یا کتب خانہ کر دینا حلال نہیں۔

سراج وہاج پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

لایجوز تغیر الوقف عن هیأته فلا یجعل بستاناً ولا الخان حماماً ولا الرباط دکاناً الّا اذا جعل الواقف الی الناظر مایری فیه مصلحة الواقف[1] اھ

وقف کو اس کی ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں لہذا گھر کا باغ بنانا اور سرائے کا حمام بنانا اور رباط کا دکان بنانا جائز نہیں، ہاں جب واقف نے نگہبان پر معاملہ چھوڑ دیا ہو کہ وہ ہر وہ کام کر سکتا جس میں وقف کی مصلحت ہو تو جائز ہے اھ

قلت فاذا لم یجز تبدیل الهیأة فکیف بتغییر اصل المقصود۔

قلت (میں کہتا ہوں۔ ت) جب ایک ہیئت کی تبدیلی جائز نہیں تو اصل مقصود کی تغییر کیونکر جائز ہوگی!

اور اس پارہ قبرستان میں سَوبرس سے کوئی قبر نہ ہونا اسے قبرستان ہونے سے خارج نہیں کر سکتا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول مفتٰی بہ پر تو واقف کے صرف اتنا کہنے سے کہ میں نے یہ زمین دفنِ مسلمان کیلئے وقف کی، یا اس زمین کو مقبرۂ مسلمین کر دیا، وُہ تمام زمین قبرستان ہو جاتی ہے اگرچہ ہنوز ایک مُردہ بھی دفن نہ ہُوا، اور امام محمد کے قول پر ایک شخص کے دفن سے ساری زمین قبرستان ہو جاتی ہے۔

اسعاف پھر ردالمحتار میں ہے:

تسلیم کل شئ بحسبه ففی المقبرة بدفن واحد وفی السقایة بشربه وفی الخان

ہر چیز کا سپرد کرنا اس کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے تو مقبرے میں ایک شخص کو دفن کرنا ہے اور سقایہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

غرض ان لوگوں پر ضرور ہے کہ اپنے حالِ سقیم پر رحم کریں اور خدائے جبار قہار جل جلالہ کے انتقام سے ڈریں اور مسلمانوں کے اموات کو ایذا نہ پہنچائیں، آخر اُنھیں بھی اپنے امثال کی طرح ایک دن زمین میں جانا اور بیکس بے بس ہو کر پڑنا ہے۔ جیسا آج یہ لوگوں کے ساتھ پیش آتے ہیں ویسا ہی اور لوگ کل ان کے ساتھ کریں گے۔

عنه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کما تدین تدان[1]۔ اخرجه ابن عدی فی الکامل عن ابن عمر واحمد فی المسند عن ابی الدرداء و عبد الرزاق فی الجامع عن ابی قلابة مرسلاً وهو عند الاٰخرین قطعة حدیث، قلت وله شواهد جمة، وهو من جوامع کلمه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم۔

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے: جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ اسے ابن عدی نے کامل میں ابن عمر سے، احمد نے مسند میں ابی الدرداء سے اور عبد الرزاق نے جامع میں ابو قلابہ سے مرسلاً روایت کیا ہے، اور آخری دو کے نزدیک یہ حدیث کا ٹکڑا ہے، قلت (میں کہتا ہوں) اس کے لیے شواہد کثیر ہیں اور یہ حدیث حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جامع کلمات میں سے ہے (ت)

اللہ تعالٰی کی طرف شکوہ ہے کہ یہ بلا ان جاہلوں میں ان اجہلوں کی پھیلائی ہوئی ہے جنھوں نے اموات کو بالکل پتھر سمجھ لیا کہ مرگئے اور خاک ہوگئے۔ نہ اب کچھ سُنیں نہ سمجھیں، نہ کسی چیز سے ایذا یا راحت پائیں اور جہاں تک بن پڑا قبورِ مسلمین کی عظمت قلوبِ عوام سے چھیل (سلب کر) ڈالی۔ فانّا للّٰه وانّا الیه راجعون۔

وصلِ دوم

تنقیحِ مقام و تفضیحِ اوہامِ نجدیۂ لیام، نقل در فتوٰی فقیر غفرلہ ملک الانعام

فتوٰی اُولٰی

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم

مسئلہ از کلکتہ امرتلا لین نمبر ۸۔ مرسلہ حاجی لعل خاں صاحب و بار دوم بلفظہٖ از کانپور بازار نیا گنج کمپنی دادوجی دادا بھائی سورتی، مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی اس مسئلے میں کہ ایک طرف چند پرانی قبریں پائی جاتی ہیں اور باقی ایک تہائی سطح میدان پڑا ہوا ہے اور وہاں کے عمر رسیدہ قریب اسّی سے سَو برس کے بزرگوں سے تحقیق کرنے پر وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کے ہوش سے ہم لوگوں کے جاننے میں کسی حصہ اس سطح زمین میں کوئی میت دفن نہیں ہوا ہے،

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عدی عن ابن عمر حدیث ۴۳۰۳۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۷۷۲

marfat.com

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ کانپوری مولوی احمد حسن صاحب سے ملاقات ہوئی ، کہتے تھے کہ بالفعل ایک اشد ضرورت ہے وہ یہ کہ جامع العلوم والوں نے ایک فتوٰی لکھا ، مستفتی میرے پاس لایا ، میں نے ان کے خلاف جواب لکھا ۔ جامع العلوم والوں نے اس کو دیوبند بھیجا ۔ انھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے جواب کی تصدیق کی ۔ مستفتی پھر میرے پاس آیا کہ اب میں کس کے قول پر عمل کروں ، میں نے کہا کہ جو فیصلہ حکم کرے اُس پر عمل کرو ۔ حضرت مولٰنا سے بڑھ کر حکم کون ہے ، لہذا اصل استفتاء کو اپنے ہمراہ لیتے جاؤ اور مولانا سے جواب لکھوالاؤ اور فوراً روانہ کردو ۔ چونکہ میرا ارادہ حاضری کا تھا ، میں نے استفتاء لے لیا اور اتفاق کہ میں حاضر نہ ہوسکا ، اور یہ بہت ضروری ہے لہذا اس عریضے میں ہمراہ سید عبدالشکور صاحب حاضر خدمت کرتا ہوں ، اسی وقت فیصلہ لکھ دیجئے اور سید صاحب ہی کے ہمراہ واپس فرمائیے کہ میں روانہ کردوں ۔ مولوی احمد حسن صاحب انتظار میں ہوں گے ۔

نقل استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک سطح وقف زمین کہ قبرستان کے نام سے مشہور ہے جس کی ایک طرف چند پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں الخ بعینہ سوال آمدہ از کلکتہ امرتلالین واز کانپور بازار نیا گنج ، ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ کہ عنقریب فتاوٰی میں گزرا ۔

جواب اہالی مدرسہ جامع العلوم

ایسے مقام پر کتب خانہ اور مدرسہ بنانا جائز ہے لعدم المانع (کہ مانع معدوم ہے ۔ ت) اور اگر بوسیدہ ہڈی اتفاقی طور پر نکل آئے تو اس کو کہیں دفن کردے ۔

وقال الزیلعی ولوبلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ[1] اھ شامیۃ ص ۵۹۹ واللہ اعلم ۔

امام زیلعی نے فرمایا اگر میت بوسیدہ ہوکر مٹی ہوجائے تو اس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا اور اس کی قبر پر کھیتی کرنا اور عمارت بنانا جائز ہے اھ شامیہ ص ۵۹۹ واللہ اعلم (ت)

الاحقر محمد رشید مدرس دوم مدرسہ جامع العلوم کانپور

محمد رشید دو عالم ز فیض		
۱۳	ھ	۱۳

من اجاب فقد اصاب (جو جواب دیا گیا درست ہے ۔ ت) محمد عبداللہ عفی عنہ

---

[1] ردالمحتار مطلب فی الدفن داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۹۹

marfat.com

بنزولہ[1]۔

میں ایک گھونٹ پانی پینا ہے اور سرائے میں اترنا ہے۔

ہدایہ وہندیہ میں ہے:

وعند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی یزول ملکہ بالقول کما ھو اصلہ وعند محمد رحمہ اللہ تعالٰی اذا استقی الناس من السقایۃ وسکنوا الخان والرباط ودفنوا فی المقبرۃ زال الملک ویکتفی بالواحد لتعذر فعل الجنس کلہ وعلٰی ھذا البئر والحوض[2]۔

اور ابویوسف کے نزدیک اس کی ملک کہنے سے زائل ہوجائیگی جیسی کہ وقف کی اصل ہے اور امام محمد کے نزدیک جب لوگ سقایہ سے سیراب ہوں اور سرائے اور رباط میں رہیں، اور مقبرہ میں دفن کریں تو ملک زائل ہوجائیگی اور ایک پر اکتفاء کیا جائے گا کیونکہ تمام جنس کا فعل متعذر ہے اور کنوئیں اور حوض کا حکم بھی ایسا ہی ہے۔

درمنتقی اور شامی میں ہے:

قدم فی التنویر والدرر والوقایۃ وغیرھا قول ابی یوسف وعلمت ارجحیتہ فی الوقف والقضاء[3]اھ۔

تنویر، درر اور وقایہ وغیرہا میں ابویوسف کا قول مقدم رکھا اور تم اس کی ارجحیت وقف او رقضا میں جان چکے ہو۔

پس صورت مستفسرہ میں وہاں مدرسہ وکتب خانہ بنانا ہی جائز نہیں اگرچہ مُردے کی ہڈی نہ نکلے، اور نکلنے کی حالت میں ممانعت اور اشد ہوجائے گی کہ قبر مسلم کی بے حُرمتی ہُوئی کما بیّناہ فی الامر باحترام المقابر (جیسا کہ ہم نے اسے رسالہ الامر باحترام المقابر میں بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

فتوٰی ثانیہ

مسئلہ از کانپور مسجد رنگیاں، مرسلہ مولوی شاہ احمد حسن صاحب مرحوم بوساطت جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

بخدمت سراپا برکت مولنا مولوی صاحب مجدد مائۃ حاضرہ، صاحب حجت قاہرہ، امام جماعت عالم سنت مولنا وسیدنا المولوی محمد احمد رضاخاں صاحب تمت فیوضاتہم وعمت سکنۃ المشارق والمغارب، السلام علیکم

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۰۵
[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۶۵
[3] ردالمحتار کتاب الوقف مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۰۵

حکم المقبرۃ۔ کذا فی المحیط۔[1]

فرمایا: نہیں، وہ قبرستان کے حکم میں ہے۔ جیسا کہ محیط میں ہے۔

نہ عدم جواز انتفاع بالمقبرہ امام زیلعی کی اس عبارت ہی کے خلاف ہے اس لئے کہ انھوں نے "جواز" میت کے بوسیدہ اور خاک ہوجانے پر مرتّب فرمایا ہے، اور یہاں عدم جواز اس وجہ سے نہیں بلکہ بہ سبب مقبرے کے وقف ہونے میں ہے، جیسا کہ مصحح نے عالمگیریہ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے، عبارت منقولہ عالمگیریہ پر یہ عبارت لکھی ہے:

قولہ قال لاھذا لاینا فی ما قالہ الزیلعی، لان المانع ھنا کون المحل موقوفا علی الدفن فلا یجوز استعمالہ فی غیرہ فلیتامل ولیحرر اھ مصححہ۔[2]

ان کا قول "انھوں نے کہا نہیں" یہ زیلعی کے قول کے منافی نہیں کیونکہ یہاں مانع محل کا دفن کے لیے موقوف ہونا ہے تو اس کا استعمال غیر میں جائز نہیں، غور کرنا چاہئے اور اسے محفوظ کرنا چاہئے اھ مصحح۔

اور مسائل سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ غیر جنس کی طرف وقف جائز نہیں۔ عالمگیریہ جلد ثانی ص ۴۷۸ میں ہے:

سئل شمس الائمۃ الحلوانی عن مسجد اوحوض خرب لا یحتاج الیہ لتفرق الناس ھل للقاضی ان یصرف اوقافہ الی مسجد اٰخر اوحوض اٰخر۔ قال نعم، ولولم یتفرق الناس ولکن استغنی الحوض عن العمارۃ وھناك مسجد محتاج الی العمارۃ اوعلی العکس ھل یجوز للقاضی صرف وقف ما استغنی عن العمارۃ الی عمارۃ ماھو محتاج الی العمارۃ فقال لا، کذا فی المحیط۔[3]

شمس الائمہ حلوانی سے مسجد یا حوض کے بارے میں دریافت کیا گیا جو ویران ہوں اور ان کی ضرورت نہ رہی ہو کیونکہ وہاں آبادی نہیں رہی، کیا قاضی اس کے اوقاف کو دوسری مسجد یا دُوسرے حوض میں صرف کرسکتا ہے؟ فرمایا: ہاں اور اگر لوگ وہیں رہتے ہوں مگر اس حوض کی ضرورت نہ رہی ہو اور وہاں مسجد عمارت کی محتاج ہو یا بالعکس تو کیا قاضی اس وقف کی آمدنی جس کی ضرورت نہ ہو دوسرے محتاج وقف کی تعمیر پر خرچ کرسکتا ہے؟ تو فرمایا نہیں۔ محیط میں اسی طرح ہے۔

لہذا اس زمین میں جو دفن کے لیے وقف ہو مدرسہ وغیرہ بنانا جائز نہ ہوگا گو خالی ہی کیوں ہو۔ اور دوسرے اس کا خالی ہونا فقط اتنی شہادت سے کہ ہماری عمر میں ہمارے علم میں کوئی میّت دفن نہ کی گئی، ثابت نہیں ہوسکتا بلکہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۷۱-۴۷۰

[2] حاشیہ فتاوٰی ہندیۃ " " " ۲/ ۴۷۱

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثالث عشر فی الاوقاف الخ " " ۲/ ۴۷۸

هذا الجواب غیر صحیح لانہ مخالف لعبارۃ الفقہاء۔ یہ جواب نادرست ہے کیونکہ یہ فقہاء کی عبارات کے خلاف ہے (ت)

محمد عبدالرزاق مدرس مدرسہ امداد دارالعلوم کانپور

محمد عبدالرزاق

خلاصۂ جواب جناب مولوی احمد حسن صاحب

صورتِ مسئولہ میں اس مقام پر کتب خانہ و مدرسہ بنانا ناجائز ہے اس لیے کہ یہ جگہ جب مقبرے کے نام سے مشہور اور وقف ہے تو شرعاً یہ مقبرہ سمجھا جائے گا اور اس مقبرے کے لیے یہ زمین وقف ہوگی اور اس کی شہرت اس کے ثبوت کے لیے دلیل کافی ہے۔ درمختار میں ہے:

تقبل فیہ الشہادۃ بالشہرۃ الخ[1] ملخصاً (اس میں شہرت کی بنا پر شہادت قبول کی جاتی ہے الخ۔ ت)

اسی طرح ردالمحتار میں ہے عالمگیریہ میں ہے:

الشہادۃ علی الوقف بالشہرۃ تجوز[2] الخ (وقف پر شہادت شہرت کی بنا پر جائز ہے الخ۔ ت)

اور اس کے مندرس ہوجانے سے دوسرا کوئی نفع لینا درست نہ ہوگا۔ قاضی خاں مطبوعہ مصر جلد ثالث ص ۳۱۴ پر ہے:

مقبرۃ قدیمۃ بمحلۃ لم یبق فیہا اثار المقبرۃ ہل یباح لاہل المحلۃ الانتفاع بہا قال ابونصر رحمہ اللہ تعالٰی لایباح[3]۔ ایک محلے میں پرانا قبرستان ہے جس کے نشانات باقی نہیں رہے، کیا اہلِ محلہ اس سے نفع حاصل کرسکتے ہیں، ابونصر رحمہ اللہ تعالٰی نے کہا کہ مباح نہیں ہے۔

عالمگیری جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۴۷۰ و ۴۷۱:

سئل القاضی الامام شمس الائمۃ محمود الاوزجندی عن المقبرۃ اذا اندرست و لم یبق فیہا اثر الموتٰی لا العظم ولا غیرہ ہل یجوز زرعہا واستغلالہا قال لا و لہا قاضی امام شمس الائمہ محمود اوزجندی سے ایسے قبرستان کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کے نشانات مٹ گئے ہوں اور اس میں ہڈیاں تک نہ رہی ہوں کیا اس میں کھیتی باڑی کرنا اور اسے کرائے پر دینا جائز ہے؟

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۸

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فی الشہادۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۳۸

[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی المقابر والرباطات ۴/ ۷۲۵

marfat.com

تملیکہ لاحد فمعنا ھما علی ھذا واحد[۱]۔ مالک بنانا جائز نہیں، لہٰذا ان دونوں کا مقصد ایک ہے۔
اور کتبِ فقہیہ میں بھی روایاتِ جواز موجود ہیں مگر بندے کو مہلت نہیں، فقط

رشید احمد
۱۳۰۱ھ

واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح۔ بندہ محمود عفی عنہ

الجواب صحیح۔ بندہ مسکین محمد یٰسین عفی عنہ

محمد یٰسین عفی عنہ

الجواب صحیح۔ غلام رسول عفی عنہ

جبکہ وہ مقبرہ نہایت کہنہ ہے اور اس وقت دفن کرنا وہاں متروک ہوگیا ہے تو بناء مدرسہ اس جگہ میں خصوصًا حصہ خالی میں درست ہے، البتہ اگر وہ مقبرہ فی الحال دفنِ اموات میں کام آتا ہو تو کوئی اور بناء اس میں درست نہیں ہے۔

قال فی علمگیریۃ "ولوبلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ کذا فی التبیین"[۲]۔

علمگیریہ میں ہے کہ اگر میت پرانی ہوجائے اور مٹی ہوجائے تو دوسرے کو اس قبر میں دفن کرنا جائز ہے اور اس میں کھیتی کرنا اور اس پر عمارت بنانا بھی جائز ہے جیساکہ تبیین میں ہے۔

فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

فتوکلت علی العزیز الرحمٰن

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جواب اوّل غلط صریح، اور حکم ثانی حق وصحیح اور تحریر ثالث جہلِ قبیح ہے۔

گنگوہی صاحب کا بے محل شقشقہ

اوّلاً سوال میں صاف تصریح تھی کہ "ایک سطح وقف زمین، پھر مجیب سوم کی تشقیق کہ" اگر وہ قبرستان نہیں" الخ محض شقشقہ بے معنی ہے۔

وقف میں شہرت کافی ہے اور گنگوہی صاحب کی جہالت

ثانیًا قبرستان کو جو وقف مشہور کردیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں۔ اس پر کا مشارٌ الیہ شہرت ہے

---

[۱] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب ھل تنبش قبور المشرکین الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴/ ۱۷۹

[۲] فتاوی ہندیہ الفصل السادس فی القبر والدفن نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۷

بلکہ اس قدیم مقبرے کا پُر ہونا سمجھا جاتا ہے کہ جب دو تہائی زمین میں قبریں اس قدر پرانی ہیں کہ سو برس کے لوگوں کے ہوش سے قبل کی ہیں تو ایک ثلث میں اس سے بھی پہلے کی ہوں گی اور وُہ بالکل منہدم ہو گئی ہوں اور زمین صاف معلوم ہوتی ہو زمین بھر جانے کی وجہ سے دفن کرنا چھوڑ دیا گیا ہو۔ ہاں اگر کوئی شخص بیان کرے کہ جب سے یہ زمین مقبرے کے لیے وقف ہوتی کوئی میت اس تہائی میں نہ دفن کی گئی تو البتہ خالی ہونا ثابت ہو سکتا ہے پھر بھی مدرسہ وغیرہ سوائے دفن کے دُوسرے کام میں لانا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ عبدہ العاصی فضل الٰہی عفی عنہ

وھذا الجواب صحیح (یہ جواب صحیح ہے۔ ت) کتبہ عبدالرزاق عفی عنہ

الجواب الثانی صحیح (جوابِ ثانی صحیح ہے۔ ت) کتبہ احمد حسن عفی عنہ

جواب مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ دیوبندیاں

الجواب

یہ جواب صحیح نہیں ہے اور مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ الحاصل وُہ قبرستان وقف نہیں ہے تو کچھ کلام نہیں ہے، اور قبرستان کو جو وقف مشہور کر دیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں۔ اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ گورستان وقف نہیں ہوتا اور بعد تسلیم اس بات کے کہ وُہ وقفی ہے اس صورت میں کہ وہاں دفن اموات کا ایک مدتِ دراز سے بند ہے تو اس میں دوسرا مکان وقفی بنا دینا درست ہے، لہذا مدرسہ وقفی بنانا اس گورستان میں جائز ہے، چنانچہ اس روایت سے واضح ہے، یعنی عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۹:

فان قلت ھل یجوز ان تبنی المساجد علی قبور المسلمین قلت قال ابن القاسم لوان مقبرۃ من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیھا مسجداً لم ار بذالك باسا، و ذالك لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاھم لا یجوز لاحد ان یملکھا فاذا درست واستغنی عن الدفن فیھا جاز صرفھا الی المسجد لان المسجد ایضاً وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز

اگر تم کہو، کیا مسلمانوں کی قبروں پر مساجد کا بنانا جائز ہے؟ میں کہوں گا: ابنِ قاسم نے کہا اگر مسلمانوں کا کوئی قبرستان ختم ہو جائے اور وہاں کچھ لوگ مسجد بنالیں تو میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا، کیونکہ قبرستان بھی مسلمانوں کا ایک وقف ہے ان کے مُردوں کو دفن کرنے کے لیے، کسی کے لیے اس کا مالک بننا جائز نہیں۔ اب جبکہ وہ مِٹ گیا اور اس میں دفن کی ضرورت نہیں رہی تو اسے مسجد کے استعمال میں لانا جائز ہُوا کیونکہ مسجد بھی مسلمانوں کے اوقاف میں سے ایک وقف ہے کسی کو اس کا

marfat.com

اب اگر شہرت بھی مقبول نہ ہو تو ہزاروں وقف سوا اس کے کہ محض بے ثبوت و باطل قرار پائیں اور کیا نتیجہ ہے۔

وقف میں تبدیلی حرام ہے اور گنگوہی صاحب کی سفاہت

ثالثاً مقبرے کے لیے وقف تسلیم کرکے اس میں مدرسہ وغیرہ دُوسرے مکان وقفی بنانے کو درست بتانا ظلم واضح وجہل فاضح ہے کہ اس میں صراحۃً تغیرِ وقف ہے اور وہ حرام ہے حتّٰی کہ متولّی بھی جو وقف پر ولایت رکھتا ہے نہ کہ اجنبی حتی کہ علمائے نے تغیرِ ہیأت کی بھی بے اذن واقف اجازت نہ دی، نہ کہ تغیر اصل وقف۔ عقود الدریّہ میں ہے:

لایجوز للناظر تغیر صیغۃ الواقف کما افتی بہ الخیر الرملی والحانوتی وغیرھما۔[1]

وقف کے نگہبان کے لیے واقف کے صیغے کی تبدیلی جائز نہیں، جیساکہ خیر رملی اور حانوتی وغیرہما نے فتوٰی دیا ہے۔

سراج الوہاج وہندیہ میں ہے:

لایجوز تغییر الوقف عن ہیأتہ فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا الا اذا جعل الواقف الی الناظر ما یری فیہ مصلحۃ الوقف۔[2]

وقف کو اس کی ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں، لہٰذا گھر کو باغ اور سرائے کو حمام اور رباط کو دکان بنانا جائز نہیں، ہاں واقف نے اگر نگرانِ وقف کو اجازت دے رکھی ہے کہ وُہ ہر وہ کام کرسکتا ہے جس میں وقف کی مصلحت ہو تو ٹھیک ہے۔

فتح القدیر و ردّ المحتار و شرح الاشباہ للعلامۃ البیری میں ہے:

الواجب ابقاء الوقف علٰی ما کان علیہ دون زیادۃ اخرٰی۔[3]

وقف کو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھنا واجب ہے بغیر اس کے کہ اس پر کوئی دوسری زیادتی کی جائے۔ (ت)

وقف کرنے کے لئے مالک ہونا شرط ہے، شئ ایک بار وقف ہوکر دوبارہ وقف نہیں ہوسکتی
(اور گنگوہی صاحب کی ناواقفی)

رابعاً مدرسہ یا کتب خانہ یا کوئی مکان کیا خالی دیواروں کا نام ہے۔ ہر عاقل ادنٰی عقل والا بھی جانتا ہے کہ زمین ضرور اس میں داخل، تنہا دیواروں کو بناء وعملہ کہتے ہیں، نہ بیت وخانہ مدرسہ جائے درس،

---

[1] العقود الدریۃ لایجوز للناظر تغییر الوقف حاجی عبد الغفار و پسران قندھار افغانستان ۱/ ۱۱۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

[3] فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۴۰

marfat.com

یا واقفیت، اوّل صحیح ہے مگر مہمل وندائے بے محل، سوال اس صورتِ خاصہ سے ہے جہاں شہرت موجود ہے، اس پر حکم کے لیے ہر جگہ شہرت کیا ضرور، یُوں ہی دوم بھی اگر مقصود سلب واقفیت بحال انتفائے شہرت ہو، اور ان ہی دونوں صورتوں میں یہ قول کہ "اکثر جگہ دیکھا گیا کہ گورستان وقف نہیں ہوتا" رُوبصحت رکھتا ہے، اگرچہ کثیر واکثر میں فرق نہ کرنا ضیق نطاق بیان اور اگر نفی واقفیت شہرت مراد تو محض مردود ظاہر انفسادٗ اور اب وُہ شہادت مشاہدۂ اکثر بلاد صراحتاً حکایت بے محکی عنہ ہے۔ متون وشروح وفتاوائے مذہب میں تصریحاتِ جلیہ ہیں کہ شہرت مثبت واقفیت ومسوغ شہادت ہے۔

کلام مجیب دوم سلمہ میں بھی اس کی بعض نقول منقول، پھر باوصف تسلیم دلیل شرعی نفی مدلول جہل قطعی، یہاں شہادت شہرت کو نہ ماننا نہ اسی مقبرے بلکہ عامہ اوقافِ قدیمہ کو یکسر مٹا دینا ہے، طول عہد کے بعد شہود معاینہ کہاں۔ اور مجرد خط حجت نہیں۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

لایعمل بمجرد الدفتر ولا مجرد الحجۃ لما صرح به علماؤنا من عدم الاعتماد علی الخط وعدم العمل به کمکتوب الوقف الذی علیه خطوط القضاۃ الماضین وانما العمل فی ذلک بالبینۃ الشرعیۃ۔[1]

صرف تحریر پر عمل نہ ہوگا اور نہ صرف دلیل پر کیونکہ ہمارے علماء نے تصریح کر دی ہے کہ خط پر اعتماد نہیں اور اس پر عمل نہیں، جیسے وہ وقف نامہ جس پر گزشتہ قاضیوں کی تحریریں ہوں۔ اس معاملے میں شرعی گواہوں پر ہی عمل ہوگا۔

اسی میں ہے:

کتاب الوقف انما ھو کاغذ به خط وھو لایعتمد علیه ولا یعمل به کما صرّح به کثیر من علمائنا والعبرۃ فی ذالک للبیّنۃ الشرعیّۃ و فی الوقف یسوغ للشاھد ان یشھد بالسماع ویطلق، ولا یضرّ فی شھادته قوله بعد شھادته لم اعاین الوقف ولکن اشتھر عندی او اخبرنی به من اثق به۔[2]

وقف کی تحریر تو ایک کاغذ ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی عمل کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ہمارے بہت سے علماء نے تصریح کی ہے، اعتبار اس معاملہ میں شرعی گواہوں کا ہے اور وقف میں گواہ کے لیے جائز ہے کہ سُن کر گواہی دے اور اطلاق رکھے اور اس کی شہادت میں ادائے شہادت کے بعد یہ کہنا کہ میں نے وقف کا معائنہ نہیں کیا، لیکن میرے نزدیک مشہور ایسا ہی ہے یا مجھے قابلِ اعتماد شخص نے خبر دی ہے کچھ مضر نہیں۔

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۱۸
[2] " " " " ۱/۲۰۳

marfat.com

زمینِ وقف میں کوئی عمارت دُوسری غرض کے لئے وقف نہیں ہوسکتی
(اور گنگوہی صاحب کی نادانی)

خامساً تنہا عمارت وقف ہوگی یا تنہا زمین یا دونوں، ثانی بدیہی البطلان ہے لان الوقف لایوقف (کیونکہ وقف کا دوبارہ وقف جائز نہیں۔ ت) یوں ہی ثالث لانہ علیہ یتوقف (کیونکہ وہ وقف پر موقوف ہے۔ ت) اوّل کا جواز ارض غیر محتکرہ میں اس صورت میں ہے کہ یہ عمارت اسی کام پر وقف ہو جس پر اصل زمین کا وقف ہے، ھوالصحیح بل ھو التحقیق وبہ التوفیق (یہ صحیح ہے بلکہ یہی تحقیق ہے اللہ تعالٰی کی توفیق ہے۔ ت) تو زمین مقبرہ اور دیواریں مدرسہ یہ محض وسوسہ۔

فتاوٰی علامہ خیر الدین رملی میں ہے:

سئل فی کرم مشتمل علٰی عنب وتین وارضہ وقف سیّدنا الخلیل علیہ وعلٰی نبیّنا و سائر الانبیاء افضل الصّلٰوۃ واتم السلام من الملک الجلیل ادّعٰی رجلٌ بانّہ وقف جدّہ ھل تسمع دعواہ، اجاب لاتسمع ولاتصح اذا الکرم اسم للارض والشجر، وان ارید بہ الشجر فوقف الشجر علٰی جھۃ غیر جھۃ الارض مختلف فیہ وقد قال صاحب الذخیرۃ وقف البناء من غیر وقف الارض لم یجز ھو الصحیح وان ارید کل من الارض والشجر فبطلانہ بدیھی التصور وان ارید الارض فبدیھیۃ البطلان اَولٰی اھ ملتقطا۔

اب باغ کے بارے میں دریافت کیا گیا جس میں انگور اور انجیر ہیں اور اس کی زمین جس کو حضرت ابراہیم علٰی نبینا وسائر الانبیاء افضل الصّلٰوۃ واتم السلام من الملک الجلیل نے وقف کیا تھا، ایسے باغ پر ایک شخص نے دعوٰی کر دیا کہ یہ اس کے دادا نے وقف کیا تھا، کیا اس کا دعوٰی سُنا جائے گا؟ جواب دیا، نہیں، کیونکہ باغ زمین اور درختوں کے مجموعہ کا نام ہے اور اگر اس سے مراد درخت ہوں تو درختوں کا زمین کی جہت کے بغیر وقف کرنا مختلف فیہ ہے۔ صاحبِ ذخیرہ نے کہا ہے کہ عمارت کا وقف کرنا زمین کے بغیر جائز نہیں، یہی صحیح ہے۔ اور اگر زمین اور درخت سب مراد ہوں تو اس کا باطل ہونا ظاہر ہے اور اگر صرف زمین مراد ہو تو اس کا باطل ہونا اور بھی ظاہر ہے اھ ملتقطا۔

اسی میں اس کے متصل ہے:

کیف یصح للواقف وقفھا علٰی نفسہ و

واقف اس کو اپنے اوپر کیونکر وقف کرسکتا ہے حالانکہ

لہ فتاوٰی خیریۃ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۷۶

marfat.com

محلِ درس زمین ہے یا دیواروں پر بیٹھ کر درس ہوگا؛ اور یُوں بھی ہوتا ہم قرار استقرار کو انتہا علی الارض سے کیا چارہ، اور یہ زمین ایک بار ایک جہت کے لیے وقف ہوچکی دوبارہ وقفیت کیونکر معقول کہ واقف کا وقتِ وقف مالکِ موقوف ہونا شرطِ وقف ہے ہمارے مذہب میں بالاتفاق اہلِ وقوف اس پر صحت وقف موقوف اور وقف بعد تمامی کسی کی ملک نہیں تو پھر اصل واقف بھی اگر دوبارہ اسے وقف کرنا چاہے محض باطل ہوگا، نہ کہ زید و عمرو بلکہ یہ حکم عام ہے، خواہ وقف دوبارہ جہتِ اُخرٰی پر ہو یا اسی جہتِ اولٰی پر کہ علی الاوّل تحویل باطل ہے اور علی الثانی تحصیل حاصل والکل باطل۔

بحرالرائق و عالمگیریہ وغیرہما میں ہے:

اما شرائطہ فمنہا العقل والبلوغ و منہا ان یکون قربۃ ومنہا الملك وقت الوقف و یتفرع علی اشتراط الملك انہ لایجوز وقف الاقطاعات ولا وقف ارض الحوز للامام[1] ملتقطا۔

بہرحال وقف کی شرائط، تو ان میں سے بلوغ اور عقل ہے اور ان میں سے اس کا عبادت کیلئے ہونا ہے اور وقتِ وقف ملک کا ہونا ہے ملک کی شرط پر یہ بھی متفرع ہے کہ جاگیر کا وقف جائز نہیں، اور امام کی گھیری ہوئی زمین کا وقف بھی جائز نہیں۔ ملتقطاً

اسعاف میں ہے:

اتفق ابویوسف و محمد رحمہما اللہ تعالٰی ان الوقف یتوقف جوازہ علی شروط بعضہا فی المتصرف کالملك فان الولایۃ علی المحل شرط الجواز والولایۃ تستفاد بالملك او ھو نفس الملك[2]۔

ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی نے اتفاق کیا ہے کہ وقف کا جواز بعض شرائط پر موقوف ہے، کچھ تو اس میں سے متصرف میں ہیں جیسے ملک، کیونکہ ولایت "محل" شرطِ جواز ہے اور ولایت یا تو ملک سے مستفاد ہے یا وُہ خود ملک ہے۔

اسی میں ہے:

لو وقف ارضا قطعہ ایاھا السلطان فان کانت ملکا لہ او مواتا صح وان کانت من بیت المال لایصح[3]۔

اگر کسی شخص نے بادشاہ کی دی ہُوئی جاگیر وقف کردی تو اگر وہ اس کی ملک ہے یا مُردہ زمین ہے تو صحیح ہے اور اگر بیت المال سے ہے تو صحیح نہیں۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف باب الاول فی تعریف الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۵۲ تا ۳۵۴

[2] و [3] اسعاف

marfat.com

لایباح لاھل المحلۃ الانتفاع بھا و ان کان فیھا حشیش یحش منھا و یخرج الحشیش الی الدّواب ولا ترسل الدواب فیھا[1]۔

نہ رہے ہوں تو اس سے اہلِ محلہ نفع حاصل نہیں کر سکتے ہیں، اگر اس میں گھاس ہو تو وہ بھی کاٹی جا سکتی ہے کاٹ کر باہر لائی جائے مگر جانور قبرستان میں نہ چھوڑے جائیں۔

قطعاً مفیدِ مدّعا نہیں۔

اور مجیب صاحب سوم کا یہ زعم کہ: "مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا، محض سوءِ فہم اور جہلِ مبین"۔

(گنگوہی صاحب کی سخت بے علمی، نصوصِ مذہب کو چھوڑ کر ایک مالکی عالم سے استناد)

گنگوہی صاحب پر گرفت

سابعًا مجیب سوم کو جب فقہ میں کوئی راہ نہ ملی ناچار متون و شروح و فتاوائے مذہب سب بالائے طاق رکھ کر نصوص اصول و فروع فقہ حنفی سب سے آنکھ بند کر کے شرح صحیح بخاری سے ایک روایت خارج عن المذہب پر قناعت کی کہ ابن القاسم نے کہا کہ میری رائے میں جب مقبرے کے آثار مٹ جائیں اور اس کی حاجت نہ رہے تو وہاں مسجد بنا لینا جائز ہے۔

عربی لفظوں کا ترجمہ دیکھ لیا، اب یہ ادراک کسے کہ یہ ابن القاسم کون ہیں؟ کس مذہب کے عالم ہیں؟ ان کا قول مذہبِ حنفی میں کہاں تک سُنا جا سکتا ہے؟ اور وہ بھی خاص ان کی اپنی رائے، اور وہ بھی اصول و فروعِ مذہب کے صریح خلاف۔ مجیب صاحب علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح جامع صحیح میں صرف اقوال مذہب پر اقتصار نہیں کرتے، بلکہ ائمۂ اربعہ اور ان سے بھی گزر کر بعض دیگر سابق و لاحق بلکہ بعض بدمذہبوں مثلاً داؤد ظاہری و ابنِ حزم تک کے اقوال نقل کر جاتے ہیں، بلکہ بارہا اِن و آن ہی کے قول پر قناعت فرماتے اور ائمۂ مذہب کا مذہب بیان میں نہیں لاتے، جاہل کہ تراجم علماء سے آگاہ نہیں آپ کی طرح دھوکا کھاتا ہے اور خادمِ علم بحمد اللہ تعالٰی فرقِ مراتب و تفرقۂ مذاہب کی خبر رکھتا ہے۔ علامہ عینی یہاں کسی کتابِ فقہ کی تحریر میں نہیں یہ استطرادی بالائی فوائد ہیں جن سے اقاویلِ ناس پر اطلاع مقصود اور مذہب تو اصلاً و فرعاً کتبِ مذہب میں مضبوط ہو چکا۔ ان کی ان نقول کا اکثر مادہ تصانیف ابن المنذر و ابن بطال وغیرہما شافعیہ وغیرہم ہیں ان کی عادت ہے کہ محلِ نقل میں سطریں کی سطریں بلکہ کہیں صفحے کے صفحے بلا عزو بے تغیر لفظ نقل فرما جاتے ہیں، جس پر ان کے امام عصری امام ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالٰی نے الدرر الکامنہ میں تنبیہ کی، یہاں بھی صدر کلام

---

[1] فتاوٰی ظہیریہ

marfat.com

ھی وقف الخلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام[1] اھ و هذا معنی قوله فبطلانه بدیھی التصور۔

یہ وقف ابراہیم علیہ السلام کا ہے اھ یہی معنی ہیں ان کے قول کے کہ اس کا بطلان ظاہر ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

الذی حررہ فی البحر اخذا من قول الظھیریة واما اذا وقفه علی الجھة التی کانت البقعة وقفاً علیھا جاز اتفاقاً تبعاً للبقعة وان قول الذخیرة لم یجز ھو الصحیح مقصور علی ما عدا صورة الاتفاق وھو ما اذا کانت الارض ملکاً او وقفاً علی جھة اخری[2] اھ وعلی ھذا فینبغی ان یستثنی من ارض الوقف ما اذا کانت معدة للاحتکار وبه یتضح الحال ویحصل التوفیق بین الاقوال[2] اھ ملخصا وقد اوضحناہ فیما علقنا علیه۔

جو بحر میں تحریر کیا ہے وُہ ظہیریہ کے قول سے ماخوذ ہے اور اگر اسی جہت پر وقف کیا جس پر وُہ خطہ وقف تھا تو وقف اسکی اتباع میں بالاتفاق جائز ہے اور ذخیرہ کا قول "جائز نہیں" صحیح ہے اور یہ اتفاق کی صورت کے غیر پر مقصور ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ زمین ملک یا وقف ہو کسی دوسری جہت پر، اس بناء پر زمین وقف سے اس صورت کا استثنا ضروری ہے جبکہ وُہ زمین احتکار کے لیے تیار کی گئی ہو، اس سے صورتِ حال واضح ہو جاتی ہے اور تمام اقوال میں توفیق حاصل ہو جاتی ہے اھ ملخصاً اور ہم نے ردالمحتار کی تعلیقات میں اس کی خوب وضاحت کی ہے۔

گنگوہی صاحب کی سخت نافہمی، متعلقہ روایتوں کو بے علاقہ بتانا

سادسًا مدرسہ یا کتب خانہ جو بنایا جائے گا جبکہ شرعاً وقف نہیں ہو سکتا، لاجرم ملک بانیان پر رہے گا اور اب یہ صراحۃً وقف میں تصرف مالکانہ اور اپنے انتفاع کے لیے اس میں عمارت بنانا ہوگا، تو آفتاب کی طرح واضح ہے کہ قاضی خاں و عالمگیری و محیط کی عبارات جو مجیب دوم سلمہ نے نقل کیں کہ مقبرہ اگرچہ مندرس ہو جائے اس میں قبر کا نشان درکنار، اموات کی ہڈی تک نہ رہے، جب بھی اس سے انتفاع حرام، اور ہمیشہ اس کے لیے حکم مقبرہ رہے گا۔ اسی طرح فتاوٰی ظہیریہ و خزانۃ المفتین و اسعاف کی عبارات کہ:

مقبرة قدیمة بمحلة لم یبق فیھا آثار المقبرة

جو قبرستان پُرانا ہو اور اس میں مقبرے کے آثار باقی

---

[1] فتاوٰی خیریة — کتاب الوقف — دار المعرفة بیروت — ۱/۱۷۷
[2] ردالمحتار — " — مصطفی البابی مصر — ۳/۴۲۸

marfat.com

المقبرة مسجدا او غیر ذلك[1] لان الدار لابد لها من تلك الاشیاء۔ کو مسجد وغیرہ بنانا درست ہُوا، کیونکہ گھر کے لیے ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

مگر آپ نے ضرور ہوشیاری برتی،

اولاً جانتے تھے کہ کتبِ معتمدۂ مذہب مشہورہ متداولہ میں اسے صراحۃً رَد کیا اور اس کے خلاف پر بشدّ و مد فتوٰی دیا ہے۔ تنویر الابصار و دُرمختار میں ہے:

ولو خرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعة وبه یفتی[2]۔ اور اگر اس کا ارد گرد ویران ہوگیا اور اس کی ضرورت نہ رہی تو مسجد باقی رہے گی، امام صاحب اور امام ثانی (امام ابو یوسف) کے نزدیک ہمیشہ قیامت تک، اور اسی پر فتوٰی ہے۔

حاوی القدسی و بحر الرائق و ردالمحتار میں ہے:

واکثر المشائخ علیه مجتبی وھو الاوجه فتح[3] اھ اسی پر اکثر مشائخ ہیں، مجتبٰی۔ اور یہی اوجہ ہے، فتح۔ (ت)

ثانیاً یہ قولِ امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جسے علامہ عینی نے اصحابنا کی طرف نسبت کیا، خاص اسی حالت میں ہے جب وہ شئے موقوف اس غرض کی صلاحیت سے بالکل خارج ہوجائے جس کے لیے واقف نے وقف کی تھی اصلاً کسی طرح اس کے قابل نہ رہے۔ ردالمحتار میں ہے:

ذکر فی الفتح مامعناه انه یتفرع علی الخلاف المذکور ما اذا انهدم الوقف ولیس له من الغلة ما یعمر به فیرجع الی البانی او ورثته عند محمد خلافا لابی یوسف لکن عند محمد انما یعود الی ملکه ما خرج عن الانتفاع المقصود للواقف بالکلیة[4]۔ فتح میں ذکر کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خلافِ مذکور پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ جب وقف عمارت منہدم ہوجائے اور اس کی آمدنی نہ ہو جس سے اسے تعمیر کیا جائے تو وہ بنانے والے یا اس کے ورثاء کی طرف لوٹ جائے گا امام محمد کے نزدیک، اس میں ابو یوسف کے خلاف ہے، لیکن محمد کے نزدیک اس کی ملک میں صرف وہی لوٹے گا جس سے بالکل نفع ممکن نہ ہو۔

یہ بات مقبرۂ مذکور میں کیونکر متصور ہو کہ ہنوز تہائی میدان حسبِ بیانِ سائل بالکل خالی پڑا ہے۔

ثالثاً شاید یہ بھی کچھ اندیشہ گزرا کہ اس مقبرے کے ساتھ مسجد کی بھی خیر نہیں، مبادا عوام بھڑک جائیں۔

ان وجوہ سے ذکر اصحابنا چھوڑ کر قال ابن القاسم کا یہ سرا پکڑا، مگر غافل کہ جن تین اندیشوں سے

---

[1] عمدۃ القاری باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاہلیۃ الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴/ ۱۷۹

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

[3] و [4] ردالمحتار مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۰۶

marfat.com

ذکر ما یستنبط منہ من الاحکام سے آپ کی منقولہ حکایت تک اسی قسم کی عبارت ہے۔ عالم تو متعدد وجہ سے پہچانے گا کہ یہ کلام حنفیہ نہیں۔ آپ نے اتنا ہی دیکھا ہوتا کہ اس عبارت میں ہے: الی جواز نبش قبورھم للمال ذھب الکوفیون والشافعی واشھب بھذا الحدیث[۱] (کوفہ والے، شافعی اور اشہب اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اس طرف گئے ہیں کہ حصول مال کیلئے انکی قبروں کو اکھاڑنا جائز) حنفیہ کا محاورہ نہیں کہ اپنے ائمہ کا مذہب یوں بیان کریں کہ کوفے والے ادھر گئے ہیں، قائل حنفی ہوتا تو "ذھب ائمتنا یا اصحابنا یا علماؤنا و امثال ذلک" لکھتا۔ یہ ابن القاسم و اشہب دونوں[ع] حضرات مالکی المذہب عالم ہیں۔ خود امام ہمام کے شاگرد، اور ان کے مذہب میں اہل روایت و درایت جیسے ہمارے ہاں زفر و حسن بن زیاد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم، آپ کی مقدس بزرگی کہ مذہب حنفی کے صریح خلاف ایک مالکی عالم کی رائے پر فتوی دیتے، اور اپنے زعم میں اسے مذہب حنفی کی روایت سمجھ رہے ہیں حالانکہ ہمارے ائمہ تو ہمارے ائمہ وہ اس مذہب کے بھی امام مجتہد سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ یہ ابن القاسم ہمارے علماء سے نہیں، مگر ہاں جب نافہمی کی ٹھہری تو آپ کو کیا لگتا کہ اس ذکر اصحابنا کو بھی قال ابن القاسم کے تحت میں داخل اور انھیں کے مقولے میں شامل مانتے۔

گنگوہی صاحب کی تین چالاکیاں اور اُن کا اُلٹا پڑنا

ثالثاً مجیب صاحب نے ناحق اُس حکایت غیر مذہب پر قناعت کی کہ فقط بیچارے مُردہ مسلمانوں کی قبریں، طلبہ اور مدرسہ کے بھنگی بہشتی سے پامال کرانے کی گنجائش ملی۔ اس ذکر اصحابنا کو کیوں نہ لیا کہ مسجدوں میں ہل چلانے، گھوڑے یا گدھے باندھنے کی راہ چلتی۔

بل ھو اشنع واخنع وھو اتخاذ موضع المسجد حشا وکنیفا لقولہ و ذکر اصحابنا ان المسجد اذا خرب ودثر ولم یبق حولہ جماعۃ والمقبرۃ اذا عفت ودثرت تعود ملکا لاربابھا۔ "قال" فاذا عادت ملکا یجوز ان یبنی موضع المسجد دارا و موضع

بلکہ یہ زیادہ بُرا ہے کہ مسجد کو اصطبل یا باڑہ بنا لیا جائے کیونکہ انھوں نے کہا: ہمارے اصحاب نے ذکر کیا کہ مسجد جب ویران ہو جائے اور اس کے گرد کوئی جماعت نہ رہے اور قبرستان جب مٹ جائے تو ان پران کے سابق مالک کی ملک لوٹ آتی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ جب یہ چیزیں ملک میں آگئیں تو مسجد کی جگہ کو گھر اور قبرستان کی جگہ

ع دونوں حضرات کے مزار فائض الانوار قرافہ میں یکجا ہیں۔ علماء فرماتے ہیں ان دونوں مزاروں کے بیچ میں دُعا قبول ہوتی ہے ۱۲ منہ حفظہ ربہ

---

[۱] عمدۃ القاری باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴/۱۷۹

توظاہر ہُوا کہ اس روایت خارجہ عن المذہب کا دامن پکڑنا بھی محض سوءِ فہم وبندگی وہم تھا وباللہ العصمۃ۔

عاشرًا لطف یہ ہے کہ اس روایت خارجہ میں شرط استغنا عن الدفن لگائی گئی ہے، آیا اس سے یہ مراد کہ اس کے سوا دوسری جگہ دفن ہوسکتا ہو، جب تو یہ شرط محض لغو وعبث ہے۔ وہ کون سا گورستان ہے جس کی طرف احتیاج دفن بمعنی لولاہ لامتنع (اگر وہ نہ ہو تو منع ہے۔ ت) ہے، نہ ہرگز تعطل وویرانی، اوقاف میں صرف اس قدر ملحوظ ہوتا ہے بلکہ یہاں مطمح النظر دو امر رہتے ہیں، ایک عدم محتاجین یعنی وہاں آبادی نہ رہی، لوگ متفرق ہوگئے، اب حاجت کسے ہو، جیسے جواب دوم میں عالمگیری ومحیط سے در بارۂ مسجد وحوض گزرا کہ خرب ولایحتاج الیہ لتفرق الناس (جو ویران ہوجائے لوگوں کے وہاں سے چلے جانے کی وجہ سے اس کی احتیاج نہ رہے۔ ت) دوسرے عدم حاجت بوجہ عدم صلوح، یعنی وہ شے کسی مانع وقصور ونقص کے سبب اب اس کام کی نہ رہی، مثلاً زمین پر پانی نے غلبہ کیا کہ دفن کی گنجائش نہ رہی۔

فتاوٰئے کبرٰی وجامع المضمرات وہندیہ واسعاف وغیرہا میں ہے:

امرأۃ جعلت قطعۃ ارض لہا مقبرۃ واخرجتہا من یدہا ودفنت فیہا ابنہا وتلک القطعۃ لاتصلح للمقبرۃ لغلبۃ الماء عندہا فیصیبہا فساد فارادت بیعہا، ان کانت الارض بحال لایرغب الناس عن دفن الموتی لقلۃ الفساد لیس لہا البیع وان کانت یرغب الناس عن دفن الموتی لکثرۃ الفساد فلہا البیع[1]

ایک عورت نے اپنی زمین کے ایک ٹکڑے کو قبرستان بنادیا اور اسے اپنے ہاتھ سے نکالا اور اس میں اپنے بیٹے کو دفن بھی کردیا، مگر یہ ٹکڑا غلبۂ پانی کی وجہ سے قبرستان کے لیے درست نہ رہا تو اس نے اسے بیچنے کا ارادہ کیا، اگر زمین ایسی ہے کہ لوگ اس میں اپنے مردوں کو دفن کرنے سے پہلوتہی نہیں کرتے ہیں کیونکہ فساد زائد نہ تھا تو وہ عورت اس ٹکڑے کو بیچ نہیں سکتی اور اگر لوگ اس میں زیادہ خرابی کی وجہ سے مُردے دفن نہیں کرتے ہیں تو وُہ عورت بیچ سکتی ہے۔

پر ظاہر کہ صورت مستفسرہ میں ہرگز نہ عدم محتاجین ہے نہ عدم صلوح، پھر شرط استغناء کب متحقق ہُوئی اور تغیرِ وقف کی اجازت کس گھر سے ملی، تو روشن ہُوا کہ مجیب سوم کا اس روایت خارجہ سے تمسک محض تشبث الغریق بالحشیش (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ ت) تھا۔ ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی بالتوفیق۔

تنبیہ: یہ مجیب سوم پر تلک عشرۃ کاملۃ ہیں اور ان کاردان کے سب اتباع واذناب کے رد سے مغنی۔

ع وکل الصید فی جوف الفرا

(یہ عرب کا قول بطور مثل اس وقت بولا جاتا ہے جب بہت سی حاجتوں میں سے بڑی حاجت پوری ہوجائے)

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۷۱

گریز فرمایا وہی تینوں یہاں بھی آپ پر عائد بلکہ مع شئی زائد :

اوّل تو وجہ سابع میں دیکھ چکے کہ خلاف مفتی بہ ہونا تو درکنار وہ سرے سے مذہب کا کوئی قول ضعیف بھی نہیں۔

اور ثانی یوں کہ کلام ابن القاسم میں عفت و درست ہے۔ عفاء درو س نیست و نابود و ناپیدا و بے نشان ہونا ہے۔ یہ اس مقبرے پر کہاں صادق کہ سائل کہتا ہے، پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں تو ابھی نیست و نابود و ناپدید نہ ہوا اور اس روایت خارجہ نے بھی آپ کو کام نہ دیا۔

اور ثالث یوں کہ جب ان کی رائے میں مجرد وقفیت موجب اتحاد معنی وجواز اقامت بجائے یک دگر ہے تو جیسے مقبرے کو مسجد کرنا روا، یوں ہی مسجد کو مقبرہ، یوں ہی مسجد کو سرائے اور سرائے میں بیت الخلا۔ فان الکل وقف من اوقاف المسلمین لایجوز تملیکہ لاحد فمعنی الکل علی ھذا واحد (کیونکہ یہ سب مسلمانوں کے اوقاف میں سے وقف کی صورتیں ہیں تو کسی کو اس کا مالک بنانا جائز نہیں اس اعتبار سے سب کا معنی ایک ہے) پھر مفر کدھر!

تاسعاً ذرا براہ مہربانی تھوڑی دیر کو ہوش میں آکر فرمائیے کہ ابن القاسم نے کہا مقبرے کو بعد بے نشانی مسجد کردینا روا، اور ابوالقاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مقابر پر مسجد بنانا حرام۔ آپ کے نزدیک یہ دونوں حکم حالت واحد پر وارد، جب تو آپ کا ایمان ہے کہ ابن القاسم کی بات کو حق جانیں اور ابوالقاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد نہ مانیں، اور اگر حالت مختلف ہے تو پہلے وہ فرق معین کیجئے جس پر ان دونوں احکام کا انقسام ہوگا، کیا فقط نَو وکُہن کا تفرقہ ہے کہ نئی قبروں پر مسجد بنانا حرام، اور یہاں ذرا پرانی پڑیں اب ان پر نماز جائز ہوگئی یا فقط اُوپر کا نشان مٹ جانا چاہئے یا یہ ضرور ہے کہ لاشوں کے تمام اجزاء، ساری ہڈیاں بالکل خاک ہوجائیں، مردے بجمیع اجزاء تراب خالص کی طرف استحالہ کریں، اس کے بعد روا ہے۔

اوّل تو بداہتہً باطل، اور شاید بعلتِ وہابیت آپ کے یہاں تو شرک ہو، اور ثانی بھی اسی کی مثل ہو کہ نشان بالا نہ قبر ہے نہ قبر کے لیے رکن و شرط، تو اس کا عدم و وجود یکساں۔ معہذا اس مقبرے میں یہ صورت بھی ہنوز متحقق نہ ہوئی کہ نشان قبر موجود ہیں اور آپ کا حکم بے تخصیص ثلث خالی صاف مطلق ہے کہ "مدرسہ وقفی بنانا گورستان میں درست ہے"۔ اور آپ کے مقلد نے اس اطلاق کی صریح تصریح کردی کہ "بناء مدرسہ اس جگہ میں خصوصاً حصہ خالی میں درست ہے"۔ اس خصوص نے عموم کو واضح کردیا، لاجرم ثالث لیجئے گا، اب یہ آپ پر لازم تھا کہ دلیل شرعی سے اس مدت کی تعیین کرتے، جس میں مُردوں کی ہڈی پسلی کا اصلاً نام و نشان نہیں رہتا۔ سب سے پچھلی جو میت دفن ہوئی اسے اتنی مدت گزر چکی۔ ان دو مرحلوں کو بغیر طے کئے حکم جواز لگا دینا محض جہل تھا۔ اتنا یاد رکھئے کہ مجرد شک یہاں کام نہ دے گا کہ "الیقین لایزول بالشک" (شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔) عقل ونقل کا قاعدہ اجماعیہ ہے وجود مانع یعنی بعض اجزائے اموات پر یقین نہ ہو، حکم حرمت وممانعت ہی رہے گا اور آپ کے لیت ولعل سے کام نہ چلے گا،

marfat.com

فی غایۃ القبح ان یقبر فیہ الموتٰی سنۃ و یزرع سنۃ۔[1]
یہ بات انتہائی قبیح ہے کہ ایک سال اس میں مردے دفن کیے جائیں اور ایک سال کھیتی باڑی کی جائے۔ (ت)

بات یہ ہے کہ وہابیہ کی نگاہ میں قبورِ مسلمین بلکہ خاص مزاراتِ اولیائے کرام علیہم الرضوان ہی کی کچھ قدر نہیں، بلکہ حتی الوسع ان کی توہین چاہتے ہیں اور جس حیلے سے قابو چلے انھیں نیست و نابود و پامال کرانے کی فکر میں رہتے ہیں ان کے نزدیک انسان مرا اور پتھر ہوا جیسے وُہ خود اپنی حیات میں ہیں کہ لایسمع و لایبصر و لایغنی عنک شیئًا (جو نہ سُنے نہ دیکھے اور نہ تیرے کچھ کام آئے۔ ت) حالانکہ شرع مطہر میں مزاراتِ اولیاء تو مزاراتِ عالیہ عام قبور مسلمین مستحقِ تکریم و ممتنع التوہین، یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں: "قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے کہ سقفِ قبر بھی حقِ میّت ہے۔"

قنیہ میں امام علائے ترجمانی سے ہے:

یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت[2]
قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے کہ سقفِ قبر بھی حقِ میّت ہے۔

حتّٰی کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن کی نعلین پاک کی خاک اگر مسلمان کی قبر پر پڑ جائے تو تمام قبر جنت کے مشک و عنبر سے مہک اُٹھے، اگر مسلمان کے سینے اور منہ اور سر اور آنکھوں پر اپنا قدم اکرم رکھیں اس کی لذت و نعمت و راحت و برکت میں ابد الآباد تک سرشار و سرفراز رہے۔ وُہ فرماتے ہیں:

لان امشی علی جمرۃ او سیف احب الیّ من ان امشی علی قبر مسلم[3] رواہ ابن ماجۃ بسند جید عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔
بے شک چنگاری یا تلوار پر چلنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی مسلمان کی قبر پر چلوں۔ اسے ابن ماجہ نے سندِ جید کے ساتھ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اور وہابیہ کو اس کی فکر ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کی قبروں پر مکان بنیں، لوگ چلیں پھریں، قضائے حاجت کریں، بھنگی اپنے ٹوکرے لے کر چلیں ؎

اگر این ست پسندِ تو نصیبت بادا
(اگر یہی تجھے پسند ہے تو تجھے نصیب ہو۔ ت)

---

[1] الہدایۃ | کتاب الوقف | المکتبۃ العربیۃ کراچی | ۲/ ۶۱۸
[2] فتاوٰی قنیہ | کتاب الکراہیۃ والاستحسان | مکتبہ مشتہرہ بالمہانندیہ کلکتہ بھارت | ص ۱۶۷
[3] سنن ابن ماجۃ | باب ماجاء فی النہی عن المشی علی القبور | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۱۱۳

marfat.com

اور اذناب کے پاس ہے ہی کیا سوا امام زیلعی کی تحقیق کے۔ روایت امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جسے خود مولوی گنگوہی صاحب نے کچھ سوچ سمجھ کر چھوڑ دیا اور روایت فقہیہ نہ لکھنے کے لیے بے مہلتی کا بہانہ بنا لیا۔ مجیب اوّل نے لکھی، مجیب دوم سلمہ نے جواب دیا۔ بعض اذناب سوم نے بے تعرض جواب پھر اسی کا اعادہ کیا، مگر جناب گنگوہی صاحب چڑ کے کہ یہاں مقبرۂ وقف میں کلام ہے۔ مجھے خاص دوسرے مکان وقفی کی اجازت نکالنی مشکل پڑی ہے۔ ہل چلانا، کھیتی کرنا کہ اس روایتِ امام زیلعی میں جائز ہو رہا ہے، کس گھر سے جائز کر سکوں گا لہٰذا ہوشیارانہ اس سے عدول کیا جو اذناب کی سمجھ میں نہ آیا۔ غالباً اب تو ناظرین نے اس روایت کا محمل و محصل سمجھ لیے ہوں گے۔

صاجبو! اس سے مقصود زمین مملوک ہے، یعنی اگر کسی کی ملک میں کوئی میّت دفن کر دی گئی ہو، تو جب وہ بالکل خاک ہو جائے مالک کو روا ہے کہ وہاں کھیتی کرے، گھر بنائے، جو چاہے کرے،

لان الملك مطلق والمانع زال وهذا ايضا اذا كان ذلك باذنه والا ففي الغضب له اخراج الميّت وتسوية الارض كما هي لحديث ليس لعرق ظالم حق[1]

کیونکہ ملک مطلق ہے اور مانع زائل ہو گیا اور یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ اس کی اجازت سے ہو، ورنہ غصب کی صورت میں اسے حق ہے کہ میّت کو نکالے اور زمین برابر کرے جیسے کہ تھی، کیونکہ حدیث میں ہے کہ زمین پر ظالم کا حق نہیں۔

علّامہ مدقق علائی قدس سرہٗ نے درِمختار میں اسے ایسے نفیس سلسلے میں منسلک کیا جس نے معنی مرادی کو کھول دیا۔ مجیب اوّل نے یہ روایت وہیں سے اخذ کی، مگر علّامہ مدقق کے اشارات تک ہر فہم کی دسترس کہاں!

درمختار میں فرمایا:

لا يخرج منه بعد اهالة التراب الا لحق آدمي كان تكون الارض مغصوبة او اخذت بشفعة ويخير المالك بين اخراجه و مساواته بالارض كما جاز زرعه والبناء عليه اذا بلى وصار ترابا زيلعي[2]

مُردے کو مٹی ڈالنے کے بعد صرف حقوق العباد کی وجہ سے نکالا جائیگا، جیسے زمین مغصوبہ ہو یا شفعہ سے لی گئی ہو، اور مالک کو اختیار ہو گا کہ اسے نکالے یا زمین برابر کر دے، جیسے کہ اس پر عمارت بنانا اور کھیتی باڑی کرنا مُردوں کے گلنے سڑنے اور مٹی ہو جانے کے بعد درست ہے زیلعی (ورنہ مقبرہ وقفی میں کھیتی کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں)

ہدایہ میں ہے:

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۵ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۷/ ۱۴

[2] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط حامداً و مصلیاً و مسلماً علیٰ رسولہ سیّد نا محمدٍ و آلہٖ و اصحابہ و اولیاء امّتہ و متبعیھم اجمعین ○ جو کچھ مولانائے مجیب جامع المعقول و المنقول حلّالِ مہمات فروع و اصول مولوی محمد عمر الدین صاحب الحنفی القادری جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء نے صورتِ مسئولہ میں تحریر فرمایا ہے وہ سب حق و صواب ہے، جوابِ لاجواب ہے، پسندیدہ اولی الالباب ہے۔ حنفی مذہب کے مطابق قبروں کو کھود کر صاف میدان کر دینا اور اس پر مکان وغیرہ بنانا ہرگز درست نہیں۔ اس کی تحقیق مولائے مجیب نے عمدہ طور سے فرمائی ہے، کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، معترضوں کے کل اعتراض نہایت خوش اسلوبی سے اٹھا دئے ہیں اور منکروں کے سب خدشات دفع کر دئے ہیں پھر تحریر مہر تنویر فاضل کامل، عالمِ عامل، محقق علوم عقلیہ، مدقق فنونِ نقلیہ، قالع اصول مبتدعین، قامع او ہام نجدیین، حامیٔ سُنن، ماحیٔ فتن، مجدد مائۃ حاضرہ، حجۃ قاہرہ مولنا الحاج احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ تعالیٰ فیوضاتہم کی تو منکروں پر بجلی سی کڑک پڑی، رشید گنگوہی کی تحریر پر تزویر کے تو خُوب پرخچے اُڑائے۔ ایسا امر کوئی فروگذاشت نہ ہُوا کہ جس کے لکھنے کی کسی کو تکلیف ہو۔ پس فقیر نے طول دینا مناسب نہ سمجھا، لہٰذا اختصار سے کام لیا گیا۔ ان فتووں کا انکار بجز فرقۂ نجدیہ وہابیہ، اسمٰعیلیہ، ہندیہ، اسحاقیہ، رشیدیہ گنگوہیہ شیطانیہ خذلھم اللہ تعالیٰ فی الدنیا و الآخرۃ کے کوئی نہ کرے گا۔ اہلِ سنّت و جماعت کو ان دجاجلہ ضلالت کیش و ابالسۃ بطالت اندیش کی صحبت سے پرہیز کرنا لازم ہے اور سلام و کلام قطع کرنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و الیہ المرجع و المآب۔

حررہ الراجی الیٰ لطف ربہ القوی عبد النبی الامی السید حیدر شاہ القادری الحنفی تجاوز اللہ تعالیٰ عن ذنبہ الجلی و الخفی، وحفظ عن موجبات الکی و الغی بحرمۃ النبی الہاشمی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم۔ متوطن کچھ بھوج المعروف بہ پیر بھروالہ نزیل بمبئی۔

عبد النبی الامی الحنفی - سیّد حیدر شاہ قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی رزق الانسان علماً و سمعاً و بصراً فی الحیات و بعد الممات، فالموتیٰ یعرفون الزوار و یسمعون الاصوات و الصلوٰۃ و السلام الاتمان الاکملان علیٰ من ھدانا الی الصراط المستقیم و قانا بہا من نار الجحیم التی اعدت للکفرین و المار دین من الیناشرۃ

سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے انسان کو زندگی میں اور بعد از موت جاننے، سُننے اور دیکھنے کی قوت بخشی، اتم و اکمل درود و سلام ہو اس ذات پر جس نے ہمیں سیدھی راہ دکھائی اور ہمیں نارِ جہنم سے بچایا جو کافروں، سرکشوں، رب العالمین کو جھٹلانے والوں شیطان لعین کو اولین و آخرین کے علم پر فضیلت

ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم ۵ واذ اخذت المسئلة حقها من البیان ولنکف عنان القلم ۵ حامدین لله سبحنه وتعالٰی علی ما علم وصلی الله تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وٰاله واصحابه وسلم والله سبحنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم وحکم عز شانه احکم۔

طاقت وقوت صرف اللہ تعالٰی کے لیے ہے، جب میں نے مسئلہ کما حقہٗ بیان کردیا تو اب چاہیے اللہ تعالٰی کی حمد کرتے ہوئے قلم کو روکیں کہ اسی نے علم دیا، اور درود و سلام ہو ہمارے آقا و مولا حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکم عز شانہ احکم۔ (ت)

تمت

کتبه عبده المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی الله تعالٰی علیه وٰاله وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱
عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں

محمد سلطان

ان هذا لهو الحق والحق بالاتباع احق۔

(بے شک حق یہی ہے اور حق ہی اتباع کے زیادہ لائق ہے۔ ت)

اس میں جو کچھ بیان ہے سب مطابق احکام شریعت وسلف صالحین ہے۔ مسلمان ان سب کو تمسک کریں۔ مؤلف علام کو خدائے برتر جزائے خیر دے اور مقبول خاص وعام کرے اور مجھ کو بھی ثواب سے محروم نہ فرمائے۔ والصلوٰۃ والسلام علٰی خیر الانام وآلہ واصحابہ الکرام۔

المذنب المدعو محمد عبداللہ عفی عنہ

مسائل بالا کہ علمائے دین متین وفضلائے امت (رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) تحریر و تقریر فرمودند ہمہ حق وراست ودرست اند۔ شاکی اینہا مردود وفاسق اند۔

اوپر والے مسائل جن کو علمائے دین متین و فضلائے امت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لکھا ہے اور بیان کیا سب کے سب درست اور صحیح ہیں، ان میں شک کرنے والے مردود اور فاسق ہیں (ت)

العبد الضعیف الراجی الی رحمة اللطیف محمد نعیم پشاوری عفی اللہ عنہ وعن والدیہ والمومنین والمومنات، آمین ثم آمین۔

---

marfat.com

مسئلہ ۱۳۹ از شہر کہنہ مسئولہ رحمت علی خادم مزار شاہدانہ رحمۃ اللہ تعالیٰ ۹ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اراضی مذبح جس پر دکاندار لوگ خوانچہ لگا کر بیٹھ جاتے ہیں بذریعہ ٹھیکہ مالک تھا اور دکانداروں پر دو دو چار چار پیسے روزانہ کے حساب سے مقرر کرلیے تھے بعد چند روز کے اندرون میعاد ٹھیکہ زید سے عمرو نے ٹھیکہ لگایا اور دکانداروں پر اول سے زیادہ کرایہ مقرر کرلیا، مگر دکاندار لوگ کرایہ زیادہ حسب منشاء عمرو کو نہ دے سکے اور مجبور ہو کر اراضی تکیہ جو متصل مذبح کے ہے حسب رضامندی فقیر جا بیٹھے اور فقیر کو دو پیسے روز ہر دکاندار دینے لگا۔ عمرو کو یہ بات ناپسند خاطر ہوئی اور دینی برادرون قصابان سے اپنا عذر کیا، چنانچہ عمرو ٹھیکیدار و نیز اکثر برادرانِ عمرو کہ جو وہاں کی اشیاء کے خریدار بھی ہیں باتفاق سب نے فقیر پر دباؤ ڈالا اور کہا کہ منجملہ دو پیسے کے ڈیڑھ پیسہ عمرو کو اور نصف فقیر کو ہر دکاندار دے، ایسی صورت میں عمرو کو ڈیڑھ پیسہ لینا کہ جو عمرو کی زمین سے کسی دکاندار کو کچھ تعلق نہیں ہے چاہئے یا نہیں، دوم تکیہ کی اراضی میں دکانداروں کو خوانچہ لگا کر بیٹھنا اور کرایہ فقیر کو دینا اور فقیر کو لینا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دونوں باتیں حرام ہیں، نہ تکیہ کی زمین دکانداروں کو کرایہ پر دی جاسکتی ہے نہ اُن کا کرایہ فقیر کو حلال ہوسکتا ہے، اور اگر فقیر کی اپنی مملوک کوئی زمین ہوتی تو اس پر دباؤ ڈال کر کوئی کوڑی عمرو کو دلوانا قطعاً حرام تھا تو یہ حرام در حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۱ تا ۱۴۵ از شیر کوٹ مسئولہ مظہر الحسن صاحب ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ازروئے شریعتِ اسلام قبرستان کا بیع و رہن وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) قبرستان کی زمین کسی کی ذاتی ملکیت ہوسکتی ہے یا نہیں، اور مخصوص قبرستان بنانا کیسا ہے اور اس کی نسبت کیا احکامِ شرعی ہیں؟

(۳) قبروں کو منہدم یا مسمار کرکے اُس میں کھیتی وغیرہ کرنا کیسا ہے، اور اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر ایسا کرے تو اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۴) قبروں کو منہدم یا ویران کرتے یا کھودتے ہوئے دیکھ کر کوئی مسلمان ایسا کرنے والے کو روکنے کا شرعاً مجاز ہے یا نہیں؟

(۵) قبرستان میں یا اُس کی متعلقہ زمین میں بول و براز، گندگی وغیرہ پھینکنا یا قبرستان کو گندگی کا مخزن

والمکذبین لرب العالمین والمفضلین
للشیطان اللعین علی علم الاولین والاٰخرین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ و
ابنہ وحزبہ اجمعین وعلینا بھم
یا ارحم الراحمین ، وبعد فلما رأیت جواب
ناصر الدین المتین ومولٰنا المولوی
محمد عمر الدین وجدتہ موافقا للسنۃ
دافعا للفتنۃ ونظرت تحریر المولوی رشید
احمد الگنگوھی فما ھو الا ضلال مبین وھتک
لحرمۃ المومنین ومارد بہ علیہ خاتم
المحققین عمدۃ المدققین عالم اھل السنۃ
مجدد المائۃ الحاضرۃ سیدی ومرشدی و
کنزی وذخری لیومی وغدی مولٰنا المولوی
محمد احمد رضا خان ایدہ اللہ لواھب
بالفیض والمواھب فلا اجد لسانا ثناءً علیہ
غیر ان اقول لا شک انہ الصدق الصراح و
الحق القراح فجزاھم اللہ خیرا الجزاء عن
الاسلام والمسلمین بحرمۃ سید المرسلین صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
وعندہ ام الکتاب قالہ بفمہ ورقمہ بقلمہ
محمد المدعو بظفر الدین المحمدی السنی
الحنفی القادری البرکاتی الرضوی المجددی
البھاروی العظیم اٰبادی -

محمدی سنی حنفی قادری
ابوالبرکات محمد ظفر الدین

دینے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے سے بچایا، درود وسلام
ہو آپ پر اور آپ کے آل ، اصحاب ، بیٹے ، گروہ
سب پر اور ان کے وسیلہ سے ہم پر یا ارحم الراحمین،
بعد ازیں جب میں نے دین متین کے ناصر مولٰنا
مولوی محمد عمر دین کے جواب کو غور سے دیکھا تو اسے
سنّت کے موافق اور فتنہ سے مدافع پایا، اور مولوی
رشید احمد گنگوہی کی تحریر پر نظر کی تو اسے گمراہ کن
اور توہینِ مومنین سے مملو پایا ، اور خاتم المحققین،
عمدۃ المدققین ، عالمِ اہل سنت ، مجدد مائۃ حاضرہ،
میرے سردار ، میرے مرشد ، میرے
کل اور آج کے لیے ذخیرہ و خزانہ
مولٰنا احمد رضا خان (اللہ تعالیٰ اس کی
عطاؤں اور فیض کو ہمیشہ جاری رکھے) نے
جو اس پر رَد فرمایا میرے پاس ایسی زبان نہیں
کہ اس کی تعریف کر سکوں ، ہاں اتنا ضرور
کہوں گا کہ بے شک وہ صاف سچ ا خالص
حق ہے ، اللہ تعالیٰ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے طفیل اسلام اور مسلمانوں کی طرف
سے انھیں جزائے خیر عطا فرمائے ، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا
ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے ۔ محمد ظفر الدین
محمدی سنّی حنفی قادری برکاتی رضوی مجددی بہاروی
عظیم آبادی نے اسے بزبانِ خود کہا ہے اور اپنے قلم
سے لکھا ہے ۔ (ت)

marfat.com

الجواب

ہبہ و بیع سے قبرستان وقف مستثنیٰ ہیں۔ مشتری کی قبر بھی اس میں بن سکتی ہے۔ وا ہبہ وغیرہ کی قبر کی مرمّت بھی وہ کر سکتا ہے، جو درخت اس میں ہیں وہ مشتری کی ملک ہیں جو چاہے کرے۔ قبرستان اگرچہ وقف ہو اس کے درخت وقف نہیں ہوتے کما بینه فی الهندیة وغیرها (جیسا کہ ہندیہ وغیرہا میں بیان کیا گیا ہے ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۷ از کلکتہ زکریا اسٹریٹ نمبر ۲۲ مسئولہ مولوی عبدالحق صاحب و مولوی مبارک کریم صاحب بمعرفت حاجی لعل خاں صاحب ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس مرید خاص نے مزار کے قریب کچھ زمین و مکانات اپنے خرچ اور آفس و مال گودام کے لیے نیز اس لیے کہ زائرین قیام کریں اور مجالس اس میں قائم ہوں تیار رکھتے تھے، نہ وہ زمین و مکانات وقف کئے نہ کبھی حالتِ حیاتِ شیخ میں شیخ نے نامزد کئے نہ بعد وفاتِ شیخ بنام مقبرہ اس نے بضرورتِ تجارت اُس اراضی و مکانات کو مبلغ کثیر پر رہن رکھا ہے۔ اب فرزندِ شیخ کہتے ہیں کہ یہ سب مکانات وغیرہ ہمارے نام کر دو، تو کیا فرزندِ شیخ کا یہ دعوٰی صحیح ہو سکتا ہے اور کیا مرید کو اختیار ہے کہ قبل فک رہن اُس جائداد کو فرزندِ شیخ کے نام کر دے، اور کیا وہ فرزندِ شیخ اس مرید کی جائداد بجبر و اکراہ اپنے نام کروا سکتا ہے، آیا شریعت میں مرید پر کچھ استحقاقِ مالی شیخ یا وارثانِ شیخ کا ہے؟

جواب از لکھنؤ: ھوالمصوب صورتِ مذکورہ میں زمین و مکانات و انتظام مقبرہ پر دعوٰی فرزندِ شیخ کا باطل ہے، مرید پر مالی استحقاق شیخ کا یا وارثانِ شیخ کا شرعاً نہیں ہے اور مرید جائداد مرہون بغیر فک رہن کسی شخص کو دے نہیں سکتا، نہ فرزندِ شیخ مرید پر کوئی جبر کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ محمد عبدالمجید

الجواب

فرزندِ شیخ کا دعوٰی باطل، اور اسے جبر کا کوئی اختیار نہیں۔

قال تعالیٰ لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم[1]۔ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ تمہاری باہمی رضامندی سے کوئی سودا ہو۔ (ت)

زمین و مکانات و مقبرہ سب مِلکِ مرید ہیں اس کے ورثاء کے قبضے میں رہیں گے۔ مرید پر شیخ کا مالی استحقاق بمعنی وجوب شرعی بحیثیت شیخیت نہیں، اگرچہ طریقۃً وہ اور اس کا مال سب گویا اس کے شیخ کا ہے، یا شریعۃً بوجوہ

---

[1] القرآن ۴/ ۲۹

بنانا کیسا اور اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۶) مسلمانوں پر قبرستان کی حرمت کس حد تک واجب ہے؟

الجواب

(۱ و ۲) عامہ قبرستان وقف ہوتے ہیں، اور وقف کی بیع و رہن حرام ہے، اور جو خاص قبرستان کسی کی ملک ہو جس میں اس نے مردے دفن کیے ہوں مگر اس کام کے لیے وقف نہ کیا ہو، وہ بھی مواضع قبور کو نہ بیچ سکتا ہے نہ رہن کرسکتا ہے کہ اس میں توہینِ امواتِ مسلمین ہے، اور اُن کی توہین حرام ہے۔

(۳) حرام ہے مگر یہ کہ کسی کی مملوک زمین میں بے اس کی اجازت کے کسی نے مردہ دفن کردیا ہو اور اس نے اُسے جائز نہ رکھا تو اُسے اُس کے نکلوا دینے اور اپنی زمین خالی کرلینے اور کھیتی و عمارت ہر شے کا اختیار ہے۔

(۴) جو شخص ایسے جُرم شدید کا مرتکب ہو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ بقدرِ قدرت اسے روکے، جو اس میں پہلوتہی کرے گا اُسے فاسق کی طرح عذابِ نار ہوگا۔

قال تعالٰی کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ماکانوا یفعلون[1] اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وہ ایک دوسرے کو بُرے کام سے روکتے نہ تھے، وہ سب کیا ہی بُرا کام کرتے تھے (ت)

(۵) حرام، حرام، سخت حرام ہے اور اس کا مرتکب مستحقِ عذابِ نار و غضبِ جبّار ہے۔

(۶) قبورِ مسلمین پر چلنا جائز نہیں، بیٹھنا جائز نہیں، اُن پر پاؤں رکھنا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہوا اس میں چلنا حرام ہے، اور جن کے اقربا ایسی جگہ دفن ہوں کہ ان کے گرد اور قبریں ہوگئیں اور اسے اُن قبور تک اور قبروں پر پاؤں رکھے بغیر جانا ناممکن ہو، دُور ہی سے فاتحہ پڑھے اور پاس نہ جائے زیادہ تفصیل ہمارے رسالہ اھلاک الوھابیین میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۶ از سکندر پور ضلع بلیا پاٹی گلی مسئولہ محمد حسین و عطا حسین ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زینب نے اپنے نواسہ بکر کو اپنی زمینداری ہبہ کی اور لکھ دیا کہ توابع لواحق اس کے جو کچھ ہے ہبہ کردیا، بکر نے عمرو کے ہاتھ اس زمینداری کو مع جملہ حقوق توابع لواحق بیع کردیا اور اس کے اندر قبرگاہ واہبہ کا بھی ہے تو اس کے اندر عمرو مشتری کی قبر بنانا جائز ہے یا نہیں یا اُس قبرگاہ پر متصرف ہونا مشتری عمرو کا درختان انبہ وغیرہ کا پھل کھانا یا لکڑی لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ قبرگاہ بغیر دیوار بے مرمت اور خراب ہو تو عمرو بنوا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] القرآن ۵/۷۹

تصریحات کثیرۃ فی کتابنا حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات، فان العلۃ فیہ کما نصوا علیہ انہا مادامت رطبۃ تسبح اللہ تعالٰی فتؤنس المیت لا طیبہا۔

اس پر کثیر تصریحات ہم نے اپنی کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں نقل کی ہیں اس لیے کہ حسب تصریح علماء ان کے استحباب کی علت یہ ہے کہ وہ پھول جب تک تر رہیں گے اللہ کی تسبیح کرتے اور میّت کا دل بہلاتے رہیں گے ۔ خوشبو دار ہونا علت نہیں (ت)

اور اگر بغرضِ حاضرین وقتِ فاتحہ خوانی یا تلاوت قرآن عظیم و ذکر الٰہی سلگائیں تو بہتر و مستحسن ہے۔

وقد عہد تعظیم التلاوۃ والذکر و تطییب مجالس المسلمین بہ قدیما و حدیثا۔

اور تلاوت و ذکر کی تعظیم اور اس سے مسلمانوں کی مجلسوں میں خوشبو پھیلانا زمانۂ قدیم و جدید میں متعارف ہے۔ (ت)

جو اسے فسق و بدعت کہے محض جاہلانہ جرأت کرتا ہے یا اصول مردودۂ وہابیت پر مرتا ہے۔ بہرحال یہ شرع مطہر پر افترا ہے، اس کا جواب انھیں دو آیتوں کا پڑھنا ہے:

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[1] قل اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

تم کہو اپنی دلیل لاؤ اگر سچے ہو ۔ تم کہو کیا خدا نے تمھیں اذن دیا ہے یا اللہ پر افترا کرتے ہو۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن ۲/۱۱۱

[2] القرآن ۱۰/۵۹

marfat.com

دیگر وجوب ہو سکتا ہے۔ فرزندِ شیخ کا یہ مطالبہ کرنا سوال ہے اور سوال بلاضرورت حرام ہے۔ ہاں اگر مرید رضائے خود چاہے تو اپنا مال اُس کے نام کر سکتا ہے اگرچہ قبل ادائے دین مرتہن باذن مرتہن۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۸ از جوناگڑھ کاٹھیاواڑ سرکل مدارالمہام مرسلہ مولوی امیرالدین صاحب ۱۰ ذی القعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی بزرگ کے مزار پر لوبان جلانا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے؟ اور جو شخص جلانے والے کو فاسق اور بدعتی کہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

عُود لوبان وغیرہ کوئی چیز نفسِ قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہئے اگرچہ کسی برتن میں ہو لما فیہ من التفاؤل القبیح بطلوع الدخان علی القبر والعیاذ باللہ (کیونکہ اس میں قبر کے اوپر سے دُھواں نکلنے کا بُرا فال پایا جاتا ہے، اور خدا کی پناہ۔ت) صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

انه قال لابنه وھو فی سیاق الموت اذا انامت فلا تصحبنی نائحة ولا نار[1] الحدیث۔

انھوں نے دمِ مرگ اپنے فرزند سے فرمایا جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ کرنے والی جائے نہ آگ جائے۔ الحدیث (ت)

شرح المشکوٰۃ للامام ابن حجر المکی میں ہے: لانھا من التفاؤل القبیح[2] (کیونکہ آگ میں فالِ بد ہے۔ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے: انھا سبب للتفاؤل القبیح[3] (یہ فالِ بد کا سبب ہے۔ت) اور قریب قبر سلگانا کہ اگر وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی یا ذاکر ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف و اضاعتِ مال ہے۔ میّت صالح اُس غرفے کے سبب جو اس کی قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے اور بہشتی نسیمیں بہشتی پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں، دنیا کے اگر لوبان سے غنی ہے اور معاذ اللہ جو دوسری حالت میں ہو اُسے اس سے انتفاع نہیں۔ تو جب تک سندِ مقبول سے نفعِ معقول نہ ثابت ہو سبیلِ احتراز ہے۔

ولا یقاس علی الورد والریاحین المصرح باستحبابه فی غیرما کتاب کما اوردنا علیه

اس کا قیاس پھولوں پر نہیں ہو سکتا جن کے مستحب ہونے کی صراحت متعدد کتابوں میں موجود ہے جیسا کہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۷۶

[2] مرقاۃ بحوالہ الامام ابن حجر مکی کتاب الجنائز مکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۴/۱۹۶

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ 〃 〃 〃 〃

marfat.com

رسالہ

بَرِیْقُ الْمَنَارِ بِشُمُوْعِ الْمَزَار[۱۳۳۱]

(منارے کی چمک مزار کی شمعوں سے)[۱۳۳۱]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم۔

مسئلہ ۱۴۹: از لکھنؤ محلسرا ڈاکخانہ چوک مرسلہ مولوی محمد احمد صاحب علوی خلف مولوی حبیب علی صاحب مرحوم ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزاراتِ اولیاء اللہ پر روشنی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ روشنی مزاراتِ اولیاء اللہ پر ناجائز ہے کیونکہ اس میں تعبد منظور رہتا ہے، چنانچہ زید کی تحریر بجنسہٖ ذیل میں نقل کی جاتی ہے، آیا یہ مسلک زید کا نزدیک علمائے دین و مفتیانِ شرع متین قابلِ قبول و عمل ہے یا نہیں؟

نقلِ تحریرِ زید یہ ہے:

میں بقسمِ شرعی اس کو باور کراتا ہوں کہ میں نے کوشش کی کہ چراغانِ قبور کا کسی تاویل سے استحسان ثابت ہوجائے تو میں رسمِ قدیم کی مخالفت نہ کروں۔ چنانچہ فتاوٰی عالمگیری کو دیکھا اس میں نکلا کہ اخراج الشموع الی المقابر بدعۃ لا اصل لہ (مزارات پر چراغاں کرنا بدعت ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ ت) اسی طرح

marfat.com

فتاوٰی بزازیہ میں ہے۔ دُرمختار میں بھی یہی نکلا۔ پھر میں نے حدیث شریف کو دیکھا۔ مشکوٰۃ شریف میرے پاس تھی، اس میں یہ حدیث نکلی:

لعن رسول اللّٰہ زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج[1] رواہ الترمذی والنسائی۔

لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زائراتِ قبور پر اور جو بنائیں قبروں پر مسجدیں (یعنی قبروں کی طرف سجدہ کریں) اور قبروں پر چراغ کو روشن کریں۔ اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا۔

اس کے بعد میں نے حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی برادر شاہ عبدالعزیز صاحب ختم المحدثین کے فتوے مطبوعہ مطبع مجتبائی ص۱۴۱ کو دیکھا اُس میں لکھا ہے:

پس امداد بدعاء و ختم و اطعام بدعتے مباح است (یعنی در عرس سالانہ بزرگانِ دین اگر صلحائے وقت جمع شدہ قرآن شریف خوانند و خیرات کردہ ثواب رسانند مضائقہ ندارد۔ ایں را بدعتِ مباح باید گفت) وجہِ قبح ندارد۔ اما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغ ہا وملبوس ساختن قبور و سرود ہا و نواختن معازف بدعاتِ شنیعہ اند۔ حضور چنیں مجالس ممنوع اگر مقدور باشد محلِ حدیث من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان[2] عمل باید کرد از مقام زجر پراگندہ کردن اسباب بدعت کافی است[3]

دعا، ختم قرآن اور کھانا کھلانے کے ذریعے مدد کرنا ایک جائز بدعت ہے (یعنی بزرگانِ دین کے سالانہ عرس میں اگر اس زمانے کے نیک لوگ جمع ہو کر قرآن شریف پڑھیں اور خیرات کرکے ثواب پہنچائیں تو کوئی مضائقہ نہیں اسے بدعتِ مباحہ کہا جاسکتا ہے) قبیح ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ لیکن حرام باتوں کا ارتکاب جیسے چراغ روشن کرنا، قبروں کو ملبوس کرنا، گانے، باجے بجانا شنیع بدعتیں ہیں، ایسی مجلسوں میں شرکت منع ہے اگر قدرت ہو تو حدیث پاک "جو تم میں کوئی برائی دیکھے تو اپنے ہاتھ سے روک دے، یہ نہ ہو سکے تو زبان سے، یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے بُرا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے" پر عمل کرنا چاہئے۔ زجر کی جگہ اسبابِ بدعت کو منتشر کردینا کافی ہے (ت)

---

[1] الجامع للترمذی باب کراہۃ ان یتخذ علی القبر مسجداً نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۴۳
[2] ؍؍ ابواب الفتن ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۳۱۶
[3] فتاوٰی شاہ رفیع الدین

marfat.com

اس کے علاوہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مالابدمنہ میں اور ارشاد الطالبین میں لکھا ہے کہ:

"چراغاں کردن بدعت است، پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر شمع افروزاں نزد قبر و سجدہ کنندگان لعنت گفتہ[1]۔" ارشاد الطالبین صنا

(قبور پر) چراغاں کرنا بدعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر کے نزدیک چراغاں کرنے اور سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ت)

خلاصہ یہ کہ چراغاں جو بغرض خاص تقرب کیا جاتا ہے یا بغرض زینت۔ یہاں تک کہ بعض لوگ منت مانتے ہیں اور اس کا ایفاء کرتے ہیں اور اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے ہیں۔
اس طرح جب کتب حدیث وفقہ و تحریرات علماء میں نکلا تو میں نے بلا خوف وخطر اس کو ترک کردیا اور جس قدر رقم کا تیل آتا تھا وہ میں نے شربت وبرف میں صرف کردیا۔ نظر انصاف سے دیکھا جائے کہ یہ کیا سنگین جرم ہے، نماز نہ پڑھے، جماعت کا پابند نہ ہو، ڈاڑھی منڈائے، وہ سب قابل عفو ہے لیکن چراغاں نہ کرنا جس کے لیے اس قدر شدید وعید آئی ہے وہ ایسا جرم ہے کہ فوراً وہابیت کا فتویٰ دے دیا جائے۔ چونکہ اس کے کہنے والے اکثر جاہل ناخواندہ لوگ تھے میں نے اس کی طرف توجہ بھی نہیں کی، میں نے یہ سمجھا تھا کہ اگر صاحب فتاویٰ بزازیہ وعالمگیریہ و صاحب مشکوٰۃ اور شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی یہ سب وہابی ہیں تو میں الحمدللہ وہابی ہوں۔ یہ امر بھی قابل گزارش ہے کہ میں نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کو ایک عریضہ بھیجا اور اس میں استفتار چراغاں کا کھا اور جواب کے لیے ٹکٹ بھی رکھ دیئے لیکن خاں صاحب موصوف نے اس کا جواب نہیں دیا۔ مشکل یہ ہے کہ اگر حق جواب لکھا جائے تو پیرزادے ناخوش ہوتے ہیں اگر ناحق لکھا جائے تو قرآن وحدیث وفقہ کے خلاف ہوتا ہے۔ بہت تلاش سے بعض لوگوں کی تحریرات سے ایک آدھ چراغ کا جواز اس طرح سے نکلتا ہے کہ کسی دوسری مصلحت سے چراغ جلایا جائے۔ لیکن چراغاں کا جواز اگر آج بھی کسی مستند عالم کی کتاب سے نکل آئے تو مجھ کو اس مسئلہ میں کد نہ ہوگی۔
صرف دو امور ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کو خلجان ہوتا ہے:

اول یہ کہ پیرزادے اس کو کرتے چلے آئے ہیں مگر پیرزادوں کا فعل ناسخ قول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں ہے، پیرزادگان کچھ معصوم نہیں ہیں، صالح ہوں، اہل اللہ ہوں، لیکن معصوم نہیں، جہاں ہزاروں نیک مشائخ زمانہ کرتے ہیں وہاں ایک امر ناجائز بھی کسی مصلحت سے اُنھوں نے کرلیا۔ خدا تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔ غور سے دیکھا جائے کہ غیر محارم کے سامنے آنا شرعاً جائز ہو جائے گا۔

دوسرا امر باعث خلجان یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں قبر مبارک پر روشنی ہوتی ہے اس خطرے کے جواب حسب ذیل ہیں:

(۱) تعامل حرمین شریفین کا بعد قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر کے سند نہیں ہے۔

[1] مالابدمنہ (فارسی) کتاب الجنائز مکتبہ شرکت علمیہ ملتان ص ...

marfat.com

(۲) قبر شریف حجرۂ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں واقع ہے جس کے چاروں طرف مسجد نبوی ہے اور مسجد میں روشنی کرنے کا ثواب احادیث میں موجود ہے۔

(۳) قبر شریف درحقیقت روپوش ہے آج ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی اُس کو نہیں دیکھ سکتا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے سیڑھی لگا کر دیکھنا چاہا ناکامیاب رہا۔

(۴) مدینہ منوّرہ میں روشنی منجانب سُلطان ٹرکی ہوتی ہے۔ گورنمنٹ ٹرکی نے عثمانیہ بینک قائم کر کے سود کا لین دین شروع کر دیا ہے، کیا گورنمنٹ کے بھی فعل سے سُود جائز ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

(۵) نزدیک اہلسنّت والجماعت کے حجتِ شرعی صرف چار ہیں: قرآن وحدیث واجماع وقیاس مجتہدین۔ صرف تعاملِ حرمین کوئی سند نہیں۔

(۶) بڑا حصّہ حرمین شریفین کا داڑھی کترواتا ہے۔ کیا داڑھی کتروانے کے جواز میں کوئی شخص یہ سند پیش کر سکتا ہے کہ وہاں کے لوگ داڑھی کترواتے ہیں، لہذا یہ فعل جائز ہے، وہاں کے علماء سے خود فتویٰ لیا جائے وہ داڑھی کترانے چراغاں کرنے کو یقیناً ناجائز کہیں گے۔

(۷) اب ایک تاویل ضعیف اور ایجاد ہوئی ہے کہ متقدمین ومتاخرین کسی کو بھی نہیں سُوجھی، یعنی قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت ہے لیکن قبر کے گرد جلانے میں ممانعت نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف میں لفظ علیٰ بمعنی پر واقع ہے۔ اردو میں کیا قبر پر چڑھاوا صرف اسی کو کہتے ہیں جو خاص اس جگہ پر کیا جائے جتنے حصّہ کو قبر کہتے ہیں، بعض قبر کی صورت کوہانِ شتر کے مانند ہوتی ہے اس پر چڑھاوا غالباً ممکن بھی نہ ہوگا۔ لیکن قبر پر چڑھاوا تو اتنا وسیع ہے کہ گرد قبر سے بلکہ دروازے کے آس پاس بھی کوئی رکھ دے تو وُہ قبر کا چڑھاوا سمجھا جائے گا اور رسول خدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) کے فرمانے کی یہ تاویل ضعیف ہے۔ قرآن شریف سُورۂ کہف میں لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیۡہِمۡ مَّسۡجِدًا[۱] (قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔ ت) کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ اصحابِ کہف کے سینہ پر سنگِ بنیاد مسجد کا رکھیں گے، استغفر اللہ۔ ایک صاحب نے یہ کمال کیا کہ مُلّا علی قاری کی نسبت کہہ دیا کہ انھوں نے گردِ قبر کے چراغ جلانے کو جائز کہا ہے[ع] حالانکہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۷۰ میں حدیث مندرجہ مشکوٰۃ شریف مذکورہ بالا کی شرح میں اُنھوں نے صرف مسجد کو اطرافِ قبر میں بنانے کی اجازت اس بنیاد پر دی ہے کہ عادتِ یہود ونصاریٰ یہ تھی کہ وُہ قبر پر مسجد بناتے تھے، اور چونکہ مشابہتِ یہود ونصاریٰ کی وجہ سے ممانعت ہوئی تھی لہذا جب مشابہت نہ رہی تو یہ فعل جائز ہوگیا۔ لیکن چراغ کی ممانعت کے وجوہ حضرت مُلّا علی قاری نے

---

[۱] القرآن ۱۸/ ۲۱

[ع] زید کی اصل عبارت میں تتخذ ون ہے۔

تین لکھے ہیں :
اوّلاً تضییع مال۔
دوم چراغ کا آثارِ جہنم سے ہونا بوجہ ناریت۔
سوم تعظیم قبور۔

ہرگز ہرگز ملّا علی قاری نے گردِ قبر کے چراغ جلانے کی اجازت نہیں دی ہے، یہ اُن پر اتہام ہے۔ سمجھنے کی بات ہے کہ جو اُنھوں نے وجوہِ ممانعت لکھے ہیں کیا وہ گردِ قبر کے چراغ جلانے سے جاتے رہیں گے جو وہ اجازت دیتے ہیں۔ بقسمِ شرعی باور کراتا ہوں کہ اگر کسی عالم مستند نے چراغان قبر کے لیے جلانے کو جائز کر دیا ہو تو میں پہلا شخص اس تاویل پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں گا۔ سچ یہ ہے کہ مجاوروں نے جن کے لیے قبور ذریعۂ معاش ہیں اُنھوں نے ان باتوں کی ایجاد کی ہے۔ یہ سب بحث چراغ جلانے میں ہے نہ کہ چراغاں میں، جو محض تعبداً یعنی ازراہِ تقرب کیا جاتا ہے، لوگ تیل بتی کی منت مانتے ہیں، سال کے سال شب عرس کو کرتے اور اس کو مذہبی فعل سمجھتے ہیں۔ اگر تقرب یعنی تعبد منظور نہیں ہوتا تو لوگ چراغاں بزرگوں کی قبر پر کیوں کرتے ہیں، کسی فاسق فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے! اس سے ظاہر ہے کہ منشاءِ چراغاں محض تقرب یعنی تعبد ہے، اگر ایسی تاویل جائز سمجھی جائے تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ چراغ جلائے کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے، استغفراللہ! یہ تو حدیث کے ساتھ مضحکہ کرنا ہے۔ اگر اس وعید کے بعد بھی کوئی شخص پھر اس میں خلاف کرے یا کٹ حجتی کرے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات قبر میں تصفیہ کے قابل ہے، موسیٰ بدین خود، عیسیٰ بدین خود۔ انتہیٰ تحریرِ زید۔

اب جو کچھ ازراہِ انصاف و تتبع کتب حضرات اہلسنت والجماعت محقق ہووے اس سے معزز فرمائیے، اور کیا یہ اقوال زید کے صحیح اور موافق سلف کے ہیں، بہ تشریح و تفصیل تام ارشاد ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ سَرْمَدًا، صَلِّ عَلٰی سِرَاجِکَ الْمُنِیْرِ وَاٰلِہٖ اَبَدًا، یَا نُوْرُ یَا نُوْرَ النُّوْرِ یَا نُوْرُ قَبْلَ کُلِّ نُوْرٍ یَا نُوْرُ بَعْدَ کُلِّ نُوْرٍ، لَکَ النُّوْرُ وَبِکَ النُّوْرُ وَمِنْکَ النُّوْرُ وَاِلَیْکَ النُّوْرُ وَاَنْتَ النُّوْرُ وَنُوْرُ النُّوْرِ صَلِّ عَلٰی

اے اللہ! تیرے لیے دائمی حمد ہے، اپنے سراج منیر اور ان کی آل پر ہمیشہ رحمت نازل فرما، اے نور، اے نور کے نور، اے ہر نور سے قبل نور، اے نور کے بعد نور، تیرے لیے نور ہے، تجھ سے نور ہے، تیری طرف نور ہے، تو نور اور نور کا نور ہے اپنے نور انوار پر، اور ان کی آل پر

نورك الانور وآله السرج الغرر وصحبه المصابيح الزهر صلوة تنور بها وجوهنا وصدورنا وقلوبنا وقبورنا اٰمین ۔

جو روشن چراغ ہیں اور ان کے اصحاب پر جو تابناک مصباح ہیں درود نازل فرما ایسا درود جس سے ہمارے چہرے، ہمارے سینے، ہمارے دل اور ہماری قبریں روشن ہوجائیں۔ الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی قدسنا اللہ بسرہ القدسی کتاب مستطاب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد دوم ص ۴۲۹ میں فرماتے ہیں:

قال الوالد رحمه الله تعالٰی فی شرحه علٰی شرح الدرر من مسائل متفرقة اخراج الشموع الی القبور بدعة اتلاف مال کذا فی البزازیة اھ وهذا کله اذا خلا عن فائدة واما اذا کان موضع القبور مسجدا او علٰی طریق او کان هناك احد جالس او کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحققین تعظیما لروحه المشرقة علٰی تراب جسده کاشراق الشمس علی الارض اعلاما للناس انه ولی لیتبرکوا به و یدعوا الله تعالٰی عنده فیستجاب لهم فهو امر جائز لامنع منه والاعمال بالنیات[1]

یعنی والد رحمہ اللہ تعالٰی نے حاشیہ درر و غرر میں فتاوٰی بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے خالی ہو، اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سرِ راہ ہیں یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے وہاں شمعیں روشن کریں اُن کی رُوح مبارک کی تعظیم کے لیے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر، تاکہ اس روشنی کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے تاکہ اس سے تبرک کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دُعا مانگیں کہ اُن کی دُعا قبول ہو تو یہ امر جائز ہے اس سے اصلاً ممانعت نہیں، اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

روی ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما ان رسول الله صلی الله

ابوداؤد اور ترمذی نے ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۳۰

marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم لعن زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثا من غیر فائدۃ[1] کما ذکرنا۔

نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی یعنی اُن لوگوں پر جو کسی فائدہ کے بغیر قبروں پر چراغ جلاتے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے (ت)

یعنی یہ مذکورہ بالا حدیث کہ روایت کی گئی ہے، اس سے بھی مراد وہی صورت ہے کہ محض عبث بلا فائدہ قبور پر شمعیں روشن کریں ورنہ ممانعت نہیں۔ ملاحظہ ہو وہی حدیث ہے وہی عبارت فتاوٰی بزازیہ ہے۔ ان علامہ جلیل القدر عظیم الفخر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے معنی روشن فرمادئے، اور تصریحاً ارشاد کیا کہ مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدہ کے لیے ہو ہرگز منع نہیں۔ فائدہ کی متعدد مثالیں فرمائیں:

(۱) وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔

(۲) مقابر بر سرِ راہ ہوں روشنی کرنے سے راہ گیروں کو نفع پہنچے گا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابرِ مسلمین دیکھ کر سلام کریں گے، فاتحہ پڑھیں گے، دُعا کریں گے، ثواب پہنچائیں گے۔ گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے، اور اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔

(۳) مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصالِ ثواب یا افادہ یا استفادہ کے لیے آیا ہے تو اسے روشنی سے آرام ملے گا، قرآن عظیم دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔

(۴) وہ تینوں منافع مزارات اولیاءِ کرام قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم کو بھی بروجہ اولیٰ شامل تھے کہ مزاراتِ مقدسہ کے پاس غالباً مساجد ہوتے ہیں، گزرگاہ بھی بہت جگہ ہے اور حاضرینِ زائرین خواہ مجاورین سے تو نادر ہی خالی ہوتے ہیں، مگر امام ممدوح ان پر اکتفاء نہ فرماکر خود مزارات کریمہ کے لیے بالتخصیص روشنی میں فائدہ جلیلہ کا افادہ فرماتے ہیں کہ اُن کی ارواحِ طیبہ کی تعظیم کے لیے روشنی کی جائے۔

اقول ظاہر ہے کہ روشنی دلیلِ اعتناء ہے اور اعتناء دلیلِ تعظیم۔ اور تعظیم اہل اللہ دلیلِ ایمان و موجبِ رضائے رحمان عزجلالہٗ۔ قال اللہ عزوجل:

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب[2]

جو الٰہی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۳۰

[2] ... ۲۲/۳۲

وقال اللہ تبارک وتعالٰی:

وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰہِ فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ[1] — جو الٰہی آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اس کے لیے اُس کے رب کے یہاں بہتری ہے۔

(۱) اس کی نظیر مصحف شریف کا مطلّا و مذہّب کرنا ہے کہ اگرچہ سلف میں نہ تھا، جائز و مستحب ہے کہ دلیل تعظیم و ادب ہے۔ دُرمختار میں ہے:

جاز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد[2] — مصحف شریف مطلّا و مذہّب کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں اس کی تعظیم ہے جیسا کہ مسجد کو منقّش کرنے میں (ت)

یُوں ہی مساجد کی آرائش اُن کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش و نگار کہ صدرِ اول میں نہ تھے، بلکہ حدیث میں تھا:

لتزخرفنّھا کما زخرفت الیھود والنصارٰی[3] — تم مسجدوں کی آرائش کروگے جیسے یہود و نصارٰی نے آرائش کی۔ اسے ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

رواہ ابوداؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

مگر اب ظاہری تزک و احتشام ہی قلوب عامہ پر اثرِ تعظیم پیدا کرتا ہے لہذا ائمۂ دین نے حکم جواز دیا۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لایکرہ نقش المسجد بالجص وماء الذھب[4] — گچ اور سونے کے پانی سے مسجد میں نقش بنانا مکروہ نہیں ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ کما فی نقش المسجد ای ماخلا محرابہ ای بالجص وماء الذھب[5] — اس کا قول، جیسا کہ مسجد کی آرائش میں، یعنی محراب کے علاوہ۔ یعنی گچ اور سونے کے پانی سے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲۲/۳۰

[2] درمختار	کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۲۴۵
[3] سنن ابوداؤد	باب فی بناء المسجد	آفتاب عالم پریس لاہور	۱/۶۵
[4] تبیین الحقائق	فصل کرہ استقبال القبلہ	مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر	۱/۱۶۸
[5] ردالمحتار	کتاب الحظروالاباحۃ باب فی البیع	ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر	۵/۲۴۷

marfat.com

(۳) یونہی مسجدوں کے لیے کنگرے بنانا کہ مساجد کے امتیاز اور دُور سے اُن پر اطلاع کا سبب ہیں، اگرچہ صدرِ اول میں نہ تھے۔ بلکہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا تھا:

اِبْنُوا الْمَسَاجِدَ وَاتَّخِذُوْهَا جُمًّا[1] رواہ ابن ابی شیبۃ والبیہقی فی السنن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مسجدیں مُنڈی بناؤ۔ اسے ابن ابی شیبہ نے اور سنن میں بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

دوسری حدیث میں ہے:

اِبْنُوْا مَسَاجِدَکُمْ جُمًّا وَّابْنُوْا مَدَآئِنَکُمْ مُشْرِفَۃً[2] رواہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

یعنی مسجدیں مُنڈی بناؤ اُن میں کنگرے نہ رکھو، اور اپنے شہر اونچے کنگرے دار بناؤ۔ اسے مصنف میں ابن ابی شیبہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا (ت)

مگر اب بلانکیر مسلمانوں میں رائج ہے۔

وَمَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللہِ حَسَنٌ[3]۔

اور جسے مسلمان اچھا سمجھیں وُہ خدا کے یہاں بھی اچھا ہے (ت)

امام ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں:

استنبط کراھیۃ زخرفۃ المسجد لاشتغال قلب المصلی بذلک اولصرف المال فی غیر وجھہ نعم اذا وقع ذلک علی سبیل تعظیم المساجد ولم یقع الصرف علیہ من بیت المال فلاباس بہ ولو اوصی بتشیید مسجد وتحمیرہ وتصفیرہ نفذت وصیتہ لانہ قد حدث للناس

یعنی حدیث سے مستنبط کیا گیا ہے کہ مسجدوں کی آرائش مکروہ ہے کہ نمازی کا خیال بٹے گا یا اس لیے کہ مال بیجا خرچ ہوگا، ہاں اگر تعظیمِ مسجد کے طور پر آرائش واقع ہو اور خرچ بیت المال سے نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، اور اگر کوئی شخص وصیت کرجائے کہ اس کے مال سے مسجد کی گچ کاری اور اس میں سُرخ و زرد رنگ کریں تو وصیت نافذ ہو گی کہ لوگوں میں جیسی

---

[1] السنن الکبرٰی باب فی کیفیۃ بناء المسجد دار صادر بیروت ۲/ ۴۳۹

[2] المصنف لابن ابی شیبہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۰۹

[3] مسند احمد بن حنبل دار الفکر بیروت ۱/ ۳۷۹

marfat.com

فتاوی بقدر ما احدثوا وقد احدث الناس مؤمنهم وکافرهم تشیید بیوتهم وتزیینها ولو بنینا مساجدنا باللبن وجعلنها متطامنة بین الدور الشاھقة وربما کانت لاھل الذمة لکانت مستھانة[1]۔

نئی نئی باتیں پیدا ہوتی گئیں ویسے ہی ان کے لیے فتوے نئے ہوئے کہ اب مسلمانوں کافروں سب نے اپنے گھروں کی گچکاری اور آرائش شروع کر دی۔ اگر ہم ان بلند عمارتوں کے درمیان جو مسلمین تو مسلمین کافروں تک کی بھی ہوں گی کچی اینٹ اور نیچی دیواروں کی مسجدیں بنائیں تو نگاہوں میں ان کی بے وقعتی ہوگی۔

(۴) اسی قبیل سے ہے مزاراتِ اولیائے کرام وعلمائے عظام قدست اسرارہم پر عمارات کی بناء کہ باوصف حدیث صحیح مسلم وابوداؤد ونسائی ومسند احمد:

عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وسلم ان یقعد علی القبر وان یجصص وان یبنی علیہ[2]۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے اسے گچ سے پکی کرنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا۔ (ت)

جس میں صراحۃً اس کی ممانعت ارشاد ہوئی ہے سلفاً وخلفاً ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے جائز رکھی تکملہ مجمع بحار الانوار جلد ثالث صفحہ ۱۴۰ میں ہے:

قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورھم ویستریحون فیہ[3]۔

بیشک ائمہ سلف صالحین نے اہلِ فضل اولیاء وعلماء کے مزارات طیبہ پر عمارات بنانا مباح فرمادیا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اُن میں راحت پائیں۔

جواہر اخلاطی میں ہے:

ھو وان کان احداثا فھو بدعة حسنة وکم من شیئ کان احداثا وھو بدعة حسنة وکم من شیئ یختلف باختلاف

یعنی یہ اگرچہ نوپیدا ہے پھر بھی بدعتِ حسنہ ہے، اور بہت سی چیزیں ہیں کہ نئی پیدا ہوئیں اور رہیں اچھی بدعت، اور بہت احکام ہیں کہ زمانے یا مقام کی تبدیلی سے

---

[1] ارشاد الساری شرح البخاری باب بنیان المساجد دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۴۰

[2] صحیح مسلم کتاب الجنائز البناء علی القبر نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۳۱۲

[3] تکملہ مجمع بحار الانوار تحت لفظ قبر منشی نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۴۰

marfat.com

الزمان والمکان[1]   بدل جاتے ہیں۔

یعنی ایسی جگہ احکامِ سابقہ سے سند لانا حماقت ہے، جو حاجت اب واقع ہوئی اگر زمانۂ سلف میں واقع ہوتی تو وہ بھی یہی حکم کرتے جو اس وقت ہم کرتے ہیں، جیسے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا:

لَوْ رَاٰی النَّبِیُّ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مَا اَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَھُنَّ الْمَسَاجِدَ کَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ[2]

یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب نکالی ہیں، تو اُنھیں مسجدوں سے منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجدوں سے منع کیا گیا تھا۔ (ت)

اور آخر ائمۂ دین نے عورات کو مسجدوں سے منع فرما ہی دیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

لَا تَمْنَعُوْا اِمَآءَ اللّٰہِ مَسَاجِدَ اللّٰہِ[3] رواہ احمد و مسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اللہ تعالٰی کی باندیوں کو اللہ تعالٰی کی مسجدوں سے نہ روکو۔ اسے امام احمد و مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

کیا ائمۂ دین نے نظر بحال زمانہ جو حکم فرمایا اُسے حدیث کی مخالفت کہا جائے گا؟ حاش للہ! ایسا نہ کہے گا مگر احمق، کج فہم۔ یوں ہی یہ تازہ تعظیموں کے احکام ہیں۔ سلف صالحین کے قلوب تعظیم شعائر اللہ سے مملو تھے، ظاہری تزک و احتشام کے محتاج نہ تھے۔ تو ان کے وقت میں یہ باتیں عبث و بے فائدہ تھیں اور ہر عبث مکروہ۔ اور اس میں مال صرف کرنا ممنوع۔ اب کہ بے تزک و احتشام ظاہری قلوب عوام میں وقعت نہیں آتی ان باتوں کی حاجت ہوئی۔ مصحف شریف پر سونا چڑھانے کی اجازت ہوئی، مسجدوں میں سونے کے کلس، سونے چاندی کے نقش نگار کی اجازت ہوئی۔ مزارات پر قبہ بنانے، چادر ڈالنے، روشنی کرنے کی اجازت ہوئی۔ ان تمام افعال پر بھی احادیث و احکام سابقہ پیش نہ کرے گا مگر سفیہ و نافہم۔ یہ مختصر شرح ہے اس ارشادِ امام ممدوح قدس سرہٗ کی۔ اور اس کی تفصیل بازغ و تحقیق بالغ ہمارے رسالہ طوالع النور فی حکم السراج علی القبور میں ہے وباللہ التوفیق۔

یہی امام جلیل کشف النور میں، پھر علامہ شامی ردالمحتار فصل اللبس اور عقود الدریہ مسائل شتّی میں مزاراتِ اولیائے کرام پر غلاف ڈالنے کی نسبت بھی اسی تعظیم سے استدلال فرماتے ہیں کما بیّناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے

---

[1] جواہر الاخلاطی   کتاب الاحسان والکراہیۃ   قلمی نسخہ   ص ۱۶۸ - ب

[2] صحیح مسلم   باب خروج النساء الی المساجد   نور محمد اصح المطابع کراچی   ۱/۱۸۳

[3] ؍؍   ؍؍   ؍؍   ؍؍   ؍؍   ؍؍

اپنے فتاوٰی میں اسے بیان کیا ہے ۔ ت) اس کے علاوہ خاص روشنی مزار کریم کی نسبت ان سے بھی بہت اقدم امام اجل و اعظم کا ارشاد بعونہ تعالٰی عنقریب آتا ہے ۔ زید نے تو ایک ہی عالم مستند کا قول ملنے پر قبول وسر نہادن کا وعدہ کیا تھا ۔ ان تحقیقات ائمہ مستندین و اجلہ معتمدین و وعدہ زید کے بعد زیادہ کی حاجت نہیں ۔ مگر اجمالاً بعض جملے اور گزارش ہوں کہ عوام بھائی شبہہ میں نہ پڑیں ۔ واللہ الموفق :

(۱) امام ممدوح قدس سرہٗ نے جس طرح اصل مسئلہ کا فیصلہ فرمایا ۔ زید کے اس بے معنٰی اعتراض کی بھی کہ "اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے" غلطی ظاہر فرمادی کہ ان پہلے تین فوائد عامہ کے بعد چوتھے فائدہ میں خاص مزاراتِ اولیاءِ کرام کی تخصیص فرمائی ، نیز اس کا جواب ائمہ سلف دے چکے جن کا ارشاد مجمع بحار الانوار سے گزرا کہ مزاراتِ اولیاءِ کرام و علمائے عظام پر بنائے عمارت جائز ہے ، عوام و فساق کی قبور پر کیوں نہ اجازت دی!
اقول آدمی اگر آیۂ کریمہ ذٰلك ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین[1] (وہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ ان کی پہچان ہو جائے تو انھیں ایذا نہ دی جائے ۔ ت) کی حکمتِ جلیلہ سے آگاہ ہو جس سے وجہ استنباط طوالع النور میں مذکور تو ایسا مہمل اعتراض ہرگز خیال میں بھی نہ آئے ۔

(۲) امام ممدوح قدس سرہٗ نے زید کے اس سوال کا کہ "بزرگوں کی قبروں پر کیوں کرتے ہیں ، کسی فاسق وفاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے" جواب ارشاد فرمایا کہ تعظیما لروحه المشرقة علٰی تراب جسده[2] الخ یعنی ان کی رُوح کی تعظیم کی جاتی ہے اور لوگوں کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ مزار محبوب کا ہے اس سے تبرک و توسل کرو کہ تمھاری دُعا مستجاب ہو ۔

(۳) امام ممدوح قدس سرہٗ نے زید کے اس توہم و تعبد کا بھی علاج فرمادیا کہ تعظیما لروحه (ان کی روح کی تعظیم کے لیے ۔ ت) معاذ اللہ ! یہ اُن کی عبادت نہیں ان کی روح پاک کی تعظیم ہے ، ہر تعظیم عبادت ہو تو تعظیمِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تو نصوصِ قطعیہ قرآن عظیم سے فرض ہے ۔ قال اللہ تبارک و تعالٰی :
لتؤمنوا باللہ ورسوله وتعزروہ وتوقروہ[3] ہم نے اپنے رسول کو اس لیے بھیجا کہ اے لوگو ! تم اللہ و رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو ۔

وقال تبارک و تعالٰی :

---

[1] القرآن ۳۳/ ۵۹
[2] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰
[3] القرآن ۴۸/ ۹

marfat.com

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الیٰ قولہ عزوجل والذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون[1]

وہ جو پیروی کریں گے اس رسول نبی اُمّی یعنی بے پڑھے غیب کے علوم جاننے بتانے والے کی، تو جو اُس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس کے ساتھ جو نور اُترا اس کے پیرو ہوں وہی لوگ مراد کو پہنچیں گے۔

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ:

لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ واٰمنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللہ قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیاٰتکم ولادخلنکم جنت تجری من تحتھا الانھر[2]

بیشک اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور میرے رسولوں کی تعظیم کرو اور اللہ کے لیے قرضِ حسن دو تو ضرور میں تمہارے گناہ تم پر سے اتار دوں گا اور ضرور تمہیں بہشتوں میں داخل فرماؤں گا جن کے نیچے نہریں بہیں۔

بلکہ قرآنِ عظیم نے تو ماں باپ کی تعظیم بھی فرض کی۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ:

واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ[3]۔

اور جھکا دو تم اُن (ماں باپ) کے واسطے نرمی کے بازو رحمت سے۔

کیا معاذ اللہ قرآنِ عظیم نے انبیاء و والدین کی عبادت کا حکم فرمایا ہے!

(۴) امام ممدوح قدس سرہٗ نے شبہہ تعظیمِ قبر کا بھی جواب فرمادیا کہ:

تعظیما لروحہ الیٰ قولہ قدس سرہٗ و الاعمال بالنیات[4]

یعنی تعظیم خشت وگِل نہیں بلکہ رُوحِ محبوب کی تعظیم مقصود ہو جو بلاشبہہ محمود ہے اور اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

اللہ اللہ! کیسے نفیس وجامع کلمات ارشاد فرمائے، گویا اپنے نورِ باطن سے ادراک فرمالیا تھا کہ زید و امثالہ کو یہ شبہات عارض ہوں گے، سب کا جواب ان ۲ دو لفظوں میں فرمادیا کہ تعظیما لروحہ۔

---

[1] القرآن ۷/۱۵۷

[2] القرآن ۵/۱۲

[3] القرآن ۱۷/۲۴

[4] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۳۰

marfat.com

(۵) زید نے کبھی تعبد کو تقرب سے تعبیر کیا کہ "محض تعبداً یعنی ازراہِ تقرب کیا جاتا ہے" اور کبھی تقرب کو تعبد سے تفسیر کیا کہ "اگر تقرب بمعنی تعبد منظور نہیں تقرب یعنی تعبّد ہے"، گویا اُس کے خیال میں تقرب و تعبد شئ واحد یعنی ایک ہی چیز ہے، یہ محض باطل ہے بلکہ تقرب تعبّد کے اعم سے اعم ہے، تعبّد سے تعظیم اعم ہے کما علمت (جیسا کہ اوپر معلوم ہوچکا۔ت) اور تعظیم سے تقرب اعم ہے کہ بنائے رباط وارسال ہدایا، تقرب ہے تعظیم نہیں وتفصیل المقام فی تعلیقاتنا علٰی ردالمحتار (اور اس مقام کی تفصیل ہمارے حاشیہ ردالمحتار میں ہے۔ت)

(۶) اسے تقرب بروجہ تعبد بتانا مسلمانوں پر کیسی سخت بدگمانی اور اس پر جزم کرنا مسلمانوں پر کیسا صریح ظلم و افتراء ہے۔ درمختار میں منیۃ الفتاوٰی و ذخیرہ و شرح وہبانیہ سے ہے:

انا لانسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الاٰدمی بھذا النحو[1]۔

کسی مسلمان کے متعلق ہم یہ بدگمانی نہیں کرسکتے کہ وہ کسی انسان کی طرف اس طرح کا تقرب کرے گا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای علی وجہ العبادۃ لانہ المکفر وھذا بعید من حال المسلم[2]۔

یعنی عبادت کے طور پر تقرب اس لیے کہ اس سے آدمی کافر ہوجاتا ہے اور یہ مسلمان کے حال سے بعید ہے۔(ت)

(۷) طرفہ یہ کہ زید نے کہا "پیرزادے اس کو کرتے چلے آئے ہیں مگر پیرزادگان صالح ہوں، اہل اللہ ہوں معصوم نہیں، جہاں ہزاروں نیک کام مشائخ زمانہ کرتے ہیں، ایک یہ ناجائز بھی کسی مصلحت سے کرلیا، خدا معاف کرنے والا ہے"۔ سبحان اللہ! صالح بھی ہیں، اہل اللہ بھی ہیں، اور غیر خدا کے عابد بھی ہیں، اس سے بڑھ کر محال کیا ہوگا!

(۸) جب زید کے نزدیک وہ تعبّد ہے تو قطعاً شرک ہوا اور شرک ہرگز معاف نہ ہوگا ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ[3] (بیشک اللہ شرک کو نہیں بخشتا۔ت) پھر اس جملہ کا کیا محل رہا کہ "خدا معاف کرنے والا ہے"۔

(۹) جب ہزارہا بندگان صالحین و اہل اللہ پر یہاں تک بدگمانی ہے کہ تعبد غیر کا الزام ان کے سر تھوپا جاتا ہے، اور نہ صرف ظن بلکہ اس پر جزم کیا جاتا ہے۔ تو اس کی کیا شکایت کہ فقیر کے پاس سے جوابِ مسئلہ نہ پہنچنے کو پیرزادوں کی رعایت کے سبب سکوت عن الحق پر محمول کیا۔ فتاوٰی فقیر میں اس سوال کے جواب میں متعدد مقامات پر مذکور رسالہا سال سے اس پر مستقل فتوٰی مرقوم۔ خاص اس باب میں چھبیس برس سے رسالہ "طوالع النور" مکتوب،

---

[1] درمختار | کتاب الذبائح | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۲۳۰

[2] ردالمحتار | " | ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر | ۵/۱۹۷

[3] القرآن ۴/۴۸

پھر رعایت وخوف سے سکوت کیا معنی ! فقیر کے یہاں علاوہ ردِّ وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ و دیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے کارِ فتویٰ اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ شہر و دیگر بلاد و امصار جملہ اقطار ہندوستان و بنگال و پنجاب و ملیبار و برہما واراکان وچین و غزنی و امریکہ و افریقہ حتی کہ سرکار حرمین محترمین سے استفتاء آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے ہیں۔ اس میں اگر جواب میں تاخیریں ہوں یا بعض استفتاء تحریرِ جواب سے رہ جائیں تو کیا جائے شکایت ہے لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا[۱] (خدا کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بناتا۔ ت) ان صاحب کا استفتاء باوصف تلاش کاغذات میں نہ نکلا، ممکن ہے کہ ہجومِ انبار میں نہ ملا ہو یا آیا ہی نہ ہو یا بھیجا ہی نہ ہو، اور جس طرح اہل اللہ پر تعبّدِ غیر کا خیال بندھ گیا اس کا بھیجنا متخیل ہوا ہو۔ بہرحال رعایت کی صورت یہ نہیں ہوتی۔ ہاں ہاں! کھلی کھلی رعایت و اغماض اور اپنے ساختہ متبوع کی خاطر حق سے صریح اعراض وہ ہے جو حضرات دیوبند کرتے ہیں۔ اسمٰعیل دہلوی صاحب نے اپنی کتاب مسمّٰی بہ "ایضاح الحق" میں زمان ومکان وجہت سے اللہ عزوجل کو منزّہ ماننا اور اس کا دیدار بلاکیف وجہت ومحاذات حق جاننا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے بتایا جبکہ اس عقیدہ کو کوئی دینی عقیدہ تصوّر کرے جس سے صاف روشن کہ مذہبی طور پر اللہ عزّوجل کو زمان ومکان وجہت سے پاک جاننا اور اُس کا دیدار بلاکیف ماننا ضلالت وگمراہی و فی النار ہے۔ اور اہل سنّت کے تمام ائمہ سلف و خلف معاذ اللہ سب بدعتی وگمراہ تھے۔ ایک مسلمان نے دہلوی صاحب کے اس قول کا دیوبندی صاحبوں سے استفتاء کیا اور حسبِ دستور مسائل کہ زید، عمرو، بکر لکھ کر دریافت کرتے ہیں دہلوی صاحب کا نام نہ لکھا اُس پر عالیجناب شیخ الگناگہہ جناب مولوی (رشید احمد) گنگوہی صاحب نے یہ جواب تحریر فرمایا:

الجواب: "یہ شخص اہلسنت وجماعت سے جاہل اور بے بہرہ ہے اور یہ اعتقاد اور مقولہ جو درج سوال ہے کفر ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ حضرات سلف صالحین اور ائمہ دین کا یہی مذہب ہے اور یہی احادیثِ صحیحہ و کلام اللہ شریف کی آیات سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ، زمان ومکان وجہت سے پاک ہے، اور دیدار اس کا بہشت میں مسلمانوں کو نصیب ہوگا، چنانچہ کتبِ عقاید اس سے مشحون ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی۔"

اور اُس پر حضرات دیوبند مولوی محمود حسن صاحب وعزیز الرحمان صاحب وغیرہما نے مُہریں کیں، اور جناب اسمٰعیل صاحب دہلوی پر بددین، ملحد، زندیق کی چوٹیں جڑیں، علی الخصوص ہمارے ذکر کے قابل عالیجناب مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب ہیں جنھوں نے اس حکمِ کفر دہلوی صاحب پر یُوں تصدیق فرمائی: "الجواب صحیح۔ اشرفعلی عفی عنہ۔"

---

[۱] القرآن ۲/۲۸۶

جب حضرات یہ فتوٰی دے چکے، اب مسلمانوں نے پندرہ سوال کا استفتاء ان حضرات سے کیا اور اسمٰعیل دہلوی صاحب اور ان کی ناقص کتاب "ایضاح الحق" کا نام و کلام کھول کر دکھایا کہ مفتی صاحبو! وہ شریعت کا حکم اب بھی مانو گے یا طائفہ کے پیر جی کو خدا کی حکومت سے باہر جانو گے؟ ۲۸ صفر ۱۳۲۹ھ کو یہ استفتاء طبع ہو کر شائع ہوا، تین برس ہونے کو آئے ہیں سب صاحب ساکت و خاموش درخوابِ خرگوش۔ مشکل تو یہ ہے کہ بولیں تو کیا بولیں، قسمت کا لکھا کیونکر دھولیں، اپنے منہ اپنے امام الطائفہ پر کفر کا فتوٰی لگا چکے ہیں اب اس سے پھریں تو کیونکر، اور امام الطائفہ پر علم کفر کریں تو کیونکر؟ اب وُہ فتوٰی سانپ کے منہ کی چھچھوندر ہو گیا کہ اُگلے تو اندھا، نگلے تو کوڑھی۔ چار ناچار سکوت کی اوڑھی، اسے حق پوشی کہتے ہیں، اسے ناحق کوشی کہتے ہیں، اسے پیر جی پرستی کہتے ہیں، اسے بادۂ خیانت کی بدمستی کہتے ہیں، بلا سے ہو، جواب نہ دیتے دل میں پشیمان تو ہوتے کہ جسے خود اپنے فتووں میں کفر بکنے والا، بددین، ملحد، زندیق لکھ چکے، اب تو اس کی غلامی چھوڑیں، اسے پیشوا ماننے سے منہ موڑیں، مگر حاشا ؏

چھُٹتی کہاں ہے مُنہ سے یہ کافر لگی ہُوئی

اب تک وُہ ویسا ہی چنین وچناں، ویسا ہی امام، یہ اس کے ویسی ہی چناں چنیں، ویسے ہی غلام۔

مسلمانو! انصاف، یہ کون سا دین ہے، کون سی دیانت ہے، اور اس پر ادعائے ایمان وامانت ہے، ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانو! اس کا تعجب نہیں کہ اللہ واحد قہار و محمد رسول اللہ سید الابرار جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وسلم کی سخت سے سخت توہینیں کرنے والے کیوں اپنے باطل پر ایسے اڑے ہیں؟ کیوں چاہِ ضلالت میں اُوپر تلے یُوں اوندھے پڑے ہیں؟ عجب تو یہ ہے کہ دیکھنے والے یہ کچھ ان کے کوتک دیکھیں اور پھر اُن کے جُبّہ و دستار کے دام میں پھنسیں، گویا یہ حرکات ایک سہل سی بات، ناقابلِ التفات، کوئی کسی کا دس پانچ روپے کا مال چُرالے یا دغا سے دبالے ہمیشہ کو نظروں سے گرجائے، چور، دغاباز نام قرار پائے۔ اور معاذ اللہ! اگر کسی مشہور بنام علم پر ایسا الزام عائد ہو تو اس کی تشہیر حد سے زائد ہو، دس پانچ روپے کا جُرم یُوں ناقابلِ تلافی، اور خاص دین و مذہب و عقائد میں ایسی چوری خیانت سب معافی۔ معافی کیسی خطا ہی نہیں، وضوئے تمیز کبھی ٹوٹا ہی نہیں۔ یہ کیا ظلم ہے، کیا بے پروائی ہے، کیسی آنکھوں پر چربی چھائی ہے۔ مسلمانو! آنکھ کھولو، ورنہ پیشیِ فردا کے لیے مستعد ہو لو ؎

بروزِ حشر شود ہمچو صبح معلومت | کہ باکہ باختۂ عشق در شبِ دیجور

(حشر کے دن صبح کی طرح تجھ پر واضح ہو گا کہ تُو نے اندھیری رات میں کس سے عشق بازی کی ہے۔ ت)

اس تمام شرمناک واقعہ کی تفصیل اور وہ پندرہ سوال ایک مختصر رسالے "دیوبندی مولویوں کا ایمان" میں ہے،

marfat.com

اُسے ملاحظہ کیجئے کہ حق واضح ہے اور خیانت وحق پوشی دونوں کی پُوری پہچان ہے۔ جن صاحب کو انکار ہو، گنتے گنتے بھُول گئے، پھر گن لو۔ جناب مولوی تھانوی صاحب سے ان سوالوں کے جواب دلوالو۔ بہادری تو جب ہے کہ اُن کے مُنہ کی مُہر کھُلوالو۔ کچھ ایسا بہت سا قضیّہ نہیں، کچھ علمی مباحث دقیقہ نہیں۔ حق گوئی وحق پوشی کا سیدھا سا امتحان ہے کہ دہلوی صاحب کا جب تک نام معلوم نہ تھا کفروالحاد کا حکم مرقوم تھا، اب کہ قائل معلوم ہوا کہ وہ حکم کس لیے معدوم ہُوا، کیا کوئی نئی شریعت آگئی؟ تحذیر الناس نئی نبوت کا سکّہ جماگئی جس نے شریعتِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا افضل الصّلوٰۃ والتحیۃ منسوخ کردی۔ امام جی کی قبر اَمْ لَکُمْ بَرَآءَۃٌ فِی الزُّبُرِ (کیا تمہارے لیے کتابوں میں کوئی برأت ہے؟ - ت) سے بھردی۔ اور اگر یہ نہیں تو کیوں نہیں اپنے ہونٹ کھولتے؟ کیوں نہیں وہ حکمِ کفروالحاد بولتے؟ بیّنوا توجّروا، بیّنوا توجّروا، بیّنوا توجّروا (بیان کرکے اجر پاوٴ۔ ت) اور نہیں تو زید صاحب ہی اتنا ثواب لیں۔ اس فتوے کے ساتھ وہ سوال بھی حاضر ہوتے ہیں حضرت تھانوی صاحب سے اب جواب لیں۔ زید صاحب کی تحریر پکار رہی ہے کہ اُن کو انصاف وحق جوئی سے دلچسپی ہے وہ ضرور تھانوی صاحب کی خبر لیں گے اور اب جواب نہ ملنے پر انصاف کرلیں گے۔ اے رب توفیق دے، ہدایت طریق دے، آمین آمین! والحمدللہ رب العالمین۔

(۱۰) اب زید صاحب کے حوالوں پر نظر ڈالیے۔ درمختار کا حوالہ محض غلط ہے۔

(۱۱) عالمگیری کی عبارت میں لا اصل لہٗ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ ت) اپنی طرف سے بڑھالیا۔

(۱۲) بزازیہ کی عبارت سے واتلاف مالٍ (مال کا ضیاع۔ ت) کم کردیا جس سے علتِ منع ظاہر ہوتی کہ جہاں بے فائدہ محض ہے وہاں ممانعت ہے۔

(۱۳) پھر اس کی کیا شکایت کہ عالمگیری میں اِلٰی رَاْسِ الْقُبُوْرِ (قبروں کے سرہانے۔ ت) تھا، اسے اِلَی الْمَقَابِر (قبروں کی طرف۔ ت) بنالیا تاکہ عموم بڑھ جائے۔

(۱۴) ہاں پُوری چالاکی یہ ہے کہ عبارت عالمگیری سے فِی اللَّیَالِی الْاَوَّلِ (پہلی چند راتوں میں۔ ت) کا لفظ اُڑادیا، عالمگیری کی اصل عبارت یہ ہے:

اِخْرَاجُ الشُّمُوْعِ اِلٰی رَاْسِ الْقُبُوْرِ فِی اللَّیَالِی الْاُوَلِ بِدْعَۃٌ کَذَا فِی السِّرَاجِیَّۃِ[1]

یعنی موت کی پہلی چند راتوں میں شمعیں گھروں سے قبروں کے سرہانے لے جانا بدعت ہے۔ ایسا ہی فتاوٰی سراجیہ میں ہے۔

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۱

فتاوی سراجیہ دیکھیے اس میں بھی یہ عبارت بعینہٖ اسی طرح ہے۔ اس کے بعد اتنا زائد ہے:

ذکرہ الشیخ الامام الزاھد الصفار البخاری رحمہ اللہ تعالٰی فی کتاب الاعتقاد[1] — یہ مسئلہ شیخ امام زاہد صفار بخاری رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الاعتقاد میں ذکر فرمایا۔

ظاہر ہے کہ یہاں قبورِ عوام ہی کا ذکر ہے کہ اعراسِ طیّبہ یا مزاراتِ اولیاء کی روشنی فقط پہلی چند راتوں میں نہیں ہوتی، اور ظاہر ہے کہ وُہ ایک عادتِ خاصہ کا بیان ہے ورنہ لیالی اوّل کی تخصیص بے وجہ تھی، اب جس طرح یہاں جُہّال میں رواج ہے کہ مُردہ کو جہاں کچھ زمین کھود کر نہلاتے ہیں جسے عوام لحد کہتے ہیں۔ چالیس رات چراغ جلاتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ چالیس شب رُوح لحد پر آتی ہے اندھیرا دیکھ کر پلٹ جاتی ہے۔ یُوں ہی اگر وہاں جُہّال میں رواج ہو کہ موت سے چند رات تک گھروں سے شمعیں جلا کر قبروں کے سرہانے رکھ آتے ہوں اور یہ خیال کرتے ہوں کہ نئے گھر میں بے روشنی کے گھبرائے گا، تو اس کے بدعت ہونے میں کیا شُبہہ ہے، اور اس کا پتا یہاں بھی قبروں کے سرہانے چراغ کے لیے طاق بنانے سے چلتا ہے۔ اور بیشک اس خیال سے جلانا فقط اسراف و تضییعِ مال ہی نہیں کہ محض بدعتِ عمل ہو، بلکہ بدعتِ عقیدہ ہُوئی کہ قبر کے اندر روشنی و اموات کا اس سے دل بہلنا سمجھا، ولہٰذا امام صفار رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کو کتاب الاعتقاد میں ذکر فرمایا۔ اب ملاحظہ ہو کہ اس روایت کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق رہا! وَالْاِحْتِمَالُ یَقْطَعُ الْاِسْتِدْلَالَ (اور احتمال، استدلال ختم کر دیتا ہے۔ ت)

(۱۵) اس روایت میں اخراج کا لفظ بھی قابلِ لحاظ ہے۔ قبورِ عوام ہی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہاں نہ کوئی مکان ہوتا ہے نہ حاضر رہنے والے، نہ کوئی سامانِ روشنی۔ گھر ہی سے چراغ لے جانا پڑتا ہے بخلاف مزاراتِ طیّبہ کے کہ وہاں گھر سے لے جانے کی حاجت نہیں ہوتی، تو ذکر قبورِ عوام ہی کا ہے، اور اگر زید نہ مانے اور اسے چراغان مزاراتِ طیّبہ کی نسبت جانے تو آٹھ سو برس سے تو اس روشنی کا ثبوت ہو گیا، جسے زید نے مشائخِ زمانہ کا فعل کہا کہ امام زاہد صفار رحمہ اللہ تعالٰی کی وفات ۵۳۴ھ میں ہے[2] کما فی الطبقات الکبرٰی و کشف الظنون (جیسا کہ طبقات کبرٰی اور کشف الظنون میں ہے۔ ت)

(۱۶) سب سے زیادہ خوفناک تحریف یہ ہے تَتَّخِذُوْنَ عَلَیْهِمْ مَّسَاجِدَ کو قرآنِ عظیم کا لفظ کریم بنا لیا، حالانکہ یہ جُملہ قرآنِ عظیم میں کہیں نہیں۔ یہ تینوں لفظ متفرق طور پر ضرور قرآن عظیم میں آئے ہیں مثلاً تتخذون مصانع[3] انعمت علیھم[4] ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ[5]۔ مگر اس ترکیب و ترتیب سے کہیں نہیں ——

---

[1] فتاوی سراجیہ کتاب الکراھیۃ منشی نولکشور لکھنؤ ص ۷۳
[2] کشف الظنون
[3] القرآن ۲۶/ ۱۲۹
[4] القرآن ۱/ ۷
[5] القرآن ۲/ ۱۱۴

marfat.com

سورۂ کہف میں یوں ہے :

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا[1]۔ وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔ (ت)

پھر بھی دیوبندی صاحبوں کے حال سے غنیمت ہے کہ وہ تو انہونی کتابیں دل سے گھڑ لیتے ہیں، اُن کے صفحے بنا لیتے ہیں، اُن کی عبارتیں دل سے تراش لیتے ہیں، اور اکابر اولیائے کرام وعلمائے عظام کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔ دیکھو دیوبندیوں کی لال کتاب "سیف النقی" اور اس کے رد میں العذاب البئیس وغیرہ تحریراتِ کثیرہ۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۱۷) زید کو اقرار ہے کہ فعلِ مشائخ سے قدیم چلا آتا ہے اگرچہ کہیں تو اُنھیں مشائخ زمانہ لکھا، کہیں پیرزادے اور کہیں مجاور، جن کے لیے قبور ذریعۂ معاش ہیں، مگر شروع میں تحریر فرما چکے ہیں کہ "میں بقسمِ شرعی باور کراتا ہوں کہ میں نے کوشش کی کہ چراغانِ قبور کا کسی تاویل سے استحسان ثابت ہو جائے تو میں رسم قدیم کی مخالفت نہ کروں"۔ اور اس کا جواب وُہ دیا کہ "پیرزادگان صالح ہوں، اہل اللہ ہوں، معصوم نہیں"۔ زید صاحب معصوم کے سوا کسی کی نہیں مانتے۔ مگر افسوس، جب وہ صالحین ہیں، اہل اللہ ہیں تو یہی عالمگیری جس کی سند سے آپ انھیں بدعتی بنانا چاہتے ہیں اُن کے افعال کو دین میں سند وحجت بتاتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں مشائخ کرام ہی کے ذکر میں ہے، يتمسك بافعال اهل الدين كذا فى جواهر الفتاوى[2]۔ تمسک کیا جائے اہلِ دین کے افعال سے۔ ایسا ہی جواہر الفتاوٰی میں ہے۔

(۱۸) سرکارِ اعظم حضورِ پُرنور مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالٰی علٰی من طیبہا وآلہ وبارک وسلم میں وُہ جلیل وجمیل روشنی، وہ جانفزا دلکشا روشنی، وُہ دل افروز وہابی سوز روشنی کہ نہایت تزک واحتشام سے ہوتی ہے اس کے جواب میں زید نے یہ تاویل گھڑی کہ وہ روشنی مسجد کریم کے لیے ہے، نہ کہ مزارِ اقدس کے واسطے صلی اللہ تعالٰی علی صاحبہ وآلہ وبارک وسلم۔ شاید زید کو زیارت سراپا طہارت نصیب نہ ہوئی۔ اپنے قصبہ کی کسی مسجد پر قیاس کیا جہاں دمڑی کے چراغ میں دھیلے کا تیل، وہاں کے فرشی جھاڑوں اور کثیر التعداد فانوسوں اور ہزار ہا روپے کے شیشہ آلات اور اُن کی دل نواز جگمگاہٹ دیکھو تو آپ کی خشن بے ذوق طبیعت کے طور پر یہ مسجد کے لیے کب جائز ہو، وہی بزازیہ جس سے یہ سند لائے اُسی کی دربارۂ مسجد بھی سُنیے، اس کی کتاب الوصایا فصل اوّل میں ہے :

---

[1] القرآن ۱۸/ ۲۱

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر فی الغناء واللھو الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

marfat.com

قال ثلث مالی فی سبیل اللہ ففی النوازل لو صرف الی سراج المسجد یجوز لکن الی سراج واحد فی رمضان وغیرہ۔[1]

یعنی اگر کوئی اپنے تہائی مال کی وصیت راہ خدا کے لیے کرے تو اس سے مسجد کا چراغ بھی جلا سکتے ہیں مگر صرف ایک چراغ، رمضان ہو یا غیر رمضان۔

(۱۹) زید صاحب کو چاہئے ذرا حج و زیارت سے مشرف ہوں وہاں اُن کو مسجد الحرام شریف میں کچھ ہانڈیاں گرد مطاف نظر آئیں گی کہ ساری مسجد کریم کو پُوری روشنی نہیں دیتیں، اور سرکارِ اعظم میں وہ نظر آئے گا جس سے آنکھیں چُندھیا جائیں۔ اگر یہ روشنی مسجد کے لیے ہوتی تو مسجد الحرام شریف زیادہ مستحق تھی کہ وہ مسجد مدینہ طیبہ سے افضل بھی ہے اور وسعت میں بھی کئی حصّے زیادہ، نہیں نہیں، بالیقین وُہ تجمل روضۂ پُر انوار حضور سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لیے ہیں، جسے ہر سمجھ والا بنگاہِ اولیں ادراک کرلیتا ہے۔ میرے دل سے اُن لفظوں کا ذوق نہیں جاتا جو ایک مسلمان زائر نے حج کے بعد شان وتجمل روضۂ انور دیکھ کر کہے تھے کہ یہاں شانِ محبوبیت کھلتی ہے، اس نے کہ گھر سے پاک ہے اپنا گھر یُوں سادہ رکھا ہے اور کاشانۂ محبوب کے یہ سازو سامان ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ دیکھئے نگاہِ ظاہر پر اس شان وشکوہ کا کیسا اثر پڑا کہ اُس ناظر کے دل میں ایمان جگمگا اُٹھا۔ اسی حکمت کے لیے تو علمائے کرام نے تجمل ظاہر پسند فرمایا ہے ورنہ حاشا للہ ؎

حاجت مشاطہ نیست روئے دلآرام را

(دل کو سکون دینے والے چہرے کے لیے آرائش کی ضرورت نہیں۔ ت)

اللھم ارزقنا الایمان الکامل وامتنا علیہ بجاہ حبیبک وعروس مملکتک صلی اللہ علیہ وعلٰی الہ وبارک وسلم۔ اٰمین۔

اے اللہ! ہمیں ایمانِ کامل نصیب کر اور اسی پر ہمیں موت دے اپنے حبیب اور اپنے عروس مملکت کے طفیل، اللہ تعالٰی ان پر اور ان کی آل پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ الٰہی قبول فرما! (ت)

(۲۰) مسجد میں روشنی خشت وگِل کی ذات کے لیے نہیں ہوتی بلکہ نمازیوں کے واسطے، بلکہ نماز میں بھی اصل نظر صرف فرائض پر مقصور ہے کہ اصالتًا بنائے مسجد انہی کے لیے ہے، ولہذا جہاں تہجد وغیرہ نوافل خوان وذاکرین شب بھر مسجد میں رہتے یا رات کے سب حصّوں میں ان کی آمد ورفت مسجد میں رہتی ہو، اور اس وجہ سے وہاں شب بھر روشنی رکھنے کی عادت ہو یا واقف نے خود اس کی تصریح کر دی ہو، ایسی جگہ کے علاوہ باقی تمام مساجد میں تہائی رات کے بعد روشنی گُل کر دینے کا حکم ہے کہ اب اسراف وتضییعِ مال ہے۔

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ھامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۳۵

فتاوٰی خانیہ وفتاوٰی عالمگیریہ وغیرہ میں ہے :

لاباس بان یترك سراج المسجد الی ثلث اللیل ولایترك اکثر من ذلك الا اذا شرط الواقف ذلك اوکان ذٰلك معتاداً فی ذٰلك الموضع[1]

مسجد کا چراغ مسجد میں تہائی رات تک جلتا چھوڑدینے میں حرج نہیں اور اس سے زیادہ نہ جلایا جائے، لیکن جبکہ واقف نے اس کی شرط رکھی ہو یا وہاں اس کا رواج ہو۔ (ت)

سراج وہاج پھر ہندیہ میں ہے :

لو وقف علی دھن السراج للمسجد لایجوز وضعہ جمیع اللیل بل بقدر حاجۃ المصلین ویجوز الی ثلث اللیل اونصفہ اذا احتیج الیہ للصلٰوۃ فیہ[2]

اگر مسجد کے چراغ کے لیے وقف کیا تو پوری رات چراغ جلانا جائز نہیں بلکہ تہائی رات تک جواز ہے یا نصف شب تک جبکہ نماز کے لیے اس کی ضرورت ہو۔ (ت)

اور مسجد اکرم سرکار اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم میں نمازِ عشاء کے بعد کوئی رہنے نہیں پاتا، لوگوں کو باہر کرکے سحر تک دروازے بند رکھتے ہیں، اور یہ عادت آج سے نہیں صدہا سال سے ہے۔ امام جلیل ابوالحسن سمہودی کتاب وفاء الوفاء میں جس کی تصنیف ۸۸۶ھ میں فرمائی، پھر اس کے خلاصہ خلاصۃ الوفاء میں فرماتے ہیں :

یطاف لاخراج الناس من المسجد بعد العشاء الاخرۃ بفوانیس ستۃ رتبھا شیخ الخدام شبل الدولۃ کافور المظفری الحریری وکان الطواف قبلہ بشعل من السعف[3]

نمازِ عشاء کے بعد لوگوں کو مسجد کریم سے باہر کرنے کیلئے اب چھ فانوس لے کر دورہ کرتے ہیں جن کو خدام کے شیخ شبل الدولہ کافور المظفری الحریری نے بنایا ہے جبکہ قبل ازیں کھجور کی شاخ کی شمع سے دورہ ہوتا تھا۔ (ت)

نیز اس پر اس سے بہت پہلے کی وہ جلیل القدر معجزہ خسف بدخواہانِ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی عظیم حکایت دال ہے جو اسی کتاب وفاء الوفا تصنیف ۸۸۶ ہجری، اور اس سے پہلے کتاب ریاض النضرۃ

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوقف منشی نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۱۶
[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الحادی عشر فی المسجد الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۹
[3] وفاء الوفاء فصل ۳۱ عدد قنادیل المسجد داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸۱-۸۲

امام محب الدین طبری متوفی ۶۹۴ ہجری، و کتاب تاریخ المدینہ للامام الجلیل ابی محمد عبداللہ المرجانی میں مذکور و ماثور ہے، اور ان سب سے پہلے خادمِ روضۂ مطہرہ نے امام ابو عبداللہ قرطبی کے سامنے اسے روایت کیا، اس کی اصل خود امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت۔ بلاذری نے ابو سعید مولیٰ ابی اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

قال کان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعس فی المسجد بعد العشاء فلا یری احدا الا اخرجہ الا رجلا قائما یصلی[1]

فرمایا: امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ عشاء کے بعد مسجد کریم میں دیکھ بھال کے لیے دورہ فرماتے جسے دیکھتے مسجد سے باہر فرما دیتے، مگر جو شخص کھڑا نماز پڑھ رہا ہو۔

باینہمہ مسجد کریم میں صبح تک روشنی رہتی ہے، اور فقہائے کرام نے اس کے جواز کی تصریح فرمائی۔ وجیز بزازیہ کتاب الوقف فصل رابع ملاحظہ کیجئے:

یجوز ترک سراج المسجد فیہ من المغرب الی العشاء لا کل اللیل الا اذا جرت العادۃ بذلک کمسجد سیدنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[2]

جائز ہے مسجد کے چراغ کا مسجد میں چھوڑنا مغرب سے عشاء تک نہ کہ تمام شب۔ مگر جب کہ اس کی عادت ہو جیسے کہ مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

اس سے بھی روشن کہ یہ روشنی نمازیوں کے لیے نہیں ہے بلکہ روضۂ اقدس کے لیے ہے اور ہم عنقریب کلام ائمہ سے اس کی تصریح نقل کریں گے، وباللہ التوفیق۔

(۲۱) زید صاحب نے یہ روشنی مزار اطہر کے لیے نہ ہونے کی وہ بھاری دلیل گھڑی جس کے بوجھ میں خود ہی دب کر رہے۔ ذرا یہ نئی منطق جہان بھر سے بھی جدا منطق الطیر سے بھی سوا ملاحظہ ہو کہ "قبر شریف درحقیقت روپوش ہے بھلا پھر روشنی اس کے لیے ہوسکتی ہے" گویا جو شئے نظر نہ آئے اس سے اعتناء، اس کی تکریم ہو ہی نہیں سکتی۔ اہل اللہ پر عبادتِ قبور کا الزام رکھا تھا جس کی تکذیب کو ان کا اہل اللہ ہونا ہی بس تھا مگر کہیں یہ مسئلہ عبادِ صنم کی تائید نہ کرے۔ وہ یہی کہتے ہیں کہ بے دیکھے تعظیم کیسی؟

(۲۲) حجرۂ مطہرہ کی آرائشیں اور اس پر وہ ہزارہا روپے کی تیاری کا غلاف شریف یہ بھی شاید مسجد ہی کے لیے ہو کہ مزار کریم تو مستور ہے۔

---

[1] وفاء الوفا فصل ۳۰ فی تحصیب المسجد احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۶۹
[2] فتاویٰ بزازیہ علی ھامش فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۲۶۹

marfat.com

(۲۳) غنیمت ہے کہ اس مسئلہ میں تعظیم قبور کا الزام تو قطع ہوا۔ مزاراتِ اولیائے کرام عموماً جہاں جہاں روشنی ہوتی ہے خصوصاً ایامِ اعراس میں غلافوں سے روپوش ہوتے ہیں تو بطور زید بھی یہ روشنی تعظیمِ قبور کے لیے نہیں ہو سکتی۔

(۲۴) دوسری بات یہ کہ روشنی منجانب سلطان ہوتی ہے جس نے بنک قائم کیا۔ اس کہنے کا محل جب تھا کہ فعلِ سلطان سے کسی نے استناد کیا ہوتا کہ یہ روشنی اس لیے جائز ہوتی ہے کہ سلطان کی طرف سے ہوتی ہے، اور جب ایسا نہیں تو بے محل محض سلطان ترکی کو باتباع لہجہ نصارٰی مکروہ لفظ ٹرکی سے تعبیر کرکے بلاوجہ سلطانِ اسلام کی عیب چینی کیا مصلحت ہوئی۔ حدیث میں ہے:

السلطان ظل اللہ فی الارض فمن اکرمہ اکرمہ اللہ ومن اھانہ اھانہ اللہ[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی الشعب عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

سلطان زمین میں اللہ تعالٰی کا سایہ ہے جو اس کی عزت کرے اللہ تعالٰی اس کو عزت دے، اور جو اس کی توہین کرے اللہ تعالٰی اسے ذلت دے۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا۔

لاجرم یہ اپنی طرف سے عدمِ جواز روشنی پر اقامت دلیل ہے، یہ ضرورت اس کے ذکر کی طرف ہوئی اگرچہ اب بھی شرع مطہر مسئلہ کی روش سے دُور ہے کہ اُس کی سند کتابت بعض اخبارات ہی ہوگی اور اخباری بیانات جیسے ہوتے ہیں معلوم ہیں۔ امام حجۃ الاسلام نے احیاء العلوم میں تصریح فرمائی کہ کسی مسلمان کی طرف نسبتِ کبیرہ حرام ہے، جب تک تواتر سے یقینی الثبوت نہ ہو، نہ کہ محض اخباری گپّیں۔ اگر صحیح بھی ہو تو ممکن بلکہ مظنون کہ وہ اس نئی جماعت حریّت کی طرف سے ہوگا تو سلطان کے سر اس کبیرہ کا باندھنا محض جزاف ہے پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ "بینک سود دینے کے لیے ہے یا معاذ اللہ سُود لینے کے لیے، سلطنت میں اس وقت وُہ وسعت کہاں کہ لوگوں کو کثیر المقدار قرض دے، وُہ خود اپنی ضروریات شدیدہ کے لیے روپے کی حاجتمند ہے اور حاجتِ شرعیہ کے وقت سود دینے کی اجازت ہے۔ درمختار میں ہے:

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح[2]

نفع دینے کی شرط پر حاجتمند کو قرض لینا جائز ہے (ت)

بہرحال اب حاصلِ دلیل یہ ہے کہ یہ سلطان کی طرف سے ہے اور سلطان فاسق ہیں، اور جو فاسق کی طرف

---

[1] شعب الایمان باب فی طاعۃ اولی الامر حدیث ۷۳۷۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۷/۶

[2] الاشباہ والنظائر بحوالہ القنیہ والبغیہ القاعدۃ السادسہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۲۶/۱

marfat.com

سے ہو سب ناجائز ہے۔ اس دلیل کی خوبی اس کے کبریٰ کی کلیت سے ظاہر قرآن پر اعراب لگانا تو شاید سخت ہی بدتر کام ہوگا کہ حجاج جیسے ظالم اظلم کی طرف سے ہے۔

(۲۵) سلطانِ اسلام سے فارغ ہوکر حرمین طیبین کی طرف متوجہ ہوئے کہ وہاں کا بڑا حصہ داڑھی کترواتا ہے الحمدللہ کہ کلیہ نہ کہا، ہر جگہ ہمیشہ بڑا حصہ عوام کا ہوتا ہے۔ اگر عام طور پر عوام صدہا سال سے ایک فعل کریں اور وہ بھی مسجد میں، اور وہ بھی مسجد اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں، اور وہ بھی کارِ خیر و موجب اجر و تعظیم شعائر اللہ و اجلال حرمات اللہ جان کر۔ با اینہمہ جماہیر علماء روزانہ دیکھیں اور منع نہ فرمائیں تو استناد تقریرِ علماء سے ہوگا نہ کہ فعلِ عوام سے۔

(۲۶) خود ہی سمجھ کر کہ تعامل ہے نہ مجرد عمل عوام اس کا یہ علاج کیا کہ تعامل حرمین شریفین کا بعد قرونِ ثلٰثہ کے سند نہیں۔ قرونِ ثلٰثہ کی تخصیص کا قضیہ ہمارے رسالہ ردِّ وہابیہ میں جابجا رَد ہو چکا اور مسئلہ تعامل حرمین شریفین بھی کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" قاعدہ یازدہم میں واضح فرما دیا گیا، یہاں اسی قدر کافی کہ شیخ محقق جذب القلوب شریف میں حدیث صحیح بخاری: انھا طیبۃ تنفی الذنوب کما تنفی الکیر خبث الفضۃ (بیشک وُہ طیبہ ہے، گناہوں کو دُور کرتا ہے جیسے بھٹی چاندی کا مَیل دور کرتی ہے۔ ت) وغیرہ بیان کرکے فرماتے ہیں:

"مراد نفی و ابعادِ اہلِ شر و فساد است از ساحت عزت ایں بلدہ طیبہ و بقول اکثر علمائے دین خاصیت مذکورہ در دوے در جمیع ازمان و دہور پیدا است"[1]

اس شہر پاک کی سرزمین سے شر و فساد والوں کو دور کرنا مراد ہے اور اکثر علمائے دین کے بقول اس میں یہ خاصیت ہر دَور اور ہر زمانے میں ہے۔ (ت)

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الایمان لیارز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرھا۔[2]

بیشک ایمان مدینہ کی طرف سمٹتا ہے جیسے سانپ اپنے بل کی طرف۔

امام قرطبی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

فیہ تنبیہ علی صحۃ مذھبھم و سلامتھم من البدع وان عملھم حجۃ فی زماننا۔[3]

اس حدیث شریف میں تنبیہ ہے اس پر کہ اُن کا مذہب صحیح ہے اور وُہ بدعتوں سے پاک ہیں اُن کا عمل ہمارے زمانہ میں حجت ہے۔

---

[1] جذب القلوب باب دوم در ذکر فضائل منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۵
[2] صحیح البخاری باب الایمان یارز الی المدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۲
[3] عمدۃ القاری شرح البخاری بحوالہ قرطبی دار الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۰/۲۴۰

marfat.com

(۲۷) آگے ترقی کر کے تعامل حرمین شریفین کو بالکل ساقط و نا معتبر کر دیا۔ قرونِ ثلٰثہ کا استثنا بھی اُڑ گیا، اور دلیل یہ کہ حجت صرف قرآن و حدیث و اجماع و قیاس مجتہدین ہیں۔ ابھی کہا تھا کہ "چراغاں کا جواز اگر آج بھی کسی عالمِ مستند کی کتاب سے نکل آئے تو مجھ کو کد نہ ہوگی"۔ اور ممانعت کے لیے شاہ رفیع الدین صاحب کے فتوے اور قاضی صاحب پانی پتی کی مالا بد و ارشاد الطالبین سے استناد کیا۔ یہ لوگ اور ان کا کلام بھی نہ قرآن ہے، نہ حدیث، نہ اجماع، نہ قیاسِ مجتہدین۔ پھر یہ پانچویں حجت کہاں سے نکل آئی!

(۲۸) ابھی جواہر الفتاوی و فتاوی عالمگیریہ سے گزرا کہ دینداروں کے افعال سند ہوتے ہیں، یہ چھٹی حجت ہوئی۔

(۲۹) اب بفضل اللہ عزوجل ہم وہ عبارات جانفزا ذکر کریں جن سے یہ ثابت ہو کہ روضۂ انور میں کیسی روشنی ہوتی ہے اور کے سو برس سے رائج ہے، جب سلطنت عثمانیہ کی بنیاد بھی نہ پڑی تھی، اور یہ کہ وہ خاص روضۂ اطہر ہی کے واسطے ہے نہ کہ بہ نیتِ مسجد۔ اور یہ کہ وہ بمنظوریٔ علماء کرام ہے نہ کہ صرف فعلِ سلاطین۔ اور یہ کہ کیسے امام جلیل نے اُس کے جواز کا روشن فتوٰی دیا، نہ فتوٰی بلکہ خاص اس باب میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا، والحمد للہ۔ عالمِ مدینہ طیبہ امام اجل سید ابو الحسن علی نور الدین بن عبد اللہ سمہودی مدنی قدس سرہٗ، معاصرِ امام اجل جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہما اللہ تعالیٰ نے (کہ دونوں حضرات کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہوئی) کتاب مستطاب خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تصنیف ۸۹۳ ہجری کے باب رابع کی شانزدہ گانہ فصلوں میں فصل ۱۱ روضۂ اقدس کے تزک و احتشام و شیشہ آلات و سامان روشنی کے بیان میں وضع فرمائی، اور فصل ۱۴ مسجد مقدس کے ستونوں، چراغوں وغیرہ کے بیان میں جدا لکھی، اس فصل مسجد میں فرمایا:

بصحن مسجد اربع مشاعل تشعل فی لیالی الزیارات المشھورۃ و ما علمت اول من احدثھا و بالمسجد سلاسل کثیرۃ للقنادیل عملت بعد الحریق والمرتب للوقود منھا یزید و ینقص لما لا یخفی[1]

مسجد کریم کے صحن میں چار مشعلیں ہیں کہ زیارت کی مشہور راتوں میں روشن کی جاتی ہیں اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ اوّل اوّل یہ مشعلیں کس نے رکھیں، اور مسجد میں قندیلوں کی بہت سی زنجیریں ہیں کہ آتشزدگی کے بعد بنیں اور اُن کی روشنی کا راتب گھٹتا بڑھتا ہے جس کا سبب ظاہر ہے۔

---

[1] وفاء الوفاء فصل ۳۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۸۱

اور اس فصل روضۂ انور میں فرمایا:

اما معالیق الحجرۃ الشریفۃ التی تعلق حولہا من قنادیل الذھب والفضۃ و نحوھما فلا اقف علی ابتداء حدوثہا الا ان ابن النجار قال مالفظہ فی سقف المسجد الذی بین القبلۃ والحجرۃ علی راس الزوار اذ وقفوا معلق نیف واربعون قندیلا کبارا و صغارا من الفضۃ المنقوشۃ والساذجۃ وفیھا اثنان من بلور وواحد من ذھب وفیھا قمر من فضۃ مغموس فی الذھب، وھذہ تنفذ من البلدان من الملوک وارباب الحشمۃ انتھی۔ وعمل من ذکر مستمر بذلک لم تزل ھذہ القنادیل فی زیادۃ ومن احسن مارأیت من معالیق الحجرۃ قندیل من فولاد کبیر احسن التکوین مخرما مکفتا بذھب یضیئ اذا اسرج فیہ وعلیہ مکتوب ان الناصر محمد بن قلاوون علقہ بیدہ ھناک[1] انتھی ملتقطاً

حاصل یہ کہ روضۂ انور کا سامان روشنی، سونے کی قندیلیں اور چاندی کی، اور ان کے مثل اور قیمتی چیزوں کی کہ روضۂ مطہر کے گرد آویزاں کی جاتی ہیں، مجھے معلوم نہ ہوا کہ ان کی ابتدا کب سے ہے، ہاں امام حافظ الحدیث محمد بن محمد بن النجار متوفی ۶۴۲ھ نے اپنی کتاب الدرالثمینہ فی اخبار المدینہ میں فرمایا کہ سقف مسجد کریم کے اتنے ٹکڑے میں کہ دیوار قبلہ سے حجرۂ مقدسہ تک ہے، جب زائرین مواجہہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں کھڑے ہوں، اُن کے سروں پر چالیس سے زائد قندیلیں آویزاں ہیں۔ بڑی بڑی اور چھوٹی چاندی کی نقشی اور سادی اور ان میں دو بلور کی ہیں، ایک سونے کی، اور ایک چاندی کا چاند ہے سونے میں مغرق، اور یہ شہروں شہروں سے سلاطین و اُمراء حاضر کیا کرتے ہیں انتہی، اور یہ دستور برابر چلا آتا ہے ہمیشہ ان قندیلوں میں ترقی ہوتی رہی، اور روضہ مطہرہ کی تمام آویزاں روشنیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت جو میں نے دیکھی وہ فولادی بڑی قندیل ہے کہ نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے اُس کے پیٹ اور کناروں پر سونا چڑھا ہوا ہے کہ اُس میں روشنی کرنے سے دمکنے لگتا ہے اس پر لکھا ہوا ہے کہ ناصر الدین محمد بن قلاوون نے اُسے یہاں اپنے ہاتھ سے لٹکایا۔ انتہی ملتقطاً

یہاں تو آپ کو یہ معلوم ہوا کہ روشنی خاص روضۂ منورہ کے لیے ہے اور یہ کہ کتنی کثیر و شاندار ہے اور یہ کہ صدہا سال سے ہے اور یہ کہ عثمانی سلطنت سے بھی بہت پہلے سے ہے۔ اب مجمع علمائے کرام کا ذکر سنئے

---

[1] وفاء الوفاء فصل ۲۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۸۴ تا ۵۸۹

marfat.com

علاّمہ قطب الدین مکی حنفی معاصر امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالیٰ کتاب الاعلام باعلام بیت الحرام ص ۳۰ میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں: جب سلطان مراد خان بن سلطان سلیم خان بن سلیمان خان رحمہم الرحمٰن نے ۹۸۴ھ میں باب عالی سے سونے کی تین قندیلیں بیش بہا جواہرات سے مرصّع محمد چادلیش خان کے ہاتھ حاضر کی ہیں کہ وہ کعبہ معظمہ کے اندر آویزاں کی جائیں اور ایک حجرۂ مزار اطہر میں چہرۂ انور کے مقابل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم۔

جب مکہ معظمہ میں آئے حضرت شریف مکہ سیّدی حسن بن ابی نُمی حسنی اور ناظر حرم محترم قاضی مدینہ منورہ شیخ الاسلام سید العلماء سیدی حسین حسینی مکی اور قاضی مکہ معظمہ مولانا مصلح الدین لطفی بگ زادہ مع جملہ اعیان واکابر حرم محترم حاضر ہوئے، فرماتے ہیں: وکافۃ العلماء والفقہاء والموالی[1] یعنی مکہ معظمہ کے تمام علماء وفقہاء وسردار گرد کعبہ معظمہ جمع ہوئے۔ پھر آستانہ عالیہ کی طرف سے حضرت شریف و دیگر عظماء کو خلعت پہنائے گئے۔ کعبہ معظمہ کا دروازہ کھولا گیا۔ سیّدنا الشریف نے خلعت پہنا اور طوافِ کعبہ معظمہ کیا۔ اِدھر وہ طواف میں ہیں اُدھر رئیسِ مؤذنان قبہ زمزم پر سلطنت وشریف کے لیے باآوازِ بلند دُعا کر رہا ہے اور تمام حاضرین دُعا وآمین میں مشغول ہیں۔ بعد فراغ طواف ورکعتین طواف حضرت شریف کعبہ معظمہ کے اندر حاضر ہوئے اور اپنے دست مبارک سے قندیلیں آویزاں کیں۔ سب حاضرین جملہ علماء وفقہاء وامراء وعظماء نے فاتحہ پڑھی اور دُعائیں کیں، اور جلسہ ختم ہوا۔ علامہ ممدوح فرماتے ہیں:

وکان یوماً شریفاً مشہوداً ووقتاً مبارکاً متیمناً مسعوداً[2]	اور وہ دن بزرگ اور تمام اعیانِ مکہ کی حاضری کا تھا اور وہ وقت مبارک اور فرخندہ باسعادت تھا۔

پھر محمد چادلیش باقی قندیل لے کر سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، علامہ فرماتے ہیں:

واجتمعت لہ اکابر المدینۃ الشریفۃ و اعیانہا وعلماؤھا وصلحاؤھا[3]	اُن کے پاس مدینہ طیبہ کے اکابر وعمائد وعلماء وصلحاء سب جمع ہوئے۔
وعمل محفل شریف فی الحرم الشریف النبوی[4]	حرم کریم میں محفلِ عظیم منعقد کی گئی۔
وفتحت الحجرۃ الشریفۃ النبویۃ علی ساکنہا افضل الصلٰوۃ وعلق ذلک	حجرۂ طاہرہ مزار پُرانوار حضرت سیدابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھولا گیا اور وہ سونے کی قندیل جواہر

---

[1] تا [4] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام

marfat.com

القندیل تجاہ وجہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔[1]

بے بہا سے مرصع رُوئے انور سیّدا طہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مواجہ اقدس میں آویزاں کی گئی۔

وقرئت الفواتح وحصل الدعاء[2] حاضرین نے فاتحہ پڑھی اور دعا کی۔ اور مجلس بخیر وخوبی ختم ہوئی۔

علامہ ممدوح اس حکایت کا خاتمہ ان لفظوں میں فرماتے ہیں:

وھو اول من علق قنادیل الذھب فی الحرمین الشریفین من سلاطین اٰل عثمان خلد اللہ تعالیٰ سلطنتھم وقد سبق بھذہ المنقبۃ الشریفۃ اٰباءہ السلاطین العظام۔[3]

یعنی سلاطین آل عثمان میں کہ اللہ عزوجل اُن کی سلطنت کو ہمیشہ رکھے سلطان مراد خاں نے اس کی پہل کی کہ حرمین محترمین میں سونے کی قندیلیں آویزاں کیں، وہ اس عظیم منقبت میں اپنے باپ دادا سلاطین پر سبقت لے گئے۔

اس خاتمہ سے دو فائدے ظاہر ہوئے: ایک[1] یہ کہ سلاطین عثمانیہ سے پہلے سلاطین بھی سونے کی قندیلیں حاضر کرتے۔ سلاطین عثمانیہ میں پہلے یہ سعادت سلطان محمد مراد خاں نے پائی۔ دوسرے[2] یہ کہ علامہ ممدوح اس کا استحسان فرماتے، اور اسے منقبت شریفہ بناتے ہیں۔

اب پھر عباراتِ سابقہ خلاصۃ الوفاء کی طرف رجوع کیجئے اور وُہ سُنیے جو امام ممدوح سیدی نورالدین سمہودی اس عبارت کے اثناء میں اُس جانفزا روشنی کے بیان میں حکم فرماتے ہیں وُہ عبارت یہ ہے:

وقد الف السبکی تالیفا سماہ تنزیل السکینۃ علیٰ قنادیل المدینۃ وذھب فیہ الی جوازھا وصحۃ وقفھا وعدم جواز صرف شیئ منھا لعمارۃ المسجد۔[4]

بیشک امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبدالکافی متوفی ۷۵۶ھ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خاص اس باب میں ایک کتاب تالیف فرمائی جس کا نام "تنزیل السکینۃ علیٰ قنادیل المدینۃ" رکھا۔ اور اس کتاب میں اُن کا وقف صحیح ہونا بیان فرمایا اور یہ کہ اُن کو مسجد کی عمارت میں صرف کرنا جائز نہیں۔

یہ امامِ اجل وُہ ہیں جن کی نسبت امام ابنِ حجر فرماتے ہیں: الامام المجمع علیٰ جلالتہ واجتہادہ[5] وہ امام کہ ان کی جلالتِ شان وقابلیت اجتہاد پر اجماع ہے۔

---

[1] تا [3] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام

[4] وفاء الوفاء فصل ۲۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۹۵-۵۹۱

[5] امام ابن حجر

marfat.com

صلاح صفدی نے کہا:

الناس یقولون ماجاء بعد الغزالی مثلہ و عندی انھم یظلمونہ وماھو عندی الامثل سفین الثوری[1]

لوگ کہتے ہیں امام حجۃ الاسلام کے بعد کوئی امام تقی الدین سبکی کے مثل پیدا نہ ہوا اور میرے نزدیک وہ ان کی شان گھٹاتے ہیں۔ میرے نزدیک تو وہ امام سفیان ثوری کے ہمسر ہیں۔

جو اجلۂ اکابر تابعین سے تھے وہ اس روشنی کو فقط جائز ہی نہیں بتاتے بلکہ فرماتے ہیں کہ اس پر رحمتِ الٰہی کا سکینہ اُترتا ہے، غالباً اب تو زید صاحب اپنے تمام وساوس سے باز آ کر اپنی قسم پوری کریں گے۔

(۳۰) حدیث مذکور کو زید نے بالجزم رسولِ خدا کا ارشاد بتایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔ یہ سخت بیباکی و جرأت ہے۔ وہ حدیث صحیح نہیں۔ اس کی سند کا مدار ابوصالح باذام پر ہے، باذام کو ائمۂ فن نے ضعیف بتایا۔ تقریب امام ابنِ حجر عسقلانی میں ہے:

باذام بالذال المعجمۃ ویقال اٰخرہ نون ابوصالح مولٰی ام ھانی ضعیف مدلس[2]

باذام ذال معجمہ سے، اور کہا جاتا ہے کہ آخر میں نون ــ یعنی باذان ــ ابوصالح ــ اُمِ ہانی کا آزاد کردہ غلام ضعیف تدلیس کرنے والا ہے۔ (ت)

(۳۱) یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ حدیث قابلِ احتجاج نہیں کہ حدیثِ ضعیف دربارۂ احکام حجت نہیں ہوتی۔ تحسین ترمذی باعتبار ترجمہ باب ہے کہ اسے باب ماجاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر مسجدا میں وارد کیا اور قبور پر مسجد نہ بنانے میں بیشک احادیث متعددہ وارد۔ خود جامع ترمذی میں ہے: وفی الباب عن ابی ھریرۃ وعائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما[3] (اس باب میں حضرت ابوہریرہ و حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی روایت ہے۔ ت) بخلاف چراغ کہ اس کی ممانعت میں یہی حدیث ضعیف باذام ہے۔ اس کا یہ ٹکڑا حسن نہیں۔ خود امام ترمذی اپنی اصطلاح میں بتاتے ہیں:

ماذکرنا فی ھذا الکتاب حدیث حسن فانما اردنا حسن اسنادہ عندنا کل حدیث یروی لایکون

اس کتاب میں ہم نے جسے حدیث حسن بتایا اس سے یہی مراد ہے کہ وہ ہمارے نزدیک حسن ہے جس حدیث کی

---

[1] صلاح صفدی

[2] تقریب التہذیب حرف الباء الموحدہ ترجمہ ۶۳۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۲۱

[3] جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۴۳

marfat.com

فی اسنادہ من یتھم بالکذب ولا یکون الحدیث شاذا ویروی من غیر وجہ نحو ذالک فھو عندنا حدیث حسن[1]

سند میں کوئی متہم بالکذب نہ ہو، نہ ہی وہ حدیث شاذ ہو، اور ایسے ہی متعدد طُرق سے مروی ہو، وہ ہمارے نزدیک حدیث حسن ہے۔(ت)

(۳۲) حدیثِ مانعین سے تین[3] جواب ہیں :

پہلا یہ کہ حدیث سرے سے صحیح ہی نہیں اور سب میں اخیر تنزل کا جواب وُہ کہ امام نابلسی کے ارشاد سے گزرا۔

اور اوسط جواب یہ ہے کہ حدیث میں لفظ علٰی ہے اس سے قبر پر چراغ رکھنے کی ممانعت ہُوئی، اسے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ علٰی کے معنی حقیقی یہ ہیں، اور حقیقت سے بلاضرورت عدول نامقبول، وہ عدول ہی تاویل ٹھہرے گا۔ اور اگر وجہ مُوجّہ نہ رکھتا ہو مردود رہے گا۔

تاویل یہ ہے کہ لفظ کو اس کے معنٰی ظاہر سے پھیرا جائے۔ مگر طرفہ یہ کہ زید نے معنی حقیقی مراد لینے کا نام تاویل رکھا اور تاویل بھی کیسی ضعیف، اور نہ صرف ضعیف بلکہ معاذ اللہ حدیث کے ساتھ مضحکہ، اس ظلم شدید کی کوئی حد ہے اور نہ دیکھا کہ امام علامہ نابلسی قدس سرہ القدسی اس حدیث کی شرح میں کیا فرماتے ہیں :

المتخذین علیھا ای القبور یعنی فوقھا[2]

قبروں پر یعنی اُن کے اُوپر۔(ت)

دیکھو اس معنی حقیقی کی تصریح فرمائی جسے زید نے معاذ اللہ مضحکہ بنایا۔

(۳۳) کریمہ لنتخذن علیھم مسجدا میں ضمیر جانب اصحابِ کہف ہے، اور آدمی کے جسم کے اوپر مسجد بنانے کے کوئی معنٰی نہیں تو مجاز متعین ہے، بخلاف حدیث کہ اس میں ضمیر جانبِ قبور ہے اور قبر پہ چراغ رکھنا ممکن، بلکہ بعض جگہ عوام سے واقع ہے، تو اسے آیت پر قیاس کرنا محض سُوئے فہم ہے۔ وہ چمک کر کہا تھا کہ "کیا اس کے یہ معنی ہیں اصحابِ کہف کے سینہ پر سنگِ بنیاد مسجد کا رکھیں گے"۔ وہ خود اپنے شبہہ کے پاؤں میں تیشہ ہے۔ یہ معنٰی صحیح نہ ہونا ہی تو حقیقت سے صارف اور مجاز کا قرینہ ہُوا، یہاں کہ بے تکلف معنی حقیقی بن رہے ہیں اُن سے پھیرنے والا کون، اور مجاز کے لیے قرینہ کیا۔

(۳۴) دوسری مثال قبر پر چڑھاوا چڑھانے کی دی، اور نہ سمجھا کہ یہاں مجاز لفظ "پر" میں نہیں کہ علٰی بمعنی عند ہو، جس طرح تم حدیث میں لے رہے ہو، قبر کے نزدیک کسی چیز کے چڑھانے کے کیا معنی، بلکہ مجاز خود یہاں چڑھاوے کے لفظ میں ہے۔ صدقہ کہ جُہّال کسی مریض وغیرہ کے لیے چوراہے میں رکھتے ہیں اسے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ما جاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبرالخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۴۳

[2] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۳۰

اوتارا کہتے ہیں کہ اسے ذلیلوں خبیثوں شیطانوں کے لیے کرتے ہیں، اور نذور کہ مزاراتِ طیبہ کے حضور لاتے ہیں اسے چڑھاوا کہتے ہیں کہ بلند مرتبہ معظموں کے حضور پیش کرتے ہیں، یہ اتار چڑھاؤ باعتبارِ مرتبہ ہے، نہ باعتبارِ جہت تحت و فوق۔ اور نہ سہی اگر ایک جگہ کوئی لفظ معنیٰ مجازی میں مستعمل ہو تو اُس کے حوالے سے دوسری جگہ بھی خواہی نخواہی اسے حقیقت سے توڑ کر مجاز پر ڈھالنا کون سی منطق ہے!

(۳۵) ملا علی قاری نے جو اس حدیث میں علیٰ کو معنیٰ حقیقی پر لیا، زید صاحب اس کی توجیہ یہ فرماتے ہیں کہ وجہِ ممانعت یعنی مشابہتِ یہود و نصاریٰ معنیٰ مجازی یعنی قریبِ قبر میں نہیں رہتی۔ اس بنیاد پر معنیٰ حقیقی لیے۔ یعنی معنیٰ حقیقی ہی لینا محتاجِ وجہِ خارجی ہے، اگر خارج سے کوئی وجہ اُس کی نہ ملے تو معنیٰ حقیقی نہ لیں گے۔ اِس اُلٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا ہے! علامہ ملا علی قاری کی عبارت دیکھیے:

قیدُ علیھا یُفید اتخاذ المساجد بجنبھا لاباْس بہ[1]

"علیھا" (قبروں پر) کی قید یہ افادہ کر رہی ہے کہ ان کے پہلو میں مسجد بنائیں تو کوئی حرج نہیں (ت)

ملاحظہ ہو لفظ "علیٰ" سے یہ ثابت کیا کہ برابر ہو تو حرج نہیں، یا برابر میں حرج نہ ہونے سے علیٰ کو اپنے معنیٰ حقیقی پر لیا۔

(۳۶) علی قاری جب یہاں دربارۂ مسجد علیٰ کو معنیٰ حقیقی پر لے چکے، جو آپ کو بھی مسلّم ہے۔ اور یہاں ایک ہی لفظ علیٰ ہے جس سے مساجد و سرج کا یکساں علاقہ ہے کہ والمتخذین علیھا المساجد والسرج[2] (قبروں پر مسجدیں اور چراغ بنانے والے۔ ت)

اب اگر دربارۂ قبور علیٰ کو معنیٰ مجازی پر لیجئے تو کھلا ہوا جمع بین الحقیقۃ والمجاز ہے اور وہ باطل ہے۔ لاجرم دربارۂ قبور بھی علیٰ کو معنیٰ حقیقی ہی پر رکھیں گے، تو جس نے ان کی طرف اسے نسبت کیا ان کے لازم کلام سے استدلال کیا یہ اُن پر اتہام کدھر سے ہو جائے گا۔

(۳۷) علی قاری نے دربارۂ سُرجِ قبور جو تین وجہِ ممانعت نقل کرکے لکھا: کذا قال بعض علمائنا[3] (ایسا ہی ہمارے بعض علماء نے فرمایا۔ ت) قطع نظر اس کے کہ یہ نقل عن المجہول ہے اور ہمارے فقہاء نے اُسی وجہِ اوّل پر اقتصار فرمایا کہ اسراف و اتلافِ مال ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور یہی وجہ خود آپ کی مستند بزازیہ میں

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۴۴۴

[2] جامع الترمذی باب ما جاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر مسجداً امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۴۳

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۴۴۴

marfat.com

مصرح تھی جسے آپ نے حذف کردیا۔ اور اوپر روشن ہولیا کہ یہ وجہ صرف قبورِ عوام میں پائی جاتی ہے، جبکہ وہاں نہ مسجد ہو نہ قبر، سرِراہ، نہ کوئی تلاوت وغیرہ میں مشغول۔ باقی دو وجہوں میں تعظیمِ قبور بھی عوام میں متحقق ہوگی خصوصاً قبورِ فُساق میں جن کی نسبت آپ فرق پوچھ رہے ہیں کہ "بزرگوں کی قبر پر کیوں کرتے ہیں، فاسق فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے"۔ فاسق فاجر کی قبر پر کریں تو نفسِ قبر کی تعظیم ٹھہرے کہ مقبور معظم نہیں، بخلاف مزاراتِ کرام کہ وہاں قبر یعنی خشت وگِل کی تعظیم نہیں بلکہ اُن کی رُوحِ کریم کی تعظیم ہے، جیسا کہ امام نابلسی نے فرمایا: تعظیما لروحه المشرفة الخ[1] (ان کے روحِ مبارک کی تعظیم کے لیے الخ۔ ت) تعظیمِ قبورِ معظمین کہ حقیقۃً تعظیمِ معظمین ہے۔ کس نے منع کی؛ اغنیا رشرح مختار اور اُسی آپ کی مستند عالمگیری میں ہے:

ثم ینهض فیتوجه الی قبره صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولا یضع یده علی جدار التربة فهو اهیب واعظم للحرمة ویقف کما یقف فی الصلٰوة اھ[2] قدر الحاجة۔

یعنی پھر کھڑا ہو کر قبرِ اکرم حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہو، اور تربتِ کریمہ کی دیوار پر ہاتھ نہ رکھے کہ اس میں زیادہ ہیبت و تعظیم حرمت کریمہ ہے، اور یُوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے اھ بقدرِ ضرورت (ت)

منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط علی قاری میں ہے:

ولیغتنم ایام مقامه بالمدینة المشرفة فیحرص علی ملازمة المسجد وادامة النظر الی الحجرة الشریفة ان تیسر والقبة المنیفة ان تعسر مع المهابة والخضوع والخشیة والخشوع ظاهراً وباطناً فانه عبادة کالنظر الی الکعبة الشریفة۔[3]

یعنی مدینہ طیبہ میں حاضری کے دنوں کو غنیمت جانے۔ اکثر اوقات مسجد کریم میں حاضر رہے اور ہو سکے تو مزارِ اطہر کے حجرۂ مقدسہ ورنہ اس کے گنبد مبارک ہی کو دیکھتا رہے۔ خوف وادب اور خشوع وخضوع کے ساتھ کہ اس پر نگاہ ہی عبادت ہے جیسے کعبہ معظمہ پر نظر۔ (ت)

علامہ عبدالقادر فاکہی مکی تلمیذ امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالٰی حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں فرماتے ہیں: ومنها ان لا یستدبر القبر الشریف[4] یعنی آداب میں سے ہے

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ — ایقاد الشموع فی القبور — نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۳۰
[2] فتاوٰی ہندیہ — خاتمہ فی زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۵
[3] المسلک المتقسط شرح منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامه دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۱
[4] حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل

marfat.com

کہ قبرِ اقدس کو پشت نہ کرے۔ سیدّ اقدس قدس سرہٗ نے خلاصۃ الوفاء میں فرمایا: فی الصلوٰۃ ولا فی غیرھا[1] نہ نماز میں اُدھر پیٹھ کرے نہ غیر نماز میں۔ پھر امام عزّ الدین بن عبد السلام سے نقل فرمایا:

اذا اردت صلوٰۃ فلا تجعل حجرتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وراء ظھرک ولا بین یدیک والادب معہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وفاتہ مثلہ فی حیاتہ فما کنت صانعہ فی حیاتہ فاصنعہ بعد وفاتہ من احترامہ والاطراق بین یدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[2]۔

جب تو نماز پڑھنا چاہے تو حجرۂ مطہرہ مزارِ اطہر کو پیٹھ نہ کر، نہ نماز میں اپنے سامنے رکھ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات بھی ویسا ہی ہے جیسا عالمِ حیاتِ ظاہر میں تھا، تو جیسا تو اس وقت ادب کرتا اور حضور کے سامنے سر جھکاتا ایسا ہی مزارِ اطہر کے حضور کر۔

یہ سب تعظیم نہیں تو اور کیا ہے۔ اس قسم کے ارشاداتِ ائمہ اگر جمع کئے جائیں تو ایک دفتر ہو، اور خود اس سے زیادہ اور کیا تعظیمِ قبرِ اطہر ہوگی، جو حدیث میں ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خواب میں جمالِ جہان آرا کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے تعلیم فرمائی۔ درمنظم امام ابوالقاسم محمد لولوی لبستی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

من صلی علیٰ روح محمد فی الارواح وعلیٰ جسدہٖ فی الاجساد وعلیٰ قبرہٖ فی القبور رأنی فی منامہ ومن رأنی فی منامہ رأنی یوم القیٰمۃ ومن رأنی یوم القیامۃ شفعت لہ ومن شفعت لہ شرب من حوضی وحرم اللہ جسدہٖ علی النار[3]۔

جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی روحِ اقدس پر ارواح میں، اور جسمِ اطہر پر اجسام میں، اور قبرِ انور پر قبور میں درود بھیجے وہ مجھے خواب میں دیکھے، اور جو خواب میں دیکھے مجھے قیامت میں دیکھے گا، اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا میں اس کی شفاعت فرماؤں گا، اور جس کی میں شفاعت فرماؤں گا وہ میرے حوضِ کریم سے پیئے گا اور اللہ عزوجل اس کے بدن پر دوزخ کو حرام فرمائے گا۔

اللھم ارزقنا بجاھہٖ عندک اٰمین (اے اللہ! ہمیں نصیب فرما ان کی اس وجاہت کے طفیل جو تیرے حضور ان کے لیے ہے، الٰہی قبول فرما۔ ت)

---

[1][2] وفاء الوفاء الفصل الرابع من الباب الثامن احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۰/۴

[3] درمنظم امام ابوالقاسم محمد لولوی لبستی

علماء فرماتے ہیں یعنی یُوں درود شریف پڑھو:

اللّٰھم صل علٰی رُوح سیدنا محمد فی الارواح اللّٰھم صل علٰی جسد سیّدنا محمد فی الاجساد اللّٰھم صلّ علٰی قبر سیدنا محمد فی القبور۔

قبر کریم پر درود بھیجنے کا حکم ہُوا، اور درود وُہ تعظیم ہے کہ بالاستقلال انبیاء و ملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں۔

(۳۸) رہی تیسری وجہ کہ وہ آثارِ جہنّم سے ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

اقول اس کی غایت ایک تفاول ہے۔ وہ اس قابل نہیں جس کے لحاظ نہ کرنے پر مسلمان لعنت کا مستحق ہو، تو یہ اُس کی توجیہ نہیں ہوسکتی، شرع کو ایسی فالوں کا اتنا عظیم لحاظ ہوتا تو میّت کو گرم پانی سے نہلانے کا حکم نہ ہوتا کہ وُہ بھی آثارِ جہنّم سے ہے، قال اللہ تعالٰی:

یصب علیہ من فوق رءوسھم الحمیم[1]۔

اس (جہنمی) پر انکے سروں کے اوپر سے گرم پانی بہایا جائے گا۔ (ت)

حالانکہ وُہ شرعاً مطلوب ہے، دُرمختار میں ہے:

یصب علیہ ماء مغلی بسدر ان تیسروالا فماء خالص[2]۔

اس (میّت) پر بیری میں جوش دیا ہُوا پانی بہایا جائے اگر میسر ہو، ورنہ سادہ پانی۔ (ت)

ردالمحتار و نہر الفائق میں ہے:

افاد ان الحار افضل سواء کان علیہ وسخ اولا[3]۔

اس سے مستفاد ہوا کہ گرم پانی بہتر ہے میّت کے جسم پر مَیل ہو یا نہ ہو۔ (ت)

اور بالفرض تسلیم اُس کا محل وُہی ہے کہ خاص قبروں پر چراغ رکھیں کہ فال ہے تو اس میں ہے نہ کہ اس کے گرد یا مناروں یا احاطہ کی دیواروں پر علماء نے تفاول کے سبب جب پکّی اینٹ قبر میں لگانی مکروہ بتائی کہ وہ آگ دیکھے ہُوئے ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ تصریح فرمائی کہ یہ اُس صورت میں ہے کہ خاص لحد پر پختہ اینٹیں لگائیں جو قریب میّت ہے ورنہ بالائے قبر اُس میں حرج نہیں، یہ خود آگ ہے۔ اُس میں بالائے قبر بھی حرج ہے مگر حول میں حرج

---

[1] القرآن ۲۲/ ۱۹

[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۰

[3] ردالمحتار " " ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۷۵

مسلم نہیں۔ درمختار میں ہے :

یسوی اللبن علیہ والقصب لا الاجر المطبوخ والخشب لوحولہ اما فوقہ فلا یکرہ۔[1]

اس پر کچی اینٹ اور بانس چُن دیں، پکی اینٹ اور لکڑی اس کے گرد نہ رکھیں، ہاں اوپر ہو تو حرج نہیں۔ (ت)

ابن ملک بدائع میں ہے :

لانہ مما مستہ النار فیکرہ ان یجعل علی المیّت تفاولا۔[2]

اس لیے کہ اس پر آگ کا اثر پہنچا ہوا ہے تو تفاول کے سبب میّت پر چُننا مکروہ ہے (ت)

حلیہ میں ہے :

قال الامام التمرتاشی ھذا اذا کان حول المیّت فلوفوقہ لایکرہ۔[3]

امام تمرتاشی نے فرمایا : یہ اُس وقت ہے جب خاص میّت کے گرد ہو، اوپر ہو تو مکروہ نہیں۔ (ت)

(۳۹) کس نادانی کا اعتراض ہے کہ علٰی معنی حقیقی پر لیں تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں چراغ جلائے تو وُہ جائز ہو جائے۔ دربارۂ مسجد تو آپ کو بھی مسلّم کہ علٰی معنی حقیقی پر ہے تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں مسجد بنائے یا نماز پڑھے تو وہ جائز ہو جائے، کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے۔ اب بھی کہئے کہ استغفراللہ۔ یہ تو حدیث کے ساتھ مضحکہ کرنا ہے۔

(۴۰) کثرتِ چراغاں کا ذکر روشنیِ روضۂ انور میں گزرا اور اس کے متعلق احیاء العلوم شریف کی ایک عبارت اور لکھیں کہ موافقین کے دل روشن ہوں اور مخالفین کی آنکھیں چکا چوند سے جلیں۔ امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی قبیل کتاب آداب النکاح میں فرماتے ہیں :

حکی ابوعلی الرودباری رحمہ اللہ تعالٰی عن رجل انہ اتخذ ضیافۃ فاوقد فیھا الف سراج وقال لہ رجل قد اسرفت فقال لہ ادخل فکلما اوقدتہ لغیر اللہ

یعنی امامِ اجل عارفِ اکمل، سندالاولیاء حضرت سیّدنا امام ابوعلی رودباری رضی اللہ تعالٰی عنہ (کہ اجلّہ اصحاب سیّد الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہیں ۳۲۲ ہجری میں وصال شریف ہے،

---

[1] درمختار | باب صلٰوۃ الجنائز | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۲۵

[2] بدائع الصنائع | فصل فی سنۃ الحفر | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۳۱۸

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فاطفئه فدخل الرجل فلم یقدر علی اطفاء واحد منها فانقطع[1]

امام عارف باللہ استاذ ابو القاسم قشیری قدس سرہ نے رسالہ مبارکہ میں اُن کی نسبت فرمایا اظرف المشائخ واعلمھم بالطریقۃ (مشائخ میں سب سے زیادہ عقلمند اور طریقت کے سب سے بڑے عالم۔ت) حکایت فرماتے ہیں کہ ایک بندۂ صالح نے احباب کی دعوت کی اس میں ہزار ہا چراغ روشن کیے، کسی نے کہا آپ نے اسراف کیا، صاحبِ خانہ نے فرمایا: اندر آئیے جو چراغ میں نے غیر خدا کے لیے روشن کیا ہو وہ گل کر دیجئے۔ معترض اندر گئے، ہر چند کوشش کی ایک چراغ بھی نہ بجھا سکے، آخر قائل ہوگئے وللہ الحمد۔

بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ قبور عامۂ ناس پر روشنی جب کہ خارج سے کوئی مصلحت مصالح مذکورہ کے امثال سے نہ ہو ضرور اسراف ہے اور اسراف بیشک ممنوع۔ فقہاء اسی کو منع فرماتے ہیں کہ یہی علّتِ منع بتاتے ہیں، اور اگر زینتِ قبر مطلوب ہو تو قبر محلِ زینت نہیں، اب بھی اسراف ہُوا، بلکہ کچھ زائد، یوں ہی اگر تعظیمِ قبر مقصود ہو کہ یہاں تعظیم نسبت نہیں، رہے مزاراتِ محبوبانِ الٰہ، ان میں اگر زینتِ قبر یا تعظیمِ نفسِ قبر کی نیت ہو یہاں بھی وہی ممانعت رہے گی کہ یہ نیتیں شرعاً محمود نہیں، اور اگر اُن کی رُوحِ کریم کی تعظیم وتکریم مقصود ہو اب نہ اسراف ہے کہ نیتِ صالحہ موجود ہے، نہ تعظیمِ قبر، بلکہ تعظیمِ رُوحِ محبوب، اور وہ شرعاً بلاشبہہ مطلوب۔ امام اجل تقی الدین سبکی وامام نور الدین سمہودی وامام عبدالغنی نابلسی رحمہم اللہ تعالٰی اسی کو جائز بتاتے ہیں اور کسی کے قلب پر حکم لگانا کہ اُسے تعظیمِ قبر ہی مقصود ہے نہ کہ تعظیمِ رُوحِ ولی۔ محض خراف وبدگمانی وحرام بنصِ قرآنی ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالٰی:

ولا تقف مالیس لك بہ علم ان السمع والبصر کل اولئك کان عنہ مسئولا[2]۔

اور اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ بیشک کان، آنکھ ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔ (ت)

وقال اللہ تبارک وتعالٰی:

یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[3]

اے ایمان والو! زیادہ گمان سے بچو، بلاشبہہ بعض گمان گناہ ہیں (ت)

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] احیاء العلوم والدین الباب الرابع من آداب الضیافۃ مکتبہ ومطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۲۰

[2] القرآن ۱۷/ ۳۶

[3] القرآن ۴۹/ ۱۲

marfat.com

افلا شققت عن قلبه[1]۔ | تو تُو نے اس کا دل کیوں نہ چاک کیا؟ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[2]۔ | اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: گمان سے بچو کہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے (ت)

اور تعظیمِ رُوح اور تعظیمِ قبر میں فرق نہ کرنا سخت جہالت ہے۔ عارف نابلسی کا ارشاد گزرا۔ اور امام سمہودی فرماتے ہیں:

لیس القصد تعظیم بقعۃ القبر بعینھا بل من حل فیھا[3]۔ | خاص زمینِ قبر کی تعظیم مقصود نہیں بلکہ اس کی تعظیم مقصود ہے جو اس میں فروکش ہے۔ (ت)

بلکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مسند شریف میں بسندِ حسن روایت فرماتے ہیں:

اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجھہ علی القبر فاخذ مروان برقبتہ ثم قال ھل تدری ما تصنع فاقبل علیہ فقال نعم انی لم اٰت الحجر انما جئت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم اٰت الحجر سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لَا تَبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَہٗ اَھْلُہٗ وَلٰکِنْ اِبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَہٗ غَیْرُ اَھْلِہٖ[4]۔ | یعنی مروان نے اپنے زمانۂ تسلّط میں ایک صاحب کو دیکھا کہ قبرِ اکرم سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں، مروان نے ان کی گردن مبارک پکڑ کر کہا: جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟ اس پر ان صاحب نے اُس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ہاں، میں سنگ وگِل کے پاس نہیں آیا ہُوں میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور حاضر ہُوا ہُوں، میں اینٹ پتھر کے پاس نہ آیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا دین پر نہ روؤ جب اس کا اہل اس پر والی ہو، ہاں اس وقت دین پر روؤ جبکہ نااہل والی ہو۔

یہ صحابی سیدنا ابو ایوب انصاری تھے رضی اللہ تعالٰی عنہ ــــ تو تعظیمِ قبر و رُوحِ مطہر میں فرق نہ کرنا مروان کی جہالت ہے اور اسی کے ترکہ سے وہابیہ کو پہنچی، اور تعظیمِ قبر سے جدا ہو کر تعظیمِ رُوحِ کریم کی برکت لینا

---

[1] مسند احمد بن حنبل | حدیث اُسامہ بن زید | دار الفکر بیروت | ۵/ ۲۰۷
[2] صحیح البخاری | باب قول اللہ تعالٰی من وصیۃ الخ | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/ ۳۸۴
[3] وفاء الوفا | الفصل الثانی من الباب الثامن | دار احیاء التراث العربی بیروت | ۴/ ۱۳۶۶
[4] مسند احمد بن حنبل | حدیث ابی ایوب الانصاری | دار الفکر بیروت | ۵/ ۴۲۲

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنّت ہے اور اہلسنّت کو اُن کی میراث ملی، وللہ الحمد۔

تنبیہ: سب سے زائد اہم بات یہ ہے کہ زید صاحب سمجھیں تو بہت کچھ حق مانیں، ہدایت کے شکر گزار ہوں یہ کہ تحریرِ زید کا خاتمہ اس کلمہ سخت شنیع و شتم فظیع پر ہوا کہ "اس قدر وعید کے بعد بھی کوئی شخص اس میں کٹ حجتی کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات قبر میں تصفیہ کے قابل ہے موسیٰ بدین خود، عیسیٰ بدین خود۔" زید نے دو فریق بنائے، ایک کو حق پر بتایا اور دوسرے کو کٹ حجتی کرنے والا، وعید الٰہی کے مقابل ہٹ دھرمی سے پیش آنے والا۔ اور اُس پر مثال وہ ڈھادی کہ موسیٰ بدین خود او رعیسیٰ بدین خود۔ اس تمثیل کی تطبیق کی جائے تو معاذ اللہ جو حاصل نکلے اس کے قہر و خباثت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے، ایسی جگہ انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر سخت جرأت و گستاخی و بدزبانی و دریدہ دہنی ہے، تو یہ فرض ہے اور اللہ تعالیٰ ہادی،

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰنا محمّد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارك وسلم، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد، ان کی آل، ان کے اصحاب، ان کے فرزند اور ان کی جماعت پر درود و سلام اور برکت نازل فرمائے۔ اور خدائے پاک برتر خوب جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۱۵۰: از بنارس تھانہ بھلوپورہ محلہ احاطہ روہیلہ مرسلہ حافظ عبدالرحمٰن رفوگر ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

حضرت کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ بزرگوں کے مزار پر جائیں تو فاتحہ کس طرح سے پڑھا کریں اور فاتحہ میں کون کون سی چیزیں پڑھا کریں؟

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط حافظ صاحب کرم فرما سلمکم، مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز بادب سلام عرض کرے السّلام علیك یا سیّدی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر درودِ غوثیہ تین بار، الحمد شریف ایک، آیۃ الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص سات بار، پھر درودِ غوثیہ سات بار، اور وقت فرصت دے تو سورۂ یٰسٓ اور سورۂ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دُعا کرے کہ الٰہی! اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے، نہ اُتنا جو میرے عمل کے قابل ہے، اور اُسے میری طرف سے اس بندۂ مقبول کو نذر پہنچا۔ پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اُس کے لیے دُعا کرے اور صاحبِ مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے، پھر اُسی طرح سلام کرکے واپس آئے۔ مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے

marfat.com

اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۱ و ۱۵۲ از شہر علی گڑھ، محلہ مدار دروازہ مرسلہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) قبر پر جانے سے مُردہ کو معلوم ہوتا ہے کہ میرا کوئی عزیز آیا یا کوئی شخص آیا، یا نہیں معلوم ہوتا اور زندہ کو مردہ کی قبر پر جانے سے مردہ کو کسی قسم کی تکلیف یا راحت ہوتی ہے یا نہیں، اور وہ کچھ پڑھ کر ثواب بخشے تو مردہ کو علم ہوتا ہے یا نہیں ؟

(۲) زید قبر پر کسی عزیز کی روز جاتا تھا پھر جانا بند کر دیا، یہ دریافت طلب ہے کہ اُس مُردہ کو زید کے آنے اور جانے سے کسی قسم کی تکلیف یا راحت ہوتی تھی یا نہیں ؟

الجواب

(۱) قبر پر جو کوئی جائے مُردہ دیکھتا ہے اور جو کچھ کلام کرے وہ سُنتا ہے اور جو ثواب پہنچائے مردہ کو پہنچتا ہے، اگر کوئی عزیز یا دوست جائے تو اس کے جانے سے مُردہ کو راحت اور فرحت ملتی ہے جیسے دنیا میں۔ یہ سب مضامین صحاح احادیث میں وارد ہیں، وقد فصلناها فی حیاۃ الاموات فی بیان سماع الاموات (ہم نے حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں ان کو تفصیل سے ذکر کیا ہے ۔ ت)

(۲) اس کا جواب سوال سابق کے جواب میں آگیا، بیشک اعزّہ واحباب کے جانے سے اموات کو فرحت ہوتی ہے اور دیر لگانے سے اُن کا انتظار رہتا ہے ۔ وفیہ حکایۃ نفیسۃ فی شرح الصدور (اس سلسلے میں شرح الصدور (للسیوطی) کے اندر ایک نفیس حکایت ہے ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۳ از شہر ممباسہ ضلع شرقی افریقہ دکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان میں ماں باپ کی زیارت کرنا بعد نمازِ فجر افضل یا بعد نمازِ عصر یا مغرب ؟ اور بعد مغرب زیارت کرنا کیا حکم رکھتا ہے ؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب

زیارت ہر وقت جائز ہے، مگر شب میں تنہا قبرستان نہ جانا چاہئے ۔ اور زیارت کا افضل وقت روزِ جمعہ بعد نمازِ صبح ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۴ و ۱۵۵ از بہیڑی ضلع بریلی ۔ جناب ریاض الدین صاحب خلف حکیم مقیم الدین صاحب مصنف اسلام کھنڈ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ :

marfat.com

(۱) زید قبرستان میں جاکر اس طرح پر فاتحہ پڑھتا ہے کہ اول قبرستان کے دروازے پر کھڑے ہوکر تمام اہلِ قبر کی اَرواح کو ثواب بخشتا ہے پھر اپنے کسی عزیز خاص یا کسی اہل اللہ کی قبر پر کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھ کر ایک ایک کو جُدا جُدا ثواب بخشتا ہے تو کیا جدا جدا قبر پر کھڑے ہوکر پڑھنے سے اُس کے عزیز جیسے والدین و بھائی بہن وغیرہ کو کچھ ثواب یا فرحت بہ نسبت دیگر اہل قبور کے زیادہ ہوگا یا نہیں؟ اور اس جدا جدا قبر پر جانے سے والدین کا حق اور ولی کا مرتبہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) دوسرے یہ کہ قرآن مجید پڑھ کر بخشنے والے کو بھی کچھ ثواب ملے گا یا نہیں؟ کیونکہ زید کہتا ہے کہ جب پڑھ کر بخش چکے تو پھر ہمارے پاس کیا رہ گیا، آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ھل جزاء الاحسان الا الاحسان[۱] تو کیا احسان کا بدلہ احسان بھی جاتا رہا۔ توجّروا۔

الجواب

(۱) بلاشبہہ اس صورت میں جس جس کے لیے جُدا فاتحہ پڑھے گا اُسے ثواب زائد پہنچے گا اور فرحت زیادہ ہوگی، اور والدین واعزّہ کی قبر پر جُدا جُدا جانے سے انس حاصل ہوگا جیسے حیات میں۔ اور ولی کے مزار پر جدا حاضر ہونے میں اس کی خاص تعظیم ہے جو ایک عام بات میں شامل کرنے سے نہیں ہوسکتی۔ زید کا یہ فعل بہت حسن ہے مگر اس کا لحاظ لازم ہے کہ جس قبر کے پاس بالخصوص جانا چاہتا ہے اُس تک قدیم راستہ ہو، اگر قبروں پر سے ہوکر جانا پڑے تو اجازت نہیں۔ سرِراہ دُور کھڑے ہوکر ایک قبر کی طرف متوجہ ہوکر ایصالِ ثواب کردے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) زید غلط کہتا ہے وُہ دنیا کی حالت پر قیاس کرتا ہے کہ ایک چیز دُوسرے کو دے دیں تو اپنے پاس ہی نہ رہے۔ وہاں کی باتیں یہاں کے قیاس پر نہیں، صحیح حدیث میں فرمایا کہ جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے اُن کی رُوحیں شاد ہوں، اور یہ اُن کے ساتھ نیکوکار لکھا جائے اور دونوں کو پُورے حج کا ثواب ملے اور اُس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہو۔ اس کی نظیر دنیا میں علم ہے کہ جتنا تقسیم کیجئے اوروں کو ملتا ہے اور اپنے پاس سے کچھ نہیں گھٹتا بلکہ بڑھ جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۶، ۱۵۷ ازمنجان مرسلہ علی محمد عیسےٰ برادرز ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

(۱) قبرستان میں کلام شریف یا پنج سورہ قبر کے نزدیک بیٹھ کر تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) قبر پر سبزی یا پھول یا اگربتی رکھنا، جلانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[۱] القرآن ۵۶/۶۰

الجواب

(۱) قبر کے پاس تلاوت یا دیر خواہ دیکھ کر ہر طرح جائز ہے جبکہ لوجہ اللہ ہو اور قبر پہ نہ بیٹھے، نہ کسی قبر پر پاؤں رکھ کر وہاں پہنچا ہو۔ اور اگر بے اس کے وہاں تک نہ جاسکے تو قبر کے نزدیک تلاوت کے لیے جانا حرام ہے، بلکہ کنارے ہی سے جہاں تک بے کسی قبر کو روندے جا سکتا ہے، تلاوت کرے۔ درمختار میں ہے:

یکرہ المشی فی طریق ظن انه محدث حتی اذا لم یصل الی قبرہ الا بوطی قبر ترکه لایکرہ الدفن لیلا ولا اجلاس القارئین عند القبر وھو المختار[۱]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

قبرستان کے اندر ایسے راستے پر چلنا ممنوع ہے جس کے بارے میں گمان ہو کہ وہ نیا بنالیا گیا ہے یہاں تک کہ جب اپنی میت کی قبر تک کسی دوسری قبر کو پامال کئے بغیر نہ پہنچ سکتا ہو تو وہاں تک جانا ترک کرے۔ رات کو دفن کرنا اور قبر کے پاس تلاوت کرنے والوں کو بٹھانا مکروہ نہیں، یہی مختار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) قبر پر سبزی پھول ڈالنا اچھا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

وضع الورد والریاحین علی القبور حسن[۲]۔

قبروں پر گلاب وغیرہ کے پھول رکھنا اچھا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

یؤخذ من ذلك (ای من انه ما دام رطبا یسبح اللہ تعالٰی فیونس المیت وتنزل بذکرہ الرحمة) ومن الحدیث ندبا وضع ذلك للاتباع ویقاس علیه ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوہ[۳]۔

پھول جب تک تر رہتا ہے اللہ تعالٰی کی تسبیح کرکے میّت کا دل بہلاتا ہے، اور خدا کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ اس بات سے اور حدیث پاک کے اتباع کے لحاظ سے اس کا مندوب ہونا اخذ ہوتا ہے۔ اسی پر اس کا قیاس بھی ہوگا جو ہمارے زمانے میں آس وغیرہ کی شاخیں رکھنے کا دستور ہے۔ (ت)

اگربتی قبر کے اوپر رکھ کر نہ جلائی جائے کہ اس میں سوءِ ادب اور بدفالی ہے۔ عالمگیری میں ہے: ان سقف القبر حق المیت[۴] (قبر کی چھت حقِ میّت ہے۔ ت) ہاں قریبِ قبر زمین خالی پر رکھ کر سلگائیں کہ خوشبو محبوب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[۱] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۶

[۲] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۱

[۳] ردالمحتار مطلب وضع الجرید ونحو الآس علی القبور ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۶۰۷

[۴] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۱

marfat.com

مسئلہ ۱۵۸ ازمراد آباد محلہ اصالت پورہ مسئولہ کار دعلی صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پڑھنا قرآن شریف کا قبر پہ بیٹھ کر جائز ہے یا نہیں؟ ونیز قرآن شریف سامنے رکھ کر پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

قبر کے سامنے بیٹھ کر تلاوت کی جائے، حفظ خواہ قرآن مجید دیکھ کر، اُس کی رحمت اُترتی ہے اور مُردہ کا دل بہلتا ہے مگر قبر پر بیٹھنا جائز نہیں کہ میّت کی توہین و ایذا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۹ تا ۱۶۱ ازموضع بکہ جیبی والا علاقہ جاگل تھانہ بری پور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد خان ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) بوسۂ قبر کا کیا حکم ہے؟ (۲) قبر کا طواف کرنا کیسا ہے؟

(۳) قبر کس قدر بلند کرنی جائز ہے؟

الجواب

(۱) بعض علماء اجازت دیتے ہیں اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں۔ کشف الغطاء میں ہے:

درکفایۃ الشعبی اثرے درتجویز بوسہ دادن قبر والدین رانقل کردہ وگفتہ دریں صورت لاباس است وشیخ اجل ہم درشرح مشکوٰۃ بوردآں در بعضے اشارت کردہ بے تعرض بجرح آں[1]	کفایۃ الشعبی میں قبرِ والدین کو بوسہ دینے کے بارے میں ایک اثر نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ اور شیخ بزرگ نے بھی شرح مشکوٰۃ میں بعض آثار میں اس کے وارد ہونے کا اشارہ کیا اور اس پر کوئی جرح نہ کی۔ (ت)

مگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں، تو اس سے احتراز ہی چاہیے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

مسح نہ کند قبررا بدست وبوسہ نہ دہد آں را[2] — قبر کو ہاتھ نہ لگائے، نہ ہی بوسہ دے۔ (ت)

کشف الغطاء میں ہے: کذا فی عامۃ الکتب[3] (ایسا ہی عامہ کُتب میں ہے۔ ت)

---

[1] کشف الغطاء — فصل دہم زیارت قبور — مطبع احمدی دہلی — ص ۷۹

[2] اشعۃ اللمعات — باب زیارۃ القبور — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۷۱۶

[3] کشف الغطاء — فصل دہم زیارت قبور — مطبع احمدی دہلی — ص ۷۹

marfat.com

مدارج النبوۃ میں ہے:

دربوسہ دادن قبر والدین روایت بیہقی می کنند وصحیح آنست کہ لایجوز است[1] واللہ تعالٰی اعلم

قبر والدین کو بوسہ دینے کے بارے میں ایک روایت بیہقی ذکر کرتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ ناجائز ہے(ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) بعض علماء نے اجازت دی۔ مجمع البرکات میں ہے:

ویمکنہ ان یطوف حولہ ثلث مرات فعل ذلک[2]۔ گردِ قبر تین بار طواف کرسکتا ہے۔(ت)

مگر راجح یہ کہ ممنوع ہے۔ مولانا علی قاری منسک متوسط میں تحریر فرماتے ہیں:

الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء[3]۔

طواف کعبہ کی خصوصیات سے ہے تو انبیاء و اولیاء کی قبروں کے گرد حرام ہوگا۔(ت)

مگر اسے مطلقاً شرک ٹھہرادینا جیسا کہ طائفہ وہابیہ کا مزعوم ہے محض باطل وغلط اور شریعتِ مطہرہ پر افتراء ہے۔

(۳) ایک بالشت یا کچھ زائد،

فی الدر المختار یسنم قدر شبر[4] فی رد المحتار اواکثر شیئا قلیلا بدائع[5]۔

ایک بالشت کی مقدار کوہان کی طرح بنادی جائے (درمختار) یا کچھ زیادہ کردی جائے، بدائع (ردالمحتار)(ت)

زیادہ فاحش بلندی مکروہ ہے۔ حلیہ میں ہے:

تحمل الکراھۃ علی الزیادۃ الفاحشۃ وعدمھا علی القلیلۃ المبلغۃ لہ مقدار اربع اصابع اوما فوقہ قلیلا[6] واللہ تعالٰی اعلم۔

کراہت بہت زیادہ اُونچی کرنے پر محمول ہے۔ اور عدمِ کراہت قلیل زیادتی پر جو ایک بالشت کی مقدار ہو یا اس سے کچھ زائد۔ واللہ تعالٰی اعلم(ت)

---

[1] مدارج النبوۃ ذکر نماز گزاردن آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلف ابوبکر الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۴۲۴
[2] مجمع البرکات
[3] منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ الخ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۲
[4] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۵
[5] ردالمحتار " " ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۶۰۱
[6] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

مسئلہ ۱۶۲ از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگال مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی مرشدی کرنالی ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

پیر مرشد کے مزار کا طواف کرنا، اور مزار اور مزار کی چوکھٹ کو بوسہ دینا اور آنکھوں سے لگانا اور مزار سے اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹ کے ہاتھ باندھے ہوئے واپس آنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مزار کا طواف کہ محض بہ نیتِ تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانہ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ دینا نہ چاہیئے۔ علماء اس میں مختلف ہیں۔ اور بہتر بچنا، اور اسی میں ادب زیادہ ہے۔ آستانہ بوسی میں حرج نہیں۔ اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ اس سے شرع میں ممانعت نہ آئی، اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا منع نہیں ہوسکتی قال اللہ تعالیٰ ان الحکم الا للہ[1] (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حکم نہیں مگر اللہ کا۔ ت) ہاتھ باندھے اُلٹے پاؤں واپس آنا ایک طرزِ ادب ہے، اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اس میں حرج نہیں۔ ہاں اگر اس میں اپنی یا دوسرے کی ایذا کا اندیشہ ہو تو اُس سے احتراز کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۳ مزاراتِ اولیائے کرام علیہم رحمۃ المنعام کے چُومنے کو کفر یا شرک کہنا کیسا ہے؟

الجواب

فی الواقع بوسہ قبر میں علماء مختلف ہیں، اور تحقیق یہ ہے کہ وہ ایک امر ہے جو دو چیزوں داعی و مانع کے درمیان دائر، داعی محبت ہے اور مانع ادب، تو جسے غلبہ محبت ہو اُس پر مواخذہ نہیں کہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔ اور عوام کے لیے منع ہی احوط ہے۔ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مزارِ اکابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو، پھر تقبیل کی کیا سبیل! عالمِ مدینہ علامہ سید نور الدین سمہودی قدس اللہ سرہٗ خلاصۃ الوفاء شریف میں جدارِ مزارِ انور کے لمس و تقبیل و طواف سے ممانعت کے اقوال نقل کرکے فرماتے ہیں:

وفی کتاب العلل والسؤالات لعبد اللہ بن احمد بن حنبل سألت ابی عن الرجل یمس منبر النبی صلی اللہ تعالیٰ

یعنی امام احمد بن حنبل کے صاحبزادہ امام عبداللہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے باپ سے پُوچھا کوئی شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے منبر کو چھوئے

---

[1] القرآن ۱۲/ ۴۰

علیہ وعلٰی اٰلہٖ وسلم تبرک بمسہ وتقبیلہ ویفعل بالقبر مثل ذٰلك جآء ثواب اللہ تعالٰی فقال لاباس بہ[1]

اور بوسہ دے، اور ثوابِ الٰہی کی امید پر ایسا ہی قبر شریف کے ساتھ کرے، فرمایا: اس میں کچھ حرج نہیں۔ (ت)

امام اجل تقی الملّۃ والدّین علی بن عبدالکافی سبکی قدس اللہ سرہ الملکی شفاءُ السقام، پھر سیّد نورالدّین خلاصۃ الوفاء میں بروایۃ یحیٰی بن الحسن عن عمر بن خالد عن ابی بناتۃ عن کثیر بن یزید عن المطلب بن عبداللہ بن حنطب ذکر فرماتے ہیں کہ مروان نے ایک صاحب کو دیکھا کہ مزارِ اعطر سیّد اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے لپٹے ہوئے ہیں اور قبر شریف پر اپنا مُنہ رکھے ہیں، مروان نے ان کی گردن پکڑ کر کہا جانتے ہو یہ تم کیا کر رہے ہو۔ انھوں نے اس کی طرف منہ کیا اور فرمایا:

نعم اِنّی لَمْ اٰتِ الْحَجَرَ انما جِئْتُ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سَمِعْتُ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لَا تَبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَہٗ اَھْلُہٗ وَلٰکِنْ اِبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَہٗ غَیْرُ اَھْلِہٖ[2]

ہاں میں کسی پتھر کے پاس نہ آیا میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا: دین پر نہ رو جب اس کا والی اس کا اہل ہو، ہاں دین پر رو جب نااہل اس کا والی ہو۔

سیّد قدس سرہٗ فرماتے ہیں: رواہ احمد بسند حسن[3] امام احمد نے یہ حدیث بسندِ حسن روایت فرمائی۔

نیز فرماتے ہیں:

روی ابن عساکر بسند جید عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ ان بلالا رای النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وسلم وھو یقول لہ ماھذہ الجفوۃ یا بلال اما ان لك ان تزورنی فانتبہ حزینا خائفا فرکب راحلتہ وقصد المدینۃ فاتی قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ وسلم فجعل یبکی

یعنی ابنِ عساکر نے بسندِ صحیح ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ شام کو چلے گئے تھے ایک رات خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن سے فرماتے ہیں: اے بلال! یہ کیا جفا ہے کیا وُہ وقت نہ آیا کہ ہماری زیارت کو حاضر ہو؟ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ غمگین اور ڈرتے ہوئے جاگے اور بقصدِ زیارتِ اقدس سوار ہُوئے۔ مزارِ پُر انوار پر

---

[1] وفاء الوفاء الفصل الرابع فی آداب الزیارۃ والمجاورۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۴۰۴

[2] و [3] " " الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ " " ۴/۱۳۵۹

marfat.com

عندہ ویمرغ وجہہ علیہ[1]

حاضر ہو کر رونا شروع کیا اور منہ قبر شریف پر ملتے تھے۔

امام حافظ عبد الغنی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں:

لیس الاعتماد فی السفر للزیارۃ علی مجرد منامہ بل علی فعلہ ذٰلک والصحابۃ متوفرون ولا تخفی عنہم ھذہ القصۃ۔[2]

یعنی زیارتِ اقدس کے لیے شد الرحال کرنے میں ہم فقط خواب پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اس پر کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کیا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بکثرت موجود تھے اور انھیں معلوم ہوا اور کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

عالمِ مدینہ (سید نور الدین سمہودی علیہ الرحمۃ) فرماتے ہیں:

ذکر الخطیب بن حملۃ ان بلالا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضع خدیہ علی القبر الشریف وان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان یضع یدہ الیمنی علیہ ثم قال ولا شک ان الاستغراق فی المحبۃ یحمل علی الاذن فی ذٰلک والقصد بہ التعظیم والناس تختلف مراتبہم کما فی الحیوۃ فمنہم من لا یملک نفسہ بل یبادر الیہ ومنہم من فیہ اناۃ فیتاخر ونقل عن ابن ابی الصیف والمحب الطبری جواز تقبیل قبور الصالحین وعن اسمعیل التیمی قال کان ابن المنکدر یصیبہ الصمات فکان یقوم فیضع خدہ علی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعوتب فی ذٰلک فقال انہ یستشفی بقبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم۔[3]

یعنی خطیب بن حملہ نے ذکر کیا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبرِ انور پر اپنے دونوں رخسارے رکھے اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنا داہنا ہاتھ اس پر رکھتے۔ پھر کہا شک نہیں کہ محبت میں استغراق اس میں اذن پر باعث ہوتا ہے اور اس سے مقصود تعظیم ہے، اور لوگوں کے مرتبے مختلف ہیں، جیسے زندگی میں، تو کوئی بے اختیارانہ اس کی طرف سبقت کرتا ہے اور کسی میں تحمل ہے وہ پیچھے رہتا ہے۔ اور ابن ابی الصیف اور امام محب طبری سے نقل کیا کہ مزاراتِ اولیاء کو بوسہ دینا جائز ہے۔ اور اسمٰعیل تیمی سے نقل کیا کہ المنکدر تابعی کو ایک مرض لاحق ہوتا کہ کلام دشوار ہو جاتا وہ کھڑے ہوتے اور اپنا رخسارہ قبرِ انورِ سیدِ اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم پر رکھتے، کسی نے اس پر اعتراض کیا، فرمایا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزارِ اقدس سے شفا حاصل کرتا ہوں۔

---

[1] وفاء الوفا الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۳۵۶

[2] " " " " " ۴/۱۳۵۷

[3] " " الفصل الرابع فی آداب الزیارۃ والمجاورۃ " " ۴/۱۴۰۶

علامہ شیخ عبدالقادر فاکہی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتابِ مستطاب حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل میں فرماتے ہیں:

تمریغ الوجه والخد واللحية بتراب الحفرة الشريفة واعتابها فى زمن الخلوة المامون فيها توهم عامى محذورا شرعيا بسببه، امر محبوب، حسن لطلابها وامره لاباس به فيما يظهر لكن لمن كان له فى ذلك قصد صالح وحمله عليه فرط الشوق والحب الطافح[1]

یعنی خلوت میں جہاں اس کا اندیشہ نہ ہو کہ کسی جاہل کا وہم اس کے سبب کسی ناجائز شرعی کی طرف جائے گا، ایسے وقت بارگاہِ اقدس کی مٹی اور آستانہ پر اپنا منہ اور رخسارہ اور داڑھی رگڑنا مستحب اور مستحسن ہے جس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔ مگر اس کے لیے جس کی نیت اچھی ہو اور افراطِ شوق اور غلبۂ محبت اسے اس پر باعث ہو۔

پھر فرماتے ہیں:

علا انى اتحفك يا مريلوح لك منه المعنى بان الشيخ الامام السبكى وضع حروجه على بساط دار الحديث التى مسها قدم النووى لينال بركة قدمه وينوه بمزيد عظمته كما اشار الى ذلك بقوله وفى دار الحديث لطيف معنى الى بسطله اصبو واوى لعلى ان قال بحر وجهى مكانا مسه قدم النواوى وبان شيخنا تاج العارفين امام السنة خاتمة المجتهدين كان يمرغ وجهه ولحيته على عتبة البيت الحرام بحجر اسمٰعیل[2]۔

یعنی علاوہ بریں میں تجھے یہاں ایک ایسا تحفہ دیتا ہوں جس سے معنی تجھ پر ظاہر ہو جائیں وہ یہ کہ امام اجل تقی الملۃ والدین سبکی دار الحدیث کے اس بچھونے پر جس پر امام نووی قدس اللہ سرہ العزیز قدمِ مبارک رکھتے تھے اُن کے قدم کی برکت لیتے اور ان کی زیارت تعظیم کے شہرہ دینے کو اپنا چہرہ اس پر ملا کرتے تھے جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ دار الحدیث میں ایک لطیف معنی ہیں جن کے ظاہر کرنے کا مجھے عشق ہے کہ شاید میرا چہرہ پہنچ جائے اس جگہ پر جس کو قدمِ نووی نے چھُوا تھا۔ اور ہمارے شیخ تاج العارفین امامِ سنت خاتمۃ المجتہدین آستانۂ بیت الحرام حطیم شریف پر جہاں سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کا مزار کریم ہے اپنا چہرہ اور داڑھی ملا کرتے تھے۔

بالجملہ یہ کوئی امر ایسا نہیں جس پر انکار روا جب کہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اجلہ ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے تو اس پر شورش کی کوئی وجہ نہیں۔ اگرچہ ہمارے نزدیک عوام کو اس سے بچنے ہی میں احتیاط ہے۔

---

[1] و [2] حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل

marfat.com

امام علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں :

المسئلۃ متی امکن تخریجھا علی قول من الاقوال فی مذھبنا او مذھب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکارہ والنھی عنہ وانما المنکر ماوقع الاجماع علی حرمتہ والنھی عنہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب کسی مسئلہ کا ہمارے مذہب یا دیگر ائمہ کے مذہب پر جواز نکل سکتا ہو تو وہ ایسا گناہ نہیں کہ اس پر انکار اور اس سے منع کرنا واجب ہو، ہاں گناہ وہ ہے کہ اس کے حرام ہونے اور اس کے منع ہونے پر اجماع ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)۔

مسئلہ ۱۶۴
۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبروں کا بوسہ لینا جائز ہے یا نہیں ؟ زیارتِ قبور کی نشست و برخاست کا طریقہ کیا ہے ؟

الجواب

قبروں کا بوسہ لینا نہ چاہئے۔ زیارتِ قبرمیّت کے مواجہ میں کھڑے ہوکر ہو، اور اس کی پائنتی کی طرف سے جائے کہ اس کی نگاہ کے سامنے ہو، سرہانے سے نہ آئے کہ اُسے سر اُٹھا کر دیکھنا پڑے، سلام وایصالِ ثواب کے لیے اگر دیر کرنا چاہتا ہے رُو بقبر بیٹھ جائے اور پڑھتا رہے، یا ولی کا مزار ہے تو اُس سے فیض لے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۵ و ۱۶۶

(۱) قبورِ شہداء یا اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم پر جاکر اور قبر شریف ہی پر مالیدہ یا شیرینی مع پھول وغیرہ نیاز کرنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں ؟

(۲) جس شہید یا اولیاء اللہ کے مزار کا حال ہم کو معلوم نہیں ہے کہ آیا کسی کی مزار ہے یا نہیں ؟ اور اگر ہے تو کس کی ہے ؟ مرد اہلِ اسلام، یہودی یا نصارٰی یا عورت یہود، یا نصارٰی یا مسلمان کی، تو اس مزار پر فاتحہ پڑھنا یا بطریق مذکور نیاز وغیرہ کرنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) قبورِ مسلمین کی زیارت سنّت اور مزاراتِ اولیاءِ کرام وشہداء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی حاضری سعادت برسعادت اور انھیں ایصالِ ثواب مندوب وثواب۔ اور مالیدہ وشیرینی خصوصیاتِ عرفیہ میں اگر وجوب

---

[1] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ نوع ۲۳ الکلام فی حال الخطبۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۳۰۹

نہ جانے حرج نہیں، اور قبر پر لے جانے کی نہ ضرورت نہ اس میں معصیت۔ ہاں اُسے شرعاً لازم جانے بغیر اُس کے فاتحہ کا قبول نہ سمجھے تو یہ اعتقاد فاسد ہے، اس اعتقاد سے احتراز لازم ہے۔ قبورِ مسلمین خصوصاً قبورِ اولیاء پر پھول چڑھانا حسن ہے، عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح فرمائی، مگر شیرینی وغیرہ جو اس قسم کی چیزیں لے جائے اس کو قبر پر نہ رکھے، یہ ممنوع ہے۔

(۲) جس قبر کا یہ بھی حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی، اُس کی زیارت کرنی، فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں کہ قبرِ مسلمان کی زیارت سنّت ہے اور فاتحہ مستحب، اور قبرِ کافر کی زیارت حرام ہے اور اسے ایصالِ ثواب کا قصد کفر،

قال اللہ تعالٰی ولا تقم علٰی قبرہ[۱] وقال تعالٰی وماله فی الاٰخرۃ من خلاق[۲] وقال تعالٰی ان اللہ حرمھما علی الکافرین[۳]

اللہ تعالٰی نے فرمایا اُس کی قبر پر کھڑے بھی نہ ہونا۔ اور فرمایا: اُن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور فرمایا: بیشک اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا۔ (ت)

تو جو امر سنّت و حرام یا مستحب و کفر میں متردّد ہو وہ ضرور ممنوع و حرام ہے۔

مسئلہ ۱۶۷ کسی اولیاء اللہ یا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر پھول یا کپڑے کی چادر منّت مان کر چڑھانا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟

الجواب

یہ منّت کوئی شرعی نہیں اذلیس من جنسه واجب (اس لیے کہ اس کی جنس سے کوئی واجب نہیں۔ ت) ہاں پھول چڑھانا حسن ہے کما تقدم (جیسا کہ گزر چکا۔ ت) اور قبورِ اولیائے کرام قدسنا اللہ باسرارہم پر چادر بقصدِ تبریک ڈالنا مستحسن ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ذٰلک ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین[۴]

وہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ پہچان ہو جائے تو انھیں ایذا نہ دی جائے۔ (ت)

امام عارف باللہ علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے کشف النور عن اصحاب القبور[۵] میں اس کی تصریح فرمائی، پھر علامہ شامی نے عقود الدریہ میں اسے نقل کیا اور مقرر رکھا۔

---

[۱] القرآن ۹/۸۴
[۲] القرآن ۲/۱۰۲ و ۲۰۰
[۳] القرآن ۷/۵۰
[۴] القرآن ۳۳/۵۹
[۵] کشف النور عن اصحاب القبور مع الحدیقۃ الندیۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۴

marfat.com

مسئلہ ۱۶۸ از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۲۲ مسئولہ مولوی عبدالحق صاحب و مولوی مبارک کریم صاحب بمعرفت حاجی لعل خاں صاحب ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ نے مرید کو وصیت کی تھی کہ میری قبر کا کل سامانِ روشنی و قرآن خوانی ولنگرخانہ وعرس وغیرہ کا تم انتظام کرنا۔ چنانچہ مرید نے بموجب وصیت تمام سامان کیا۔ کل اخراجات کا متکفل ہُوا۔ اب سوال یہ ہے کہ جو لوگ چادر و شیرینی و نقد و جنس مزار پر چڑھاتے ہیں وہ کس کا حق ہے؟ اُس مرید کا جس نے یہ سب سامان اور اخراجات کئے اور جو خادم ہے یا وہ فرزندِ شیخ کا؟

الجواب

چادر جو مزار پر ڈالی جائے وُہ کسی کا حق نہیں، نہ اس مرید خادمِ مزار کا، نہ فرزندِ صاحبِ مزار کا۔ نہ وُہ وقف ہو، بلکہ وُہ ڈالنے والے کی مِلک پر رہتی ہے، جیسے کفن کہ تبرعاً کسی نے میت کو دیا۔ درمختار میں ہے:

لا یخرج الکفن عن ملك المتبرع[1] کفن تبرع کرنے والے (بطور احسان دینے والے) کی مِلک سے نہیں نکلتا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لو افترس المیّت سبع کان للمتبرع لا للورثۃ نھر[2] اگر میت کو کسی درندے نے کھا لیا تو کفن جو رہ گیا وہ تبرع کرنے والے کا ہوگا ورثہ کا نہیں، نہر۔ (ت)

باقی اور چڑھاوے اگرچہ وُہ چادریں ہی ہوں جو مزار پر نہ ڈالیں نہ اس پر ڈالنے کو دیں، بلکہ دیگر نذور کی طرح سمجھیں، ان میں عرف عام یہ ہے کہ خادمِ مزار ہی ان کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ اسی قصد سے لوگ لاتے اور اُس کا انتفاع و تصرف دیکھتے، جانتے، روا رکھتے ہیں والمعروف کالمشروط (معروف، مشروط کی طرح ہے۔ ت) تو وُہ خدمت والا ہی اُن کا مالک ہے، ترکہ نہیں کہ فرزند کو جائے۔ اور اس قسم کے چڑھاوے شرع میں کہیں مطلقاً منع نہیں، نہ یہ نذورِ شرعی، بلکہ عرف ہے کہ اکابر کے حضور جو کچھ لے جاتے اسے نذر کہتے ہیں، جیسے بادشاہ کی نذریں گزریں۔ بعض متاخرین نے کہ منع کیا میّت کے لیے منت ماننے کو منع کیا ہے، وہ صورت یہاں عام مواقع میں نہیں، اکثر چڑھاوے منّت ہی نہیں ہوتے، نہ یہ نذر شرعی نذر۔ اور یہاں مباحث نفیسہ ہیں کہ ہم نے تعلیقاتِ ردالمحتار میں ذکر کیں۔ معھذا امام علّامہ عارف باللہ سیّدی عبدالغنی ابن سیّدی اسمٰعیل بن عبدالغنی قدس سرہ القدسی

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۱

[2] ردالمحتار ″ ″ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ، مصر ۱/۵۷۱

marfat.com

حدیقہ ندیہ شریف میں فرماتے ہیں :

ومن ھذا القبیل زیارۃ القبور والتبرک بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لھم بتعلیق ذلک علی حصول شفاء او قدوم غائب فانہ مجاز عن الصدقۃ علی الخادمین بقبورھم کما قال الفقھاء فیمن دفع الزکوٰۃ لفقیر وسماھا قرضا صح لان العبرۃ بالمعنی لا باللفظ وکذلک الصدقۃ علی الغنی ھبۃ والھبۃ للفقیر صدقۃ۔[1]

اسی قبیل سے ہے قبروں کی زیارت اور اولیاء وصالحین کے مزارات سے برکت لینا اور کسی بیمار کی شفا یابی یا کسی غائب کی آمد کی شرط کرکے ان کے لیے نذر پیش کرنا کہ دراصل یہ قبروں کے خدام پر صدقہ سے مجاز ہے جیسا کہ فقہا نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو فقیر کو زکوٰۃ دے اور اسے قرض کہے تو زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے اس لیے کہ اعتبار معنی کا ہے لفظ کا نہیں۔ اسی طرح غنی پر صدقہ ہو تو ہبہ وعطیہ ہے اور فقیر کو ہبہ ہو تو صدقہ ہے۔ (ت)

نذرِ اولیاء کا نفیس بیان ہمارے فتاوٰی افریقہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۹ تا ۱۷۶ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفرپور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

(۱) مُردہ کے نام کا کھانا جو امیر وغریب کو کھلاتے ہیں کس کو کھانا چاہئے اور کس کو نہیں؟ اور یُوں بھی کہتے ہیں کہ مُردہ کے نام کا کھانا مصلّی امیر وغریب سب کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بزرگوں کے مزار پر عُرسوں میں یا اُس کے علاوہ میں عورتیں جاتی ہیں یا ناپاکی کی حالت میں بھلائی کی طلب میں حاجت برآری کے لیے، اور وہاں ٹھہرتی ہیں اور اُن کے لیے ٹھہرنے کے لیے وہی قبرستان ہے، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ باتیں بُری ہیں تو اُس بزرگ میں تصرف اور قوت اس کے روکنے کی ہے یا نہیں؟ اور یہ کہا جاتا ہے کہ دربارِ بزرگان میں آنے والے اُن کے مہمان ہیں، یہ صحیح ہے یا نہیں۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کرسکتے، اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ اگر وُہ تصرف کرسکتے تو وہاں رنڈیاں گاتی ہیں، ناچتی ہیں، بجاتی ہیں، عورتیں غیر محرم رہتی ہیں، اُن کے نیچے پیشاب وغیرہ کرتے ہیں توکیوں نہیں روکتے، یہ کہنا اور اس کی یہ دلیل صحیح ہے یا نہیں؟ اس کا کیا جواب؟

(۳) بزرگوں کے مزار سے جو چراغ کی روشنی غیبی ہوتی ہے یہ کیسی ہے اور اس سے اس صاحبِ مزار کی بزرگی ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ المحمدیۃ الخلق الناس والاربعون الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۵۱

marfat.com

(۴) بزرگوں کے مزار پر فاتحہ، قرآن پڑھنے اور کھڑے ہو کر وسیلہ چاہنے کے لیے عمارت بنا دے اور عرس کرے کرائے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۵) قبر پر درخت لگانا، دیوار کھینچنا یا قبرستان کی حفاظت کے لیے اُس کے چاروں طرف کھود کر جس میں جدید قدیم قبریں بھی ہیں محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) کسی بزرگ کے روضہ کے گرد قبریں ہیں اور وسعت جگہ کے لیے اُس قبہ سے لگا کر اُسی گرد کے قبر پر مثل سائبان کے پایہ زینہ دے کر چھپر ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟

(۷) ظاہر ولی اللہ یعنی زندہ اور صاحبِ مزار ولی اللہ سے ظاہر طریقہ سے ہمکلام ہونے کی کوئی خبر ہے یا نہیں؟

(۸) کوئی شخص اپنی زندگی میں قُل کرائے، فاتحہ پڑھوائے، آیا جائز ہے نہیں، اور اُس کا ثواب اپنے لیے بعد وفات رکھے۔ یعنی یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد مجھے اُس کا ثواب ملے۔

الجواب

(۱) مُردے کا کھانا صرف فقراء کے لیے ہو، عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے، غنی نہ کھائے، کما فی فتح القدیر و مجمع البرکات (جیسا کہ فتح القدیر اور مجمع البرکات میں ہے۔ ت)

(۲) عورتوں کو مقابرِ اولیاء و مزاراتِ عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ اولیاء کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بیشک حق ہے، اور وہ بیہودہ دلیل محض باطل ہے۔ اصحابِ مزارات دارِ تکلیف میں نہیں وہ اس وقت محض اہلِ تکوینیہ کے تابع ہیں۔ سیکڑوں ناحفاظیاں لوگ مسجدوں میں کرتے ہیں، اللہ عزوجل تو قادرِ مطلق ہے کیوں نہیں روکتا؛ حاضرانِ مزار مہمان ہوتے ہیں مگر عورتیں ناخواندہ مہمان۔

(۳) اگر منجانب اللہ ہے تو ضرور بزرگی ثابت ہوتی ہے اور اگر بزرگی ثابت ہے تو منجانب اللہ ہے ورنہ امر محتمل ہے، شیطان بھی بہت کرشمے دکھاتا ہے۔ حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ازواجِ مطہرات سے ایک بی بی جب اندھیرے میں جاتیں ایک شمع روشن ہو جاتی، ایک روز حضور نے ملاحظہ فرمایا اُسے بُجھا دیا اور فرمایا کہ یہ شیطان کی جانب سے ہے، پھر ایک ربّانی نوران کے ساتھ فرما دیا کما فی بھجۃ الاسرار و معدن الانوار (جیسا کہ بہجۃ الاسرار اور معدن الانوار میں ہے۔ ت)

(۴) جائز ہے کما فی مجمع بحار الانوار (جیسا کہ مجمع بحار الانوار میں ہے۔ ت) ہاں منکراتِ شرعیہ مثل رقص و مزامیر سے بچنا لازم ہے۔

(۵) حفاظت کے لیے حصار بنانے میں حرج نہیں۔ اور درخت اگر سایہ زائرین کے لیے ہوں تو اچھا ہے

ثواب ارواحِ طیبہ کو پہنچانا جائز ہے، جبکہ منکرات شرعیہ مثل رقص و مزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ عورتوں کو قبور پر ویسے جانا نہ چاہیئے نہ کہ مجمع میں بے حجابانہ اور تماشے کا میلہ کرنا، اور رفونو وغیرہ بجوانا۔ یہ سب گناہ و ناجائز ہیں، جو شخص ایسی باتوں کا مرتکب ہو اُسے امام نہ بنایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

marfat.com

کو جانے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا۔[1] میں نے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، سن لو اب ان کی زیارت کرو۔ (ت)

علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد النہی میں عورات بھی داخل ہوئیں یا نہیں، اصح یہ ہے کہ داخل ہیں کما فی البحر الرائق (جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ ت) مگر جوانیں ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام۔

اقول قبور اقرباء پر خصوصاً بحال قرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے، اور مزارات اولیاء پر حاضری میں احدی الشناعتین کا اندیشہ یا ترکِ ادب یا ادب میں افراط ناجائز، تو سبیل اطلاق منع ہے و لہٰذا غنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا البتہ حاضری و خاکبوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے، اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۰ از ترپول سولول ڈاکخانہ ہرول ضلع دربھنگہ بلگرام چرسہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب

۸ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

کوئی آدمی کسی قبرستان میں ایک مسلمان قبر پر بزرگ سمجھ کر اُس کی قبر پر درگاہ بنا کر کوئی تاریخ مقرر کرکے ہر سال میلہ لگاتا ہے، ہر پیر و جوان عورت واسطے عرض اپنے وہاں جمع ہوتی ہیں، بلکہ عورت مرد کا مجمع کثیر ہوتا ہے اور بڑے بڑے عہدہ دار یا ہندو کو دعوت دے کر بلاتے ہیں جس میں ڈھول باجے اور فونوگرام وغیرہ بھی بجتا ہے اور عورت لوگ اس بزرگ کی قبر پر پھول، خصی مرغ، سرنی وغیرہ چڑھاتے ہیں، اور اُس قبرستان پر پیشاب پاخانہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا ہے اُس درگاہ کی شرکت کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز یا ناجائز، اور شرکت کرنے والے کو بُرا سمجھیں یا اچھا، اور اس درگاہ کا متولی چھوٹی قوم ہے مونچھ داڑھی سے زیادہ رکھتا ہے اور ہاتھ میں لوہے کا مالا پہنتا ہے اور ہاتھ میں لوہے کا چھرا رکھتا ہے اور لوگوں کو گالی فحش دیتا ہے اور لوگ جو شرکت کرتے ہیں اُسے بزرگ اور پیر سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ کی نماز پڑھنا جائز یا ناجائز، اس لیے دور رہنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

اولیائے کرام کے مزارات پر ہر سال مسلمانوں کا مجمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت یا اور مجالس کرنا اور اُس کا

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

marfat.com

رسالہ

جُمَلُ النّور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور ۱۳۳۹ھ

(نور کے جُملے، عورتوں کو زیارتِ قبور سے روکنے کے بارے میں)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ؕ

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم ؕ

مسئلہ ۱۸۱ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب بدرس اوّل مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات محلہ جمال پور ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ

مولانا موصوف نے ایک رجسٹری بھیجی جس میں بحر الرائق و تصحیح المسائل مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کو جانے کی اجازت پر زور دیا گیا تھا، ان کو یہ جواب بھیجا گیا۔

الجواب

مولانا المکرم مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زید کرمہم، السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ کی دو۲ رجسٹریاں آئیں، تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں تھی، میری رائے اس مسئلہ میں خلاف پر ہے۔ مدّت ہوئی اس بارے میں میرا فتوی تحفہ حنفیہ میں چھپ چکا، میں اُس رخصت کو جو بحر الرائق میں لکھی ہے مان کر نظر بحالات نساء سوائے حاضریِ روضۂ انور کہ واجب یا قریب بواجب ہے، مزاراتِ اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیہ علّامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا، خصوصًا اس طوفانِ بے تمیزی رقص و مزامیر و سرود

marfat.com

کو جانے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ت) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:
کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا۔[1] میں نے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، سُن لو اب ان کی زیارت کرو۔(ت)

علماء کو اختلاف ہُوا کہ آیا اس اجازت بعد النہی میں عورات بھی داخل ہُوئیں یا نہیں، اصح یہ ہے کہ داخل ہیں کما فی البحر الرائق (جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ت) مگر جوانیں ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حُزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام۔

اقول قبور اقربا پر خصوصاً بحال قُرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے، اور مزارات اولیاء پر حاضری میں احدی الشناعتین کا اندیشہ یا ترکِ ادب یا ادب میں افراط ناجائز، تو سبیل اطلاق منع ہے ولہذا غنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا البتہ حاضری و خاکبوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے، اس سے نہ روکیں گے اور تعدیلِ ادب سکھائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۰ از تر پول سولول ڈاک خانہ ہرول ضلع در بھنگہ بلگرام چرسہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب
۸ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

کوئی آدمی کسی قبرستان میں ایک مسلمان قبر پر بزرگ سمجھ کر اُس کی قبر پر درگاہ بنا کر کوئی تاریخ مقرر کرکے ہر سال میلہ لگاتا ہے، ہر پیر و جوان عورت واسطے عرض اپنے وہاں جمع ہوتی ہیں، بلکہ عورت مرد کا مجمع کثیر ہوتا ہے اور بڑے بڑے عہدہ دار یا ہندو کو دعوت دے کر بلاتے ہیں جس میں ڈھول باجے اور فونوگرام وغیرہ بھی بجتا ہے اور عورت لوگ اس بزرگ کی قبر پر پھول، خصی مرغ، سرنی وغیرہ چڑھاتے ہیں، اور اُس قبرستان پر پیشاب پاخانہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا ہے اُس درگاہ کی شرکت کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز یا ناجائز، اور شرکت کرنے والے کو بُرا سمجھیں یا اچھا، اور اس درگاہ کا متولی چھوٹی قوم ہے مونچھ داڑھی سے زیادہ رکھتا ہے اور ہاتھ میں لوہے کا مالا پہنتا ہے اور ہاتھ میں لوہے کا چھرا رکھتا ہے اور لوگوں کو گالی فحش دیتا ہے اور لوگ جو شرکت کرتے ہیں اُسے بزرگ اور پیر سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ کی نماز پڑھنا جائز یا ناجائز، اس لیے دور رہنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

اولیائے کرام کے مزارات پر ہر سال مسلمانوں کا مجمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت یا اور مجالس کرنا اور اُس کا

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

marfat.com

رسالہ

جُمَلُ النّور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور ۱۳۳۹ھ

(نُور کے جُملے، عورتوں کو زیارتِ قبور سے روکنے کے بارے میں)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۸۱ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب بدرس اوّل مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات محلہ جمال پور ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ مولانا موصوف نے ایک رجسٹری بھیجی جس میں بحر الرائق و تصحیح المسائل مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کو جانے کی اجازت پر زور دیا گیا تھا، ان کو یہ جواب بھیجا گیا۔

الجواب

مولانا المکرم مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زید کرمھم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کی دو رجسٹریاں آئیں، تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں تھی، میری رائے اس مسئلہ میں خلاف یہ ہے۔ مدت ہوئی اس بارے میں میرا فتوٰی تحفہ حنفیہ میں چھپ چکا، میں اس رخصت کو جو بحر الرائق میں لکھی ہے مان کر نظر بحالات نساء سوائے حاضریِ روضۂ انور کہ واجب یا قریب بواجب ہے، مزاراتِ اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیہ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا، خصوصاً اس طوفانِ بے تمیزی رقص و مزامیر و سرود

marfat.com

یطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم[1] (اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھانا چاہتے ہیں۔ ت) بننا ہے۔ شیخ طریقت تو انا عرضنا الامانۃ[2] الاٰیۃ (بیشک ہم نے امانت پیش کی الآیۃ۔ ت) میں جو امانت ہے اس کو ذاکرات کے سینہ میں باپردہ بٹھاکر توجہ دے کر جماتا ہے، اور یہ اس امانت کی جڑ اُکھاڑتا ہے، یہ فیض جڑ اُکھاڑنے والے کو بے دقار کرکے اُکھاڑ دے گا۔ محمدی المشرب سنّتِ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرتا ہے۔ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کو توجہ دی، اول مرید کرکے، یہ بھی عورتوں کو مرید کرکے توجہ دیتا ہے، طریقہ عالیہ قادریہ کی توجہ کلمہ طیّبہ کے ذکر کی ہوگی، اب عورتوں کو پردہ میں بٹھاکر ذکر کلمہ طیّبہ کا بتایا جائے گا ضربِ الااللّٰہ قلب پر مارنا سکھایا جائے گا۔ پردہ میں عورت خلیفہ مرشد طریقت کی بیٹھ کر ذکر کلمہ طیبہ کا سکھاتی ہے اور مرشدِ طریقت اونچ نیچ سمجھاتے ہیں۔ پردہ میں ایک عورت نہیں محلّہ کی دس پندرہ عورتیں بیٹھی ہیں، یہاں خلوتِ اجنبیہ کا حکم نہیں لگتا۔ یہ جلوت ہے، جلوت میں فیض رسانی طریقہ عالیہ قادریہ کی ہوتی ہے۔ اور اسی طرح اس مجلس میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی توجہ بھی عورتوں کو دی جاتی ہے۔ بریلی میں حاضری کا کئی بار موقع ہُوا ہے، وہاں یہ عمل دیکھنے میں نہیں آیا، نہ وہاں سُنا کہ کوئی مشائخ یہ کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں ڈولی میانہ مشکل سے ملتا ہے، غرباء ومساکین میں قدرت ان سواریوں میں بیٹھنے کی نہیں، اور نہ قرآن عظیم نے ڈولی ومیانہ کا حکم دیا ہے ــــ یدنین علیھن من جلابیبھن[3] (ان پر اپنی چادریں ڈال دیں۔ ت) اور قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم[4] وقل للمؤمنٰت یغضضن من ابصارھن[5] (ایمان والے مردوں سے فرماؤ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور ایمان والی عورتوں سے فرماؤ اپنی نظریں پست کریں۔ ت) اور ولیضربن بخمرھن علٰی جیوبھن[6] (اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔ ت) اس پردہ پر احمد آباد کی ذاکرات کا عمل ہے۔ عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۴ ص ۷۸:

حاصل الکلام من ھذا کلہ ان زیارۃ القبور مکروھۃ للنساء بل حرام فی ھذا الزمان لاسیما نساء مصر لان خروجھن علٰی وجہ الفساد والفتنۃ وانما رخصت الزیارۃ لتذکر امر الاٰخرۃ

حاصل یہ کہ عورتوں کے لیے زیارتِ قبور مکروہ ہے بلکہ اس زمانے میں حرام ہے خصوصاً مصر کی عورتوں کے لیے، اس لیے کہ ان کا جانا فتنہ اور خرابی کے طور پر ہوتا ہے، زیارت کی رخصت تو صرف اس لیے ہوئی تھی کہ امر آخرت کو

---

[1] القرآن ۹/۳۲
[2] القرآن ۳۳/۷۲
[3] القرآن ۳۳/۵۹
[4] القرآن ۲۴/۳۰
[5] القرآن ۲۴/۳۱
[6] القرآن ۲۴/۳۱

marfat.com

اساف اور نائلہ نے جاہلیت میں (خانہ کعبہ کے اندر) زنا کیا اور قدرتِ الٰہیہ نے دونوں کو مسخ کر دیا ایسے متبرک مکان میں دونوں نے خباثت کی، یا کوئی سفر حرمین طیبین میں خبیث عمل سے پیش آئے تو کیا اُس خبیث کی خباثت کو دیکھ کر اور اسی سے استناد کر کے عورتوں کے حج و زیارت حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم جواز کا فتویٰ جاری کر دیا جائے گا، ہرگز نہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس میں غربی دیوار میں کلام مجید رکھا ہے، اُس دیوار کے پیچھے عورتیں بیٹھ کر توجہ لیتی ہیں، ذکر فکر مراقبہ کرتی ہیں، بُرقع اوڑھ کر آتی ہیں، اختلاط مردوں اور عورتوں کا یہاں بالکل نہیں۔ اب یہ عورتیں نور اللہ دل میں بھرنے کے لیے حاضر ہوتی ہیں۔ یہ فیض رسانی حقیقتِ محمدی کی عورتوں کو خواجہ غریب نواز قدس سرّہ العزیز کرتے ہیں، اور اس فیض میں وُہ قوت ہے کہ لاکھوں کوسوں سے فیض لینے والیوں کو آپ بُلا لیتے ہیں۔ یہ جگہ مقامِ قوالی سے دُور ہے اور نمازِ فجر سے اشراق تک اور مغرب اور عشاء کے بیچ میں اس پردے والے مکان میں عورتیں جمع ہو کر فیض لیتی ہیں اور اس وقت نقصان قوالی کا بالکل نہیں، اور یہ عورتیں نیکبخت پردہ نشین بُرقع اوڑھ کر آنے والی ہیں، آپ نے اس کو آنکھوں سے نہیں دیکھا اور میں نے اس کو آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بندہ اس کو شہادت کے طور پر بیان کر سکتا ہے اور آپ کو آنکھوں سے دکھا کر تسلّی کر سکتا ہے اب ان عورتوں پر حکمِ حُرمت لگانا غلط ہے۔ سرخیز قصبہ احمد آباد میں جو عورتیں گربے گانے والیاں فاحشات مغنیات اور رنڈیئں اور باپردہ سوا لاکھ کلمہ طیّب کا ختم پڑھنے والی ذکر خفی، مراقبہ، فیضِ حقیقتِ محمدی لینے والی ذاکرات پر رنڈیوں کا حکم لگا کر دونوں کو ایک پھانسی میں لٹکا دینا غلط ہے۔ حقوقِ اولیاء و خیر خواہیِ اولیاء و خیر خواہیِ سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ نہیں الدین النصیحۃ للہ ولرسولہ وللمؤمنین[1] (دین خیر خواہی ہے اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے۔ ت) یہ کہاں ہوئی، اولیاء فیضِ حقیقتِ محمدی کا دینے کو ذاکرات کو بلاتے ہیں، وُہ باپردہ اور شریعت کے احکام کو سر پر رکھ کر حاضر ہوتی ہیں اور مفتی اُن پر حکم عدم جواز لگائیں۔ اس صورت میں فیضِ حقیقتِ محمدی کو روکنا ہے۔ اس کا نام دوستیِ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نہیں۔ ہم آپ سے چھوٹے اور آپ کے اقدام کو اپنے سروں پر رکھنے والے ہیں، مگر آپ کا قدم صراطِ مستقیم سے پھسل گیا تو عرض کرنا چاہئے ہُدہُد دو پیسے کی چڑیا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے:

احطت بما لم تحط بہ وجئتك من سبا بنبا یقین[2]
میں نے وہ دیکھا جو آپ نے نہ دیکھا اور میں آپ کے شہر سبا سے یقینی خبر لایا ہوں (ت)

---

[1] السنن للنسائی کتاب البیعۃ النصیحۃ للامام نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۸۵/۲
[2] القرآن ۲۲/۲۷

میں جو آج کل جہال نے اعراسِ طیبہ میں برپا کر رکھا ہے اس کی شرکت تو میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا نہ کہ وہ جن کو انجشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حُدی خوانی بالحان خوش پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرما کر انھیں نازک شیشیاں فرمایا۔ والسلام

مولوی صاحب نے دوبارہ رجسٹری بھیجی، جس پر جواب ارسال ہُوا۔

مسئلہ از احمد آباد گجرات محلہ جمال پور مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

مخدومی مکرمی معظمی جناب مولانا صاحب دام محبتکم، بعد سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، کے واضح رائے عالی ہو کہ محبت نامہ موصول ہو۔ فتوٰی کو آپ کے دیکھا۔ حضرت مولانا! مجھے آپ اس مسئلہ میں سمجھائیے کہ مسجد نبوی میں تین سو مرد اور ایک سو ستر عورتیں تھیں، یہ منافقین آخری صف میں کھڑے ہُوئے تھے اور عورتوں کو جھانکتے تھے، نمازِ فجر و عشاء میں عورتیں توجہ انوارِ حقیقتِ محمدی و حقیقتِ قرآن کے لیے حاضر ہوتی تھیں تو منافقین کی نالائق حرکت کا انتظام خدائے تعالٰی اور قرآنِ عظیم نے یہ نہ کیا کہ منافقین اور فیض لینے والی عورتوں کو یہ حکم دیا ہوتا کہ دونوں مسجد نبوی میں جمع نہ ہوں، اور فیض رسانی عورتوں کی اس بہانے سے بند نہ ہُوئی بلکہ انتظامِ فیض رسانی یہ ہُوا کہ

لقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین[1] o وان ربک ھو یحشرھم انہ حکیم علیم[2] o

بیشک ہمیں معلوم ہیں تم میں کے آگے والے اور پیچھے والے اور بیشک تمہارا رب ان کو جمع کرے گا، بلاشبہہ وُہ حکمت والا علم والا ہے۔ (ت)

اور انتظام حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے یہ کیا:

خیر صفوف الرجال اولھا وشرھا اٰخرھا و خیر صفوف النساء اٰخرھا وشرھا اولھا[3]

مردوں کی صفوں میں سب سے بڑھ کر اگلی ہے اور سب سے کم تر پچھلی، اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بہتر پچھلی ہے اور سب سے کم تر اگلی ہے۔ (ت)

مسجد میں عورتوں کی نماز بند ہُوئی اس کو بندہ مانتا ہے، فیضِ حقیقتِ محمدی و حقیقتِ قرآن لینے کو باپردہ پانچ دس عورتیں محلّہ کی مل کر مرشد کے مکان پر جائیں اور مرشد طریقت مرتعش اور شیخ فانی پردہ میں بٹھا کر ان کو توجہ حقیقت محمدی اور قرآن کی دے اس پر حکمِ حُرمت لگانا غلط اور فیضِ محمدی کا مقابلہ اور مورد یرید ون ان

---

[1] القرآن ۱۵/ ۲۴
[2] القرآن ۱۵/ ۲۵
[3] صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۸۲

marfat.com

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

مولانا المکرم اکرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، آپ کی رجسٹری ۱۵ ربیع الاول شریف کو آئی، میں ۱۲ ربیع الاول شریف کی مجلس پڑھ کر شام ہی سے ایسا علیل ہُوا کہ کبھی نہ ہُوا تھا، میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا، آج تک یہ حالت ہے کہ دروازہ سے متصل مسجد ہے چار آدمی کرُسی پر بٹھا کر مسجد لے جاتے اور لاتے ہیں۔ میرے نزدیک وہی دو حرف کہ اوّل گزارش ہوئے کافی تھے اب قدرے تفصیل کروں۔

(۱) پہلے گزارش کرچکا کہ عبارات رخصت میری نظر میں ہیں۔ مگر نظر بحال زمانہ میرے نہ میرے بلکہ اکابر متقدمین کے نزدیک سبیل ممانعت ہی ہے اور اسی کو اہلِ احتیاط نے اختیار فرمایا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ منافقین کے باعث عورتوں کو مسجد کریم میں حاضری سے اللہ جل وعلا ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ممانعت نہ فرمائی بلکہ منافقوں کو تہدید وترہیب اور مردوں کو تقدم عورتوں کو تاخر کی ترغیب فرمائی اور میں اتنا اور زائد کرتا ہُوں کہ صرف یہی نہیں بلکہ نساء کو حضور نے عیدین کی سخت تاکید فرمائی، یہاں تک حکم فرمایا کہ برکتِ جماعت و دُعاءِ مسلمین لینے کو حیض والیاں بھی نکلیں، مصلّٰی سے الگ بیٹھیں، پردہ نشین کنواریاں بھی جائیں، جس کے پاس چادر نہ ہو ساتھ والی اُسے اپنی چادر میں لے لے۔ صحیحین میں اُم عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

امرنا ان نخرج الحیض یوم العیدین و ذوات الخدور فیشہدن جماعۃ المسلمین ودعوتھم وتعتزل الحیض عن مصلاھن قالت امرأۃ یارسول اللہ احدنا لیس لھا جلباب قال لتلبسھا صاحبتھا من جلبابھا۔[۱]

ہمیں حکم دیا گیا کہ عیدین کے دن حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو بھی ساتھ لے جائیں تاکہ یہ بھی مسلمانوں کی جماعت اور دُعا میں شریک ہوں اور حیض والیاں نماز کی جگہ سے الگ رہیں۔ ایک عورت نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم میں کوئی عورت ایسی بھی ہوتی ہے جس کے پاس چادر نہیں، فرمایا: اس کے ساتھ والی اسے اپنی چادر کا حصّہ اُڑھا دے۔ (ت)

اور یہ صرف عیدین میں ہی امر نہیں بلکہ مساجد سے عورتوں کو روکنے سے مطلقاً نہی بھی ارشاد ہُوئی کہ اللہ کی

---

[۱] صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ العیدین نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۹۱
صحیح البخاری " " " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۴

marfat.com

وللاعتبار بمن مضی وللتزهد فی الدنیا۔[1] یاد کریں، وفات پانے والوں سے عبرت لیں اور دنیا سے بے رغبت ہوں۔ (ت)

یہ حکم مصر کی بغایہ مغنیہ دلالہ کا ہے اس حکم کو نیک بخت عورتوں پر لگانا غلط ہے۔ لوادرک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مااحدثت النساء (اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہ دیکھتے جو عورتوں نے اب پیدا کیا۔ ت) کی شرح عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۰ میں ہے:

بعضھن یغنین باصوات عالیۃ مطربۃ ومنھن صنف بغایا۔[2] ان میں کچھ ایسی ہوتی ہیں جو طرب انگیز بلند آوازوں سے گاتی ہیں اور کچھ بدکار قسم کی ہیں۔ (ت)

احمد آباد میں تین کوس درگاہ حضرت گنج احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی ہے، مکان بہت پُرفضا ہے اور تالاب سنگین ہے، وہاں دھنے کی قوم کی اور لکڑ بیچنے والی قوم کی عورتیں لہنگا ساڑھی پہن کر جاتی ہیں اور گربے گاتی ہیں اور ان کی قوم کی ضیافتیں ہوتی ہیں اس میں وہ عورتیں گربے گاتی ہیں، حلقہ عورتوں کا بن جاتا ہے اور تالی بجاتی ہیں اور پھرتی جاتی ہیں رنڈیوں کی طرح گیت گاتی جاتی ہیں اُن پر بل حرام فی ھذا الزمان لاسیما نساء مصر (بلکہ اس زمانے میں خصوصاً زنانِ مصر کے لیے حرام ہے۔ ت) کا حکم برابر عمدہ طور پر چسپاں ہے۔ اور غنیۃ المستملی کے صفحہ ۵۹۵ میں وان یکون فی زماننا للتحریم لما فی خروجھن من الفساد[3] اھ (ہمارے زمانے میں تحریم کے لیے ہوگا کیونکہ ان کے جانے میں خرابیاں ہیں اھ۔ ت) اور جو عورتیں قوالی رنڈیوں کی اور قوالی مردوں کی سننے جاتی ہیں اُن کو زیارت القبور کو جانا حرام ہے، ان کے حرام ہونے سے ذاکرات اور فیض لینے جانے والی عورتوں کو کیا نقصان، اگرچہ ایسی عورت ہزاروں میں ایک ہو۔ دس ہزار آدمیوں نے کُتّے اور خنزیر کے گوشت کی بریانی پکائی ہے اور ایک نے بکری کے گوشت کی بریانی پکائی، دونوں بریانیوں پر حکم حرمت اور حکم حلت غلط اور کتّے کی بریانی پر حکم حرمت اور بکری کی بریانی پر حکم حلت صحیح، دونوں کا حکم جُدا مفتی کو بیان کرنا پڑے گا۔

افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا لایستون۔[4] تو کیا جو مومن ہے فاسق کی طرح ہوگا؟ دونوں برابر نہیں۔

ام نجعل المتقین کالفجار۔[5] یا پرہیزگاروں کو ہم بدکاروں کی طرح کردیں؟ (ت)

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب زیارت القبور حدیث ۴۲ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/۷۰

[2] " " " باب خروج النساء الی المساجد حدیث ۲۵۰ " " ۶/۱۵۸

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز البحث الخامس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۴

[4] القرآن ۳۲/۱۸ [5] القرآن ۳۸/۲۸

marfat.com

کیا امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد و سائر ائمۂ ما بعد رضی اللہ تعالٰی عنہم کو فیض حقیقت اقدس سے روکنے والا اور معاذاللہ معاذاللہ یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم[1] (خدا کا نور اپنے منہ سے بجھانا چاہتے ہیں۔ ت) میں داخل مانا جائے گا، حاشا یہ اطبائے قلوب ہیں، مصالح شرع جانتے ہیں۔

(۲) صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ارشاد اپنے زمانہ میں تھا:

لوادرک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل[2]

اگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انھیں مسجد سے منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں۔

پھر تابعین ہی کے زمانہ سے ائمہ نے ممانعت شروع فرما دی، پہلے جوان عورتوں کو پھر بُڑھیوں کو بھی، پہلے دن میں پھر رات کو بھی، یہاں تک کہ حکم ممانعت عام ہو گیا۔ کیا اس زمانے کی عورتیں گربے والیوں کی طرح گانے ناچنے والیاں یا فاحشہ دلالہ تھیں اب صالحات ہیں یا جب فاحشات زائد تھیں اب صالحات زیادہ ہیں یا جب فیوض و برکات نہ تھے اب ہیں یا جب کم تھے اب زائد ہیں۔ حاشا بلکہ قطعاً یقیناً اب معاملہ بالعکس ہے۔ اب اگر ایک صالحہ ہے تو جب ہزار تھیں، جب اگر ایک فاسقہ تھی اب ہزار ہیں۔ اب اگر ایک حصّہ فیض ہے جب ہزار حصے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایأتی عام الا والذی بعدہ شر منہ[3]

جو سال بھی آئے اُس کے بعد والا اس سے بُرا ہی ہوگا۔ (ت)

بلکہ عنایۂ امام اکمل الدین بابرتی میں ہے کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عورتوں کو مسجد سے منع فرمایا، وہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس شکایت لے گئیں، فرمایا: اگر زمانۂ اقدس میں حالت یہ ہوتی حضور عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔

حیث قال ولقد نھی عمر رضی اللہ تعالٰی

وہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عورتوں کو

---

[1] القرآن ۹/ ۳۲

[2] صحیح مسلم باب خروج النساء الی المساجد نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۸۳

[3] صحیح البخاری باب لایأتی الزمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۴۷

فتح الباری شرح البخاری " " " دار المعرفۃ بیروت ۱۳/ ۱۷

marfat.com

اوّل تو ایک مدّت سے آنکھیں آپ کی رمد میں مبتلا ہیں اور ہاتھ بڑوں بڑوں سے ملایا ہے، طبیعت پریشان ہے، یہ قلم اِس وقت میرانہ سمجھئے، آپ کے ہم غلام ہیں تو دست بستہ عرض کرتے ہیں، اس کو آپ بغاوت نہ سمجھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زیارتِ قبور کے وقت سلام کرنا حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا مشکوٰۃ شریف، مسلم شریف، نسائی جز ۱ صفحہ ۶۳۵ میں ہے:

اِیں دلالت وارد بر جواز مر نساء را[1]

اس میں عورتوں کے لیے جوازِ زیارت کی دلیل ہے۔ (ت)

امام نووی شرح مسلم کی جلد ۱ صفحہ ۳۱۴ میں فرماتے ہیں:

فیہ دلیل لمن جوز للنساء زیارۃ القبور[2] الخ

اس میں عورتوں کے لیے زیارتِ قبور جائز ماننے والوں کے لیے دلیل ہے (ت)

فتح الباری پارہ ۵ مطبع انصاری دہلی ص ۶۶۲ میں ہے:

اختلف فی النساء فقیل دخلن فی عموم الاذن وھو قول الاکثر ومحلہ اذا امنت الفتنۃ[3]

عورتوں کے بارے میں اختلاف ہُوا، کہا گیا کہ اجازت کے عموم میں یہ بھی داخل ہیں، اور یہی اکثر کا قول ہے، اور اس حکم کا موقع فتنہ سے امن کی حالت میں ہے (ت)

اب تطبیق سمجھ لیجئے کہ گربے گانے والی، قوالی سُننے والی عورتوں کے لیے زیارتِ قبورِ اولیاء کو جانا حرام اور فیضِ الٰہی لینے والی عورتوں کو باپردہ شریعت کے احکام کو بجالا کر کرنا جائز۔ میں نے مسئلہ اس طرح مشرح بیان کیا ہے۔ اس کو آپ صحیح سمجھتے ہیں یا میری سمجھ میں کوئی غلطی ہے مجھے سمجھائیے، آپ میرے مربّی اور قبلہ وکعبۂ حاجات ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو صحتِ کُلّیہ عاجلہ عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

رقیمہ حکیم عبدالرحیم عفی عنہ مدرس اوّل مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات دکن جمالپور مسجد کانچ ۱۵ ربیع الاول شریف اور مصطفٰے میاں کو پاس بٹھا کر اس کا جواب اُن سے لکھوا کر میری تسلّی کردیجئے، میں غلط سمجھا ہُوں تو صحیح سمجھائیے، اور وُہ فتوٰی جو تحفہ حنفیہ میں عدم جواز زیارتِ قبورِ نساء کے بارے میں ہے اس کی نقل بھی کرواکر روانہ فرمائیے، اس کے دلائل سے بھی واقف ہونا بندہ چاہتا ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور فصل ثالث نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱۹

[2] شرح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی الذھاب الی زیارۃ القبور نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۱۴

[3] فتح الباری شرح البخاری باب زیارۃ القبور مصطفٰے البابی مصر ۳/۳۹

جب اُن خیر کے زمانوں اُن عظیم فیوض و برکات کے وقتوں میں عورتیں منع کر دی گئیں، اور کاہے سے، حضورِ مساجد و شرکتِ جماعات سے۔ حالانکہ دینِ متین میں ان دونوں کی شدید تاکید ہے۔ تو کیا ان ازمنۂ شرور میں ان قلیل یا موہوم فیوض کے حیلے سے عورتوں کو اجازت دی جائے گی، وُہ بھی کاہے کی، زیارتِ قبور کو جانے کی، جو شرعاً مؤکد نہیں۔ اور خصوصاً ان میلوں ٹھیلوں میں جو خدا ناترسوں نے مزاراتِ کرام پر نکال رکھے ہیں یہ کس قدر شریعتِ مطہرہ سے منافقت ہے۔ شرعِ مطہر کا قاعدہ ہے کہ جب مصلحت پر سلب مفسدہ کو مقدم رکھتی ہے درء المفاسد اھم من جلب المصالح (خرابیوں کے اسباب دُور کرنا خوبیوں کے اسباب حاصل کرنے سے زیادہ اہم ہے۔ ت) جبکہ مفسدہ اس سے بہت کم تھا۔ اُس مصلحتِ عظیمہ سے ائمۂ دین امام اعظم و صاحبین و من بعدہم نے روک دیا، اور عورتوں کی مسلیں نہ بنائیں کہ صالحات جائیں، فاسقات نہ آئیں، بلکہ ایک حکم عام دیا جسے آپ ایک پھانسی میں لٹکانا فرما رہے ہیں۔ کیا اُنھوں نے یہ آیتیں نہ سُنی تھیں:

افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا[1]۔ ام نجعل المتقین کالفجار[2]۔ کیا جو ایمان والا ہے وُہ اس کی طرح ہوگا جو نافرمان ہے؟ یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں؟ (ت)

تو اب کہ مفسدہ جب سے بہت اشد ہے، اس مصلحتِ قلیل سے روکنا کیوں نہ لازم ہوگا، اور عورتوں کی قسمیں کیونکر چھانٹی جائیں گی!

(۴) صلاح و فساد قلب امر مضمر ہے اور دعوے کے لیے سب کی زبان کشادہ اور محقق و مبطل نا معلوم معہذا اصلاح سے فساد کی طرف انقلاب کچھ دشوار نہیں، خصوصاً ہوا لگ کر خصوصاً عورتوں کے دل کہ تقلب کیلئے بہت آمادہ، ولہذا رویدک انجشۃ رفقا بالقواریر (انجشہ! آبگینوں کے ساتھ نرمی کی خاطر سواریاں آہستہ چلاؤ۔ ت) ارشاد ہوا مرد کہ اپنے نفس پر اعتماد کرے احمق ہے نہ کہ عورت۔ نفس تمام جہان سے بڑھ کر جھُوٹا ہے، جب قسم کھائے، حلف اٹھائے، نہ کہ جب خالی وعدوں پر اُمید دلائے وما یعدھم الشیطٰن الا غرورا[3] (اور شیطان انھیں فریب ہی کے وعدے دیتا ہے۔ ت) بالخصوص اب کہ قطعاً فساد غالب اور صلاح نادر ہے۔ اس صورت میں مفتی کو تفصیل کیونکر جائز، یہ تفصیل نہ ہوگی بلکہ شیطان کو ڈھیل اور اس کی رسّی کی تطویل۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الفائز بھذا مع السلامۃ اقل قلیل حرم پاک میں سکونت کرکے گناہ سے سلامت رہ جانیوالے

---

[1] القرآن ۳۲/ ۱۸

[2] القرآن ۳۸/ ۲۸

[3] القرآن ۴/ ۱۲۰

marfat.com

باندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ مسندِ احمد و صحیح مسلم شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ[1] — اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ (ت)

یہ حدیث[ع] صحیح بخاری کتاب الجمعہ میں بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا امر وجوب کے لیے ہے اور نہی تحریم کے لیے۔ اور فیض و برکت لینے کا فائدہ خود حدیث میں ارشاد ہوا۔ بایں ہمہ آپ ہی لکھتے ہیں کہ مسجد میں عورتوں کی نماز بند ہوئی اس کو بندہ مانتا ہے۔ دُرمختار کی عبارت آپ سے مخفی نہ ہوگی کہ:

یکرہ حضورھن الجماعۃ والجمعۃ و عید و وعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان[2] — جماعت میں عورتوں کی حاضری۔ اگرچہ جمعہ، عید اور وعظ کے لیے ہو۔ مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ بوڑھی عورت رات کو جائے۔ یہی وہ مذہب ہے جس پر فسادِ زمانہ کے باعث فتوٰی ہے۔ (ت)

اسی طرح اور کتبِ معتمدہ میں ہے۔ ائمہ دین نے جماعت و جمعہ و عیدین در کنار وعظ کی حاضری سے بھی مطلقاً منع فرما دیا اگرچہ بڑھیا ہو، اگرچہ رات ہو۔ وعظ سے مقصود تو صرف اخذِ فیض و سماع امر بالمعروف و نہی عن المنکر و تصحیح عقائد و اعمال ہے، کہ توجہ مشیخت سے ہزار درجہ اہم و اعظم اور اس کی اصل مقدم ہے، اس کا فیض بے توجہ مشیخت بھی عظیم مفید و دافع ہر ضرر شدید ہے۔ اور یہ نہ ہو تو توجہ مشیخت کچھ مفید نہیں بلکہ ضرر سے قریب نفع سے بعید ہے۔

ع غیر انہ لم یصرح فیہ باسم الصحابی فقیل عن عمر کما عند عبد الرزاق واحمد وقیل عن ابن عمر کما عند مسلم واحمد واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

مگر اس میں صحابی کے نام کی صراحت نہیں۔ کہا گیا کہ یہ روایت حضرت عمر سے ہے جیسا کہ مصنف عبدالرزاق اور مسندِ امام احمد میں ہے، اور کہا گیا کہ حضرت ابن عمر سے ہے رضی اللہ تعالٰی عنہما، جیسا کہ صحیح مسلم اور مسند امام احمد میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] صحیح مسلم شریف | باب خروج النساء الی المساجد | نور محمد اصح المطابع کراچی | ۱/۱۸۳
صحیح البخاری | کتاب الجمعہ | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۱۲۳

[2] درمختار | باب الامامۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۳

شامل ہوئی، مگر جس قدر اول کی عورتوں کو جن میں حضورِ مساجد و جمعہ وعیدین کی اجازت بلکہ حکم تھا۔ جب زمانۂ فساد آیا ان ضروری تاکیدی حاضریوں سے عورت کو ممانعت ہوگئی، تو اس سے یقیناً بدرجۂ اولیٰ اسی غنیہ کے اسی صفحہ ۵۹۵ میں اسی آپ کی عبارت منقولہ سے پہلے اس کے متصل ہے:

ینبغی ان یکون التنزیہ مختصا بزمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حیث کان یباح لھن الخروج للمساجد والاعیاد وغیر ذلك وان یکون فی زماننا للتحریم[1] الخ

ممانعت کا تنزیہی ہونا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد پاک سے خاص ہونا چاہئے جبکہ ان کے لیے مسجدوں اور عیدین وغیرہ کی حاضری جائز تھی ہمارے زمانے میں تو تحریمی ہونا ہی مناسب ہے الخ (ت)

اسی عینی جلد چہارم میں آپ کی عبارت منقولہ سے چند سطریں پہلے امام ابو عمر سے ہے:

ولقد کرہ اکثر العلماء خروجھن الی الصلوات فکیف الی المقابر وما اظن سقوط فرض الجمعۃ علیھن الا دلیلا علی امساکھن عن الخروج فیما عداھا[2]۔

اکثر علماء نے نمازوں کے لیے عورتوں کا جانا مکروہ رکھا ہے تو قبرستانوں میں جانے کا حکم کیا ہوگا؟ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ان سے فرضِ جمعہ ساقط ہوجانا اس بات کی دلیل ہے کہ انھیں اس کے ماسوا سے بھی روکا جائے گا۔ (ت)

(۵) حکم کتب میں توفیق بہت واضح ہے، جواز نفس مسئلہ کا فی ذاتہٖ حکم ہے اور ممانعت بوجہ عارض غالب تو فتوٰی نہ ہوگا مگر منع مطلق پر۔ فقہ میں اس کے نظائر بکثرت ہیں کہ برعایت قیود حکم جواز اور اس کی تصحیح تک کتب میں مصرح اور نظر بحال زمانہ حکم علماء منع مطلقاً جیسے جوازِ حرم و دخولِ زناں بہ حمام و نفقہ طالب علم و لعب شطرنج وغیرہا۔ اول وسوم کی عبارات گزریں، درمختار میں دربارۂ دوم ہے: فی زماننا لا شك فی الکراھۃ[3] (شہر کے عام حمام میں عورتوں کا جانا ہمارے زمانے میں بلاشبہہ منع ہے۔ ت) کافی وجامع الرموز و ردالمحتار میں دربارۂ اخیر ہے:

ھو حرام وکبیرۃ عندنا وفی اباحتہ اعانۃ الشیطان علی الاسلام

ہمارے نزدیک شطرنج کھیلنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور اسے جائز ٹھہرانے میں اسلام اور مسلمانوں کے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۵

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب زیارۃ القبور ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۸/ ۶۹

[3] درمختار باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۷۸

marfat.com

عنه النساء عن الخروج الی المساجد فشکون الی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فقالت لو علم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما علم عمر ما اذن لکن فی الخروج[1]۔

مسجد جانے سے روک دیا، وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس شکایت لے کر گئیں، انھوں نے فرمایا: اگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ دیکھتے جو حضرت عمر نے دیکھا تو وہ بھی تمھیں مسجد جانے کی اجازت نہ دیتے۔ (ت)

پھر فرمایا:

فاجتج بہ علماؤنا ومنعوا الشواب عن الخروج مطلقا اما العجائز فمنعھن ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن الخروج فی الظہر والعصر دون الفجر والمغرب والعشاء والفتوی الیوم علی کراھۃ حضورھن فی الصلوات کلھا لظہور الفساد[2]۔

اسی سے ہمارے علماء نے استدلال کیا، اور جوان عورتوں کو جانے سے مطلقاً منع فرما دیا۔ رہ گئیں بوڑھی عورتیں، ان کے لیے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ظہر و عصر میں جانے سے ممانعت اور فجر، مغرب اور عشاء میں اجازت رکھی، اور آج فتوٰی اس پر ہے کہ تمام نمازوں میں ان کی بھی حاضری منع ہے اس لیے کہ خرابیاں پیدا ہوچکی ہیں۔ (ت)

اسی عینی جلد سوم میں آپ کی عبارت منقولہ سے ایک صفحہ پہلے ہے:

وقال ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ المرأۃ عورۃ واقرب ماتکون الی اللہ فی قعر بیتہا فاذا خرجت استشرفہا الشیطان وکان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یقوم یحصب النساء یوم الجمعۃ یخرجھن من المسجد وکان ابراھیم یمنع نساءہ الجمعۃ والجماعۃ[3]۔

یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے عورت سراپا شرم کی چیز ہے، سب سے زیادہ اللہ عزوجل سے قریب اپنے گھر کی تہ میں ہوتی ہے اور جب باہر نکلے شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہوکر کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے۔ اور امام ابراہیم نخعی تابعی استاذ الاستاذ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی مستورات کو جمعہ و جماعات میں نہ جانے دیتے۔

---

[1] و [2] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر باب الامامۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۱۷

[3] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۶/۱۵۷

منهن لما فیه من خوف الفتنۃ[1]۔

مکروہ ہے اس لیے کہ اس میں فتنے کا اندیشہ ہے (ت)

ہاں جن سے وقوع ہو رہا ہے، جیسے زنانِ مصر، اُن کے لیے حرام بدرجۂ اولیٰ بتایا ہے کہ جب خوفِ فتنہ پر ہمارے ائمہ مطلقاً حکمِ حرمت فرما چکے تو جہاں فتنے پُورے ہیں وہاں کا کیا ذکر۔ عبارتِ عینی یہ ہے:

قال صاحب الهدایۃ یکرہ لهن حضور الجماعات وقالت[ع] الشراح یعنی الشواب منهن و قوله الجماعات یتناول الجمع والاعیاد والکسوف والاستسقاء وعن الشافعی یباح لهن الخروج قال اصحابنا لان فی خروجهن خوف الفتنۃ وهو سبب للحرام وما یفضی الی الحرام فهو حرام فعلی هذا قولهم یکرہ مرادهم یحرم لاسیما فی هذا الزمان لشیوع الفساد فی اهله[2]۔

صاحبِ ہدایہ نے فرمایا: عورتوں کے لیے جماعتوں کی حاضری مکروہ ہے۔ بعض شارحین نے کہا یعنی جوان عورتوں کے لیے — اور "جماعتوں" کا لفظ جمعہ، عیدین، کسوف، استسقاء سبھی کو شامل ہے اور امام شافعی سے روایت ہے کہ ان کے لیے جانے کی اجازت ہے۔ ہمارے مشائخ نے ممانعت کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ان کے نکلنے میں فتنے کا اندیشہ ہے، اور یہ حرام کا سبب ہے، اور جو حرام تک لے جانے والا ہو وہ حرام ہے — اس کے پیشِ نظر لفظ "مکروہ" سے ان کی مراد "حرام" ہے، خصوصاً اس زمانے میں اس لیے کہ اب لوگوں میں خرابی اور بُرائی عام ہوگئی ہے۔ (ت)

پھر اسی صفحہ پر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا جمعہ کے دن عورتوں کو کنکریاں مار کر مسجد سے نکالنا اور امام اجل ابراہیم نخعی تابعی کا اپنے یہاں کی مستورات کو جمعہ و جماعت میں نہ جانے دینا ذکر کیا، کما تقدم (جیساکہ پہلے گزرا۔ ت) عنایہ سے گزرا کہ امیر المومنین فاروق اعظم نے عورتوں کو حضورِ مسجد سے منع فرمایا۔ کیا مدینہ طیبہ کی وُہ بیبیاں کہ صحابیات و تابعیات تھیں۔ اور ان امام اجل تابعی کی مستورات معاذ اللہ فتنہ گر و اہلِ فساد تھیں، حاشا ہرگز نہیں، یا للعجب اگر صحابہ و تابعین کرام کو بھی کہا جائے کہ سب کو ایک

ع اقول لا بل ھو نفس نص الھدایۃ کما سمعت۔ منہ غفرلہ (م)

میں کہتا ہوں نہیں بلکہ خود ہدایہ کی عبارت ہے جیساکہ سُن چکے۔ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] الهدایۃ باب الامامۃ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۰۵

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۶/۱۵۶

marfat.com

فلا یبنی الفقه باعتبارھم ولا یذکر حالھم قیدا فی الجواز لان شان النفوس الدعوی الکاذبة وانھا اکذب مایکون اذا حلفت فکیف اذا ادعت[1] (ملخصا)

حضرات کم سے کم تر ہیں تو حکم فقہی کی بنیاد ان کے اعتبار سے نہ ہوگی، نہ ہی ان کا حال حکم جواز کی قید بنا کر مذکور ہوگا (بلکہ اکثر کا اعتبار کرکے مطلقاً عدمِ جواز کا حکم دیا جائے گا) اس لیے کہ نفس کا حال یہ ہے کہ وہ جھوٹے دعوے کرتا ہے اور وہ جب قسم کھائے اُس وقت بھی سب سے زیادہ جھوٹا ہوتا ہے پھر جب صرف دعوٰی کرے اُس وقت کیسا ہوگا!

ساداتِ ثلاثہ علّامہ حلبی و علّامہ طحطاوی و علامہ شامی فرماتے ہیں:

وھو وجیه فینص علی الکراھة و یترك التقیید بالوثوق[2]

یہ کلام عمدہ ہے تو سکونتِ حرم کو صراحۃً مکروہ بتایا جائیگا اور یہ نہ کہا جائے گا کہ اگر اپنے نفس پر گناہ سے سلامتی کا بھروسہ رکھتا ہو تو مکروہ نہیں۔ (ت)

ملتقی شرح ملتقی میں ہے:

اما من کان بخلافھم فنادر فی ھذا الزمان فلا یفرد بحکم دفعا لحرج التمییز بین المصلح والمفسد[3]

اس زمانے میں ایسے طالب علم کا وجود نادر ہے جو ان بگڑے ہُوئے عام طلبہ کے برخلاف ہو تو اس کے لیے کوئی الگ حکم نہ ہوگا کیونکہ یہ امتیاز کرنا دشوار ہے کہ مُصلح کون ہے اور مُفسد کون ہے! (ت)

شرح لباب میں ہے:

لوکانت الائمة فی زماننا وتحقق لھم شأننا لصرحوا بالحرمة[4]۔

اگر ائمہ ہمارے زمانے میں ہوتے اور ہماری حقیقتِ حال ان کے سامنے آتی تو وُہ بھی سکونتِ حرم کو صاف صاف ناجائز ہی بتاتے (ت)۔ (ان عبارتوں سے استناد یہ ہے کہ فقہی احکام اکثر کے لحاظ سے ہوتے ہیں ۱۲ مترجم)

(۴) زیارتِ قبور پہلے مطلقاً ممنوع تھی پھر اجازت فرمائی۔ علماء کو اختلاف ہُوا کہ عورتیں بھی اس رخصت میں داخل ہُوئیں یا نہیں، عورتوں کو خاص ممانعت میں حدیث لعن اللّٰہ زوارات القبور[5] (خدا کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں۔ ت) سے قطع نظر کرکے تسلیم کیجئے کہ ہاں عورتوں کو بھی

---

[1] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۴
[2] ردالمحتار کتاب الحج مطلب فی المجاورۃ بالمدینۃ الخ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۲/ ۲۵۸
[3] ملتقی شرح الملتقی علی ھامش مجمع الانھر کتاب النکاح فصل نفقۃ الطفل الفقیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۰۰
[4] شرح لباب مع ارشاد الساری فصل اجمعوا علی الخ دارالکتاب العربی بیروت ص ۳۵۲
[5] عمدۃ القاری شرح البخاری باب زیارۃ القبور ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۸/ ۶۹

marfat.com

عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا بقولہا لوان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأی ما احدث النساء بعدہ لمنعھن کما منعت نساء بنی اسرائیل واذا قالت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ھذا عن نساء زمانہا فما ظنك بنساء زماننا۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یوں اشارہ فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ باتیں دیکھتے جو عورتوں نے ان کے بعد پیدا کرلیں تو انہیں مسجدوں سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ جب اپنے زمانے کی عورتوں کے بارے میں فرمارہی ہیں تو ہمارے زمانے کی عورتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ (ت)

دیکھیے اُسی منع مساجد سے سند لی جس کا حکم عام ہے تو لما فی خروجھن من الفساد (ان کے نکلنے میں خرابی ہے۔ ت) سے فسادِ لبعض ہی مراد، اور اُسی سے منع کل مستفاد، نہ کہ صرف فساد والیوں پہ قصرارشاد۔

(۱۰) غنیہ نے ان دونوں عبارتوں کے بیچ میں آپ کی عبارت منقول کردہ متصل بحوالہ تاتارخانیہ تھا، یہ شعبی سے جو کچھ نقل فرمایا وُہ بھی ملاحظہ ہو:

سئل القاضی عن جواز خروج النساء الی المقابر قال لا یسأل عن الجواز والفساد فی مثل ھذا وانما یسأل عن مقدار ما یلحقھا من اللعن فیہا واعلم انہا کلما قصدت الخروج کانت فی لعنة اللہ وملائکتہ واذا خرجت تحفہا الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبور یلعنہا روح المیت واذا رجعت کانت فی لعنة اللہ۔[2]

یعنی امام قاضی سے استفتاء ہُوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: ایسی جگہ جواز و عدمِ جواز نہیں پوچھتے، یہ پُوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے، جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے، جب گھر سے باہر نکلتی ہے سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں، جب قبر تک پہنچتی ہے میّت کی رُوح اس پر لعنت کرتی ہے، جب واپس آتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے (ت)

ملاحظہ ہو استفتاء کیا خاص فاسقات کے بارے میں تھا، مطلق عورتوں کے قبروں کو جانے سے سوال تھا اُس کا یہ جواب ملا، اب جواب میں کہیں فاسقات کی تخصیص ہے۔ غرض یہ تمام عبادات جن سے آپ نے

---

[1] و [2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۴

والمسلمین[1]

خلاف شیطان کو مدد دینا ہے۔ (ت)

(۶) اس تقریر سے اس کا جواب واضح ہوگیا کہ اگرچہ ایسی عورت ہزاروں میں ایک ہو، جیسی ہزاروں میں ہزار ہوں، جب بھی معتبر نہیں کہ حکمِ فقہ باعتبارِ غالب کے ہوتا ہے نہ کہ ہزاروں میں ایک۔ یہیں سے بریانیوں کا حال کھل گیا، دس ہزار بریانیاں مردار مینڈھے دُنبے بکرے کی ہوں اور اُن میں دس ہزار ان مذبوح جانوروں کی مختلط ہوں۔ بیس ہزار حرام ہیں یہاں تک کہ اُن میں تحرّی کر کے جس کی طرف حلّت کا خیال جمے، اُسے کھانا بھی حرام نہ کہ دس ہزار میں ایک۔ درمختار میں ہے:

تعتبر الغلبة فی اوان طاهرة و نجسة وذکیة و میتة فان الاغلب طاهر تحری و بالعکس والسواء لا[2]

پاک و ناپاک برتنوں اور مردار و مذبوح جانوروں میں کثرت کا اعتبار ہوگا اگر اکثر پاک ہیں تو تحری کرے اور جس کی پاکی پر دل جمے اسے استعمال کرے، اور اگر ناپاک زیادہ ہوں یا برابر ہوں تو تحری نہ کرے کہ اب کسی کا استعمال جائز نہیں۔ (ت)

ہاں ایک حلال جدا ممتاز معلوم ہو تو کثرتِ حرام سے اُس پر کیا اثر۔ مگر یہاں سُن چکے کہ فساد و صلاح قلب مضمر، و تمیز متعذر، نا میسر۔ اور منتقی کی عبارت ابھی گزری پھر غلبۂ فساد متیقن، تو قطعاً مطلقاً حکمِ ممانعت متعین، جیسے وُہ بیسیوں ہزار بریانیاں سب حرام ہُوئیں حالانکہ اُن میں یقیناً دس ہزار حلال تھیں۔ یہی مسلک علمائے کرام چلے۔

(۷) عینی شرح بخاری جلد سوم کی عبارت آپ نے نقل کی اس میں نہ زنانِ مصر سے حکم خاص ہے نہ مغنّیۂ دلالہ کی تخصیص۔ اُس میں سولہ[6] صنف فسادِ زنان تو بیان کیں جن میں دو[2] یہ ہیں، اور فرمایا اور اس کے سوا اور بہت سے اصناف قواعدِ شریعت کے خلاف، اور بتایا کہ اُمّ المومنین اپنے ہی زمانہ کی عورتوں کو فرماتی ہیں کہ اُن میں بعض امور حادث ہُوئے، کاش ان حادثات کو دیکھتیں کہ جب ان کا ہزارواں حصّہ نہ تھے۔ اپنی عبارت منقولہ سے ایک ہی ورق پہلے دیکھیے جہاں اُنھوں نے اپنے ائمۂ حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب نقل فرمایا ہے کہ حکم مطلق رکھا ہے نہ کہ زنانِ فتنہ گر سے خاص، اور اس کی علّت خوف فتنہ بتائی ہے نہ کہ خاص وقوع، یہی بعینہٖ نص ہدایہ ہے:

یکرہ لهن حضور الجماعات یعنی الشواب

جماعتوں میں عورتوں یعنی جوان عورتوں کی حاضری

---

[1] ردالمحتار کتاب الکراہیة فصل فی البیع ادارۃ الطباعة المصریہ مصر ۲۵۳/۵

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحة مطبع مجتبائی دہلی ۲۳۷/۲

marfat.com

نے دونوں علتیں ارشاد فرمائیں۔ ارشادِ ہدایہ لما فیہ من خوف الفتنۃ[1] (اس لیے کہ اس میں فتنے کا اندیشہ ہے۔ت) دونوں کو شامل ہے، عورت سے خوف ہو یا عورت پر خوف ہو۔ اور آگے علتِ دوم کی تصریح فرمائی کہ،

لاباس للعجوز ان تخرج فی الفجر والمغرب والعشاء ھذا عند ابی حنیفۃ وقالا یخرجن فی الصلوات کلھا لانہ لافتنۃ لقلۃ الرغبۃ ولہ ان فرط الشبق حامل فتقع الفتنۃ غیران الفساق انتشارھم فی الظھر والعصر والجمعۃ[2]

بوڑھی عورت کے لیے فجر، مغرب اور عشا کے لیے نکلنے میں حرج نہیں۔ اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ وہ تمام نمازوں میں جائے کیونکہ اس کی جانب رغبت کم ہونے کی وجہ سے کوئی فتنہ نہیں۔ امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ فاسقوں میں شہوت کی زیادتی انھیں بوڑھی عورت پر بھی برانگیختہ کرے گی اس طرح فتنہ واقع ہوگا۔ مگر یہ ہے کہ فاسقوں کا اِدھر اُدھر چلنا پھرنا ظہر، عصر اور جمعہ کے وقت ہوتا ہے (اس لیے فجر، مغرب اور عشا میں اُسے جانے کی اجازت دی گئی)۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:

بالنظر الی التعلیل المذکور منعت غیر المزنیۃ ایضا لغلبۃ الفساق ولیلا وان کان النص یبیحہ لان الفساق فی زماننا اکثر انتشارھم وتعرضھم باللیل وعمم المتاخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات کلھا لغلبۃ الفساد فی سائر الاوقات[3]

دلیل مذکور کے پیشِ نظر ایسی عورت کے لیے بھی ممانعت ہوئی جو خود بدکار نہیں، کیونکہ بدمعاشوں کا غلبہ ہے اور رات کو بھی ممانعت ہوئی اگرچہ امام اعظم کے نص سے اس کی اباحت ثابت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں فاسقوں کا گھومنا پھرنا اور چھیڑ چھاڑ کرنا زیادہ تر رات ہی کو ہوتا ہے۔ اور متاخرین نے بوڑھی، جوان سب عورتوں کے لیے تمام نمازوں میں عام ممانعت کر دی اس لیے کہ سبھی اوقات میں فساد و خرابی کا غلبہ ہے۔ (ت)

اس مضمون کی عبارات جمع کی جائیں تو ایک کتاب ہو۔ خود اسی عمدۃ القاری جلد سوم میں اپنی عبارت منقولہ سے سوا صفحہ پہلے دیکھیے:

فیہ (ای فی الحدیث) انہ ینبغی (ای للزوج)

اس حدیث میں یہ مضمون ہے کہ جس کام میں عورت کے لیے

---

[1] و [2] الہدایۃ باب الامامۃ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۰۵

[3] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ [illegible]

لکڑی ہانکا اور متقین و فجّار کا فرق نہ کیا ـ حاشا ثم حاشا ہم ـ تو ثابت ہُوا کہ منع عام ہے صرف فاسقات سے خاص نہیں اور ان کا خصوصًا ذکر فرما کر زنانِ مصر کے خصائل گنانا اس لئے ہے کہ اُن پر بدرجۂ اولٰی حرام ہے، نہ کہ فقط فتنے اٹھانے والیوں کو ممانعت ہے یا وُہ بھی صرف مغنّیہ و دلالہ کو۔

(۸) اسی لیے آپ کی منقولہ عبارتِ عینی جلد چہارم کا مطلب واضح کر دیا کہ حکم یہ بیان فرمایا کہ اب زیارتِ قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے ایسی کو حلال ہے۔ ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا اس زمانہ کی کیا تخصیص! آگے فرمایا: خصوصًا زنانِ مصر۔ اور اس کی تعلیل کی کہ اُن کا خروج بروجہ فتنہ ہے۔ یہ وہی تحریم کی وجہ ہے نہ کہ حکم وقوعِ فتنہ سے خاص اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔ ہاں یہ مسلک شافعیہ کا ہے، ابھی امام عینی سے سُن چکے کہ عن الشافعی یباح لهن الخروج[1] (شافعی سے کہ ان کے لیے مسجدوں اور عیدین وغیرہ کے لیے نکلنا جائز تھا۔ ت) ولہذا کرمانی، پھر عسقلانی، پھر قسطلانی کہ سب شافعیہ ہیں شروح بخاری میں اس طرف گئے۔ کرمانی نے قول امام تیمی کہ اس حدیث میں فساد بعض زنان کے سبب سب عورتوں کی ممانعت پر دلیل ہے، نقل کرکے کہا:

قلت الذی یعوّل علیه ما قلناه ولم یحدث الفساد فی الکل[2]

میں نے کہا: معتمد وہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ فساد وخرابی سب عورتوں میں نہیں آئی ہے۔ (ت)

ان کے اس خیال کے دو شافی جواب ابھی گزرے اور تیسرا سب سے اعلٰی باذنہٖ تعالٰی عنقریب آتا ہے۔ امام عینی نے یہاں اس سے تعرض نہ فرمایا کہ اسی حدیث کے نیچے ڈیڑھ ہی ورق پہلے اپنے مذہب اور اپنے ائمہ کا ارشاد بتا چکے تھے۔

(۹) عبارتِ غنیہ کہ آپ نے نقل کی اس سے اوپر کی سطر دیکھیے کہ اجازت اس وقت تھی جب اُنھیں مسجدوں میں جانا مباح تھا۔ اب مسجدوں کی ممانعت دیکھیے سب کو ہے یا زنانِ فتنہ گر کو۔ اُس کے سات سطر بعد کی عبارت دیکھیے:

یعضده المعنی الحادث باختلاف الزمان الذی بسببه کره لهن حضور الجمع والجماعات الذی اشارت الیه

اس کی تائید اختلافِ زمانہ سے پیدا ہونے والے معنی سے ہوتی ہے جس کے سبب عورتوں کے لیے جمعہ اور جماعتوں کی حاضری مکروہ ہوگئی، اس معنٰی کی جانب

---

[1] عمدة القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارة الطباعة المنیریة بیروت ۶/۱۵۶
[2] " " " " " " " " " ۶/۱۵۹

الحمدللہ اب تو وضوحِ حق میں کچھ کمی نہ رہی۔ ذرا یہ بھی دیکھ لیجئے کہ ہمارے علماء نے خروجِ زن کے چند مواضع گنائے جن کا بیان ہمارے رسالہ مُروج النجا لخروج النساء[۱۳] میں ہے۔ اور صاف فرما دیا کہ ان کے سوا میں اجازت نہیں۔ اور اگر شوہر اذن دے گا تو دونوں گنہ گار ہوں گے۔ درمختار میں ہے:

لا تخرج الا لحق لها او علیها او لزیارۃ ابویها کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ ولکونها قابلۃ او غاسلۃ لا فیما عدا ذلك وان اذن کان عاصیین[۱]۔

عورت نہ نکلے مگر اپنے حق کے لیے یا اپنے اوپر کسی حق کے سبب، یا ہر ہفتہ میں ایک بار والدین کی ملاقات کے لیے، یا سال میں ایک بار دیگر محارم کی ملاقات کے لیے، یا اس وجہ سے کہ وُہ دایہ یا میت کو نہلانے والی ہے۔ ان کے علاوہ صورتوں میں نہ نکلے۔ اگر شوہر نے اجازت دی تو دونوں گنہگار ہوں گے۔ (ت)

نوازل امام فقیہ ابواللیث و فتاوٰی خلاصہ و فتح القدیر وغیرہا میں ہے:

یجوز للخروج ان یأذن لها بالخروج الی سبعۃ مواضع اذا استأذنته زیارۃ الابوین وعیادتهما وتعزیتهما او احدهما وزیارۃ المحارم فان کانت قابلۃ او غاسلۃ او کان لها علی اٰخر حق او کان لاٰخر علیها حق تخرج بالاذن و لغیر الاذن والحج علی هذا و فیما عدا ذلك من زیارۃ الاجانب وعیادتهم والولیمۃ لا یأذن لها لو اذن وخرجت کانا عاصیین[۲]۔

شوہر عورت کو سات مقامات میں نکلنے کی اجازت دے سکتا ہے: (۱) ماں باپ دونوں یا کسی ایک کی ملاقات (۲) ان کی عیادت (۳) ان کی تعزیت (۴) محارم کی ملاقات (۵) اور اگر دایہ ہو (۶) یا مُردہ کو نہلانے والی ہو (۷) یا اس کا کسی دوسرے پر حق ہو یا دوسرے کا اس کے اُوپر حق ہو تو اجازت سے اور بلا اجازت دونوں طرح جا سکتی ہے۔ حج بھی اسی حکم میں ہے۔ ان کے علاوہ صورتیں جیسے اجنبیوں کی ملاقات، عیادت اور ولیمہ ان کے لیے شوہر اجازت نہ دے اور اگر اجازت دی اور عورت گئی تو دونوں گنہ گار ہوں گے۔ (ت)

ملاحظہ ہو ان میں کہیں زیارتِ قبور کا بھی استثناء کیا، کیا یہ استثناء کسی معتمد کتاب میں مل سکتا ہے۔

(۱۳) اقول وباللہ التوفیق وبه الوصول الٰی ذری التحقیق (میں کہتا ہوں۔ اور توفیق

---

[۱] درمختار کتاب النکاح باب المهر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۲

[۲] خلاصۃ الفتاوٰی الجنس الخامس فی خروج المرأۃ من البیت مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۵۳

marfat.com

استدلال فرمایا، آپ کی نقیض مدعا میں نص ہیں۔

(۱۱) یہاں ایک نکتہ اور ہے جس سے عورتوں کی قسمیں بنانے، ان کے صلاح وفساد پر نظر کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے، اور قطعاً حکم سب کو عام ہوجاتا ہے اگرچہ کیسی ہی صالحہ پارسا ہو۔ فتنہ وہی نہیں کہ عورت کے دل سے پیدا ہو وُہ بھی ہے اور سخت تر ہے جس کا فساق سے عورت پر اندیشہ ہو۔ یہاں عورت کی صلاح کیا کام دے گی۔ حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی زوجہ مقدسہ صالحہ، عابدہ، زاہدہ، تقیہ، نقیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو اسی معنے پر عملی طور سے متنبہ کرکے حاضری مسجد کریم مدینہ طیبہ سے باز رکھا۔ ان پاک بی بی کو مسجد کریم سے عشق تھا، پہلے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نکاح میں آئیں، قبل نکاح امیر المومنین سے شرط کرالی کہ مجھے مسجد سے نہ روکیں۔ اُس زمانہ خیر میں محض عورتوں کو ممانعت قطعی جزمی نہ تھی جس کے سبب بیبیوں سے حاضری مسجد اور گاہ گاہ زیارت بعض مزارات بھی منقول۔ صحیحین میں حضرت اُم عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

نھینا عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا[1] ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے منع فرمایا گیا مگر قطعی ممانعت نہ تھی۔

اسی پر غنیہ کی اُس عبارت میں فرمایا کہ یہ اُس وقت تھا جب حاضری مسجد اُنھیں جائز تھی اب حرام اور قطعی ممنوع ہے[2]۔ غرض اس وجہ سے امیر المومنین نے اُن کی شرط قبول فرمالی، پھر بھی چاہتے یہی تھے کہ مسجد نہ جائیں۔ یہ کہتیں آپ منع فرمادیں میں نہ جاؤں گی۔ امیر المومنین یہ پابندیٔ شرط منع نہ فرماتے۔ امیر المومنین کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نکاح ہُوا، منع فرماتے وُہ نہ مانتیں۔ ایک روز اُنھوں نے یہ تدبیر کی کہ عشاء کے وقت اندھیری رات میں اُن کے جانے سے پہلے راہ میں کسی دروازے میں چھپ رہے، جب یہ آئیں اُس دروازے سے آگے بڑھی تھیں کہ اُنھوں نے نکل کر پیچھے سے اُن کے سر مبارک پر ہاتھ مارا اور چھُپ رہے۔ حضرت عاتکہ نے کہا: انا للہ فسد الناس[3] ہم اللہ کے لئے ہیں، لوگوں میں فساد آگیا۔ یہ فرماکر مکان کو واپس آئیں اور پھر جنازہ ہی نکلا۔ تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں یہ تنبیہ فرمائی کہ عورت کیسی ہی صالحہ ہو اس کی طرف سے اندیشہ نہ سہی فاسق مردوں کی طرف سے اُس پر خوف کا کیا علاج! اب یہ سب کو ایک پھانسی پر لٹکانا ہُوا یا مقدس پاک دامنوں کی عزت کو شریروں کے شر سے بچانا! ہمارے ائمہ

---

[1] صحیح البخاری | باب اتباع النساء الجنازۃ | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/ ۱۷۰

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی | فصل فی الجنائز | سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۵۹۵

[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ | ترجمہ ۶۹۵ عاتکہ بنت زید الخ | دارصادر بیروت | ۴/ ۳۵۷

وہی بحرالرائق جس میں تھا: الاصح ان الرخصۃ ثابتۃ لھما[1] (اصح یہ ہے کہ رخصت مردوں عورتوں دونوں کے لیے ثابت ہے۔ ت) اُسی میں ہے:

لاینبغی للنساء ان یخرجن فی الجنازۃ لان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھاھن عن ذلک وقال انصرفن مازورات غیر ماجورات[2]۔

عورتوں کو جنازے میں نہ جانا چاہیے اس لیے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لیے اس سے ممانعت کی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اگر جائیں تو ثواب سے خالی گناہ سے بھاری ہو کر پلٹیں گی (ت)

اتباع جنازہ کہ فرض کفایہ ہے جب اُس کے لیے اُن کا خروج ناجائز ہوا تو زیارتِ قبور کہ صرف مستحب ہے اُس کے لیے کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ پھر نفسِ زیارتِ قبر جس کے لیے عورت کا خروج نہ ہو اُس کا جواز بھی عندالتحقیق فی نفسہ ہے کہ جن شروط مذکورہ سے مشروط اُن کا اجتماع نظر بعادت زنان نادر ہے اور نادر پر حکم نہیں ہوتا۔ تو سبیل اسلم اس سے بھی روکنا ہے۔ ردالمحتار ومنحۃ الخالق میں ہے:

ان کان ذلک لتجدید الحزن والبکاء والندب علی ماجرت بہ عادتھن فلا یجوز وعلیہ حمل حدیث لعن اللہ زائرات القبور و ان کان للاعتبار والترحم من غیر بکاء والتبرک بزیارۃ قبور الصالحین فلا باس اذاکن عجائز ویکرہ اذاکن شواب کحضور الجماعۃ فی المسجد اھ زاد فی ردالمحتار وھو توفیق حسن[3] اھ وکتبت علیہ **اقول** قد علم ان الفتوی علی المنع مطلقا ولو عجوزا ولولیلا فکذلک فی زیارۃ القبور بل اولی۔

اگر یہ زیارت غم تازہ کرنے اور رونے چلّانے کے لیے ہو جیسا کہ عورتوں کی عادت ہے تو ناجائز ہے اور اسی پر یہ حدیث محمول ہے: "خدا کی لعنت ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں"۔ اور اگر عبرت حاصل کرنے، روئے بغیر رحم کھانے اور قبورِ صالحین سے برکت لینے کے لیے ہو تو جماعتِ مسجد کی حاضری کی طرح بوڑھیوں کے لیے حرج نہیں اور جوانوں کے لیے مکروہ ہے اھ ___ ردالمحتار میں مزید اتنا اور ہے کہ "یہ عمدہ تطبیق ہے اھ"۔ اس پر میں نے (امام احمد رضا نے) یہ حاشیہ لکھا ہے: **اقول** معلوم ہے کہ فتوٰی اس پر ہے کہ جماعتوں کی حاضری عورتوں کے لیے مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ بوڑھی عورت ہو اور اگرچہ رات کو نکلے۔ تو یہی حکم زیارتِ قبور میں بھی ہوگا بلکہ یہاں بدرجۂ اولٰی ہوگا۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹۰

[2] " " " " " ۲/ ۱۹۲

[3] ردالمحتار مطلب فی زیارۃ القبور ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۶۰۴

marfat.com

ان یاذن لها ولا یمنعها مما فیه منفعتها وذلك اذا لم یخف الفتنة علیها ولا بها وقد کان هو الاغلب فی ذلك الزمان بخلاف زماننا هذا فان الفساد فیه فاش والمفسدون کثیرون وحدیث عائشة رضی الله تعالٰی عنها الذی یاتی یدل علی هذا۔[1]

منفعت ہے اس کے لیے چاہئے کہ شوہر اسے نکلنے کی اجازت دے دے اور منع نہ کرے۔ اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب عورت پر اور عورت کے سبب فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اور اُس زمانے میں اکثری حالت اطمینان و بے خوفی ہی کی تھی۔ مگر اب ہمارے زمانے میں تو فساد اور برائی عام ہے اور مفسد بہت ہیں۔ ہم نے حالتِ امن کی جو قید ذکر کی اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث ہے۔ (ت)

اُسی کی جلد چہارم کی عبارت کا مطلب واضح کر دیا کہ حکم کیا بیان فرمایا یہ کہ اب زیارتِ قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے ایسی کو حلال ہے، ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا، اس زمانہ کی کیا تخصیص۔ آگے فرمایا خصوصاً زنانِ مصر اور اس کی تعلیل کی کہ ان کا خروج بروجہ فتنہ ہے۔ یہ وہی اولویت تحریم کی وجہ ہے نہ کہ حکم وقوعِ فتنہ سے خاص اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔ ہاں یہ مسلک شافعیوں کا ہے ابھی امام عینی سے سُن چکے کہ عن الشافعی یباح لهن الخروج[2] (امام شافعی سے روایت ہے کہ ان کا نکلنا جائز تھا۔ ت) ولہذا کرمانی پھر عسقلانی پھر قسطلانی کہ سب شافعیہ ہیں۔ شروحِ بخاری میں اس طرف گئے۔ کرمانی نے قول امام تیمی کہ فساد بعض زناں کے سبب سب عورتوں کو ممانعت پر دلیل ہے، نقل کرکے کہا:

قلت الذی یعول علیه ما قلناه ولم یحدث الفساد فی الکل۔[3]

میں نے کہا: معتمد وہی ہے جو ہم نے بیان کیا اور فساد و خرابی سب میں نہیں آئی ہے۔ (ت)

جلد چہارم میں ابو عمر ابن عبدالبر سے دیکھئے:

اما الشواب فلا تؤمن من الفتنة علیهن وبهن حیث خرجن، ولا شیئ للمرأة احسن من لزوم قعر بیتها۔[4]

لیکن جوان عورتیں تو وہ جہاں بھی نکلیں ان کے سبب اور ان کے اوپر فتنہ سے بے خوفی نہیں۔ اور عورت کے لیے اپنے گھر کے اندر رہنا سب سے اچھا ہے (ت)

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۶/ ۱۵۷

[2] " " " " " " "

[3] " " " " " " ۱/ ۱۵۹

[4] " " " باب زیارۃ القبور " " ۸/ ۶۹

marfat.com

غلط ؟ بینوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

فاتحہ بہیئتِ مروجہ جس طرح سوال میں مذکور، بلاریب جائز و مستحسن ہے۔ اہلسنت کے نزدیک اموات کو ثواب پہنچانا ثابت ہے، اور اس بارے میں حدیثیں صحیح اور روایتیں فقہی معتبر بہ کثرت وارد۔ باقی رہا طعام اور قرارت کا جمع، خود ان کے امام الطائفہ معلمِ ثانی اسمٰعیل دہلوی نے صراطِ مستقیم میں اس اجتماع کو بہتر کہا۔ کما حیث قال:

ہر گاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نہ گزارد۔ اگر میسر باشد بہتر ست والّا صرف ثوابِ سورۂ فاتحہ واخلاص بہترین ثوابہا ست۔[1]

جب میت کو نفع پہنچانا منظور ہو کھانا کھلانے پر ہی موقوف نہ رکھے، اگر میسر ہو تو بہتر ورنہ صرف سورۂ فاتحہ واخلاص کا ثواب بہترین ثواب ہے۔ (ت)

اور قبل اس کے کہ صدقہ محتاج کے ہاتھ میں پہنچے ثواب اس کا میت کو پہنچانا جائز، اور حدیث سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ سنن ابی داؤد و سنن نسائی میں مروی ثابت:

انہ قال یارسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء قال فحفر بیرا وقال ھذہ لام سعد۔[2]

یعنی انھوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میری ماں نے انتقال کیا تو کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: پانی۔ انھوں نے کنواں کھود کر کہا: یہ مادرِ سعد کے لیے ہے۔ (ت)

اس سے صاف متبادر یہ کہ کنواں تیار ہو جانے پر یہ الفاظ کہے اور ایک دو دن یا دس بیس برس بھی سہی تو صرف اس قدر پانی کا ثواب پہنچانا منظور تھا جو اس وقت آدمیوں جانوروں کے صَرف میں آیا' حاشا بلکہ جب تک کنواں باقی رہے بحکم ھذہ لام سعد سب کا ثواب مادرِ سعد کو پہنچے گا، اور سب کا ایصال منظور تھا تو قبل تصرف ایصالِ ثواب ہر طرح حاصل، اور خود احادیثِ مرفوعہ کثیرہ سے ثابت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ثوابِ عمل قبلِ عمل ایصال فرمایا۔ اور فقیر نے انھیں حدیثوں سے کھانا سامنے رکھنے کی اصل استنباط کی جس کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔

---

[1] صراطِ مستقیم ہدایت ثالثہ در ذکر بدعاتیکہ الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۶۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی فضل سقی الماء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۶

سنن النسائی کتاب الوصایا فضل الصدقۃ عن المیت نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۳۳

خدا ہی سے ہے، اور اسی کی مدد سے تحقیق تک رسائی ہے۔ت) ان تمام مباحث جلیلہ سے بحمد اللہ تعالٰی ایک جلیل و دقیق توفیق انیق ظاہر ہوئی۔ عام مجوّزین نفسِ زیارتِ قبر لکھتے ہیں کہ اس کی اجازت عورتوں کو بھی ہوئی۔ زیارتِ قبور کے لیے خروجِ نسا نہیں کہتے عام کتب میں اسی قدر ہے اور مانعین زیارتِ قبر کے لیے عورتوں کے جانے کو منع فرماتے ہیں، و لہذا خروج الی المسجد کی ممانعت سے سند لاتے ہیں، اور ان کے خروج میں خوفِ فتنہ سے استدلال فرماتے ہیں۔ تمام نصوص کہ ہم نے ذکر کئے اسی طرف جاتے ہیں، تو اگر قبر گھر میں ہو یا عورت مثلاً حج یا کسی سفرِ جائز کو گئی راہ میں کوئی قبر ملی اس کی زیارت کرلی بشرطیکہ جزع و فزع و تجدیدِ حزن و بکا و نوحہ و افراط و تفریطِ ادب وغیرہا منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔ کشف بزدوی میں جن روایات سے صحتِ رخصت پر استناد فرمایا ان کا مفاد اسی قدر ہے۔

حیث قال والاصح ان الرخصۃ ثابتۃ للرجال والنساء جمیعا فقد روی ان عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا کانت تزور قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی کل وقت وانہا لما خرجت حاجۃ زارت قبر اخیہا عبد الرحمٰن[1]

وہ فرماتے ہیں اصح یہ ہے کہ رخصت مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ثابت ہے اس لیے کہ مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ہر وقت قبرِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت کرتی تھیں اور جب حج کو جاتیں تو راہ میں واقع اپنے بھائی عبد الرحمٰن کی قبر کی زیارت کرتیں۔ (ت)

بحر الرائق و علمگیری و جامع الرموز و مختار الفتاوٰی و کشف الغطاء و سراجیہ و درمختار و فتح المنان کی عبارتیں جن سے تصحیح المسائل میں استناد کیا۔ ہمارے خلاف نہیں، ہاں مائۃ مسائل پر رد ہیں جس میں مطلق کہا تھا:

زنان را زیارتِ قبور بقول اصح مکروہ تحریمی ست[2]۔ عورتوں کے لیے زیارتِ قبور بقول اصح مکروہِ تحریمی ہے۔(ت)

لاجرم وہی درمختار جس میں تھا: لا باس بزیارۃ القبور للنساء[3] (عورتوں کے لیے زیارتِ قبور میں کوئی حرج نہیں۔ت) اُسی میں ہے: ویکرہ خروجھن تحریما[4] (عورتوں کا نکلنا مکروہ تحریمی ہے۔ت)

---

[1] کشف الاسرار عن اصول البزدوی بیان جواز زیارۃ القبور للنساء دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۸۶

[2] مائۃ مسائل

[3] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۴

[4] ایضاً

قرآن و اطعام طعام ۔ طریقۂ مروّجہ میں ثواب پہنچانے کی دُعا اس وقت کرتے ہیں جب کہ کھانا دینے کی نیت کرلی ، اور کچھ قرآن عظیم پڑھ لیا تو کم سے کم گیارہ ثواب تو اس وقت مل سکے ، دس ثواب قرأت کے اور ایک نیتِ اطعام کا۔ کیا انھیں میّت کو نہیں پہنچا سکتے ؟ رہا کھانا دینے کا ثواب ، وُہ اگرچہ اس وقت موجود نہیں تو کیا ثواب پہنچانا شاید ڈاک یا پارسل میں کسی چیز کا بھیجنا سمجھا ہو گا کہ جب تک وُہ شئے موجود نہ ہو کیا بھیجی جائے ، حالانکہ اس کا طریقہ صرف جنابِ باری میں دُعا کرنا ہے کہ وُہ ثواب میّت کو پہنچائے ۔ خود امام الطائفہ صراطِ مستقیم میں لکھتا ہے :

" طریق رسانیدن آں دُعا بجنابِ الٰہی ست "(اس کے پہنچانے کا طریقہ جنابِ الٰہی میں دعا ہے ۔ ت)

کیا دُعا کرنے کے لیے بھی اُس شئے کا موجود فی الحال ہونا ضروری ہے ، مگر ہے یہ کہ جہالت سب کچھ کراتی ہے ، اور وقتِ فاتحہ کھانے کا قاری کے پیشِ نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اُس کے سبب سے وصولِ ثواب یا جوازِ فاتحہ میں کچھ خلل نہیں ، جو اسے ناجائز و ناروا کہے ثبوت اس کا دلیلِ شرعی سے دے ورنہ اپنی طرف سے بحکم خدا و رسول کسی چیز کو ناروا کہہ دینا خدا و رسول پر افتراء کرنا ہے ۔ ہاں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہنچے گا ، تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے ۔ لیکن نفسِ فاتحہ میں اس اعتقاد سے بھی کچھ حرف نہیں آتا ۔ ومن ادعی فعلیہ البیان (اور جو دعوٰی کرے بیان اس کے ذمّہ ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم ۔

ل صراطِ مستقیم ہدایت ثانیہ در ذکر بدعاتیکہ الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۵۵

marfat.com

(۱۴) آپ نے ایک صورت شیخ فانی مرتعش سے پردے کے اندر توجہ لینے کی ذکر کی ہے، اس میں کیا حرج ہے، جبکہ خارج سے کوئی فتنہ نہ ہو، نہ اُسے یہاں سے علاقہ۔

(۱۵) مگروُہ جو عورت کا خلیفہ ہونا لکھا، صحیح نہیں۔ ائمہ باطن کا اجماع ہے کہ عورت داعی الی اللہ نہیں ہو سکتی۔ ہاں تدابیر ارشاد کردہ مرشد بتانے میں سفیر محض ہو تو حرج نہیں۔ امام شعرانی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرماتے ہیں:

فقد اجمع اھل الکشف علی اشتراط الذکورۃ فی کل داع الی اللہ ولم یبلغنا ان احدا من نساء السلف الصالح تصدرت لتربیۃ المریدین ابدا لنقص للنساء فی الدرجۃ وان ورد الکمال فی بعضھن کمریم بنت عمران واٰسیۃ امرأۃ فرعون فذلك کمال بالنسبۃ للتقوی والدین لا بالنسبۃ للحکم بین الناس وتسلیکھم فی مقامات الولایۃ وغایۃ امر المرأۃ ان تکون عابدۃ زاھدۃ کرابعۃ العدویۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا[۱]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اہلِ باطن کا اس پر اجماع ہے کہ داعی الی اللہ کیلئے مرد ہونا شرط ہے۔ اور ہمیں ایسی کوئی روایت نہیں ملی کہ سلف صالحین کی مستورات میں سے کوئی خاتون تربیتِ مریدین کے لیے کبھی صدر نشین ہوئی ہو۔ وجہ یہ ہے کہ عورتیں مرتبہ میں ناقص ہیں۔ اور بعض خواتین مثلاً حضرت مریم بنت عمران اور حضرت آسیہ زوجۂ فرعون کے بارے میں جو کامل ہونے کا ذکر آیا ہے تو یہ کمال تقوٰی اور دین داری کے لحاظ سے ہے لوگوں کے درمیان حاکم ہونے اور انھیں ولایت کے مقامات طے کرانے کے لحاظ سے نہیں — عورت کی غایتِ شان یہ ہے کہ عابدہ، زاہدہ ہو، جیسے رابعہ عَدَویّہ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ بہیئتِ مروجہ کہ کھانا سامنے رکھ کر درود و قرآن پڑھ کر ثواب اس کا بنام میّت کرتے ہیں اور وہ کھانا محتاج کو دے دیتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ کھانا محتاج کو دینے سے پہلے ثواب میّت کو نہیں پہنچا سکتے، لہذا پہلے کھانا دے اس کے بعد ثواب پہنچائے، اور کہتا ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر نا جائز و نا روا ہے۔ آیا قول اس کا صحیح ہے یا

---

[۱] المیزان الکبرٰی کتاب الاقضیۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۸۹

رسالہ

الحجة الفائحة لطیب التعیین والفاتحة

۱۳

(دن متعین کرنے اور فاتحہ کے عمدہ ہونے پر عطر بیز حجت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۸۳

سوم ودہم وچہلم وششماہی وسالیانہ کہ دریں دیار ہند مروّج ست، اور بعض علماء بدعت شنیعہ مکروہہ گویند و اقوال چند بر درستی اوست وطعامے کہ بعد موتے بہ نیت ثواب می پزند و ہر دو دست برداشتہ فاتحہ دہند آں را علمائے ظواہر غیر مقلدین بباعث فاتحہ مردار و حرام دانستہ گویند، ایں طریقہ در زمانہ نبوی واصحاب کبار مصطفوی و تابعین واتباع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نبود بلکہ طعام و شیرینی کہ نیاز بزرگان دین است مثل مردار پس

تیجہ، دسواں، چالیسواں، چھ ماہی، برسی جو دیارِ ہند میں رائج ہے اسے بعض علماء مکروہ بدعتِ شنیعہ کہتے ہیں، اور کچھ کے اقوال یہ ہیں کہ وُہ درست ہے۔ اور کسی موت کے بعد ثواب کی نیت سے جو کھانا پکاتے ہیں اور دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ دیتے ہیں اس کو غیر مقلد ظاہری علماء فاتحہ کی وجہ سے مردار اور حرام جانتے ہیں، وُہ کہتے ہیں کہ یہ طریقہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ان کے بزرگ صحابہ، تابعین اور اتباعِ تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں

marfat.com

رواہ البیہقی عن انس والطبرانی فی الکبیر عن سہل بن سعد وھو والعسکری فی الامثال عن النواس بن سمعان والدیلمی عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم وزاد ان اللہ عزوجل لیعطی العبد علٰی نیتہ مالا یعطیہ علی عملہ وذلک ان النیۃ لاریاء فیہا والعمل یخالطہ الریاء[1] ھذا حدیث الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(اسے بیہقی نے حضرت انس سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سہل بن سعد سے اور طبرانی وعسکری نے امثال میں نواس بن سمعان سے اور دیلمی نے حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا، اس میں اتنا اور ہے۔ ت) بیشک اللہ عزوجل بندہ کو اس کی نیت پر وُہ ثواب دیتا ہے جو اس کے عمل پر نہیں دیتا۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ نیّت میں ریاء نہیں ہوتی اور عمل کے ساتھ ریا کی آمیزش ہوجاتی ہے۔ یہ حضرت اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث ہے جو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ (ت)

زیدکہ اسے ناجائز کہتا ہے حدیث کی مخالفت کرتا ہے۔ طرفہ تر یہ کہ خود امام الطائفہ میاں اسمٰعیل دہلوی اپنی تقریر ذبیحہ میں اس تقریر وہابیہ کو ذبح کر گئے۔ لکھتے ہیں:

اگر شخصے بزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود اورا ذبح کردہ وپختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست[2]۔

اگر کوئی شخص کوئی بکری گھر پالے تاکہ اس کا گوشت عمدہ ہو پھر اس کو ذبح کرکے اور پکاکر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلائے تو کوئی خلل نہیں ہے۔ (ت)

ان حضرت سے پُوچھا ہوتا کہ یہ "فاتحہ خواندہ بخوراند" (فاتحہ پڑھ کر کھلائے۔ ت) کیسی، "خوراندہ فاتحہ بخواندہ" (کھلاکر فاتحہ پڑھے۔ ت) کہا ہوتا۔

اوّل بات یہ ہے کہ فاتحہ ایصالِ ثواب کا نام ہے، اور مومن کو عملِ نیک کا ایک ثواب اس کی نیت کرتے ہی حاصل، اور عمل کیے پر دس ہوجاتا ہے، جیساکہ صحیح حدیثوں میں ارشاد ہوا۔ بلکہ متعدد حدیثوں میں فرمایا گیا کہ:

نیۃ المومن خیر من عملہ[3] مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ فاتحہ میں دو عمل نیک ہوتے ہیں: قراءتِ

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۶۸۴۳ دارالکتاب العلمیۃ بیروت ۴/۲۸۶
[2] زبدۃ النصائح
[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۶۸۴۳ دارالکتاب العلمیۃ بیروت ۴/۲۸۶

marfat.com

جمع حسن باحسن ومندوب بامندوب وزنہار یکے بادیگرے منافی نیست کالتلاوۃ من المصحف فی الصلوٰۃ نہ شرع بانکار ایں جمع وارد شد کقراءۃ القراٰن فی الرکوع والسجود پس اورا محذور گفتن از دائرۂ عقل بیرون رفتن ست۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی دراحیاء العلوم فرماید اذا لم یحرم الآحاد فمن این یحرم المجموع؟[1] وہم درانست ان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذلک المجموع مباحا[2] تمام تحصیل این اصل انیق امام المدققین ختام المحققین حضرت والد قدس سرہ الماجد درکتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" ارشاد فرمودہ اند و این معنی را از حدیث صحاح استنباط نمودہ، من شاء فلیتشرف بمطالعتہ، وخود معلّم اول طائفۂ مانعین مولوی اسمٰعیل دہلوی را خوبی این اجتماع قرآن وطعام مقبول ومسلّم است وصراط مستقیم چناں راہ اعتراف وتسلیم پوید، "ہرگاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نہ گزارد اگر میسر باشد بہتر است والا صرف ثواب سورۂ فاتحہ واخلاص بہترین ثوابہا ست[3] اھ وشک نیست کہ طریقۂ ایصال ثواب دعا بجناب رب الارباب ست

اور یہی صحیح، راجح اور نصرت یافتہ مسلک ہے۔ پھر بدنی ومالی دونوں کو جمع کرنا اس طرح کہ قرآن بھی پڑھیں، صدقہ بھی کریں اور دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچائیں، یہ حَسن کو حَسن اور مندوب کو مندوب کے ساتھ یکجا کرنا ہی تو ہے، ہرگز ان دونوں میں کوئی منافات نہیں، جیسے نماز کے اندر مصحف دیکھ کر تلاوت کرنے میں ہے، نہ ہی شریعت میں اس جمع سے منع وارد ہے جیسے رکوع وسجود میں قراءتِ قرآن سے متعلق ہے، پھر اس کو ممنوع ٹھہرانا عقل کے دائرے سے قدم باہر لانا ہے ___ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: جب الگ الگ افراد حرام نہیں تو مجموعہ کہاں سے حرام ہو جائے گا! ___ اور اسی میں ہے: جب مباحات کے افراد مجتمع ہوں تو مجموعہ بھی مباح ہی ہوگا ___ اس عمدہ قاعدے کا پورا بیان اہلِ تدقیق کے پیشوا، اہلِ تحقیق کی مہر، حضرت والد قدس سرہ نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں کیا ہے اور صحاح کی حدیث سے اس معنیٰ کا استنباط فرمایا ہے۔ جو چاہے اس کے مطالعہ سے مشرف ہو ___ خود طائفۂ مانعین کے معلّم اوّل مولوی اسمٰعیل دہلوی کو قرآن اور طعام کی اس یکجائی کا عمدہ ہونا قبول وتسلیم ہے، صراطِ مستقیم میں یوں اقرار تسلیم کی راہ اختیار کی ہے: "جب میت کو کوئی فائدہ

---

۱ و ۲ احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد مکتبۃ ومطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/۲۷۳

۳ صراطِ مستقیم ہدایت ثالثہ در بدعاتیکہ الخ مطبوعۃ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ص ۶۴

روشن تر گفته ام و علمائے سنت بارہا این مدعیان را تا خانہ رسانده و بر خاک مذلت نشانده اند۔ حاجت تفصیل و تطویل نیست، اما آنچه امام الطائفہ باوجود تسلیم عدم ورود دریں باب گفته است، شنیدن دارد، در تقریر ذبیحہ مطبوع رسالہ زبدۃ النصائح می گوید" ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی و طعام خورانیدن سوائے کندن چاہ و امثالہ و دعا و استغفار و اضحیہ بدعت است، گو بدعت حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ روزِ عید و مصافحہ بعد نمازِ صبح یا عصر اھ[1]" ارباب طائفہ امام خود شاں پرسند کہ با آنکہ ایں طریقہا را عموماً و فاتحہ خوانی را خصوصاً بدعت و محدث میدانی چہ گونہ حسنہ می گوئی و خلاف طائفہ راہ می پوئی، باز ذکر معانقہ عید سنگ آمد و سخت آمد آرے تلون این امام متبعانش را کار بجان و کار با استخواں رسانده است ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی و کلام معلم ثانی حالا گزشت کہ باوجود عدم ثبوت خصوصیت مضائقہ ندانست۔

آثار میں منقول نہیں ،اھ۔" دیکھئے خصوصیت کو غیر ماثور بتانے کے باوجود، دلیل اطلاق سے جواز کو ظاہر کہا اور اس کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہ جانا۔ الحاصل ان باتوں سے شریعت میں کبھی بھی کوئی چیز بُری نہیں ہوتی ہے اور ان خصوصیات کے صرف وارد نہ ہونے کو مستلزم ممانعت سمجھنا تو ایک کھلی ہوئی غلطی اور شرمناک جہالت ہے۔ فقیر نے ربِ قدیر کی مدد سے یہ بحث" البارقۃ الشارقۃ علیٰ مارقۃ المشارقۃ" میں زیادہ روشن طور پر تحریر کی ہے۔ اور علمائے سنت نے بارہا ان مدعیوں کو گھر تک پہنچایا اور خاکِ ذلت پر بٹھایا ہے، تفصیل و تطویل کی ضرورت نہیں۔ لیکن امام الطائفہ نے اس باب میں عدم ورود تسلیم کرنے کے باوجود جو کچھ کہا ہے وہ سننے کے قابل ہے۔ رسالہ" زبدۃ النصائح" میں طبع شدہ تقریر ذبیحہ میں لکھا ہے:" کنواں کھودنے اور اس جیسے کاموں اور دعا، استغفار، قربانی کے سوا قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا سب طریقے بدعت ہیں، گو خاص بدعت حسنہ ہیں، جیسے عید کے دن معانقہ اور نمازِ صبح یا عصر کے بعد مصافحہ۔" اربابِ طائفہ خود اپنے امام سے پوچھیں کہ ان طریقوں کو عموماً اور فاتحہ خوانی کو خصوصاً بدعت اور نوایجاد قرار دینے کے باوجود" حسنہ" کیسے کہتے ہو؟ — اور ہمارے گروہ کے خلاف کیسے جاتے ہو؟ پھر معانقۂ عید کا ذکر تو" سنگ آمد و سخت آمد" ان کے لیے بڑی سخت چٹان ہے — اس امام کی تلون مزاجی سے اس کے متبعین کی جان و استخوان پر بن آئی ہے اور ان کا سارا کام ہی تمام کر دیا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم — اور معلم ثانی کا کلام ابھی گزرا کہ خصوصیت ثابت نہ ہونے کے باوجود کوئی مضائقہ نہ جانا۔ (ت)

اکنوں آمدیم بر نقل چند اقوال دیگر از کبراء و عمائد

اب ہم کچھ اور اقوال امام الطائفہ کے بزرگان و

---

[1] رسالہ زبدۃ النصائح

درین مسئلہ ہرچہ حکم شرعی واجب التعمیل باشد بیان فرمایند بسند کتاب۔ بیّنوا توجرّوا

نہ تھا۔ بلکہ بزرگانِ دین کی نیاز کے لیے جو کھانا اور شیرینی ہے وہ مردار کی طرح ہے ــــ تو اس مسئلہ میں جو واجب العمل حکم شرعی ہو کتاب کے حوالہ سے بیان فرمائیں۔ بیان کریں اجر پائیں۔ (ت)

الجواب

قولِ فیصل و سخنِ مجمل درین باب آنست کہ ایصالِ ثواب و ہدیۂ اجر باموات مسلمین باجماعِ کافۂ اہلسنت و جماعت امریست مرغوب و در شرع مندوب۔ احادیث بسیار از حضور سیّد الابرار علیہ افضل الصلوٰۃ من ملک الجبّار در ترغیب و تصویب ایں کار وارد شدہ امام علامہ محقق علی الاطلاق در فتح القدیر و امام علامہ فخر الدین زیلعی در نصب الرایہ و امام علامہ جلال الدین سیوطی در شرح الصدور و فاضل علامہ علی قاری در مسلک متقسط وغیرہم فی غیرہا بذکر برخی ازانہا پرداختہ اند و خود انکار ایں کار نیاید مگر از سفیہ جاہل یا ضال مطلق مبتدعان زمانہ راکہ خون پنہان معتزلیت بجوش آمدہ است در پردہ ترخیص نیابت و تخصیص وکالت، اہدائے ثواب را انکار کنندہ و پیش خویش اجماع قطعی اہلسنت را برہم زنند باز بشہادت احادیث کثیرہ و جزم و تصحیح جمہور ائمہ وصول ثواب خاص بقربات مالیہ نیست بلکہ مالیہ و بدنیہ ہر دو را عام ہمیں ست مذہب ائمۂ حنفیہ و برین اند بسیارے از محققین شافعیہ وعلیہ الجمھور وھو الصحیح الرجیح المنصوص باز اجماع ایں ہر دو کہ ہم قرآن خوانند و ہم تصدق کنند و ثواب ہر دو بمسلمانان رسانند نیست مگر

اس باب میں قولِ فیصل اور اجمالی کلام یہ ہے کہ مسلمان مُردوں کو ثواب پہنچانا اور اجر ہدیہ کرنا ایک پسندیدہ اور شریعت میں مندوب امر ہے جس پر تمام اہلِ سنت و جماعت کا اجماع ہے ــــ اس عمل کو درست قرار دینے اور اس کی رغبت دلانے سے متعلق حضور سید ابرار علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے بہت سی حدیثیں وارد ہیں ــــ جن میں سے کچھ احادیث امام علامہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں، امام علامہ فخر الدین زیلعی نے نصب الرایہ میں، امام علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں، فاضل علّامہ علی قاری نے مسلک متقسط میں اور دوسرے حضرات نے دوسری کتابوں میں بیان فرمائی ہیں ــــ اس عمل کا انکار وہی کرے گا جو بے وقوف جاہل یا گمراہ صاحبِ باطل ہو ــــ اس زمانہ کے بدمذہبوں میں معتزلیت کا چھپا ہوا خون جوش میں آگیا ہے معتزلہ کی نیابت اور خصوصی وکالت کے پردے میں ایصالِ ثواب کے منکر ہیں اور خود اہلسنّت کے اجماعِ قطعی کے مخالف ہیں۔ پھر احادیثِ کثیرہ کی شہادت اور جمہور ائمہ کے جزم اور تصحیح سے ثابت ہے کہ ثواب پہنچنا قربتِ مالی سے خاص نہیں بلکہ مالی و بدنی دونوں کو عام ہے ــــ یہی ائمہ حنفیہ کا مذہب ہے اور اسی پر بہت سے محققین شافعیہ بھی ہیں اور اسی پر جمہور ہیں

marfat.com

عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند، ہمیں طور ہر روز مے خوانده باشند اھ"[1]

لفظ شیرینی و فاتحہ ہر روز از یاد مرو۔

اُو شاہ[2] صاحب مسطور در ہمعات گویند:

"ازینجاست حفظ اعراسِ مشائخ و مواظبت زیارت قبورِ ایشاں والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں[2]"

شاہ[3] صاحب مزبور در فتویٰ مندرجہ زبدۃ النصائح گویند: "اگر ملیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصالِ ثواب بروحِ ایشاں پزند و بخورانند مضائقہ نیست جائز ست وطعام نذر اللہ اغنیاء را خوردن حلال نیست واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء را ہم خوردن دراں جائز ست[3]"

شاہ[ع] صاحب مرحوم در انفاس العارفین نگارند: "حضرت[ع] ایشاں در قصبہ ڈاسنہ بزیارت مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند و شب ہنگام بود دراں فرمودند مخدوم ضیافت ما می کنند و می گویند کہ چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم

کے نام فاتحہ پڑھیں اور خدائے تعالیٰ سے حاجت طلب کریں، اسی طرح روز پڑھتے رہیں" اھ

شیرینی، فاتحہ اور ہر روز کے الفاظ ذہن سے نہ نکلیں۔

(۳) یہی شاہ صاحب "ہمعات" میں فرماتے ہیں:

"یہیں سے ثابت ہے اعراسِ مشائخ کی نگہداشت اور ان کے مزارات کی زیارت پر مداومت اور ان کے لیے فاتحہ پڑھنے اور صدقہ دینے کا التزام"۔

(۴) یہی شاہ صاحب "زبدۃ النصائح" میں مندرج فتویٰ میں لکھتے ہیں: "اگر کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے ان کی رُوح مبارک کو ایصالِ ثواب کے قصد سے ملیدہ اور کھیر پکائیں اور کھلائیں تو مضائقہ نہیں، جائز ہے۔ اور خدا کی نذر کا کھانا اغنیاء کے لیے حلال نہیں۔ لیکن اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو اس میں اغنیاء کو کھانا بھی جائز ہے"۔

(۵) یہی شاہ صاحب انفاس العارفین میں لکھتے ہیں: "حضرت (یعنی ان کے والد و مرشد شاہ عبدالرحیم صاحب) قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کے لیے گئے تھے، رات کا وقت تھا، اسی وقت فرمایا کہ مخدوم ہماری دعوت کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں

ع یعنی والد و مرشد ایشاں شاہ عبدالرحیم ۱۲ (م)

یعنی ان کے والد و مرشد شاہ عبدالرحیم ۱۲ (ت)

---

[1] الانتباہ فی سلاسل الاولیاء — ذکر طریقہ ختم خواجگانِ چشت — برقی پریس دہلی — ص ۱۰۰

[2] ہمعات — ہمعہ ۱۱

[3] زبدۃ النصائح — اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدر آباد سندھ — ص ۵۸

marfat.com

جل جلالہ۔ امام الطائفہ در صراطِ مستقیم گوید "ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود و ثواب آں بروح کسے از گزشتگان برساند و طریق رسانیدن آں دعائے خیر بجناب الٰہی ست پس ایں خود البتہ بہتر و مستحسن است[1] الخ"؛ و دست برداشتن از آداب مطلق دعاست در حصن حصین فرماید 'آداب الدعا منہا بسط الیدین، ت مس، و رفعھما[2] یعنی ہر دو دست برداشتن بحکم حدیث صحاح ستّہ از آداب دعا است و از ائمہ و علمائے ما چہ گوئی خود معلمِ ثانی طوائف منکرین در مسائل اربعین گوید" دست برداشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہرا جواز است زیرا کہ رفع یدین در دعا مطلقاً ثابت شدہ پس دریں وقت ہم مضائقہ نہ دارد و لیکن تخصیص آں برائے دعا وقت تعزیت ماثور نیست[3] اھ" ببینید با آنکہ خصوصیت را غیر ماثور گفت اما بدلیل اطلاق استظہار جواز کرد۔ و در فعل او ہیچ مضائقہ ندید۔ بالجملہ ازیں امور زنہار چیزے نیست کہ در شرع مطہر مستنکر باشد و مجرد عدم ورود خصوصیات را مطلقاً مستلزم منع دانستن غلطی ست واضح و جہلے فاضح فتنبہ بعون اللہ القدیر ایں مبحث را در مجموعہ مبارکہ البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ

پہنچانا منظور ہو کھانا کھلانے پر موقوف نہ رکھے اگر میسر ہو بہتر ہے ورنہ صرف سورۂ فاتحہ و اخلاص کا ثواب بہترین ثواب ہے اھ" —— اور شک نہیں کہ ایصالِ ثواب کا طریقہ یہی ہے کہ رب الارباب جل جلالہ کی بارگاہ میں دعا ہو۔ امام الطائفہ نے صراطِ مستقیم میں لکھا ہے: "جو عبادت کسی مسلمان سے ادا ہو اور اس کا ثواب گزرے ہوئے لوگوں میں سے کسی کی رُوح کو پہنچائے، اور اس کے پہنچانے کا طریقہ جنابِ الٰہی میں دعا ہے تو یہ خود بلاشبہ بہتر اور مستحسن ہے الخ" —— اور ہاتھ اٹھانا مطلق دعا کے آداب سے ہے۔ حصن حصین میں ہے: "دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ہاتھوں کو پھیلائے (ترمذی، مستدرک حاکم) اور بلند کرے (صحاح ستّہ)"۔ معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھ اٹھانے کا آدابِ دعا سے ہونا صحاح ستّہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ ہمارے ائمہ اور علماء کی کیا بات ہے خود طوائف منکرین کے معلّم ثانی نے مسائل اربعین میں لکھا ہے: "وقتِ تعزیت کی دعا میں ہاتھ اٹھانا ظاہر یہی ہے کہ جائز ہے اس لیے کہ حدیث شریف سے مطلقاً دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے تو اس وقت میں بھی کوئی مضائقہ نہ ہوگا' مگر خاص وقتِ تعزیت کی دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا

---

[1] صراطِ مستقیم — ہدایت اولیٰ در ذکر بدعاتیکہ الخ — المکتبۃ السلفیۃ لاہور — ص ۵۵

[2] حصن حصین — آداب الدعاء — افضل المطابع لکھنؤ — ص ۱۷

[3] مسائل اربعین

marfat.com

چنان تر زبان "جناب ہدایت مآب، قدوۂ ارباب صدق وصفا، زبدۂ اصحاب فنا وبقا، سید العلماء وسند الاولیاء، حجۃ اللہ علی العالمین، وارث الانبیاء والمرسلین، مرجع کل ذلیل وعزیز، مولانا ومرشدنا الشیخ عبدالعزیز[1]"۔

معاذ اللہ کافرے مشرکے را چنیں الفاظ عظیمہ جلیلہ ستودہ وحجت خدا و نائب انبیاء وکذا وکذا اعتقاد نمودہ خود کافر مرتد گردید یا ہیچ باز شمایاں کہ ایں کافر و مرتد را امام وپیشوا وسرور ومقتدا ومرجع وماوا گرفتہ و در ہر مسئلہ وعقیدہ سر بر خط فرمانش نہادہ قدم بر قدم او رفتہ ایداز یں رو بر ہمہ کافر وبے دین ومرتد ولعین شدید یا چہ ؟ بینوا توجروا۔

مرید کا مرید ہے "صراط مستقیم" کے اندر ان کی مدح میں یوں رطب اللسان ہے "جناب ہدایت مآب، ارباب صدق وصفا کے پیشوا، اصحاب فنا وبقاء کے خلاصہ، علماء کے سردار، اولیا کی سند، سارے جہان پر اللہ کی حجت، انبیاء ومرسلین کے وارث، ہر ذلت وعزت والے کے مرجع، ہمارے آقا اور ہمارے مرشد شیخ عبدالعزیز"۔

ان عظیم وجلیل الفاظ سے معاذ اللہ ایک کافر و مشرک کی تعریف کر کے، اور اسے خدا کی حجت انبیاء کا نائب وغیرہ وغیرہ اعتقاد کر کے خود کافر و مرتد ہوا یا نہیں؟ پھر تم سب اس کافر و مرتد کو امام وپیشوا، سردار و مقتدا اور مرجع وماوا بنا کر، اور ہر مسئلہ و عقیدہ میں اس کے خطِ فرمان پر سر جھکا کر، اس کے قدم بہ قدم چل کر کافر بے دین اور مرتد و لعین ہوئے یا کچھ اور؟ بینوا توجروا۔ (ت)

باز بمطلب عنان تابیم (اب پھر ہم مقصد کی جانب لگام موڑتے ہیں۔ ت) مولوی خرم علی بلہوری معلم ثالث طائفہ حادث در نصیحۃ المسلمین گوید (مولوی خرم علی بلہوری طائفہ نو کے معلم ثالث نے "نصیحۃ المسلمین" میں لکھا ہے۔ ت):

"حاضری حضرت عباس کی، صحنک حضرت فاطمہ کی، گیارھویں عبدالقادر جیلانی کی، مالیدہ شاہ مدار کا، سہ منی بوعلی قلندر کی، توشہ شاہ عبدالحق کا، اگر منت نہیں صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا منظور ہے تو درست ہے۔ اس نیت سے ہرگز منع نہیں[2] اھ ملخصاً۔

(۸) خود امام الطائفہ در تقریر ذبیحہ سراید " اگر

خود امام الطائفہ نے تقریر ذبیحہ میں یہ نغمہ سرائی

---

[1] صراط مستقیم — خاتمہ در بیان پارہ الخ — مکتبہ سلفیہ لاہور — ص ۱۶۴

[2] نصیحۃ المسلمین — چند شرکیہ رسمیں — سبحانی اکیڈمی لاہور — ص ۴۱

marfat.com

واساتذہ ومشائخ امام الطائفہ تا بیباک رواں انند کہ بے منع شرع بتحریم فاتحہ زبان کشودن و طعام فاتحہ وشیرینی نیاز بزرگاں قدست اسرارہم را حرام و مردار گفتن چہ کیفرہا کہ نمی چشاند وکدام بدروز نمی نشاند۔

شاہ ولی اللہ در انفاس العارفین از والد خود شاہ شاہ عبدالرحیم نقل کنند: "می فرمودند در ایامِ وفات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چیزے فتوح نشد کہ نیازِ آں حضرت طعام پختہ شود، قدرے نخود بریاں وقند سیاہ نیاز کردم[1] الخ"۔

در درالثمین فی مبشرات النبی الامین ہمیں سخن را چناں آوردند:

"الحدیث الثانی والعشرون اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع طعاما صلۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم یفتح لی سنۃ من السنین شیٔ اصنع بہ طعاما فلم اجد الاحمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرایتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبین یدیہ ھذا الحمص مبتھجا بشاشا[2]"

شاہ[3] صاحب مذکور در انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ نویسند:

"برقدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگانِ چشت

عمائد و اساتذہ و مشائخ کے نقل کرتے ہیں تاکہ ان بے باکوں کو پتا چلے کہ شریعت سے ممانعت کے بغیر فاتحہ کو حرام بتانے پر زبان کھولنا اور فاتحہ کے کھانے، بزرگوں کی نیاز کی شیرینی کو حرام و مردار کہنا کیسی سخت سزائیں چکھاتا ہے اور کیسے بُرے دن دکھاتا ہے۔

(۱) شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم سے نقل کرتے ہیں کہ: "وہ فرماتے ہیں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایامِ وفات میں کچھ میسر نہ ہوا کہ آں حضرت کی نیاز کا کھانا پکایا جائے تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے اور قند سیاہ (گڑ) پر نیاز کیا الخ"۔

الدرالثمین فی مبشرات النبی الامین میں اسی بات کو یوں نقل کیا ہے: "بائیسویں حدیث: مجھے سیدی والد ماجد نے بتایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیاز کیلئے کچھ کھانا تیار کراتا تھا ایک سال کچھ کشائش نہ ہوئی کہ کھانا پکواؤں، صرف بھنے ہوئے چنے میسر آئے، وہی میں نے لوگوں میں تقسیم کیے، میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سامنے یہ چنے موجود ہیں اور حضور مسرور و شاداں ہیں"۔

یہی شاہ صاحب انتباہ فی سلاسل الاولیاء اللہ میں لکھتے ہیں:

"تھوڑی شیرینی پر عموماً خواجگانِ چشت

---

[1] انفاس العارفین (اردو) حضور کی نیاز کی اشیاء کی مقبولیت المعارف گنج بخش روڈ، لاہور ص ۱۰۶

[2] الدرالثمین فی مبشرات النبی الامین کتب خانہ علویہ رضویہ فیصل آباد ص ۴۰

marfat.com

گفت گوست لیکن طعام حلال است وہمچنیں ست حکم گوشت ۔ مثلاً اگر شخصے بگوید کہ دو من گوشت نذر سید احمد کبیر بعد برآمدن حاجت خود خواہم خورانید گوشت حلال است و اگر بگوید کہ گوشتِ گاؤ خواہم خورانید نیز درست است و اگر بہمیں قصد گاؤ را نذر کند نیز روا ست چرا کہ مقصودش گوشت ست ۔ وہمچنیں اگر گاؤ زندہ بنام سید احمد کبیر کسے را بدہد بطوریکہ نقد می دہند روا ست وگوشت آں حلال است[۱]"۔ ہم درآں ست "اگر ہمیں طور نذر برائے اولیائے گزشتگان قدس اللہ اسرارہم کند روا ست ۔ ایں قدر فرق ست کہ بسبب انتقال از عالمِ دنیا بعالمِ برزخ منتفع بنقد وجنس و طعام نمی توانند شد بلکہ ثواب صرف آں اللہ تعالیٰ بارواح مطہرۂ ایشاں میرساند پس احوالِ ایشاں درحالت حیات و ممات برابر ست[۲]"۔ باز می گوید "اگر نذر کند کہ بشرط برآمدن حاجت خود گاؤ دو سالہ فربہ نیاز حضرت غوث الاعظم خواہد کرد پس حکم ایں مثل حکم طعام ست ۔ اگر نذر بطریق حسن است ہیچ خلل نہ و اگر قبیح ست فعلش حرام است وحیوان حلال[۳]"۔ ایں یازدہ قول ست بعد ایام یازدہم شریف حضرت غوثِ اعظم قطبِ اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سہ از امام الطائفہ بالا گزشت و دو از شاہ عبد العزیز صاحب عنقریب می آید و باللہ التوفیق والہدایۃ الی سواء الطریق ۔

کا صدقہ درمیان میں آئے تو اس کے حرام ہونے کا کیا موقع؟ —— تقریرِ مذکور میں یوں لکھا ہے :

(۹) "اگر کوئی شخص نذر مانے کہ اگر میری فلاں حاجت بر آئے تو اس قدر حضرت سید احمد کبیر کی نیاز کروں گا اور ان کی نیاز کا اتنا کھانا لوگوں کو کھلاؤں گا —— اگرچہ اس نذر میں کلام ہے مگر کھانا حلال ہے ۔ یہی حکم گوشت کا بھی ہے —— مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ میں اپنی حاجت بر آنے کے بعد سید احمد کبیر کی نذر کا دو من گوشت کھلاؤں گا تو گوشت حلال ہے —— اور اگر اسی قصد سے گائے کو نذر کرے تو بھی روا ہے —— اس لیے کہ اس کا مقصود گوشت ہے —— اسی طرح اگر زندہ گائے سید احمد کبیر کے نام پر کسی کو دے دے جیسے نقد دیتے ہیں، تو بھی جائز ہے اور اس کا گوشت حلال ہے ۔"

(۱۰) اُسی میں ہے : "اسی طرح اگر گزشتہ اولیا قدس اللہ اسرارہم کے لیے نذر کرے تو جائز ہے —— فرق اتنا ہے کہ وُہ عالمِ دنیا سے عالمِ برزخ میں انتقال کر جانے کے سبب نقد وجنس اور طعام سے نفع اندوز نہیں ہو سکتے بلکہ صرف ان کا ثواب اللہ تعالیٰ ان کی ارواح پاک کو پہنچاتا ہے —— تو ان کے احوال بحالتِ حیات اور بعد وفات برابر ہیں ۔"

(۱۱) آگے لکھا ہے : "اگر نذر کرے کہ میری حاجت بر آئے تو دو سال کی فربہ گائے حضرت "غوث الاعظم" کی نیاز کروں گا —— تو اس کا حکم بھی حکمِ طعام کی طرح ہے ۔

---

۱ و ۲ و ۳ رسالہ زبدۃ النصائح

marfat.com

منقطع شد و ملال بر یاراں غالب آمد آنگاہ زنے
بیامد طبق برنج و شیرینی بر سر و گفت کہ نذر کردہ بودم
کہ اگر زوجِ من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ
بہ نشینندگان درگاہ مخدوم اللہ دیا رسانم دریں وقت
آمد ایفائے نذر کردم و آرزو کردم کہ کسے آں جا
باشد تا تناول کند۔[۱]"

مولانا[۲] شاہ عبدالعزیز صاحب در تحفہ اثنا عشریہ
فرمایند: "حضرت امیر و ذریۃ طاہرہ او را تمام اُمت
بر مثال پیراں و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ را
وابستہ بایشاں می دانند و فاتحہ و درود و صدقات
و نذر و منت بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ
با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔"
ایں عبارت سراپا بشارت کہ حرف حرفش بر سر
مخالف برقے ست خاطف یا ریحے قاصف حرف
حرف بخاطر باید داشت و از مخالفان پرسید کہ
شاہ صاحب بطور شما جمیع اُمۃ را صراحۃ گمراہ و
مشرک گفتند یا نہ و خود اینچنیں امور را تجویز و تحسین
نمودہ کافر و مشرک شدند یا نہ۔ بر تقدیر اول امام
الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کہ غلامان غلام و مرید
مرید ایشاں ست در صراطِ مستقیم بمدح ایشاں

کہ کچھ کھا کر جاؤ۔ توقف فرمایا، یہاں تک کہ لوگوں کی
آمد و رفت ختم ہو گئی اور دوستوں پر اکتاہٹ غالب
آ گئی، اُس وقت ایک عورت چاول اور شیرینی کا طبق
سر پر لیے آئی اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرے
شوہر آجائیں تو اُسی وقت یہ کھانا پکا کر مخدوم اللہ دیا
کی درگاہ کے حاضرین کے پاس پہنچاؤں گی، شوہر اسی
وقت آئے میں نے نذر پوری کی اور میری آرزو تھی کہ
کوئی وہاں موجود ہو جو اسے تناول کرے۔"

(۶) مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں
فرماتے ہیں: "حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ اور ان
کی اولاد پاک کو تمام اُمت پیروں اور مرشدوں کی طرح
مانتی ہے اور امورِ تکوینیہ ان سے وابستہ جانتی ہے
اور ان کے نام فاتحہ و درود اور صدقات کا معمول ہے
اور ایسے ہی تمام اولیاء اللہ کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔"
یہ عبارت سراپا بشارت جس کا ایک ایک حرف
مخالف کے سر پر برقِ خاطف یا تباہ کُن بگولا ہے
دل میں محفوظ رکھنا چاہیے اور مخالفین سے پوچھنا چاہیے
کہ شاہ صاحب نے تمہارے طور پر ساری امت کو
صاف صاف گمراہ اور مشرک بتایا یا نہیں؟ اور
خود اس طرح کی باتوں کو جائز اور عمدہ بتا کر کافر و
مشرک ہوئے یا نہیں؟ بر تقدیر اول، امام الطائفہ
اسمٰعیل دہلوی جو ان کے غلاموں کا غلام، اور ان کے

۱؎ انفاس العارفین (اردو) دعوتِ مخدوم الہدیہ المعارف گنج بخش روڈ۔ لاہور ص ۱۱۲
۲؎ تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

marfat.com

ثانی طائفہ دربارۂ دست برداشتن بدعائے تعزیہ بالا شنیدی واینک معلم اول وامام معول طائفہ دررسالہ بدعت چناں نغمہ سرا "طریق ثانی آنکہ مطلق بالنظر الیٰ ذاتہ حکمے از احکام شرعیہ متعلق گردد۔ پس مطلق بنظر ذات خود در جمیع خصوصیات ہماں حکم اقتضا می نماید گو در بعض افراد بحسب عوارض خارجیہ حکم مطلق مختلف گردد (الی ان قال) در تحقیق حکم صورت خاصہ کسیکہ دعوی جریان حکم مطلق در صورت خاصہ مبحوث عنہا می نماید ہماں ست متمسک بہ اصل کہ در اثبات دعوٰی خود حاجت بدلیلے نہ دارد۔ دلیل او ہماں حکم مطلق ست وبس[1] الخ حضرت والد قدس سرہ الماجد ایں اصل منیف وقاعدۂ شریف را تحقیقِ بالغ وتنقیحِ بازغ دراصول الرشاد افادہ وارشاد فرمودہ اند آنجا باید جست۔

یہ سبھی تعینات (اوقاتِ معیّنہ) اطلاق کی بناء پر بطور بدلیت وہ عمل واقع کیے جانے کے قابل تھے، مگر ان ہی میں سے کسی کو کسی مصلحت کی وجہ سے اختیار کرتے ہیں ـــ بغیر اس کے کہ وقتِ معین کو صحت کی بنیاد یا حلت کا مدار یا ثواب دئے جانے کا مناط جانیں۔ ظاہر ہے کہ اس تقیید کی وجہ سے مقید، مطلق کا فرد ہونے سے خارج نہ ہوگا، اور مطلق کا جو حکم ہے وہ اس کے تمام افراد میں جاری ہوگا جب تک کہ کسی فرد خاص سے متعلق خاص طور پہ ممانعت وارد نہ ہو ـــــ تو ایسے مقام میں راہ یہ نہیں کہ جائز کہنے والے سے خصوصیت کا ثبوت مانگیں بلکہ راہ یہ ہوگی کہ اس فرد خاص سے متعلق ممانعت کی صراحت شریعت سے نکالیں۔ اس طائفہ کے معلم ثانی کی عبارت دعائے تعزیت میں ہاتھ اٹھانے سے متعلق اوپر گزری، اور یہ طائفہ کے معلم اوّل اور امام معتمد "رسالۂ بدعت" میں یوں نغمہ سرا ہیں" دوسرا طریقہ یہ کہ خود ذاتِ مطلق کی جانب نظر کرتے ہوئے اس سے کوئی حکمِ شرعی متعلق ہو، تو مطلق اپنی ذات کے لحاظ سے تمام خصوصیات میں اُسی حکم کا مقتضی ہوگا، گو بعض افراد میں خارجی عوارض کے اعتبار سے مطلق کا حکم مختلف ہو جائے (آگے لکھا) صورتِ خاص کے حکم کی تحقیق میں جو شخص زیر بحث خاص صورت کے اندر بھی مطلق کا حکم جاری ہونے کا دعوٰی رکھتا ہے وہی اصل سے تمسّک کرنے والا ہے، جسے اپنا دعوٰی ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ دلیل وہی حکم مطلق ہے اور بس" الخ حضرت والد قدس سرہ الماجد نے اس اصل اور قاعدے کی کامل اور روشن تحقیق وتنقیح اصول الرشاد میں افادہ فرمائی ہے وہاں سے اسے طلب کرنا چاہئے۔ (ت)

من باول سخن بازگردم فاقول باز اگر دریں وقت معین مرجحے حامل بر اختیارش فی نفسہ موجود ست فبہا ورنہ ہنگام

میں پھر پہلی گفتگو کی طرف پلٹتا ہوں۔ **اقول** پھر اگر اس وقت معین کی ذات میں خود کوئی ترجیح دینے والی

---

[1] رسالہ بدعت (معلم اول)

شخصے بزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود، اورا ذبح کردہ وپختہ فاتحہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست[1]"۔

ایں لفظ "خواندہ بخوراند" نیز نگاہ داشتن است کہ بسیارے از منکرین ایں را ہم مناطِ انکار سازند وگویند اگر ایں اجتماع اطعام وقراءت جائز بودے تاہم بایستے کہ خوراندہ خواند نہ کہ خواندہ خوراند کہ عبث و باطل ست جواب کامل ازیں شبہہ باطل در "بارقہ شارقہ" یاد کردہ ایم ہمچناں ایں لفظ غوث الاعظم بر دل نگاشتنے کہ برایمان تقویۃ الایمان صراحۃً شرک است۔ طرفہ تر آنکہ اتباع جہول طعام فاتحہ را حرام و مردار دانند و امام الطائفہ طعام وگوشت گاؤ نذرِ اولیا ہمہ را حلال می خواند بشرطیکہ تقرب بذبح بسوئے میت نباشد وسپیدی گوید کہ "جانورے کہ نذرِ اولیا کردہ باشند اگرچہ چنداں نذر بروجہ حرام قبیح ہم کنند۔ تاہم در حلت جانورے سخنے نیست" فکیف کہ نذر اولیا بروجہ حسن باشد چہ جائے آنکہ محض بے نذر ایصالِ ثواب شود چہ محل آنکہ از ذبح جانور و اراقت دم اثرے نبود۔ ہمیں قراءت قرآنے و تصدق طعامے بمیان آید مگر در تقریر مذکور چناں می نگارد۔ اگر شخصے نذر کند کہ اگر فلاں حاجت من برآید ایں قدر نیاز حضرت سید احمد کبیر بکنم و ایں قدر طعام نیاز ایشاں مردم را بخورانم اگرچہ دریں نذر

کی ہے: "اگر کوئی شخص کسی بکری کو گھر میں پالے تاکہ اس کا گوشت عمدہ ہو، اس کو ذبح کرکے اور پکا کر حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلائے تو کوئی خلل نہیں ہے۔"

یہ لفظ "پڑھ کر کھلائے" بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بہت سے منکرین اسے مدارِ انکار بناتے ہیں اور کہتے ہیں اگر کھلانے اور پڑھنے کا اجتماع جائز ہوتا تو بھی چاہیے تھا کہ کھلا کر پڑھے نہ کہ "پڑھ کر کھلائے" کہ عبث اور باطل ہے ___ اس باطل شبہہ کا کامل جواب ہم نے بارقہ شارقہ میں بیان کیا ہے۔

اسی طرح یہ لفظ "غوثِ اعظم" بھی دل پر لکھ رکھنے کے قابل ہے کہ "تقویۃ الایمان" کی رو سے کھلا ہوا شرک ہے ___ طرفہ تر یہ کہ نادان متبعین تو فاتحہ کے کھانے کو حرام و مردار جانتے ہیں اور امام الطائفہ اولیاء کی نذر کے کھانے اور گائے کے گوشت سب کو حلال کہتا ہے بشرطیکہ ذبح سے میت کی جانب تقرب مقصود نہ ہو ___ اور صاف کہتا ہے کہ "جو جانور اولیا کی نذر کیا ہوا اگرچہ ایسی نذر حرام قبیح طور پر بھی کرتے ہیں پھر بھی جانور کے حلال ہونے میں کلام نہیں ___ پھر اولیاء کی نذر عمدہ طور پر ہو تو حرمت کیسے؟ ___ پھر بغیر نذر کے محض ایصالِ ثواب ہو تو وہ حرام کیسے؟ ___ پھر جانور کو ذبح کرنے اور خون بہانے کا کوئی نام ونشان بھی نہ ہو صرف قرآن کی قراءت اور طعام

---

[1] رسالہ زبدۃ النصائح

سے تعیین و توقیت کا کوئی نام و نشان بھی نہیں ہے۔ دُور کیوں جایئے اور تعیینِ ایام و اوقات کی بات کیوں کیجئے، وہاں تو دسیوں اعمال و اشغال اور ہیآت و طُرُق ایجادی اور اختراعی ایسے موجود ہیں جن کا قرونِ سابقہ میں نہ کوئی نام و نشان تھا، نہ ذکر و خبر۔ ان حضرات کو ان کی ایجاد اور ابتداع کا خود اقرار ہے۔

(۱) شاہ ولی اللہ القول الجمیل میں لکھتے ہیں: "ہماری صحبت اور ہماری تعلیم آداب طریقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہے اگرچہ ان آداب اور ان اشغال کی تعیین حضور سے ثابت نہیں۔" (ت)

مولوی خرم علی در ترجمہ این عبارت گفت۔[۱] (۲) مولوی خرم علی شاہ صاحب کی مذکورہ بالا عربی عبارت کا ترجمہ یہ لکھتے ہیں: (ت)

"ہماری صحبت اور طریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک، اگرچہ تعیین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں[۱]" اھ ملخصاً

ہم در شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل گوید۔[۳] (۳) یہی صاحب القول الجمیل کے ترجمہ شفاء العلیل میں لکھتے ہیں: (ت)

"حضرت مصنف محقق نے کلامِ دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہاتِ ناقصین کو جڑ سے اُکھاڑا۔ بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے[۲]" الخ

ہمدران از شاہ عبدالعزیز صاحب آرد۔ (۴) اسی میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کرتے ہیں: (ت)

"مولانا حاشیے میں فرماتے ہیں اور اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات اور ہیات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے[۳]" الخ

باز خود می گوید۔[۵] (۵) پھر خود لکھا ہے: (ت)

"یعنی ایسے امور کو مخالفِ شرع یا داخل بدعت سیئہ نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ بعضے کم فہم سمجھتے ہیں[۴]"

---

[۱] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل	فصل ۱۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۱۷۳
[۲] "	"	"	" ۱۰۷
[۳] "	"	"	" ۵۱
[۴] "	"	"	"

اگر نذر بطورِ حسن ہے تو کوئی خلل نہیں، اور اگر قبیح طور پر ہے تو اس کا فعل حرام ہے اور جانور حلال ہے"۔ یہ گیارہ اقوال ہیں حضرت غوثِ اعظم قطبِ اکرم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی گیارھویں کے ایام کی تعداد کے برابر — اور تین اقوال امام الطائفہ کے اوپر گزرے، اور دو قول شاہ عبدالعزیز صاحب کے عنقریب آرہے ہیں، اور خدا ہی سے توفیق اور راہِ راست کی ہدایت ہے۔ (ت)

سخن گفتن ماند از تعیینِ اوقات کہ در مردماں رائج ست ہمچوں سوم وچہلم وسرسال وششماہ **اقول** وبحول اللہ اصول توقیت یعنی کارے را وقت معین داشتن بر دوگونہ است شرعی وعادی۔ شرعی آنکہ شرع مطہر عملے را وقتے تعیین فرمودہ است کہ در غیر او اصلاً صورت نہ بندد واگر بجائے آرند آں عمل شرعی نہ کردہ باشند۔ چوں ایامِ نحر مر اضحیہ را یا آنکہ تقدیم و تاخیرش ازاں وقت ناروا باشد چوں اشہر حرم مر احرام حج را یا آنکہ ثوابیکہ در غیر او نیابند چوں ثلث لیل مر نماز عشا را وعادی آنکہ از جانب شرع اطلاق است ہر وقتیکہ خواہند بجا آرند۔ اما حدث را از زمان ناگزیرست و وقوع در زمان غیر معین محال عقلی کہ وجود وتعین مساوق ہمدگر است۔ پس از تعین چارہ نیست۔ این ہمہ تعینات بر بناءِ اطلاق علٰی وجہ البدلیۃ صالح ایقاع بود ازینہا یکے را بر بناءِ مصلحتے اختیار کنند بے آں کہ وقت معین را مبنائے صحت یا مدار حلت یا مناط اثابت دانند پیداست کہ بایں تقیید مقید از فردیت مطلق بر نیاید و حکمے کہ مطلق راست در جمیع افرادش ساری باشد مالم یرد منع عن خصوص خصوصاً پس ہمچو جا سبیل نہ آنست کہ ثبوت خصوصیت از مجوز جویند بلکہ آنکہ تصریح بمنع ایں خاص از شرع بر آرند۔ عبارت معلم

اب وقت معین کرنے سے متعلق گفتگو کرنی ہے جس کا لوگوں میں رواج ہے، جیسے سوم، چہلم، ایک سال، چھ ماہ۔ **اقول** وبحول اللہ اصول (میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی دی ہوئی قوت سے حملہ کرتا ہوں) توقیت یعنی کسی کام کے لیے وقت مقرر کرنے کی دو صورتیں ہیں: شرعی اور عادی۔

○ شرعی یہ کہ شریعتِ مطہرہ نے کسی کام کے لیے کوئی وقت مقرر فرما دیا ہے کہ (i) اس کے علاوہ وقت میں وہ ہو ہی نہیں سکتا، اور اگر کریں تو وہ عمل شرعی ادا نہ ہوگا، جیسے قربانی کے لیے ایامِ نحر۔

(ii) یا یہ کہ اس وقت سے اس عمل کو مقدم یا مؤخر کرنا ناجائز ہو، جیسے احرامِ حج کے لیے حرمت والے مہینے (شوال، ذی قعدہ، ذوالحجہ)۔

(iii) یا یہ کہ اس وقت میں جو ثواب ہو وہ دوسرے وقت میں نہ ملے، جیسے نمازِ عشا کے لیے تہائی رات۔

○ عادی یہ کہ شریعت کی جانب سے کوئی قید نہیں جب چاہیں عمل میں لائیں — لیکن حدث (کام ہونے) کے لیے زمانہ ضروری ہے، اور زمانہ غیر معین میں وقوع محال عقلی ہے، اس لئے کہ وجود اور تعین ایک دوسرے کے مساوق (ساتھ ساتھ) ہیں، تو تعین سے چارہ نہیں۔

marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زیارتِ شہدائے احد را
سرسال مقرر فرمودند کما سیأتی و آمدن مسجد قبا را
روز شنبہ[1] کما فی الصحیحین عن ابن عمر
رضی اللہ تعالٰی عنہما و روزہ شکر رسالت را
روز دوشنبہ[2] کما فی صحیح مسلم عن ابی قتادۃ
رضی اللہ تعالٰی عنہ و باصدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی
عنہ مشاورۂ دینی صبح و شام[3] کما فی صحیح البخاری
عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی
عنہا وانشائے سفر جہاد را پنجشنبہ[4] کما فیہ عن
کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ و طلبِ علم را
دوشنبہ[5] کما عند ابی الشیخ وابن حبان و
الدیلمی بسند صالح عن انس بن مالک رضی اللہ
تعالٰی عنہ وعبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ
وعظ و تذکیر را روز پنجشنبہ[6] کما فی صحیح البخاری
عن ابی وائل و علماء ہدایت درس را روز چہارشنبہ[7]
کما فی تعلیم المتعلم للامام برہان الاسلام

ان کو، ان کی سرکشی اور زیادتی میں چھوڑ اور آثار و احادیث
کی جانب متوجہ ہو تاکہ ہم کچھ تعیینات عادیہ تجھے سنائیں:
(۱) اسی قبیل سے ہے جو حدیث میں آیا کہ حضور پرنور
سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کی
زیارت کے لیے سرسال کا وقت مقرر فرمالیا تھا، جیسا
کہ آگے ذکر آرہا ہے۔ (۲) اور سنیچر کے دن مسجد قبا
میں تشریف لانا، جیسا کہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے۔
(۳) اور شکرِ رسالت کے لیے دوشنبہ کا روزہ جیسا
کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے
مروی ہے (۴) اور صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے
دینی مشاورت کے لیے وقتِ صبح و شام کی تعیین، جیسا کہ
صحیح بخاری میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی
ہے۔ (۵) اور سفر جہاد شروع کرنے کے لیے پنجشنبہ کی
تعیین، جیسا کہ اسی صحیح بخاری میں حضرت کعب بن مالک
رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ (۶) اور طلبِ علم

۱ صحیح مسلم	باب فضل مسجد قباء	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۴۴۸
۲ "	باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام الخ	" " "	۱/ ۳۶۸
۳ صحیح البخاری	باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینۃ	" " "	۱/ ۵۵۲
۴ "	باب من اراد غزوۃ الخ	" " "	۱/ ۴۱۴
۵ الفردوس بماثور الخطاب	حدیث ۲۳۷	دار الکتب العلمیہ بیروت	۱/ ۷۸
کنز العمال	حدیث ۲۹۳۴۰	موسسۃ الرسالہ بیروت	۱۰/ ۲۵۰
۶ صحیح البخاری	باب من جعل لاہل العلم ایاما معلومۃ	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۱۶
۷ تعلیم المتعلم	فصل فی بدایۃ السبق	مطبع علیمی دہلی	ص ۴۳

marfat.com

نساوی ارادۂ مختار ترجیح را بسند ست چنانکہ در دو
جام تشنہ و دو راہ راہے مشاہدہ کنی۔ علی الاول مصلحت
عیان ست وعلی الثانی کم نہ ازاں کہ این تعیین
باعثِ تذکیر و تنبیہ و مانع تسویف و تفویت باشد
ہر عاقل از وجدان خود یابد کہ چوں کارے را وقتے
معین بنہند آمدن وقت یادش دہد ورنہ بسا باشد
کہ از دست رود۔ از ہمیں جاست اوقات معین کردن
ذاکرین وشاغلین و عابدین مر ذکر و شغل عبادت را
یکے پیش از نماز صبح صد بار کلمہ طیبہ بر خود گرفتہ است۔
دیگرے پس از نمازِ عشا صد بار درود و اگر این توقیت
را از اقسام ثلثہ توقیت شرعی ندانند زنہار از شرع
معاتب نشوند جانِ برادر اگر بقول الجمیل شاہ ولی اللہ
و صراط مستقیم امام الطائفہ وغیرہا کتب ایں فن
کہ اکابر و عمائد طائفہ تصنیف کردہ اند رجوع آرے
چیز ہا ازین تعینات ملتزمہ یابی کہ زنہار از تاقیت
شرعی نشانے ندارد۔ ہیہات خود از تعیین ایام و
اوقات چہ گوئی آنجا نو دہاست از اعمال و اشغال و
طرق و ہیات محدثہ و مخترعہ کہ در قرون سالفہ از انہا
اثرے و خبرے پیدا نبود و اینان را باحداث و
ابتداع آنہا خود اعتراف است۔ شاہ ولی اللہ
در قول الجمیل گویند: "صحبتنا و تعلمنا آداب الطریقۃ
متصلہ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وان لم یثبت تعین الآداب ولا تلک الاشغال[1]"۔

چیز موجود ہے جو اسے اختیار کرنے کی باعث ہے
تو ٹھیک ہے۔ ورنہ جب تمام اوقات یکساں اور
برابر ہوں تو صاحبِ اختیار کا ارادہ ترجیح دینے کے لیے
کافی ہے، جیسے دو جام یکساں ہیں اور پیاسا اپنے
ارادے سے کسی ایک کو ترجیح دے کر اختیار کرتا ہے۔
اسی طرح دو راہیں یکساں ہیں اور چلنے والا کسی ایک
کو اختیار کر لیتا ہے۔ پہلی صورت میں تو مصلحت خود عیاں
ہے —— اور دوسری صورت میں کم از کم اتنا ضرور
ہے کہ اس کو معیّن کر لینے سے یاد دہانی اور آگاہی
ہو گی اور یہ ٹلنے اور فوت کر ڈالنے سے مانع ہو گی
ہر عقل والے کا وجدان خود گواہ ہے کہ جب کسی کام
کے لیے کوئی وقت معیّن رکھتے ہیں تو جب وقت آتا
ہے وہ کام یاد آجاتا ہے ورنہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ
فوت ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ذاکرین، شاغلین،
عابدین اپنے ذکر و شغل اور عبادت کے لیے اوقات
معیّن کر لیتے ہیں۔ کسی نے نمازِ صبح سے پہلے سو بار کلمہ
طیّبہ پڑھنا اپنے ذمّہ کر لیا ہے، کسی نے نمازِ عشاء
کے بعد سو بار درود پڑھنا مقرر کر لیا ہے ——
اگر اس تعیین و توقیت کو توقیتِ شرعی کی تینوں قسموں
سے نہ جانیں تو شریعت کی جانب سے ان پر ہرگز کوئی
عتاب نہیں —— جانِ برادر! اگر شاہ ولی اللہ کی
القول الجمیل، امام الطائفہ کی صراطِ مستقیم اور ان کے
علاوہ اس طائفہ کے اکابر و عمائد کی تصنیف کردہ اس
فن کی کتابیں دیکھو تو ان میں از خود لازم کیے ہوئے تعینات سے بہت سی چیزیں پاؤ گے جن میں شریعت کی جانب

[1] القول الجمیل معہ ترجمہ شفاء العلیل فصل ۱۱ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

marfat.com

درو ے کم از تذکیر و تیسیر نیست۔ ہم ازیں باب ست تعینات مردم در سوم و چہلم و شش ماہ سرسال کہ بعضے ازانہا مصلحتے خاص دارد و بعض آخر بقصد آسانی و یاددہانی معتاد و معہود گردید ولا مشاحۃ فی الاصطلاح۔

اسی طرح حضرت ابنِ مسعود کا مقصود یہ نہ تھا کہ پنج شنبہ کے علاوہ کسی اور دن[1] وعظ نہیں، یا دوسرے[2] دن اس کا جواز نہیں، یا دوسرے[3] دن یہ اجر فوت ہو جائے گا، یا شرعِ[4] مطہر نے یہ تعیین فرمائی تھی۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہی ایک عادت مقرر کر لی تھی تاکہ ہر ہفتہ میں مسلمانوں کی تذکیر کا کام انجام دیتے رہیں، اور دن متعین ہونے کی وجہ سے طالبانِ خیر آسانی سے جمع ہو جائیں ـــ اسی طرح باقی امور کو قیاس کرو۔ ہاں ان میں سے بعض میں کوئی الگ مرجّح بھی موجود ہے، جیسے دوشنبہ کے دن بعثت کا وقوع اور علمِ نبوت کا حصول ـــ اور پنجشنبہ کو صبح سویرے نکلنے میں عظیم برکت کا وجود ـــ اور چہارشنبہ (بدھ) کو شروع کرنے میں تکمیل کی اُمید ـــ کہ یہاں ایک حدیث ذکر کرتے ہیں کہ "جو کام بھی چہارشنبہ کو شروع کیا جائے وُہ پُورا ہو"۔ اور بعض دیگر میں یہی ترجیح ارادی ہے جس میں کم از کم یاددہانی اور آسانی کی مصلحت ضرور کارفرما ہے۔ اسی باب سے سوم، چہلم، چھ ماہ اور انتہائے سال کے تعینات جو لوگوں نے جاری کر رکھے ہیں۔ ان میں سے بعض میں کوئی خاص مصلحت بھی ہے اور بعض دیگر آسانی و یاددہانی کے خیال سے رائج و معمول ہیں۔ اور اصطلاح میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ (ت)

اینجا کلام مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کہ امام الطائفہ راعم نسب و پدر و جد طریقت بود شنیدن دارد۔ در تفسیر عزیزی زیرِ قولہ عزّ وجل والقمر اذا اتسق فرمود۔ وارد ست کہ مردہ دریں حالت مانند غریقے ست کہ انتظار فریادرسی می برد۔ وصدقات و ادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار او می آید وازیں ست کہ طوائف بنی آدم تا یکسال و علی الخصوص تا یک چلہ از موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند[1]۔ اھ

یہاں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی (جو امام الطائفہ کے نسبی چچا، علمی باپ اور طریقت میں دادا تھے) کا کلام سُننے کے قابل ہے۔ تفسیر عزیزی میں قولِ باری عزّ وجل "والقمر اذا اتسق" کے تحت فرماتے ہیں: "وارد ہے کہ مُردہ اس حالت میں کسی ڈوبنے والے کی طرح فریادرسی کا منتظر ہوتا ہے اور اس وقت صدقے، دُعائیں اور فاتحہ اسے بہت کام آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ، موت سے ایک سال تک، خصوصاً چالیس دن تک اس طرح کی امداد میں بھرپور کوشش کرتے ہیں"۔ اھ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی آیہ والقمر اذا اتسق کے تحت مذکور ہے لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

امامُ الطائفہ در صراطِ مستقیم سراید: "محققان از اکابر مرطریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بناءً علیہ مصلحت دید و وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت است تعین کردہ و تجدید اشغال نمودہ شود[1]"۔ اھ ملخصاً

و در حالِ پیرِ خود گوید: "در تلقین و تعلیم طریقہ چشتیہ بازوئے ہمت کشادند و تجدید اشغالے کہ ایں کتاب مستطاب براں محتوی گردیدہ فرمودند[2]"۔

سبحان اللہ! اینان کہ بر اصل شما صراحۃً احداث فی الدین کردند و قطعاً چیزہا برآوردند کہ قرون سابقہ ازانہا خبرے نداشتند، ضال و مبتدع نباشند بلکہ ہمچناں امام و مقتدا و عرفا و علماء مانند دیگراں برہمیں قدر جرم کہ چند امور محمودہ ثابتہ فی الشرع را جمع نمودند و فعل آنہارا از جملہ اوقات جائزہ فی الشرع وقتے معین گرفتند، معاذ اللہ گمراہ و بدعتی شوند۔ للہ انصاف ایں حکم بیجا را چہ گفتہ آید، مگر شریعت کارے خانگی شماست کہ ہر چوں کہ خواہید پہلو گردانید۔ ہان وہان اے طالب حق اینان را در طغیان و عدوان اینان بگذار، و روئے بآثار و احادیث آر تا چیزے از تعینات عادیہ بر تو خوانیم ازین قبیل ست انچہ در حدیث آمد کہ حضور پر نور سید عالم

(۶) امام الطائفہ نے صراطِ مستقیم میں لکھا ہے: "محققین اکابر نے تجدیدِ اشغال کے طریقے میں بڑی کوششیں کی ہیں، اسی بنا پر مصلحت اور وقت کا تقاضا یہ ہوا کہ اس کتاب کا ایک باب اس وقت کے مناسب اشغالِ جدیدہ کے بیان کے لیے معین کیا جائے اور اشغال کی تجدید عمل میں لائی جائے"۔ اھ ملخصاً

(۷) اپنے پیر کے حال میں لکھا ہے: "طریقۂ چشتیہ کی تلقین و تعلیم میں بازوئے ہمت کشادہ کیا، اور ان اشغال کی تجدید فرمائی جن پر یہ کتاب مستطاب مشتمل ہے"۔

سبحان اللہ! یہ لوگ جو تمھارے قاعدے کے مطابق صراحۃً "احداث فی الدین" اور کھلی ہوئی بدعت جاری کرنے کے مرتکب ہیں، اور بلاشبہ ایسی چیزیں ایجاد کی ہیں جن کی قرونِ سابقہ میں کوئی خبر نہیں، وُہ تو گمراہ اور بدعتی نہ ہوں بلکہ ویسے ہی امام و مقتدا، اور عرفاء و علماء رہیں ـــــ دُوسرے صرف اتنے جُرم پر کہ اُنھوں نے شریعت میں ثابت چند پسندیدہ امور کو یکجا کر دیا، اور ان کو عمل میں لانے کیلئے شریعت میں جائز اوقات میں سے ایک وقت معین کر لیا، معاذ اللہ گمراہ اور بدعتی ہو جائیں ـــ للہ انصاف! اس بے جا حکم اور ناروا زبردستی کو کیا کہا جائے، شاید شریعت تمھارے گھر کا کاروبار ہے کہ جیسے چاہو اُلٹ پھیر کرتے رہو ہوشیار، ہوشیار اے طالبانِ حق

---

[1] صراطِ مستقیم مقدمۃ الکتاب باب اول المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۷ و ۸

[2] " باب چہارم " " ص ۱۶۶

marfat.com

دار العمل بدار الثواب والاہر روز کہ این عمل واقع شود موجب فلاح ونجات ست وخلف را لازم ست کہ سلف خود را باین نوع بر و احسان نماید[1] ۔ باز تعیین سر سال والتزامش را سند از احادیث آوردند کہ ابن المنذر وابن مردویہ از انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردند ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یاتی احدا کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشھداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار[2] یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال باحد تشریف ارزانی میداشت، چوں بردرۂ کوہ می رسید برگور شہیداں سلام می کردومی فرمود سلام باد بشما بر شکیبائی شما۔ پس چہ نیکوست سرائے آخرت، و امام ابن جریر در تفسیر خودش از محمد بن ابراہیم روایت نمود وقال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یأتی قبور الشھداء علی رأس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر وعمر وعثمٰن[3] یعنی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر ہر سال بر خاک شہدا قدم رنجہ می فرمودومی گفت سلام علیکم الآیۃ ۔ بعدہ حضرت صدیق وفاروق وذی النورین نیز ہمچناں میکردند رضی اللہ

روزِ عرس کا تعین اس لیے ہے کہ وہ دن دار العمل سے دار الثواب کی جانب ان کے انتقال فرمانے کی یاددہانی کرنے والا ہے ورنہ جس دن بھی یہ کام ہو فلاح ونجات کا سبب ہے ۔ اور خلف پر لازم ہے کہ اپنے سلف کے لیے اس طرح کی بھلائی اور نیکی کرتا رہے۔ پھر سال کے تعین اور اس کے التزام کے سلسلے میں احادیث سے سند ذکر فرمائی کہ ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال اُحد تشریف لاتے، جب درہ کوہ پر پہنچتے تو شہیدوں کی قبر پر سلام کرتے اور فرماتے : تمھیں سلام ہو تمھارے صبر پر کہ دارِ آخرت کیا ہی عمدہ گھر ہے" اور امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت محمد بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی خاک پر قدم رنجہ فرماتے اور کہتے تم پر سلام ہو — آخر تک — حضور کے بعد حضرت صدیق و فاروق اور ذی النورین بھی ایسا ہی کرتے ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔

---

[1] زبدۃ النصائح

[2] درمنثور بحوالہ ابن منذر وابن مردویہ زیر آیۃ سلام علیکم الخ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۴/۵۸

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) مطبعۃ میمنۃ مصر ۱۳/۸۴

الزرنوجی حکایت کردش از استاد خود امام برہان الدین
مرغینانی صاحب ہدایہ وگفت ھکذا کان یفعل
ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] صاحب تنزیہہ
الشریعۃ فرمود وکذا کان جماعۃ من اھل العلم[2]
اینہمہ ہا ازباب توقیت عادی ست حاشا کہ مراد
سیدالاسیاد علیہ افضل الصلوٰۃ من الملک الجواد آن
باشد کہ زیارت جز بر منتہائے سال زیارت نیست یا روا
نباشد یا اجرِ عظیمے کہ این روز بر بندہ نوازی وامت پروری
وتشریف مزارات شہدائے کرام بتراب اقدام برکت نظام
نصیب آن شاہ عالم پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کنند
روز دیگر نہ کنند ہمچناں مقصود ابن مسعود آن نہ بود کہ وعظ
جز بروز پنجشنبہ وعظ نیست یا در غیر او جوازنے یا روز
دیگر ایں اجر مفقود یا شرع مطہر این تعیین نمود۔ حاش
للہ، بلکہ ہمیں عادتے التزام فرمودہ تا ہر ہفتہ بتذکیر
مسلماناں پرداز و تعیین یوم طالبانِ خیر را باسانی جمع
وفراہم سازد۔ ہم بریں قیاس در امور باقیہ آرے
در بعضے ازانہا مزیتی جداگانہ حاصل ست ہمچو وقوع
بعثت وحصول علم نبوت در روز دوشنبہ وعظم برکت
در بکور پنجشنبہ درجائے اتمام در بدایت چارشنبہ
کہ حدیثے ذکر کنند ما من شئ بدئ یوم الاربعاء
الا تم[3] ودر بعض دیگر ہمیں ترجیح ارادی ست کہ مصلحت

کے لیے دوشنبہ کی تعیین، جیسا کہ ابوالشیخ، ابن
حبان اور دیلمی نے بسند صالح حضرت انس ابن
مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

(۷) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
وعظ وتذکیر کے لئے پنجشنبہ کا دن مقرر کیا، جیسا کہ
صحیح بخاری میں حضرت ابووائل سے مروی ہے۔

(۸) اور علما نے سبق شروع کرنے کے لیے بدھ کا
دن رکھا، جیسا کہ امام برہان الاسلام زرنوجی کی
تعلیم المتعلم میں ہے، انھوں نے اپنے استاد امام
برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ سے اس کی حکایت
فرمائی اور کہا کہ اسی طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ
عنہ کہا کرتے تھے۔ صاحب تنزیہہ الشریعۃ نے
فرمایا اور اسی طرح ایک جماعتِ علماء کا دستور رہا ہے۔

یہ سب توقیت عادی کے باب سے ہیں۔ حاشا
کہ سید سرداراں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد یہ ہو
کہ انتہائے سال کے علاوہ کسی دوسرے وقت
کی زیارت، زیارت[1] نہیں، یا جائز[2] نہیں، یا اس[3]
دن بندہ نوازی، امت پروری اور قدم مبارک کی
خاک پاک سے مزاراتِ شہدائے کرام کو شرف بخشنے پر
جو اجرِ عظیم اُس شاہ عالم پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
عطا ہوگا وُہ دوسرے دن نہ ملے گا۔

۱؎ تعلیم المتعلم — فصل فی بدایۃ السبق الخ — مطبع علیمی دہلی — ص ۴۳
۲؎ تنزیہہ الشریعۃ — باب ذکر البلدان والایام الخ — فصل ثانی حدیث ۲۴ — دارالکتب العلمیہ بیروت — ۲/۵۶
۳؎ تعلیم المتعلم — فصل فی بدایۃ السبق الخ — مطبع علیمی دہلی — ص ۴۳
تنزیہہ الشریعۃ — باب ذکر البلدان والایام الخ — فصل ثانی حدیث ۲۴ — دارالکتب العلمیہ بیروت — ۲/۵۶

marfat.com

وُہ اس کے اختیار میں ہے، ممانعت کا سبب نہیں ہو سکتا۔ یہ خاص کر لینے کی مثالیں، سب عرف اور عادت کی قسم سے ہیں جو ابتدار میں خاص مصلحتوں اور خفی مناسبتوں کی وجہ سے رُونما ہوئیں پھر رفتہ رفتہ عام ہوگئیں۔" الخ

ثم اقول بلکہ اگر اینجا خود ہیچ مصلحتے دینی نباشد تا عدمِ مصلحت وجود مفسدت نیست کہ موجب انکار این کار شود ورنہ مباح کجا رود۔ امام احمد در مسند بسند حسن از خاتونے صحابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا راوی ست حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود صیام السبت لا لك ولا علیك[1] روزہائے روز شنبہ نہ مرتراست نہ برتو علمار در شرحش فرمایند لا لك فیه مزید ثواب ولا علیك فیه ملام ولا عتاب[2] نہ ترا در وے افزونی ثوابے نہ بر تو در وے ملامتے وعتابے۔ روشن شد کہ تخصیص بے مخصص اگر نافع نیاید مضر ہم نباشد، وھو المراد۔ آرے ہر عامی کہ ایں تعین عادی را توقیت شرعی داند وگمان برد کہ ایصالِ ثواب در غیرایں ایّام صورت نہ بندد یا روا نہ باشد یا ثواب ایں ایام از ایام دیگر اتم ست واوفر بلاشبہہ غلط کار وجاہل و درین خاطی و مبطل ست، امّا این قدر گمان معاذاللہ در اصل ایمان خلل نیارد نہ موجب عذابِ قطعی و وعید حتمی گردد۔ چنانکہ امام الطائفہ در تقویۃ الایمان اعتقاد دارد و این جہالتِ فاحشہ او از جہل آں عامی بدرجہا بتر ست آں

ثمّ اقول بلکہ اگر یہاں خود کوئی دینی مصلحت نہ ہو (تو بھی حرام نہیں ہو سکتا) کیونکہ مصلحت نہ ہونے کا معنٰی یہ نہیں کہ مفسدہ موجود ہے کہ باعثِ انکار ہو جائے ورنہ مباح کہاں جائے گا؟

امام احمد مسند میں بسندِ حسن ایک صحابیہ خاتون رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنیچر کے روزے نہ تیرے لیے نہ تیرے اوپر —— علمار نے اس کی شرح میں فرمایا: نہ تیرے لیے اس میں کسی ثواب کی زیادتی ہے نہ اس میں تجھ پر کوئی عتاب اور ملامت ہے —— واضح ہوا کہ بے وجہ تخصیص کے خاص کر لینا اگر مفید نہ ہو تو مضر بھی نہ ہوگا، اور یہی ہمارا مقصود ہے۔

ہاں جو عامی شخص اس تعینِ عادی کو توقیتِ شرعی جانے اور گمان کرے کہ ان کے علاوہ دنوں میں ایصالِ ثواب ہوگا ہی نہیں، یا جائز نہیں، یا ان ایام میں ثواب دیگر ایّام سے زیادہ کامل و وافر ہے، تو بلاشبہہ وہ شخص غلط کار اور جاہل ہے اور اس گمان میں خطا کار اور صاحبِ باطل ہے —— لیکن اتنا گمان اصل ایمان میں خلل نہیں لاتا، نہ ہی کسی قطعی

---

[1] مسند احمد بن حنبل — حدیث امراۃ رضی اللہ عنہا — دار الفکر بیروت — ۳۶۸/۶

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر — حدیث ۵۱۲۰ — دار المعرفۃ بیروت — ۲۳۰/۴

marfat.com

ولطیف تر آنکہ شاہ صاحب موصوف عرس پیران و پدران خودشاں باہتمام تمام بجا می آورند و پیش ایشاں برقبور درویشاں اجتماع مردم و فاتحہ خوانی و تقسیمِ طعام وشیرینی تجویز و تقریر ایشاں می شد چنانکہ در عامہ اہل سجادہ جاری و ساری است۔ مفتی عبدالحکیم پنجابی بریں افعال شاہیہ بہماں شبہات واہیہ کہ حضرات منکرین بکار می برند بر شاہ صاحب زبانِ مطاعن و مثالب کشود و رقم نمود "کسانیکہ اقوال اینہا مطابق افعال شاں نیستندی۔ عرس بزرگان خود برخود مثل فرض دانستہ سال بسال برمقبرہ اجتماع کردہ طعام و شیرینی درانجا تقسیم نمودہ مقابرہ را وثنا یعبد می کنند[1] اھ ملخصا۔

زیادہ پُرلطف بات یہ ہے کہ شاہ صاحب موصوف اپنے پیروں اور باپ دادا کا عرس پُورے اہتمام سے کرتے تھے اور اُن کے سامنے ان کی اجازت سے، اور ان کے برقرار رکھنے سے درویشوں کی قبروں پر آدمیوں کا اجتماع، فاتحہ خوانی اور طعام وشیرینی کی تقسیم ہوتی تھی، جیساکہ سبھی اہل سجادہ میں جاری وساری ہے۔ مفتی عبدالحکیم پنجابی نے ان ہی بے وزن شبہات کے تحت جو حضرات منکرین پیش کرتے ہیں، شاہ صاحب کے ان افعال کے باعث شاہ صاحب زبانِ لعن طعن درازکی اور لکھا کہ "وہ لوگ جن کے اقوال ان کے افعال کے مطابق نہیں، اپنے بزرگوں کا عرس اپنے اوپر فرض کی طرح لازم جان کر سال بہ سال مقبرے پر اجتماع کرکے وہاں طعام وشیرینی تقسیم کرکے ان مقبروں کو "بُتِ معبود" بناتے ہیں"۔ اھ ملخصاً (ت)

شاہ صاحب در رسالہ ذبیحہ مطبوعہ مجموعہ زبدۃ النصائح بپاسخ ایں طعن فرمایند قولہ "عرس بزرگان خود آہ ایں طعن مبنی ست برجہل باحوال مطعون علیہ زیراکہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ راہیچکس فرض نمیداند آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں باہدائے ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعین روز عرس برائے آن ست کہ آن روز مذکر انتقال ایشاں می باشد، از

شاہ صاحب "رسالہ ذبیحہ" میں جو مجموعہ زبدۃ النصائح میں چھپا ہے اس طعن کے جواب میں فرماتے ہیں "قولہ عرس بزرگان خود الخ ـــ یہ طعن مطعون علیہ کے حالات سے بے خبری پر مبنی ہے اس لیے کہ شریعت میں مقررہ فرائض کے سوا کسی کام کو کوئی فرض نہیں جانتا۔ ہاں قبور صالحین کی زیارت اور ان سے تحصیلِ برکت اور ایصالِ ثواب، تلاوتِ قرآن، دعائے خیر اور تقسیم شیرینی وطعام سے ان کی امداد باجماعِ علماء مستحسن اور اچھا عمل ہے ـــ اور

[1] مفتی عبدالحکیم پنجابی

مسئلہ ۱۸۴ از بغداد شریف، آرمرڈ کار ٹینک کور مسئولہ علی رضا خاں فٹر مستری ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فاتحہ دلانا شرع سے جائز ہے یا نہیں؟ کوئی ایسی حدیث لکھ دیجئے جس سے یہ ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسی طرح فاتحہ دلائی تھی؟ بینوا توجروا

الجواب

فاتحہ دلانا شریعت میں جائز ہے۔ درمختار میں ہے:

الاصل ان کل من اتی بعبادۃ مالہ جعل ثوابہا لغیرہ وان نواہا عند الفعل لنفسہ لظاہر الادلۃ۔[1]

اصل یہ ہے کہ جو کوئی عبادت کرے اسے اختیار ہے کہ اس کا ثواب دوسرے کے لیے کردے اگرچہ ادائے عبادت کے وقت خود اپنے لیے کرنے کی نیت رہی ہو، ظاہر دلائل سے یہی ثابت ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

سواء کانت صلوۃ اوصوما اوصدقۃ اوقراءۃ۔[2] خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قرات۔ (ت)

اور جس طرح مدارس اور خانقاہیں اور مسافر خانے بنائے جاتے ہیں اور سب مسلمان اُن کو فعلِ ثواب سمجھتے ہیں، کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس طرح بنائے یا بنوائے تھے، یا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ فاتحہ جس طرح اب دی جاتی ہے جس میں قرآن مجید اور کھانے دونوں کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ اور جب ممانعت کا ثبوت نہیں دے سکتا اور بیشک ہرگز نہیں دے سکتا تو جس چیز سے اللہ و رسول نے منع نہ فرمایا دوسرا کہ منع کرے گا اپنے دل سے شریعت گھڑے گا۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون۔ متاع قلیل ولہم عذاب الیم۔[3] واللہ تعالٰی اعلم

بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے تیسرے دن مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید و کلمہ طیبہ پڑھنا اور چنوں وغیرہ پر کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا جسے سوم یا تیجا کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] درمختار باب الحج عن الغیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۱
[2] ردالمحتار " " " ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۲/ ۲۳۶
[3] القرآن ۱۶/ ۱۱۷-۱۱۶

marfat.com

تعالیٰ عنہم ۔ و در تفسیر کبیر ست عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یأتی قبور الشہداء راس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ۵ والخلفاء الاربعۃ ھکذا کانوا یفعلون[1] یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال بمزار شہدا می شد و آیہ مذکورہ می خواند و ہمچناں حضرات خلفاء اربعہ می کردند رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین[2]

اور تفسیر کبیر میں ہے : حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال شہداء کے مزار پر تشریف لے جاتے اور آیۂ مذکورہ پڑھتے ، اور اسی طرح حضرات خلفائے اربعہ بھی کرتے ۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔ (ت)

بالجملہ حق آنست کہ تخصیصات مذکورہ ہمہ تعینات عادیہ است کہ زنہار جائے طعن و ملامت نیست ۔ ایں قدر احرام و بدعت شنیعہ گفتن جہل ست صریح و خطائے قبیح ۔ شاہ رفیع الدین مرحوم دہلوی برادر مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب در فتوائے خود کہ سرچہ خوش سخن انصاف گفتہ عبارتش چناں آوردہ اند ۔

الحاصل حق یہ ہے کہ مذکورہ تخصیصات سبھی تعیناتِ عادیہ سے ہیں جو ہرگز کسی طعن اور ملامت کے قابل نہیں ۔ اتنی بات کو حرام اور بدعت شنیعہ کہنا کھلی ہوئی جہالت اور قبیح خطا ہے ۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے بھائی شاہ رفیع الدین دہلوی مرحوم نے اپنے فتوے میں کیا ہی عمدہ انصاف کی بات لکھی ہے ۔ ان کی عبارت یوں نقل کی گئی ہے ۔

سوال : تخصیص ماکولات در فاتحہ بزرگان مثل کھچڑا در فاتحہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و توشہ در فاتحہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ وغیر ذلک و ہمچناں تخصیص خورندگان چہ حکم دارد ؟

سوال : بزرگوں کی فاتحہ میں کھانوں کو خاص کرنا ، مثلاً امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ میں کھچڑا ، شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ میں توشہ وغیر ذلک ، یوں ہی کھانے والوں کو خاص کرنا ، ان سب کا کیا حکم ہے ؟

جواب : فاتحہ و طعام بلاشبہہ از مستحسنات ست و تخصیص کہ فعل مخصص است باختیار اوست کہ باعث منع نمی تواند شد این تخصیصات از قسم عرف و عادت اند کہ بمصالح خاصہ و مناسبت خفیہ ابتدائً بظہور آمدہ و رفتہ رفتہ شیوع یافتہ الخ[3]

جواب : فاتحہ اور طعام بلاشبہہ مستحسن ہیں ، اور تخصیص جو مخصِّص (خاص کرنے والے) کا فعل ہے

---

[1] التفسیر الکبیر للرازی زیر آیۃ سلام علیکم مطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۷/۴۵

[2] زبدۃ النصائح

[3] فتاوٰی شاہ رفیع الدین

ادخال السرور فی قلب المسلم[1] پسندیدہ عمل یہ ہے کہ مسلمان کا دل خوش کرے (ت)

جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید پڑھنے سے کھانا حرام ہوجاتا ہے وہ کذّاب ہیں، شرع مطہر پر افتراء کرتے ہیں، قرآن مجید میں ہے ایسے لوگ فلاح نہ پائیں گے ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ان پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

من افتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء و الارض[2] جو بغیر علم کے فتوٰی دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتوں کی لعنت ہو۔ (ت)

ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

ایاکم و ایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[3] ان سے دُور رہو اور ان کو اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۷ از الہ آباد مسئولہ محمود مستری صاحب ۲ ۱۳۳ھ

اپنے بزرگوں کے نام پر کھانا پکوا کر اس کو آگے رکھ کر پانی وغیرہ رکھ کر فاتحہ دینا جائز یا ناجائز؟ موافق حدیث شریف نیت گیارھویں شریف کرکے فاتحہ پیران پیر صاحب کی جائز ہے یا نہیں؟ کس کا طریقہ ہے؟ یا سنّت ہے؟ فقط

الجواب

اموات مسلمین کے نام پر کھانا پکا کر ایصال ثواب کے لیے تصدق کرنا بلاشبہہ جائز و مستحسن ہے اور اس پر فاتحہ سے ایصال ثواب دوسرا مستحسن ہے، اور دو چیزوں کا جمع کرنا زیادت خیر ہے۔ اور پانی سے بھی ایصال ثواب کرسکتے ہیں۔ بلکہ حدیث میں ہے: افضل الصدقۃ سقی الماء[4] سب سے بہتر صدقہ پانی پلانا ہے۔ ایک حدیث میں ہے: جہاں پانی نہ ملتا ہو کسی کو پانی پلانا ایک جان کو زندہ کرنے کی مثل ہے اور جہاں پانی ملتا ہو وہاں

---

[1] مرقات المفاتیح عن ابن عباس بحوالہ الطبرانی کتاب الادب مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۷۵۳
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی لاوسط باب فضل قضاء الحوائج دار الکتاب بیروت ۸/ ۱۹۳
الترغیب والترھیب کتاب البر والصلۃ مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۹۴

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

[3] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[4] الدر المنثور زیر آیۃ افیضوا علینا من الماء الخ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۳/ ۹۰

marfat.com

از جہلے وجزافے بیش نیست۔ و این ضلال بعید و
اعتزال شدید است ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز
الحمید اینجا نیز حصۂ امام الطائفہ در سفاہت و سخافت و
حمق و جزافت پیداست یقال لھم لیس من یعلم
کمن لا یعلم ہمچناں انچہ عوام جہلہ در باب ایصال
ثواب امور مستنکرہ احداث کردہ اند مثلاً ریاء و سُمعہ و
تفاخر جمع اغنیاء و منع فقراء و آنکہ در سوم جماعتے یکجا
نشستہ ہر ہمہ قرآن بجہر خوانند و فریضہ استماع از
دست دہند این ہمہ ممنوع و محظور و مکروہ و محذور ست
علما را باید کہ بر مفاسد زوائد سرزنش کنند نہ آں کہ
باطلاق لسان و سلاطت زبان اصل کار را زنند۔
چنانکہ بسیارے از عوام در نماز خصوصاً نوافل کہ
تنہا گزارند بعدم مراعات تعدیل ارکان وغیرہ محظورات
عدیدہ خو کردہ اند۔ این معنی مستلزم نہی از نماز نباشد
بلکہ ازیں خصائل شنیعہ تحذیر و ترہیب می باید کرد،
و برادائے نماز تحریص و ترغیب این ست۔ سخن مجمل و
قول فیصل کہ خواص آنسو و بعض عوام این سو ہر دو را
گراں آید اما چہ تواں کرد کہ حق این است و از حق نشاید
گزشت واللہ الہادی الی سبیل الرشاد
والصلوٰۃ والسلام علی المولی الجواد محمد
و آلہ وصحبہ الامجاد۔ واللہ تعالیٰ اعلم
وعلمہ جل مجدہٗ اتم۔

عذاب اور حتمی وعید کا سبب ہوتا ہے، جیسا کہ
امام الطائفہ کا اپنی تقویۃ الایمان میں یہ اعتقاد ہے،
اور اس کی یہ جہالتِ فاحشہ اس عامی کی جہالت سے
بدرجہا بدتر ہے ــــ وہ ایک نادانی اور اٹکل سے
زیادہ نہیں، اور یہ بڑی گمراہی اور شدید اعتزال ہے
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحمید ــــ یہاں
بھی سفاہت، سخافت، حماقت اور جزافت میں امام
الطائفہ کا حصّہ نمایاں ہے۔ ان سے کہا جائے گا
جاننے والا انجان کی طرح نہیں۔ اسی طرح جاہل عوام
نے ایصالِ ثواب کے باب میں جو ناپسندیدہ امور
پیدا کرلیے ہیں ــ جیسے نمائش، ناموری، مفاخرت،
مالداروں کو جمع کرنا، محتاجوں کو منع کرنا، اور یہ کہ سوم
میں ایک جماعت اکٹھا بیٹھتی ہے اور سب کے
سب بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہیں اور سُننے کا
فرض ترک کرتے ہیں، یہ سب ممنوع و ناروا، مکروہ
اور بُرا ہے ــــ علماء کو چاہئے کہ ان زائد مفاسد
پر سرزنش کریں نہ یہ کہ پُوری بے لگامی اور زبان درازی سے
اصل عمل ہی کو ختم کر ڈالیں، جیسے بہت سے عوام نماز
خصوصاً نوافل میں جنھیں تنہا ادا کرتے ہیں تعدیلِ ارکان
وغیرہ کی عدم رعایت جیسے متعدد ممنوعات کے عادی
ہیں، یہ حالت اس کو مستلزم نہیں کہ انھیں نماز ہی
سے روک دیا جائے، بلکہ ان بُری عادات سے بچانا
اور ڈرانا چاہئے اور نماز ادا کرنے کی تشویق و ترغیب ہونی چاہئے ـــ یہ ہے اجمالی کلام اور قولِ فیصل، جو اس
طرف کے خواص اور اِس طرف کے بعض عوام دونوں پہ گراں گزرے گا، مگر کیا کیا جائے کہ حق یہی ہے اور حق
سے تجاوز نہیں ہوسکتا ــــ اور خدا ہی راہِ ہدایت کی جانب ہادی ہے ــــ فیاض آقا حضرت محمد،
اور انکی بزرگ آل و اصحاب پر درود و سلام ہو اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے اور اس ذات بزرگ کا علم سب سے کامل ہے۔ (ت) ؎

اپنا حال ظاہر کرنا، یہ معاملہ کیا ہے؟ کوئی دن خواب میں نہیں ٹلتا۔

الجواب

اللہ تعالٰی مرحومہ کو جنّت عطا فرمائے اور آپ کو صبرِ جمیل دے۔ لاحول شریف ۶۰ بار پڑھ کر ایک گھونٹ پانی پر دم کرکے پی لیا کیجئے۔ مساکین کو کھانا کھلانا اور نیک نیت سے خیرات کرنا جس میں نہ محتاج پر احسان رکھا جائے نہ اس کو تکلیف دی جائے۔ پرندوں کے لیے پانی رکھنا، دانہ ڈالنا حتّٰی کہ کتّے کو روٹی دینا، مسکین کو کپڑا دینا، میلاد شریف پڑھوانا، یہ سب اجر و ثواب کی باتیں ہیں ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور وہ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے دنیا میں دوستوں کے ہدیے سے۔ ملائکہ ان ثوابوں کو نور کے طبق میں رکھ کر میّت کے پاس لے جاتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ اے گہری گور والے! یہ ثواب تیرے فلاں عزیز یا دوست نے تجھے بھیجا ہے۔ قرآن مجید کے پارے پڑھنے کے لیے مسجد میں رکھنے کا صدقہ جاریہ ہے جب تک وہ رہیں گے اور پڑھے جائیں گے اس رکھنے والے اور میّت کو ثواب پہنچے گا، اور کیسا ثواب پہنچے گا، ہر حرف پر دس نیکیاں۔ اور صحیح حدیث میں فرمایا:

"میں نہیں فرماتا الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف الگ حرف ہے، لام الگ حرف ہے، میم الگ حرف ہے۔"[1]

میت کی قبر پر پھول چڑھانا مفید ہے، وہ جب تک تر ہے ربّ العزّت کی تسبیح کرتا ہے اور میّت کا دل بہلتا ہے۔ اگر کی بتّی جلانا اگر تلاوتِ قرآن کے وقت تعظیمِ قرآن کے لیے ہو یا وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں اُن کی ترویح کے لیے ہو تو مستحسن ہے، ورنہ فضول اور تضییعِ مال۔ میّت کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ قبرِ مسلم پر جو زیارت کے لیے جاتا ہے میّت اسے دیکھتا ہے اور اس کی بات سنتا ہے۔ اگر دنیا میں اسے پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا ہے کہ میرا فلاں عزیز یا دوست میرے پاس آیا۔ اور اگر نہیں پہچانتا تھا تو اتنا جانتا ہے کہ ایک مسلمان آیا اور ثواب رسانی کرتا ہے۔ جمعہ کو سپرد کرنا کوئی چیز نہیں۔ نہ غیر جمعہ میں مرنے والے کو اُس سے جمعہ مل سکے۔ حمل میں انتقال شہادت ہے۔ صحیح حدیث میں فرمایا: **المرأۃ تموت بجمع شھید**[2] (عورت جو حمل کی وجہ سے مرے شہید ہے۔ ت) خواب بہت اچھا ہے اِن شاء اللہ اُن کے لیے دلیلِ مغفرت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۶ تا ۱۹۸: از چمن سرائے سنبھل مرسلہ احمد خان صاحب ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۱۵

[2] مؤطا امام مالک النہی عن البکاء علی المیت میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۱۶

marfat.com

الجواب

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کا مُردہ کو ثواب پہنچتا ہے، اور یہ بھی حدیثوں میں آیا ہے کہ وُہ ثواب پاکر خوش ہوتا ہے اور ثواب پہنچنے کا منتظر رہتا ہے، تو قرآن شریف وکلمہ طیّبہ پڑھ کر ثواب پہنچانا اچھی بات ہے اور تیسرے دن کی خصوصیّت بھی مصالح عرفیہ شرعیہ کی بنا پر ہے۔ اس میں بھی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے:

صوم یوم السبت لالك ولا علیك[1] (سنیچر کے روزہ میں نہ تیرے لیے کوئی مزید فائدہ، نہ کوئی نقصان۔ت)

اور جو کچھ تقسیم کیا جائے محتاجوں کو دیا جائے کہ یہ بھی ثواب کی بات ہے، غنی لوگ اس میں سے نہ لیں۔ باقی جو بیہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں مثلاً اس میں شادی کے سے تکلّفات کرنا، عمدہ عمدہ فرش بچھانا، یہ باتیں بیجا ہیں۔ اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچتا ہے یا اس دن زیادہ پہنچے گا اور روز کم، تو یہ عقیدہ بھی اس کا غلط ہے۔ اسی طرح چنوں کی کوئی ضرورت نہیں، نہ چنے بانٹنے کے سبب کوئی برائی پیدا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۶: ازکرہ ڈگسائی ضلع شملہ بمعرفت کمال الدین مرچنٹ مرسلہ حبیب اللہ ۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوگ جو کہتے ہیں کہ کھانے کے اوپر کلام الٰہی یعنی الحمد اور قل ہو اللہ پڑھنا منع ہے، اور پڑھنے سے طعام حرام ہوجاتا ہے۔ لہذا امیدوار ہوں کہ کلامِ الٰہی سے کھانا کیوں حرام ہوگیا، اور کلامِ الٰہی کیا ایسا خراب ہے جس کے پڑھنے سے حلال چیز حرام ہوجائے؟

الجواب

فاتحہ بیشک جائز ہے، وہ مسلمان میت کو نفع پہنچتا ہے، اور فرض کے بعد کوئی چیز مولٰی تعالٰی کو اس سے زیادہ پسند نہیں کہ مسلمان کو نفع پہنچایا جائے۔

حدیث میں ہے:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[2] جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو تو چاہئے کہ اسے نفع پہنچائے۔ (ت)

دُوسری حدیث میں ہے:

احب الاعمال الی المولٰی تعالٰی بعد الفرائض اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں فرائض کے بعد سب سے زیادہ

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث الصماء بنت بسر رضی اللہ عنہا دارالفکر بیروت ۶/ ۳۶۸

[2] صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ من العین نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۲۲۴

marfat.com

شریف ذکر حمد الٰہی ہے، اور علماء فرماتے ہیں: کُل دعا ذکر اور کل ذکر دعا، تو وُہ بھی دُعا ہے۔ اس نیت سے اُن کے پڑھنے وقت ابتداء ہی سے ہاتھ اُٹھائے تو ضرور بیجا ہے اور اکابر کو ثواب رسانی میں بخشنے کا لفظ کہنا بیجا ہے بخشنا بڑے سے چھوٹے کے لیے ہوتا ہے، اور ایصالِ ثواب میں نذر اللہ نہ کہنا چاہئے۔ اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ ثواب اُسے نذر کیا جائے، ہاں نذرِ رسول اللہ کہنا صحیح ہے۔ معظمین کی سرکار میں جو ہدیہ حاضر کیا جاتا ہے اسے عرف میں نذر کہتے ہیں، جیسے بادشاہوں کو نذر دی جاتی ہے۔ اولیاء کی نذر کے بہت ثبوت ہمارے فتاوٰی افریقہ میں ہیں۔ اور تازہ ثبوت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب انسان العین فی مشائخ الحرمین میں حالِ سیّد عبدالرحمٰن ادریسی قدس سرہ میں فرماتے ہیں:

از اطراف دیار اسلام نذور برائے وے می آوردند۔[1] مسلمان علاقوں سے ان کیلئے نذریں پیش کی جاتی ہیں (ت)

جو مالکِ نصاب نہ ہو شرعاً اُسے محتاج کہتے ہیں۔ جو نذر و نیاز کو حرام بتائے اور شربتِ نیاز کی نسبت وُہ ناپاک ملعون لفظ کہے وہ نہ ہوگا مگر وہابی۔ اور وہابیہ اصلاً مسلمان نہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض۔ اور اس سے مصافحہ حرام اور اسے سلام کرنا ناجائز و گناہ۔

(۲) تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ جائز ہیں جبکہ اللہ کے لیے کریں اور مساکین کو دیں۔ اپنے عزیزوں کا ارواح کو علم ہوتا ہے اور ان کا آنا نہ آنا کچھ ضرور نہیں۔ فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دے، اور اگر خود محتاج ہے تو آپ کھالے اپنے بی بی بچّوں کو کھلائے سب اجر ہے۔ حدیث میں ہے:

ما اطعمت ولدك فهولك صدقة وما اطعمت خادمك فهولك صدقة وما اطعمت نفسك فهولك صدقة۔[2] جو کچھ تو اپنی اولاد کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے، اور جو کچھ تو اپنے خادم کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے، اور جو کچھ تو اپنے نفس کو کھلائے وہ بھی تیرے لیے صدقہ ہے۔ (ت)

ثواب رسانی میں کہے کہ الٰہی! جو ثواب تُو نے مجھ کو عطا فرمایا وُہ میری طرف سے فلاں شخص کو پہنچا دے غنی ہو یا فقیر ہو۔ اگر صرف فاتحہ دے گا تو اُسی کا ثواب پہنچے گا اور صرف کھانا دے گا تو اُسی کا، اور دونوں تو دونوں کا۔ اور ثواب پہنچانا صرف نیت ہی سے نہ ہو بلکہ اُس کی دُعا بھی ہو۔ یہ سوال کہ (اگر محتاج ایسے نہ ملیں جن پر شرائط محتاجِ شرعیت ثابت ہوں) خلاف واقع ہے۔ وہ کون سی جگہ ہے جہاں محتاج نہیں۔

---

[1] انسان العین فی مشائخ الحرمین

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث المقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۴/۱۳۱

marfat.com

پلانا غلام کو آزاد کرنے کے مثل ہے او کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (جیسا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ت) یُوں ہی گیارھویں شریف جائز ہے اور باعثِ برکات اور وسیلۂ مجربہ قضائِ حاجات ہے۔ اور خاص گیارھویں کی تاریخ کی تخصیص تخصیصِ عرفی اور مصلحت پر مبنی ہے جبکہ اُسے شرعاً واجب نہ جانے، کما بیناہ فی فتاوٰنا وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوم یوم السبت لا لک ولا علیک[1] (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: شنبہ کا روزہ نہ تیرے لیے زیادہ نافع نہ کچھ مضر۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۸ تا ۱۹۵ از اودے پور میواڑ محلہ مہاوت دوڑی مرسلہ فتح محمد و رحیم بخش نعلبند ۱۴ رمضان ۱۳۳۸ھ

میرے آقا میرے ہادی، حضرت مولٰنا دام اقبالہ،

(۱) متوفی کے نام پر دونوں وقت مساکین کو کھانا کھلانے اور خیرات کرنے سے مرحومہ کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

(۲) مرحومہ کے نام پر ایک پانی کا برتن پرندوں کے پانی پینے کے لیے رکھا ہے اور انھیں اناج بھی ڈالنا، اور مرحومہ کے نام پر کُتّے کو بھی روٹی ڈالنا اس کا بھی ثواب پہنچے گا یا نہیں؟

(۳) بیس روپے کے ہدیہ میں تیس پارے علیحدہ علیحدہ منگا کر مرحومہ کے نام پر مسجد میں نمازیوں کے پڑھنے کے لیے رکھے ہیں، اور فقیر و مساکین کو جوڑا کپڑا بھی دیا جائے تو ان کا بھی مرحومہ کو ثواب ہونا ہے یا نہیں؟

(۴) مرحومہ کی قبر پر دونوں وقت پھول چڑھانا اور اگربتّی جلانا اور فاتحہ پڑھنا اس سے بھی ثواب ملے گا؟ اور میرے قبر پر جانے کا حال مرحومہ کو معلوم ہوتا ہے یا نہیں؟

(۵) اور میلاد شریف مرحومہ کے نام سے کرنا اس کا بھی ثواب ملے گا؟

(۶) ربیع الاوّل کے ماہ ختم ہونے کی پنجشنبہ جانفزات کی صبح کو انتقال ہُوا اور دو بجے دفن ہوئی اور بعد مغرب تک قرآن پڑھنے والے کو جمعہ کو سپرد کرنے کے لیے بٹھا رکھا، اور یہ جمعہ میں شریک ہوئے یا نہیں؟

(۷) مرحومہ کو شروع نو ماہ کا حمل تھا، خون جاری ہو کر انتقال ہوا اور کفن پر بھی خُون کا داغ تھا، گو میّت کو غسل دے دیا تھا مگر وقتِ دفن بھی خون کا داغ نظر آیا، اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۸) مرحومہ میرے خواب میں آئیں، ایک کُرسی پر بیٹھے ہُوئے چھوٹے چھوٹے بچّوں کو پڑھاتے ہوئے نظر آئیں، اور کسی روز خواب میں بنگلے باغیچے میں بیٹھے ہُوئے خوش وخرم دیکھنا اور مجھے صبر کے لیے کہنا اور مجھ سے

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث الصماء بنت بسر رضی اللہ عنہا دارالفکر بیروت ۶/۳۶۸
الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۵۱۳ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۲۳۰

marfat.com

کرے کہ وہ بالخصوص عذابِ قبر سے بچانے کو اکسیرِ اعظم ہے۔ اس کا نام واقعہ مانعہ منجیہ ہے، حفاظت کرنے والی، عذاب دفع کرنے والی، نجات دینے والی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۱ تا ۲۰۴ از شفاخانہ فریدپور، ڈاکخانہ خاص، اسٹیشن بہیڑی، بریلی مسئولہ عظیم اللہ کمپاؤنڈر، رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) زید کو گیارھویں شریف کس طریقے سے کرنی چاہیئے؟ آیا اس کو دل میں یہ نیت یا خیال کرنا چاہیئے یا سمجھنا چاہیئے کہ یہ کھانا اللہ تعالیٰ کے لیے کرتا ہوں، اور جو کچھ ثواب مجھ کو ملے وہ ثواب گیارھویں والے میاں صاحب کو پہنچے، یا اس خیال اور نیت سے کرے کہ یہ کھانا میں گیارھویں شریف والے میاں صاحب کو کرتا ہوں، وہ مجھ سے خوش اور راضی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے یا مجھ کو اس کا بدلہ دیں گے۔ اس طریقہ سے جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) فاتحہ دینا کس طریقہ سے جائز ہے، کھانے کے اوپر سے دعا کریں گے جائز ہے یا نہیں؟ جس کھانے پر زید کو فاتحہ دینا ہے اس کو تناول کرنے کے بعد یعنی کھانا کھا چکنے کے بعد فاتحہ دینا جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) زید کے پاس ایک شخص تین جگہ بتاسے لایا کہ ایک پر اللہ رسول کے نام کی فاتحہ دے دو، دوسری جگہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیسری جگہ محلہ میاں صاحب کی بعد فاتحہ کے ان بتاسوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا شربت کرنا اور پینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طریقہ سے کرنا اور پینا چاہیئے اور کیا نیت ہونا چاہیئے؟

الجواب

(۱) یہ دو طریقے نہیں بلکہ ایک ہی طریقہ ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ہونے کے یہ معنی نہیں کہ خود یہ کھانا حضور کے واسطے ہے، بلکہ قطعاً ثواب ہی مراد اور ان کی رضا جوئی اور ان سے حسنِ جزا اور نیک دعا کی طلب، ان میں سے کوئی بات شرعاً ممنوع نہیں۔

(۲) کھانے پر فاتحہ جائز ہے، قبل کھانے کے بھی اور بعد بھی۔ اور قبل دینے میں ایصالِ ثواب میں تعجیل ہے اور تعجیل خیر خیر ہے۔

(۳) فاتحہ بمعنی ایصالِ ثواب ہے، اور اللہ عزوجل کے نام کی فاتحہ ہونا بے معنی ہے، وہ ثواب سے پاک و منزہ ہے۔ باقی یہ تین متفرق فاتحہ ہونے نے بتاسوں کو کیوں ناجائز کر دیا۔

(۴) نیت ایصالِ ثواب کی ہو اور ریا وغیرہ کو دخل نہ ہو۔ اس کے جواز میں کوئی شبہہ نہیں، شربت کریں اور عرض کریں کہ الٰہی! یہ شربت ترویحِ روحِ پاک حضرت امام کے لیے کیا ہے۔ اس کا ثواب انھیں پہنچا اور

(۱) عشرۂ محرم الحرام میں کھانے یا شیرینی یا مالیدہ یا شربت جس قدر میسر ہو رُو برو رکھ کر ہاتھ اٹھا کر الحمد شریف، قل ہو اللہ شریف، درود شریف پڑھ کر یہ کہنا کہ نذرِ اللہ و نذرِ رسول، میں اس کھانے اور جو کلام پڑھا ہے اُس کا ثواب بروحِ پاک جناب امامین وجمیع شہدائے دشتِ کربلا پہنچا نا بخشتا ہوں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کھانا یا جو کچھ فاتحہ کا ہے یہ حقِ محتاجین ہے یا غنی بھی کھا سکتے ہیں؟ اور شریعت میں شرائط اور صفاتِ محتاج کیا ہیں؟ اور جو شخص مسلمان ہو کر نذر و نیاز بزرگانِ دین کو حرام بتائے بلکہ یہ کہے کہ شربت سبیل جناب امام حسین عالیمقام کا نعوذ باللہ مثل پیشاب ہے، ایسا کہنے والا مسلمان ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور سلام یا مصافحہ ایسے شخص سے کرے یا نہیں؟

(۲) تیجہ، دسواں، چہلم، ششماہی، برسی جائز ہے یا نہیں؟ اور رُوحیں ان ایّام میں آتی ہیں یا نہیں؟ اور اپنے عزیزوں کا اُن کو علم ہوتا ہے یا نہیں؟ اور کھانا اُن کی فاتحہ کا کس کس کا حق ہے؟ اور اگر فاتحہ دلانے والا خود محتاج ہے تو فاتحہ دلا کر خود کھالے اور بچّوں کو کھلائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور الفاظ ثواب رسانی کیا ادا کرے؟ اور اگر غنی فاتحہ دے اور ثواب پہنچائے بروحِ اموات، تو ثواب کھانے اور فاتحہ کا فوراً اس میّت کو پہنچے گا یا ایک عبادت کا؟ اگر محتاجین کو کھانا فاتحہ نہ دے تو نیت پر ثواب پہنچا یا نہیں؟ اگر محتاج ایسے نہ ملیں جن پر شرائطِ محتاج ثابت ہوں تو پھر کھانا کسے دے اور کہاں صرف کرے؟ اور حضرت رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اور حضور کے صحابہ نے فاتحہ دی یا نہیں؟ اور تیجہ صحابہ میں ہوتا رہا یا نہیں؟

(۳) قبرِ اہل اللہ پر شامیانہ چڑھانا یا شیرینی نزد قبر رکھ کر ایصالِ ثواب کرنا یا چراغ نزد قبر جلانا یا عرس کرنا جائز ہے یا حرام ہے؟

الجواب

(۱) شیرینی وغیرہ پر حضرات شہدائے کرام کی نیاز دینا بیشک باعثِ اجر و برکات ہے اور عشرۂ محرم شریف اُس کے لیے زیادہ مناسب، اور جبکہ وُہ منّت مانی ہوئی نہ ہو تو اغنیاء کو بھی اس کا کھانا جائز ہے۔ وقتِ فاتحہ کھانا سامنے رکھنے کی ممانعت نہیں مگر اُسے ضروری جاننا یا یہ سمجھنا کہ بے اس کے فاتحہ نہیں ہوسکتی یا ثواب کم ملے گا، غلط و باطل خیال ہے۔ فاتحہ پڑھ کر جب ایصالِ ثواب کا وقت جس میں دُعا کی جاتی ہے کہ الٰہی! یہ ثواب فلاں کو پہنچا۔ اُس وقت ہاتھ اٹھانا چاہیے کہ یہ دُعا کی سنّت ہے۔ جس وقت تک قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے ہاتھ اُٹھانے کی حاجت نہیں۔ ہاں سورۃ فاتحہ شریف خود دعا ہے، یوں ہی درود شریف۔ حدیث میں فرمایا: افضل الدعاء الحمد للہ[1] (سب سے افضل دعا الحمد للہ ہے۔ ت) اور قل ہو اللہ

---

[1] سنن ابن ماجہ باب فضل الحامدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۸
المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء دار الفکر بیروت ۱/۴۹۸

marfat.com

صلوٰۃ اوصوما اوصدقۃ اوغیرھا کذا فی الہدایۃ[1] الخ واللہ تعالٰی اعلم

کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کرسکتا ہے نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا کچھ اور۔ ایسا ہی ہدایہ میں ہے الخ ــــ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۲۰۷ تا ۲۰۹ ازرائے بریلی مدرسہ رحمانیہ مرسلہ حافظ نیاز حسین صاحب ۱۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) بوقت ایصالِ ثواب فلان ابن فلان کہنے کی ضرورت ہوگی یا محض اس کا نام لینا کافی ہوگا ؟ اگر ولدیت کے اظہار کی ضرورت ہوگی اور اس سے لاعلمی ہے تو ایصالِ ثواب کا کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا ؟

(۲) بروزِ وفات جو کھانا اہلِ میّت کے یہاں بطریق بھاجی بھیجا جاتا ہے اس کو اہلِ میت کے اعزاء قریب یا اعزاء پڑوسی خواہ مرد ہوں یا عورت جو بعض مصروفِ تجہیز و تکفین رہتے ہیں اور بعض اگرچہ اپنے یہاں کھانا پکا کر کھاسکتے ہیں مگر عرفاً معیوب سمجھ کر محض بخیال ہمدردی اہلِ میّت اس کے شریکِ حال رہتے ہیں اُس کھانے کو کھاسکتے ہیں یا نہیں ؟ بصورتِ عدمِ جواز کھانا مکروہ ہوگا یا حرام ؟

(۳) بروزِ سوم، دہم، چہلم، ششماہی وغیرہ جو کھانا بغرضِ ایصالِ ثواب پکا کر مساکین کو تقسیم کیا جاتا ہے اُس میں بقدرِ ضرورت اضافہ کرکے علاوہ مساکین کے دیگر اعزّہ و احباب کو کھلایا اور اہلِ برادری میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ بصورتِ جواز کتبِ فقہ کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا : التقریب للسرور لا للحزن (تقریب خوشی کے لیے ہوتی ہے غمی کے لیے نہیں ۔ ت) بصورتِ عدمِ جواز کھانا اُس کا مکروہ ہوگا یا حرام ؟

الجواب

(۱) ایصالِ ثواب بذریعہ دُعا ہے اور دُعا رب عزوجل سے ۔ اور رب عزوجل بکل شیئ علیم ہے ۔ وُہ جانتا ہے کہ فلاں سے اس کی مراد وہ شخص ہے ولدیت وغیرہ کی کوئی حاجت نہیں ۔

(۲) پہلے دن صرف اتنا کھانا کہ میّت کے گھر والوں کو کافی ہے بھیجنا سنّت ہے ، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ، نہ دوسرے دن بھیجنے کی اجازت ، نہ اوروں کے واسطے بھیجا جائے نہ اور اس میں کھائیں ۔ وبیان ذٰلک فی فتاوٰنا (اور اس کا بیان ہمارے فتاوٰی میں ہے ۔ ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۵

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایصالِ ثواب کے لیے حکم بھی دیا، اور صحابہ نے ایصالِ ثواب کیا، اور آج تک کے مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا۔ تخصیصات عرفیہ جبکہ لازم شرعی نہ سمجھی جائیں خدا نے مباح کی ہیں۔ حدیث میں ہے: صوم یوم السبت لا لک ولا علیک[1] (شنبہ کا روزہ نہ تیرے لیے زیادہ نافع نہ کچھ مضر۔ ت)

(۳) مزاراولیاء پر نفع رسانی زائرین حاضرین کے لیے شامیانہ کھڑا کرنا، یونہی ان کے نفع کو چراغ جلانا، اور عرس کہ منہیات شرعیہ سے خالی ہو اور شیرینی پر ایصالِ ثواب، یہ سب جائز ہیں۔ اور نزد قبر رکھنے کی ضرورت نہیں، نہ اس میں جرم جبکہ لازم نہ جانے۔ چراغ کی تفصیل ہمارے رسالہ بریق المنار بشموع المزار میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹ از شہر علی گڑھ محلہ مدار دروازہ مسئولہ احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

مُردہ کو جو پڑھ کر کلام مجید یا درود شریف یا کھانا مساکین کو کھلائیں یا کپڑا خیرات کریں تو اس کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں اور وہ کس صورت میں مُردہ کو پہنچتا ہے؟ اور مردہ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس کے فلاں شخص یا عزیز نے بھیجا ہے یا نہیں؟ معلوم ہوتا ہے اگر معلوم ہوتا ہے تو کس طریقہ سے؟ فقط

الجواب

مسلمان میّت کو جو ثواب پہنچایا جائے اُسے پہنچتا ہے اور اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے حیات میں تحفہ بھیجنے سے اسے معلوم ہوتا ہے کہ میرے فلاں عزیز یا دوست یا مسلمان نے بھیجا ہے۔ یہ سب مضامین احادیث میں وارد ہیں، بینہ الامام الجلیل الجلال السیوطی فی شرح الصدور (ان کو امام جلیل جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں بیان فرمایا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۰ از شہر علی گڑھ محلہ مدار دروازہ مسئولہ احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

زید تین مرتبہ یٰسٓ شریف اور ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، تین مرتبہ سورۃ اخلاص اور ایک سو مرتبہ درود شریف اور اس کے علاوہ جو کچھ ہوسکتا ہے پڑھ کر بخشتا ہے اور دعا اس کے واسطے مغفرت کے کرتا ہے وہ اس کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور یہ دُعا اور اس کا پڑھنا اس کی مغفرت کو کافی ہے یا نہیں؟ اگر کافی نہیں ہے تو موافق شرع شریف کے کوئی عمل یا دُعا تحریر فرمائیے تاکہ اس کے پڑھنے سے ہندہ کے مغفرت کو کافی ہو۔ فقط

الجواب

ثواب پہنچتا ہے اور مغفرت باختیارِ خدا ہے۔ قل ہو اللہ شریف گیارہ بار کردے اور سورۂ ملک شامل

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث امرأۃ رضی اللہ عنہا دارالفکر بیروت ۶/۳۶۸

marfat.com

پہنچے گا آگے پیچھے نہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

صوم یوم السبت لا لك ولا علیك[1] (روزِ شنبہ کا روزہ نہ تیرے لیے، نہ تیرے اوپر ۔ ت)

میرے فتاوٰی ورسائل مجلس مبارک کے استحباب اور ان اشیاء کے جواز سے مالا مال ہیں ۔ حامیِ سنّت حاجی لعل خاں نے کوئی اشتہار اس مضمون کا نہ دیا ، وہابیہ کا کوئی افترا آپ کی نظر پڑا ہوگا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۱ ازشہر بازار بانس منڈی معرفت عبدالحکیم طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص گیارھویں شریف کو منع کرے اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟ اور گیارھویں شریف کا کرنا سنّت ہے یا مستحب ؟ اگر سنّت ہے تو زائد ہے یا مؤکد ؟ اور سنت سے کون سی سنّت مراد ہوگا ؟ آیا سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا سنّتِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ؟ اور جیسے گیارھویں شریف کو ہم لوگ گیارہ تاریخ میں ضروری سمجھتے ہیں ۔ یہ سمجھنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور اگر گیارہ تاریخ کے بجائے بارہ یا تیرہ کو کرے تو ہوگی یا نہیں ؟ اور ایسے ہی تیجے کو یا چہلم کو ایک دن یا دو دن آگے پیچھے کریں تو کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ اگر نہیں تو جیسے ہم لوگ کرتے ہیں کہ تیسری کو تیجا اور گیارہ تاریخ کو گیارھویں اور چہلم کو چہلم کرنا ضروری ہے یا نہیں ؟ اور بتاسے اور ریوڑی وغیرہ سامنے لانے کی ضرورت ہے یا نہیں ؟ اور بجز لانے کے نیاز ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ اور چند سورہ جو مروّجہ ہیں اُن کے علاوہ اور کوئی سورۂ شریف پڑھ کر فاتحہ دنیا ز ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ بیّنوا بالدلیل توجروا عند الجلیل باجر جزیل ۔

الجواب

یہاں گیارھویں شریف کو منع کرنے والے نہیں مگر وہابی یا رافضی ، اور دونوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے ۔ گیارھویں شریف اپنے مرتبہ فردیت میں مستحب ہے اور مرتبۂ اطلاق میں کہ ایصالِ ثواب ہے سنّت ہے ، اور سنّت سے مراد سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ اور یہ سنّت قولیہ مستحبہ ہے ۔ یہ "ہم لوگ" کہنا اپنی تہ میں وہابیت کا فریب رکھتا ہے ۔ سُنّیوں میں کوئی اسے خاص گیارھویں تاریخ ہونا شرعاً واجب نہیں جانتا ، اور جو جانے محض غلطی پر ہے ۔ ایصالِ ثواب ہر دن ممکن ہے اور کسی خصوصیت کے سبب ایک تاریخ کا التزام جبکہ اُسے شرعاً واجب نہ جانے مضائقہ نہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر پیر کو نفلی روزہ رکھتے کیا اتوار یا منگل کو رکھتے تو نہ ہوتا ، یا اس سے یہ سمجھا گیا کہ معاذ اللہ حضور نے پیر کا روزہ واجب سمجھا ؟ یہی حال تیجے اور چہلم کا ہے ۔ روٹی کھاتے وقت روٹی کو سامنے لانے کی بھی ضرورت نہیں ۔ پیٹھ کے پیچھے بھی رکھ کر کھا سکتے ہیں اور سر پہ

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث امرأۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دار الفکر بیروت ۳۶۸/۶

marfat.com

ساتھ فاتحہ وغیرہ پڑھیں تو اور افضل، پھر مسلمانوں کو پلائیں اور من واذی سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۵ از سہسوان ضلع بدایوں مسئولہ سید پرورش علی صاحب یکم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقابر میں ایک شخص سورہ اخلاص وفاتحہ ومعوذتین وغیرہ پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر دُعا کرتا ہے: یا اللہ! ان آیات کا ثواب روحِ مقدس حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ، تابعین اور اولیائے اُمّت اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس وقت تک جو مسلمان مرے ہیں اور جو یہاں مدفون ہیں سب کی ارواح کو پہنچے یا پہنچا دے۔ اس کی اصلاح فرمائی جائے۔

الجواب

اس میں اتنا اور اضافہ کرنا انسب ہے کہ جتنے مسلمان مرد و عورت اب موجود ہیں اور جتنے قیامت تک آنے والے ہیں، اُن سب کی رُوح کو پہنچا دے، اُسے تمام مومنین ومومنات اولین وآخرین سب کی گنتی کے برابر ثواب ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۶ از کانپور محلہ بوچڑخانہ مسجد رنگیاں مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن جبشانی طالبعلم مدرسہ فیض عام ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

ماجوابکم ایہا العلماء رحمکم اللہ تعالیٰ (اے علمائے کرام رحمکم اللہ تعالیٰ! تمہارا کیا جواب ہے۔ ت) اس مسئلہ میں کہ مُردہ کا نام لے کر فاتحہ بخش دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ہاں ـــ وقد حققناہ فی البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ فی المسلک المتقسط للملا علی القاری وعنہ نقل فی ردالمحتار یقرأ ماتیسرلہ من الفاتحۃ والاخلاص سبعًا او ثلثاً ثم یقول اللّٰھم اوصل ثواب ماقرأناہ الٰی فلان اوالیھم[1] اھ ملخصاً وفی الشامیۃ ایضا صرح علماؤنا فی باب الحج عن الغیربان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ

اور ہم نے اس کی تحقیق البارقۃ الشارقۃ علیٰ مارقۃ المشارقۃ میں کی ہے۔ ملّا علی قاری کی المسلک المتقسط میں ہے اور اس کے حوالے سے ردالمحتار میں بھی نقل ہے کہ سورۃ فاتحہ اور سورہ اخلاص سات بار یا تین بار جس قدر میسر ہو پڑھے، پھر یہ کہے کہ اے اللہ! ہم نے جو پڑھا اس کا ثواب فلاں کو یا ان سب کو پہنچا دے اھ ملخصاً۔ شامی ہی میں یہ بھی ہے کہ ہمارے علماء نے باب الحج عن الغیر میں صراحت فرمائی ہے

---

[1] المسلک المتقسط فی المنسک المتقسط مع ارشاد الساری فصل لیستحب زیارۃ اھل المصلی دارالکتاب العربیہ بیروت ص ۳۲۴

marfat.com

یہ خیال کہ جب وہ بحکم حدیث ان شاء اللہ العزیز فتنۂ قبر سے مامون ہے کہ اس مسلم کی موت روزِ جمعہ واقع ہوئی خصوصاً وہ خود ہی صالحین سے تھا تو اب ایصالِ ثواب کی کیا حاجت، محض غلط اور بے معنی ہے۔ ایصالِ ثواب جس طرح منعِ عذاب یا رفعِ عقاب میں باذن اللہ تعالٰی کام دیتا ہے یونہی رفعِ درجات و زیادتِ حسنات میں اور حق سبحانہ و تعالٰی کے فضل اور اس کی زیادت و برکت سے کوئی غنی نہیں۔

قال تعالٰی للذین احسنوا الحسنٰی و زیادۃ۔[1] اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: نکوکاروں کے لیے بھلائی ہے اور مزید بھی ہے (ت)

سیدنا ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مولٰی جل وعلا نے اموالِ عظیمہ عطا فرمائے تھے۔ ایک روز نہا رہے تھے کہ آسمان سے سونے کی ٹیڑیاں برسیں، ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام چادر میں بھرنے لگے، رب عزوجل نے ندا فرمائی: یاایوب الم اکن اغنیتك عما تری اے ایوب! جو تمہارے پیشِ نظر ہے کیا میں نے تمہیں اس سے بے پروا نہ کیا تھا؟ عرض کی: بلٰی وعزتك ولکن لاغنی لی عن برکتك[2] ضرور غنی کیا تھا تیری عزت کی قسم مگر مجھے تیری برکت سے تو بے نیازی نہیں رواہ البخاری واحمد والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام بخاری و امام احمد و نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

جب حق جل وعلا کی دنیوی برکت سے بندہ کو غنا نہیں تو اس کی دینی برکت سے کون بے نیاز ہوسکتا ہے۔ صلحاء تو صلحاء خود اعاظم اولیاء بلکہ حضرات انبیاء بلکہ خود حضور پُرنور نبی الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایصالِ ثواب زمانۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اب تک معمول ہے حالانکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قطعاً معصوم ہیں، تو موتِ جمعہ یا صلاح کیا مانع ہوسکتی ہے! ردالمحتار میں ہے:

ان ابن عمر کان یعتمر عنه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عمرا بعد موته من غیر وصیة وحج ابن الموفق (رحمه اللہ تعالٰی وھو فی طبقة الجنید قدس سرہ) عنه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم سبعین حجة وختم ابن السراج عنه صلی اللہ تعالٰی

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال کے بعد بغیر کسی وصیت کے ان کی طرف سے عمرے کیا کرتے تھے۔ ابن موفق رحمہ اللہ نے (جو حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے طبقہ سے ہیں) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے ستّر حج کیے۔ ابنِ سراج نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

---

[1] القرآن ۱۰/ ۲۶

[2] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل وایوب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸۰
درمنثور بحوالہ احمد و بخاری و بیہقی آیہ وایوب اذ نادٰی ربه مکتبہ آیۃ العظمٰی قم ایران ۴/ ۳۳۰

(۳) ایصالِ ثواب سنّت ہے اور موت میں ضیافت ممنوع۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔ روی الامام احمد و ابن ماجۃ باسناد صحیح عن جریر بن عبداللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ۔[1]

اہلِ میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ اور یہ بدعتِ شنیعہ ہے۔ امام احمد اور ابن ماجہ بسندِ صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں ہم گروہِ صحابہ اہلِ میّت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرنے کو مُردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔ (ت)

جب علماء نے اسے غیر مشروع و بدعتِ قبیحہ کہا تو اس کا کھانا بھی غیر مشروع و بدعت قبیحہ ہوا کہ معصیت پر اعانت ہے اور معصیت پر اعانت گناہ۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۰: از حب والہ ضلع بجنور تحصیل دھانپور مرسلہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کا تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں متعین کرکے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے ایک اشتہار میں جو آپ کی جانب سے تھا اور مشتہر اس کے لعل خاں تھے، دیکھا تھا کہ دسواں بیسواں متعین کرکے کرنا اور میلادِ مروّجہ بہتر نہیں۔ الفاظ اس کے بعینہٖ مجھے یاد نہیں۔

الجواب

اموات کو ایصالِ ثواب قطعاً مستحب۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔[3]

جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو چاہئے کہ اسے نفع پہنچائے۔ (ت)

اور یہ تعینات عرفیہ ہیں، ان میں اصلاً حرج نہیں جبکہ انھیں شرعاً لازم نہ جانے۔ یہ نہ سمجھے کہ انھی دنوں ثواب

---

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲

[2] القرآن ۵/ ۲

[3] صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ من العین الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۲۲۴

دینا بدعت وممنوع ہے۔ سُرمہ، کنگھی اگر فقیر کو بطور صدقہ دیں تو حرج نہیں، اور کفن میں رکھنا حرام ہے۔ ہر روز ایک خوراک پر میّت کی فاتحہ دلاکر مسکین کو دینا اور ہر پنجشنبہ کی رات چند مساکین کو کھلانا، چالیس روز تک ایسا ہی کرنا اور ہو سکے تو سال بھر تک یا ہمیشہ کرنا یہ سب باتیں بہتر ہیں اور اُس طرح رُوح نکالنا محض جہالت و حماقت و بدعت ہے۔ ہاں فاتحہ دلانا اچھا ہے۔ شکر، چاول مساکین کو تقسیم کرنا خوب ہے مگر برادری میں موت کے لیے نہ بانٹا جائے۔ عرفہ تک یا بعد تک اگر الگ ہمیشہ فاتحہ دیں تو حرج نہیں، شامل رکھیں تو حرج نہیں۔ یہ سمجھنا کہ عرفہ تک الگ کا حکم ہے پھر شامل کا، یہ غلط وجہالت ہے۔ میّت کی دعوت برادری کے لیے منع ہے، ان کا بُرا ماننا حماقت ہے۔ ہاں برادری میں جو فقیر ہو اسے دینا اور فقیر کے دینے سے افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۵ ۲۱۶ از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی عبدالودود صاحب قادری برکاتی بنگالی طالب علم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) گھر میں بیٹھ کر فاتحہ پڑھ کر ثواب رسانی کرنے سے زیادہ ثواب ہے یا قبرستان پر، اور فاتحہ پڑھنے کے وقت قبر پر پانی ڈالنا۔

(۲) اکثر مساجدِ بنگال میں دستور ہے کہ محلہ والے جمعہ کے دن چاول روٹی کھانے کی چیزیں پکا کر فاتحہ کے واسطے اور نمازیوں کو تقسیم کرنے کے لیے مسجدوں میں بھیجا کرتے ہیں۔ ان اشیاءِ موصوفہ کو کھانا نمازیوں کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ اور ان چیزوں کو مسجد کے اندر تقسیم کرنا چاہیے یا باہر؟ یا بالکل ممانعت کر دی جائے اور کہہ دیا جائے کہ مسجدوں میں نہ بھیجا کرو۔

الجواب

(۱) قبرستان میں جا کے پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے کہ زیارتِ قبور بھی سنّت ہے اور وہاں پڑھنے میں اموات کا دل بھی بہلتا ہے، اور جہاں قرآن مجید پڑھا جائے رحمتِ الٰہی اترتی ہے۔ قبر اگر پختہ ہے اس پر پانی ڈالنا فضول و بے معنی ہے، یونہی اگر کچّی ہے اور اس کی مٹّی جمی ہوتی ہے۔ ہاں اگر کچّی ہے اور مٹّی منتشر ہے تو اس کے جم جانے کو پانی ڈالنے میں حرج نہیں، جیسا کہ ابتدائے دفن میں خود سنّت ہے۔

(۲) بھیجنا جائز ہے، اور جبکہ بھیجنے والے عام نمازیوں کے لیے بھیجیں تو اغنیاء کو نا جائز ہے۔ اور مسجد کے اندر کسی چیز کے کھانے کی غیر معتکف کو اجازت نہیں بلکہ مسجد سے باہر کھائیں، اسی کی تاکید کی جائے اور بھیجنے سے ممانعت نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

marfat.com

رکھ کر بھی توڑ سکتے ہیں مگر وہابیہ بھی التزاماً سامنے ہی رکھ کر کھاتے ہیں، کیا یہ شرعاً فرض واجب ہے؟ وہابیہ کے نزدیک جو واجب نہ ہو اس کے التزام سے شیطان کا حصّہ آجاتا ہے۔ تو ثابت ہُوا کہ وہابیہ شیطان کا حصّہ کھاتے ہیں، ایصالِ ثواب میں کوئی سورہ شرعاً معیّن نہیں، اور بلا اعتقادِ وجوب معیّن کرنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۲ ازپیلی بھیت محلہ پکریا متصل سٹی ڈاک خانہ مسئولہ مُلّا لطیف احمد سوداگر لکڑی ۲۷ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آٹا جو روزمرّہ پکانے کو نکالا جاتا ہے اس میں سے ایک چٹکی نکال کر جمع کی جائے، جب تیس دن مہینے کے پُورے ہوجائیں اور گیارھویں شریف کا دن آئے تو اس آٹے جمع کئے ہُوئے پر گیارھویں شریف کی فاتحہ درست ہے یا نہیں؟ اور روزمرہ ایک چٹکی آٹا برائے فاتحہ گیارھویں شریف جائز ہے یا نہیں؟ اگر روزمرہ چٹکی نکالنا ناجائز ہے تو دوسرا طریقہ کون سا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ طریقہ بہت برکت کا باعث ہے اور اس میں آسانی رہتی ہے۔ روز کے آٹے میں سے ایک چٹکی نکالنا معلوم بھی نہیں ہوتا اور وُہ مہینہ بھر بعد ایک مقدارِ معتدبہ ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۳ ازموضع گھرکھالی تھانہ منگنڈوا بازار ہانچورانہ ضلع ارکان عرف اکیاب مسئولہ مولوی ابوالحسن صاحب ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مسلم صالح کا انتقال بروزِ جمعہ بوقتِ صبح ہوا۔ اب زید کے واسطے قبل نمازِ جمعہ تسبیح وتہلیل وختمِ قرآن مجید پڑھ کر ایصالِ ثواب جائز ہے یا نہیں؟ برتقدیرِ اول جب زید قبر کے عذاب سے محفوظ ہے پھر ایصالِ ثواب کی کیا ضرورت، بناءً علیہ بعض علماء ان امورِ مذکورہ کو ناجائز فرماتے ہیں، اب قولِ فیصل کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے، جبکہ میّت کی تجہیز وتکفین میں اس کے باعث تاخیر نہ ہو۔ اس کا اہتمام اور لوگ کرتے ہوں، نہ اس کے سبب ان پڑھنے والوں کو جمعہ میں تاخیر ہوجائے۔ اس کے اہتمام کا وقت آنے سے پہلے فارغ ہوجائیں۔ اب یہ نفع بلاضرر اور اس حدیثِ صحیح کے عموم میں داخل ہے کہ:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلیفعل[1] رواہ مسلم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو تو چاہئے کہ اسے فائدہ پہنچائے۔ اسے امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۲۲۳

marfat.com

(۳) حضور کی نیاز یا صحابہ کی نیاز بھی پردہ کر کے یا کپڑا ڈال کر دلانے کا کہیں حکم ہے یا ویسے ہی لغو ہے؟ اور جو لوگ امام مسجد یا کوئی دوسرا شخص کسی کے کہنے سے اس کام کو نہ کرے تو کیا وہ مستحق لعن ہے؟ جیسا ہو ویسا حوالۂ کتاب تحریر فرمائیں۔

(۴) یہاں پر اکثر شب برات یا عید بقرہ یا عید الفطر یا شادی بیاہ دیگر خوشی کے وقت دودھ روٹی یا تھوڑا تھوڑا کھانا الگ الگ رکھ کر فاتحہ دلاتی ہیں اور کہتی ہیں اس پر میرے دادا کی یا باپ کی یا فلاں کی دے دو۔ شرع شریف میں یہ بات جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

(۱) فاتحہ وایصالِ ثواب کے لیے کھانے کا پیشِ نظر ہونا کچھ ضرور نہیں، یہ اس پیش امام کی غلطی تھی اور حضرت خاتونِ جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں انھیں اس سے باز رکھا جائے۔ پیش امام اور عورتیں دونوں اپنی اپنی غلطی سے توبہ کریں اور جس عورت نے پیش امام کو سخت وسست کہا وہ اس سے معافی مانگے۔

(۲) یہ محض بے ثبوت اور نری اختراعی باتیں ہیں، مردوں پر لازم ہے کہ ان غلط خیالوں کو مٹائیں۔

(۳) کسی نیاز پر پردہ ڈالنے کا کہیں حکم نہیں اور جو امام ایسا نہ کرے اس نے اچھا کیا۔ اس وجہ سے اس پر لعن سخت حرام ہے، ایسی لعنت خود لعنت کرنے والے پر پلٹتی ہے۔

(۴) ایک جگہ سب کی فاتحہ دلائیں تو جائز، اور جُدا جُدا دلائیں تو جائز، جیسے حیاتِ دنیا میں، لاجناح علیکم ان تأکلوا جمیعا او اشتاتا[۱] (تم پر حرج نہیں کہ مل کر کھاؤ یا جُدا جُدا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳ از رامپور پور گول بازار ممالک متوسط مرسلہ محمد سلیم خاں کتب فروش ۲ جمادی الاخرٰی ۱۳۳۰ھ

ایک شخص ہے وہ کہتا ہے کہ فاتحہ میں ثواب رسانی کے سلسلہ میں ایسا لفظ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ارواح متبرکہ کو اس کا ثواب پہنچے۔ ایسا لفظ حضرت کی شان میں ارواح کا لفظ لانا بے ادبی میں داخل ہے۔ ارواح کا لفظ مت شامل کرو۔ ایسا مت کہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ارواح کو ثواب پہنچے، آپ حیات النبی ہیں، فقط۔

الجواب

رُوح زندہ کے لیے بھی ہے بلکہ رُوح ہی سے زندگی ہے اور درود شریف کے صیغوں میں ہے:

---

[۱] القرآن ۲۴/۶۱

marfat.com

علیہ وسلم اکثر من عشرۃ الاف ختمۃ وضحی عنہ مثل ذلک (نقلہ عن الامام ابن حجر المکی عن الامام الاجل تقی الملۃ والدین السبکی رحمہما اللہ تعالٰی ثم قال اعنی الشامی) ورأیت نحو ذلک بخط مفتی الحنفیۃ الشہاب احمد بن الشلبی شیخ صاحب البحر نقلا عن شرح الطیبۃ للنویری (رحمہم اللہ تعالٰی ثم قال) وقول علمائنا لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ یدخل فیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ احق بذلک حیث انقذنا من الضلالۃ ففی ذلک نوع شکر واسداء جمیل لہ والکامل قابل لزیادۃ الکمال [1] ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

طرف سے دس ہزار ختم سے زیادہ پڑھے، اور اسی کے مثل سرکار کی جانب سے قربانی بھی کی۔ اسے امام ابن حجر مکی سے، انھوں نے امام اجل تقی الملۃ والدین سبکی سے نقل کیا رحمہما اللہ تعالٰی۔ آگے علامہ شامی نے لکھا: اسی جیسا مضمون مفتی حنفیہ شہاب الدین احمد الشلبی شیخ صاحب بحر کی قلمی تحریر میں نویری کی شرح طیبہ کے حوالے سے دیکھا رحمہم اللہ۔ آگے علامہ شامی نے فرمایا: اور ہمارے علماء کا یہ قول کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کرسکتا ہے اس میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی داخل ہیں اس لیے کہ وہ اس کے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ حضور ہی نے ہمیں گمراہی سے نکالا، تو اس میں ایک طرح کی شکر گزاری اور حسن سلوک ہے اور صاحب کمال مزید کمال کے قابل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۴: از موضع سرنیا ضلع بریلی تحصیل بریلی مسئولہ عبدالکریم صاحب ۶ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ کفن میں تہبند و رومال، سرمہ، کنگھی وغیرہ کم کرنا جائز نہیں بلکہ ہو تو بہتر ہے۔ اور ہر روز خوراک پہ میت کے فاتحہ دکھانا اور ہر جمعرات کو چند مسکین کو دعوت کرکے کھلانا اور چالیس یوم تک ہر روز فاتحہ دلانا اور جمعرات کو فقیروں کو کھلانا اور چالیسویں یوم کو گھڑے یا مٹکے میں پانی بھر کر اُس پر چادر رکھتے ہیں، کچھ پکا کر فاتحہ دیتے ہیں اور اس کو رُوح نکالنا مکان سے قرار دیتے ہیں اور جریس یعنی چاول میں شکر ڈال کر تقسیم کرتے ہیں، اور حلوہ روٹی بہ جریس برادری میں تقسیم کیا جاتا ہے اور شب برات و عرفہ تک اس میت کی فاتحہ علیحدہ ہوتی ہے۔ بعدہٗ شب برات کے یعنی شب برات کو شامل ہوتی ہے اور برادری کو دعوت فاتحہ میت میں شامل نہ کریں تو بہت برا مانتے ہیں۔ یہ رسمیں جو ناجائز ہوں وہ علیحدہ تحریر فرمائی جائیں۔

الجواب

مرد کے لیے کفن کے تین کپڑے سنّت ہیں اور عورت کے لیے پانچ۔ ان کے سوا کفنی میں کوئی اور تہبند یا رومال

---

[1] رد المحتار مطلب فی القرأۃ للمیت الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵ و ۶۰۶

marfat.com

لا یاکل طعامك الا تقی[1] رواہ احمد و ابوداؤد والترمذی و ابن حبان والحاکم باسانید صحیحۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار۔ (اسے امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابنِ حبان اور حاکم نے صحیح سندوں سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۵ ازشہر محلہ گلاب نگر ۱۹ رجب ۱۳۲۷ھ

تبارک جو کیا جاتا ہے اس کی اصل کیا ہے؟ اور کس شئی پر ادا کیا جانا افضل ہے؟ جس شئی پر پڑھا جائے وُہ شئی اگر کھانے کی ہے تو کس کو کھلانا بہتر زیادہ ہے؟ اس کا جو رواج ہے اُس سے جناب خوب واقف ہیں اس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

تبارک کی اصل ایصالِ ثواب ہے جس کا حکم احادیثِ کثیرہ میں ہے اور خاص سورۂ تبارك الذی شریف کی تخصیص اس لیے کی صحیح حدیثوں میں اسے عذابِ قبر سے بچانے والی، نجات دینے والی فرمایا۔ جس شے پر کرتے ہیں محتاج کی حاجت روائی زیادہ ہو اس میں زیادہ ثواب ہے۔ ایامِ قحط میں کھانے پر ہونا زیادہ مناسب ہے۔ فقیر کے یہاں کھانے پر ہوتی ہے۔ کپڑے کے جوڑوں کبھی روپوں پر موافق حالت برادران مساکین مسلمین کے جو مناسب سمجھا گیا کیا جاتا ہے، کھانا ہو یا کپڑے یا دامِ دُنیا سب سے پہلے اپنے عزیزوں، قریبوں کا حق ہے جو حاجتمند ہوں، پھر ہمسایوں، پھر یتیم، بیوہ، مسکین مسلمانانِ اہلِ شہر کا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۶ تا ۲۲۸ از اجمیر شریف کارخانہ کرتیاں علاقہ نمبر ۳ لوہار خانہ مرسلہ جمال محمد ۴ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

(۱) مُردہ کے ساتھ کھانا لے جانا حلال ہے یا حرام؟

(۲) گلاب قبر میں چھڑکنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) اور قبر سے چالیس قدم جاکر دُعا مانگنا۔

الجواب

(۱) مُردہ کی طرف سے تصدق کرنا چاہئے اور ساتھ لے جانا فضول ہے۔ اور علامہ طحطاوی نے اُسے بدعت لکھا ہے۔ وھو تعالٰی اعلم

(۲) قبر میں گلاب وقت دفن کے چھڑکنے میں حرج نہیں اور اوُپر چھڑکنا فضول اور مال کا ضائع کرنا۔ وھو تعالٰی اعلم

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند ابوسعید الخدری دارالفکر بیروت ۳/ ۳۸

marfat.com

مسئلہ ۲۱۷ تا ۲۱۸ از باگ ضلع الجھرہ ریاست گوالیار مکان منشی اوصاف علی صاحب مرسلہ اشرف علی صاحب پنشنر ریاست کوٹہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) کھانا و پانی سامنے رکھ کر اور اس پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ دینا یہ طریقہ سنّت سے ہے یا کیا؟

(۲) جو کھانا بہ نیت خاص برائے ایصال ثواب خواہ بزرگانِ دین سے ہوں یا عام مسلمان، پکوایا جائے تو اس کھانے کو اغنیا کھا سکتے ہیں؟

الجواب

(۱) کھانا پانی سامنے رکھ کر فاتحہ دینا جائز ہے۔

(۲) اغنیا بھی کھا سکتے ہیں سوا اس کھانے کے جو موت میں بطور دعوت کیا جائے وہ ممنوع و بدعت ہے۔ اور عوام مسلمین کی فاتحہ چہلم، برسی، ششماہی کا کھانا بھی اغنیاء کو مناسب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۹ تا ۲۲۲ از شہر کوٹہ راجپوتانہ، محلہ لارڈپورہ معرفت گانس بہرو مسئولہ الٰہی بخش صاحب ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

(۱) حضرت مولانا صاحب! واقعات کو بغور ملاحظہ فرمائیں، مسجد کے پیش امام کو محلہ میں ایک جگہ پر فاتحہ و ایصال ثواب کو بلالے گئے، چند عورتیں تھیں، گھر کا دروازہ بند کرکے کہا بیوی صاحبہ کی فاتحہ پڑھ دو۔ ملّاں جی نے کہا کہ پردہ کرکے یا کپڑے سے بند کرکے دلانا۔ یہ عورتوں کا مسئلہ ہے شریعت میں ایسا نہیں ہے، خیر کپڑا ڈال دو مگر کھانا تو سامنے رکھو۔ خیر بند کرکے بھی کھانا سامنے نہیں رکھا گیا۔ تھوڑا سا دروازہ کھولا گیا، پردہ کر دیا گیا، ملّاں جی نے فاتحہ پڑھ دی۔ عورتیں کہنے لگیں یہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تھی اب بیوی کی پڑھو اور اسی طرح سے علی کی پڑھ دینا۔ ملّاں جی ناراض ہو کر بولے کہ تم خلافِ قاعدہ اور خلافِ اصولِ شرع فاتحہ دلاتی ہو اس طرح سے میں نہیں دے سکتا میرے عقیدے میں خلل ہوتا ہے میں اپنا اسلام نہیں بیچ سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر مکان پر چلے آئے۔ بعد میں ایک عورت نے ملّاں جی کو بہت سخت وسست کہا اور لعن طعن کی۔ انھوں نے صبر کیا۔ دلی مطلب ملّاں جی کا یہ تھا کہ سلف سے جو طریقہ فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کا چلا آتا ہے اور تمام بزرگانِ دین ایصالِ ثواب کرتے چلے آئے ہیں وہ بات ہونا چاہئے نئے نئے طریقے کیوں نکالتی ہو؟ جس پر اس عورت کے بعض عزیز بھی ملّاں جی پر ناراض ہوئے، یہ واقعات ہیں۔

(۲) یہ عورتیں حضرت بی بی فاطمہ خاتونِ جنّت کی فاتحہ پردہ ڈال کر یا کپڑا ڈال کر امہات المومنین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور جملہ پیغمبروں کی بیویوں سے علیحدہ دلاتی ہیں اور چند قیدیں لگاتی ہیں کہ سوائے شوہر والی کے بیوہ یا عقد ثانی والی یا مرد یہ کھانا نہ کھائیں۔ آیا اس کا ثبوت کہیں شریعت سے بھی ہے یا کیا؟ جیسا ہو ویسا بحوالۂ کتاب تحریر فرمائیں۔

marfat.com

مسئلہ ۲۳۰ از شہر محلہ ذخیرہ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چنگی ۱۷ جمادی الآخر

کیا حکم ہے علمائے اہلسنّت والجماعت کا اس مسئلہ میں کہ چنوں پر جو سوئم کی فاتحہ کے قبل کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے اس کے کھانے کو بعض شخص مکروہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قلب سیاہ ہوتا ہے۔ آیا یہ صحیح ہے تو ان کو کیا کرنا چاہیئے؟ اسی طرح فاتحہ کے کھانے کو جو عام لوگوں کی ہوتی ہے کہتے ہیں ایک موضع میں ان سوم کے پڑھے ہوئے چنوں کو مسلمان اپنا اپنا حصّہ لے کر مشرک چماروں کو دے دیتے ہیں، وہاں یہی رواج ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ لہذا ان کلمہ طیبہ کے پڑھے ہوئے چنوں کو مشرک چماروں کو دینا چاہیئے یا نہیں؟ کیا یہ گناہ ہے؟ بیّنوا توجّروا۔

الجواب

یہ چیزیں غنی نہ لے فقیر لے۔ اور وہ جو ان کا منتظر رہتا ہے ان کے نہ ملنے سے ناخوش ہوتا ہے اس کا قلب سیاہ ہوتا ہے مشرک یا چمار کو اس کا دینا گناہ، گناہ۔ فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں، اور لے لئے ہوں تو مسلمان فقیر کو دے دے۔ یہ حکم عام فاتحہ کا ہے، نیاز اولیائے کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے فقیر و غنی سب لیں۔ جبکہ مانی ہوئی نذر بطور نذر شرعی نہ ہو، شرعی پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۱ از قصبہ رچھا روڈ ضلع بریلی مسئولہ حکیم محمد احسن ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سوم کے چنوں کا کھانا علاوہ چھوٹوں کے بڑوں کو بھی جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجّروا۔

الجواب

یہ چنے فقراء ہی کھائیں، غنی کو نہ چاہیئے بچّہ یا بڑا۔ غنی بچّوں کو ان کے والدین منع کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۲ از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ سیّد محمد تقی صاحب قادری ابوالحسینی ۲۶ صفر ۱۳۳۷ھ

اگر مردہ کو اس کا خویش و اقارب خواب میں دیکھے تنہا یا اُس کو کسی قسم کی چیز طلب کرتے ہوئے دیکھے تو ایسی حالت میں مُردہ کا فاتحہ کھانے پر دلانا جائز ہے یا نہیں؟ یا وہ چیز جو اس نے خواب میں طلب کی ہے وہ اُس کے نام پر فاتحہ دلا کر خیرات کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور فاتحہ کے وقت ہمراہ کھانے کے پانی کا رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بہتر ہے کہ جو چیز طلب کی محتاج کو اس کی طرف سے دی جائے اور کھانے پر فاتحہ اس کے سبب سے منع نہ ہوگی وہ بھی اور پانی رکھنے میں حرج نہیں۔ محتاج کو وہ کھانا کھلائیں اور پانی پلائیں سب کا ثواب پہنچے گا۔

marfat.com

اللهم صل علی روح سیدنا محمد فی الارواح تو اصل میں اس لفظ کے کہنے میں کوئی حرج نہیں، مگر جہاں عوام اس سے یہ معنی سمجھتے ہوں جیسے اس نیک نیت پاکیزہ خیال نے سمجھے تو ضرور اس کہنے سے ان کو روکا جائے یا یہ وہم اُن کے دلوں سے نکال دیا جائے کہ ارواح کا اطلاق اموات ہی کے حق میں ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقۃً ایسے ہی زندہ ہیں جیسے رونق افروزیِ دُنیا کے زمانہ میں تھے۔ اُن کی موت ایک آن کے لیے تصدیق وعدۂ الٰہیہ کل نفس ذائقۃ الموت[1] (ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ت) کے واسطے ہوتی ہے، پھر وُہ ہمیشہ ہمیشہ بحیات حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں، مجالس خیر میں تشریف لے جاتے ہیں۔ کھانا پینا سب کچھ دُنیا کی طرح بے کسی آلائش کے جاری ہیں کما نطقت بہ الاحادیث وائمۃ القدیم والحدیث (جیسا کہ اس بارے میں احادیث اور زمانۂ قدیم وجدید کے ائمہ کے ارشادات موجود ہیں۔ ت) واللہ سبحٰنہٗ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۴ از بھیرہ ضلع شاہ پور، ملک پنجاب، ملتانی دروازہ، مسئولہ فضل حق صاحب چشتی، ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب سلطان العلماء المتبحرین، برہان الفضلاء المتصدرین، کنز الہدایہ والیقین، شیخ الاسلام والمسلمین مولٰنا المفتی العلامۃ الشاہ محمد احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گیارھویں شریف کس چیز پر دینی افضل ہے، چاول یا حلوہ وغیرہ، اور کن کن لوگوں میں بانٹنی چاہیے؟ آپ بھی تبرک چکھنا چاہیے یا نہیں؟ اور کسی پیر صاحب یا سید صاحب کو اس میں سے حصہ دینا چاہیے یا نہیں؟ ایک مسجد میں چند ایک اصحاب مل کر گیارھویں پکاتے ہیں تو کیا وہ گیارھویں شریف پکی ہُوئی، مسجد کے نمازیوں میں بانٹنی چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نیاز کا ایسے کھانے پر ہونا بہتر ہے جس کا کوئی حصہ پھینکا نہ جائے، جیسے زردہ یا حلوا یا خشکہ، یا وُہ پلاؤ جس میں سے ہڈیاں علیحدہ کرلی گئی ہوں، بانٹنے کا اختیار ہے، جس سُنّی مسلمان کو چاہے دے اگرچہ غنی ہو اگرچہ سیّد ہو، اور خود بھی تبرکاً کھائے تو حرج نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے فتاوٰی میں لکھا ہے، نیاز کا کھانا تبرک ہوجاتا ہے۔ ہاں اگر شرعی منّت مانی ہو تو اس میں سے نہ خود کھا سکتا ہے نہ کسی غنی یا سیّد کو دے سکتا ہے، وہ غیر ہاشمی فقرائے مسلمین کا حق ہے۔ اور بدمذہبوں خصوصاً وہابیوں رافضیوں کو دینا جائز نہیں۔ چندے والے جس نیت سے پکائیں اُسی میں صرف کریں۔ اگر خاص نمازیوں کے لیے پکائی ہے تو صرف انھیں کو دیں، اور سب کے لیے تو سب کو۔ ہاں کافر کو دینا جائز نہیں جیسے بھنگی، چمار، وہابی، رافضی، قادیانی۔ ہاں جس کی بدمذہبی حدِ کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیلیہ، اسے دینے میں حرج نہیں۔ اور سُنّی کو دینا افضل۔ حدیث میں ہے:

---

[1] القرآن ۲/ ۱۸۵

marfat.com

وسعتِ فضلِ الٰہی کے لائق یہی ہے۔ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم اویصل لکل منھم مثل ثواب ذٰلك کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل[1] اھ۔

حضرت ابنِ حجر مکی سے سوال ہُوا اگر اہلِ مقبرہ کے لیے فاتحہ پڑھا تو ثواب ان کے درمیان تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو اس کا پُورا ثواب ملے گا؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ ایک جماعت نے دوسری صورت پر فتوٰی دیا ہے اور وہی فضلِ ربانی کی وسعت کے شایاں ہے اھ (ت)

اور ہر شخص کو افضل یہی کہ جو عمل صالح کرے اس کا ثواب اولین و آخرین احیاء و اموات تمام مومنین و مومنات کے لیے ہدیہ بھیجے سب کو ثواب پہنچے گا اور اُسے اُن سب کے برابر اجر ملے گا۔

فی ردالمحتار عن التاتارخانیۃ عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانھا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شیئ[2] اھ۔

ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے، اس میں محیط سے منقول ہے کہ جو کوئی نفل صدقہ کرے تو بہتر یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیت کرے اس لیے کہ وہ سب کو پہنچے گا اور اس کے اجر سے کچھ کم نہ ہوگا اھ (ت)

دارقطنی و طبرانی و دیلمی و سلفی امیرالمومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مر علی المقابر وقرأ قل ھو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات[3]۔

جو مقابر پر گزرے اور قل ھو اللہ گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب اموات کو بخشے بعدد تمام اموات کے ثواب پائے۔

رہا ابن قیم ظاہری المذہب کا کتاب الروح میں تقسیمِ ثواب کو اختیار کرنا یعنی ایک ہی ثواب اُن پر ٹکڑے ہوکر بٹ جائے گا حیث قال لو اھدی الکل الی اربعۃ یحصل لکل منھم ربعہ[4] اھ (اس کے الفاظ یہ ہیں:

---

[1] و [2] ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیت الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

[3] فتح القدیر عن علی رضی اللہ عنہ باب الحج عن الغیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۶۵

کنز العمال رافعی عن علی ״ ״ حدیث ۴۲۵۹۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/۶۵۵

ردالمحتار عن علی مطلب فی اہدا الثواب الاعمال للغیر مصطفی البابی مصر ۲/۲۵۷

[4] ردالمحتار بحوالہ کتاب الروح مطلب فی القرأۃ للمیت الخ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۶۰۵

(۳) دُعا مانگنا ہر وقت جائز اور چالیس قدم کی خصوصیت بلاوجہ۔ وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۹ از کرتپور ضلع بجنور مرسلہ طفیل احمد صاحب بجڑ ابونی ۲۷ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں جو طعام بہ نیتِ ایصالِ ثواب بروحِ مُردگان تقسیم کیا جاتا ہے اس کو اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ عام امواتِ مومنین کے لیے جو کھانا وغیرہ دیا جاتا ہے اُس میں اور اس طعام میں جو انبیاءِ عظام اور اولیاءِ کرام کے ارواح کے لیے ہدیہ کیا جاتا کچھ ذاتی فرق ہے یا نہیں؟ برکت و عدمِ برکت کے اعتبار سے دونوں حالتوں میں مصروف ایک ہوگا یعنی صرف فقراء کو دینا یا اغنیاء کے لیے بھی کھانا جائز ہوگا۔ فقط بیّنوا توجّروا

الجواب

طعام تین قسم ہے: ایک وُہ کہ عوام ایامِ موت میں بطورِ دعوت کرتے ہیں یہ ناجائز و ممنوع ہے۔

لان الدعوۃ انما شرعت فی السرور لا فی الشرور[1] کما فی فتح القدیر وغیرہ من کتب الصدور۔ اس لیے کہ دعوت کو شریعت نے خوشی میں رکھا ہے غمی میں نہیں۔ جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ کتبِ اکابر میں ہے۔ (ت)

اغنیاء کو اس کا کھانا جائز نہیں۔

دوسرے وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصالِ ثواب کے لیے بہ نیّت تصدّق کیا جاتا ہے فقراء اس کے لیے احق ہیں، اغنیاء کو نہ چاہئے۔

تیسرے وُہ طعام کہ نذورِ ارواحِ طیبہ حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کیا جاتا ہے اور فقراء و اغنیاء سب کو بطورِ تبرک دیا جاتا ہے یہ سب کو بلا تکلّف روا ہے، اور وہ ضرور باعثِ برکت ہے۔ برکت والوں کی طرف جو چیز نسبت کی جاتی ہے اس میں برکت آجاتی ہے، مسلمان اس کھانے کی تعظیم کرتے ہیں اور وُہ اس میں مصیب ہیں۔ ائمۂ دین نے بسندِ صحیح روایت فرمایا کہ ایک مجلس سماع صوفیاءِ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں نذرِ حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ایک پدرۂ زر رکھا ہُوا تھا، حالتِ وجد میں ایک صاحب کا پاؤں اُس سے لگ گیا فوراً رب العزت جل و علا نے ان کا حالِ ولایت سلب فرما لیا نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۰۲
مراقی الفلاح علٰی ھامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی حملہا و دفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۹

marfat.com

نے خاص اس بات میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تین حدیثیں پائیں:

حدیث اوّل: امام ابوالقاسم اصبہانی کتاب الترغیب اور امام احمد بن الحسین بیہقی شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من حج عن والدیه بعد وفاتهما کتب الله له عتقا من النار وکان للمحجوج عنهما اجر حجة تامة من غیر ان ینقص من اجورهما شیئ۔[1]

جو اپنے ماں باپ کی طرف سے اُن کی وفات کے بعد حج کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ سے آزادی لکھے، اور ان دونوں کے لیے پُورے حج کا اجر ہو بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔

اگر ثواب نصف نصف ملتا تو اس آدھے میں سے کمی ہوجانے کا کیا احتمال تھا جس کی نفی فرمائی گئی۔ ہاں وہی اجر یہاں اجور ہوجائے، ہر ایک پورا پورا بے کمی پائے۔ یہ خلافِ عقل ظاہر تھا، تو اسی کا افادہ ضرور مفید واہم ہے۔

حدیث دوم: طبرانی اوسط میں اور ابنِ عساکر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما علی احدکم اذا اراد ان یتصدق لله صدقة تطوعا ان یجعلها عن والدیه اذا کانا مسلمین، فیکون لوالدیه اجرها وله مثل اجورهما بعد ان لا ینقص من اجورهما شیئ۔[2]

یعنی جب تم میں سے کوئی شخص کسی صدقہ نافلہ کا ارادہ کرے تو اس کا کیا حرج ہے کہ وہ صدقہ اپنے ماں باپ کی نیّت سے دے کہ انھیں اس کا جواب پہنچے گا اور اسے ان دونوں کے اجروں کے برابر ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔

ان دونوں حدیثوں میں اگر کچھ تشکیک کی جائے تو **حدیث سوم** گویا نص صریح جس نے بحمدہٖ تعالیٰ اس امید کمال کو قوی کردیا، اور فتوئ علما کی تاکیدِ اکید فرمادی کہ ہر ایک کو کامل ثواب ملے گا۔ امام دارقطنی اور ابوعبداللہ ثقفی فوائد ثقفیات میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا حج الرجل عن والدیه تقبل منه ومنهما واستبشرت ارواحهما، وکتب عند الله برا۔[3]

جب آدمی اپنے والدین کی طرف سے حج کرے وہ حج اس حج کرنے والے اور ماں باپ تینوں کی طرف سے قبول کیا جائے اور اُن کی رُوحیں خوش ہوں، اور یہ

---

[1] شعب الایمان باب فی بر الوالدین حدیث ۷۹۱۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۲۰۵

[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر بحوالہ ابن عساکر حدیث ۷۹۴۳ دار المعرفۃ بیروت ۵/۴۵۶

[3] سنن الدارقطنی کتاب الحج نشر السنۃ ملتان ۲/۲۶۰

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ امانت علی شاہ قصبہ نواب گنج ضلع بریلی ۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ

مٹی کے چراغ میں گھی ڈال کر جلانا چاہئے یا نہیں؟ آٹے کے چراغ میں گھی ڈال کر جلا کر کھانا یا ملیدہ کے اُوپر رکھ کر فاتحہ دینا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بلاضرورت گھی جلانا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ اور فاتحہ وقرآن خوانی اور درود خوانی کے لئے اگر چراغ کے قرب کی حاجت ہو اور اس خیال سے کہ تیل میں کبھی بدبُو آتی ہے گھی سے چراغ روشن کرے اور اس لحاظ سے کہ استعمالی چراغ صاف نہیں ہوتا اور کورے میں جلائیں تو گھی پیئے گا اور بیکار جائے گا لہذا آٹے کا چراغ بنائیں کہ آٹا پیئے بھی تو اس کی روٹی پک سکتی ہے، تو اس میں حرج نہیں۔ مگر یہ عادت کر لینی کہ بلاضرورت بھی فاتحہ کے لیے گھی جلائیں وہی اسراف وحرام ہے، اور وُہ صورتِ جواز جو ہم نے لکھی اُس میں بھی وُہ چراغ کھانے کے اُوپر نہ رکھا جائے بلکہ کھانے سے الگ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۴ از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار بتاریخ ۱۸ ر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ وغیرہ میں اکثر لوگ گھی کے چراغ، کپڑے، جُوتی وغیرہ رکھتے ہیں، یہ اشیاء رکھنا کیسا ہے؟ فقط

الجواب

کپڑا، جُوتے یا جو چیز مسکین کو نفع دینے والی مسکین کو دینے کی نیت سے رکھیں کوئی حرج نہیں ثواب ہے، مگر فاتحہ کے وقت گھی کا چراغ جلانا فضول ہے، اور بعض اوقات داخلِ اسراف ہوگا، اس سے احتراز چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۵ مرزا باقی بیگ رام پوری ۱۶ محرم ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس فعلِ نیک کا ثواب چند اموات کو بخشا جائے وہ اُن پر تقسیم ہوگا یا سب کو اس پُورے فعل کا ثواب ملے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللہ عزوجل کے کرمِ عمیم وفضلِ عظیم سے اُمید ہے کہ سب کو پُورا پُورا ثواب ملے، اگرچہ ایک آیت یا درود یا تہلیل کا ثواب آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام مومنین ومومنات احیا واموات کے لیے ہدیہ کرے۔ علمائے اہلسنّت سے ایک جماعت نے اسی پر فتوٰی دیا۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

marfat.com

اور نتیجہ اس کا دنیا میں ملے گا یا عقبیٰ میں ؟

دوسرے[۲] یہ کہ ثواب کس طرح کہہ کر پہنچائے ؟

تیسرے[۳] یہ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ واہل بیتہٖ وسلم کو ثواب پہنچائے تو اس کی شمول میں اور ارواح بھی شامل کرسکتا ہے یا نہیں، اور پچھلے اولیاء اور انبیاء کا نام بھی لیا جائے یا نہیں ؟

چوتھے[۴] یہ کہ دُنیا میں کیا فائدہ اور عقبےٰ میں کیا بدل حاصل ہوگا ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللہ عزّوجل کے فضل سے اُمّید ہے کہ ہر شخص کو پُورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا۔ ردالمحتار میں ہے :

سئل ابن حجر المکی عما لوقرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم اویصل لکل منھم مثل ثواب ذٰلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل[۱]۔

امام ابن حجر مکّی سے سوال ہُوا : اگر قبرستان والوں کے لیے فاتحہ پڑھی تو ثواب ان کے درمیان تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو اسی کے مثل پورا پورا ثواب ملے گا ؟ انھوں نے جواب دیا کہ ایک جماعتِ علماء نے دوسری صورت پر فتوٰی دیا ہے اور وہی فضلِ الٰہی کی وسعت کے لائق ہے۔ (ت)

اس مسئلہ کی پوری تحقیق فتاوٰی فقیر میں ہے، نتیجہ ملنا اللہ سبحٰنہٗ وتعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ مسلمانوں کو نفع رسانی سے اللہ عزّوجل کی رضا ورحمت ملتی ہے اور اس کی رحمت دونوں جہان کا کام بنا دیتی ہے۔ آدمی کو اللہ کے کلام میں اللہ کی نیّت چاہیے، دنیا اس سے مقصود رکھنا حماقت ہے۔ دعا کرے کہ الٰہی ! یہ جو میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں شخص یا فلاں فلاں اشخاص کو پہنچا، اور افضل یہ ہے کہ تمام مسلمین ومسلمات کو پہنچائے۔ مسلک متقسط میں ہے :

یقرأ ماتیسرلہ من الفاتحۃ والاخلاص سبعا اوثلثا ثم یقول اللھم اوصل ثواب ماقرأناہ الٰی فلان اوالیھم[۲]۔

جو میسر آئے پڑھے سُورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص سات بار یا تین بار، پھر کہے : اے اللہ ! ہم نے جو پڑھا اس کا ثواب فلاں کو یا ان سب کو پہنچا۔ (ت)

---

[۱] ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیّت الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۵

[۲] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری فصل لیستحب زیارۃ اہل المعلی دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۳۲۴

اگر چار آدمیوں کو سب ہدیہ کیا تو ہر ایک کو چوتھائی ملے گا۔ ت)

اقول وباللہ التوفیق فتوٰی علماء کہ سب کو ثواب کامل ملے گا، اس قولِ ابنِ قیم پر بچند وجہ مرجح ہے:

اوّلاً ابنِ قیم بدمذہب ہے، تو اس کا قول علمائے اہلسنت کے مقابل معتبر نہیں۔

ثانیاً وُہ اسی کا قول ہے اور یہ ایک جماعت کا فتوٰی والعمل بما علیہ الاکثر (اور عمل اس پر ہوتا ہے جس پر اکثر ہوں۔ ت)

ثالثاً وھو الطراز المعلم (اور وہی نقش بانگار ہے، یعنی زیادہ مضبوط جواب ہے۔ ت)

ثواب واحد کا سب پر منقسم ہونا ایک ظاہری بات ہے جسے آدمی بنظرِ ظاہر اپنی رائے سے کہہ سکتا ہے، عالمِ شہود میں یُونہی دیکھتے ہیں، ایک چیز دس کو دیجئے تو سب کو پُوری نہ ملے گی ہر ایک کو ٹکڑا ٹکڑا پہنچے گا۔ غالباً اس ظاہری نے اسی ظاہری بات پر نظر اور معقول پر محسوس کو قیاس کرکے تقسیم کا حکم دے دیا۔ نہ کہ حدیث سے اس پر دلیل پائی ہو بخلاف اُس حکمِ کمال کے کہ اگر کروڑوں کو بخشو تو ہر ایک کو پورا ثواب ملے۔ ایسی بات بے سندِ شرعی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے تو ظاہر کہ جماعتِ اہلِ فتوٰی نے جب تک شرع مطہر سے دلیل نہ پائی ہرگز اس پر جزم نہ فرمایا بلکہ تصریح علماء سے ثابت کہ جو بات رائے سے نہ کہہ سکیں وُہ اگرچہ بعض علماء کا ارشاد ہو حدیثِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم میں سمجھا جائے گا۔ آخر جب عالم متدین ہے اور بات میں رائے کو دخل نہیں تو لاجرم حدیث سے ثبوت ہوگا۔ امام علامہ قاضی عیاض نے سریج بن یونس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا کہ اللہ تعالٰی کے کچھ سیّاح فرشتے ہیں جن کے متعلق یہی خدمت ہے کہ جس گھر میں احمد یا محمد نام کا کوئی شخص ہو اس گھر کی زیارت کیا کریں۔ علّامہ خفاجی مصری اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

فھو ظاھر وان کان لسریج فھو فی حکم المرفوع لان مثلہ لایقال بالرای[1] اھ ملخصا۔

یہ اگرچہ سریج کا قول ہے مگر وُہ مرفوع کے حکم میں ہے اس لئے کہ ایسی بات رائے سے نہیں کہی جاتی اھ ملخصاً (ت)

یہ سریج نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع تابعین میں سے، بلکہ علمائے مابعد سے ہیں۔ بایں ہمہ علّامہ خفاجی نے اُن کے قولِ مذکور کو حدیث مرفوع کے حکم میں ٹھہرایا کہ ایسی بات رائے سے نہیں کہی جاتی۔ اسی طرح ما نحن فیہ (زیرِ بحث مسئلہ۔ ت) میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ علماء کا وُہ فتوٰی بھی حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہونا چاہیے۔

ثمّ **اقول** وباللہ التوفیق (میں پھر اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ

---

[1] نسیم الریاض الباب الثالث فصل اوّل دار الفکر بیروت ۲/ ۲۲۵

marfat.com

میتا اوحیا[1]۔ | ہدیہ کرے وہ وفات پاچکا ہو یا زندہ ہو۔ (ت)

جو کچھ اللہ چاہے قال اللہ تعالٰی:

ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا ومن یرد ثواب الاٰخرۃ نؤتہ منہا وسنجزی الشکرین[2]۔

جو کوئی دنیا کا عوض چاہے ہم اسے اس میں سے دیں گے اور جو آخرت کا ثواب چاہے ہم اسے اس میں سے عطا فرمائیں گے اور قریب ہے کہ ہم شکر کرنے والوں کو جزا بخشیں۔

اور فرماتا ہے عزّوجل:

من کان یرید العاجلۃ عجّلنا لہ فیہا مانشاء لمن نرید ثم جعلنا لہ جہنم یصلیہا مذموما مدحورا ومن اراد الاٰخرۃ وسعی لہا سعیہا وھو مؤمن فاولٰئک کان سعیہم مشکورا[3]۔

جو دُنیا چاہے ہم اس میں سے جتنا چاہیں یہاں دے دیں، پھر اس کے لیے جہنم رکھیں اس میں بیٹھے مذمتیں ہوتا، دھکّے دیا جاتا۔ اور جو آخرت چاہے اس کی سی کوشش کرے اور ہو مسلمان، تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے۔

مسئلہ ۲۴۰: از کارا ڈاکخانہ اونیرا ضلع گیا مرسلہ مولوی علی احمد صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۱ھ

زید کہتا ہے اگر دو چار شخصوں کو اجمالاً ایصالِ ثواب کیا جائے تو ہر ایک کو پُورا پورا پہنچے گا، اور بکر تقسیم کا قائل ہے۔ زید اپنے ثبوت میں شامی کی یہ عبارت پیش کرتا ہے:

لکن سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینہم اویصل لکل منہم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھوا اللائق بسعۃ الفضل[4]۔

ابنِ حجر مکّی سے سوال ہُوا: اگر اہلِ قبرستان کے لیے فاتحہ پڑھے تو ثواب ان کے درمیان تقسیم ہوگا یا ان میں سے ہر ایک کو اس کے ثواب کا مثل کامل طور پر پہنچے گا۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ ایک جماعت نے صورتِ دوم پر فتوٰی دیا ہے اور وسعتِ کرم کے لائق وہی ہے۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق باب الحج عن الغیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۵۹

[2] القرآن ۳/ ۱۴۵

[3] القرآن ۱۷/ ۱۸ و ۱۹

[4] ردالمحتار مطلب فی القراءۃ للمیت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۵

marfat.com

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والانیکو کار لکھا جائے۔

یہ لفظ دارقطنی کے ہیں، اور ثقفیات میں ان لفظوں سے ہے:

من حج عن ابویہ ولم یحجا اجزاء عنھما وبشرت ارواحھما فی السماء وکتب عند اللہ براً[1]۔

جس کے ماں باپ بے حج کئے مرگئے ہوں یہ ان کی طرف سے حج کرے وُہ ان دونوں کا حج ہوجائے اور ان کی رُوحوں کو آسمان میں خوشخبری دی جائے اور یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنےوالا لکھا جائے۔

ظاہر ہے کہ حج ایک عبادتِ واحدہ ہے جس کا بعض کافی نہیں، نہ وہ کل سے مغنی ہو، بلکہ قابلِ اعتبار ہی نہیں، جیسے فجر کی دو رکعتوں سے ایک رکعت، یا صبح سے دوپہر تک کا روزہ۔ تو یہ حج کہ ان دونوں کی طرف سے کافی ہو، ضرور ہے کہ ہر ایک کی جانب سے پُورا حج واقع ہو، مگر فقہ میں مبین و مبرہن ہولیا کہ یہ اجزاء بمعنی اسقاطِ فرض نہیں تو لاجرم یہی معنی مقصود کہ دونوں کو کامل حج کا ثواب ملے۔ محدّثِ جلیل امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی اس حدیث کی تفسیر فرماتے ہیں:

لا اعلم احدا قال بظاھرہٖ من الاجزاء عنھما بحج واحد وھو محمول علی وقوعہ الاصل فرضا وللفرع نقلا[2] اھ نقلہ فی التیسیر مع التقریر والحمد للہ رب العٰلمین ھذا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

جہاں تک مجھے علم ہے کوئی اس کے ظاہر کا قائل نہیں یعنی یہ کہ وُہ ایک ہی حج دونوں کی طرف سے کافی ہوجائیگا۔ وہ اس پر محمول ہے کہ اصل کے لیے فرض ادا ہوگا اور فرع کے لیے نفل ہوگا اھ۔ اسے تیسیر میں نقل کیا اور برقرار رکھا۔ اور ساری خُوبیاں اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے اور اس رب بزرگ کا علم سب سے زیادہ کامل اور محکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۶ تا ۲۳۹ از شہر کہنہ محلہ کوٹ مرسلہ محمود علی صاحب بنگالی ۲ صفر المظفر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و فضلائے شریعت امین ان مسئلوں میں:

اوّل یہ کسی شخص نے ایک کلام مجید تلاوت کرکے ختم کیا اور اس کا ثواب پندرہ شخصوں کی ارواح کو للہ بخشا اُن رُوحوں میں تقسیم ہوجائے گا یعنی فی رُوح دوپارے پہنچے گا یا فی رُوح کو پُورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا؟

---

[1] فوائد ثقفیات لابی عبداللہ ثقفی

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من حج عن ابیہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض سعودیہ ۲/۴۱۳

marfat.com

ثواب کہ ہم شافعیہ کے نزدیک معروف ومعہود ہے کہ مثل ثواب قاری ہے ، آیا اموات پر تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو پورا ملے گا۔ روشن ہے کہ یہ ایک ہی سوال ہے اور اس میں مقصود بالاستفادہ تقسیم وتکمیل کی دو شقوں سے ایک متعین جس کا جواب امام نے دیا کہ ایک جماعت نے شق دوم پر فتوٰی دیا یعنی ہر ایک کو پورا ثواب پہنچے گا اور یہی وسعتِ رحمتِ الٰہیہ کے لائق ہے، نہ یہ کہ دو سوال تھے ، پہلا مذہب حنفیہ اور دوسرا مذہب شافعیہ سے امام نے پہلے جواب سے سکوت کیا اور دوسرے کا جواب دیا۔ یوں ہوتا تو تقسیم اور لکل منہم فضول تھا کہ حنفیہ وشافعیہ کا یہ اختلاف ایک جماعتِ اموات کے لیے قراءت سے خاص نہیں ایک میت کے لیے قراءت بھی یہی ہے کہ ہمارے نزدیک نفسِ ثواب پہنچتا ہے اور اُن کے نزدیک اس کا مثل۔ ایسا ہوتا تو امام اس غلطی پر متنبہ فرماتے ، پھر جواب یُوں نہ ہوتا کہ ایک جماعت نے ثانی پر فتوٰی دیا ، بلکہ یُوں ہوتا کہ ہمارا مذہب شق ثانی ہے پھر نفس ومثل میں سعتِ رحمت کا کیا فرق ہے جسے امام ھو اللائق بسعۃ الفضل فرمارہے ہیں۔ بکر کا استدلال کہ "ابن حجر کے قول ثانی کو الخ" عجیب ہے۔ شقِ اول میں لفظ تقسیم خود مصرح ہے۔ سائل پُوچھتا ہی یہ ہے کہ ثواب جو کچھ بھی پہنچے کہ وُہ اُن کے نزدیک مثل ثواب قاری ہے نہ نفس تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو پُورا پہنچے گا ؟ امام نے جواب دیا کہ ہر ایک کو پورا پہنچنا الیق ہے، تو قائلین وصول ثواب سے یہ بھی ہُوئے۔ شقِ اوّل میں نفس ثواب القاری کہاں تھا۔

ثم اقول وباللہ التوفیق (میں پھر اللہ تعالٰی کی مدد سے کہتا ہُوں ۔ ت) یہاں تحقیق امر اور ہے جو شُبہ کو راساً ختم کردے۔ جب نظر عامۂ اہلِ ظاہر پر شئے واحد کا دو شخصوں کو بلا تقسیم وصول عقلاً ممتنع ہے یعنی عرض واحد دو محل سے قائم نہیں ہوسکے (ورنہ اس تعبیر میں تو صریح منع ہے) تو واجب کہ حنفیہ کے نزدیک جب نفس ثواب قاری میّت کو پہنچے قاری کے پاس نہ رہے ، ورنہ یہ بھی عرض واحد کا دو محل سے قیام ہوگا حالانکہ احادیث وحنفیہ وسائر علمائے کرام خلاف پر تصریح فرماتے ہیں۔ محیط پھر تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے :

الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانہا تصل الیہم ولا ینقص من اجرہ شیئ[1]	صدقۂ نفل کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ تمام مومنین ومومنات کی نیت کرے کہ وُہ سب کو پہنچے گا اور اس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا (ت)

تو جب وہی ثواب اس کے پاس بھی رہا اور دُوسرے کو بھی پہنچا اور تقسیم نہ ہوا کہ لاینقص من اجرہ شیئ اس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوا، تقسیم ہوتا تو قطعاً کم ہوتا ، تو اگر دو سو یا لاکھ یا سب اولین وآخرین مومنین ومومنات کے وہی ثواب پورا پورا پہنچے اور تقسیم نہ ہو کیا استحالہ ہے ، جیسے دو ویسے کروڑہا کروڑ۔ امام جلال الملۃ والدین سیوطی

---

[1] ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیت الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ١/٦٠٥

محیط و تتارخانیہ و شامی میں ہے :

الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانہا تصل الیہم ولا ینقص من اجرہ شیئ۔[1]

جو کوئی نفل صدقہ کرے اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیت کرے اس لیے کہ وہ ان سب کو ملے گا اور اس کے اجر سے کچھ نہ گھٹے گا۔ (ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طفیل میں تمام انبیاء و اولیا و مومنین و مومنات جو گزر گئے اور جو موجود ہیں اور جو قیامت تک آنے والے ہیں سب کو شامل کرسکتا ہے اور یہی افضل ہے۔ صحیحین میں ہے :

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ضحی بکبشین املحین احدہما عن نفسہ والاخر عن امتہ[2] وزاد ابن ماجۃ ذبح احدہما عن امتہ لمن شہد للہ بالتوحید وشہد لہ بالبلاغ وذبح الاخر عن محمد واٰل محمد[3] ولاحمد وغیرہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قولہ عند التضحیۃ اللہم لک ومنک عن محمد وامتہ[4]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کی، جن کے رنگ سفیدی سیاہی ملے ہوئے تھے، قربانی کی، ایک کی اپنی طرف سے، دوسرے کی اپنی امت کی طرف سے ——— ابنِ ماجہ میں یہ اضافہ ہے : ایک اپنی اُمت کی طرف سے قربان کیا ہر اُس شخص کی طرف سے جس نے کلمہ طیبہ کی شہادت کی اور حضور اکرم کے لیے تبلیغ رسالت کی گواہی دی اور دوسرا حضرت محمد اور آلِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام سے ذبح کیا ——— امام احمد وغیرہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ قربانی کے وقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یوں کہا تھا : اے اللہ! تیرے لیے اور تجھ سے، یہ محمد اور اس کی امّت کی جانب سے ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے :

لا فرق بین ان یکون المجعول لہ

اس میں کوئی فرق نہیں کہ جس دوسرے کے لیے اپنا ثواب

---

[1] ردالمحتار | مطلب فی القرأۃ للمیت الخ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۱/۶۰۵

[2] فتح القدیر بحوالہ الصحیحین | باب الحج عن الغیر | نوریہ رضویہ سکھر | ۳/۶۵

مجمع الزوائد | باب اضحیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | دارالکتاب بیروت | ۴/۲۲

[3] سنن ابن ماجہ | ابواب الاضاحی باب اضاحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۲۳۲

[4] سنن ابن ماجہ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

marfat.com

یہ بات صرف اس لیے عجیب معلوم ہوتی ہے کہ دنیاوی محسوسات میں ایسی کوئی چیز نہیں پاتے جو اس سے ملتی جلتی ہو، مگر برزخ اور آخرت کے معاملات تو دنیا کے طرزِ مالوف سے جداگانہ شان رکھتے ہیں اھ مختصراً (ت)

حضرت جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں فرماتے ہیں:

شیخ مفرح رحمہ اللہ تعالیٰ از اہل صعید مصر ست بسیار جلیل القدر و کبیر الشان بود، و یکے از اصحاب او وے را روز عرفہ در عرفات دید و یکے دیگر در ہمان روز در خانۂ خویش دید و تمام روز با وے بود چوں آں دو شخص بہم رسیدند و ہر یک آنچہ دیدہ بودند باہم گفتند میان ایشاں نزاع شد یکے گفت وے روز عرفہ در عرفات بود، بر صدق آں سوگند بطلاق خورد، یکے گفت تمام آں روز در خانہ خود بود، وے نیز سوگند بطلاق خورد، پس خصومت کناں پیش مفرح آمدند، شیخ گفت ہر دو راست گفتہ اید بزن ہیچکدام طلاق نشدہ است، یکے از اکابر میگوید کہ من از شیخ مفرح پرسیدم کہ صدق ہریک موجب حنث دیگرست، چوں سوگند ہیچکس حانث نہ شدہ باشد، و دراں مجلس کہ من ایں پرسیدم جماعتے از علماء حاضر بودند، شیخ اشارت بہمہ کرد کہ دریں مسئلہ سخن گویند ہر کس چیزے گفت اما ہیچکس جواب شافی و کافی نہ گفت، دراں اثنا جواب آں بر من ظاہر شد کہ شیخ اشارت بمن کرد کہ جواب آں بگو، من گفتم چوں ولی بولایت متحقق گردد دراں معنی کہ روحانیت وے مصور بصورتے تواند شد، متمکن بود کہ در وقت واحد در جہات مختلفہ خود را بصورتہائے متعددہ بنماید چنانکہ خواہد، پس آنکس کہ وے را در بعضے ازاں صور بعرفات دیدہ

شیخ مفرح رحمہ اللہ تعالیٰ مصر کے اہلِ دل حضرات سے ہیں، بزرگ رتبہ اور بڑی شان رکھتے تھے، ان کے ایک مرید نے عرفہ کے دن انھیں عرفات میں دیکھا اور دوسرے مرید نے اسی دن انھیں اپنے گھر میں دیکھا اور دن بھر ان کے ساتھ رہا، جب دونوں مریدوں کی ملاقات ہُوئی اور ہر ایک نے جو دیکھا تھا آپس میں بیان کیا تو ان کے درمیان اختلاف ہُوا۔ ایک نے کہا: حضرت عرفہ کے دن عرفات میں تھے اور اس کی صداقت پر طلاق کی قسم کھائی۔ دوسرے نے کہا: اُس روز دن بھر اپنے گھر میں تھے، اس نے بھی طلاق کی قسم کھائی۔ پھر جھگڑتے ہُوئے شیخ مفرح کے پاس آئے۔ شیخ نے کہا: دونوں سچ کہتے ہیں، کسی کی بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔

اکابر میں سے ایک کا بیان ہے کہ میں نے شیخ مفرح سے پوچھا: ہر ایک کی صداقت دُوسرے کی قسم ٹوٹنے کی مقتضی ہے پھر کسی کی قسم کیسے نہیں ٹوٹی؟ — جس مجلس میں مَیں نے یہ سوال کیا علماء کی ایک جماعت موجود تھی، شیخ نے سب کو اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں کلام کریں۔ ہر شخص نے کچھ نہ کچھ بیان کیا مگر کسی نے شافی و کافی جواب نہ دیا۔ اسی اثناء میں جواب مجھ پر منکشف ہوگیا اور شیخ نے میری طرف اشارہ فرمایا کہ تم اس کا جواب دو — میں نے عرض کیا کہ جب ولی کی ولایت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ اس

marfat.com

اور بکر کہتا ہے کہ سوال میں دو باتیں مذکور ہوئیں: ایک تو ایصالِ ثواب قراءت اور اس کے ساتھ تقسیم ثواب مقرو، اور دوسرے وصول مثل ثواب۔ چونکہ عند الشافعیہ عباداتِ بدنیہ کا ثواب ہی نہیں پہنچتا، اس لیے علامہ ابن حجر نے اوّل جواب سے تو بالکل سکوت فرمایا اور فقط شق ثانی کا بموجب مذہب مختار متاخرین شافعیہ جواب دیا جس کی تشریح علامہ شامی اس عبارت سے کچھ اوپر بایں الفاظ فرماتے ہیں:

والذی حررہ المتاخرون من الشافعیۃ وصول القراءۃ للمیت اذا کانت بحضرتہ او دعی لہ عقبہا، والدعاء عقبہا ارجی للقبول ومقتضاہ ان المراد انتفاع المیت بالقراءۃ لاحصول ثوابہا لہ ولہذا اختاروا فی الدعاء اللھم اوصل مثل ثواب ما قرأتہ الی فلان واما عندنا فالواصل الیہ نفس الثواب[1]۔

متاخرین شافعیہ نے جو تنقیح کی ہے وہ یہ ہے کہ قراءت میّت کو پہنچتی ہے جبکہ قراءت اس کے پاس ہو یا بعد قراءت اللہ سے دعا کی جائے اس لیے کہ قراءتِ قرآن کے بعد دعا میں اُمیدِ قبول زیادہ ہے۔ اس کا مقتضاء یہ ہے کہ میّت کو قراءت سے فائدہ ملتا ہے یہ نہیں کہ قراءت کا ثواب اسے حاصل ہوتا ہے اسی لیے دعا میں وہ یہ الفاظ اختیار کرتے ہیں کہ اے اللہ! میں نے جو پڑھا اس کے ثواب کا مثل فلاں کو پہنچا مگر ہمارے نزدیک خود ثواب اسے پہنچتا ہے۔ (ت)

غرض بموجب مذہب حنفیہ کہ وہ وصول ثواب مقرو کے قائل ہیں تقسیم لابدی ہے کیونکہ ہر عمل کا ثواب خواہ بتضاعیف ہی سہی عند اللہ ایک امر معدود ہے جس کا وصول دو چار شخصوں کو بلا تقسیم کے عقلاً ممتنع ہے۔ اور ابن حجر کا قول ثانی کو "لائق بسعۃ الفضل" فرمانا بھی اسی کو مقتضی ہے کہ قائلین وصول ثواب قراءت کے نزدیک تقسیم ضروری ہے، اگر اول صورت بھی وصول کامل ہو تو ثانی لائق لبسعۃ الفضل فرمانا بالکل بے معنی ہوجاتا ہے لعدم الفرق بینھما (کیونکہ دونوں میں فرق نہ ہوگا۔ ت) اب علمائے کرام فرمائیں کہ حق بجانب کون شخص ہے زید یا بکر؟ اور بموجب مذہب حنفیہ تقسیم ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عبارتِ فتاوٰی ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مطلب بہت صاف ہے، بکر نے بالکل تحویل کردیا۔ امام ابن حجر مکی سے ایک سوال ہے جس میں سائل دریافت کرتا ہے کہ متعدد مسلمانوں کے لیے فاتحہ پڑھے تو ثواب ان پر تقسیم ہوگا یا ہر میت کو کامل ثواب ملے گا مثل کا لفظ کہ شق ثانی میں سائل شافعی المذہب نے اپنے مذہب کی رعایت سے بڑھایا، شقِ اول میں بھی اُن کے طور پر ملحوظ ہے ولہذا ثوابہا نہ کہا بلکہ الثواب بلام عہد یعنی وہی

---

[1] ردالمحتار مطلب فی القراءۃ للمیت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

حاضر است خواہ علویات خواہ سفلیات[1]

کے سروں میں موجود ہے خواہ علویات ہوں خواہ سفلیات۔ (ت)

جس کا دل ان حقائق کی وسعت نہ رکھے اور امور برزخ و آخرت کو اپنے مشہوداتِ دُنیا ہی پر قیاس کرے اُس پر یہ ماننا لازم ہوگا کہ حنفیہ کے نزدیک بھی میّت کو مثل قاری ثواب پہنچتا ہے کہ قاری کا ثواب تو اس کے پاس سے نہیں جاتا اور فرق مذہبین اتنا رہے گا کہ حنفیہ کے نزدیک وہ ثواب اثر ہبہ قاری ہے اور شافعیہ کے نزدیک اجابت دعائے قاری بہرحال وہ استبعاد جس کی بنا پر تقسیمِ ثواب لازم سمجھے تھے باطل ہوگیا۔ لاکھوں ہوں تو لاکھوں کو اتنا ہی ثواب پہنچے گا اور قاری کا ثواب کم نہ ہوگا، بلکہ بعدد اموات ترقی کرے گا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قرأ الاخلاص احدی عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات[2]۔ رواہ الطبرانی والدارقطنی۔

جو سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اموات مسلمین کو اس کا ثواب بخشے بعددِ اموات اجر پائے۔ (اسے طبرانی اور دارقطنی نے روایت کیا۔ ت)

باقی اصل مسئلہ کی تحقیق اور ہر ایک کو پُورا ثواب پہنچنے کی توضیح ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۴: از بندر کراچی محلہ جمعدار گل محمد مکرانی مرسلہ مولوی عبدالرحیم مکرانی ۲۷ شعبان ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام و مفتیانِ عظام رحمکم ربکم اندریں مسئلہ کہ اگر گروہ صبیان قرآن خواندہ یا دیگر اعمال حسنہ کردہ و ثواب آن بموتی بخشد، شرعاً می رسد یا نہ؟ بینوا الجواب بسند الکتاب وتوجروا عند اللہ بحسن المآب صاحباً حسبۃ للہ تعالٰی۔ جواب این مسئلہ بعبارت شافی و دلائل کافی از کتب فقہ حنفیہ و حدیث شریفہ مع حوالۂ کتب فقہ نوشتہ و بمواہیر علمائے اعلام آنجائے ثبت نمودہ بفرستند کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور خواہند شد، چراکہ در باب این

علمائے کرام و مفتیانِ عظام، آپ پر خدا کی رحمت ہو، اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے کہ اگر بچوں کی جماعت قرآن پڑھ کر یا دوسرے نیک اعمال کرکے اس کا ثواب مُردوں کو بخشے تو شرعاً پہنچتا ہے یا نہیں؟ کتاب کی سند سے واضح جواب دیں اور خدا کے یہاں حسنِ انجام کا ثواب لیں۔

حضور! خالصاً للہ اس سوال کا جواب شافی عبارت اور کتبِ فقہ حنفی و حدیث شریف کے دلائل سے کتبِ فقہ کے حوالوں کے ساتھ تحریر فرما کر اور

---

[1] سبع سنابل | سنبلۂ ششم در حقائق وحدت الخ | مکتبہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور | ص ۱۷۰

[2] کنز العمال بحوالہ رافعی عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۴۲۵۹۶ | موسسۃ الرسالہ بیروت | ۶۵۵/۱۵

فتح القدیر | عن علی رضی اللہ عنہ | باب الحج عن الغیر | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۶۵/۳

ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۲۵۷/۲

marfat.com

زہر الربی شرح سنن نسائی میں نقل فرماتے ہیں؛

ان للروح شانا اخر فیکون فی الرفیق الاعلی وھی متصلۃ بالبدن بحیث اذا سلم المسلم علی صاحبہ رد علیہ السلام وھی فی مکانہا ھناک وھذا جبریل علیہ السلام راٰہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولہ ستمائۃ جناح منہا جناحان سدا الافق وکان یدنو من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی یضع رکبتیہ الی رکبتیہ ویدیہ علی فخذیہ وقلوب المخلصین تتسع للایمان بانہ من الممکن انہ کان ھذا الدنو وھو فی مستقرہ من السمٰوٰت، وھذا محمل تنزلہ تعالٰی الی سماء الدنیا ودنوہ عشیۃ عرفۃ ونحوہ فھو منزہ عن الحرکۃ والانتقال وانما یأتی الغلط ھھنا من قیاس الغائب علی الشاھد فیعتقد ان الروح من جنس ما یعھد من الاجسام التی اذا شغلت مکانا لم یمکن ان تکون فی غیرہ وھذا غلط محض، فثبت بھذا انہ لا منافاۃ بین کون الروح فی علیین او الجنۃ او السماء وان لہا بالبدن اتصالا بحیث تدرک وتسمع وتصلی وتقرء بہا وانما یستغرب ھذا لکون الشاھد الدنیوی لیس فیہ ما یشاھد بہ ھذا وامور البرزخ والاٰخرۃ علی نمط غیر المالوف فی الدنیا[1] اھ مختصراً۔

روح کی شان ہی کچھ اور ہے، وہ ملاءِ اعلیٰ میں رہ کر بھی بدن سے متصل ہوتی ہے کہ جب مسلمان صاحبِ قبر کو سلام کرتا ہے تو وہ اسے جواب دیتا ہے جبکہ روح وہاں اپنے مقام میں ہے ___ یہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ و السّلام ہیں جنھیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں جن میں سے دو پر پورے اُفق پر چھائے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قریب آتے یہاں تک کہ اپنے زانو حضور کے زانوؤں کے متصل اور اپنے ہاتھ حضور کی رانوں پر رکھ دیتے۔ مخلصین کے قلوب اس بات پر ایمان لانے کی وسعت رکھتے ہیں کہ یہ امر ممکن ہے کہ ان کا حضور سے یہ قرب عین اسی حالت میں ہو جب وہ آسمانوں کے اندر اپنے مستقر میں موجود ہوں۔ یہی حال اُس کا بھی ہے جو مروی ہے کہ رب تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور قریب ہوتا ہے عرفہ کی شام کو اور اس کے مثل، کیونکہ وہ تو حرکت وانتقال سے منزّہ ہے۔ یہاں غلطی غائب کو شاہد پر قیاس کرنے سے ہوتی ہے۔ آدمی یہ اعتقاد کرتا ہے کہ رُوح بھی معہود اجسام کی جنس سے ہے کہ جب ایک مقام میں ہو تو دوسرے مقام میں ہونا ممکن نہیں، یہ محض غلط ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس میں کوئی منافات نہیں کہ روح علیین اور جنت اور آسمان میں ہو اور بدن سے بھی اس کا ایسا اتصال ہو کہ ادراک، سماعت، نماز، قراءت سارے کام کرتی رہے۔

[1] زہر الربی علی حاشیہ سنن النسائی ارواح المومنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۹۲

marfat.com

انسان رامی رسد کہ ثوابِ اعمال خودش از آنِ غیرے کند کما نص علیہ فی الھدایۃ وشروحھا والملتقی والدر وخزانۃ المفتین والھندیۃ وغیرھا من کتب المذھب۔

موجود ہیں کہ انسان اپنے اعمال کا ثواب دوسرے کے لیے کرسکتا ہے، جیسا کہ ہدایہ، شروح ہدایہ، ملتقی، درمختار، خزانۃ المفتین، ہندیہ وغیرہا کتبِ مذہب میں اس کی صراحت ہے (ت)

علمائے کرام این سخن راہمچناں مرسل و مطلق گزاشتہ اند وہیچ بوئے از تخصیص وتقیید ندادہ۔ پس آن چنانکہ باطلاق اعمال، برشمول فرائض وتناول عملیکہ ابتداءً برائے خود بے نیت غیر کردہ باشد و بہ ارسال غیر، بردخول حضور پرنور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء استدلال کردہ اند ہمچناں اطلاق انسان، بردخول صبیان دلیلے کافی است تا آنکہ برہانے صحیح بر استثنائے آناں قائم شود وخود آں برہان کجا وکدام۔

علمائے کرام نے یہ کلام اسی طرح مُرسَل و مطلق رکھا ہے۔ کسی تخصیص و تقیید کا اشارہ ونشان نہ دیا ـــــ توجس طرح اعمال کو مطلق ذکر کرنے سے علماء نے یہ استدلال کیا کہ یہ حکم فرائض کو بھی شامل ہے اور اس عمل کو بھی جسے ابتداء میں اپنے لیے دوسرے کی نیت کے بغیر کیا ہو ـــــ اور جس طرح "غیر" کے عموم سے یہ استدلال کیا کہ اس میں حضور پُرنور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء بھی داخل ہیں اسی طرح لفظ "انسان" مطلق مذکور ہونا اس بات کی کافی دلیل ہے کہ اس میں بچے بھی داخل ہیں جب تک کہ کوئی صحیح برہان ان کے استثناء پر قائم نہ ہوجائے ـــــ مگر ایسی برہان کہاں اور کون؟ (ت)

فی ردالمحتار: فی البحر بحثا ان اطلاقھم شامل للفریضۃ[1] اھ وفیہ عنہ ان الظاھر انہ لافرق بین ان ینوی بہ عند الفعل للغیر او بفعلہ لنفسہ ثم بعد ذٰلک یجعل ثوابہ لغیرہ لاطلاق کلامھم[2] اھ وفیہ قلت وقول علمائنا لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ یدخل فیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ احق بذٰلک حیث انقذنا من الضلالۃ[3] اھ۔

ردالمحتار میں ہے: بحر میں بطور بحث ہے کہ علماء کا اعمال کو مطلق ذکر کرنا فرض کو بھی شامل ہے اھ اور اسی میں اُسی بحر کے حوالے سے ہے: ظاہر یہ ہے کہ میرے نزدیک اس میں کوئی فرق نہیں کہ عمل کے وقت دوسرے کے لیے کرنے کی نیت کی ہو یا اپنے لیے کرنے کی نیت کی ہو، پھر اس کا ثواب دُوسرے کے لیے کردے، اس لیے کہ کلامِ علماء میں اطلاق ہے، ایسی کوئی قید نہیں اھ ـــــ اسی میں ہے: میں نے کہا: ہمارے عُلما کا قول ہے کہ وہ اپنے عمل کا

---

[1] ردالمحتار باب الحج عن الغیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳۶
[2] ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیّت الخ " " " ۱/ ۶۰۵
[3] ردالمحتار مطلب فی اہداء ثواب القرأۃ الخ " " " ۱/ ۶۰۶-۶۰۵

باشد، ہم راست دیدہ باشد وآنکہ در بعضے دیگر ازان
صور در خانہ خودش دیدہ باشد ہم راست دیدہ باشد
ولسوگند ہیچ یک حانث نہ شود، وشیخ مفرح فرمود کہ
جواب صحیح این است کہ تو گفتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و
نفعنا بہ[1]

کی روحانیت کسی صورت سے مصوّر ہو سکے تو ممکن ہوتا
ہے کہ ایک ہی وقت کے اندر مختلف جہتوں میں اپنے کو
متعدد صورتوں میں جیسے چاہے دکھائے۔ تو جس
شخص نے حضرت کو ان صورتوں میں سے کسی ایک
صورت میں عرفات میں دیکھا صحیح دیکھا، اور اسی وقت
دوسرے نے کسی اور صورت میں اپنے گھر کے اندر تشریف فرما دیکھا اس نے بھی سچ دیکھا، اور کسی کی قسم نہ ٹوٹے گی۔

شیخ مفرح نے فرمایا: صحیح جواب یہ ہے جو تم نے دیا —— خدا ان سے راضی ہو اور ہمیں ان سے نفع دے (ت)

حضرت میر سیّد عبد الواحد قدس سرہ الماجد سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں:

مخدوم شیخ ابو الفتح جونپوری را قدس اللہ تعالےٰ روحہ،
در ماہ ربیع الاول بجہت عرس رسول اللہ تعالیٰ علیہ الصلوٰۃ
والسلام از دہ جا استدعا آمدہ کہ بعد از نماز پیشین حاضر
شوند ہر دہ استدعا را قبول کردند۔ حاضران پرسیدند
اے مخدوم ہر دہ استدعا را قبول فرمود و ہر جا
بعد از نماز پیشین حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد۔
فرمود کشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر می شد، اگر
ابو الفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب بعد از نماز پیشین
از ہر دہ جا چوڈول رسید مخدوم ہر بارے از حجرہ
بیرون می آمد و برچوڈول سوار میشد و می رفت و نیز در حجرہ
حاضر می ماند۔ خردمندا تو این را بر تمثیل حمل مکن
یعنی مپندار کہ تمثیلہائے شیخ بچندین جاہا حاضر شدہ
است۔ لاواللہ بلکہ عین ذات شیخ بہر جا حاضر
شدہ بود۔ این خود در یک شہر و یک مقام واقع شد۔
و ذات این موحد خود در اقصائے عالم

ماہ ربیع الاول میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے عرس پاک کی وجہ سے مخدوم شیخ ابو الفتح جونپوری
قدس سرّہ کی دس جگہ سے دعوت آئی کہ بعد نماز ظہر
تشریف لائیں، حضرت نے دسوں دعوتیں قبول کیں۔
حاضرین نے پوچھا، حضور نے دسوں دعوتیں قبول فرمائی
ہیں اور ہر جگہ نماز ظہر کے بعد پہنچنا ہے یہ کیسے میسر
ہوگا؟ فرمایا، کشن جو کافر تھا سیکڑوں جگہ حاضر
ہوتا تھا اگر ابو الفتح دس جگہ حاضر ہو تو کیا عجب ہے؟۔
نماز ظہر کے بعد دسوں جگہ سے پالکی پہنچی، مخدوم ہر بار
حجرہ سے باہر آتے، سوار ہوتے، تشریف لے جاتے
اور حجرہ میں بھی موجود رہتے —— اے عقلمند!
اسے تمثیل پر محمول نہ کرنا، یعنی یہ نہ سمجھنا کہ شیخ کی
مثالیں اتنی جگہوں میں حاضر ہوئیں۔ نہیں قسم بخدا!
عین ذات شیخ ہر جگہ حاضر ہوئی۔ یہ تو ایک شہر اور
ایک مقام میں واقع ہوا خود اس موحّد کی ذات عالم

---

[1] نفحات الانس شیخ مفرح رحمۃ اللہ علیہ انتشارات کتاب فروشی مطبع توحیدی ص ۸۲ - ۵۸۱

marfat.com

بات کرنا اور اظہارِ بشاشت کے ساتھ مسکرانا ـــــ امام بخاری نے ادب المفرد میں اور ترمذی و ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں ان ہی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اُپنے بھائی کے سامنے تیرا تبسّم کرنا تیرے لیے صدقہ ہے۔ (ت)

،ہمچنان راہ گم کردہ را بذکرِ معالم طریق دلالت کردن احمد والشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دل الطریق صدقۃ[۱] وفی حدیث ابی ذر المذکور ارشادك الرجل فی ارض الضلال صدقۃ[۲]۔

اسی طرح راستہ بھول جانے والے کو راہ کے نشانات بتا کر راہنمائی کر دینا ـــــ امام احمد اور بخاری و مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "راستہ بتانا صدقہ ہے" ـــــ اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث مذکور میں ہے: "جہاں کوئی راہ بھٹک جائے اس کی رہنمائی کر دینا صدقہ ہے"۔ (ت)

،ہمچنان کر را سخن شنواند ان الخطیب فی جامعہ عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسماع الاصم صدقۃ[۳]۔

اسی طرح بہرے شخص کو بات سنوانا ـــــ خطیب اپنی جامع میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "بہرے کو سنانا صدقہ ہے"۔

،ہمچناں کہ با کسیکہ جماعت نیافت اقتدا نمودن احمد وابوداؤد وابن حبان والحاکم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا رجل یتصدق علی ھذا فیصلی معہ[۴]۔

اسی طرح جس شخص نے جماعت نہ پائی اس کی اقتدا کرنا ـــــ امام احمد، ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "ارے کوئی ایسا شخص نہیں جو اس پر صدقہ کر دے کہ اس کے ساتھ نماز ادا کرے"۔ (ت)

۱؎ صحیح البخاری	کتاب الجہاد باب الخدمۃ فی الغزو	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۴۰۴
۲؎ جامع الترمذی	ابواب البر والصلۃ	امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	۲/۱۷
۳؎ جامع للخطیب	مروی از مسند ابی سعید الخدری	دار الفکر بیروت	۳۰/۶۴
۴؎ سنن ابی داؤد	باب فی الجمع فی المسجد مرتین	آفتاب عالم پریس لاہور	۱/۸۵
۵؎ مسند احمد بن حنبل	مروی از ابوامامہ	دار الفکر بیروت	۵/۲۵۴

marfat.com

مسئلہ درمیان علمائے بندر کراچی مباحثہ واختلاف افتادہ است آخرالامر طرفین برین قرار دادہ اند کہ ہر جوابیکہ علمائے کرام بریلی دہند، بباید کہ جانبین تسلیم نمایند۔

وہاں کے علمائے اعلام کی مہریں ثبت فرما کر ارسال فرمائیں۔ خدا کے یہاں اجر پائیں گے اور لوگ شکر گزار ہوں گے۔ اس مسئلہ میں بندر کراچی کے علماء میں مباحثہ اور اختلاف واقع ہوا۔ آخر طرفین نے یہ طے کیا کہ بریلی کے علمائے کرام جو جواب دیں وہ جانبین تسلیم کریں۔ (ت)

الجواب

اللھم لك الحمد صل علی المصطفی واٰلہ العمد ہر قربتے کہ صبی اہل آنست (نہ ہمچو اعتاق و صدقہ وہبۂ مال کہ اصلاً از وصورت نہ بندد) چو از صبی عاقل ادا شود بر قول جمہور و مذہب صحیح ومنصور ثوابش ہم از ان او باشد علامہ استروشنی در جامع صغار فرماید حسنات الصبی قبل ان یجری علیه القلم للصبی لا لابویه لقوله تعالٰی وان لیس للانسان الا ماسعٰی ھذا قول عامة مشائخنا[1]۔

اے اللہ! تیرے ہی لیے حمد ہے حضرت محمد مصطفٰی اور ان کی آل معتمد پر درود نازل فرما۔ ہر وہ قربت کہ بچہ جس کا اہل ہے (غلام آزاد کرنا، صدقہ کرنا، مال کا ہبہ کرنا اور اس طرح کی قربتیں نہیں کہ یہ بچے سے واقع ہو نہیں سکتیں) جب عاقل بچے سے وہ ادا ہوگی تو قول جمہور اور مذہب صحیح ومنصور یہ ہے کہ اس کا ثواب بھی بچے ہی کے لیے ہوگا۔ علامہ استروشنی جامع صغار میں فرماتے ہیں: بچے کی نیکیاں جو اس پر قلم جاری ہونے سے قبل ہوں وہ بچے ہی کے لیے ہیں اس کے والدین کے لیے نہیں کیونکہ ارشادِ باری ہے: انسان کے لیے وہی ہے جو اس نے کوشش کی — یہ ہمارے عامہ مشائخ کا قول ہے۔ (ت)

علامہ زین العابدین ابن نجیم مصری در احکام الصبیان از کتاب الاشباہ فرماید:

تصح عباداته وان لم تجب علیه واختلفوا فی ثوابها والمعتمد انه له وللمعلم ثواب التعلیم، وکذا جمیع حسناته[2]۔

علامہ زین العابدین ابن نجیم مصری کتاب الاشباہ کے احکام الصبیان میں فرماتے ہیں:

بچے کی عبادتیں صحیح ہیں اگرچہ اس پر واجب نہیں، ان کے ثواب کے بارے میں اختلاف ہے۔ معتمد یہ ہے کہ ثواب بچے ہی کے لیے ہوگا، اور معلم کو سکھانے کا ثواب ملے گا۔ اسی طرح اس کی تمام نیکیوں کا حال ہے۔ (ت)

باز علمائے ما اصولاً و فروعاً تصریحات جلیہ دارند کہ

پھر کتبِ اصول و فروع میں ہمارے علماء کی روشن تصریحات

---

[1] جامع احکام الصغار علی ہامش جامع الفصولین مسائل الکراہیۃ مطبعہ ازہریہ مصر ۱/۱۴۸

[2] الاشباہ والنظائر احکام الصبیان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۴۲

marfat.com

قالوا له ذلك وعامتهم علیٰ انه لیس له ذلك، ثمّ ان محمداً رحمه الله تعالیٰ جوز بیع الصبی المحجور علیه وشراءه لغیره ولم یجوز بیعه وشراءه لنفسه لان بیعه و شراءه لنفسه مترددان بین النفع والضرر واما بیعه وشراءه لغیره علیٰ وجه لا یلزمه العهدة نفع محض لان فیه تصحیح عبارته والصبی العاقل من اهل التصرفات النافعة المحضة کقبول الهبة وغیر ذلك وانما لا یلزمه العهدة لان فیه ضرر للصغیر[1] الخ

سے اجازتِ ولی کے بغیر کام لینا جائز نہیں، اور اس کے اذن سے ہو تو جائز ہے —— علماء نے فرمایا: اس مسئلہ سے متعلق ایک روایت ہے وہ یہ کہ باپ اپنے بچے کو عاریۃً دے سکتا ہے۔ اس پر مشائخ کا اتفاق ہے۔ اپنے بچے کے مال کو عاریۃً دے سکتا ہے یا نہیں؟ بعض متاخرین نے کہا دے سکتا ہے۔ اور اکثر اس پر ہیں کہ باپ کو اس کا اختیار نہیں —— پھر جو بچّہ مجور ہے وہ اگر دوسرے کے لیے خرید و فروخت کرے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے جائز رکھا ہے، اور اپنے لیے خرید و فروخت کرے تو اس کو جائز نہ قرار دیا اس لیے کہ اپنے لیے اس کی جو خرید و فروخت ہوگی اُس میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہے اور دوسرے کے لیے جب اس طور پر خرید و فروخت ہوگی کہ ذمّہ بچّے پر نہ آئے تو اس میں اس کے لیے محض نفع ہے کیونکہ اس کی تعبیر اور گفتگو صحیح قرار پا جاتی ہے —— اور عاقل بچّہ ایسے تصرفات کا اہل ہے جن میں صرف نفع ہو جیسے ہبہ قبول کرنا وغیرہ —— اور ذمہ بچّہ پر نہ آئے گا اس لیے اس میں بچّے کا ضرر ہے الخ (ت)

ہمچناں در فصل سی و چہارم از جامع الفصولین در احکام الصبیان ست[2] والعبارۃ الاولی اتم فائدۃ واعظم عائدۃ پس بوضوح پیوست کہ صبی اگرچہ محجور است از تبرّع بے ضرر مجور نیست ھذہٖ کبری ولنبین الصغری چوں بتوفیقہ تعالےٰ برہنمائی فقہ و حدیث در ما نحن فیہ نظر مے کنیم ہبۂ ثواب و اہدائے او بمسلمانے را بحمد اللہ تعالیٰ نفع بے ضرر مے یابیم این نہ ہمچو ہبۂ مال ست کہ چو یکسے

اسی طرح جامع الفصولین کی فصل ۳۴ میں بچوں کے احکام کے بیان میں ہے —— مگر عبارتِ بالا زیادہ مفید اور عظیم نفع کی حامل ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ بچّہ اگرچہ مجور ہو مگر بے ضرر تبرُّع سے مجور نہیں ہے یہ کبرٰی ہوا اب ہم صغرٰی بیان کرتے ہیں۔ بتوفیقِ الٰہی جب ہم فقہ و حدیث کی رہنمائی میں زیرِ بحث مسئلہ میں غور کرتے ہیں تو کسی مسلمان کو ثواب ہبہ و ہدیہ کرنے کو بحمدہٖ تعالیٰ ہم نفع بے ضرر پاتے ہیں ——

---

[1] جامع احکام الصغار علیٰ ہامش جامع الفصولین مسائل الوکالۃ مطبعۃ الازہریہ مصر ۱/ ۷۶-۲۷۵

[2] جامع الفصولین فصل ۳۴ احکام الصبیان مطبعۃ الازہریہ مصر ۲/ ۸-۲۰۷

marfat.com

ثواب "دوسرے" (اپنے غیر) کے لیے کرسکتا ہے" ـــــ تو اس میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی داخل ہیں اس لیے کہ وہ اس کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ حضور نے ہی ہمیں گمراہی سے نجات دی اھ (ت)

نہایت آنچہ اینجا بخاطر خطور تواں کرد آن ست کہ نزد اصحاب معشر حنفیہ عمہم اللہ بالطافہ الخفیہ۔ این کار ہبۂ ثواب و اہدائے آنست وصبی از اہل تبرع نیست۔

زیادہ سے زیادہ جو شبہہ یہاں دل میں گزر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے علمائے حنفیہ کے نزدیک ــ ان پر اللہ کی پوشیدہ عنایتیں عام ہوں ـــ یہ عمل ثواب کا ہبہ اور ہدیہ ہے اور بچّہ تبرُّع (اپنی طرف سے بھلائی اور احسان کے طور پر کچھ کرنے) کا اہل نہیں ہے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق صبیٔ عاقل از ہر گونہ تبرع محجور نیست۔ منشائے حجر ہمیں ضرر ست۔ ولو فی الحال کما فی القرض ولو بالاحتمال کما فی البیع آنجا کہ ہیچ ضرر نیست در حجر نظر نیست بلکہ خلاف نظر وعین اضرار ست کہ بمشابہ الحاق او بجماد واحجار ست۔ آخر نہ بینی کہ صبی بالاجماع از اہل ابتدا بسلام است بلکہ مودبش را باید کہ اگر خود بایں کار خوگر نباشد تعلیمش نماید، حالانکہ این نیز از باب تبرع است تا آنکہ در حدیث او را صدقہ نامیدہ اند ابوداؤد عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تسلیمہ علی من لقی صدقۃ[1]۔ ہمچنان با برادرِ خود بکشادہ روی سخن فرمودن و باظہار بشاشت دندان سپید نمودن البخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن حبان فی صحیحہما عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تبسمک فی وجہ اخیک لک صدقۃ[2]۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں، اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ت) عاقل بچّہ ہر طرح کے تصرف سے محجور نہیں (حَجر کا معنٰی تصرف سے روک دینا) حَجر کا منشا یہی ضرر ہے اگرچہ فی الحال نقصان ہو جیسے قرض دینے میں، یا اس کا احتمال ہو جیسے بیع میں ـــ جہاں کوئی ضرر نہیں وہاں حَجر میں نظر اور بچّہ کی رعایت نہیں، بلکہ یہ خلافِ نظر اور بعینہٖ ضرر رسانی ہے کہ گویا اسے جماد اور پتھر سے لاحق کر دینا ہے۔

دیکھئے کہ بچّہ بالاجماع اس کا اہل ہے کہ سلام میں پہل کرے بلکہ اس کے مُربّی کو چاہئے کہ اگر خود اس کا عادی نہ ہو تو اسے سکھائے، حالانکہ یہ بھی تبرع ہی کے باب سے ہے۔ یہاں تک کہ حدیث میں اسے صدقہ کا نام دیا گیا ہے۔ ابوداؤد حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک حدیث میں راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جو ملے اس سے سلام کرنا صدقہ ہے۔"

اسی طرح اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی اماطۃ الاذی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۵

[2] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷

marfat.com

حدیث (۴) کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من مر علی المقابر وقرأ قل ھو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات[1] ہرکہ بگورستان گزرد وسورۃ اخلاص یازدہ بار خواندہ بمردگان بخشد بشمار مردگان ثوابش دادہ شود۔ رواہ الدارقطنی والطبرانی والدیلمی والسلفی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ۔

حدیث ۴: حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو قبرستان سے گزرے اور سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخش دے اُسے مُردوں کی تعداد کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ اسے دارقطنی، دیلمی اور سلفی نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کیا۔

حدیث (۵) کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منہ ومنھما الحدیث[2] چوں کسے از والدین خودش حج کند ہم از قبول کردہ شود وہم ایشان رواہ الدارقطنی عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حدیث ۵: رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی اپنے والدین کی طرف سے حج کرے تو اس کی جانب سے بھی قبول کیا جائے اور اُن کی جانب سے بھی ــــ اسے دارقطنی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

پیداست کہ معنی قبول ہمیں عطائے ثواب ست کما نص علیہ العلماء ولذا قال فی التیسیر ای اثابہ واثابھما علیہ فیکتب لہ ثواب حجۃ مستقلۃ ولھما کذلک[3]

ظاہر ہے کہ قبول کا معنٰی یہی ثواب دینا ہے۔ جیسا کہ علماء نے اس کی تصریح فرمائی۔ اسی لیے تیسیر میں فرمایا: یعنی اس پر اُسے بھی ثواب دے اور اس کے ماں باپ کو بھی ثواب دے تو اس کے لیے بھی مستقل حج لکھے اور ان کے لیے بھی ویسا ہی۔

حدیث (۶) کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من حج عن ابیہ او عن امہ فقد قضی عنہ

حدیث ۶: رسول انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے باپ یا ماں کی طرف سے حج کیا تو

---

[1] کنز العمال بحوالہ رافعی عن علی حدیث ۴۲۵۹۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۶۵۵
اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابومحمد سمرقندی فی فضائل سورۃ الاخلاص دار الفکر بیروت ۱۰/ ۳۷۱
[2] سنن الدارقطنی کتاب الحج نشر السنۃ ملتان ۲/ ۲۶۰
[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ماقبل مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/ ۸۹

marfat.com

ہمچناں انواع بر کثیرہ وافراست و در آنہائے
وبرروئے صبیان مسلمین فراز نیست تا زیانے یا اندیشۂ
او نباشد۔ ازیں ہمہ بگذر و بالاتر شنو۔ تا میرسد کہ پسر خود
پسران ماذون ہرکرا خواہی کہ بے حاجت بہ اذن کسے
مجوررا از ولی پرسیدہ در خصومات خویش وکیل کنی یا متاع
خودت فروختن یا کالائے برائے تو خریدن فرمائی
بے آنکہ نام اجرے درمیان باشد۔ ایں خود جز تبرع
چیست۔ اما روا داشتند کہ زیانے نہ پنداشتند بلکہ تصحیح
عبارات او را سود نگاشتند۔ در جامع الصغار است فی
وکالۃ الذخیرۃ اذا وکل صبیا یبیع عبدہ او وکلہ
بان یشتری لہ شیئا فباع واشتری جاز اذا
کان یعقل ذلک فلا عہدۃ علی الصبی وانما
العہدۃ علی الآمر، وکذلک لو وکل صبیا
بالخصومۃ جاز بعد ان یکون الصبی بحیث
یعقل ما یقول وما یقال وہذہ المسئلۃ فی
الحاصل علی وجہین اما ان یکون صبیہ
او صبی غیرہ فان وکل صبیہ جاز ولا یستامر
احدا وان وکل صبی غیرہ فان کان ماذونا لہ
فی التجارۃ لا یستامر ولیہ وان کان
محجورا علیہ یستامر ولیہ فان اذن ولیہ
جاز لہ ان یوکلہ وہذا لان استعمال صبی
الغیر بغیر اذن الولی لا یجوز، وباذنہ یجوز،
قالوا وہذہ المسالۃ روایۃ ان للاب
ان یعیر ولدہ وقد اتفق علیہ المشائخ
وہل لہ ان یعیر مال ولدہ بعض المتاخرین

اس طرح کی بہت سی اور کثیر نیکیاں ہیں ــــ اور
ان کا دروازہ مسلمان بچوں پر بند نہیں جب تک کہ کوئی
نقصان یا اندیشۂ نقصان نہ ہو۔

ان سب سے آگے بڑھئے اور بلند تر سنیے ــــ
انسان اپنے لڑکے کو، یا ماذون لڑکوں میں سے جس کو
چاہے ــــ بغیر اس کے کہ کسی کے اذن کی حاجت ہو
ــــ اور مجور ہو تو اس کے ولی سے پوچھ کر، اپنے مقدمات
میں وکیل بنا سکتا ہے یا اسے اپنا سامان بیچنے یا اپنے
لیے کوئی سامان خریدنے کا حکم دے سکتا ہے، بغیر اس
کے کہ درمیان میں کسی اجرت کا نام ہو ــــ یہ خود تبرع
نہیں تو اور کیا ہے؟ مگر علما نے اسے جائز رکھا کیونکہ اس
میں کوئی نقصان نہ سمجھا، بلکہ اسکی عبارت کی تصحیح کو فائدہ قرار دیا۔
جامع الصغار میں ہے: ذخیرہ کتاب الوکالۃ میں ہے:
اپنا غلام بیچنے کے لیے کسی بچے کو وکیل بنایا اور بچے نے
خرید و فروخت کیا تو جائز ہے جبکہ بچہ اسے سمجھتا ہو اور
ذمہ بچے پر نہیں بلکہ آمر پر ہوگا ــــ اسی طرح اگر
کسی بچے کو مقدمے کا وکیل بنایا تو جائز ہے جبکہ یہ سمجھتا
ہو کہ خود کیا کہہ رہا ہے اور اس سے کیا کہا جا رہا ہے۔
بلحاظ حاصل اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں: (۱) یا تو خود
اس کا بچہ ہوگا (۲) یا دوسرے کا ہوگا۔ اگر اپنے بچہ کو
وکیل بنایا تو جائز ہے اور کسی سے اجازت نہیں لینا ہے۔
اور اگر دوسرے کے بچے کو وکیل بنایا تو (دو حالت ہے)
اگر وہ تجارت کے لیے ماذون تھا تو اس کے ولی سے
اجازت لے ــــ اگر اس نے اجازت دے دی تو اسے
وکیل بنانا جائز ہے ــــ یہ اس لیے کہ دوسرے کے بچے

marfat.com

زنہار مجبور نیست بلکہ چراغ افروختن نیز نظیر او نتوان شد کہ آنجا اگر از چراغ چیزے کم نشود فزوں ہم نشود و اینجا ثواب واہب یکے دہ می شود واللہ یضٰعف لمن یشاء واللہ واسع علیم۔

طرح کے تبرّع سے ہرگز مجبور نہیں ـــ بلکہ چراغ جلانا بھی اس کی نظیر نہیں ہو سکتی کہ وہاں اگر چراغ سے کچھ کم نہیں ہوتا تو کچھ زائد بھی نہیں ہوتا ۔ اور یہاں ہبہ کرنیوالے کا ثواب ایک کا دس ہو جاتا ہے، اور اللہ جس کیلئے چاہے اور زیادہ کرتا ہے ۔ اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے ۔

بمثل فرض کن اگر در محسوس نیز صورتے ہمچناں یافتہ شدے کہ صبی درہمی دہد و آن درہم ہم بموہوب لہ رسد و ہم بدست صبی برقرار ماند و یکے دہ گردد آیا معقول بود کہ شرع مطہر صبی را از ہمچو تصرف باز داشتے حاش للہ حجر برائے نظر و دفع ضرر است نہ بہر دفع نفع و الحاق بحجر این است دریں مسئلہ طریق نظر۔

بطورِ مثل فرض کیجئے اگر عالم محسوس میں بھی کوئی ایسی صورت ہوتی کہ بچّہ ایک درہم دے وہ درہم موہوب لہ کے پاس بھی پہنچے اور بچّے کے ہاتھ میں بھی برقرار رہے اور ایک کا دس ہو جائے تو کیا یہ متصور تھا کہ شرع مطہر بچّے کو ایسے تصرف سے روک دیتی ـــ حاشا للہ! حَجر، ضرر دُور کرنے پر نظر کے لیے ہے نفع دور کرنے اور حَجر (پابندی) سے لاحق کرنے کے لیے نہیں ہے ـــ یہ اس مسئلہ میں طریق نظر ہے ۔ (ت)

ثمّ اقول وباللہ التوفیق ہمانا از کلمات علماء نص جزئیہ برآریم علمائے ما در عامہ کتب تصریح فرمودہ اند کہ مسئلہ حج عن الغیر برہماں اصل کلی مبتنی ست کہ انسان را می رسد کہ ثواب عملش از آں دیگرے کند۔ فی الہدایہ باب الحج عن الغیر: الاصل فی ھذا الباب ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلٰوۃ او صوما او صدقۃ او غیرھا عند اھل السنۃ والجماعۃ[1] اھ ومثلہ فی خزانۃ المفتین برمز "ہ" لھا و فی الدر باب الحج عن الغیر الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما لہ

ثمّ اقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور توفیق خدا تعالٰی ہی سے ہے ۔ ت) کلماتِ علماء سے ہم خود اس جزئیہ کی صراحت لائیں ۔ ہمارے علمائے عامہ کتب میں تصریح فرمائی ہے کہ دوسرے کی جانب سے حج کی بنیاد اُسی قاعدہ کلیہ پر ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کر سکتا ہے ـــ ہدایہ باب الحج عن الغیر میں ہے : اس باب میں اصل یہ ہے کہ اہلسنت وجماعت کے نزدیک انسان کو حق حاصل ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے کے لیے کردے، نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اور کچھ، اھ ۔ اسی کے مثل خزانۃ المفتین میں ہدایہ کے لیے "ہ" کے رمز کے ساتھ ہے ـــ

[1] الہدایۃ باب الحج عن الغیر المکتبۃ العربیۃ کراچی ١/٢٧٦

marfat.com

وہی از خود گم گنی، تا نزد تو نست بدیگرے نہ رسد چوں بدیگرے
رسد پیش تو نماند این جا بسعت فضل و کمال کرم رب العزۃ
جل جلالہ ہم ثواب تو نزد تو ماند ۔ وہم بموہوب لہ پرسد
بلکہ بایں کار خود ثواب تو دہ بالا شود ۔ پس این نفع بیقصور
و تجارۃ لن تبور است ۔ در حدیث (۱) است کہ
حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود
من حج عن میت فللذی حج
مثل اجرہ[1] ہرکہ از جانب مردہ حج کند مراو را
مثل ثواب آں میت باشد رواہ الطبرانی
فی الاوسط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ۔

حدیث (۲) کہ حضور اقدس صلوات اللہ تعالیٰ و
سلامہ علیہ فرمود اذا تصدق احدکم
بصدقۃ تطوعا فلیجعلہا من ابویہ
فیکون لہما اجرھا فلا ینقص من اجرہ
شیٔ[2] ۔ چوں کسے از شما صدقہ نافلہ کردن خواہد باید کہ
اورا از مادر و پدر خود گرداند کہ ایشاں را ثواب او باشد و از
ثواب این کس چیزے نکاہد رواہ الطبرانی فی الاوسط
وابن عساکر عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۔

حدیث (۳) روی نحوہ الدیلمی فی مسند
الفردوس عن معاویۃ بن حیدۃ القشیری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

یہ ہبہ مال کی طرح نہیں کہ مال جب کسی کو دیا تو اپنے پاس سے
گیا ۔ اور جب تک اپنے پاس ہے دوسرے تک نہ پہنچے گا ۔
جب دوسرے کے پاس پہنچ جائیگا تو اپنے پاس نہ رہیگا ۔
یہاں وسعتِ فضلِ الٰہی اور کمالِ ربانی سے ہدیہ کرنے والے
کا ثواب خود اس کے پاس بھی رہتا ہے اور موہوب لہ کے
پاس بھی پہنچتا ہے بلکہ اس عمل کی وجہ سے خود اس کا ثواب
دس گنا ہو جاتا ہے تو یہ ایسا نفع ہے جس میں کوئی کمی نہیں
اور ایسی تجارت ہے جس میں ہرگز کوئی خسارہ نہیں ۔

حدیث ۱: حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا: جو کسی وفات یافتہ کی جانب سے حج کرے اس
کے لیے بھی ثواب میت کے مثل ثواب ہو ۔ اسے طبرانی نے
معجم اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ۔

حدیث ۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نفل صدقہ کرنا چاہے
تو چاہیے کہ اُسے اپنے ماں باپ کی جانب سے کر دے
کہ انھیں اس کا ثواب ملے گا اور اس شخص کے ثواب سے
کچھ کم نہ ہوگا ۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں اور ابن عساکر
نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
روایت کیا ۔

حدیث ۳: اسی کے ہم معنی دیلمی نے مسند الفردوس
میں معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کی ۔

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط کتاب الحج باب فیمن مات وعلیہ الحج دار الکتاب بیروت ۳/ ۲۸۲
[2] ″ ″ ″ کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی المیت ″ ″ ″ ۳/ ۱۳۸

marfat.com

والتاسع عشر تمیز المامور فلا یصح احجاج
صبی غیر ممیز ویصح احجاج المراهق[1] ــــ
ہم دراں ست هذه الشرائط کلها فی الحج الفرض
واما النفل فلا یشترط فیه شئ منها الا
الاسلام والعقل والتمییز[2] ــــ ہمچناں
درمناسک علامہ سندی است ودر ہندیہ از غایۃ
السروجی شرح ہدایہ از علامہ کرمانی آورد الافضل ان
یکون عالما بطریق الحج وافعاله ویکون حرا عاقلا
بالغا اھ[3] **اقول** المراد بالعاقل ما یقابل
المعتوہ الذی حکمہ حکم الصبی العاقل
دون ما یقابل المجنون لان اصل العقل
شرط صحۃ العبادات والکلام ھھنا فی
الافضلیۃ وکان الحاصل ان الافضل
ان لا یکون عبدا ولا معتوھا ولا صبیا
ممیزا وانما اکثرنا من النقول فی المسئلۃ
لما وقع فی بعض نسخ اللباب من تصحیف
اوقع الشارح فی بحث مضطرب وقد اجبنا
بحول اللہ تعالٰی فیما علقنا علی طرتہ بما لا مزید
علیہ ولا حاجۃ بنا الی الاطالۃ بایرادہ ھنا
باز بر ظاہر الروایۃ مؤید بنصوص صراح احادیث صحاح
کہ نفس عمل از جانب آمر واقع شود۔ ایں معنی دراں

کو بھی شامل ہو کیونکہ حج کی ادائیگی اس سے صحیح ہے مگر
اُس پر واجب نہیں ـــ درمختار میں ہے: صرورہ
(جس نے اپنا حجِ اسلام نہ کیا ہو) عورت، غلام
اور مُراہق کا حج جائز ہے اور ان کے علاوہ (حجِ بدل
کے لیے) ہوں تو بہتر ہے تاکہ اختلافِ ائمہ نہ رہے اھ
ملخصا ـــ ردالمحتار میں ہے: شرط صرف اہلیت ہے،
مرد ہونا، آزاد ہونا، بالغ ہونا شرط نہیں اھ ملخصا
ـــ اسی میں لباب سے تعدادِ شرائط میں نقل ہے:
انیسویں شرط یہ ہے کہ مامور باتمیز سمجھدار ہو، تو ناسمجھ بچّے
سے حج کرانا صحیح نہیں اور مُراہق سے حج کرانا صحیح ہے
ـــ اسی میں ہے: یہ ساری شرطیں حجِ فرض میں ہیں
نفل میں اسلام، عقل اور تمیز کے سوا کوئی شرط نہیں۔
اسی طرح مناسک علامہ سندی میں ہے ـــ ہندیہ
میں غایۃ السروجی از علامہ کرمانی کے حوالے سے ہے:
افضل یہ ہے کہ طریقۂ حج اور افعالِ حج سے باخبر ہو
اور آزاد، عاقل، بالغ ہو اھ ـــ **اقول** یہاں
عاقل سے مراد مَعتُوہ کا مقابل ہے جس کا حکم عاقل
بچّے کا ہے، مجنون کا مقابل مراد نہیں اس لیے کہ
نفسِ عقل تو تمام عبادات کی "صحت" کے لیے شرط
ہے، اور یہاں کلام "افضلیت" کے بارے میں
ہے۔ حاصل یہ ہُوا کہ افضل یہ ہے کہ نہ غلام ہو،

---

[1] ردالمحتار بحوالہ اللباب باب الحج عن الغیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۴۰
[2] " " " " " " "
[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع فی الحج عن الغیر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۵۷

marfat.com

حجتہ وکان لہ فضل عشر حجج[1] ہر کہ از پدر و
مادر خود حج کرد پس بدرستے کہ حج از او ادا کرد و خودش
فضیلت دہ حج یافت رواہ الدارقطنی عن جابر
بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

در ردالمحتار است الثواب لاینعدم کما علمت[2] اھ
ای اذا اھدی ثواب عملہ لغیرہ وصل الیہ
ولم ینعدم من عندہ۔

وفیہ عن العلامۃ نوح آفندی عن مناسک
القاضی حج الانسان عن غیرہ افضل من
حجہ عن نفسہ[3] الخ

وفیہ عن التاتارخانیۃ عن المحیط الافضل
لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین
والمؤمنات لانہا تصل الیہم ولا ینقص
من اجرہ شیئ اھ قال وھو مذہب اھل
السنۃ والجماعۃ[4] الخ۔

بالجملہ اہدائے ثواب ہمچو روشن کردن چراغ از
چراغ ست کہ ازیں چراغ چیزے نہ کاہد، و چراغ دیگر
روشنائی یابد، وشک نیست کہ صبی از ہمچو تبرع

بے شک اُس کی جانب سے حج ادا کر دیا اور خود دس حج
کی فضیلت پائی ۔۔ اسے دارقطنی نے حضرت جابر
بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

ردالمحتار میں ہے: ثواب معدوم نہیں ہو جاتا
جیسا کہ معلوم ہُوا اھ ۔۔ یعنی جب اپنے عمل کا ثواب
دوسرے کو ہدیہ کیا تو اس کے پاس پہنچ گیا اور خود ہدیہ
کرنے والے کے پاس سے فنا نہ ہُوا۔

اسی ردالمحتار میں علامہ نوح آفندی سے منقول
ہے وہ مناسک قاضی سے ناقل ہیں: انسان کا
دوسرے کی جانب سے حج کرنا خود اپنی طرف سے حج
کرنے سے افضل ہے الخ

اور اُسی میں تاتارخانیہ سے، اُس میں محیط سے
منقول ہے: جو کوئی نفل صدقہ کرے اُس کے لیے افضل
یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیت کر لے کہ وہ ان
سب کو پہنچے اور اس کے اجر سے کچھ کم نہ ہوگا اھ ۔ فرمایا:
یہی اہلِ سنت و جماعت کا مذہب ہے الخ۔

مختصر یہ کہ ثواب ہدیہ کرنا ایسا ہے جیسے چراغ سے
چراغ جلانا کہ اس چراغ سے کچھ کم نہیں ہوتا اور دوسرے
چراغ کو روشنی مل جاتی ہے ۔۔ اور بلاشبہہ بچہ اس

۱ سنن الدارقطنی	کتاب الحج	نشر السنۃ ملتان	۲/ ۲۶۰
۲ ردالمحتار	باب الحج عن الغیر	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/ ۲۳۶
۳ ردالمحتار	"	"	۲/ ۲۴۱
۴ "	مطلب فی القراءۃ للمیت الخ	"	۱/ ۶۰۵

قال تعالٰی :

اتقولون علی اللّٰہ ما لا تعلمون[1] کیا تم خدا پر وہ بولتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں ۔ (ت)

واللّٰہ تعالٰی اعلم ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۲۴۳ - ۲۴۴ ازبنگال ضلع سلہٹ موضع شوبیدپور مرسلہ مولوی انوارالدین صاحب ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ :

(۱) میّت کے ثواب رساں کے لیے قرآن شریف کو ہدیہ کرنا یا چند نماز و روزہ وغیرہ کے کفّارہ کے عوض میں قرآن شریف کو حیلہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز ہو تو کون کون صورتوں میں ؟ یعنی بعض میّت کے ثلث مال قدر کفارہ کے ہے اور بعض کے کم اور بعض کے بالکلیہ نہیں ۔ اور ان صورتوں میں مع وصیّت کے کیا حکم ہے ؟

(۲) بوقتِ دفن میّت کے دُعا وغیرہ پڑھ کر چھوٹے چھوٹے ڈھیلا وغیرہ پر دم کرکے قبر کے اندر رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجّروا ۔

الجواب

(۱) قرآن مجید کسی مسلمان کو دے کر اس کا ثواب میّتِ مسلم کو پہنچانا جائز ہے ۔ کفّارے کے عوض میں قرآن مجید دے کر جو حیلہ یہاں عوام میں رائج ہے محض باطل و بے سود ہے ، بلکہ بحالِ وصیت ثلث مال یا باجازت ورثہ بالغین اُس سے زائد ، اور بلا وصیت جس قدر مال پر وارث عاقل بالغ چاہے اگر کفارہ واجبہ کی قدر کو کافی نہ ہو بطریق دور پورا کریں ، یعنی ایک بار فقیر کو دے دیں اس قدر کا کفارہ ادا ہوا ، فقیر بعد قبضہ پھر اُسے اپنی طرف سے ہبہ کردے ۔ وارث پھر فقیر کو کفارے میں دے ، یہاں تک کہ اُلٹ پھیر میں قدرِ کفارہ تک پہنچ جائے کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر وقد حققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ دُرمختار اور اس کے علاوہ کتب مبارکہ میں اس کی تصریح ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے ۔ ت)

(۲) کوئی حرج نہیں جبکہ قبر میں جگہ نہ گھیرے لعدم المنع و مالم یمنع لایمنع (کیونکہ اس سے ممانعت نہ آئی اور جس سے منع وارد نہیں وہ ممنوع نہ ہوگا ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۲۴۵ ازپوسٹ فراش گنج ضلع نواکھالی ملک بنگالہ ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ثواب رسانی کی نیت سے قرآن مجید پڑھ کر اُس پر اُجرت دینا

---

[1] القرآن ۷ /۲۸

marfat.com

جعل ثوابها لغیره[1] اھ وفی الهندیة عن الغایة کالهدایة معزیادة مفیدة وفی ملتقی الابحر اٰخر الباب وللانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره فی جمیع العبادات[2] اھ قال فی شرحه مجمع الانهر هذا وقع فی معرض العلة لما قبله[3] اھ پس ثابت شد کہ حج از دیگرے کردن از باب اہدائے ثواب است، ورنہ این تفریع راچہ محل بودے، حالا باید دید کہ صبی نیز حج عن الغیر تواں کرد یا نہ، در کتب مذہب تصریحات جلیہ است کہ می تواں کرد۔ در تنویر الابصار است یشترط اهلیة المامور لصحة الافعال[4]۔ در حاشیہ علامہ طحطاوی است عبر بالصحة دون الوجوب لیعم المراهق فانه اهل للصحة دون الوجوب[5]۔ در درمختار است فجاز حج الصرورة والمرأة والعبد والمراهق وغیرهم اولی لعدم الخلاف[6] اھ ملخصا۔ ودر ردالمحتار است الشرط هو الاهلیة دون الذکورة والحریة والبلوغ[7] اھ ملخصا۔ وہم دراں از لباب در تعداد شرائط آورد

درمختار باب الحج عن الغیر میں ہے: اصل یہ ہے کہ جو شخص بھی کوئی بھی عبادت کرے اسے اختیار ہے کہ اُس کا ثواب دوسرے کے لیے کر دے اھ ___ ہندیہ میں غایہ کے حوالے سے عبارت ہدایہ کی طرح ایک مفید اضافے کے ساتھ ہے ___ ملتقی الابحر باب مذکور کے آخر میں ہے: انسان کو تمام عبادات پر اختیار ہے کہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کر دے اھ۔ اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے: یہ عبارت بیان ماقبل کے لیے علت کی منزل میں ہے ___ تو ثابت ہوا کہ دوسرے کی جانب سے حج کرنا اہدائے ثواب کے باب سے ہے ___ ورنہ اس تفریع کا کیا موقع ہوتا۔ اب دیکھنا چاہئے کہ بچہ بھی دوسرے کی جانب سے حج کر سکتا ہے یا نہیں؟ ___ کتبِ مذہب میں روشن تصریحات موجود ہیں کہ کر سکتا ہے ___ تنویر الابصار میں ہے: صحتِ افعال کے لیے مامور کا اہل ہونا شرط ہے ___ حاشیۂ علامہ طحطاوی میں ہے: "صحت" سے تعبیر فرمائی "وجوب" سے نہیں، تاکہ مراہق (قریب البلوغ لڑکے)

---

[1] درمختار	باب الحج عن الغیر	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۸۱
[2] ملتقی الابحر	"	موسسۃ الرسالہ بیروت	۱/۲۴۳
[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر	باب الحج عن الغیر	دار احیاء التراث العربی بیروت	۱/۳۱۰
[4] درمختار شرح تنویر الابصار	باب الحج عن الغیر	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۸۱
[5] طحطاوی علی الدر المختار	باب الحج عن الغیر	دار المعرفۃ بیروت	۱/۵۴۹
[6] درمختار	" " "	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۸۲
[7] ردالمحتار	" " "	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲/۲۴۱

marfat.com

یا ممنوع، اور میّت کو ثواب قرآن خوانی و کھانا وغیرہ کا ملتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دیوبندی عقیدہ والوں کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں۔ اور فرمایا ہے: من شك فی عذابه وکفرہ فقد کفر[1] جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وُہ بھی کافر ہے۔ اُن کی کوئی بات نہ سُنی جائے نہ اُن کی کسی بات پر عمل کیا جائے جب تک اپنے علماء سے تحقیق نہ کرلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

وایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[2] اُن سے دُور بھاگو اور اُنھیں اپنے سے دُور کریں، کہیں وُہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وُہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

اور اُن کا بنایا ہُوا کوئی مسئلہ اگر صحیح بھی نکلے تو اُس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ عالم ہیں، یا اُن کے اور مسائل بھی صحیح ہوں گے۔ دنیا میں کوئی ایسا فرقہ نہیں جس کی کوئی نہ کوئی بات صحیح نہ ہو۔ مثلاً یہود ونصارٰی کی یہ بات صحیح ہے کہ موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں، کیا اِس سے یہودی اور نصرانی سچّے ہوسکتے ہیں! رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الکذوب قد یصدق[3] بڑا جھُوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے۔ دیوبندی تو اموات مسلمین کو ثواب پہنچانے ہی سے جلتے ہیں۔ فاتحہ، سوم، دہم، چہلم سب کو حرام کہتے ہیں۔ یہ سب باتیں جائز ہیں، میّت کو قرآن خوانی وطعام خورانی دونوں کا ثواب پہنچتا ہے۔ تیجے و چالیسویں وغیرہ کا تعیّن عرفی ہے جس سے ثواب میں خلل نہیں آتا۔ ہاں قرآن خوانی پر اُجرت لینا دینا منع ہے۔ اس کا طریقہ یہ کیا جائے کہ حافظ کو مثلاً چالیس دن کے لیے نوکر رکھ لیں کہ جو چاہیں کام لیں گے اور یہ تنخواہ دیں گے، پھر اُس سے قبر پر پڑھنے کا کام لیا جائے۔ اب یہ اُجرت بلاشبہہ جائز ہے کہ اُس کے وقت کے مقابل ہے نہ کہ تلاوتِ قرآن کے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۸ تا ۲۵۰: از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ عبدالجبار صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف پڑھ کر یا زیارتِ قبور وختم تہلیل کرکے جس میں ایصالِ ثواب مقصود ہوتا ہے اُجرت لینا جو حرام ہے وہ قطعی حرام ہے یا نہ؟

(۲) بلاتعیّن اُسی وقت اگر قاری کو کچھ دے دیا جائے وُہ بھی حرام ہے یا نہ؟

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب فصل اول مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۸

[3] مجمع بحار الانوار تحت لفظ صدق نولکشور لکھنؤ ۲/۲۳۹

marfat.com

کار مارا مؤید تراست کہ چوں صبی ممیز اصل عمل بہر دیگرے وازاں او مے تواں کرد و ہبہ ثواب یکے از توابع اوست و ذلك قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیما رویناعنه تقبل منه ومنهما کما اسلفنا پس از مجرد اہدائے ثواب مانع کیست وحاجر چیست، سخن اینجا دراز است و در فیض الٰہی باز امابرہمیں قدر بسندہ کنیم حامدین لربنا علیٰ جودہ ونوالہ ومصلین علی سیدنا محمد واٰلہ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔

نہ معتوہ، نہ ممیز بچّہ ——— ہم نے اس مسئلہ میں حوالے زیادہ پیش کئے جس کی وجہ یہ ہے کہ لباب کے بعض نسخوں میں کچھ خطائے کتابت واقع ہوئی جس نے شارح کو ایک با اضطراب بحث میں ڈال دیا جس کا جواب لبعونہ تعالیٰ ہم نے اس کے حاشیہ میں کامل طور پر دے دیا ہے یہاں اسے ذکر کرکے کلام طویل کرنے کی ضرورت نہیں ——— پھر ظاہر الروایہ کی بنیاد پر جو صحیح احادیث کے صریح نصوص سے تائید یافتہ ہے کہ نفس عمل آمر کی جانب سے واقع ہوتا ہے۔ یہ معنی اس کام میں ہمارے لیے زیادہ مؤید ہے کہ جب ممیز بچّہ اصل عمل دوسرے کے لیے اور اس کے حق میں کرسکتا ہے اور ثواب ہبہ کرنا بھی اس کے توابع میں سے ایک ہے اور وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روایتِ مذکورہ میں یہ ارشاد ہے کہ "اُس سے اور اس کے ماں باپ دونوں کی جانب سے قبول کیا جائے" ——— تو ثواب ہدیہ کرنے سے مانع کون ہے اور رکاوٹ کیا ہے؟ کلام یہاں طویل ہے اور فیضِ الٰہی کا دروازہ کشادہ، مگر ہم اسی قدر پر اکتفاء کرتے ہیں اس کے ساتھ اپنے رب کی، اس کے جُود وکرم پر حمد کرتے ہیں اور اپنے آقا حضرت محمد اور ان کی آل پر درود بھیجتے ہیں۔ اور خدائے پاک وبرتر خُوب جاننے والا ہے۔ اور اس ذاتِ بزرگ کا علم زیادہ کامل اور محکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۲ از الٰہ آباد مدرسہ سبحانیہ دارالطلباء مرسلہ محمد سعید الحسن صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے یہ دستور مقرر کر رکھا ہے کہ ہر ششماہی یا سالانہ یوم معیّن وتاریخ مقررہ پر اپنے پیر کا عُرس ہوا کرے، لوگوں کو یہ کہتا ہے کہ جو شخص یہ عرس کرے اور عرس کی نیاز کردہ شیرینی کو کھائے گا اس پر بلاشبہہ جنّت مقام، دوزخ حرام ہے۔ یہ کہنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ کہنا جزاف اور یاوہ گوئی ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ کس کا جنّت مقام اور کس پر دوزخ حرام۔ عرس کی شیرینی کھانے پر اللہ ورسول کا کوئی وعدہ ایسا ثابت نہیں جس کے بھروسہ پر یہ حکم لگا سکیں، تو یہ تَقَوُّل علی اللہ (اللہ تعالیٰ پر اپنی طرف سے لگا کر کچھ بولنا۔ت) ہوا اور وہ ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

اطلع الغیب ام اتخذ عند الرحمٰن عھدا[1] کیا اس نے غیب دیکھ لیا ہے یا رحمان کے یہاں کوئی عہد کر رکھا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۱۹/ ۷۸

هل یجوز الاکل للمسلمین ام لا۔ مسلمانوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ (ت)

الجواب

لاینبغی لھم ان یجیبوا لانھا ان کانت ضیافۃ فالضیافۃ فی الموت من النیاحۃ روی الامام احمد وابن ماجۃ بسند صحیح عن جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعۃ الطعام من النیاحۃ[1] وان کانت بزعمہ صدقۃ مع انہ لاصدقۃ من کافر ولا لکافر ففیہ ازدراء بالمسلمین لانہ یعد نفسہ الخبیثۃ متفضلۃ علیھم بالتصدق وایاھم اکلی صدقتہ والید العلیا خیر من الید السفلی ولاینبغی لید کافر ان تکون علیا بل الاسلام یعلو ولا یعلی ھذا ما ظھرلی وارجوان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

انھیں یہ دعوت نہ قبول کرنا چاہئے اس لئے کہ یہ اگر ضیافت ہے تو موت میں ضیافت نیاحت سے ہے۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے بسندِ صحیح حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی: ہم گروہِ صحابہ میت کے پاس جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرنے کو نیاحت سے شمار کرتے تھے ـــــ اور اگر اس کے خیال میں صدقہ ہو ـــ جبکہ صدقہ کسی کافر سے اور کسی کافر کے لیے ہو ہی نہیں سکتا ـــ تو اس میں مسلمانوں کی بے عزتی ہے اس لیے کہ وہ صدقہ کرکے اپنے نفسِ خبیث کو ان پر احسان کرنے والا اور انھیں صدقہ کھانے والا سمجھا جاتا ہے اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہوتا ہے ـــ اور کسی کافر کا ہاتھ اونچا نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا ـــ یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا، اور امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالٰی درست ہوگا، اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۵۷: ازبریلی مسئولہ شیخ عبدالعزیز بساطی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۰ھ

اہلِ ہنود اگر فاتحہ دلوانا چاہیں تو دینی چاہیئے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

فاتحہ ایصالِ ثواب ہے۔ کافر کی طرف سے یا کافر کے مال کا ثواب پہنچانا کیا معنی ؟ کافر اصلاً اہلِ ثواب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل از مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۰۴
سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النھی عن الاجتماع الی اہل المیت الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۷
کنز العمال حدیث ۲۴۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۶۶

marfat.com

اور لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک قرآن مجید پڑھ کے چالیس درم سے کم اُجرت لینا اور پڑھانے والے کے لیے چالیس درہم سے کم اُجرت دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ثواب رسانی کے لیے قرآن عظیم پڑھنے پر اُجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز، اور چالیس درہم اجرت محض بے اصل ہے۔

مسئلہ ۲۴۶ از بنارس کچی باغ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

دستور ہے کہ اغنیاء قرآن خوانی کے واسطے بلائے جاتے ہیں اور اُن کی دعوت دی جاتی ہے، کیا ان اغنیا کو بعد قرآن خوانی دعوتِ طعامِ چہلم جائز ہے؟ اور یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

موت میں دعوت بے معنی ہے، فتح القدیر میں اسے بدعت مستقبحہ فرمایا لان الدعوۃ شرعت فی السرور لا فی الشرور[1] (اس لیے کہ دعوت خوشی میں مشروع ہے غمی میں نہیں۔ ت) اغنیا کا اس میں کچھ حق نہیں، اور اگر بنظر المعھود عرفاً کالمشروط لفظا (جو عُرفاً معلوم ہے اسی کی طرح ہے جو لفظاً مشروط ہے۔ ت) وہ اجرت قرآن خوانی کی حد تک پہنچ گیا ہو۔ کھلانے والا جانتا ہو اُن کی تلاوت کے عوض مجھے کھانا دینا ہے، یہ جانتے ہوں ہمیں قرآن پڑھ کر کھانا لینا ہے، تو آپ ہی حرام ہے، کھانا بھی حرام اور کھلانا بھی حرام۔ لا تشتروا بآیتی ثمنا قلیلا[2] (میری آیتوں کے بدلے حقیر مالِ دُنیا نہ لو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۷ از لکھنؤ محلہ فرنگی محل احاطہ حیدر جان طوائف، بردوگان ہیزم سوختنی مسئولہ زین العابدین ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ضلع اعظم گڑھ کے قریب و جوار یہ رسم قدیم میت کے ایصالِ ثواب کے واسطے جاری تھی کہ ورثاء میت چہلم تک قرآن خوانی کراتے تھے اور بعد اختتام میعاد قرآن خوانی کی اجرت بصورتِ نقد و پارچہ اور اشارے قرآن خوانی میں کھانا دیا کرتے تھے۔ اب چند لوگ دیوبند سے تعلیم پاکر اسی ضلع میں آئے ہیں اور رسم لوگوں کے طریقہ مستمر ایصالِ ثواب کو ممنوع و ناجائز کہتے اور فعلِ عبث قرار دیتے ہیں، پس علمائے اہلسنّت و جماعت سے استدعا ہے کہ طریقۂ مروجہ ایصالِ ثواب عند الشرع جائز و درست ہے

---

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۰۲/۲
مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی حملھا و دفنھا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۹
[2] القرآن ۴۱/۲

رسالہ

اِتْیَانُ الْاَرْوَاحِ لِدِیَارِھِمْ بَعْدَ الرَّوَاح

۲۱ ۱۳۲

(رُوحوں کا بعد وفات اپنے گھر آنا)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

مسئلہ ۲۶۰ ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ جس وقت سے رُوح انسان کی جسم سے پرواز کرتی ہے بعد اُس کے پھر بھی اپنے مکان پر آتی ہے یا نہیں؟ اور اس سے کچھ ثواب کی خواستگار خواہ قرآن مجید یا خیرات وغیرہ طعام ہو یا روپیہ پیسہ ہوتی ہے یا نہیں؟ اور کون کون دن رُوح اپنے مکان پر آیا کرتی ہے؟ اور اگر آتی ہے تو منکر اس کا گنہ گار ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کس گناہ میں شامل ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

خاتمۃ المحدثین شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں:

مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میّت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز تصدق از میّت نفع

میّت کے دُنیا سے جانے کے بعد سات دن تک اس کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے۔ میت کی طرف سے

(۳) المعروف کالمشروط (جو معروف ہے وہ مشروط کی طرح ہے۔ ت) قاعدہ کلیہ ہے یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) تلاوت وتہلیل میں اُجرت لینا ضرور حرام ہے اور گناہ ہونے میں قطعی اور غیر قطعی ہونے کا فرق نہیں، گناہ اگرچہ صغیرہ ہوں اُسے ہلکا جاننا قطعی حرام ہے۔

(۲) جبکہ عادات ورواج کے مطابق قاری کو معلوم ہے کہ ملے گا اور اسے معلوم ہے کہ دینا ہوگا، تو ضرور اُجرت میں داخل ہے فان المعروف کالمشروط (معروف مشروط کی طرح ہے۔ ت)۔

(۳) المعروف کالمشروط قاعدہ کلیہ ہے مگر جب صراحۃً معروف کی نفی کردے تو مشروط نہیں رہے گا، مثلاً قاری سے صاف کہہ دیا جائے کہ دیا کچھ نہ جائے گا، یا وہ کہہ دے کہ میں لُوں گا کچھ نہیں، اس کے بعد پڑھے، پھر جو چاہیں دے دیں وُہ اُجرت میں داخل نہ ہوگا، لان الصریح یفوق الدلالۃ کما فی الخانیۃ وغیرھا (اس لیے کہ صریح کا درجہ دلالت سے اُوپر ہے جیسا کہ خانیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۱ تا ۲۵۵: حاجی عبدالغنی صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں عالمِ اہلسنت، ناصرِ ملّت اس بارے میں کہ:

(۱) میّت کے تابوت کو لے کر دس قدم چلنا پھر جانب بدلنا، اسی طرح چاروں جانب چالیس قدم چلنا سنّت ہے یا نہیں؟

(۲) اور اگر قبرستان چالیس قدم سے کم ہو تو میّت کو لے کر قبر کے چاروں طرف چالیس قدم گھومنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) نمازِ جنازہ پڑھ کر اور قبور کی زیارت کرکے خیرات لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) جو شخص اس کو ناجائز سمجھ کر اعلان کردے کہ میں اس کو ناجائز سمجھتا ہُوں کوئی صاحب اس کی اُجرت ہم کو ہرگز نہ دو، پھر اگر کوئی بطور ہدیہ دے تو لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) میّت کی رُوح پر ثواب رسانی کے لیے قرآن شریف ومیلاد شریف پڑھ کر خیرات لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) مستحب ہے (۲) جہالت وممنوع ہے (۳) ناجائز (۴) جائز ہے (۵) ناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۶: از بنگالہ ضلع میمن سنگھ موضع مرزاپور مرسلہ منشی آدم غرّہ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

ماتقولون یا علماء الفحول فی ھذہ المسئلۃ کافر مات واراد ورثتہ ان یطعموا طعاما للمسلمین

اس مسئلہ میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں ایک کافر فوت ہوا اب اس کے ورثہ مسلمانوں کو کھانا کھلانا چاہتے ہیں، تو

اور استناد کا روایاتِ صحیحہ مرفوعہ متصلۃ الاسناد میں حصر اور صحاح کا صرف کتبِ ستّہ پر قصر، جیسا کہ صاحبِ مائۃ مسائل سے یہاں واقع ہُوا، جہل شدید و سفہ بعید ہے۔ حدیثِ حسن بھی بالاجماع حجت ہے۔ غیر عقائد و احکامِ حلال و حرام میں حدیثِ ضعیف بھی بالاجماع حجت ہے۔ ہمارے ائمہ کرام حنفیہ وجمہور ائمہ کے نزدیک حدیث مرسل غیر متصل الاسناد بھی حجّت ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حدیثِ موقوف غیر مرفوع قولِ صحابی بھی حجّت ہے کہ یہ سب مسائل ادنیٰ طلبہ علم پر بھی روشن ہیں۔ اور حدیثِ صحیح کا ان چھ کتابوں میں محصور نہ ہونا بھی علمِ حدیث کے ابجد خوانوں پر بیّن و مبرہن (ظاہر و دلائل سے ثابت۔ ت) ہے۔ ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون (لیکن وہابیہ نادان ہیں۔ ت)

طرفہ (تعجب۔ ت) یہ کہ خود صاحبِ مائۃ مسائل نے اس کتاب اور اربعین میں اور بزرگانِ خاندانِ دہلی جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تصانیف کثیرہ میں وہ وہ روایات غیر صحاح و روایاتِ طبقہ رابعہ اور ان سے بھی نازل تر (کم مرتبہ۔ ت) سے استناد کیا ہے، جیسا کہ ان کتب کے ادنیٰ مطالعہ سے واضح ومبین ہے ولکن النجدیۃ یجحدون الحق وھم یعلمون (لیکن نجدیہ جان بُوجھ کر حق کا انکار کرتے ہیں۔ ت)

امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہم سے موقوفاً اور امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسندِ صحیح حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی

وھذا لفظ ابن المبارک قال ان الدنیا جنۃ الکافر وسجن المؤمن، وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی السجن فاخرج منہ فجعل یتقلب فی الارض یتفسح فیھا۔[1]

(اور یہ ابن مبارک کے الفاظ ہیں۔ ت) بیشک دنیا کافر کی بہشت اور مسلمان کا قیدخانہ ہے جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص زندان میں تھا اب آزاد کر دیا گیا تو زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا۔

ابوبکر کی روایت یُوں ہے:

فاذا مات المؤمن یخلی بہ یسرح حیث شاء۔[2]

جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔

---

[1] کتاب الزہد لابن المبارک باب فی طلب الحلال حدیث ۵۹۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۱

[2] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الزہد حدیث ۱۶۵۷۱ ادارۃ القرآن کراچی ۱۳/۳۵۵

marfat.com

مسئلہ ۲۵۸ از عثمان پور ڈاک خانہ کوٹھی ضلع بارہ بنکی مرسلہ محمد حسن یار خاں صاحب ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی مسلمان کسی کافر یا مشرک یا رافضی کو قرآن خوانی اور کسی ذریعہ سے ایصالِ ثواب کرے تو اس کافر یا مشرک یا رافضی کو ثواب پہنچے گا یا نہیں؟ اور ایصالِ ثواب کرنے والے کی بابت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

کافر خواہ مشرک ہو یا غیر مشرک، جیسے آج کل کے عام رافضی کہ منکرانِ ضروریاتِ دین ہیں، اُسے ہرگز کسی طرح کسی فعلِ خیر کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔ قال اللہ تعالٰی وما لھم فی الاٰخرۃ من خلاق[1] (اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اور ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ ت) اور اُنھیں ایصالِ ثواب کرنا معاذ اللہ خود راہِ کفر کی طرف جانا ہے کہ نصوصِ قطعیہ کو باطل ٹھہرانا ہے۔ رافضی تبرائی کا فقہائے کرام کے نزدیک یہی حکم ہے، ہاں جو تبرائی نہیں جیسے تفضیلی، اُنھیں ثواب پہنچ سکتا ہے اور پہنچانا بھی حرام نہیں جبکہ اُن سے دینی محبت یا ان کی بدعت کو سہل و آسان سمجھنے کی بنا پر نہ ہو، ورنہ انکم اذا مثلھم یہ بھی اُنھیں میں شمار ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۹ از منڈی ہلدوانی ضلع نینی تال مرسلہ حفیظ احمد مستری ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ہندو میت کے ثواب کے لیے میلاد شریف کے واسطے کچھ روپیہ دے تو اس ہندو کے روپے سے میلاد شریف پڑھوانا کیسا ہے؟

الجواب

ہندو سے روپیہ اس واسطے نہ لیا جائے۔ حدیث میں ہے: انی نھیت عن زبد المشرکین[2] (مجھے مشرکین کی جھاگ سے منع کیا گیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن ۲/ ۲۰۰

[2] سنن ابی داؤد باب فی الامام یقبل ہدایا المشرکین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۷۸

marfat.com

قاضی ثناء اللہ بھی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں :

"ارواحِ ایشاں (یعنی اولیائے کرام قدست اسرارہم) از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند می روند[1]"

اولیائے کرام قدست اسرارہم کی روحیں زمین، آسمان، بہشت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں (ت)

خزانۃ الروایات میں ہے :

عن بعض العلماء المحققین ان الارواح تتخلص لیلۃ الجمعۃ وتنتشر فجاؤا الی مقابرھم ثم جاؤا فی بیوتھم[2]۔

بعض علماء محققین سے مروی ہے کہ روحیں شبِ جمعہ چُھٹی پاتی اور پھیلتی جاتی ہیں۔ پہلے اپنی قبروں پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں۔

دستور القضاۃ مستند صاحبِ مائۃ مسائل میں فتاوٰی امام نسفی سے ہے :

ان ارواح المومنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین یا اھلی ویا اولادی ویا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی غربتنا الخ[3]۔

بیشک مسلمانوں کی رُوحیں ہر روز و شبِ جمعہ اپنے گھر آتی اور دروازے کے پاس کھڑی ہوکر دردناک آواز سے پکارتی ہیں کہ اے میرے گھر والو! اے میرے بچّو! اے میرے عزیزو! ہم پر صدقہ سے مہر کرو، ہمیں یاد کرو بھول نہ جاؤ، ہماری غریبی میں ہم پر ترس کھاؤ۔

نیز خزانۃ الروایات مستند صاحبِ مائۃ مسائل میں ہے :

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما اذا کان یوم عید او یوم جمعۃ او یوم عاشوراء ولیلۃ النصف من الشعبان تاتی ارواح الاموات ویقومون علٰی ابواب بیوتھم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من احد یترحم علینا ھل من احد یذکر غربتنا الحدیث[4]

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے جب عید یا جمعہ یا عاشورے کا دن یا شبِ برات ہوتی ہے اموات کی رُوحیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں : ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے، ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے، ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے۔

اسی طرح کنز العباد میں بھی کتاب الروضہ امام زندویسی سے منقول، یہ مسئلہ کہ نہ عقائد کا ہے نہ فقہ کے

---

[1] تذکرۃ الموتٰی والقبور اردو ترجمہ مصباح النور باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں نوری کتب خانہ لاہور ص ۷۵
[2] خزانۃ الروایات
[3] دستور القضاۃ
[4] خزانۃ الروایات

می کند اورا بے خلاف میان اہلِ علم وارد شدہ است در آں احادیث صحیحہ خصوصاً آب، و بعضے از علماء گفتہ اند کہ نمی رسد بہ میّت را مگر صدقہ و دعا، و در بعض روایات آمدہ است کہ رُوحِ میّت می آید خانۂ خود را شبِ جُمعہ، پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یا نہ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

صدقہ اس کے لیے نفع بخش ہوتا ہے۔ اس میں اہلِ علم کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہیں، خصوصاً پانی صدقہ کرنے کے بارے میں ـــــ اور بعض علماء کا قول ہے کہ میّت کو صرف صدقہ اور دُعا کا ثواب پہنچتا ہے ـــــ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ رُوح شبِ جمعہ کو اپنے گھر آتی ہے اور انتظار کرتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں واللہ تعالٰی اعلم (ت)

شیخ الاسلام "کشف الغطاء عما لزم للموتٰی علی الاحیاء" فصل ہشتم میں فرماتے ہیں:

"در غرائب و خزانہ نقل کردہ کہ ارواحِ مومنین می آیند خانہ ہائے خود را ہر شبِ جمعہ و روزِ عید و روزِ عاشورہ و شبِ برات، پس ایستادہ می شوند بیرون خانہائے خود و ندا می کند ہر یکے بآواز بلند اندوہگین اے اہل و اولادِ من و نزدیکانِ من مہربانی کنید برما بصدقہ[2]"

غرائب اور خزانہ میں منقول ہے کہ مومنین کی رُوحیں ہر شبِ جمعہ، روزِ عید، روزِ عاشوراء اور شبِ برات کو اپنے گھر آکر باہر کھڑی رہتی ہیں اور ہر روح غمناک بلند آواز سے ندا کرتی ہے کہ اے میرے گھر والو، اے میری اولاد، اے میرے قرابت دارو! صدقہ کرکے ہم پر مہربانی کرو۔ (ت)

اسی میں ہے:

"شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در شرح الصدور احادیث شتے در اکثر ازیں اوقات آوردہ اگرچہ اکثرے خالی از ضعف نیست"[3]

شرح الصدور میں شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے اکثر اوقات کے بارے میں مختلف حدیثیں نقل کی ہیں اگرچہ اکثر ضعف سے خالی نہیں ہیں۔ (ت)

اکثرے کا لفظ صریح دلالت کر رہا ہے کہ بعض بالکل ضعف سے خالی ہیں، تو صاحب مائۃ مسائل کا مطلقاً اس کی طرف نسبت کرنا کہ "این روایات را تضعیف ہم فرمودہ اند[4]" کذب و افترا ہے یا جہل و اجترا۔

---

[1] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۱۶ و ۷۱۷
[2] کشف الغطاء عما لزم للموتی علی الاحیاء فصل احکام دعا و صدقہ ص ۶۶
[3] " " " " " " " "
[4] مائۃ مسائل

احمد بن حنبل وغیرہ من الائمۃ، اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذ روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا۔[1]

فرمایا ہے، جب ہم حلال وحرام یعنی باب احکام میں روایت کرتے ہیں تو شدت برتتے ہیں اور جب باب فضائل وغیرہ میں روایت کرتے ہیں تو نرمی رکھتے ہیں (ت)

اس مبحث کی تفصیل فقیر کی کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین میں ملاحظہ ہو۔ یہیں دیکھیے رثائے مذکور امیر المومنین کیا فضائل اعمال سے تھا، وہ بھی باب علم سے ہے، جس میں امام خاتم الحفاظ نے بعض علماء کی بے سند حکایت بھی کافی بتائی۔

ثانیاً علم رجال بھی مردود ہو جائے کہ وہ بھی علم ہے، نہ عمل وفضل، عمل تو غیر قطعیات سب باطل ومہمل۔

ثالثاً دو تہائی سے زائد بخاری ومسلم کی حدیثیں محض باطل ومردود قرار پائیں۔

رابعاً عقائد واعمال میں تفرقہ جس پر اجماع ائمہ ہے ضائع جائے، کہ احکام حلال وحرام میں کیا اعتقاد حلت وحرمت نہیں لگا ہوا ہے، اور وہ عمل نہیں بلکہ علم ہے تو کسی شے کے حلال یا حرام سمجھنے کے لیے بخاری ومسلم کی حدیثیں مردود۔ اور جب حلال وحرام کچھ نہ جانیں تو اسے کیوں کریں اس سے کیوں بچیں!

خامساً بلکہ فضائل اعمال میں بھی احادیث صحیحین کا مردود ہونا لازم۔ حالانکہ ان میں ضعیف حدیثیں بھی یہ سفیہ خود مقبول مانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عمل میں یہ خوبی ہے اس پر یہ ثواب یہ جاننا خود عمل نہیں بلکہ علم ہے اور علم باب عقائد سے ہے اور عقائد میں صحاح ظنیات مردود۔

سادساً اگلے صاحب نے تو اتنی مہربانی کی تھی کہ حدیث صحیح مرفوع متصل السند مقبول رکھی تھی، انھوں نے بخاری ومسلم بھی مردود کر دیں، جب تک قطعیات نہ ہوں کچھ نہ سنیں گے ع

قدم عشق پیشتر بہتر

سابعاً ختم الٰہی کا ثمرہ دیکھئے، اسی براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں فضیلت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو باب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے اعتقادیات میں داخل کرایا تاکہ صحیحین بخاری ومسلم کی حدیثیں بھی جو وسعت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر دال ہیں مردود ٹھہریں۔ اور وہیں وہیں اسی منہ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم عظیم کی تنقیص کو محض بے اصل وبے سند حکایت سے سند لایا کہ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، حالانکہ حضرت شیخ

---

[1] انسان العیون خطبۃ الکتاب مصطفی البابی مصر ۱/۳ و ۴

ابن ابی الدنیا وبیہقی سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضرت سلمان فارسی و عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما باہم ملے، ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تم مجھ سے پہلے انتقال کرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا، کہا کیا زندے اور مُردے بھی ملتے ہیں ؟ کہا :

نعم اما المومنون فان ارواحھم فی الجنۃ وھی تذھب حیث شاءت[1]

ہاں مسلمانوں کی رُوحیں تو جنّت میں ہوتی ہیں انھیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہیں جائیں۔

ابن المبارک کتاب الزہد و ابوبکر ابن ابی الدنیا و ابن مندہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال ان ارواح المؤمنین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاءت ونفس الکافر فی سجین[2]

بیشک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں، اور کافر کی روح سجّین میں مقیّد ہے۔

ابن ابی الدنیا مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال بلغنی ان ارواح المومنین مرسلۃ تذھب حیث شاءت[3]

فرمایا : مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مسلمانوں کی رُوحیں آزاد ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں :

رجح ابن البران ارواح الشھداء فی الجنّۃ وارواح غیرھم علی افنیۃ القبور فتسرح حیث شاءت[4]

امام ابوعمر ابن عبدالبر نے فرمایا : راجح یہ ہے کہ شہیدوں کی رُوحیں جنّت میں ہیں اور مسلمانوں کی فنائے قبور پر، جہاں چاہیں آتی جاتی ہیں۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں :

ان الروح اذا انخلعت من ھذا الھیکل و انفکت من القیود بالموت تحول الی حیث شاءت[5]

بیشک جب رُوح اس قالب سے جُدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جولاں کرتی ہے۔

---

[1] شعب الایمان باب التوکل والتسلیم حدیث ۱۳۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۲۱

[2] کتاب الزہد لابن مبارک باب ماجاء فی التوکل حدیث ۴۲۹ " " ص ۱۴۴

[3] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۹۸

[4] " " " " ص ۱۰۵

[5] تیسیر شرح جامع صغیر تحت حدیث ان روح المومنین الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/۳۲۰

marfat.com

مسئلہ ۲۶۱ از کانپور محلہ مول گنج مرسلہ امام الدین صاحب ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

مرنے کے بعد میت کو اپنے عزیزوں سے کس طرح تعلقات رہتے ہیں ؟

الجواب

موت فنائے رُوح نہیں، بلکہ وُہ جسم سے رُوح کا جدا ہونا ہے۔ رُوح ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔ حدیث میں ہے انما خلقتم للابد[1] تم ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے بنائے گئے۔ تو جیسے تعلقات حیات دنیوی میں تھے اب بھی رہتے ہیں۔ حدیث میں فرمایا کہ "ہر جمعہ کو ماں باپ پر اولاد کے ایک ہفتہ کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں، برائیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں، تو اپنے گزرے ہوؤں کو رنجیدہ نہ کرو، اے اللہ کے بندو! واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۲ از لاہور مسجد بیگم شاہی اندرون دروازہ مستی مرسلہ صوفی احمد الدین طالبعلم ۲۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ارواحِ مومنین کی جگہ کون ہے، کیا جسد کے ساتھ رہتے ہیں یا علیحدہ ؟

الجواب

ارواحِ مومنین برزخ میں اجسام مثالی ہیں، جیسے شہدا کے لیے حواصل طیور خضر[1] فرمایا سبز پرندوں کے بھیس میں، اور ان کے مقام حسب مراتب مختلف ہیں، قبور پر یا چاہِ زمزم میں یا فضائے آسمان میں یا کسی آسمان پر یا عرش کے نیچے نور کی قندیلوں میں، کما فصلہ الامام السیوطی فی شرح الصدور (جیسا کہ امام سیوطی نے شرح الصدور میں اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۳ تا ۲۶۸ از کانپور محلہ مول گنج مرسلہ امام الدین صاحب ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) عزیزوں پر جو اثر ہوتا ہے کیا اس کا اثر میت پر بھی ہوتا ہے یا نہیں ؟

(۲) عذاب وثواب کی کیا شکل ہے جبکہ انسان خاک میں مل جاتا ہے اور رُوح اپنے مقام پر چلی جاتی ہے۔

(۳) رُوح کا مقام مرنے کے بعد کہاں ہے ؟

(۴) خواب میں اپنے کسی مرحوم عزیز کو دیکھتے ہیں کیا اس کا اثر مرحوم پر بھی پڑتا ہے یا نہیں ؟

(۵) رُوح کیا چیز ہے ؟ اکثر سُنا گیا ہے کہ رُوح تمام دُنیاوی کیفیات کا ادراک ہر وقت بعد موت کرتی ہے۔

(۶) قبر پر کوئی شخص جائے اس کا علم میت کو ہوتا ہے ؟

---

[1] شرح الصدور باب مقر الارواح مطبوعہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۹۶

حلال وحرام کا۔ ایسی جگہ دو ایک سندیں بھی بس ہوتیں نہ کہ اس قدر کثیر و وافر۔

امام جلال الملۃ والدین سیوطی مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء زیر رثائے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لم اجدہ فی شیٔ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل وکفٰی بذٰلک سنداً لمثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام۔[1]

یعنی میں نے یہ حدیث کسی کتابِ حدیث میں نہ پائی مگر صاحبِ اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں اسے ایک حدیثِ طویل میں بے سند ذکر کیا۔ ایسی حدیث کو اتنی ہی سند کافی ہے کہ وُہ کچھ احکام سے متعلق نہیں۔

باقی رہا ضلالِ حال کے شیخ الضلال گنگوہی کا "براہینِ قاطعہ" میں زعمِ باطل کہ ارواح کا اپنے گھر آنا یہ مسئلہ عقائد کا ہے اس میں مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا۔ یعنی اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم کی بھی صحیح وصریح حدیثوں میں ہو کہ رُوحیں آتی ہیں تو وُہ حدیثیں بھی اُن کے دھرم (مذہب ۱۲) میں مردود ہوں گی کہ ان روایات میں عمل نہیں بلکہ علم ہے اور تسلیم بھی کر لیے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل۔ براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل (اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے ملانے کا حکم دیا اسے قطع کرنے والی کتاب۔ ت) میں چار ورق سے زائد پر یہی اعجوبہ اضحوکہ طرح طرح کے مزخرفات سے آلودہ اندودہ (مزین وملمع ۱۲) کیا ہے سخت جہالتِ فاحشہ ہے۔

اقول اگرچہ ہر جملہ خبریہ جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو اگرچہ اسے نفیاً و اثباتاً کسی طرح عقاید میں دخل نہ ہو نافی یا مثبت کسی پر اس نفی و اثبات کے سبب حکم ضلالت و گمراہی محتمل نہ ہو سب بابِ عقاید میں داخل ٹھہرے، جس میں احادیثِ بخاری و مسلم بھی جب تک متواتر نہ ہوں نامقبول ٹھہریں۔ تو **اوّلاً** سیر و مغازی و مناقب یہ علوم کے علوم سب گاؤ خورد و دریا بُرد ہو جائیں، حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان علوم میں صحاح درکنار ضعاف بھی مقبول۔ سیرت انسان العیون میں ہے:

لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع، وقد قال الامام

مخفی نہیں کہ کتبِ سیر میں موضوع چھوڑ کر صحیح، سقیم، ضعیف، بلاغ، مرسل، منقطع، معضل ہر قسم کی روایتیں ہوتی ہیں۔ امام احمد وغیرہ ائمہ نے

---

[1] مناہل الصفاء فی تخریج احادیث الشفاء

marfat.com

اقوالِ ائمہ میں مصرح اور اہلسنّت کا اعتقاد ہیں۔ ان کی تفصیل ہماری کتاب "حیات الموات فی بیان سماع الاموات" میں دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۴ ۱۶ جمادی الاخری ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو جمعرات کو انتقال کرے اس پر عذابِ قبر ہر جمعرات کو یا دائمی معاف ہے یا نہیں؟

الجواب

جمعرات کے لیے کوئی حکم نہیں آیا، شبِ جمعہ اور روزِ جمعہ اور رمضان مبارک میں ہر روز کے واسطے یہ حکم ہے کہ جو مسلمان اُن میں مرے گا سوالِ نکیرین و عذابِ کرم سے محفوظ رہے گا واللہ اکرم ان یعفو من شئ ثم یعود فیہ اللہ اس سے زیادہ کریم ہے کہ ایک شے کو معاف فرما کر پھر اس پر مواخذہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۵ از عبداللہ صاحب محلہ بہاری پور شہر بریلی ۱۶ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے آج یہ بیان کیا کہ ایک نام کے دو آدمی ہوں تو ایسا ہوجاتا ہے کہ بجائے اُس کے کہ جس کی قضا آئی ہو دُوسرے آدمی کی رُوح قبض کر لیتے ہیں فرشتے۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ وقوعہ میرے رُوبرو کا ہے کہ ایک کی جان قبض کر لی گئی اور چند منٹوں کے بعد وُہ زندہ ہوگیا اور اُس نام کا اُس محلّہ کے قریب ایک شخص تھا وُہ مرگیا۔ جو شخص اوّل مرگیا تھا جب اُس سے حال دریافت کیا تو اُس نے بہت کچھ قصّہ بیان کیا، اس کے بارے میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں؟ زیادہ حدِ ادب!

الجواب

یہ محض غلط ہے، اللہ کے فرشتے اُس کے حکم میں غلطی نہیں کرتے قال اللہ تعالیٰ ویفعلون مایؤمرون[1] فرشتے وُہ کرتے ہیں جو اُنھیں حکم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن ۱۶/۵۰

marfat.com

قدس سرہ نے اسے ہرگز روایت نہ کیا بلکہ اعتراضاً ذکر کرکے صاف فرمادیا تھا کہ "این سخن اصلے ندارد و روایت بدان صحیح نشدہ است" (اس کلام کی کوئی اصل نہیں، اور اس کے بارے میں، روایت صحیح نہیں۔ ت)

غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل ماننے کو تو جب تک حدیث قطعی نہ ہو بخاری و مسلم بھی مردود، اور معاذاللہ حضور کی تنقیص فضائل کے لیے بے اصل و بے سند و بے سروپا حکایت مقبول و محمود۔ اور پھر دعویٰ ایمان و امانت و دین و دیانت بدستور موجود۔ انا للہ وانا الیہ راجعون — کذٰلک یطبع اللہ علیٰ کل قلب متکبر جبّار (اسی طرح اللہ ہر متکبر سخت گیر کے دل پر مُہر کردیتا ہے۔ ت)

بالجملہ یہ مسئلہ نہ بابِ عقائد سے نہ بابِ احکامِ حلال و حرام سے۔ اسے جتنا ماننا چاہیئے کہ اُس کے لیے اتنی سندیں کافی و وافی۔ منکر اگر صرف انکارِ یقین کرے یعنی اس پر جزم و یقین نہیں تو ٹھیک ہے، اور عامہ مسائلِ سیر و مغازی و اخبار و فضائل ایسے ہی ہوتے ہیں، اس کے باعث وُہ مردود نہیں قرار پاسکتے۔ اور اگر دعویٰ نفی کرے یعنی کہے مجھے معلوم و ثابت ہے کہ رُوحیں نہیں آتیں تو جھُوٹا کذّاب ہے۔ بالفرض اگر اُن روایات سے قطع نظر بھی تو غایت یہ کہ عدم ثبوت ہے نہ ثبوت عدم، اور بے دلیل عدم ادعائے عدم محض تحکم و ستم، آنے کے بارے تو اتنی کتب و علماء کی عبارات اتنی روایات بھی ہیں نفی وانکار کے لیے کون سی روایت ہے؟ کس حدیث میں آیا کہ رُوحوں کا آنا باطل و غلط ہے؟ تو ادعائے بے دلیل محض باطل و ذلیل۔

کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ طرف مقابل پر روایات موجودہ صرف بربنائے ضعف مردود، اور اپنی طرف روایت کا نام نہ نشان اور ادعائے نفی کا بلند نشان۔ رُوحوں کا آنا اگر بابِ عقائد سے ہے تو نفیاً و اثباتاً ہر طرح اسی باب سے ہوگا، اور دعوائے نفی کے لیے بھی دلیل قطعی درکار ہوگی، یا مسئلہ ایک طرف سے بابِ عقائد میں ہے کہ صحاح بھی مردود، اور دُوسری طرف سے ضروریات میں ہے کہ اصلاً حاجت دلیل مفقود۔

ولکن الوھابیۃ لایعقلون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وّاٰلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ فقط

لیکن وہابیہ بے عقل ہوتے ہیں — اور برائی سے رکنے، نیکی کے کرنے کی طاقت نہیں مگر بلند عظیم خدا ہی کی طرف سے۔ اور خدائے برتر اپنی مخلوق میں سب سے بہتر حضرت محمد اور ان کی آل و اصحاب سب پر درود نازل فرمائے۔ الٰہی! قبول کر۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے اور اس ذات بزرگ کا علم زیادہ کامل اور محکم ہے (ت)

رسالہ

جَلِیُّ الصَّوْت لِنَهْیِ الدَّعْوَةِ اَمَامَ مَوْت

۱۳۰۹ھ

(کسی موت پر دعوت کی ممانعت کا واضح اعلان)

مسئلہ ۲۶۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلادِ ہندیہ میں رسم ہے کہ میّت کے روزِ وفات سے اُس کے اعزّہ واقارب واحباب کی عورات اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اُس اہتمام کے ساتھ جو شادیوں میں کیا جاتا ہے۔ پھر کچھ دُوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں، بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں۔ اس مدّتِ اقامت میں عورات کے کھانے پینے، پان چھالیا کا اہتمام اہلِ میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرفِ کثیر کے زیرِ بار ہوتے ہیں۔ اگر اُس وقت اُن کا ہاتھ خالی ہو تو اس ضرورت سے قرض لیتے ہیں، یُوں نہ ملے تو سُودی نکلواتے ہیں، اگر نہ کریں تو مطعون و بدنام ہوتے ہیں، یہ شرعاً جائز ہے کیا؟ بیّنوا توجّروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل نبینا الرحیم الغفور بالرفق والتیسیر واعدل الامور فسن الدعوة عند السرور دون الشرور وصلی اللہ

سب خُوبیاں اللہ کے لیے جس نے ہمارے رحم کرنے، بخشنے والے نبی کو نرمی و آسانی کے ساتھ بھیجا اور کاموں میں اعتدال رکھا، تو دعوت کا طریقہ سرور کے

marfat.com

الجواب

(۱) عزیزوں کو اگر تکلیف پہنچتی ہے اس کا ملال میّت کو بھی ہوتا ہے ، اموات پر رونے کی ممانعت میں فرمایا کہ جب تم روتے ہو مُردہ بھی رونے لگتا ہے ، تو اُسے غمگین نہ کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) انسان کبھی خاک نہیں ہونا بدن خاک ہو جاتا ہے ، اور وُہ بھی کُل نہیں ، کچھ اجزائے اصلیہ دقیقہ جن کو عجب الذنب کہتے ہیں وُہ نہ جلتے ہیں نہ گلتے ہیں ہمیشہ باقی رہتے ہیں ، انھیں پر روزِ قیامت ترکیبِ جسم ہوگی ۔ عذاب و ثواب رُوح و جسم دونوں کے لیے ہے ، جو فقط رُوح کے لیے مانتے ہیں گمراہ ہیں ، رُوح بھی باقی اور جسم کے اجزائے اصلی بھی باقی ، اور جو خاک ہو گئے وُہ بھی فنائے مطلق نہ ہوئے ، بلکہ تفرق اتصال ہوا اور تغیرِ ہیآت ۔ پھر استحالہ کیا ہے ۔ حدیث میں رُوح و جسم دونوں کے معذب ہونے کی یہ مثال ارشاد فرمائی کہ ایک باغ ہے اس کے پھل کھانے کی ممانعت ہے ، ایک لنجھا ہے کہ پاؤں نہیں رکھتا اور آنکھیں ہیں ، وہ اس باغ کے باہر پڑا ہُوا ہے ، پھلوں کو دیکھتا ہے مگر اُن تک جا نہیں سکتا ۔ اتنے میں ایک اندھا آیا اُس لنجھے نے اُس سے کہا : تُو مجھے اپنی گردن پر بٹھا کر لے چل ، میں تجھے رستہ بتاؤں گا ، اس باغ کا میوہ ہم تم دونوں کھائیں گے ۔ یوُں وہ اندھا اس لنجھے کو لے گیا اور میوے کھائے ، دونوں میں کون سزا کا مستحق ہے ؟ دونوں ہی مستحق ہیں ، اندھا اُسے نہ لے جاتا تو وہ نہ جا سکتا ، اور لنجھا اُسے نہ بتاتا تو وُہ نہ دیکھ سکتا ۔ وُہ لنجھا رُوح ہے کہ ادراک رکھتی ہے اور افعالِ جوارح نہیں کر سکتی ۔ اور وُہ اندھا بدن ہے کہ افعال کر سکتا ہے ادراک نہیں رکھتا ، دونوں کے اجتماع سے معصیّت ہُوئی دونوں ہی مستحقِ سزا ہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(۳) رُوح کا مقام بعد موت حسبِ مراتب مختلف ہے ۔ مسلمانوں میں بعض کی رُوحیں قبر پر رہتی ہیں اور بعض کی چاہِ زمزم میں اور بعض کی آسمان و زمین کے درمیان ، اور بعض آسمانِ اوّل دوم ہفتم تک ، اور بعض اعلیٰ علیین میں ، اور بعض سبز پرندوں کی شکل میں زیرِ عرش نُور کی قندیلوں میں ۔ کفار میں بعض کی روحیں چاہ وادیٔ برہوت میں ، بعض کی زمینِ دوم سوم ہفتم تک ، بعض سجّین میں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) کبھی پڑتا ہے کبھی نہیں ، دونوں قسم کے خواب شرح الصدور میں مذکور ہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) رُوح میرے رب کے حکم سے ایک شئے ہے اور تمھیں علم نہ دیا گیا مگر تھوڑا ۔ رُوح کے ادراکاتِ علم و سمع و بصر باقی رہتے ، بلکہ پہلے سے بھی زائد ہو جاتے ہیں ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(۶) قبر پر آنے والے کو میّت دیکھتا ہے ، اُس کی بات سُنتا ہے ۔ اگر زندگی میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا ہے اگر اُس کا عزیز یا دوست ہے تو اُس کے آنے سے اُنس حاصل کرتا ہے ۔ یہ سب باتیں احادیث ،

marfat.com

ثلثة ایام فی المصیبة[۱] اھ زاد فی الخلاصة لان الضیافة تتخذ عند السرور[۲]۔

جائز نہیں اھ خلاصہ میں یہ اضافہ کیا کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے (ت)

فتاوٰی امام قاضی خاں[۹] کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافة فی ایام المصیبة لانها ایام تاسف فلایلیق بها مایکون للسرور[۳]۔

غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں، تو جو خوشی میں ہوتا ہے ان کے لائق نہیں۔

تبیین الحقائق[۱۰] امام زیلعی میں ہے:

لاباس بالجلوس للمصیبة الی ثلث من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط و الاطعمة من اهل المیت[۴]۔

مصیبت کے لیے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی امرِ ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے، جیسے مکلّف فرش بچھانے اور میّت والوں کی طرف سے کھانے۔

امام بزازی[۱۱] وجیز میں فرماتے ہیں:

یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع[۵]۔

یعنی میّت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ و ممنوع ہیں۔

علامہ شامی[۱۲] ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

اطال ذٰلك فی المعراج وقال وهذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها[۶]۔

یعنی معراج الدرایہ[۱۳] شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت طویل کلام کیا اور فرمایا: یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔

جامع الرموز[۱۴] آخر الکراہیۃ میں ہے:

یکرہ الجلوس للمصیبة ثلثة ایام او اقل فی

یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لیے مسجد میں بیٹھنا منع

---

[۱] فتاوٰی سراجیہ کتاب الکراہیۃ باب الولیمہ منشی نولکشور لکھنؤ ص ۷۵
[۲] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الکراہیۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۴۲
[۳] فتاوٰی قاضی خاں منشی نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۱
[۴] تبیین الحقائق فصل فی تعزیۃ اہل البیت مطبعہ کبرٰی امیریہ مصر ۱/ ۲۴۶
[۵] فتاوٰی بزازیہ علی ھامش فتاوٰی ہندیۃ الخامس والعشرون فی الجنائز نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۸۱
[۶] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطلب فی کراہیۃ الضیافۃ الخ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۶۰۳

marfat.com

سعیرا۔[1] کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے۔

مالِ غیر میں بے اذنِ غیر تصرف خود ناجائز ہے۔ قال تعالیٰ:

لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2] (اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ۔ ت)

خصوصًا نابالغ کا مال ضائع کرنا، جس کا اختیار نہ خود اُسے ہے نہ اُس کے باپ نہ اُس کے وصی کو لان الولایۃ للنظر لا للضرر علی الخصوص (اس لیے کہ ولایت فائدے میں نظر کے لیے ہے نہ کہ معین طور پر ضرر کیلئے۔ت)

اور اگر ان میں کوئی یتیم ہُوا تو آفت سخت تر ہے، والعیاذ باللہ ربّ العالمین۔ ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خُوب ہے، بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مالِ خاص سے کرے، یا ترکہ سے کریں، تو سب وارث موجود و بالغ و راضی ہوں۔ خانیہ و بزازیہ و تتارخانیہ و ہندیہ میں ہے:

ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین وان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلك من الترکۃ۔[3]

اگر فقراء کے لیے کھانا پکوائے تو اچھا ہے جب کہ سب ورثہ بالغ ہوں، اور اگر کوئی وارث نابالغ ہو تو یہ ترکہ سے نہ کریں۔ (ت)

نیز فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

ان اتخذ ولی المیّت طعاما للفقراء کان حسنا الا ان یکون فی الورثۃ صغیر فلا یتخذ ذلك من الترکۃ۔[4]

ولیِ میّت اگر فقراء کے لیے کھانا تیار کرائے تو اچھا ہے لیکن ورثہ میں اگر کوئی نابالغ ہو تو ترکہ سے یہ کام نہ کرے۔ (ت)

ثالثًا یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعالِ منکرہ کرتی ہیں، مثلاً چلّا کر رونا پیٹنا، بناوٹ سے منہ ڈھانکنا، الیٰ غیر ذٰلک۔ اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے۔ ایسے مجمع کے لیے میّت کے عزیزوں اور دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔ قال تعالیٰ: ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[5] (گناہ اور زیادتی پر ایک دُوسرے کی مدد نہ کرو۔ ت) نہ کہ اہلِ میّت کا اہتمامِ طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے، تو اس

---

[1] القرآن ۴/۱۰
[2] القرآن ۲/۱۸۸
[3] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۴
[4] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ منشی نولکشور لکھنؤ ۴/۷۸۱
[5] القرآن ۵/۲

marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم وبارک علیہ وعلیٰ اٰلہ الکرام وصحبہ الصدور۔ | وقت، کھانا کہ شرور کے وقت۔ خدائے تعالیٰ ان پر، ان کی معزز آل، اور مقدم اصحاب پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ (ت)

سبحان اللہ! اے مسلمان! یہ پوچھتا ہے جائز ہے یا کیا؟ یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں، سخت وشنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔

اوّلاً یہ دعوت خود ناجائز وبدعتِ شنیعہ قبیحہ ہے۔ امام احمد اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بہ سندِ صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی سے راوی:

کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعۃ الطعام من النیاحۃ۔[1] | ہم گروہِ صحابہ اہلِ میّت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مُردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔

جس کی حُرمت پر متواتر حدیثیں ناطق — امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔[2] | اہلِ میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں، اور یہ بدعتِ شنیعہ ہے۔

اسی طرح علامہ حسن شرنبلالی نے مراقی الفلاح[3] میں فرمایا:

ولفظہ یکرہ الضیافۃ من اھل المیت لانھا شرعت فی السرور ولا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔[3] | میّت والوں کی جانب سے ضیافت منع ہے اس لیے کہ اسے شریعت نے خوشی میں رکھا ہے نہ کہ غمی میں، اور یہ بُری بدعت ہے (ت)

فتاوٰی خلاصہ[3] وفتاوٰی سراجیہ[4] وفتاوٰی ظہیریہ[5] وفتاوٰی تاتارخانیہ[6] اور ظہیریہ سے خزانۃ المفتین وکتاب الکراہیۃ اور تاتارخانیہ سے فتاوٰی ہندیہ[8] میں بالفاظ متقاربہ ہے:

واللفظ للسراجیۃ لایباح اتخاذ الضیافۃ عند | سراجیہ کے الفاظ ہیں کہ غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عبداللہ بن عمرو دارالفکر بیروت ۲/ ۲۰۴
سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی النہی عن الاجتماع الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۷
[2] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲
[3] مراقی الفلاح علی ھامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی حملہا ودفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۹

marfat.com

معهم فی الیوم الاوّل جائز لشغلهم بالجهاز وبعدہ یکرہ کذا فی التتارخانیۃ[1] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ساتھ کھانا جائز ہے کیونکہ وہ جنازے میں مشغول رہتے ہیں، اور اس کے بعد مکروہ ہے۔ ایسا ہی تتارخانیہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۲۶۷ تا ۲۶۸ ازایرایاں محلہ سادات ضلع فتحپور مسئولہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) سوم ودہم وچہلم میّت کے لیے کھانا جو پکتا ہے اس کو برادری کو کھلائے اور خود جاکر کھائے تو جائز ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ تین روز کے اندر میّت کے گھر کا نہ کھائے بعد کو جائز ہے، یہ تفریق صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو وجہ مابہ الفرق ارشاد ہو۔

(۲) مقولہ طعام المیّت یمیت القلب (طعامِ میّت دل کو مُردہ کردیتا ہے۔ ت) مستند قول ہے، اگر مستند ہے تو اس کے کیا معنٰی ہیں؟

الجواب

(۱) سوم، دہم وچہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے، برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کرکے کھلانا بے معنی ہے، کمافی مجمع البرکات (جیسا کہ مجمع البرکات میں ہے۔ ت) موت میں دعوت ناجائز ہے۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے:

انہا بدعۃ مستقبحۃ لانہا شرعت فی السرور لافی الشرور[2]

وہ بُری بدعت ہے کیونکہ دعوت کو شریعت نے خوشی میں رکھا ہے، غمی میں نہیں۔ (ت)

تین دن تک اس کا معمول ہے، لہٰذا ممنوع ہے۔ اس کے بعد بھی موت کی نیت سے اگر دعوت کرے گا ممنوع ہے۔

(۲) یہ تجربہ کی بات ہے اور اس کے معنٰی یہ ہیں کہ جو طعامِ میّت کے متمنّی رہتے ہیں اُن کا دل مرجاتا ہے، ذکر وطاعتِ الٰہی کے لیے حیات وچستی اُس میں نہیں رہتی کہ وہ اپنے پیٹ کے لقمہ کے لیے موتِ مسلمین کے منتظر رہتے ہیں اور کھانا کھاتے وقت موت سے غافل، اور اُس کی لذّت میں شاغل۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الہدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۴

[2] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲

مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی حملہا ودفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۹

المسجد ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ھذہ الایام وکذا اکلھا کما فی خیرۃ الفتاوی[1]۔

ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور اس کا کھانا بھی منع ہے، جیسا کہ خیرۃ الفتاوی میں تصریح کی۔

اور فتاوٰی انقرویہ[16] اور واقعات المفتین[17] میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ ثلاثۃ ایام واکلھا لانھا مشروعۃ للسرور[2]۔

تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہوئی ہے۔

کشف الغطاء[18] میں ہے:

ضیافت نمودن اہلِ میّت اہلِ تعزیت را وپختن طعام برائے آنہا مکروہ ست۔ باتفاق روایات چہ ایشاں را بہ سبب اشتغال بمصیبت استعداد وتہیئہ آن دشوار است[3]۔

تعزیت کرنے والوں کے لیے اہلِ میّت کا ضیافت کرنا اور کھانا پکانا باتفاقِ روایات مکروہ ہے اس لیے کہ مصیبت میں مشغولی کی وجہ سے اس کا اہتمام ان کے لیے دشوار ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

پس انچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را درسوم وقسمت نمودن آن میان اہل تعزیت واقران غیر مباح ونامشروع است وتصریح کردہ بداں در خزانہ چہ شرعیت ضیافت نزد سرور ست نہ نزد شرور وھو المشھور عند الجمھور[4]۔

تو یہ جو رواج پڑ گیا ہے کہ تیسرے دن اہلِ میت کا کھانا پکاتے ہیں اور اہلِ تعزیت اور دوستوں کو بانٹتے کھلاتے ہیں ناجائز وممنوع ہے، خزانہ میں اس کی تصریح ہے اس لیے کہ شرع میں ضیافت خوشی کے وقت رکھی گئی ہے مصیبت کے وقت نہیں۔ اور یہی جمہور کے نزدیک مشہور ہے۔ (ت)

ثانیاً غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے، یا اور ورثہ موجود نہیں ہوتے، نہ اُن سے اس کا اذن لیا جاتا ہے، جب تو یہ امرِ سخت حرامِ شدید پر متضمن ہوتا ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

ان الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون

بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں بلاشبہ وُہ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں، اور قریب ہے

---

[1] جامع الرموز — کتاب الکراہیۃ — مکتبہ اسلامیہ گنبدِ قاموس ایران — ۳/ ۳۲۸

[2] فتاوٰی انقرویہ — کتاب الکراہیۃ والاستحسان — دار الاشاعت العربیۃ قندھار — ۱/ ۳۰

[3] و [4] کشف الغطاء — فصل نہم تعزیت — ص ۴۷

السبع او الطیر اجر[1]۔ رواہ الحاکم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما وصحح سندہ۔

درندہ کھاجائے اس میں ثواب ہے، جو پرند کو پہنچے اس میں ثواب ہے۔ (حاکم نے اسے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور اس کی سند کو صحیح کہا۔ ت)

بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اطعمت زوجك فهولك صدقة وما اطعمت ولدك فهولك صدقة وما اطعمت خادمك فهولك صدقة وما اطعمت نفسك فهولك صدقة[2]۔ اخرجه الامام احمد والطبرانی فی الکبیر بسند صحیح عن المقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالٰی عنه۔

جو کچھ تُو اپنی عورت کو کھلائے وُہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ اپنے بچّوں کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ اپنے خادم کو کھلائے وُہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو خود کھائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے (اسے امام احمد نے مسند میں اور طبرانی نے کبیر میں بسندِ صحیح حضرات مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے:

صرح فی الذخیرة بان التصدق علی الغنی نوع قربة دون قربة الفقیر[3]۔

ذخیرہ میں صراحت ہے کہ غنی پر صدقہ کرنا ایک طرح کی قربت ہے جس کا درجہ فقیر پر تصدق کی قربت سے کم ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الصدقة لارجوع فیها ولو علی غنی لان المقصود فیها الثواب[4]۔

صدقہ سے رجوع نہیں ہوسکتا اگرچہ غنی پر ہو اس لیے کہ اس کا مقصود ثواب ہوتا ہے۔ (ت)

اسی طرح ہدایہ وغیرہ میں ہے ——— مجمع بحار الانوار میں توسط شرح سنن ابی داؤد سے ہے:

الصدقة ما تصدقت به علی الفقراء ای غالب

صدقہ وُہ ہے جو تم فقراء پر تصدق کرو۔ یعنی صدقہ کی

---

[1] مستدرک علی الصحیحین　کتاب الاطعمہ　دارالفکر بیروت　۴/ ۱۳۳

[2] المعجم الکبیر　مروی از مقدام بن معدی کرب　حدیث ۶۳۴　مکتبہ فیصلیہ بیروت　۲۰/ ۲۶۸
مسند احمد بن حنبل　حدیث المقدام بن معدیکرب　دارالفکر بیروت　۴/ ۱۳۱

[3] ردالمحتار　کتاب الوقف　داراحیاء التراث العربی بیروت　۳/ ۳۵۷

[4] درمختار　فصل فی مسائل متفرقہ من کتاب الھبہ　مطبع مجتبائی دہلی　۲/ ۱۶۶

marfat.com

ناجائز مجمع کے لیے ناجائز تر ہوگا۔ کشف الغطاء میں ہے:

ساختن طعام در روز ثانی و ثالث برائے اہلِ میّت اگر نوحہ گراں جمع باشند مکروہ است زیراکہ اعانت است ایشاں را بر گناہ[1]۔

اگر نوحہ کرنے والیاں جمع ہوں تو اہلِ میت کے لیے دوسرے تیسرے دن کھانا پکوانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں گناہ پر اعانت ہے۔ (ت)

رابعًا اکثر لوگوں کو اس رسمِ شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ ضیافت کرنی پڑتی ہے یہاں تک کہ میّت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لیے کھانا، پان چھالیا کہاں سے لائیں، اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے۔ ایسا تکلّف شرع کو کسی امرِ مباح کے لیے بھی زنہار پسند نہیں، نہ کہ ایک رسمِ ممنوع کے لیے۔ پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں۔ پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہوگیا۔ اور معاذ اللہ لعنتِ الٰہی سے پورا حصّہ ملا کہ بے ضرورتِ شرعیہ سُود دینا بھی سُود لینے کے باعث لعنت ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا۔ غرض اس رسم کی شناعت و ممانعت میں شک نہیں۔ اللہ عزّ وجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعًا ایسی رسومِ شنیعہ جن سے اُن کے دین و دُنیا کا ضرر ہے ترک کردیں۔ اور طعنِ بیہودہ کا لحاظ نہ کریں،

واللہ الہادی۔

تنبیہ: اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں کو ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہلِ میّت کے لیے اتنا کھانا پکواکر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور باصرار اُنھیں کھلائیں۔ مگر یہ کھانا صرف اہلِ میّت ہی کے قابل ہونا سنّت ہے، اس میلے کے لیے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں اور اُن کے لیے بھی فقط روزِ اوّل کا حکم ہے آگے نہیں۔

کشف الغطاء میں ہے:

مستحب است خویشاں و ہمسایہائے میّت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہل وے کہ سیر کند ایشاں را یک شبانہ روز والحاح کنند تا بخورند و در خوردن غیر اہلِ میّت ایں طعام را مشہور آنست کہ مکروہ است[2] اھ ملخصًا

میت کے عزیزوں، ہمسایوں کے لیے مستحب ہے کہ اہلِ میت کے لیے اتنا کھانا پکوائیں جسے ایک دن رات وہ سیر ہوکر کھا سکیں، اور اصرار کرکے کھلائیں، غیر اہلِ میت کے لیے یہ کھانا قولِ مشہور کی بنیاد پر مکروہ ہے اھ ملخصًا (ت)

عالمگیری میں ہے:

حمل الطعام الی صاحب المصیبۃ والاکل

اہلِ میت کے یہاں پہلے دن کھانا لے جانا اور اُن کے

---

[1] و [2] کشف الغطاء

شرط الوجوب فلم یکن الحج مرکبا قیل ھو اقرب الی الصواب ولھذا لایشترط المال فی حق المکی اذا قدر علی المشی الی عرفات فاذا جعل شخص ثواب ما عملہ من ذلک الی اٰخر یصل الیہ وینتفع بہ حیا کان المھدی الیہ او میتا[1] اھ ونقلنا عبارۃ الشرح بطولھا لما فیھا من الفوائد۔

صرف بدنی عبادت ہوا۔ کہا گیا یہی درستی سے زیادہ قریب ہے۔ اسی لیے مکی کے حق میں مال کی شرط نہیں جبکہ وہ عرفات تک پیادہ جانے پر قادر ہو، تو جب مذکورہ عبادات میں سے اپنی ادا کی ہُوئی کسی عبادت کا ثواب کوئی شخص دوسرے کے لیے کردے تو وہ اسے پہنچے گا اور اس سے اُس کو فائدہ ملے گا، جسے ہدیہ کیا ہے وہ زندہ ہو یا وفات پاچکا ہو اھ بنایہ۔ ہم نے شرح کی یہ طویل عبارت اس لیے نقل کردی کہ اس میں متعدد فوائد ہیں۔ (ت)

یُوں بھی اس نیّتِ محمود میں کچھ خلل نہیں، اگرچہ افضل وہی تھا کہ صرف فقراء پر تصدق کرتے کہ جب مقصود ایصالِ ثواب تو وہی کام مناسب تر جس میں ثواب اکثر و وافر، پھر بھی اصل مقصود مفقود نہیں، جبکہ نیت ثواب پہنچانا ہے۔ ہاں جسے یہ مقصود ہی نہ ہو بلکہ دعوت ومہمان داری کی نیّت سے پکائے، جیسے شادیوں کا کھانا پکاتے ہیں تو اسے بیشک ثواب سے کچھ علاقہ نہیں، نہ ایسی دعوت شرع میں پسند نہ اُس کا قبول کرنا چاہیئے کہ ایسی دعوتوں کا محل شادیاں ہیں نہ کہ غمی۔ ولہذا علماء فرماتے ہیں کہ یہ بدعت سیئہ ہے۔ جس طرح میّت کے یہاں روزِ موت سے عورتیں جمع ہوتی ہیں اور ان کے کھانے دانے، پان چھالیا کا اہتمام میّت والوں کو کرنا پڑتا ہے۔ وہ کھانا فاتحہ وایصالِ ثواب کا نہیں ہوتا بلکہ وہی دعوت ومہمان داری ہے کہ غمی میں جس کی اجازت نہیں، کما بیناہ ذلک فی فتاوٰنا (جیسا کہ اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت)

یُوں ہی چہلم یا برسی یا ششماہی پر کھانا بے نیت ایصالِ ثواب محض ایک رسمی طور پر پکاتے اور شادیوں کی بھاجی کی طرح برادری میں بانٹتے ہیں، وہ بھی بے اصل ہے، جس سے احتراز چاہیئے۔ ایسے ہی کھانے کو شیخ محقق مولانا عبدالحق صاحب محدّث دہلوی مجمع البرکات میں فرماتے ہیں:

آنچہ بعد از سالے یا ششماہی یا چہل روز دریں دیار پزند و درمیان برادران بخشش کنند چیزے داخل اعتبار نیست بہتر آنست کہ نخورند[2] اھ۔ ھکذا انقل عنہ

وہ جو اس دیار میں ایک سال یا چھ ماہ پر پکاتے اور برادری میں بانٹتے ہیں کوئی معتبر چیز نہیں، بہتر یہ ہے کہ نہ کھائیں اھ ـــــ اسی طرح ان سے شیخ الاسلام

---

[1] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الحج عن الغیر المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۲/۱۶۱۱

[2] مجمع البرکات

مسئلہ ۲۶۹ ازکلی ناگر، پرگنہ پورن پور، ضلع پیلی بھیت، مکان علن خان نمبردار، مرسلہ اکبر علی شاہ ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص مرے اور اس کے گھر والے چہلم کا کھانا پکائیں اور جو برادر یا غیر ہوں اُن سے کہیں کہ تمھاری دعوت ہے تو وہ دعوت قبول کی جائے یا نہیں؟ اور کھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔ عرف عام پر نظر شاہد کہ چہلم وغیرہ کے کھانے پکانے سے لوگوں کا اصل مقصود میّت کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے، اسی غرض سے یہ فعل کرتے ہیں۔ ولہذا اُسے فاتحہ کا کھانا، چہلم کی فاتحہ وغیرہ کہتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں:

واردست کہ مُردہ دریں حالت مانند غریقے است کہ انتظار فریاد رسی مے برد وصدقات وادعیہ وفاتحہ دریں وقت بسیار بکار او می آید، ازیں ست کہ طوائف بنی آدم تا یک سال وعلی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند[1]

وارد ہے کہ مُردہ اس حالت میں کسی ڈوبنے والے کی طرح فریاد رسی کا منتظر ہوتا ہے اور اس وقت میں صدقے، دُعائیں اور فاتحہ اسے بہت کام آتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ لوگ مرنے سے ایک سال تک خصوصاً چالیس دن تک اس طرح مدد پہنچانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ (ت)

اور شک نہیں کہ اس نیّت سے جو کھانا پکایا جائے مستحسن ہے اور عندالتحقیق صرف فقراء ہی پر تصدّق میں ثواب نہیں بلکہ اغنیاء پر بھی مورثِ ثواب ہے۔ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: فی کل ذات کبد رطبۃ اجر[2] ہر گرم جگر میں ثواب ہے۔ یعنی زندہ کو کھانا کھلائے گا، پانی پلائے گا ثواب پائے گا۔ اخرجہ البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ واحمد عن عبد اللہ بن عمرو وابن ماجۃ عن سراقۃ بن مالک رضی اللہ عنھم (اسے بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہ سے، امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے، اور ابن ماجہ نے حضرت سراقہ بن مالک سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ ت) حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

فیما یاکل ابن اٰدم اجر وفیما یاکل جو کچھ آدمی کھا جائے اس میں ثواب ہے اور جو

---

[1] تفسیر عزیزی زیر آیۃ والقمر اذا اتسق الخ مسلم بک ڈپو، لال کنواں، دہلی ص ۲۰۲
[2] سُنن ابن ماجہ باب فضل صدقۃ الماء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۰

تو غنی کو بھی لینا ناجائز نہیں، اگرچہ احتراز زیادہ پسندیدہ، اور اسی پر ہمیشہ سے اس فقیر کا عمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۱ ۴ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی موت اپنی حیات میں کر دی ہے تو اس صورت میں ہندہ کو کب تک دوسرے کے یہاں کی میّت کا کھانا نہیں چاہیئے۔ اور اگر ہندہ کے گھر میں کوئی مر جائے تو اس کا بھی کھانا جائز ہے اور کب تک یعنی برسی تک یا چالیس دن تک۔ اور اگر ہندہ نے شروع سے جمعرات کی فاتحہ نہ دلائی ہو تو چالیس دن کے بعد سات جمعرات کی فاتحہ دلانا چاہیئے، ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

میّت کے یہاں جو لوگ جمع ہوتے ہیں اور اُن کی دعوت کی جاتی ہے اُس کھانے کی تو ہر طرح ممانعت ہے اور بغیر دعوت کے جمعراتوں، چالیسویں، چھماہی، برسی میں جو بھاجی کی طرح اغنیاء کو بانٹا جاتا ہے وہ بھی اگرچہ بے معنی ہے مگر اس کا کھانا منع نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ غنی نہ کھائے اور فقیر کو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہی اس کے مستحق ہیں، اور ان سب احکام میں وہ جس نے اپنی موت اپنی حیات میں کر دی اور جس نے نہ کی سب برابر ہیں اور اپنی یہاں موت ہو جائے تو اپنا کھانا کھانے کی کسی کو ممانعت نہیں اور چالیس دن کے بعد بھی جمعراتیں ہو سکتی ہیں اللہ کے لیے فقیروں کو جب اور جو کچھ دے ثواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رسالہ

حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات

۱۳۰۵ھ

(بے جان کی زندگی، مُردوں کی سماعت کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدُ للہ الذی خلق الانسان ٭ علمہ البیان ٭ واعطاہ سمعا وبصرا وعلما فزان ٭ وجعلہ مظہر الصفات الرحمٰن ٭ ولم یجعلہ معدوما بفناء الابدان ٭ والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان ٭ علی السمیع البصیر العلیم الخبیر الملک المستعان ٭ المولی الکریم الرؤف الرحیم العظیم الشان ٭ سیدنا ومولٰنا محمد النافذ حکمہ فی عوالم الامکان ٭ و علٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ الغوث الباھر السلطان ٭ الحیّ المنعم فی القبر المکرم

تمام تعریف اللہ کے لیے جس نے انسان کو پیدا کیا، اسے بیان سکھایا۔ اسے سماعت، بصارت اور علم دے کر سنوارا۔ اسے رحمان کی صفات کا مظہر بنایا، اور بدنوں کے فنا ہونے سے اس کو معدوم نہ فرمایا اور زیادہ تام و کامل تر درود و سلام ہو ان پر جو سننے دیکھنے، جاننے، خبر دینے والے سلطان ہیں جن سے مدد مانگی جاتی ہے، جو کریم آقا، بڑے مہربان، رحم کرنے والے، بڑی شان والے ہیں، ہمارے سردار اور ہمارے آقا حضرت محمد جن کا حکم امکان کے جہانوں میں نافذ ہے اور ان کی آل و اصحاب اور ان کے

شیخ الاسلام فی کشف الغطاء۔ نے کشف الغطاء میں نقل کیا ہے (ت)

خصوصاً جب اُس کے ساتھ ریاء و تفاخر مقصود ہو کہ جب تو اس فعل کی حرمت میں اصلاً کلام نہیں۔ اور حدیث صحیح میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن طعام المتبارئین ان یوکل[1] اخرجہ ابوداؤد والحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما باسناد صحیح۔ قال المناوی ای المتعارضین بالضیافۃ فخرا و ریاء لانہ للریاء لا للہ[2]۔

یعنی جو کھانے تفاخر و ریاء کے لیے پکائے جاتے ہیں اُن کے کھانے سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ (اسے ابوداؤد اور حاکم نے بسندِ صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نقل کیا۔ ت) امام مناوی نے کہا یعنی ضیافت کے ذریعہ ناموری اور دکھاوا مقصود ہو تو یہ اللہ تعالٰی کے لیے نہیں دکھاوے کیلئے ہے۔ (ت)

مگر بے دلیل واضح کسی مسلمان کا یہ سمجھ لینا کہ یہ کام اس نے تفاخر و ناموری کے لیے کیا ہے جائز نہیں کہ قلب کا حال اللہ تعالٰی جانتا ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام،

ھذا ھو بحمد اللہ القول الوسط لاوکس فیہ ولا شطط وان خالف من فرط فی الباب و افرط، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

یہی بحمد اللہ درمیانی قول ہے جس میں نہ کمی ہے نہ زیادتی۔ اگرچہ اس باب میں تفریط و افراط کرنے والوں کے خلاف ہو۔ اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۲۷۰: ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کے گھر کا کھانا، جو اہلِ میّت سوم تک بطور مہمانی کے پکاتے ہیں اور سوم کے چنوں بتاشوں کا لینا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

میّت کے گھر کا وہ کھانا تو البتہ بلاشبہہ ناجائز ہے جیسا کہ فقیر نے اپنے فتوے میں مفصلاً بیان کیا، اور سوم کے چنے بتاشے کہ بغرض مہمانی نہیں منگائے جاتے بلکہ ثواب پہنچانے کے قصد سے ہوتے ہیں۔ یہ اس حکم میں داخل نہیں، نہ میرے اس فتوے میں ان کی نسبت کچھ ذکر ہے، یہ اگر مالک نے صرف محتاجوں کے دینے کے لیے منگائے اور یہی اس کی نیّت ہے تو غنی کو ان کا بھی لینا ناجائز، اور اگر اُس نے حاضرین پر تقسیم کے لیے منگائے تو اگر غنی بھی لے لے گا تو گنہگار نہ ہوگا۔ اور یہاں بحکم عرف و رواج عام حکم یہی ہے کہ وہ خاص مساکین کے لیے نہیں ہوتے

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الاطعمۃ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۲۹

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر زیر حدیث مذکور ۹۴۹۱ دارالمعرفۃ بیروت ۶/ ۳۳۵
التیسیر شرح الجامع الصغیر " " مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیۃ ۲/ ۴۷۴

marfat.com

(**مسئلہ ۲۷۲**) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم چہ می فرمایند علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین دریں باب (کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں۔ ت) کہ ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا اُس وقت یہ کلمہ زبان سے نکلا کہ اے بزرگ برگزیدۂ درگاہِ کبریائی! آپ اللہ پاک سے میرے واسطے دعا کیجئے کہ حاجت میری فلانی برآوے کیونکہ آپ بزرگ ہیں بطفیلِ رسولِ مقبول[1]، واسطے اللہ کے حاجت برآوے۔ بعد کو کچھ فاتحہ و درود شریف پڑھا اور پیشتر میں پڑھا۔ یُوں مزارگاہ میں جانا اور دُعا مانگنا اور زیارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زیادہ والسّلام، فقط انتہی بلفظہ۔

اس پر بعض اجلّہ[2] مخادیم کا جواب مزیّن بمہر و دستخط جناب تھا، جس میں صاف صاف صورت مذکورہ کو شرک اور ادنیٰ درجہ شائبہ شرک قرار دیا، اور دلیل میں ایک نئے طور پر اصحابِ قبور کے انکارِ سماع بلکہ استحالہ و امتناع سے کام لیا، تحریر شریف یہ ہے:

"بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم اس میں شک نہیں کہ زیارتِ قبورِ مومنین خاصۂ بزرگانِ دین، اور پڑھنا درود شریف اور سورۂ فاتحہ وغیرہ کا اور ثوابِ خیرات، اموات کو بخشنا مندوب ومسنون ہے، جس پر حدیث شریف جناب سیّد الثقلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها[1]۔ میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا تو اب تم ان کی زیارت کرو۔ (ت)

نص صریح ناطق۔ لیکن بزرگانِ اہلِ قبور کو خطاب طلب دعائے حاجت روائی خود کرنا خالی از شائبہ وشبہہ شرک نہیں، کیونکہ جب درمیان زائر اور مقبور کے حجب عدیدہ سمع و بصر حائل تو سماع اصوات اور بصارت صور محال، اگرچہ بعض اموات کو بوجہ[2] قطع تعلق از مادۂ زیادتِ[3] ادراک بھی حاصل ہو۔ لیکن یہ مستلزم اس کو نہیں کہ بلا توجہ خاص جس کا

---

[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[2] عجیب لطیفۂ غیبی اقول وباللہ التوفیق، ذی علم اگرچہ لغزش کریں پھر بھی سخنِ حق اُن کے کلام میں اپنی جھلک دکھا ہی جاتا ہے۔ یہ بوجہ مولوی صاحب نے ایسے فرمائے جس نے مذہبِ حق کی وجہ موجہ ظاہر کر دی، میں عرض کروں جب زیادتِ ادراک کی وجہ علائق مادی کا انقطاع ہے تو وہ عموماً ہر میت کو حاصل (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] سنن ابن ماجہ　باب ماجاء فی زیارۃ القبور　ایچ ایم سعید کمپنی کراچی　ص ۱۱۳
مشکوٰۃ المصابیح　باب زیارۃ القبور　فصل اول　مطبع مجتبائی دہلی　ص ۱۵۴

نہ گزری تھی۔ گمان یوں تھا کہ قصداً احتراز فرماتے ہیں بلکہ غلوِ منکرین کو خود بھی لائقِ انکار ٹھہراتے ہیں۔ طرفہ تر یہ کہ پہلی بسم اللہ قلم کو اذنِ رقم ملا تو یوں کہ طرزِ ارشادِ فریقین کے مضاد، پھر سراپا ناتمامی تقریب و ناکامی مدعا و اجنبیت دلیل و بے تعلقی دعوٰی اگرچہ حضراتِ نجدیہ کا قدیمی دستور، مگر فضیلت سے بغایت دُور، فقیر کو بعض وجوہ سے مولوی صاحب کی رعایت ایک حد تک منظور، ولہذا ان سطور میں نام نامی مستور و نامسطور، مگر اظہارِ حق بنصِ قرآن ضرور، اور حدیثِ صحیح میں الدین النصح لکل مسلم[1] (دین ہر مسلم کی خیر خواہی ہے۔ ت) ماثور۔ میرا مقصد تھا کہ اس مسئلہ میں تحقیقِ بالغ و تنقیحِ بازغ سے کام لوں، اُس تفصیلِ جامع و تحریرِ لامع سے اختتام دُوں کہ براہینِ اثبات کا حصر وافی ہو، ازہاقِ شبہات کا احاطہ کافی ہو، مگر جب دیکھا کہ خود جواب جناب مذہب منکرین سے منزلوں دُور، اور اکثر اوہام جو اُدھر سے پیش ہوتے ہیں آپ ہی کی تحریر سے ہباءً منثور، تو مجھے بہت کفایتِ مؤنت وکمیِ مشقت ہوئی۔ اور آخر رائے اس پر ٹھہری کہ بالفعل جناب کی تقریر خاص پر جو اعتراضات میرے ذہن میں ہیں گزارش کرکے چند آثار و احادیث و اقوال علمائے قدیم و حدیث و نبذے بحث اصل مدعا، یعنی ارواحِ طیبہ سے طلبِ دُعا، اور بعد وصال ان کا فیض و نوال لکھ کر ختم کلام کروں اور بقیہ تحقیقاتِ باہرہ و تدقیقاتِ قاہرہ جو بحمد اللہ حاضرِ خاطر بندۂ قاصر ہیں، انھیں بشرطِ جواب مولوی صاحب دورِ آئندہ پر محول رکھوں۔ باانیہمہ یہ مختصر رسالہ ان شاء اللہ تعالٰی ثابت کردے گا کہ مولوی صاحب کی یہ چند سطری تحریر اور اس پر مع اُن کے اصل مذہب[عہ] کے چار سَو وجہ سے دار وگیر۔ واللہ المعین وبہ نستعین۔

المقصد الاوّل فی الاعتراضات وازاحۃ الشبہات

(پہلا مقصد اعتراضات اور ازالۂ شبہات میں)

اور اس میں دُو نوع ہیں:

نوعِ اوّل اعتراضاتِ مقصودہ میں ـــــ شاید مولوی صاحب نامِ اعتراضات سے ناراض ہوں، لہذا مناسب کہ پیرایۂ سوال میں اعتراض ہوں۔

فاقول وبہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق (تو میں کہتا ہوں، اور خدا ہی سے توفیق، اور اسی کی

عہ: اصل مذہب سے کبرائے مذہبِ مولوی صاحب کی تصریح مراد ہے کہ میت جماد ہے ۱۲ منہ سلّمہ ربہ

---

[1] الصحیح البخاری باب الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

marfat.com

بفضل المنان ؛ واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له شهادة يحيى بها وجه الديان ؛ واشهد ان محمدا عبده و رسوله شهادة توردنا موارد الرضوان ؛ فصلى الله وسلم وبارك وانعم على هذا الحبيب القريب الملتجى البعيد المرتقى الرفيع المكان ؛ وعلى اٰله وصحبه وعياله وحزبه اولى العلم والعرفان ؛ وعلينا معهم وبهم ولهم يا جليل الاحسان ؛ وجميل الامتنان ؛ اٰمين اٰمين اله الحق اٰمين ط

فرزند روشن دلیل والے غوث والے پر جو بہت احسان فرمانے والے رب کے فضل سے قبر مکرم میں زندہ انعام یافتہ ہیں۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں ایسی شہادت جس سے جزا دینے والے رب کو تحیت پیش کی جائے، اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں ایسی شہادت جو ہمیں رضوان کے مقامات میں اتارے۔ تو خدا کا درود وسلام اور برکت وانعام ہو اس محبوب پر جو التجا کے لیے قریب، منزلِ ارتقا میں بعید، بلند مرتبے والے ہیں اور اُن کی آل و اصحاب و عیال اور علم وعرفان والی جماعت پر، اور اُن کے ساتھ، ان کے طفیل، ان کے سبب ہم پر بھی، اے بزرگ احسان، جمیل امتنان والے، قبول فرما، قبول فرما، اے معبود برحق قبول فرما! (ت)

اما بعد! یہ معدود سطریں ہیں یا منضود سلکین۔ تنقیح مسئلہ علم وسماعِ موتٰی، وطلبِ دعا بمشاہد اولیاء ہیں، جنھیں افقر الفقراء احقر الورٰی عبدالمصطفٰے احمد رضا محمدی، سُنّی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی، اصلح اللہ عملہ وحقق املہ نے اوائل ماہِ رجب ۱۳۰۵ھ ہجریہ کی چند تاریخوں میں رنگِ تحریر دیا، اور بلحاظِ تاریخ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات ۱۳۰۵ھ سے مسمّٰی کیا، اس سے پہلے کہ فقیر غفرلہٗ نے چند کلمے مسمّٰی بہ الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال ۱۳۰۳ھ جمع کئے تھے، اُن کے اکثر مطالب ومضامین بھی اس رسالہ کے بعض انواع وفصول میں مندرج ہوئے۔ اب یہ عجالہ نہ صرف علم وسماعِ موتٰی کا ثبوت دے گا بلکہ بحول اللہ تعالٰی خوب واضح کرے گا کہ حضرات اولیاء بعد الوصال زندہ اور اُن کے تصرف وکرامات پائندہ اور ان کے فیض بدستور جاری اور ہم غلاموں خادموں محبّوں معتقدوں کے ساتھ وہی امداد واعانت ویاری، والحمد للہ القدیر الباری۔

یہ رسالہ حق سے متصل، باطل سے منفصل مقدمہ وسہ مقصد وخاتمہ پر مشتمل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ھو مولٰنا وعلیہ التعویل۔

مقدمہ باعث تالیف میں سلخ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ کو ایک مسئلہ بغرض تصدیق واظہار ادعائے طلبِ تحقیق فقیر کے پاس آیا، صورتِ سوال یہ تھی:

ہم میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اعمال قطعاً مقبول —— درصورتِ ثانیہ جب آپ کے نزدیک بھی بعض اکابر کا ایسا قوی الادراک[۱] ہونا مسلم کہ بتوجہ خاص باذن اللہ تعالیٰ دعائے زائر سن لیں تو وہاں کرمِ الٰہی سے ہر وقت امید و توقع موجود کہ سننے کا علم نہیں، تو نہ سُننے پر بھی جزم نہیں۔ پھر کلام کیوں کر ناروا ہوسکتا ہے۔ جناب کو اپنا اطلاق حکم ملحوظِ خاطر عاطر رہے۔

سوال (۴) یہ تو ظاہر کہ سائل جن کے دروازوں پر سوال کرتے ہیں وہ ہر وقت فراخ دست نہیں ہوتے، اب ان سائلوں کو حضرت کے اعتقاد میں ہر شخص کے حالِ خانہ پر اطلاع و وقوف ہے یا نہیں۔ اگر کہیے ہاں تو جس طرح جناب کے نزدیک زائر بیچاروں نے حضرات اولیاء کو سمیع و بصیر علی الاطلاق مانا، یونہی[۲] آپ نے ان بھیک مانگنے والوں، جوگیوں، سادھوؤں کو علیم و خبیر علی الاطلاق جانا۔ والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اور اگر فرمائیے نہ، تو جبکہ سائل بلاحصول علم مرتکب سوال ہوتے ہیں۔ آپ کے طور پر گویا اہلِ بیوت کو معطی و قدیر علی الاطلاق قرار دیتے ہیں یا نہیں —— برتقدیرِ اوّل واجب ہوا کہ سوال شرک نہ ہو تو ادنیٰ درجہ شائبہ وشبہہ شرک ضرور ہو حالانکہ بہت اکابر علماء و اولیاء نے وقتِ حاجت اُس پر اقدام فرمایا ہے، حضرت ابوسعید خراز قدس سرہ العزیز جن کی عظمتِ عرفان وجلالت شان آفتابِ نیمروز سے اظہر، ہنگامۂ فاقہ ہاتھ پھیلاتے اور شیئاً للہ فرماتے —— یونہی سید الطائفہ جنید بغدادی کے استاد حضرت ابوحفص حداد و حضرت ابراہیم ادھم و امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے وقت ضرورت شرعیہ سوال منقول[۳] نقل کل ذٰلک العلامۃ المناوی فی التیسیر[۱] (یہ سب علامہ مناوی نے تیسیر میں نقل کیا ہے۔ ت) کتب فقہیہ شاہد عادل کہ بعض صور میں علمائے کرام نے سوال فرض بتایا ہے۔ معاذ اللہ! یہ آپ کے طور پر شرک یا شائبۂ شرک کا فرض ہونا ہوگا۔ برتقدیرِ ثانی زائر بیچارہ بلاحصولِ علم

ع۱ اگر تسلیم تحقیقی ہے تو امر ظاہر اور بطور تجویز و تقدیر ہے۔ تو یہی عرض کیا جاتا ہے کہ یہ صورت مان کر پھر اُس کلام کی کیا گنجائش ہے۔ یہ نکتہ محفوظ رہنا چاہئے۔ ۱۲ منہ

ع۲ تشبیہ مقصود بالذات ہے کہ یہ سوال نقض اجمالی ہے ورنہ ہمارے نزدیک نہ صرف اتنا علم و خبر مطلق نہ فقط اُتنا سمع و بصر مطلق۔ ۱۲ منہ

ع۳ تحت قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سأل من غیر فقر فکانما یاکل الجمر ۱۲ منہ

زیر ارشاد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جس نے بغیر احتیاج کے سوال کیا گویا وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] التیسیر شرح جامع الصغیر تحت حدیث من سأل مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲/۴۲۱

marfat.com

انکشافِ حال خارج از علمِ زائر اور بحیزِ اختیارِ پروردگارِ عالم ہے۔ بر وقتِ دعا زائر کے وہ بزرگ اُس کی دعا کو سن لیں، جب زائر بلا حصول علم مرتکب سوال کا ہے تو گویا سائل نے اہلِ قبر کو سمیع و بصیر علی الاطلاق قرار دیا ہے، اور نہیں ہے یہ اعتقاد مگر شرک۔ اور ادنیٰ درجہ شائبہ و شبہہ شرک تو ضرور ہوا، جس سے احتراز و اجتناب لازم و واجب۔

فرقانِ حمید میں بمقاماتِ متعددہ اس کا بیان بتصریحِ تام موجود از انجملہ ہے، سورۂ یوسف میں ہے:

وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون[۱] اور ان میں اکثر خدا کو نہیں مانتے مگر شرک کرتے ہوئے۔ (ت)

اور حدیث شریف میں ہے:

من حلف بغیر اللہ فقد اشرک[۲] جس نے غیر خدا کی قسم کھائی اس نے شرک کا کام کیا۔ (ت)

اور اس حرمت کا سبب سوائے اس کے نہیں کہ حالف کی اس قسم غیر خدا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی نفع و ضرر رسان جانتا ہے جو معناً شرک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مُہرِ شریف

اس جواب کو دیکھ کر زیادہ تر حیرت یہ ہوئی کہ مولوی صاحب کی کوئی تحریر ان خلاف محدثہ میں آج تک نظر سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہ موت خود اسی قطعِ تعلق مادی کا نام ہے، تو بعض اموات کی تخصیص محض بے وجہ، بلکہ تمام اموات کو حاصل ہونا چاہئے، اور بیشک ایسا ہے۔ اسی لیے اکابر محققین تصریح فرماتے ہیں کہ موت کے بعد کا ادراک بہ نسبت ادراکِ حیات کے صاف تر اور روشن تر ہے۔ مقصدِ اخیر میں اس کی بعض تصریحیں آئیں گی، زیادہ نہیں تو نوعِ دوم مقصد سوم مقال چہارم میں شاہ عبدالعزیز صاحب ہی کا قول ملاحظہ ہو جائے۔ منہ

عــہ۳ مولوی صاحب اس کلام سے شاہ عبدالعزیز صاحب کے اُس قول کی طرف مشیر ہیں جس کا ایک پارہ نوع ۲ مقصد ۳ مقال ۱۶ میں مذکور ہوگا۔ اور تتمہ جس نے آدھی وہابیت کا کام تمام کر دیا عنقریب سوال ۱۵ میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، اُس میں شاہ صاحب نے بے شائبہ شبہہ ثابت مانا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اولیائے کرام کے مدارک کو ایسی وسعت دیتا ہے، مولوی صاحب کے لفظ یہاں ایسے واقع ہوئے جو اقرار و انکار دونوں کا پہلو دیں، خیر اگر شاہ صاحب کو اس قول میں خاطی پائیں اور اپنی اگرچہ کو اساعت یا فرض ہی پر محمول رکھیں تاہم ہمیں مفر نہیں، نہ آپ کے کلام کی اصلاح کر سکتا ہے، کما ستری، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ منہ

---

[۱] القرآن ۱۲/ ۱۰۶

[۲] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن عمر دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۸۷

marfat.com

عند قبری فاذا صلی علی رجل من امتی قال لی ذٰلك الملك یا محمد ان فلان بن فلان یصلی علیك الساعۃ[1]

ایک فرشتہ متعین فرمایا ہے جب کوئی اُمتی میرا مجھ پر درود بھیجتا ہے وُہ مجھ سے عرض کرتا ہے : یارسول اللہ! فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی حضور پر درود بھیجی ہے (ت)

اللھم صل وبارك علٰی ھذا الحبیب المجتبی والشفیع المرتجی وعلٰی اٰلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین صلٰوۃ تدوم بدوامك وتبقی ببقائك کما ھو اھل لہ وکما انت اھل لہ اٰمین اٰمین الٰہ الحق اٰمین ۔

اے اللہ! درود اور برکت نازل فرما اِس حبیب پر جو برگزیدہ ہیں اور اس شفیع پر جن سے کرم کی امید ہے اور ان کی آل، اصحاب، ان کی امت کے اولیاء، ان کی ملت کے عُلماء سب پر ایسا درود جسے تیرے دوام کے ساتھ دوام اور تیری بقا کے ساتھ بقا ہو، ایسا درود جس کے وُہ اہل ہیں اور جو تیری شان کے لائق ہو، قبول فرما، قبول فرما اے معبودِ برحق قبول فرما! (ت)

جاں می دہم درآرزو اے قاصد آخر باز گو
درمجلس آں نازنین حرفے گراز ما مے رود

(اے قاصد! اس آرزو میں جان دے رہا ہوں کہ اُس محبوب کی مجلس میں پھر ایک بات پہنچادو اگر پہنچ سکے۔ ت)

بھلا ارشاد ہو، اولیائے کرام تو خاص حاضرانِ مزار کی بات سُننے پر سمیع علی الاطلاق ہوئے جاتے ہیں۔ یہ بندۂ خدا کہ بارگاہِ عرش جاہ سلطانی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے جُدا نہیں ہوتا اور وہیں کھڑے ایک وقت میں شرقاً غرباً جنوباً شمالاً تمام دُنیا کی آوازیں سُنتا ہے اُسے کیا قرار دیا جائے گا۔ آپ کو تو کیا کہوں مگر ان نجدی شرک فروشوں نے نہ خدا کی قدرت دیکھی ہے کہ وُہ اپنے بندوں کو کیا کیا عطا فرماسکتا ہے، نہ اس کی عظمت صفات سمجھی ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر شرک کا ماتھا ٹھنکتا ہے ماقدروا اللہ حق قدرہ[2] (اُنھوں نے خدا کی قدرت نہ جانی جیسا کہ اس کی قدر کا حق تھا۔ ت)

سوال (۷) کیا بات سُننے کے لیے صورت دیکھنی بھی ضرور، جب تو واجب کہ تمام اندھے بہرے ہوں اور فرشتہ مذکور آپ کے طور پر بصیر علی الاطلاق بلکہ اس سے بھی کچھ زائد، ورنہ فقط خطاب کرنے سے بصیر ماننا کیونکہ مفہوم

---

[1] کنز العمال بحوالہ مسند الفردوس حدیث ۲۱۸۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۴۹۴

[2] القرآن ۲۲/۷۴

مدد سے بلندیٔ تحقیق تک رسائی ہے۔ت)

سوال (۱) جناب نے قبر کی مٹی حائل دیکھ کر آواز سُننی، صورت دیکھنی محال ٹھہرائی۔ اس سے مراد محال عقلی یا شرعی یا عادی، بر تقدیر اول کاش کوئی برہان قاطع اُس کے استحالہ پر قائم فرمائی ہوتی۔ میں پُوچھتا ہُوں اللہ تعالٰی قادر ہے کہ یہ حائل مانع احساس نہ ہو۔ اگر کہئے نہ، تو ان اللّٰہ علٰی کل شیئ قدیر[1] (بیشک اللہ تعالٰی ہر شَے پر قادر ہے۔ت) کا کیا جواب ؟ــــ اور فرمائیے ہاں تو استحالہ کہاں؟ــــ بر تقدیر ثانی آیات قرآنیہ و احادیثِ صحیحہ سے ثابت کیجئے کہ جب تک یہ حجاب حائل رہیں گے ابصار و سماع نہ ہوسکیں گے۔ الفاظِ شریفہ ملحوظ خاطر رہیں ــــ بر تقدیر ثالث عادتِ اہلِ دُنیا مراد یا عادتِ اہلِ برزخ۔ درصورتِ اوّل کیا دلیل ہے کہ مانع دنیوی مانع برزخ بھی ہے۔ کیا جناب کے نزدیک برزخ دنیا کا ایک رنگ ہے؟ اہلِ دنیا ملائکہ کو نہیں دیکھتے مگر بطور خرقِ عادت۔ اور برزخ والے عموماً دیکھتے ہیں، حتی کہ کفار بھی۔ احادیثِ نکیرین چھپنے کی چیز نہیں۔ درصورتِ دوم جناب نے یہ عادتِ اہلِ برزخ کیونکر جانی، اموات نے تو آکر بیان ہی نہ کیا۔ اور طریقے سے علم ہُوا تو ارشاد ہو۔ اور ماموں کہ دعوٰے بتمامہا زیر لحاظ رہے۔

سوال (۲) اسی تشقیق سے احد الشقین الاوّلین مراد تو آپ ہی کا آخر کلام اُس کا اوّل رادکہ محال عقلی صالح تعلق اذن نہیں۔ اور محال شرعی سے ہرگز اذن متعلق نہ ہوگا۔ دبر شق ثالث اس کا اعتقاد ممکن کا اعتقاد کہ ہر محال عادی ممکن عقلی ہے اور شرک اعظم محالاتِ عقلیہ کا اعتقاد، تو اعتقادِ ممکن عقلی کا شرک ہونا محال عقلی بیّن الفساد وبعبارتِ اخری اوضح واجلی (اور بعبارات دیگر زیادہ واضح و روشن۔ت) جناب کی پچھلی عبارت صاف گواہ کہ بعض اموات کو ایسی زیادتِ ادراک عطا ہوتی ہے کہ وہ توجہ خاص کریں تو باذن اللہ دعائے زائرسُن سکتے ہیں ــــ میں کہتا ہُوں کہ اللہ تعالٰی قادر ہے یا نہیں کہ یہ قوت اُنھیں ہر وقت کے لیے بخشے ــــ بر تقدیر انکار سخت مشکل۔ افعیینا بالخلق الاوّل[2] (توکیا ہم پہلی تخلیق سے تھک گئے۔ت) درصورت اقرار میّت یہ وصف ملنے سے خدا کا شریک ہوگیا یا نہیں؟ میں جانتا ہوں ہاں نہ کہئے گا، اور جب نہ کی ٹھہری تو میں عرض کروں وُہ وصف جس کے ثبوت سے خدا کی شرکت لازم نہ آئی اُس کے اثبات سے خدا کا شریک ہونا کیونکر قرار پایا؟ اور جس کی حقیقت شرک نہیں اُس کا گویا شائبہ کیونکر ہوا؟

سوال (۳) کیا آدمی اُسی کام کو حلال جانے جس کے بکار آمد ہونے پر یقین رکھتا ہو۔ باقی کو حرام سمجھے یا صرف امید کافی اگرچہ علم نہ ہو۔ درصورتِ اولٰی واجب کہ نماز روزہ اور تمام اعمالِ حسنہ کو حرام جانیں کہ وہ بے قبول بکار آمد نہیں اور

---

[1] القرآن ۲/ ۱۰۹

[2] القرآن ۵۰/ ۱۵

اللہ پر جھوٹا افترا کرتے ہیں وہ مراد کو پہنچنے والے نہیں۔ ت) یا نصرانی کے انکار تثلیث گناہ عظیم ہے کہ تثلیث آیت انجیل محرف سے ثابت اور آیت الٰہیہ کی تکذیب موجب عذاب شدید۔ قرآن حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود از انجملہ ہے سورۂ عنکبوت میں، وما یجحد بایٰتنا الا الظٰلمون[1] (ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر وہی جو ظالم ہیں۔ ت) ارشاد فرمایئے کیا ان تقریروں سے اُن کی استدلال تام ہوگئی اور اُن کے جھوٹے دعوے معاذ اللہ قرآن عظیم نے ثابت کر دیے، حاش للہ، واستغفر اللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ ____

میں نہیں چاہتا کہ عیاذاً باللہ فلان وبہمان کی طرح آیات الٰہیہ کو اُن کے موقع ومحل سے بیگانہ کرکے بزور زبان دوسری طرف پھیرا جائے، ورنہ حضرات منکرین کے مقابل آیہ کریمہ کما یئس الکفار من اصحاب القبور[2] (جیسے کفار اہل قبور سے ناامید ہو بیٹھے۔ ت) بہت اچھی طرح پیش ہوسکتی ہے۔ اور وہ اس آیت کی بہ نسبت جو آپ نے تلاوت کی ہزار درجہ زیادہ محل وموقع سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اہل قبور سے کافر لوگ ناامید ہو بیٹھے۔ اب غور کرلیا جائے کہ کون لوگ اہل قبور سے اُمید رکھتے ہیں اور کون یاس کے ہاتھوں آس توڑے بیٹھے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صنف اٰخر من ھٰذا النوع

(اسی نوع کی ایک اور قسم)

یہاں اُن اکابر خاندان عزیزی کے بعض اقوال رنگ تحریر فرمائیں گے جنھوں نے بے حصول علم ارتکاب سوال جائز رکھا اور مولوی صاحب کے طور پر شرک خالص یا ہارے درجے شائبۂ شرک میں گرفتار ہوئے۔

سوال (۱۲) شاہ ولی اللہ ہمعات میں حدیث نفس کا علاج بتاتے ہیں:

بارواح طیبہ مشائخ متوجہ شود وبرائے ایشاں فاتحہ خواندیا بزیارت قبر ایشاں رود از انجا انجذاب دریوزہ کند[3]	مشائخ کی پاک رُوحوں کی جانب متوجہ ہو اور ان کے لیے فاتحہ پڑھے یا ان کے مزارات کو جائے اور وہاں سے بھیک مانگے۔ (ت)

اقول اوّلاً جناب کے نزدیک مزاراتِ اولیاء سے بھیک مانگنے کا کیا حکم ہے۔ وہاں تو اُن سے دُعا

---

[1] القرآن ۲۹/۴۹

[2] القرآن ۶۰/۱۳

[3] ہمعات ہمعہ ۸ الاکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدر آباد ص ۳۴

کے نمبر پر کیوں ان الفاظ کا مصداق ہوا۔

سوال (۵) جو شخص ایک جگہ خاص پر ہو کہ وہاں جا کر جس وقت بات کیجئے سن لے۔ اس قدر سے اسے سمیع علی الاطلاق کہا جائے گا یا نہیں۔ اگر کہیے ہاں، تو اپنے نفس نفیس کو سمیع علی الاطلاق مانیے۔ ہم نے تو ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ دولت خانہ پر جا کر جب کسی نے بات کی ہے آپ کے کان تک پہنچی ہے، اور فرمائیے نہ، تو مزار پر جا کر سمیع علی الاطلاق جانا کیونکر سمجھا گیا!۔

سوال (۶) زمانہ وجود مخاطب کے استغراق ازمنہ باوصف خصوص مکان کو جناب نے مثبت سمع علی الاطلاق ٹھہرایا تو استغراق ازمنہٴ وجود و امکنہٴ دنیا بدرجۂ اولیٰ موجب ہوگا۔ اب کیا جواب ہے اُس حدیث سے کہ امام بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی و عقیلی اور ابن النجار و ابن عساکر و ابوالقاسم اصبہانی نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:

ان اللہ تعالٰی ملکا اعطاہ اسماع الخلائق (زاد الطبرانی کلھا) قائم علی قبری (زاد الٰی یوم القیمۃ) فما من احد یصلی علیّ صلٰوۃ الا ابلغنیھا[1]۔

بیشک اللہ تعالٰی کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے تمام جہان کی بات سُن لینی عطا کی ہے، وہ قیامت تک میری قبر پر حاضر ہے، جو مجھ پر درود بھیجتا ہے یہ مجھ سے عرض کرتا ہے۔ (ت)

علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ عبدالرؤف شرح جامع صغیر میں اعطاہ اسماع الخلائق کی شرح میں یُوں فرماتے ہیں:

ای قوۃ یقتدر بھا علٰی سماع ماینطق بہ کل مخلوق من انس وجن وغیرھما (زاد المناوی فی ای موضع کان[2]۔

یعنی اللہ تعالٰی نے اُس فرشتے کو ایسی قوت دی ہے کہ انسان جن وغیرہما تمام مخلوقِ الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلے اُسے سب کے سُننے کی طاقت ہے چاہے کہیں کی آواز ہو (ت)

اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثروا الصلٰوۃ علیّ فان اللہ تعالٰی وکل لی ملکا

مجھ پر درود بہت بھیجو کہ اللہ تعالٰی نے میرے مزار پر

---

[1] الترغیب بحوالہ المعجم الکبیر الترغیب فی اکثار الصلٰوۃ علی النبی مصطفی البابی مصر ۲/ ۴۹۹-۵۰۰

[2] التیسیر شرح جامع الصغیر تحت ان اللہ ملکا الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۳۳۰

marfat.com

یہاں تک کہ کشائش و نور پائے پھر منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحبِ قبر سے ہو اس کے دل پر آئے ملخصاً

اقول اولاً اس ندائے یاروح کا حکم ارشاد ہو۔

ثانیاً یہ سائلانِ فیض جو تقریر و تسلیم و اشاعت و تعلیم شاہ صاحب و مترجم صاحب جب چاہا بلا حصول علم قبور کے سامنے یاروح یاروح کرنے اور فیض مانگنے بیٹھ گئے۔ آپ کے طور پر اہل قبور کو سمیع و بصیر و معطی و مفیض علی الاطلاق مان کر اور ماتن و مترجم بنا جتا کر مشرک ہوئے یا نہیں ؟

سوال (۱۵) شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں، وہیں جہاں اُنھوں نے بعض خواص اولیاء کو ایسی زیادتِ ادراک ملنی لکھی ہے، یہ بھی فرماتے ہیں کہ :

"اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی از انہا مے نمایند وارباب حاجات و مطالب حلِ مشکلات خود از انہا می طلبند و مے یابند"[۱]

اُویسی لوگ اپنے کمالاتِ باطنی کا مقصد ان سے حاصل کرتے ہیں، اور اہلِ حاجات و مقاصد اپنی مشکلوں کا حل ان سے مانگتے اور پاتے ہیں (ت)

کہئے زیادت ادراک مسلم، مگر توجہ خاص کا انکشافِ حال تو خارج از علم طالب بجبر اختیار پروردگار عالم ہے، پھر اویسی لوگ جو بلا حصول علم مرتکب استفادہ ہوتے ہیں کیونکر مصداق اُن لفظوں کے نہ ہوئے اور ایسی نسبت کہ معاذ اللہ بذریعہ شرک ملتی ہے، کیونکر صحیح و مقبول ٹھہری۔ یہی شاہ صاحب اپنے والد شاہ ولی اللہ صاحب سے ناقل اویسیت کی نسبت قوی اور صحیح ہے۔ شیخ ابو علی فارمدی کو ابوالحسن خرقانی سے رُوحی فیض ہے اور ان کو بایزید بسطامی کی رُوحانیت سے، اور ان کو امام جعفر صادق کی روحانیت سے تربیت ہے[۳] اھ نقلہ البلھوری فی شفاء العلیل (اسے مولوی خرم علی لاہوری نے شفاء العلیل میں نقل کیا۔ ت)

ثانیاً ذرا شاہ صاحب کے پچھلے لفظ کہ "اہل حاجت اپنی مشکلوں کا حل اُن سے مانگتے اور پاتے ہیں" ملحوظِ خاطر رہیں، کس دھوم دھام سے ارواحِ اولیاء کو حاجت روا مشکل کشا بتایا ہے۔ واللہ! کہا سچ، اگرچہ بُرا مانیں ناواقف ع

الناس اعداء لما جھلوا

(لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہوتے ہیں۔ ت)

---

[۱] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل پانچویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۲

[۲] تفسیر فتح العزیز پارہ عم بیان صدقات و فاتحہ الخ مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

[۳] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل گیارھویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۸

marfat.com

ہوا۔ عموم و اطلاق تو بالائے طاق۔

سوال (۸) بفرضِ لزوم سماع کلام کو مطلق بصر درکار، جو رؤیتِ مخاطب سے حاصل۔ یا بصر علے الاوّل ملازمت باطل۔ وعلی الثانی لازم کہ تمام مخلوقِ الٰہی بہری اور کسی بات کا سُننا کسی غیر خدا کے لیے ماننا مطلقاً مستلزم شرک ہو تو سب مشرک ہیں، یا ہر ذی سمع، بصیر علے الاطلاق تو آفت اشد ہے۔ والعیاذ باللہ۔

سوال (۹) اُن اولیاء کی زیادتِ ادراک اگر اسے مستلزم نہیں کہ ہر کلام زائر سُن لیں تو اُسے بھی نہیں کہ سب کو نہ سُنیں، آپ خود عدم استلزام فرماتے ہیں نہ استلزامِ عدم، تو دونوں صورت میں محتمل رہیں۔ پھر ایک امر محتمل پر جزم شرک کیونکر ہو سکتا ہے۔ غایت یہ کہ بے دلیل ہو تو غلط سہی، کیا ہر غلط بات شرک ہوتی ہے!

سوال (۱۰) مجھے نہیں معلوم کہ قرآنِ عظیم میں ایک جگہ بھی بیان فرمایا ہو کہ مزارات پر جا کر کلام و خطاب کرنا شرک یا حرام ہے۔ یا اتنا ہی ارشاد ہُوا ہو: جو ایسا کرتا ہے گویا اصحابِ قبور کو سمیع یا بصیر علے الاطلاق مانتا ہے۔ اور حضرت کی صحتِ استدلال اُنھیں امور پر مبنی۔ آپ فرماتے ہیں فرقانِ حمید میں بمقاماتِ متعددہ اس کا بیان بتصریحِ تام موجود۔ مَیں مقاماتِ متعددہ کی تکلیف نہیں دیتا، ایک ہی آیت فرما دیجئے جس میں صاف صاف مضمون مذکور مزبور ہو۔ بیّنوا توجّروا۔

سوال (۱۱) سُورۂ یوسف کی آیۂ کریمہ کہ تلاوت فرمائی اُس کا ترجمہ و مطلب میں کیوں عرض کروں، مولوی اسمٰعیل سے سُنئے۔ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے:

"نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں[۱] یعنی اکثر لوگ جو دعوٰی ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں" انتہی

خدارا اس میں مزاراتِ اولیاء پر جانے یا اُن سے کلام و خطاب کرنے کا کون سا حرف ہے، استغفر اللہ! نام کو بُو بھی نہیں، تصریحِ تام تو بڑی چیز ہے۔ پھر اُس آیت نے جناب کا کون سا دعوٰی ثابت کیا یا حضارِ مزار کو کیا الزام دیا۔ اگر ایسے ہی بے علاقہ استناد کا نام تصریحِ تام، تو ہر شخص اپنے دعوے پر قرآن عظیم کی آیت پیش کر سکتا ہے۔ مثلاً فلسفی کہے: توسیط عقول حق ہے ورنہ لازم آئے کہ تمام اشیاء متکثرہ اُس واحد حقیقی سے بالذات صادر ہُوئی ہوں۔ اور یہ خدائے عزّوجل پر افتراء: فان الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد (کیونکہ واحد سے واحد ہی صادر ہو سکتا ہے۔ ت) اور اللہ تعالےٰ پر افترا حرام قطعی۔ قرآن حمید میں بمقاماتِ متعددہ اس کا بیان بتصریحِ تام موجود، از انجملہ ہے سورۂ انعام میں: ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[۲] (جو لوگ

---

[۱] تقویۃ الایمان پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۴

[۲] القرآن ۱۶/۱۱۶

marfat.com

فروغ چشمِ آگاہی امیر المومنین حیدر — چشمِ معرفت کو روشنی عطا ہو اے امیر المومنین حیدر
ز انگشتِ ید اللّٰہی امیر المومنین حیدر — خدائی ہاتھ والی انگشت سے اے امیر المومنین حیدر
بجناب ایشاں عرض نمودم نوازشہا فرمودند اھ[1] — حضرت کی بارگاہ میں عرض کیا تو بڑی نوازشیں فرمائیں اھ (ت)

اقول اولاً جب جناب مرزا صاحب امراض میں بارگاہِ مشکل کشائی کی طرف توجہ کرتے تھے اُنھیں کیا خبر تھی کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الاسنی اس وقت میری طرف متوجہ ہیں یا میری طرف سے التفات فرمائیں گے۔

ثانیاً یُونہی جب قصیدہ عرض کرنے بیٹھے، کیا جانتے تھے کہ حضرت والا اس وقت سُن لیں گے۔ تو ان سب اوقات میں بے حصول علم، مرتکب عرض و توجہ ہو کر اُنھوں نے جناب اسد اللّٰہی کو سمیع و بصیر علی الاطلاق ٹھہرایا، اور حضرت کے طور پر وہ بُرا لقب پایا یا نہیں۔

ثالثاً مزار پر جا کر کلام و خطاب تو وہ آفت تھا۔ مرزا صاحب جو بے حضورِ مزار ہی تو بہیں کرتے قصیدے سُناتے اُن کے لیے حکم کچھ زیادہ سخت ہوگا یا نہیں۔

رابعاً اس 'نیازی خاص' پر بھی نظر رہے کہ یہ معالجہ کرے گا اُن جُہال کے وہم کا جو 'نیاز' کے لفظ کو خاص بجناب بے نیاز مانتے، اور اسی بنا پر فاتحہ حضراتِ اولیاء کو نیاز کہنا شرک و حرام جانتے ہیں۔

خامساً یہ بڑی گزارش تو باقی ہی رہ گئی کہ دفع امراض کے لیے ارواح طیبہ کی طرف توجہ استمداد بالغیر تو نہیں۔ اور جناب کے نزدیک بھلا ایسا شخص اتباعِ شریعت میں یکتا و بے نظیر جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا تھا، بالائے طاق، سرے سے متبع سنّت بلکہ از رُوئے ایمان 'تقویۃ الایمان' راسًا مسلم و موحد کہا جائے گا یا نہیں۔

سوال (۱۹) شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبد الرحیم صاحب کی نسبت کیا حکم ہے؟ وہ بھی اس شرک عالمگیر سے محفوظ نہ رہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب قول الجمیل میں لکھتے ہیں:

وایضا تادب شیخنا عبد الرحیم علی روح جدہ لامہ الشیخ رفیع الدین محمد۔[2]

شفاء العلیل میں اس کا ترجمہ یُوں کیا:

"اور بھی ہمارے مرشد شاہ عبد الرحیم ادب آموز ہوئے اپنے نانا شیخ رفیع الدین کی رُوح سے۔"

اور حاشا یہ فیض یُوں نہ تھا کہ اُدھر سے بے طلب آیا ہو، بلکہ یہی جا کر قبر پر متوجہ ہُوا کرتے۔ خود شاہ ولی اللہ

---

[1] مکاتیب مرزا مظہر جانجاناں ازکلماتِ طیبات ملفوظات مرزا صاحب مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

[2] القول الجمیل مع شفاء العلیل گیارھویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۰-۱۷۹

marfat.com

منگوانا شرک ہُوا جاتا تھا یہاں خود اُن سے بھیک مانگی جاتی ہے۔

ثانیاً کسی سے بھیک مانگنی یونہی معقول کہ وہ اس کی عرض سُنے اور اُس کی طرف توجہ کرے، ورنہ دیواروں پتھروں سے کیا بھیک مانگنا۔ مگر آپ فرما چکے کہ "توجہ خاص کا انکشافِ حال خارج از علم زائر وجیز اختیار پروردگار عالم ہے"۔ اب جو یہ بھیک مانگنے والا شاہ صاحب کے حکم سے بحصولِ علم مرتکب سوال کا ہے اس نے گویا اہلِ قبر کو سمیع وبصیر علی الاطلاق قرار دیا یا نہیں، اور شاہ صاحب نے یہ شرکِ خالص یا شائبہ شرک تعلیم کیا یا نہیں؟ اور ایسی چیز کا سکھانے والا کافر یا مشرک یا بدعتی بدمذہب ہُوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

ثالثاً اُنھوں نے مزار پر جا کر گدائی تو پیچھے بتائی، پہلے گھر ہی بیٹھے ارواحِ طیّبہ کی طرف توجہ کرا رہے ہیں، اب تو اطلاق کا پانی سر سے اونچا ہوگیا۔

سوال (۱۳) اُنھی شاہ صاحب نے ایک رباعی لکھی :–

آنانکہ ز ادناس بھیمی جستند | با لجّۂ انوار قدم پیوستند
فیض قدس از ہمت ایشاں می جو | دروازۂ فیض قدس ایشاں ہستند[۱]

(جو لوگ نفس حیوانی کی آلودگیوں سے باہر ہو گئے وہ ذاتِ قدیم کے انوار کی گہرائیوں سے جا ملے، فیضِ قدس ان کی ہمت سے طلب کرو، فیضِ قدس کا دروازہ یہی لوگ ہیں۔ ت)

اور مکتوب شرح رباعیات میں خود اس کی شرح یوں کی :

یعنی توجہ بارواحِ طیّبہ مشائخ در تہذیب رُوح و سر نفع بلیغ دارد[۲] (یعنی مشائخ کی ارواحِ طیّبہ کی جانب توجہ رُوح اور باطن کو سنوارنے میں نفع بلیغ رکھتی ہے (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) کیا اچھا نفع بلیغ ہے کہ بلا حصول علم ان کی ہمت سے فیض چاہ کر مشرک ہوگئے۔

سوال (۱۴) یہی شاہ صاحب "قول الجمیل" میں لکھتے ہیں۔ اُن کی عبارت عربی لاکر ترجمہ کروں، اس سے یہی بہتر کہ مولوی خرم علی صاحب بلہوری مصنّفِ نصیحۃ المسلمین کا ترجمہ نقل کردوں۔ یہ صاحب بھی عمائد وکبرائے منکرین سے ہیں، شفاء العلیل میں کہتے ہیں :

"مشائخ چشتیہ نے فرمایا: قبرستان میں میّت کے سامنے کعبہ معظمہ کو پُشت دے کر بیٹھے، گیارہ بار سورۂ فاتحہ پڑھے پھر میّت سے قریب ہو پھر کہے یا رُوح اور یا رُوح الرّوح کی دل میں ضرب کرے

---

[۱] مکتوبات ولی اللہ از کلماتِ طیبات مکتوب بست ودوم درشرح بعض اشعار مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۹۴
[۲] ایضاً

marfat.com

وغیرہ نے روایت کیا۔ ت) اُس وقت وُہ کعبہ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے تھے؟ بینوا توجروا

سوال (۲۲) غیرِ خدا کو کسی طرح نافع یا ضار جاننا مطلقاً شرک ہے یا خاص اُس صورت میں کہ اُسے نفع وضرر میں مستقل بالذات مانے۔ بر تقدیرِ اول یہ وہ شرک ہے جس سے عالم میں کوئی محفوظ نہیں۔ جہان شہد کو نافع اور زہر کو مضر جانتا ہے۔ سچے دوست سے نفع کی اُمید، پکّے دشمن سے ضرر کا خوف رکھتا ہے۔ عالم کی خدمت، حاکم کی اطاعت اسی لیے کرتے ہیں کہ دینی یا دُنیوی نفع کی توقع ہے۔ مخالف مذہب سے احتیاط، سانپ سے احتراز اسی لیے رکھتے ہیں کہ رُوحانی یا جسمانی ضرر کا اندیشہ ہے۔ خود قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے:

اٰباؤکم وابناؤکم لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعا۔[1] تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے اُن میں کون تمہیں نفع دینے میں زیادہ نزدیک ہے۔

اور فرماتا ہے:

وماھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ۔[2] اور وہ اس سے کسی کو ضرر نہ پہنچائیں گے بے حکم خدا کے۔

صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔[3] تم میں جو اپنے بھائی مسلمان کو نفع دے سکے نفع دے۔

امام احمد و ابوداؤد و ترمذی ونسائی و ابن ماجہ بسندِ حسن مالک بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ضار ضار اللہ بہ ومن شاق شق اللہ علیہ۔[4] جو کسی کو ضرر دے گا اللہ تعالٰی اسے نقصان پہنچائے گا اور جو کسی پر سختی کرے گا اللہ تعالٰی اُسے مشقت میں ڈالے گا۔

ع ذکر نسخ نافع نہ ہوگا۔ کیا شرک و توحید میں بھی نسخ جاری ہے ۱۲ منہ (م)

---

[1] القرآن ۴/ ۱۱

[2] القرآن ۲/ ۱۰۲

[3] صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۴

[4] جامع الترمذی باب ماجاء فی الخیانۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۸۷

marfat.com

؎ غوثِ اعظم بمن بے سروساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

(غوثِ اعظم! مجھ بے سروسامان کی مدد فرمائیں، قبلۂ دیں! مدد فرمائیں، کعبۂ ایمان! مدد فرمائیں)

سوال (۱۶) اُسی تفسیر عزیزی میں دفن کو نعمتِ الٰہی ٹھہرا کر اُس کے منافع و فوائد میں لکھتے ہیں:

از اولیائے مدفونین انتفاع و استفادہ جاریست۔[۱] مدفون اولیاء سے نفع پانا اور فائدہ طلب کرنا جاری ہے۔ (ت)

اقول اولاً انتفاع تک خیر تھی کہ بے مقصد منتفع بھی ممکن، استفادہ نے غضب کر دیا کہ وہ نہیں مگر طلب فائدہ، پھر کیا اچھا نفع دفن میں نکالا کہ بندگانِ خدا بے حصول علم مرتکب سوال ہو کر معاذ اللہ مشرک ہوتے ہیں۔

ثانیاً لفظ "جاری ست" پر لحاظ رہے کہ اس سے مراد نہیں مگر مسلمانوں میں جاری ہونا، اور جو مسلمانوں میں جاری، ہرگز شرک نہیں کہ جن میں شرک جاری ہرگز مسلمان نہیں۔

سوال (۱۷) مرزا مظہر جانجاناں صاحب جنھیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکاتیب میں قیم طریقۂ احمدیہ و داعی سنّتِ نبویہ لکھتے ہیں۔ اور رسالۂ مکتوباتِ ولویہ پر انھیں شاہ صاحب سے اُن کی نسبت منقول ہندوعرب و ولایت میں ایسا متبعِ کتاب و سنّت نہیں بلکہ سلف میں بھی کم ہوئے اھ ملخصاً مترجماً۔ یہ مرزا صاحب اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں:

نسبتِ ما بجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ می رسد، و فقیر را نیازی خاص بآنجناب ثابت است۔ در وقتِ عروض عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود وسببِ حصول شفا می گردد۔[۲]

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ تک نسبت پہنچتی ہے اور فقیر کو اُس جناب سے خاص نیاز حاصل ہے۔ جب کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہوتا ہے تو آنحضور کی جانب میری توجہ ہوتی ہے اور شفایابی کا سبب بنتی ہے۔ (ت)

سوال (۱۸) آگے فرماتے ہیں:

یکبار قصیدہ کہ مطلعش اینست ؎ ایک بار وہ قصیدہ جس کا مطلع یہ ہے: ؎

---

[۱] تفسیر فتح العزیز پارہ عم استفادہ از اولیاء مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳

[۲] مکاتیب مرزا مظہر از کلمات طیبات ملفوظات مرزا صاحب مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

فی الجملہ وجہِ معقولیت دارد۔ گوسالہ لایعقل کہ در بلادت و حمق ضرب المثل است ہیچ وجہ شایان تعظیم نیست[1]۔

مالک ہو فی الجملہ ایک وجہ معقولیت رکھتی ہے مگر بے عقل گائے کا بچھڑا جو بلادت اور بیوقوفی میں ضرب المثل ہے کسی طرح قابلِ تعظیم نہیں۔ (ت)

سوال (۲۴) یہ تو آیندہ عرض کروں گا کہ طلبِ دُعا کو اعتقادِ نفع وضرر سے کتنا تعلق۔ بالفعل اسے یونہی فرض کرکے گزارش کرلوں کہ دُعا منگوانے میں تو وہ اعتقادِ نفع وضرر نکالا، جو معنیً شرک۔ حالانکہ وُہ خود اُن سے کسی حاجت کی خواستگاری نہیں۔ پھر:

(۱) اُن کے مزارات عظیمۃ البرکات پر حاضر ہوکر خود اُن سے بھیک مانگنا۔

(۲) یا رُوح یا رُوح پکار کر اُن کے فیض کا منتظر رہنا۔

(۳) اپنی مشکلوں کا اُن سے حل چاہنا۔

(۴) بیمار پڑیں تو شفا ملنے کو اُن کی طرف توجہ کرنا کہ ابھی صنفِ سابق میں منقول ہُوئے اُن میں کتنا اعتقادِ نفع و ضرر ثابت ہوتا ہے۔ اور

(۵) لفظِ انتفاع و استمداد خود بمعنے نفع یافتن و فائدہ خواستن۔ اس کا قصد بے اعتقادِ نفع کس عاقل سے معقول۔ ہاں ہاں، انصاف کیجئے تو دُعا طلبی سے دریوزہ گری و حاجت خواہی کہیں زیادہ ہے۔ اس میں صرف نیت سائل پر مدار تفرقہ ہے، اگر سبب ظاہری و مظہرِ عونِ باری جانا تو خالص حق، اور معاذ اللہ مستقل مانا تو نرا شرک۔ بخلاف طلبِ دُعا کہ وہاں نفس کلام مطلوب منہ کی غلامی و بندگی اور حضرت غنی جل جلالہ، کی طرف محتاجی پر دلیل واضح۔ یہاں تک کہ توہّم استقلال سے اس کا اجتماع محال کما لایخفٰی علی اولی النہٰی (جیسا کہ اہلِ عقل پر مخفی نہیں۔ ت) با اینہمہ اگر یہ شرک ہے تو اُس کے لیے تو کوئی لفظ مجھے شرک سے بدتر ملتا بھی نہیں جس کا مصداق ٹھہراؤں ع

ضاق عن وصفکم نطاق البیان

(آپ کے وصف سے بیان کا دائرہ تنگ ہے۔ت)

سوال (۲۵) اگر مان بھی لیں کہ غیر خدا کی قسم اسی لیے حرام ہُوئی تو اس کو مسئلہ دائرہ سے کیا علاقہ۔ کیا کسی سے دُعا کے لیے کہنے میں بھی اُسی طرح کے نفع وضرر کا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے جو معناً شرک ہے۔

(۱) خود مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ سے دُعا چاہی

---

[1] تفسیر عزیزی سُورۃ البقرۃ بیان رفتن موسٰی علیہ السلام برائے آوردن کتاب الخ افغانی دارالکتب لال کنواں دہلی ص ۲۳۸

اپنے والدِ ماجد سے انفاس العارفین میں ناقل:

می فرمودند مرا در مبدء حال بمزار شیخ رفیع الدین الفتے پیدا شد۔ آں جا می رفتم و بقبر شاں متوجہ می شدم الخ[1]

فرماتے تھے مجھے ابتدائے حال میں شیخ رفیع الدین کے مزار سے ایک اُلفت پیدا ہوگئی، وہاں جاتا اور ان کی قبر کی طرف متوجّہ ہوتا تھا الخ (ت)

یا رب! جب مولوی اسمٰعیل کے اساتذہ و مشائخ سب گرفتارِ شرک ہُوئے یہ اُنھیں کے خوشہ چین، اُنھیں کے نام لیوا، اُن کے مدّاح، اُن کے مقلّد کیونکر مومن موحد رہے ع

وحسن نبات الارض من کرم البذر

(زمین کا پودہ عمدہ جب ہی ہوتا ہے کہ بیج اچھا ہو۔ ت)

صنف اٰخر من ھٰذا النوع

(اسی نوع کی ایک اور قسم)

اس میں وُہ سوالات مذکور ہوں گے جو مولوی صاحب کے استدلال دوم یعنی تمسک بحدیث من حلف الخ سے متعلق ہیں۔

سوال (۲۰) حدیث من حلف بغیر اللہ فقد اشرک[2] کی جو عمدہ شرح افادہ فرمائی، ذرا کتبِ ائمہ حدیث و فقہ پر نظر کرکے ارشاد ہوجائے کہ کلماتِ علماء سے کہاں تک موافق ہے۔ فقیر بہت ممنونِ احسان ہوگا اگر ایک عالم معتمد کی تحریر سے بھی آپ نے اپنا بیان مطابق کر دکھایا۔ الفاظ شریفہ پیشِ نظر رہیں کہ "اس حرمت کا سبب سوا اس کے نہیں" الخ

سوال (۲۱) اعتقادِ نفع وضرر پر قسم کی دلالت، کس قسم کی دلالت، آیا لغۃً اس کے معنے سے یہ امر مفہوم، یا عقلاً خواہ عرفاً لازم وملزوم، کہ آدمی اُسی کی قسم کھائے جس سے نفع وضرر کی اُمید رکھے۔

صدرِ اسلام میں جو صحابہ کرام کعبہ معظمہ کی قسم کھاتے[3] کما رواہ النسائی وغیرہ (جیسا کہ نسائی

---

[1] انفاس العارفین (اردو ترجمہ) زندۂ جاوید المعارف گنج بخش روڈ۔ لاہور ص ۳۶

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن عمر دار الفکر بیروت ۲/ ۸۷

[3] سُنن نسائی الحلف بالکعبۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۴۳

marfat.com

اخوجه مسلم والبیھقی عن عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ کرائے۔ اسے مسلم اور بیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ایک روایت میں ہے حضرت فاروق کو بالتخصیص بھی حکم ہُوا اُن سے دُعا کرانا کہ وُہ اللہ کے حضور عزت والے ہیں اخوجہ الخطیب وابن عساکر[1] (اسے خطیب اور ابن عساکر نے روایت کیا۔ ت)

(۵) حسب الحکم امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُن سے دُعا چاہی[2]۔

اخرجہ ابن سعد والحاکم وابوعوانہ والرویانی والبیھقی فی الدلائل وابونعیم فی الحلیۃ کلھم من طریق اسیر بن جابر عن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اسے بطریق اسیر بن جابر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابن سعد، حاکم، ابوعوانہ، رویانی، دلائل میں بیہقی، اور حلیہ میں ابونعیم نے روایت کیا۔ (ت)

(۶) ایک روایت میں ہے امیر المومنین فاروق و امیر المومنین مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں کو حضرت اویس سے طلب دُعا کا حکم تھا۔ دونوں صاحبوں نے اپنے لیے دُعا کرائی۔ اخرجہ ابن عساکر[3] (اسے ابن عساکر نے روایت کیا۔ ت)

(۷) امام ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم اپنے مصنّف اور امام بیہقی دلائل النبوۃ کی مجلد یازدہم میں بسند صحیح[ع۱] بطریق ابومعٰویۃ عن الاعمش عن ابی صالح عن مالک الدار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل[ع۲] الی قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یارسول اللہ استسق اللہ یعنی عہدِ معدلت مہد فاروقی میں ایک بار قحط پڑا، ایک صاحب یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مزار اقدس حضور ملجائے بیکساں صلی اللہ

ع۱ نص علی صحتہ الامام القسطلانی فی المواھب ۱۲ منہ (م) امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اس کے صحیح ہونے کی تصریح فرمائی۔ (ت)

ع۲ ھو بلال بن الحارث المزنی الصحابی کما عند سیف فی کتاب الفتوح ۱۲ زرقانی شرح مواھب (م) وُہ بلال بن حارث مزنی صحابی ہیں، جیسا کہ سیف کی کتاب الفتوح میں ہے ۱۲ زرقانی شرح مواہب (ت)

---

[1] مختصر تاریخ ابن عساکر فی ترجمہ اویس قرنی دار الفکر بیروت ۵/ ۸۲

[2] المستدرک للحاکم ذکر لقاء اویس قرنی " " ۳/ ۴۰۳

[3] مختصر تاریخ ابن عساکر فی ترجمہ اویس قرنی " " ۵/ ۸۴

marfat.com

حاکم کی حدیث میں ہے مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حجرِ اسود کی نسبت فرمایا:

بلیٰ یا امیر المؤمنین یضر وینفع[1] (الحدیث) — کیوں نہیں اے امیر المومنین! یہ پتھر نقصان دے گا اور نفع پہنچائے گا۔(الحدیث)

بر تقدیرِ ثانی واقع ونفس الامر اس گمان کے خلاف پر شاہد عادل، لاکھوں آدمی اپنے یا اپنے محبوب کے سر یا آنکھوں یا جان کی قسم کھاتے ہیں، اور ہرگز اُن کے خواب میں بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ چیزیں بالاستقلال ہمارے نفع وضرر کی مالک ہیں۔ نہ ہرگز سامع کا ذہن اس طرف جاتا ہے۔ بھلا حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے کیا معنی ہیں: ؎

لعمری وما عمری علیّ بھین

لقد نطقت بطلاً علیّ الاقارع

(میری زندگی کی قسم، اور میری زندگی کوئی معمولی چیز نہیں —— بلاشُبہہ اژدہوں (دشمنوں) نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے۔ ت)

اور جناب کے نزدیک اُس سے کیا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہما پیشوایانِ دین رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین سے اپنے باپ اور اپنی جان کی قسم کھانی کہ خادمِ حدیث پر مخفی نہیں۔

سوال (۲۳) خیر قسم غیر سے تو آپ کے نزدیک یہ صرف ظاہر ہی ہوتا تھا کہ وہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی نفع وضرر رساں جانتا ہے۔ بگمانِ جناب اتنی ہی بات پر شرع مطہر میں بنائے تحریم ہوئی حالانکہ اس کے دل کا حال خدا جانے۔ اب اُن کی نسبت حکم ارشاد ہو، جو صاف صاف بالتصریح غیر خدا کو نہ فقط نفع و ضرر رساں بلکہ مالکِ نفع وضرر بتائیں، اور وہ بھی کسے، اُس شقی کو جو مدعی الوہیت رہا ہو۔ اور برسوں خرانِ بے عقل نے اُسے پُوجا ہو۔ وہ کون، فرعون بے عون۔ نسأل اللہ عن حالہ الصون (خدا سے دُعا ہے کہ ہمیں اس کی حالت سے بچائے۔ ت) شاہ عبدالعزیز صاحب اس امر کے ثبوت میں کہ سامری والوں کی گوسالہ پرستی قبطیوں کی فرعون پرستی سے بدتر تھی۔ تفسیرِ عزیزی میں فرماتے ہیں:

تعظیم بادشاہ صاحبِ اقتدار کہ مالکِ نفع وضرر باشد — ایسے صاحبِ اقتدار بادشاہ کی تعظیم جو نفع وضرر کا

---

[1] المستدرک للحاکم الحجر الاسود یمین اللہ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۵۷

marfat.com

دردین[1]   مستحسن اور دین میں عام ہے۔ (ت)

عزیز! یہ نکتہ بہت کارآمد ہے، اور اکثر اوہام وشبہات کا رَد۔ فاحفظ تحفظ وتحظی من الرشد باوفی حظ (اسے یاد رکھو گے تو محفوظ رہو گے اور ہدایت سے بھرپور حصّہ پاؤ گے۔ ت)

نوعِ دوم: مخالفاتِ مولوی صاحب وہم مذہبانِ مولوی صاحب میں۔ یہاں اس امر کا ثبوت ہوگا کہ مولوی صاحب کی تحریر مذہبِ منکرین سے بھی موافق نہیں۔ بوجوہِ عدیدہ واصول وفروعِ طائفہ جدیدہ سے صریح مخالفت اور مذہب مہذب اہلِ حق سے بعض باتوں میں گونہ موافقت فرمائی ہے۔ پھر بھی نہیں کہ صرف ہم مذہبوں ہی سے خلاف ہوا اور خود مولوی صاحب اُن مخالفات کا بخوشی التزام فرمالیں۔ نہیں، نہیں، بلکہ بہت وُہ بھی ہیں جو نادانستہ سرزد ہوگئیں کہ ظاہر ہُوئے پر خود بھی آپ کو گوارا نہ ہوں۔ اور اگر تسلیم فرمالیں تو اس سے کیا بہتر۔ دیکھئے تو، یہیں کتنے مسائلِ نزاعیہ طے ہُوئے جاتے ہیں۔

مخالفت (۱) مولوی صاحب فرماتے ہیں: زیارتِ قبورِ مومنین خاصۃً بزرگانِ دین مندوب ومسنون ہے۔ یہ خصوصیت ہمارے طور پر بیشک حق، مگر صاحبِ مائۃ مسائل کے بالکل خلاف۔ انھوں نے جو قسمِ زیارت شرعاً بلاکراہت جائز مانی اُس میں مزاراتِ عالیہ حضرات اولیا اور ہر شرابی زناکار کی قبر یکساں جانی۔ حیث قال (ان کے الفاظ یہ ہیں):

دریں قسم زیارت کردن قبر ولی وغیر ولی وشہید وغیر شہید وصالح وفاسق وغنی وفقیر برابر است۔[2]

اس قسم میں ولی، غیر ولی، شہید، غیر شہید، صالح، فاسق، غنی اور فقیر سب کی قبر کی زیارت یکساں ہے۔ (ت)

پھر اُس برابری پر بھی صبر نہ آیا۔ آگے اُلٹی ترقی معکوس کرکے فرمایا:

بلکہ از زیارتِ قبورِ اغنیاء وملوک زیادہ تر عبرت حاصل می گردد۔[3]

بلکہ مالداروں اور بادشاہوں کی قبروں کی زیارت سے زیادہ عبرت حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

مطلب یہ کہ جس[ع] فائدہ کے لیے شرع نے زیارتِ قبور جائز کی ہے وہ مزاراتِ اولیاء میں ہرگز ایسا نہیں

ع اقول وباللہ التوفیق ان مردِ عاقل محررِ مائۃ مسائل سے پُوچھا چاہیے کہ اگر (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] اشعۃ اللمعات   باب حکم الاسراء   فصل اوّل   مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر   ۳/۴۰۱

[2] مائۃ مسائل   سوال سیزدہم   مکتبہ توحید وسنّت پشاور   ص ۲۴-۲۳

[3] ایضاً

جب وہ مکہ معظمہ جاتے تھے۔ ارشاد فرمایا:

لا تنسنا یا اخی من دعائك[1]۔ رواہ ابوداؤد عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اے بھائی! اپنی دعا میں ہمیں نہ بھول جانا (اسے ابوداؤد نے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

احمد و ابن ماجہ کی روایت میں ہے، فرمایا:

اشرکنا یا اخی فی صالح دعائك ولا تنسنا[2]

بھائی! اپنی نیک دعا میں ہمیں بھی شریک کرلینا اور بھول نہ جانا۔

(۲) حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی جب دفن میّت سے فارغ ہوتے تو قبر پر ٹھہر کر صحابہ کرام سے ارشاد فرماتے:

استغفروا لاخیکم واسئلوا لہ التثبیت فانہ الاٰن یسأل[3]۔ رواہ ابوداؤد والحاکم والبیہقی بسند حسن عن عثمان الغنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے ثابت رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا (اسے ابوداؤد، حاکم اور بیہقی نے بسندِ حسن حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

(۳) امام احمد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی، سیّد عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا لقیت الحاج فسلم علیہ وصافحہ ومرہ ان یستغفر لك قبل ان یدخل بیتہ فانہ مغفورلہ[4]۔

جب تو حاجی سے ملے سلام و مصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں جائے اپنی مغفرت کی دعا اس سے منگوا کہ وہ بخشا ہوا ہے۔

(۴) حضور نے اویس قرنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ذکر کرکے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم دیا:

فمن لقیہ منکم فلیامرہ فلیستغفرلکم[5] تم میں جو اسے پائے اپنے لیے اس سے دعائے بخشش

[1] سنن ابی داؤد	باب الدعا	آفتاب عالم پریس لاہور	۱/۲۱۰
[2] سنن ابن ماجہ	باب فضل دعاء الحاج	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۲۱۳
[3] سنن ابی داؤد	باب الاستغفار	آفتاب عالم پریس لاہور	۲/۱۰۳
[4] مسند احمد بن حنبل	مروی از عبداللہ ابن عمر	دار الفکر بیروت	۲/۶۹
[5] صحیح مسلم	فضائل اویس قرنی	قدیمی کتب خانہ کراچی	۲/۳۱۱

marfat.com

مخالفت (۴) متکلمین طائفہ کی تقریریں گواہ کہ جو فعل فی نفسہ حسن ہو مگر عوام میں اُن کے زعم پر خلط مفاسد کے ساتھ جاری۔ وہ اصل کو ممنوع ٹھہراتے ہیں، نہ کہ مفاسد سے منع۔ اور اصل کی تجویز کریں جب آپ کے نزدیک زیارت مزاراتِ متبرکہ بطور شرک رائج کہ استمداد مذکور شائع و شہور۔ تو اصولِ طائفہ پر اصل زیارت کو حرام کہنا تھا، نہ مندوب و مسنون۔

مخالفت (۵) مولوی اسحاق مائۃ مسائل میں لکھتے ہیں:

اذان دادن بعداز دفن بدعت و مکروہ است زیراکہ معہود از سنّت نیست وانچہ معہود از سنّت نیست بموجب روایات کتبِ فقہ مکروہ می باشد۔ و عبارۃ الکتب ھذا یکرہ عند القبر مالم یعھد من السنۃ والمعھود منھا لیس الا زیارتہ والدعاء عندہ قائما کما فی فتح القدیر والبحر الرائق والنھر الفائق والفتاوی العالمگیری[1]

دفن کے بعد اذان دینا بدعت اور مکروہ ہے اس لیے کہ سنّت سے معہود نہیں، اور جو کچھ سنّت سے معہود نہ ہو کتبِ فقہ کی روایات کے مطابق مکروہ ہوتا ہے۔ اور کتابوں کی عبارت یہ ہے قبر کے پاس جو سُنّت سے معہود نہیں مکروہ ہے، اور سنّت سے معہود صرف یہ ہے کہ زیارت اور وہاں کھڑے ہو کر دُعا ہو جیسا کہ فتح القدیر، البحر الرائق، النہر الفائق اور فتاوٰی عالمگیری میں ہے (ت)

اگرچہ ان عبارات کا مطلب جو صاحبِ مائۃ مسائل نے ٹھہرایا انھیں کتابوں کی بہت عبارتوں سے مردود۔ مگر عجب ہے کہ جناب نے اس کلیہ پر عمل فرما کر وقتِ زیارت درود و فاتحہ پڑھ کر ثواب بخشنے کو کیوں نہ مکروہ فرمایا۔

مخالفت (۶) جناب نے امتناع رویت و سماع کو ان حجب عدیدہ کی حیلولت پر مبنی فرمایا یہ ابتنٰی باعلی ندامنادی کہ اموات کو فی انفسہم قوتِ سمع و ابصار حاصل ہے مگر ان حائلوں کے سبب باہر کی صوت و صورت کا ادراک نہیں ہوتا ورنہ اگر خود اُن میں راسًا یہ قوتیں نہ ہوتیں تو بنائے کار حیلولت پر رکھنی محض بے معنی۔ دیوار بیت کی نسبت کوئی نہ کہے گا کہ باہر کی چیزیں اس وجہ سے نہیں دیکھتے کہ بیچ میں آڑ ہے۔ اب متکلمین طائفہ سے استفسار ہو جائے کہ وہ اس تخصیص کے مقر ہوں گے یا راسًا منکر۔ معلم ثانی منکرینِ ہند یعنی مولوی اسحاق دہلوی سے سوال ہوا: سماعتِ موتٰی سوائے سلام جائز است (سوائے سلام کے مردے کا سننا جائز ہے؟ - ت) جواب دیا ثابت نیست[2] (ثابت نہیں۔ ت) کیا آدمی اُسی وقت میت ہوتا ہے جب قبر میں رکھ کر مٹی دے دیں۔

---

[1] مائۃ مسائل سوال بست و ہشتم مکتبہ توحید و سنّت پشاور ص ۶۰

[2] " " بست و ششم " ص ۵۱ - ۵۰

marfat.com

لامتك فانهم قد هلكوا فاتاه رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم فی المنام فقیل له ائت عمر فاقرأہ السلام واخبرہ انکم مستقیون[1]۔ الحدیث۔

تعالٰی علیہ وسلم پر حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے اللہ تعالٰی سے پانی مانگیے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن صحابی کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جا کر اُسے سلام پہنچا اور لوگوں کو خبر دے کہ پانی آیا چاہتا ہے۔ الحدیث (ت)

شاہ ولی اللہ قرۃ العینین میں یہ حدیث نقل کر کے کہتے ہیں: رواہ ابو عمر فی الاستیعاب[2] (اسے ابو عمر بن عبد البر نے استیعاب میں روایت کیا۔ ت)

تنبیہ نبیہ: یہ چند حدیثیں ہیں احیائے حقیقی سے طلبِ دُعا میں۔ اور اموات سے طلب کی قدرے بحث کہ اصل مسئلہ مسئولہ سائل ہے، اِن شاء اللہ تعالٰی مقصد سوم میں مذکور ہو گی۔ یہاں ایک نکتہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو بات شرک ہے اس کے حکم میں احیاء و اموات وانس وجن و ملائک وغیرہم تمام مخلوقِ الٰہی یکساں ہیں کہ غیر خدا کوئی ہو خدا کا شریک نہیں ہو سکتا تو امورِ شرک میں حیات وموت سے تفرقہ، جیسا کہ اس طائفہ جدیدہ کا شیوہ قدیمہ ہے۔ دائرہ عقل وشرع دونوں سے خروج، کیا زندے خدا کے شریک ہو سکتے ہیں، صرف شراکتِ اموات ہی ممنوع ہے۔ مولوی صاحب اپنی مقیس علیہ یعنی قسم غیر کو ملاحظہ کریں کہ حلال نہیں تو مُردے زندے کسی کے لیے حلال نہیں۔ یُونہی اگر طلبِ دُعا میں شرک ہو تو ہرگز یہ حکم فقط اموات سے خاص نہ ہو گا بلکہ یقیناً احیاء سے دُعا کرانی بھی حرام ٹھہرے گی کہ خدا کا شریک نہ ہو سکنے میں زندے مُردے سب ایک سے۔ ولہذا شیخ الشیوخ علمائے ہند مولٰنا و برکتنا سیّدی شیخ محقق عبد الحق محدّث دہلوی قدس اللہ سرّہ العزیز نے شرح مشکوٰۃ شریف میں فرمایا:

اگر ایں معنی کہ در امداد و استمداد ذکر کردیم موجبِ شرک و توجہ بما سوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم می کند پس باید کہ منع کردہ شود۔ توسل وطلبِ دُعا از صالحان و دوستانِ خدا در حالتِ حیات نیز و ایں ممنوع نیست بلکہ مستحب و مستحسن است باتفاق و شائع است

یہ معنی جو ہم نے امداد اور مدد طلبی میں بیان کیا اگر شرک کا موجب اور غیر اللہ کی طرف توجہ قرار پائے، جیسا کہ منکر خیال رکھتا ہے تو چاہیے کہ صالحین اور اولیاء اللہ سے زندگی میں بھی توسل اور دُعا طلبی سے منع کیا جائے۔ حالانکہ یہ ممنوع نہیں بلکہ بالاتفاق مستحب و

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ | فضائل عمر | ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی | ۱۲/ ۳۲
[2] قرۃ العینین | نوع چہلم | المکتبۃ السلفیۃ، لاہور | ص ۱۹

marfat.com

انّ اللہ یسمع من یشاء[1] (بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے۔ ت) وہی حاصل ہُوا کہ اہلِ قبور کا سُننا تمھاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

الآیۃ من قبیل انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء[2] — یہ آیت اس آیت کی قبیل سے ہے: بیشک تم ہدایت نہیں دیتے مگر خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے (ت)

جواب دوم نفیِ سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعاً بمعنی سمعِ قبول و انتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے: وہ میری نہیں سُنتا۔ کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنٰی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی، بلکہ صاف یہی کہ سُنتا تو ہے، مانتا نہیں۔ اور سُننے سے اُسے نفع نہیں ہوتا۔ آیۂ کریمہ میں اسی معنے کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفّار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے نہ کہ اصل سماع کا۔ خود اسی آیۂ کریمہ انک لا تسمع الموتٰی کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل:

ان تسمع الا من یؤمن بآیٰتنا فھم مسلمون[3] — تم نہیں سُناتے مگر اُنھیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔

اور پُرظاہر کہ پند و نصیحت سے نفع حاصل کا وقت یہی زندگیِ دُنیا ہے۔ مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل۔ قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام الآن وقد عصیت قبل[4] (کیا اب جبکہ اس سے پہلے نافرمان رہے۔ ت) تو حاصل یہ ہُوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں، یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھائیے نہیں مانتے۔ علّامہ حلبی نے سیرت انسان العیون میں فرمایا:

السماع المنفی فی الآیۃ بمعنی السماع النافع وقد اشار الٰی ذٰلک الحافظ الجلال السیوطی بقولہ ؎ — آیت میں جس سُننے کی نفی کی گئی ہے وہ سماعِ نافع کے معنٰی میں ہے، اور اس کی طرف حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنے اس کلام سے اشارہ فرمایا ہے: ؎

سماع موتٰی کلام الخلق حق قد جائت بہ عندنا الآثار فی الکتب

مُردوں کا کلامِ مخلوق سُننا حق ہے، اس سے متعلق ہمارے پاس کتابوں میں آثار وارد ہیں۔

---

[1] القرآن ۳۵/ ۲۲

[2] مرقاۃ المصابیح باب حکم الاسرار مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۷/ ۵۱۹

[3] القرآن ۲۷/ ۸۱

[4] القرآن ۱۰/ ۹۱

marfat.com

جیسا روپے والوں کی قبروں میں ہے۔ تو آدمی کو چاہیئے وہیں جائے جہاں دو آنے زیادہ پائے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مخالفت (۲) مولوی صاحب وقتِ زیارتِ قبور درود و فاتحہ پڑھ کر اموات کو ثواب بخشنا مندوب و مسنون فرماتے ہیں۔ بہت اچھا۔ قرآن وحدیث سے درود و فاتحہ کی خصوصیت ثابت کر دکھائیں، یا قرونِ ثلاثہ میں اس تخصیص کا رواج بتائیں، ورنہ ندب و استنان درکنار اصولِ طائفہ پر کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار[1] میں داخل ٹھہرائیں۔

مخالفت (۳) سوال سائل میں درود و فاتحہ دونوں کا معاً پڑھنا مذکور تھا اور اُسی پر حضرت کا جواب وارد۔ بالفرض اگر فرداً فرداً ان کا پڑھنا ثابت بھی فرمالیں تو اصول طائفہ پر ہیئات اجتماعیہ محل کلام رہیں گی۔ اس بنا پر آپ کو حکمِ بدعت دینا تھا، یا تسلیم فرمائیے کہ بعد حسن آحاد حسن مجموع میں کلام نہیں جب تک خصوص اجتماع میں کوئی مفسدہ نہ ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تمہارا بیان حق ہے تو واجب تھا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر قبورِ اُحد و بقیع پر سَو بار رونق افروز ہُوئے تو بادشاہوں جبّاروں کے مقابر پر دو سَو بار تشریف لے گئے ہوتے تاکہ اُمّت کو اختیارِ انفع وافضل کی طرف ارشاد فرماتے یا نہ سہی برابر ہی سہی، کم ہی سہی، کبھی ہی سہی، ایک ہی بار ثابت کردو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی بادشاہ کی خاک پر تشریف فرما ہُوئے ہوں یا قبرِ غنی کی بوجہ غنا تخصیص فرمائی ہو۔ پھر سخت عجب ہے کہ جس خاص امر کے لیے حضور نے زیارتِ قبور جائز فرمائی اس کا حصول جہاں بیشتر اور منفعت شرعیہ اتم واوفر اُسی کو دائماً ترک فرمائیں نہ وُہ صحابہ کرام میں ہرگز رواج پائے پھر ہر قرن طبقہ کے اہلِ اسلام ہمیشہ زیارتِ مزاراتِ صلحاء کا اہتمام واعتنا رکھیں، نہ یہ کہ فلاں بادشاہ یا سیٹھ کی گور پر چلو وہاں نفع زائد ملے گا۔ حق یہ ہے کہ مزاراتِ عالیہ حضرات اولیاء کرام قدست اسرارہم پر امرِ عبرت میں بھی ترجیح ممنوع اور مشروعیتِ زیارت کی غرض اس میں منحصر ہونا قطعاً باطل و مدفوع، خود انھیں حضرت کی مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ کی بعض عبارات مقصد سوم میں ملیں گی، جو ظاہر کردیں گی کہ صاحب مائۃ مسائل نسی ما قدمت یداہ (پہلے جو لکھ چکے اُسے بھول گئے۔ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (م)

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ مسلم وغیرہ تحت آیت من یھدی اللہ منشورات مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی ایران ۱۴۷/۳

یہ تینوں جواب بتوفیق الوہاب قبل مطالعۂ کلامِ علماء ذہنِ فقیر میں آئے تھے، پھر اُن کی تصریحیں کلماتِ علماء میں دیکھیں کما سمعت وللہ الحمد (جیسا کہ آپ نے سُنا اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے۔ ت) اور ابھی ائمۂ علماء کے جواب اور بھی ہیں۔

وفیما ذکرنا کفایۃ لمن القی السمع وھو شہید ان اللہ یسمع من یشاء ویھدی الٰی صراط الحمید۔ اور جو ہم نے بیان کیا وُہ کافی ہے اس کے لیے جو کان لگائے اور متوجّہ ہو۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور ذاتِ حمید کے راستے کی ہدایت دیتا ہے (ت)

مخالفت (۹) سائل نے مطلق کہا تھا ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا جو اپنے ارسال و اطلاق سے شہر میں جانے اور سفر کرکے جانے دونوں کو شامل، کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اور آپ نے بھی یُونہی برسبیلِ اطلاق زیارتِ قبور کی تحسین فرمائی اور سند میں حدیث بھی وُہ ذکر کی جس میں امر بزیارت مطلق وارد۔ یہ اطلاقات مذہب جمہور اہل حق سے تو بیشک موافق۔ مگر مشربِ طائفہ میں آپ پر لازم تھا کہ بلا سفر کے قید لگا دیتے، ورنہ سائل و دیگر ناظرین اگر اطلاق دیکھ کر زیارتِ مزارات کو جانا مطلق جائز سمجھے تو مانعین کے نزدیک اُن کا یہ وبال اطلاقِ فتوٰی کے ذمّہ رہے گا۔

المقصد الثانی فی الاحادیث

(مقصد دوم احادیث میں)

اگرچہ حیات و ادراک و سماع و ابصار ارواح میں احادیث و آثار اس درجہ کثرت و وفور سے وارد جن کے استیعاب کو ایک مجلد عظیم و دفترِ ضخیم درکار اور خود اُن کے احاطہ و استقصا کی طرف راہ کہاں، مگر یہاں بقدر حاجت صرف ساٹھ حدیثوں پر اقتصار اور مثل مقصد اول اُس میں بھی دو نوع پر انقسامِ گفتار۔

نوع اوّل: بعد موت بقائے رُوح وصفات و افعالِ رُوح میں۔ یہاں وُہ حدیثیں مذکور ہوں جن سے ثابت کہ رُوح فنا نہیں ہوتی اور اس کے افعال و ادراکات جیسے دیکھنا، بولنا، سُننا، سمجھنا، آنا جانا، چلنا پھرنا سب بدستور رہتے ہیں۔ بلکہ اُس کی قوتیں بعد مرگ اور صاف و تیز ہو جاتی ہیں۔ حالتِ حیات میں جو کام ان آلاتِ خاکی یعنی آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان سے لیتے تھے اب بغیر ان کے کرتی ہے۔ اگرچہ جسم مثالی کی یاد آوری سہی۔ ہرچند اس مطلب نفیس کے ثبوت میں وُہ بے شمار احادیث و آثار سب حجۃ کافیہ و دلائل شافیہ جن میں:

(۱) بعد انتقال عقل و ہوش بدستور رہنا۔ (۲) روح کا پس از مرگ آسمانوں پر جانا۔

marfat.com

مخالفت (۷) جب آپ کے نزدیک مانع ادراک حیلولت خاک۔ توجب تک مٹی نہ دی ہو یا جہاں دفن ہے اس طرح کرتے ہوں کہ باہر کی آواز اندر جانے سے روک نہ ہو، جیسے علامہ ابن الحاج مدخل میں اہلِ مصر کا رواج بتاتے ہیں کہ اموات کی قبریں نہیں بناتے بلکہ تہ خانوں میں رکھ آتے ہیں اور اُن کے لیے دروازے ہوتے ہیں کہ جب چاہو اندر جاؤ باہر آؤ۔ وہاں کے لیے حکمِ الٰہی ارشاد ہو۔ اگر ایسی جگہ کوئی یُوں پکارے اور اموات سے دُعا کرنے کو کہے تو قطعاً مشرک یا شائبہ وشبہہ شرک میں گرفتار ہوگا یا نہیں۔ متکلمین طائفہ تو ہرگز نہ مانیں گے آپ اپنے کلام کا لحاظ فرمائیں۔

مخالفت (۸) الحمد ﷲ کہ جناب کا طرزِ کلام اوّل سے آخر تک شاہد عدل کہ آیت کریمہ انک لا تسمع الموتی[1] کو نفی سماع سے کچھ علاقہ نہیں، نہ ہرگز اُس سے یہ مفہوم۔ ورنہ کلام جناب کلام اﷲ کے صریح خلاف ہوگا۔

اوّلاً آیہ کریمہ یقیناً عام، پس اگر اُس سے نفی سماع مستفاد ہو تو قطعاً سلب کُلّی پر دلالت کرے گی۔ پھر آپ ارشادِ ربّانی کے خلاف بعض اموات کے لیے ایجاب کیونکر کہہ سکتے ہیں۔

ثانیاً اس تقدیر پر مفادِ آیت یہ ہوگا کہ نفسِ موت منافی سماع ہے، نہ یہ کہ موتی کو اصل قوت حاصل۔ اور عدمِ ادراک بوجہ حائل۔ پھر آپ کیونکر برخلافِ قرآن حیلولت حجب پر بنائے کار رکھتے ہیں۔

لاجرم واضح ہُوا کہ آیہ کریمہ کے صحیح معنی ذہنِ سامی میں ہیں اور آپ خوب سمجھ چکے ہیں کہ اُس میں نفی سماع کا اصلاً ذکر نہیں کما ھو الحق الناصع (جیسا کہ یہی حق خالص ہے۔ ت) اور عجب نہیں کہ اسی لیے آپ نے آیہ کریمہ کا ذکر نہ فرمایا، ورنہ اس کے ہوتے بیگانہ باتوں کی کیا حاجت ہوتی۔ لہذا فقیر نے بھی اس بحث کو بشرطیکہ مولوی صاحب جواب میں اس کی طرف رجعت فرمائیں جواب الجواب پر محول رکھا۔ واﷲ الموفق۔

مگر ازانجا کہ مقام خالی نہ رہے بتوفیقہ تعالٰی بعض جوابوں کی طرف اشارہ کروں۔ **فاقول** و باﷲ استعین (تو میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے مدد کا طالب ہوں۔ ت)

جواب اوّل آیت کا صریح منطوق نفیِ اسماع ہے، نہ نفیِ سماع۔ پھر اُسے محلِ نزاع سے کیا علاقہ۔ نظیر اُس کی آیہ کریمہ انک لا تھدی من احببت[2] ہے۔ اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا ولکن اﷲ یھدی من یشاء[3] یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے ہے۔ یونہی یہاں بھی ارشاد ہُوا:

---

[1] القرآن ۲۷/ ۸۰

[2] القرآن ۲۸/ ۵۶

[3] القرآن ۲/ ۲۷۲

marfat.com

(۴۳) جو تلاوت قرآن میں مشغول مرے قرآنِ عظیم کا ہر وقت اُن کی دلجوئی فرمانا۔ ہر صبح و شام ان کے اہل وعیال کی خبریں انھیں پہنچانا۔

(۴۴) دُودھ پیتے شہزادے کا انتقال ہُوا، جنّت کی دائیاں مقرر ہونا، مدّتِ رضاعت تمام فرمانا۔

(۴۵) نیکوں کا شوقِ قیامت میں جلدی کرنا۔

(۴۶) بدوں کا نامِ قیامت سے گھبرانا۔

(۴۷) مقتولانِ راہِ خدا کے دل میں دوبارہ قتل کی آرزو ہونا۔

(۴۸) مسلمانوں کا سبز یا سپید پرندوں کے روپ میں جہاں چاہنا اُڑتے پھرنا۔

(۴۹) جنّت کے پھل پانی کھانا پینا۔

(۵۰) سونے کی قندیلوں میں عرش کے نیچے بسیرا لینا۔ اللھم ارزقنا۔

اور ان کے سوا بہت سے امور وارد ہُوئے، جو ان کے علم وادراک وسمع وبصر وکلام سیر وغیرہا صفات و احوالِ حیات پر براہان ساطع، بلکہ تمام آیات واحادیث عذابِ قبر ونعیم قبر اس مدعا پر حجتِ قاطع، جسے ان تمام باتوں پر اطلاع تفصیلی منظور ہو تصانیفِ ائمۂ دین خصوصاً کتاب مستطاب شرح الصدور بکشف حال الموتی والقبور تصنیف لطیف امام اجل خاتمۃ الحفاظ المحققین امام علّامہ جلال الملّۃ والدّین سیوطی قدس سرہ المکین کی طرف رجوع کرے۔ مگر میں اس نوع میں صرف چند حدیثیں ذکر کروں گا جن میں ارواح کا بعدِ انتقال اہلِ دنیا کو دیکھنا، اُن سے باتیں کرنا، اُن کی باتیں سُننا اور اسی قسم کے امورِ متعلقہ بدنیا مذکور ہیں، اور ان میں بھی وقائعِ جزئیہ نہ لکھوں گا کہ کوئی کہے واقعۃ حال لاعموم لہا (ایک واقعہ حال ہے جو عام نہیں ہوتا۔ ت) اگرچہ دقیق النظر کو اُن سے دلیل کی ترتیب اور اتمام تقریب دشوار نہ ہو۔ معہذا پھر اُن میں وُہ کثرت جن کا ایراد موجب اطالت، لہذا صرف اُنھیں بعض امورِ کلیہ کی روایت پر اقتصار چاہتا ہُوں، جو ایک عام طور پر حال ارواح میں وارد ہوئے۔

میرے لیے ان احادیثِ نوعِ اول میں دو۲ غرضیں ہیں:

اوّلاً جب بعد فراق بدن اُن کا علم وادراک وسمع و بصر ثابت ہُوا تو یہ بعینہٖ مسئلہ مقصودہ کا ثبوت ہے کہ اُسی وقت سے نام میّت اُن پر صادق ہوتا ہے۔ قبر میں بند ہونے نہ ہونے کو اس میں دخل نہیں، تو عام منکرین پر حجّت ہوں گے۔

ثانیاً جب اُن سے ثابت ہوگا کہ رُوح بعد موت اپنے صفات وافعال پر باقی۔ اور اُن آلاتِ جسمانیہ سے مستغنی، تو اس وقت خاص مولوی صاحب کے مقابل یُوں گزارش ہو سکتی ہے کہ جس پر حجاب مٹّی وغیرہ کے حائل وحجاب دیکھ رہے ہیں وہ جسم خاکی ہے نہ کہ رُوح پاک، اور سمع و بصر وعلم وخبر جس کے اوصاف ہیں وہ جان پاک ہے نہ کہ یہ تودہ خاک۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث (۱) امام اجل عبداللہ بن مبارک وابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ[عہ] بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما

عہ صحابی ابن صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہما ۱۲ منہ (م)

marfat.com

وآیت النفی معناها سماع ھدی لا یقبلون ولا یصغون للادب[1]

اور آیتِ نفی کا معنی سماعِ ہدایت ہے یعنی وہ قبول نہیں کرتے اور ادب کی بات پر کان نہیں دھرتے۔ (ت)

امام ابوالبرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیرِ آیۂ سورۂ فاطر فرمایا:

شبہ الکفار بالموتی حیث لاینتفعون بمسموعھم[2]

کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی اس لحاظ سے کہ وُہ جو سُنتے ہیں اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ (ت)

مولانا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

النفی منصب علی نفی النفع لاعلی مطلق السمع[3]

مطلق سننے کی نفی نہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ ان کا سُننا نفع بخش نہیں ہوتا۔ (ت)

جواب سوم مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے، مَوتیٰ سے، مَوتیٰ کون ہیں؟ ابدان، کہ رُوح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ اہلِ سنّت وجماعت کا یہی مذہب ہے، جس کی تصریحات لعونہٖ تعالیٰ تمہید وفصل اول ودوم، نوع اول مقصد سوم میں آئیں گی۔ ہاں کس سے نفی فرمائی؟ من فی القبور سے۔ یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں کون ہے؟ جسم، کہ رُوحیں تو علیّین یا جنّت یا آسمان یا چاہِ زمزم وغیرہا مقاماتِ عز واکرام میں ہیں، جس طرح ارواحِ کفار سجّین یا نار یا چاہِ وادیِ برہُوت وغیرہا مقاماتِ ذلّت وآلام میں۔ امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

لاندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی وھو الروح[4]

ہم یہ دعوٰی نہیں کرتے کہ جو موت سے متصف ہے وہی سننے سے بھی متصف ہے، مرنے کے بعد سننا ایک ذی حیات کا کام ہے جو رُوح ہے۔ (ت)

شاہ عبدالقادر صاحب برادرِ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں زیرِ کریمۂ وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں: حدیث میں آیا ہے کہ "مُردوں سے سلام علیک کرو وُہ سنتے ہیں، بہت جگہ مُردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مُردے کی رُوح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وُہ نہیں سُن سکتا ہے[5]"

---

[1] السیرۃ الحلبیۃ	باب غزوۃ الکبرٰی	المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت	۲/۱۸۲
[2] تفسیر مدارک التنزیل	تحت سورہ ۳۵ آیت ۲۲	دارالکتاب العربیۃ بیروت	۳/۳۳۹
[3] مرقاۃ المصابیح	باب حکم الاسراء	مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	۷/۵۱۹
[4] شفاء السقام	الباب التاسع الفصل الخامس	نوریہ رضویہ سکھر	ص ۲۵۹
[5] موضح القرآن	تحت سورہ ۳۵ آیت ۲۲	ناشرانِ قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور	ص ۶۹۴

marfat.com

اسی لیے علماء فرماتے ہیں دُنیا کو برزخ سے وہی نسبت ہے جو رحمِ مادر کو دنیا سے۔ پھر برزخ کو آخرت سے یہی نسبت ہے جو دنیا کو برزخ سے۔ اب اس سے برزخ و دنیا کے علوم و ادراکات میں فرق سمجھ لیجئے۔ وہی نسبت چاہیئے جو علم جنین کو علم اہلِ دنیا سے، واقعی رُوح طائر ہے اور بدن قفس، اور علم پرواز، پنجرے میں پرندکی پَرفشانی، کتنی؟ ہاں، جب کھڑکی سے باہر آیا اُس وقت اُس کی جولانیاں قابلِ دید ہیں۔

حدیث (۳) صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا وضعت الجنازۃ واحتملها الرجال علٰی اعناقهم فان کانت صالحۃ قالت قدمونی وان کانت غیر صالحۃ قالت لاهلها یا ویلها این تذهبون بها یسمع صوتها کل شیئ الا الانسان ولو سمع الانسان لصعق۔[1]

جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اُسے اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں، اگر نیک ہوتا ہے کہتا ہے مجھے آگے بڑھاؤ۔ اور اگر بد ہوتا ہے کہتا ہے ہائے خرابی اُس کی کہاں لیے جاتے ہو۔ ہر شے اس کی آواز سنتی ہے مگر آدمی کہ وہ سُنے تو بیہوش ہو جائے۔ (ت)

اقول اگرچہ اہلسنّت کا مسلک ہے کہ نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول ہوں گے، جب تک کہ اس میں محذور نہ ہو۔ لہذا ہم اس کلامِ جنازہ کو یوں بھی کلامِ حقیقی پر محمول کرتے۔ مگر بحمداللہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان پچھلے لفظوں سے نص کو مفسر فرمادیا کہ ہر شے اُس کی آواز سنتی ہے اب کسی طرح مجالِ تاویل و تشکیک باقی نہ رہی، وللہ الحمد!

حدیث (۴) ابوداؤد طیالسی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً روایت کیا: اذا وضع المیّت علٰی سریرہ۔[2] الحدیث مانند حدیث ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حدیث ۵: امام احمد و ابن ابی الدنیا و طبرانی و مروزی و ابن مندہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان المیت یعرف من یغسله ویحمله ومن یکفنه ومن یدلیه فی حفرته۔[3]

بیشک مُردہ پہچانتا ہے اُسے جو اُس کو غسل دے اور جو اٹھائے اور جو کفن پہنائے اور جو قبر میں اتارے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب قول المیت وهو علی الجنازۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۶

[2] مسند ابی داؤد الطیالسی حدیث ۲۳۳۶ دارالفکر بیروت ص ۳۰۷

[3] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید خدری " " ۳/۳

marfat.com

(۳) اپنے رب کے حضور سجدے میں گرنا۔

(۴) فرشتوں کو دیکھنا۔

(۵) اُن کی باتیں سُننا۔

(۶) اُن سے باتیں کرنا۔

(۷) اپنے منازلِ جنّت کا پیشِ نظر رہنا۔

(۸) نیک ہمسایوں سے نفع پانا۔

(۹) بدہمسایوں سے ایذا اٹھانا۔

(۱۰) ملائکہ کا اُن کے پاس تحفے لانا۔

(۱۱) اُن کی مزاج پُرسی کو آنا۔

(۱۲) اُن کا منتظرِ صدقات رہنا۔

(۱۳) قبر کا اُن سے بزبانِ فصیح باتیں کرنا

(۱۴) اُن کے منتہائے نظر تک وسیع ہونا۔

(۱۵) زندوں کے اعمال اُنھیں سنائے جانا۔

(۱۶) نیکیوں پر خوش ہونا، بُرائیوں پر غم کرنا۔

(۱۷) پسماندوں کے لیے دُعائیں مانگنا۔

(۱۸) اُن کے ملنے کا مشتاق رہنا۔

(۱۹) رُوحوں کا باہم ملنا جلنا۔

(۲۰) ہر گُونہ کلام کے دفتر کُھلنا۔

(۲۱) منزلوں کی فصل سے آپس کی ملاقات کو جانا۔

(۲۲) اگلے اموات کا مُردۂ نَو کے استقبال کو آنا۔

(۲۳) اس کا گزرے قریبوں کو دیکھ کر پہچاننا' ان سے مل کر شاد ہونا۔

(۲۴) اُن کا اس سے باقی عزیزوں دوستوں کے حال پُوچھنا۔

(۲۵) آپس میں خوبیِ کفن سے مفاخرت کرنا۔

(۲۶) بُرے کفن والے کا ہم چشموں میں شرمانا۔

۲۷ اپنے اعمالِ حسنہ یا سیّئہ کو دیکھنا۔

(۲۸) اُن کی صحبت سے اُنس و فرحت یا معاذ اللہ خوف و وحشت پانا۔

(۲۹) عالمِ دین کا علمِ شریعت۔

(۳۰) اہلسنت کا مذہب سنّت۔

(۳۱) مسلمان کے دل خوش کرنے والے کا اس سرور و فرحت سے صحبتِ دلکشا رکھنا۔

(۳۲) تالیِ قرآن کا قرآن عظیم کی پاکیزہ طلعت سے صحبتِ دلکشا رکھنا۔

(۳۳) دشمنانِ عثمان کا اپنی قبروں میں عیاذاً باللہ دجال پر ایمان لانا۔

(۳۴) نیک بندوں کا خدمتِ اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و عباد اللہ الصالحین میں حاضر ہونا۔

(۳۵) اپنی قبور میں نمازیں پڑھنا۔

(۳۶) حج کرنا لبیک کہنا۔

(۳۷) تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا۔

(۳۸) بلکہ ملائکہ کا اُنھیں تمام و کمال قرآن عظیم حفظ کرانا۔

(۳۹) اپنے رب جل جلالہٗ سے باتیں کرنا۔

(۴۰) رب تبارک و تعالیٰ کا اُن سے کلام جانفزا فرمانا

(۴۱) بیل اور مچھلی کا لڑتے ہوئے اُن کے سامنے آنا تماشا دیکھ کر جی بہلانا۔

(۴۲) جنّت کی نہروں میں غوطے لگانا۔

marfat.com

اللہ تعالیٰ جسدا کاحسن جسد ثم یقال لروحہ ادخل فیہ فینظر الیٰ جسدہ الاول مایفعل بہ ویتکلم فیظن انھم یسمعون کلامہ وینظر الیھم فیظن انھم یرونہ حتی یاتیہ ازواجہ یعنی من الحور العین فیذھبن بہ[1]۔

یعنی اجسامِ مثالیہ سے اُترتا ہے اور اس کی رُوح کو کہتے ہیں اس میں داخل ہو، پس وُہ اپنے پہلے بدن کو دیکھتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور کلام کرتا ہے اور اپنے ذہن میں سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی باتیں سُن رہے ہیں، اور آپ جو انھیں دیکھتا ہے تو یہ گمان کرتا ہے کہ لوگ بھی اُسے دیکھ رہے ہیں یہاں تک کہ حُورِعین میں سے اُس کی بیبیاں آکر اُسے لے جاتی ہیں (ت)

حدیث (۹) ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب سے راوی:

ان سلمان الفارسی وعبد اللہ بن سلام التقیا فقال احدھما لصاحبہ ان لقیت ربك قبلی فاخبرنی ماذا لقیت، فقال او تلقی الاحیاء الاموات، قال نعم اما المومنون فان ارواحہ فی الجنۃ وھی تذھب حیث شاءت[2]۔

سلمان فارسی وعبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہما ملے، ایک صاحب نے دوسرے سے فرمایا: اگر آپ مجھ سے پہلے انتقال کریں تو مجھے خبر دیں کہ وہاں کیا پیش آیا۔ دُوسرے صاحب نے پُوچھا کہ کیا زندے اور مُردے بھی آپس میں ملتے ہیں؟ فرمایا: ہاں مسلمانوں کی رُوحیں تو جنّت میں ہوتی ہیں اور اُنھیں اختیار رہتا ہے جہاں چاہے جائیں۔

مغیرہ بن عبدالرحمان کی روایت میں تصریح آئی کہ یہ ارشاد فرمانے والے حضرت سلمان[ع] فارسی تھے رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ سعید بن منصور اپنے سُنن اور ابن جریر طبری کتاب الادب میں اُن سے راوی:

قال لقی سلمان الفارسی عبد اللہ بن سلام فقال لہ ان مت قبلی فاخبرنی بما تلقی، وان مت قبلك اخبرتك الحدیث[3]۔

یعنی سلمان فارسی نے عبداللہ بن سلام سے فرمایا: اگر تم مجھ سے پہلے مرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا اور اگر میں تم سے پہلے مروں گا تو میں تمھیں خبر دونگا۔

ع صحابی عظیم الشان جلیل القدر صحابی اُن چاروں میں سے جن کی طرف جنت مشتاق ہے ۱۲ منہ سلمہ (م)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۰۳

[2] شعب الایمان حدیث ۱۳۵۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۲۱

[3] شرح الصدور بحوالہ کتاب الادب لابن جریر خلافت اکیڈمی سوات ص ۹۸

marfat.com

سے موقوف اور امام اجل احمد بن حنبل اپنی مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسندِ صحیح حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی:

والموقوف ابسط لفظا واتم معنی وانت تعلم انه فی الباب کمثل المرفوع وھذا لفظ امام ابن المبارک قال ان الدنیا جنة الکافر وسجن المؤمن وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسه کمثل رجل کان فی سجن فاخرج منه فجعل یتقلب فی الارض ویتفسح فیھا[1]۔ ولفظ ابی بکر ھکذا الدنیا سجن المومن وجنة الکافر فاذامات المومن یخلی سربه یسرح حیث شاء[2]۔

(اور حدیث موقوف لفظاً زیادہ مبسوط اور معناً زیادہ تام ہے۔ اور معلوم ہے کہ اس باب میں موقوف بھی مرفوع کا حکم رکھتی ہے۔ اور یہ روایتِ امام ابن مبارک کے الفاظ ہیں۔ت) بیشک دنیا کافر کی جنّت اور مسلمان کی زندان ہے، اور ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کوئی قیدخانہ میں تھا اب اُس سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتا اور با فراغت چلتا پھرتا ہے۔ (اور روایتِ ابوبکر کے الفاظ یہ ہیں:۔ت) دنیا مسلمان کا قیدخانہ اور کافر کی بہشت ہے، جب مسلمان مرتا ہے اسکی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے۔

حدیث (۲) سیّدی محمد علی ترمذی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ماشبھت خروج المومن من الدنیا الامثل خروج الصبی من بطن امه من ذلك الغم والظلمة الی روح الدنیا[3]۔

یعنی دُنیا سے مسلمان کا جانا ایسا ہے جیسے بچّے کا ماں کے پیٹ سے نکلنا اس دم گُھٹنے اور اندھیری کی جگہ سے اس فضائے وسیع دنیا میں آنا۔

عہ فائدہ: اسی کے مؤیّد دو حدیثیں اور ہیں مرسل سلیم بن عامر وعمرو بن دینار سے اخرجھما ابن ابی الدنیا (ابن ابی الدنیا نے ان دونوں کو روایت کیا ہے۔ت) (م)

---

[1] کتاب الزہد لابن مبارک حدیث ۵۹۷ دارالکتب العلمیة بیروت ص ۲۱۱

[2] المصنف لابن ابی شیبة حدیث ۱۶۵۷۱ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۳/ ۳۵۵

[3] نوادر الاصول الاصل الثالث والخمسون فی ان الکبائر لاتجامع دار صادر بیروت ص ۷۵

marfat.com

حدیث (۱۳) وہی عمرو بن دینار[ع۱] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی:

مامن میّت یموت الّا وھو یعلم مایکون فی اھلہ بعدہ وانھم یغسلونہ ویکفنونہ وانہ لینظر الیھم[۱]

ہر مُردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اُس کے گھر والوں میں کیا ہو رہا ہے، لوگ اُسے نہلاتے ہیں کفناتے ہیں اور وُہ انھیں دیکھتا جاتا ہے۔

حدیث (۱۴) ابونعیم اُنھیں سے راوی:

مامن میت یموت الا روحہ فی ید ملک ینظر الی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی بہ ویقال لہ وھو علیٰ سریرہ اسمع ثناء الناس علیک[۲]

ہر مُردے کی رُوح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی جاتی ہے کیونکر غسل دیتے ہیں، کس طرح کفن پہناتے ہیں، کیسے لے کر چلتے ہیں اور وُہ جنازے پر ہوتا ہے کہ فرشتہ اُس سے کہتا ہے سُن تیرے حق میں بھلا یا بُرا کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۵) امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا کہ امام ابنِ ماجہ صاحبِ سُنن کے اُستاذ ہیں۔ امام اجل بکر بن عبداللہ[ع۲] مزنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی کہ اُنھوں نے فرمایا:

بلغنی انہ مامن میّت یموت الا وروحہ فی ید ملک الموت فھم یغسلونہ ویکفنونہ وھو یری مایصنع اھلہ فلم یقدر علی الکلام لینھاھم عن الرنۃ والعویل[۳]

مجھے حدیث پہنچی کہ جو شخص مرتا ہے اُس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لوگ اسے غسل وکفن دیتے ہیں اور وُہ دیکھتا ہے کہ اُس کے گھر والے کیا کرتے ہیں، وُہ ان سے بول نہیں سکتا کہ اُنھیں شور و فریاد سے منع کرے۔

اقول اس نہ بولنے کی تحقیق زیرِ حدیث ۳۵ مذکور ہوگی اِن شاء اللہ تعالےٰ۔

ع۱ یہ بھی تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں علماءِ مکہ معظمہ و رجالِ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

ع۲ تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں رواۃِ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ سلمہ ربہ (م)

---

[۱] شرح الصدور بحوالہ عمرو بن دینار باب معرفۃ المیت خلافت اکیڈمی سوات ص ۳۹

[۲] حلیۃ الاولیاء مترجم نمبر ۲۴۶ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۳۴۹

[۳] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب معرفۃ المیت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰-۳۹

marfat.com

حدیث (۶) ابوالحسن بن البراء کتاب الروضہ میں بسندِ خود عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن میت یموت الا وھو یعرف غاسلہ ویناشد حاملہ ان کان بُشّر بروح وریحان وجنۃ نعیم ان یعجلہ وان کان بشر بنزل من حمیم وتصلیۃ جحیم ان یحبسہ[1]

ہر مُردہ اپنے نہلانے والے کو پہچانتا اور اٹھانے والے کو قسمیں دیتا ہے اگر اُسے آسائش اور پھولوں اور آرام کے باغ کا مژدہ ملا، تو قسم دیتا ہے مجھے جلد لے چل، اور اگر آبِ گرم کی مہمانی اور بھڑکتی آگ میں جانے کی خبر ملتی ہے قسم دیتا ہے مجھے روک رکھ۔

حدیث (۷) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن میت یوضع علی سریرہ فیخطی بہ ثلث خطوات الا تکلم بکلام یسمعہ من شاء اللہ الا الثقلین الجن والانس یقول یا اخوتاہ ویا حملۃ نعشاہ لا تغرنکم الدنیا کما غرتنی ولا یلعبن بکم الزمان کما لعب بی خلفت ماترکت لورثتی والدیان یوم القیمۃ یخاصمنی ویحاسبنی وانتم تشیعونی وتدعونی[2]

جب مُردے کو جنازہ پر رکھ کر تین قدم لے چلتے ہیں ایک کلام کرتا ہے جسے سب سنتے ہیں، جنھیں خدا چاہے سوا جن وانس کے۔ کہتا ہے اے بھائیو! اے نعش اٹھانے والو! تمھیں دنیا فریب نہ دے جیسا مجھے دیا اور تم سے نہ کھیلے جیسا مجھ سے کھیلی، اپنا ترکہ تو میں وارثوں کے لیے چھوڑ چلا اور بدلہ دینے والا قیامت میں مجھ سے جھگڑے گا اور حساب لے گا، تم میرے ساتھ چل رہے اور اکیلا چھوڑ آؤ گے۔

حدیث (۸) ابن مندہ راوی، حیّان[ع] بن ابی جبلہ نے فرمایا:

بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان الشھید اذا استشھد انزل

مجھے حدیث پہنچی کہ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: شہید کے لیے ایک جسم نہایت خوبصورت

ع یہ تابعی ثقہ ہیں رجال بخاری سے، کتاب الادب المفرد میں ۱۲ منہ (م)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ کتاب الروضۃ باب معرفۃ المیت من یغسلہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۳۹

[2] کتاب القبور لابن ابی الدنیا " " " " " " " " " ص ۴۰

الی المقابر[1]

سے مُردہ خوش ہوتا ہے۔

جعلنا اللہ بمنہ وکرمہ من المسرورین المستبشرین برحمتہ المسریحین بالموت بجودہ وسابغ نعمتہ اٰمین بجاہ النبی الکریم الرؤف الرحیم علیہ وآلہ وصحبہ و اولیاء اُمتہ افضل الصّلوٰۃ والتسلیم۔

اللہ اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے جو اس کی رحمت سے شاداں وفرحاں ہوتے، اس کے وجود وانعام کامل کے سبب موت سے راحت پاتے ہیں۔ الٰہی! قبول فرما نبی کریم رؤف ورحیم کی وجاہت کے صدقے۔ ان پر ان کی آل واصحاب اور ان کی اُمت کے اولیاء پر بہترین درود وسلام ہو۔

نوعِ دوم: احادیث سمع وادراکِ اہلِ قبور میں، اور اس میں چند فصلیں ہیں:

فصل اوّل اصحابِ قبور سے حیا کرتے ہیں۔

حدیث (۲۰) اُم المؤمنین صدّیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد جو مشکوٰۃ شریف میں بروایت امام احمد منقول اور اُسے حاکم نے بھی صحیح مستدرک میں روایت کیا اور بشرطِ بخاری ومسلم صحیح کہا کہ فرماتیں:

كنت ادخل بيت الذی فيه رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما هو زوجی وابی فلما دفن عمر معهما فواللہ ما دخلته الا وانا مشدودة علیّ ثيابی حياء من عمر[2]۔

میں اس مکان جنّت آستان میں جہاں حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا مزار پاک ہے یونہی بے لحاظ ستر وحجاب چلی جاتی اور جی میں کہتی وہاں کون ہے، یہی میرے شوہر یا میرے باپ صلی اللہ تعالےٰ علیٰ زوجہا ثم ابیہا ثم علیہما وبارک وسلم۔ جب سے عمر دفن ہوئے خدا کی قسم میں بغیر سراپا بدن چھپائے نہ گئی عمر سے شرم کے باعث، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

فرمائیے اگر اربابِ مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا تو اس شرم کے کیا معنی تھے؟ اور دفنِ فاروق سے پہلے اُس لفظ کا کیا منشاء تھا کہ مکان میں میرے شوہر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سوا میرے باپ ہی تو ہیں غیر کون ہے!

عــہ اس نوع کی بعض احادیث بوجہ مناسبت نوعِ دوم میں مذکور ہوئیں، واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (م)

[1] شرح الصدور عن بکر المزنی باب معرفۃ المیت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰
[2] مشکوٰۃ المصابیح زیارۃ القبور فصل ثالث مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۵۴
مستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ دار الفکر بیروت ۴/ ۷

حدیث (۱۰) ابن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم اپنے مصنف میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[ع۱] سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

لایقبض المومن حتی یری البشری فاذا قبض نادی فلیس فی الدار دابة صغیرة ولا کبیرة الا وھی تسمع صوته الا الثقلین الجن والانس تعجلوا بی الی ارحم الراحمین فاذا وضع علی سریرہ قال ما ابطاء ما تمشون[۱] الحدیث۔

مسلمانوں کی روح نہیں نکلتی جب تک بشارت نہ دیکھ لے۔ پھر جب نکل چکتی ہے تو ایسی آواز میں جسے انس و جن کے سوا گھر کا ہر چھوٹا بڑا جانور سنتا ہے، ندا کرتی ہے مجھے لے چلو ارحم الراحمین کی طرف۔ پھر جب جنازے پر رکھتے ہیں کہتی ہے کتنی دیر لگا رہے ہو چلنے میں۔ الحدیث۔

حدیث (۱۱) امام احمد کتاب الزہد میں ام الدرداء[ع۲] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ فرماتیں:

ان المیت اذا وضع علی سریرہ فانه ینادی یا اھلاہ ویا جیراناہ ویا حملة سریراہ لا تغرنکم الدنیا کما غرتنی[۲] الحدیث۔

بیشک مُردہ جب چارپائی پر رکھا جاتا ہے پکارتا ہے اے گھر والو، اے ہمسایو، اے جنازہ اٹھانے والو! دیکھو دنیا تمھیں دھوکا نہ دے جیسا مجھے دیا۔

حدیث (۱۲) ابن ابی الدنیا امام مجاہد[ع۳] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی:

اذا مات المیت فملك قابض نفسه فما من شیٔ الا وھو یراہ عند غسله وعند حمله حتی یوصله الی قبرہ[۳]۔

جب مُردہ مرتا ہے ایک فرشتہ اُس کی رُوح ہاتھ میں لیے رہتا ہے، نہلاتے اٹھاتے وقت جو کچھ ہوتا ہے وہ سب دیکھا جاتا ہے یہاں تک کہ فرشتہ اُسے قبر تک پہنچا دیتا ہے۔

ع۱ صحابی، جلیل القدر رفیع الذکر ہیں جن کی عام شہرت ان کی تعریف سے مغنی ۱۲ منہ (م)

ع۲ یہ دو خاتونوں کی کنیت ہے دونوں حضرت ابو درداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیبیاں ہیں، پہلی کبریٰ کہ صحابیہ ہیں خیرہ نام، دوسری صغریٰ تابعیہ ثقہ فقیہ مجتہدہ رواۃ صحاح ستہ سے ہجیمہ نام رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۱۲ منہ (م)

ع۳ تابعی جلیل الشان امام مجتہد مفسر ثقہ علماء مکہ معظمہ و اجلہ تلامذہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سب صحاح میں ان سے روایت ہے ۱۲ منہ (م)

۱؎ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الزہد کلام ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۳/ ۳۴۸

۲؎ شرح الصدور بحوالہ کتاب الزہد لاحمد باب معرفۃ المیت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

۳؎ 〃 〃 〃 ابن ابی الدنیا 〃 〃 〃 〃 ۳۹

بلہ یرسل ربی[1] یہاں تک کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسولوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

فصل سوم احیاء کی بے اعتدالی سے اموات کے ایذا پانے میں ــــ ظاہر ہے کہ افعال و احوال احیاء پر انھیں اطلاع نہیں تو ایذا پانی محض بے معنی۔

حدیث (۲۵) امام احمد بسندِ حسن عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا: لاتؤذ صاحب ھذا القبر یعنی اس قبر والے کو ایذا نہ دے۔ یا فرمایا: لاتؤذہ[2] اسے تکلیف نہ پہنچا۔

حاکم و طبرانی کی روایت میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، فرمایا: یاصاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک[3] (او قبر والے! قبر سے اُتر آ، نہ تو صاحبِ قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے)

مقصد سوم میں اس حدیث کی شرح امام اجل حکیم ترمذی سے منقول ہوگی۔

روایت مناسبہ ابن ابی الدنیا ابوقلابہ[ع۱] بصری سے راوی:

میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا، رات کو خندق میں اُترا، وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سر رکھ کے سوگیا۔ جب جاگا تو صاحبِ قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے: لقد اذیتنی منذ اللیلۃ اے شخص! تو نے مجھے رات بھر ایذا دی۔

روایت دوم امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابوعثمان[ع۲] نہدی سے وہ ابن مینا تابعی سے راوی:

میں مقبرے میں گیا، دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا، خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے: قم فقد اذیتنی اٹھ کہ تو نے مجھے اذیت دی۔ پھر کہا کہ تم عمل کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے

ع۱ تابعی، ثقہ، فاضل، رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

ع۲ اجلہ اکابر تابعین سے ہیں۔ زمانہ رسالت پائے ہوئے ثقہ ثبت عمائد رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

---

[1] صحیح مسلم باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۶

[2] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد کتاب الجنائز باب دفن المیت مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۴۹

[3] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی الکبیر باب البناء علی القبور الخ دارالکتاب بیروت ۳/۶۱

marfat.com

حدیث (۱۶) یہی امام سفیان[ع۱] علیہ رحمۃ المنان سے راوی:

ان المیت لیعرف کل شیٔ حتی انہ لینا شد غاسلہ باللہ الا خففت علی قال و یقال لہ وھو علی سریرہ اسمع ثناء الناس علیک[۱]۔

بیشک مُردہ ہر چیز کو پہچانتا ہے یہاں تک کہ اپنے نہلانے والے کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ آسانی سے نہلانا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اُس سے جنازے پہ کہا جاتا ہے کہ سُن لوگ تیرے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۷) یہی عبدالرحمٰن بن ابی لیلی[ع۲] علیہ رحمۃ اللہ وسبحانہٗ وتعالیٰ سے راوی:

الروح بید ملک یمشی بہ مع الجنازۃ یقول لہ اسمع ما یقال لک[۲] الحدیث۔

رُوح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اسے جنازہ کے ساتھ لے کر چلتا اور اُس سے کہتا ہے سُن تیرے حق میں کیا کہا جاتا ہے۔

حدیث (۱۸) یہی ابن ابی نجیح[ع۳] سے راوی:

ما من میت یموت الا و روحہ فی ید ملک ینظر الی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی بہ الی قبرہ[۳] الحدیث۔

جو مُردہ مرتا ہے اس کی روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی ہے کیونکر نہلایا جاتا ہے، کیونکر کفن پہنایا جاتا ہے، کیونکر قبر کی طرف لے کر چلتے ہیں۔

حدیث (۱۹) یہی ابو عبداللہ بکر مزنی[ع۴] رحمۃ اللہ علیہ سے راوی:

حدثت ان المیت لیستبشر بتعجیلہ

مجھ سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ دفن میں جلدی کرنے

ع۱ تبع تابعین ومجتہدانِ کوفہ و رجالِ صحاح ستّہ سے ہیں۔ امام ثقہ حجت محدّث مجتہد عارف باللہ ۱۲ منہ (م)

ع۲ یہ تابعی عظیم القدر جلیل الشان میں رجال صحاح ستّہ سے ۱۲ منہ (م)

ع۳ تبع تابعین وعلمائے مکّہ و رواۃِ صحاح ستّہ سے ۱۲ منہ (م)

ع۴ تابعی جلیل القدر کما مر ۱۲ منہ (م)

---

۱ شرح الصدور ، عن سفیان باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

۲ " بحوالہ ابن ابی الدنیا " " " " " " ص ۴۰

۳ " عن ابن نجیح " " " " " " "

حدیث (۲۸) امام احمد ابوالربیع سے راوی:

کنت مع ابن عمر فی جنازة فسمع صوت انسان یصیح فبعث الیہ فاسکتہ فقلت لہ اسکتہ یا اباعبدالرحمٰن قال انہ یتاذی بہ المیت حتی یدخل فی قبرہ [1]

میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں تھا کسی کے چلّانے کی آواز سنی، آدمی بھیج کر اُسے خاموش کرادیا۔ میں نے عرض کی: اے ابوعبدالرحمٰن! آپ نے اُسے کیوں چپایا، فرمایا: اس سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے یہاں تک کہ قبر میں جائے۔

حدیث (۲۹) امام سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

انہ رأی نسوة فی جنازة فقال ارجعن مازورات غیر ماجورات انکن لتفتن الاحیاء و تؤذین الاموات [2]

یعنی اُنھوں نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں اور ارشاد فرمایا پلٹ جاؤ گناہ سے بوجھل ثواب سے اوجھل۔ تم زندوں کو فتنے میں ڈالتی اور مُردوں کو اذیت دیتی ہو۔

تنبیہ: سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حدیث صحیح مشہور میں فرمایا: المیت یعذب ببکاء الحی علیہ [3] زندوں کے رونے سے مُردے پر عذاب ہوتا ہے، جسے امام احمد و شیخین نے عمر فاروق و عبداللہ بن عمر و مغیرہ بن شعبہ، اور ابویعلی نے ابوبکر صدیق و ابوہریرہ، اور ابن حبان نے انس بن مالک و عمران بن حصین اور طبرانی نے سمرہ بن جندب سے روایت کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ایک جماعت ائمہ کے نزدیک اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ زندوں کے چلّانے سے مُردوں کو صدمہ ہوتا ہے۔ امام اجل سیوطی نے شرح الصدور میں اس معنی کو ایک حدیث مرفوع سے مؤید کرکے فرمایا امام ابن جریر کا یہی قول ہے اور اسی کو ایک گروہ ائمہ نے اختیار فرمایا، پھر اس کی تائید میں یہ دو حدیثیں ابن مسعود و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کہ ہم نے بیان کیں، ذکر فرمائیں۔ اس تقدیر پر ارشاد اقدس المیت یعذب الحدیث کی آٹھوں روایتیں بھی یہاں شمار کے قابل تھیں مگر از انجا کہ علماء کو اس کے معنی میں بہت اختلاف ہے۔ نہ ہمارا قصد حصر واستیعاب۔ لہٰذا انھیں معدود نہ کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حدیث (۳۰) ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ

مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہے جیسے زندگی میں

---

[1] مسند احمد بن حنبل　مرویات عبداللہ بن عبدالرحمان　دارالفکر بیروت　۲/ ۱۳۵

[2] سنن سعید بن منصور

[3] صحیح مسلم　کتاب الجنائز　قدیمی کتب خانہ کراچی　۱/ ۳۰۲

marfat.com

حدیث (۲۱) ابن ابی شیبہ وحاکم حضرت عقبہ بن عامر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ماابالی فی القبور قضیت حاجتی ام فی السوق والناس ینظرون[۱] — یعنی میں ایک سا جانتا ہوں کہ قبرستان میں قضائے حاجت کو بیٹھوں یا بیچ بازار میں کہ لوگ دیکھتے جائیں۔

مقصد ثالث میں اس کے مناسب سلیم بن عمیر سے مذکور ہوگا کہ شرم اموات کے باعث مقابر میں پیشاب نہ کیا حالانکہ سخت حاجت تھی۔

فصل دوم احیاء کے آنے، پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مُردوں کے جی بہلنے میں —— ظاہر ہے کہ اگر دیکھتے، سنتے، سمجھتے نہیں توان امور سے جی بہلنا کیسا!

حدیث (۲۲) شفاء السقام امام سبکی وارلعین طائیہ پھر شرح الصدور میں ہے سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی:

اٰنس مایکون المیت فی قبرہ اذا زارہ من کان یحبہ فی دارالدنیا[۲] — قبر میں مُردے کا زیادہ جی بہلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اس کا کوئی پیارا زیارت کو آتا ہے۔

حدیث (۲۳) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبدالحق کتاب العاقبہ میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، حضور پُرنور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن رجل یزور قبراخیہ ویجلس عندہ الّا استأنس وردعلیہ حتی یقوم[۳] — جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارتِ قبر کو جاتا اور وہاں بیٹھتا ہے میّت کا دل اُس سے بہلتا ہے اور جب تک وہاں سے اُٹھے مُردہ اس کا جواب دیتا ہے۔

حدیث (۲۴) صحیح مسلم شریف میں ہے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ وُہ بھی صحابی ہیں نزع میں فرمایا:

اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدرما تنحر جزور ویقسم لحمہا حتی استانس بکم وانظر ماذا اراجع — جب مجھے دفن کر چکو مجھ پر تھم تھم کر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو

---

[۱] مصنف ابن ابی شیبہ — کتاب الجنائز — ادارۃ القرآن کراچی — ۳/۳۳۹
[۲] شرح الصدور بحوالہ ارلعین طائیہ — باب زیارت القبور — خلافت اکیڈمی سوات — ص ۸۵
[۳] " " بحوالہ کتاب القبور ابن ابی الدنیا — " " " " — ص ۸۴

marfat.com

فصل چہارم میں وُہ احادیث جن میں صراحۃً وارد کہ مُردے اپنے زائرین کو پہچانتے اور اُن کا سلام سُنتے اور انھیں جواب دیتے ہیں۔

حدیث (۳۳) امام ابوعمر ابن عبدالبر کتاب الاستذکار و التمہید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن احدیمر بقبر اخیہ المؤمن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الاعرفہ ورد علیہ السلام[1]۔

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا اور اسے سلام کرتا ہے اگر وُہ اسے دنیا میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا اور جوابِ سلام دیتا ہے۔

امام ابومحمد عبدالحق کہ اجلّہ علمائے حدیث سے ہیں اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں[2]، ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور والفاضل الزرقانی فی شرح المواھب (اسے امام سیوطی نے شرح الصدور میں اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں ذکر کیا۔ ت) اسی طرح امام ابوعمرو سیّد علامہ سمہودی نے اس کی تصحیح فرمائی، ذکرہ الشیخ المحقق فی جامع البرکات وجذب القلوب (اسے شیخ محقق نے جامع البرکات اور جذب القلوب میں ذکر فرمایا ہے۔ ت) امام سبکی شفاء السقام میں یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں:

ذکرہ جماعۃ وقال القرطبی فی التذکرۃ ان عبدالحق صححہ ورویناہ فی الخلعیات من حدیث ابی ھریرۃ ایضا[3] انتھی۔

اسے ایک جماعت نے ذکر کیا اور امام قرطبی نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ امام عبدالحق نے اسے صحیح کہا اور خلعیات میں اسے ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت سے بھی بیان کیا ہے انتہی (ت)

قلت وستسمع ذلک (میں نے کہا: وُہ حدیث آگے سُنو گے)

حدیث (۳۴) ابن ابی الدنیا و بیہقی و صابونی و ابن عساکر و خطیب بغدادی وغیرہم محدثین ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا مر الرجل بقبر یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفہ

جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی اور اُسے سلام کرتا ہے میّت جواب سلام دیتا

---

[1] شرح الصدور بحوالہ التمہید لابن عبدالبر باب زیارت القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۴

[2] " " " " " " "

[3] شفاء السقام الباب الخامس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۸۸

marfat.com

خدا کی قسم اگر تیری طرح دو رکعتیں میں بھی پڑھ سکتا مجھے تمام دُنیا سے زیادہ عزیز ہوتا۔[1]

روایت سوم حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ[ع] رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی:

اگر میں تپائی ہوئی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی قبر پر پاؤں رکھوں۔ پھر فرمایا: ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا جاگتے میں سُنا الیك عنی یا رجل و لا تؤذنی[2] اے شخص! الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے۔

حدیث (۲۶) امام مالک و احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ و عبدالرزاق و سعید بن منصور و ابن حبان و دارقطنی اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: واللفظ لاحمد کسر عظم المیّت واذاہ ککسرہ حیا[3] مُردے کی ہڈی توڑنی اور اسے ایذا دینی ایسی ہے جیسی زندہ کی ہڈی توڑنی۔

بعض روایات دارقطنی میں لفظ فی الاثم[4] اور زائد یعنی درد پہنچنے میں زندہ و مُردہ برابر ہیں۔ ذکرہ فی مقاصد الحسنۃ (اسے مقاصدِ حسنہ میں ذکر کیا گیا۔ ت) ــــ مقصد سوم میں اس کے متعلق امام ابوعمر کا قول آئے گا۔

حدیث (۲۷) دیلمی و ابن مندہ امّ المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

احسنوا الکفن ولا تؤذوا موتاکم بعویل ولا بتاخیر وصیۃ ولا بقطیعۃ وعجلوا قضاء دینہ واعدلوا عن جیران السوء[5]۔

کفن اچھا دو اور اپنی میّت کو چلّا کر رونے یا اس کی وصیّت میں دیر لگانے یا قطع رحم کرنے سے ایذا نہ پہنچا اور اس کا قرض جلد ادا کرو اور بُرے ہمسایہ سے الگ رکھو۔

یعنی قبورِ کفار و اہلِ بدعت و فسق کے پاس دفن نہ کرو۔

ع تابعی، ثقہ فاضل رواۃِ صحاح ستہ سے، غیر انہ عندخ فی التعلیقات (البتہ امام بخاری نے تعلیقات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ت) ۱۲ منہ (م)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ البیہقی فی دلائل النبوۃ باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۹

[2] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ باب تأذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[3] مسند احمد بن حنبل مرویاتِ حضرت عائشہ دارالفکر بیروت ۶/ ۱۰۵

[4] المقاصد الحسنہ حدیث ۸۰۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۱۶

[5] الفردوس بماثور الخطاب ۳۱۸ " " " ۱/ ۹۸

marfat.com

بول نہیں سکتی کہ شور و فریاد سے منع کرے۔ اس کے معنٰی بھی وُہی ہیں کہ اپنی بات احیاء کو سنا نہیں سکتے، ورنہ صحیح حدیثوں میں اُس کا کلام کرنا وارد، جیسا کہ حدیث ۳ وغیرہ میں گزرا۔

تنبیہِ دوم: فقیر کہتا ہے پھر یہ ہمارا نہ سُننا بھی دائمی نہیں، صدہا بندگانِ خدا نے اموات کا کلام و سلام سُنا ہے، جن کی بکثرت روایات خود شرح الصدور وغیرہ میں مذکور۔ اور بعض اسی مقصد میں فقیر نے بھی نقل کیں اور عجب نہیں کہ اِن شاء اللہ تعالٰی اپنے محل پر اور بھی مذکور ہوں۔

تنبیہِ سوم: بس نافع و مہم۔

اقول و باللہ التوفیق طُرفہ یہ ہے کہ جوابِ سوال نوزدہم میں صاحبِ مائۃ مسائل نے بھی اس حدیث کو عن القاری عن السیوطی عن العقیلی نقل کیا اور اموات کے لیے سلامِ احیاء کا سُننا مسلّم رکھا[۱] اسی قدر سے اپنی وُہ سب جولانیاں جو زیرِ سوال ۲۶ کے ہیں باطل مان لیں کہ وہاں جن پانچ عبارتوں سے استناد کیا اُن سب میں نفی مطلق ہے۔

اسی طرح آیۂ کریمہ لبفرضِ غلط نافی سماع ہو تو وہاں بھی سلام و کلام کچھ تخصیص نہیں۔ اور عبارت دوم میں توصاف منافاتِ موت و افہام مذکور کیا بعض جگہ متنافیین بھی جمع ہو جاتے ہیں۔ اور عبارتِ پنجم میں صریحًا لفظِ جمادات موجود۔ پھر پتھروں کے آگے سلام کلام سب ایک سا۔

غرض اگر آیت اور اُن عبارات کا وہی مطلب تو سماعِ سلام کی تسلیم میں اُن سب استنادوں کو دفعتًا سلام ہوا جاتا ہے۔ پھر ناحق اپنے یہاں حدیث عقیلی سے استناد اور کلماتِ قاری و سیوطی کی سُنئے گا تو بہت کچھ ماننا پڑے گا، اُن کی تحقیقاتِ قاہرہ و تصریحاتِ باہرہ عنقریب اِن شاء اللہ تعالٰی مقصد ثالث میں جگر شگاف مکابرۃ و اعتسفاف ہوتے ہیں۔ اُدھر مصطفٰے صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی حدیثوں پر کان رکھا اور ارواح گزشتگان کو جماد و سنگ ماننے کا دھرم گیا۔ ذرا خدا لگتی کہنا ایک عقیلی کی حدیث سے آپ نے سماعِ سلام تو تسلیم کیا، بخاری و مسلم وغیرہ کی احادیث صحیحہ سے جُوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز اور سلام کے سوا اور انواعِ کلام بھی سُننا اور اُن پتھروں کا اپنے زائروں کو پہچاننا، اُن کا جوابِ سلام دینا اور اُن سے اُنس حاصل کرنا، اور اُن کے سوا صدہا امور جو ثابت و مذکورہ وُہ کس جی سے مانئے گا، یا وہاں پھر فالف بعض الحدیث وکاف ببعض (کسی حدیث کا الف اور کسی کا کاف لیجئے گا۔ ت) کی ٹھہرے گی۔ علاوہ بریں خود یہ حدیث عقیلی اس تخصیصِ سلام کے رَد کو کیا تھوڑی ہے، یہاں بھی اموات سے فقط السلام علیکم

---

[۱] مائۃ مسائل مسئلہ ۱۹ سماعتِ موتٰی مکتبہ توحید و سنت پشاور ص ۴۰

فی حیاتہ[1] — اُسے تکلیف پہنچائی۔

حدیث (۳۱) سعید بن منصور اپنے سُنن میں راوی، کسی نے اُس جناب سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما اکرہ اذی المومن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ[2] — مجھے جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے یونہی مُردہ کی۔

حدیث (۳۲) طبرانی عبدالرحمٰن بن علا بن لجلاج سے اُن کے والد علاؑ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اُن سے فرمایا:

یابنی اذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم اللہ وعلٰی ملۃ رسول ثم شن علی التراب شنا ثم اقرأ عند راسی بفاتحۃ البقرۃ و خاتمتہا فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول ذلک[3] — اے میرے بیٹے! جب مجھے لحد میں رکھے بسم اللہ و علٰی ملۃ رسول اللہ کہنا۔ پھر مجھ پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا، پھر میرے سرہانے سورۂ بقرہ کا شروع یعنی مفلحون تک اور خاتمہ یعنی اٰمن الرسول سے پڑھنا کہ میں نے سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔

اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد صحیح مسلم سے ابھی گزرا کہ مجھ پر مٹی تھم تھم کر بہ نرمی ڈالنا۔ شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ترجمہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

چوں دفن کنید مرا پس بنرمی و بسہولت بیندازید بر من خاک را یعنی اندک اندک اندازید و این اشارت است بآں کہ میّت احساس می کند و دردناک می شود بانچہ دردناک مے شود بآں زندہ[4] — جب مجھے دفن کرنا تو مجھ پر مٹی نرمی وسہولت سے یعنی ذرا ذرا کر کے ڈالنا۔ یہ اشارہ ہے اس بات کا کہ مُردے کو احساس ہوتا ہے اور جس چیز سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اُسے بھی ہوتی ہے۔

ع۔ تابعی ثقہ ہیں اور اُن کے بیٹے عبدالرحمان تبع تابعین مقبول الروایۃ سے دونوں صاحب رجال جامع ترمذی میں ہیں ۱۲ منہ سلمہ (م)

[1] المصنف لابن ابی شیبہ — کتاب الجنائز — ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی — ۳/ ۳۶۷

[2] شرح الصدور بحوالہ سنن سعید بن منصور — باب تاذی المیت — خلافت اکیڈمی سوات — ص ۱۲۶

[3] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کبیر — باب مایقول عند ادخال المیت القبر — دار الکتاب العربی بیروت — ۳/ ۴۴

[4] اشعۃ اللمعات — کتاب الجنائز — باب دفن المیّت — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/ ۶۹۷

marfat.com

ساتھ دو لڑکوں کے سوا کوئی نہ تھا جو میری سواری کا جانور تھامے تھے۔ میں نے مزارات پر سلام کیا، جواب سنا اور آواز آئی: واللہ انا نعرفکم کما یعرف بعضنا بعضا خدا کی قسم تم لوگوں کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو ۔۔۔ میرے بدن پر بال کھڑے ہو گئے، سوار ہوئی اور واپس آئی[1]

روایت دوم مناسب او: امام بیہقی نے ہاشم بن محمد عمری سے روایت کی: مجھے میرے باپ مدینہ طیبہ سے زیارتِ قبورِ اُحد کو لے گئے، جمعہ کا روز تھا، صبح ہو چکی تھی، آفتاب نہ نکلا تھا، میں اپنے باپ کے پیچھے تھا، جب مقابر کے پاس پہنچے اُنھوں نے بآواز کہا: سلامٌ علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ جواب آیا: وعلیکم السلام یا ابا عبد اللہ۔ باپ نے میری طرف مڑ کر دیکھا اور کہا کہ اے میرے بیٹے! تُو نے جواب دیا؟ میں نے کہا: نہ۔ اُنھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی داہنی طرف کر لیا اور کلامِ مذکور کا اعادہ کیا، دوبارہ ویسا ہی جواب ملا، سہ بارہ کیا پھر وُہی جواب ہوا۔ میرے باپ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر میں گر پڑے[2]

روایت سوم: ابن ابی الدنیا اور بیہقی دلائل میں انھیں عطاف مخزومی کی خالہ سے راوی: ایک دن میں نے قبرِ سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نماز پڑھی، اس وقت جنگل بھر میں کسی آدمی کا نام و نشان نہ تھا، بعد نماز مزار مطہر پر سلام کیا، جواب آیا اور اس کے ساتھ یہ فرمایا:

من یخرج من تحت القبر اعرفہ کما اعرف ان اللہ خلقنی وکما اعرف اللیل والنہار[3]

جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے میں اُسے پہچانتا ہوں جیسا یہ پہچانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس طرح رات اور دن کو پہچانتا ہوں۔

حدیث (۳۹) ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت محمد بن واسع[ع] سے راوی:

قال بلغنی ان الموتی یعلمون بزوارھم یوم الجمعۃ ویوما قبلہ ویوما بعدہ[4]

مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مُردے اپنے زائروں کو جانتے ہیں جمعہ کے دن اور ایک دن اُس سے پہلے اور ایک دن اُس سے بعد۔

[ع] یہ تابعی ہیں، ثقہ، عابد، عارف باللہ، کثیر المناقب، رجال صحاح ستہ سے، الا الطرفین ۱۲ منہ (م)

---

[1] المستدرک للحاکم	کتاب المغازی	دار الفکر بیروت	۳/ ۲۹
[2] دلائل النبوۃ	باب قول اللہ لا تحسبن الذین	دار الکتب العلمیۃ بیروت	۳/ ۳۰۹
[3]	″ ″	″ ″	۳/ ۳۰۸
[4] شعب الایمان	حدیث ۹۳۰۱	″ ″	۷/ ۱۸

marfat.com

واذا مر بقبر لا یعرفه فسلم علیه ردّ علیه السلام[1]۔

اور اسے پہچانتا ہے، اور جب ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے جان پہچان نہ تھی اور سلام کرتا ہے میّت اسے جواب سلام دیتا ہے۔

حدیث (۳۵) امام عقیلی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال قال ابو رزین یا رسول اللہ ان طریقی علی الموتٰی فھل من کلام اتکلم بہ اذا مررت علیھم؟ قال قل السلام علیکم یا اھل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون قال ابو رزین یا رسول اللہ یسمعون قال یسمعون ولکن لایستطیعون ان یجیبوا[2]۔

یعنی ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! میرا راستہ مقابر پر ہے، کوئی کلام ایسا ہے کہ جب اُن پر گزروں کہا کروں۔ فرمایا: یوں کہہ سلام تم پر اے قبر والو! اہل اسلام اور اہل ایمان سے تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے، اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے والے ہیں۔ ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا مُردے سُنتے ہیں؟ فرمایا سُنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔

تنبیہ نبیہ: امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

ای جوابا یسمعہ الحی والا فھم یردون حیث لایسمع[3]۔

یعنی حدیث کی یہ مراد ہے کہ مُردے ایسا جواب نہیں دیتے جو زندے سُن لیں ورنہ وُہ ایسا جواب تو دیتے ہیں جو ہمارے سُننے میں نہیں آتا۔

اقول یہ معنی خود اسی فصل کی دو حدیث سابق سے واضح کہ ان میں تصریحاً فرمایا مُردے جوابِ سلام دیتے ہیں، اور اس کی نظیر وُہ ہے جو حدیث ۱۵ میں بکر بن عبد اللہ مزنی سے گزرا کہ رُوح سب کچھ دیکھتی ہے مگر

ع سمہودی گوید کہ احادیث دریں معنی بسیار است واین معنی در آحاد ست وعموم مومنین متحقق ۱۲ منہ (م)

علامہ سمہودی فرماتے ہیں اس معنی میں احادیث بہت ہیں اور یہ معنی ہونا خود ہی ثابت ہے افرادِ اُمّت اور عام مومنین میں متحقق ہے۔ (ت)

---

[1] شعب الایمان حدیث ۹۲۹۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۱۷

[2] کتاب الضعفاء الکبیر مترجم ۱۵۷۳ " " ۴/ ۱۹

[3] شرح الصدور باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۴

marfat.com

طبرانی کو علامہ مناوی نے تیسیر میں کہا: رجالہ ثقات[1] (اس کے رجال ثقہ ہیں۔ ت)

حدیث (۴۳) ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف اور ابنِ حبّان نے صحیح مسمّٰی بالتقاسیم والانواع اور حاکم نیشاپوری نے الصحیح المستدرک علی البخاری و مسلم اور بغوی نے شرح السنہ اور طبرانی نے معجم اوسط اور ہناد نے کتاب الزہد اور سعید بن السکن نے اپنی سُنن اور ابنِ جریر و ابن منذر و ابن مردویہ و بیہقی نے اپنی اپنی تصانیف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ان المیّت اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالھم حین یوّلون عنہ[2]	قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے کفش پائے مردم کی آواز سنتا ہے جب اُس کے پاس سے پلٹتے ہیں۔

حدیث (۴۴) جویبر نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک حدیث طویل روایت کی جس میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

فانہ یسمع خفق نعالھم و نقض ایدیکم اذا ولّیتم عنہ مدبرین[3]۔	بیشک وُہ یقیناً تمھارے جوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز سُنتا ہے جب تم اس کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چلتے ہو۔

حدیث (۴۵) طبرانی و ابن مردویہ ایک حدیث طویل میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن راوی:

قال شھدنا جنازۃ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما فرغ من دفنھا و انصرف الناس قال انہ الاٰن یسمع خفق نعالکم[4] الحدیث	فرمایا: ہم ایک جنازہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہِ رکاب حاضر تھے۔ جب اس کے دفن سے فارغ ہُوئے اور لوگ پلٹے حضور نے ارشاد فرمایا: اب وُہ تمھاری جُوتیوں کی آواز سُن رہا ہے۔

فائدہ جلیلہ: چالیسؑ سے پینتالیس تک جو چھ حدیثیں مذکور ہُوئیں پہلے ہی لاجواب ٹھہر چکی ہیں۔ آج تک کوئی جوابِ معقول اُن سے نہ ملا نہ ملے۔ غایت سعی اُن کی طرف سے یہ ہے کہ سماع مذکور کو اوّل

---

[1] التیسیر بشرح الجامع الصغیر تحت ان المیت اذا دفن مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۰۳

[2] المستدرک للحاکم المیت لیسمع خفق نعالھم دار الفکر بیروت ۱/ ۳۸۰

[3] شرح الصدور بحوالہ جویبر باب فتنۃ القبر خلافت اکیڈمی سوات ص ۵۱

[4] " طبرانی اوسط " " " " " ص ۵۴

نہ کہا گیا۔ ذرا آنکھیں مل کر ملاحظہ ہو آگے ان پتھروں سے کچھ اور کلام وخطاب بھی نظر آتے ہیں کہ تم ہمارے سلف، ہم تمہارے خلف، ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملیں گے۔ اس سارے کلام پر ابوزرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا وہ سنتے ہیں؟ فرمایا: ہاں سنتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ اس حدیث کے بعد امام سیوطی کا وہ قول بھی نقل کرگئے کہ حدیث میں جواب نہ دینے سے یہ مراد ہے، ورنہ اموات واقع میں جواب دیتے ہیں۔ سبحان اللہ سلام بھی سنیں، کلام بھی سنیں، جواب بھی دیں، اور پھر پتھر کے پتھر، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سچ فرمایا مولوی معنوی قدس سرہٗ نے:

ماسمیعیم وبصیریم وخوشیم　　باشما نامحرماں ماخاشیم[1]

(ہم سمیع وبصیر ہیں اور خوش ہیں مگر تم نامحرموں کے سامنے مُہر بر لب ہیں۔ت)

حدیث (۳۶) طبرانی معجم اوسط میں عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصعب بن عمیر اور اُن کے ساتھیوں کے قبور پر ٹھہرے اور فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لایسلم علیھم احد الا ردوا الی یوم القیٰمۃ[2]　　قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو اُن پر سلام کرے گا جواب دیں گے۔

حدیث (۳۷) بعینہٖ اسی طرح حاکم نے صحیح مستدرک میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرکے تصحیح کی۔

حدیث (۳۸) حاکم مستدرک میں بافادۂ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں بطریق عطاف بن خالد مخزومی عبدالاعلیٰ بن عبداللہ سے وہ اپنے والد ماجد عبداللہ بن ابی فروہ سے راوی، حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیارتِ شہدائے اُحد کو تشریف لے گئے اور عرض کی:

اللھم ان عبدک ونبیک یشھد ان ھٰؤلاء شھداء وانہ من زارھم اوسلم علیھم الی یوم القیٰمۃ ردوا علیہ[3]　　الٰہی! تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان کی زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

تتمہ حدیث: عطاف کہتے ہیں میری خالہ مجھ سے بیان کرتی تھیں میں ایک بار زیارتِ قبورِ شہداء کو گئی میرے

---

[1] مثنوی مولوی معنوی　دفتر سوم　حکایت مارگیری کہ اژدہائے افسردہ الخ　نورانی کتب خانہ پشاور　ص ۲۷

[2] شرح الصدور　بحوالہ المعجم الاوسط　باب زیارۃ القبور　خلافت اکیڈمی سوات　ص ۸۵

[3] المستدرک للحاکم　کتاب المغازی　دارالفکر بیروت　۳/ ۲۹

marfat.com

بشوکت احادیثِ قاہرہ اتنی دیر کے لیے سماع تسلیم کیا تو واجب کہ اس میت سے کلام کرنے والا حانث ہو کہ وُہ مبنیٰ آپ کے اقرار سے یہاں منتفی، حالانکہ مسئلہ قطعاً مطلق ہے۔ لاجرم ماننا پڑے گا کہ ایمان عرف پر مبنی اور عرفاً اس قسم سے بعد موت کلام کرنا نہیں سمجھا جاتا۔ لہذا حالتِ حیات سے مقید رہا۔ ہم کہیں گے اب حق کی طرف رجوع ہُوئے۔ واقعی اس مسئلہ کا یہی مبنیٰ ہے اور اب انکارِ سماعِ موتی سے اسے کچھ علاقہ نہ رہا، کما لایخفی۔ اسی طرح حضراتِ نجدیہ سے کہا جائے گا اگر آپ بھی احادیث صحیحہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاکر سماعتِ میّت تسلیم کرتے ہیں، اگراس وقتِ خاص ہی میں سہی، تو اب حکم ارشاد ہو، اگر کوئی بندہ مسلمان کسی عبدصالح کے دفن ہوتے ہی فوراً اس سے استمداد وطلبِ دُعا کرے تو بھی وُہ بربنائے انکار یعنی عدمِ سماع متحقق نہ ہو۔ ذرا جی کڑا کرکے اس وقتِ خاص ہی میں اجازت دے دیجئے۔

وخامسًا کما اقول ایضًا موت کو تمام حواس وادراکات ودیگر اوصافِ حیات سے یکساں نسبت ہے۔ معاذاللہ اگر پتھر ہونا ٹھہرا تو سُننا، دیکھنا، سمجھنا، بولنا سب کا بطلان لازم۔ اور یہ حضرات کرام خود فرما چکے کہ موت منافیٔ فہم ہے۔ اب کیا جواب ہے اُن حدیثوں سے جو فصلِ اوّل ودوم وسوم میں گزریں، جن سے ثابت کہ اموات ہمیشہ اپنے زائروں کو پہچانتی اور اُن سے اُنس حاصل کرتی اور اُن کے سلام کا جواب دیتی اور اُن کی بے اعتدالیوں سے ایذا پاتی ہیں الٰی غیر ذٰلك من الامور المذکورۃ (امور مذکورہ جیسے دیگر امور۔ ت) ——— بھلا یہاں تو مقدمہ سوال کی تخصیص نکلی تھی ان مقدمات میں کونسی خصوصیّت آئے گی۔

تنبیہ: میرا یہ سب کلام حقیقتاً اُن حضراتِ منکرین سے ہے جو عباراتِ علماء کے یہ معنی سمجھے، ورنہ فقیر کے نزدیک اُن کے ارشاد کا وہ محل ممکن جو عقیدۂ اہلِ حق سے مخالف نہ ہو۔ مولوی صاحب اگر جوابِ فقیر میں اُن عبارات کو یاد کریں گے اُس وقت ان شاء اللہ تعالیٰ وُہ تحقیق تدقیق انیق حاضر کروں گا، اور عجب نہیں کہ مقصد سوم میں اس کی بعض کی طرف عود ہو۔ والعود احمد (اور عود کرنا اچھا ہے۔ ت) وباللہ سبحٰنہ وتعالی التوفیق۔

حدیث (۴۶) صحیح بخاری شریف وغیرہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی:

اطلع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی اھل القلیب فقال وجدتم ما وعد ربکم حقا فقیل لہ اتدعوا امواتا فقال ما انتم باسمع منھم

یعنی نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم چاہِ بدر پر تشریف لے گئے جس میں کفّار کی لاشیں پڑی تھیں۔ پھر فرمایا: تم نے پایا جو تمھارے رب نے تمھیں سچّا وعدہ دیا تھا یعنی عذاب۔ کسی نے عرض کی: حضور مُردوں کو پکارتے

marfat.com

تنبیہ: اس حدیث کے یہ معنی کہ بوجہ برکتِ جمعہ ان تین دن میں اُن کے علم وادراک کو زیادہ وسعت دیتے ہیں، جو معرفت وشناسائی انھیں ان روزوں میں ہوتی ہے اور دنوں سے بیش وافزوں ہے نہ یہ کہ صرف یہی تین دن علم وادراک کے ہوں۔ ابھی سُن چکے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی احادیثِ کثیرہ مطلق ہیں جن میں بلا تخصیصِ ایام اُن کا علم وادراک ثابت فرمایا۔ تصریح اس معنی کی ان شاء اللہ مقصدِ سوم میں مذکور ہوگی۔

فصل پنجم میں وہ جلیل حدیثیں جن سے ثابت کہ سماعِ اہلِ قبور سلام ہی پر مقصور نہیں بلکہ دیگر کلام و اصوات بھی سُنتے ہیں۔

حدیث (۴۰) بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی اپنے صحاح اور امام احمد مسند میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور پُرنور سیّد العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

واللفظ لمسلم ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالھم اذا انصرفوا[1]۔

(مسلم کے الفاظ ہیں۔ ت) مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ دفن کرکے پلٹتے ہیں بیشک وہ اُن کی جوتیوں کی آواز سُنتا ہے۔

حدیث (۴۱) احمد وابوداؤد بسندِ جید براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان المیت یسمع خفق نعالھم اذا ولوا مدبرین[2]۔

بیشک مُردہ جوتیوں کی پھچل سُنتا ہے جب لوگ اسے پیٹھ دے کر پھرتے ہیں۔

حدیث (۴۲) بیہقی وطبرانی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المیت اذا دفن یسمع خفق نعالھم اذا ولوا عنہ منصرفین[3]۔

بیشک جب مُردہ دفن ہوتا ہے اور لوگ واپس آتے ہیں وہ ان کی جُوتیوں کی آواز سُنتا ہے۔

حدیث بیہقی کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں فرمایا: باسناد حسن[4] (اس کی سند حسن ہے۔ ت) اور سند

---

[1] صحیح مسلم	باب عرض مقعد المیت	قدیمی کتب خانہ کراچی	۲/۳۸۶
[2] مسند احمد بن حنبل	مرویات البراء ابن عازب	دار الفکر بیروت	۴/۲۹۶
[3] کنز العمال	بحوالہ طبرانی حدیث ۴۲۳۷۹	مکتبۃ التراث الاسلامی مصر	۱۵/۶۰۰
[4] شرح الصدور	باب فتنۃ القبر	خلافت اکیڈمی سوات	ص ۵۰

marfat.com

حدیث (۴۹) یُوں ہی صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حدیث ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی[۱]:

اما البخاری فساقه بطوله و اما مسلم فاحاله علٰی حدیث انس رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔

امام بخاری نے تو اسے تفصیل سے ذکر کیا مگر امام مسلم نے تفصیل حدیثِ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے کی۔ (ت)

حدیث (۵۰) طبرانی نے بسندِ صحیح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

یسمعون کما تسمعون ولکن لا یجیبون[۲]۔

جیسا تم سُنتے ہو ویسا ہی وُہ بھی سُنتے ہیں مگر جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۵۱) اسی طرح امام سلیمان بن احمد مذکور نے حدیث عبداللہ بن سیدان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

تنبیہ نبیہ: ان چھ حدیثوں کے جواب میں جو کچھ کہا گیا تخصیص بے مخصص و دعوٰی بے دلیل سے زیادہ نہیں۔ مثلاً یہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خاص اعجاز تھا، یا یہ امر صرف اُن کفار کے لیے اُن کی حسرت و ندامت بڑھانے کو واقع ہُوا حالانکہ اُن کی تخصیصوں پر اصلاً کوئی دلیل نہیں۔ ایسی گنجائش ملے تو ہر نص شرعی جیسے چاہیں مخصص ہو سکے، اور اُن سے بڑھ کر یہ رکیک تاویل ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ خطاب حقیقۃً اموات سے خطاب نہ تھا بلکہ زندوں کو عبرت و نصیحت تھا، حالانکہ نفسِ حدیث اُس کے رَد پر حجّتِ کافیہ۔ حضورِ اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جواب میں صاف اُن کا سننا ارشاد فرمایا، نہ یہ کہ ہمارا یہ کلام صرف تنبیہِ احیاء کے لیے ہے۔ جیسے مرثیہ سیّدنا امام حسین (رضی اللہ تعالٰی عنہ) میں کسی کا مصرع:

اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند

(اے آب! خاک ہو جا کہ تیری آبرو نہ رہی۔ ت)

باقی اس کے متعلق تمام ابحاث فتح الباری وارشاد الساری وعمدۃ القاری شروح صحیح بخاری و

---

[۱] الصحیح للبخاری باب ماجاء فی عذاب القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۳-۸۴
صحیح مسلم باب مقعد المیّت " " " ۲/۳۸۷

[۲] فتح الباری بحوالہ عبداللہ ابن سیدان باب قتل ابی جہل دارالمعرفۃ بیروت ۷/۲۳۶

marfat.com

وضع فی القبر سے تخصیص کریں یعنی جب قبر میں رکھ کر مٹی دیتے ہیں اُس وقت میّت کو ایسی قوّتِ سامعہ ملتی ہے کہ اب عنقریب سوال منکر نکیر ہونے والا ہے اُس کے لیے پیشتر سے ایسے حواس عطا ہو جاتے ہیں، پھر بعد سوال یہ قوت نہیں رہتی۔ حالانکہ عندالانصاف یہ ادعا محض بے دلیل ولا طائل ہے۔

اوّلاً یہ تخصیص ظاہر حدیث کے خلاف جس پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ حدیثیں صاف صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ میّت کی قوتِ سامعہ قبر میں اس درجہ تیز اور قوی ہے کہاں سے جانا کہ یہ اُسی وقت کے لیے ملتی ہے اور پھر جاتی رہتی ہے!

ثانیاً مقدمۂ سوال کے لیے پیشتر سے حواس مل جانا کیا معنی کیا فوراً وقتِ سوال نہ مل سکتی تھی یا عطائے الٰہی میں معاذ اللہ کچھ دیر لگتی ہے کہ پہلے سے اہتمام ہو رہنا ضرور ہُوا۔

یہ دونوں اعتراض شیخ محقق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مدارج النبوۃ میں افادہ فرمائے:

حیث قال ایں تخصیص خلافِ ظاہر است و دلیلے نیست برآں و ظاہر حدیث آنست کہ ایں حالت حاصل ست میّت را در قبر و زندہ گردانیدن میّت در وقتِ سوال است و پیش ازاں زندہ گردانیدن برائے مقدمہ سوال چہ معنی دارد[1]

یہ تخصیص ظاہر کے خلاف ہے۔ اس پر کوئی دلیل بھی نہیں۔ ظاہر حدیث یہ ہے کہ قبر کے اندر میّت کی یہ حالت ہوتی ہے ــــ میّت کو زندہ کرنا سوال کے وقت ہے تو اس سے پہلے مقدمۂ سوال کے لیے زندہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ (ت)

و ثالثاً۔ کما اقول سلمنا (جیسے کہ میں کہتا ہوں ہم تسلیم کرتے) کہ پہلے ہی سے ہوش و حواس مل جانا ضروری تھا مگر حاجت اُسی قدر تھی جس میں وُہ نکیرین کی بات سُن سمجھ لیتا اس قدر قوتِ عظیمہ کی کیا ضرورت تھی کہ باوجود اتنے حائلوں کے ایسی ہلکی آوازیں بے تکلّف سُنے۔ خود یہی حضرات مسئلہ یمین فی الضرب (مارنے کے بارے میں قسم) کی بھی توجیہ کرتے ہیں کہ ہمارے مارے سے مُردے کو تکلیف یا ایذا[ع] نہیں ہوتی اس کا ادراک عذاب الٰہی کے واسطے ہے۔ یونہی چاہئے تھا کہ اس کا سماع سوالِ نکیرین کے لیے ہو، نہ اصواتِ خارجہ کے واسطے۔

و رابعاً کما اقول ایضاً اگر مسئلہ یمین فی الکلام عدمِ سماع پر مبنی ہو کما زعموا۔ اور اب آپ نے بھی

ع تنبیہ: یہ بات بھی خلافِ تحقیق ہے بلکہ بیشک ایذا ہوتی ہے۔ دیکھو اس مقصد کی فصل سوم اور مقصد سوم کی پنجم ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

[1] مدارج النبوۃ، اصل در سماعت، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۹۵

marfat.com

ولا یجیب، ثم یقول یا فلان بن فلانة فانه یستوی قاعدًا، ثم یقول یا فلان بن فلانة فانه یقول ارشدنا رحمك الله و لکن لا تشعرون، فلیقل اذکر ما خرجت علیه من الدنیا شهادة ان لا اله الا الله وان محمدًا عبده ورسوله و انك رضیت بالله ربًا وبالاسلام دینًا و بمحمد نبیًا وبالقراٰن امامًا فان منکرًا و نکیرًا یاخذ کل واحد منهما بید صاحبه ویقول انطلق بنا ما نقعد عند من قد لقن حجته[1] الحدیث۔

اور جواب نہ دے گا۔ دوبارہ پھر یُونہی ندا کرے وہ سیدھا ہو بیٹھے گا۔ سہ بارہ پھر اسی طرح آواز دے، اب وہ جواب دے گا کہ ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم کرے۔ مگر تمھیں اس کے جواب کی خبر نہیں ہوتی۔ اس وقت کے یاد کر وُہ بات جس پر تُو دنیا سے نکلا تھا گواہی اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور یہ کہ تُو نے پسند کیا اللہ تعالٰی کو پروردگار اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نبی اور قرآن کو پیشوا۔ منکر ونکیر ہر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم کیا بیٹھیں اس کے پاس جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔

فائدہ: امام ابن الصلاح وغیرہ محدثین اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں:

اعتضد بشواهد وبعمل اهل الشام قدیمًا[2]۔ نقله العلامة ابن امیر الحاج فی الحلیة۔

یعنی اس کو دو وجہ سے قوت ہے، ایک تو احادیث اس کے مؤید، دُوسرے زمانۂ سلف سے علمائے شام اس پر عمل کرتے آئے (علامہ ابن امیر الحاج نے اسے حلیہ میں نقل کیا۔ت)

اسی طرح امام نقاد الحدیث ضیائی مقدسی وامام خاتم الحفاظ حافظ الشان، ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی نے اُس کی تقویت اور امام شمس الدین سخاوی نے اُس کی تقریر فرمائی اور اس باب میں خاص ایک رسالہ تالیف فرمایا۔ امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس پر عمل کرنا علمائے شام سے نقل فرمایا، اور امام ابوبکر ابن العربی نے اہلِ مدینہ اور بعض دیگر علماء نے اہلِ قرطبہ وغیرہ سے اس کا عمل نقل کیا۔ میں کہتا ہُوں یہ عمل زمانۂ صحابہ و تابعین سے ہے حضرت ابوامامہ صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خود اپنے لیے تلقین کی وصیت فرمائی،[3]

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۹۷۹ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۸/ ۹۹-۲۹۸
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی حملها و دفنها نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۸
[3] شرح الصدور باب ما یقال عند الدفن والتلقین خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۴

marfat.com

ولکن لا یجیبون[1] ہیں۔ ارشاد فرمایا: تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سننے والے، پر وہ جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۴۷) صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یرینا مصارع اھل بدر وساق الحدیث الی ان قال فانطلق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی انتھی الیھم فقال یا فلان بن فلان و یا فلان بن فلان ھل وجدتم ما وعدکم اللہ ورسولہ حقا فانی قد وجدت ما وعدنی اللہ حقا قال عمر یا رسول اللہ کیف تکلم اجسادا لاارواح فیھا قال ما انتم باسمع لما اقول منھم غیر انھم لایستطیعون ان یردوا علی شیئا[2]۔

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہمیں کفار بدر کی قتل گاہیں دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں۔ جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا وہیں وہیں اُن کی لاشیں گریں۔ پھر بحکم حضور وہ جیفے ایک کنوئیں میں بھر دئے گئے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور نام بنام اُن کفار لیام کو اُن کا اور اُن کے باپ کا نام لے کر پکارا، اور فرمایا: تم نے بھی پایا جو سچّا وعدہ خدا و رسول نے تمھیں دیا تھا کہ میں نے تو پالیا جو حق وعدہ اللہ تعالٰے نے مجھے دیا تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! حضور اُن جسموں سے کیونکر کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں۔ فرمایا: جو میں کہہ رہا ہُوں اُسے کچھ تم اُن سے زیادہ نہیں سُنتے مگر اُنھیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

حدیث (۴۸) یونہی صحیح مسلم وغیرہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی اور اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم تین دن بعد اس کنوئیں پر تشریف لے گئے اور عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ کے جواب میں فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم ولکنھم لا یقدرون ان یجیبوا[3]۔

قسم اس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے میں جو فرما رہا ہُوں اس کے سُننے میں تم اور وہ برابر ہو مگر وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

---

[1] الصحیح للبخاری باب ماجاء فی عذاب القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۳

[2] و [3] صحیح مسلم باب مقعد المیت " " " ۲/۳۸۷

marfat.com

تصریح فرمائی، یونہی اُن میں اکثر نے ثابت کر دکھایا کہ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اہلِ قبور سے کلام صرف سلام پر مقتصر نہ تھا اور بدیہی ہے کہ جمادِ محض سے مخاطبہ وگفتگو معقول نہیں ۔ لہٰذا ہم آخر فصل میں وہ بعض حدیثیں جن میں اجلّۂ صحابہ کا اہلِ قبور سے سوائے سلام دیگر انواع کلام فرمانا مذکور، نقل کرکے مقصدِ ثانی کو ختم اور مقصدِ ثالث کی طرف ان شاء اللہ تعالیٰ تصمیم عزم کرتے ہیں ، وباللہ التوفیق ۔

حدیث (۵۷) ابن ماجہ بسندِ حسن صحیح عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی :

قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذکر الحدیث الی ان قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیثما مررت بقبر مشرک فبشرہ بالنار، قال فاسلم الاعرابی بعد وقال لقد کلفنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعبا ما مررت بقبر کافر الا بشرتہ بالنار[1]

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا : جہاں کسی مشرک کی قبر پر گزرے اُسے آگ کا مژدہ دینا ــــــ اس کے بعد وہ اعرابی مسلمان ہوگیا تو وہ صحابی فرماتے ہیں مجھے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ارشاد سے ایک مشقت میں ڈالا ، کسی کافر کی قبر پر میرا گزر نہ ہُوا مگر یہ کہ اُسے آگ کا مژدہ دیا۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ مژدہ دینا بے سماع وفہم محال ، اور صحابی مخاطب نے ارشادِ اقدس کو معنی حقیقی پر حمل کیا ، ولہٰذا عمر بھر اس پر عمل فرمایا فتبصر ۔

حدیث (۵۸) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

انہ مر بالبقیع فقال السلام علیکم یا اھل القبور اخبار ما عندنا ان نساءکم قد تزوجن ودیارکم قد سکنت واموالکم قد فرقت فاجابہ ھاتف یا عمر ابن الخطاب اخبار ما عندنا ان ما قدمناہ فقد وجدناہ وما انفقنا فقد ربحناہ وما خلفناہ فقد

یعنی ایک بار امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقیع پر گزرے اہلِ قبور پر سلام کرکے فرمایا ۔ ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ تمہاری عورتوں نے نکاح کرلیے اور تمہارے گھروں میں اور لوگ بسے ، تمہارے مال تقسیم ہوگئے ۔ اس پر کسی نے جواب دیا : اے عمر بن الخطاب ! ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو اعمال کئے تھے یہاں پائے اور

عــہ فائدہ : یہ حدیثیں طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ۱۲ منہ (م)

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی زیارۃ قبور المشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۴

marfat.com

مرقاۃ و لمعات و اشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ و مدارج النبوۃ وغیرہ صدہا تصانیف علماء میں طے ہو چکی ہیں، جن کی تفصیل موجبِ تطویل۔ مولوی صاحب اگر امور طے شدہ کی طرف پھر رجعت کریں تو ذرا کتبِ مذکورہ پر نظر کر کے تقریر وُہ فرمائی جائے جس میں ان کی تنقیحاتِ جلیلہ سے عُہدہ برآئی سمجھ لیں، اُس کے بعد ان شاء اللہ فقیر بھی وُہ شوارق ساطعہ و بوارق لامعہ حاضر کرے گا جو اس وقت میرے پیشِ نظر جولانیوں پر ہیں، اور شاید اُن میں سے چند حروف مقصد سوم میں استطرادًا مذکور ہوں، و باللہ التوفیق۔

حدیث (۵۲) ابوالشیخ عبید بن مرزوق سے راوی:

کانت امرأۃ تقم المسجد فماتت فلم یعلم بہا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمر علٰی قبرہا فقال ما ھذا القبر قالوا اُم محجن، قال التی کانت تقم المسجد قالوا نعم فصف الناس فصلی علیہا ثم قال ای العمل وجدت افضل قالوا یارسول اللہ أتسمع قال ما انتم باسمع منہا فذکر انہا أجابتہ ان اقم المسجد[۱]۔

یعنی ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں اُن کا انتقال ہوگیا۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کسی نے خبر دی حضور اُن کی قبر پر گزرے۔ دریافت فرمایا: یہ قبر کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی: اُم محجن کی۔ فرمایا: وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ عرض کی: ہاں۔ حضور نے صف باندھ کر نماز پڑھائی پھر اُن بی بی کی طرف خطاب کر کے فرمایا: تُو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ سنتی ہے؟ فرمایا: کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سُنتے۔ پھر فرمایا: اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینی۔

حدیث (۵۳) طبرانی معجم کبیر و کتاب الدعا میں اور ابن مندہ اور امام ضیائی مقدسی کتاب الاحکام اور ابراہیم حربی کتاب اتباع الاموات اور ابوبکر غلام الخلال کتاب الشافی اور ابن زبیرہ وصایا العلماء عند الموت اور ابن شاہین کتاب ذکر الموت و دیگر علماء محدثین اپنی تصانیف حدیثیہ میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مات احد من اخوانکم فسویتم التراب علٰی قبرہ فلیقم احدکم علٰی راس قبرہ ثم لیقل یا فلان بن فلانۃ فانہ یسمعہ

جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اس کی قبر پر مٹّی برابر کر چکو تم میں سے کوئی اس کے سرہانے کھڑا ہو اور فلان بن فلانہ[ع] کہہ کر پکارے کہ بیشک وُہ سُنے گا

ع یعنی اُسے اس کی ماں کی طرف نسبت کر کے مثلاً اے زید بن ہندہ، اور اگر ماں کا نام نہ معلوم ہو تو بن حوّا کہے کہ وُہ سب کی ماں ہیں، خود اسی حدیث میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ معنی مروی ۱۲ منہ (م)

[۱] شرح الصدور بحوالہ ابوالشیخ باب معرفۃ المیّت من یغسلہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

الحی الذی لایموت ابدا وھو الغفور الرحیم۔ — بندوں کو موت کے تابع فرمان کر دیا ہے، پاک ہے وُہ حیات والا جسے کبھی موت نہیں، اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

تنبیہ: جن صاحبوں نے جواب حدیث چہلم میں اس خطاب جناب ولایت مآب کرم اللہ وجہہ کو محض وعظ و تنبیہ احیاء کے لیے قرار دیا کما نقلہ فی مائۃ مسائل[۱] (جیسا کہ مائۃ مسائل میں اسے نقل کیا گیا۔ ت) غالباً انھوں نے پُوری حدیث ملاحظہ نہ فرمائی ورنہ اس کے لفظ اوّل سے آخر تک پکار رہے ہیں کہ یہاں حقیقۃً اموات ہی سے خطاب مقصود تھا۔ اسی قدر کو دیکھ لیجئے کہ جناب مولا نے ابتداءً یہ لفظ ارشاد نہ کئے بلکہ اوّل اُن سے استفسار فرمایا کہ پہلے تم اپنی خبریں بتاؤ گے یا ہم شروع کریں۔ کہئے بے ارادہ خطاب حقیقی اس دریافت کرنے اور اختیار دینے کے کیا معنے تھے، پھر اُن کی درخواست پر حضرت نے اخبارِ دنیا ارشاد فرما کر انھیں حکم دیا: اب تم اپنی خبریں بتاؤ۔ چنانچہ اُنھوں نے عرض کیں۔ پھر مخاطبہ حقیقی میں کیا شک ہے! واللہ الموفق۔

حدیث (۶۰) ابن عساکر نے ایک حدیث طویل روایت کی جس کا حاصل یہ ہے کہ عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک جوان عابد تھا، امیر المومنین اس سے بہت خوش تھے، دن بھر مسجد میں رہتا، بعد عشاء باپ کے پاس جاتا، راہ میں ایک عورت کا مکان تھا اُس پر عاشق ہوگئی، ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی، جوان نظر نہ فرماتا، ایک شب قدم نے لغزش کی، ساتھ ہولیا، دروازے تک گیا، جب اندر جانا چاہا خدا یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیۂ کریمہ زبان سے نکلی:

ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطٰن تذکروا فاذا ھم مبصرون[۲] — ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے ہیں اُسی وقت اُن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا۔ عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اُٹھا کر اُس کے دروازے پر ڈال۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی، دیکھنے نکلا، دروازے پر بیہوش پڑا پایا، گھر والوں کو بُلا کر اندر اُٹھوایا، رات گئے ہوش آیا، باپ نے حال پُوچھا، کہا خیر ہے، کہا بتادے، ناچار قصّہ کہا۔ باپ بولا جانِ پدر! وُہ آیت کون سی ہے؟ جوان نے پھر پڑھی، پڑھتے ہی غش آیا، جنبش دی، مُردہ پایا۔ رات ہی کو نہلا کفنا کر دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المومنین نے خبر پائی باپ سے تعزیت اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی: یا امیر المومنین! رات تھی۔ پھر امیر المومنین ہمراہیوں

---

[۱] مائۃ مسائل — مسئلہ بست و ششم — مکتبہ توحید و سنّت پشاور — ص ۵۴

[۲] القرآن ۷/ ۲۰۱

کما اخرجه ابن مندة من وجه اٰخر کما ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور **قلت** بل والطبرانی ایضاً علٰی ماساق لفظہ البدر المحمود فی البنایۃ شرح الہدایۃ۔

جیسا کہ ابن مندہ نے دوسرے طریق سے اس کی روایت کی، اسے امام سیوطی نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ طبرانی نے بھی اسے روایت کیا ہے، جیسا کہ علامہ بدر الدین محمود عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں اس کے الفاظ ذکر کیے ہیں (ت)

اور تین تابعیوں سے عنقریب منقول ہوگا کہ اسے مستحب کہا جاتا تھا۔ ظاہر ہے اُن کی یہ نقل نہ ہوگی مگر صحابہ یا اکابر تابعین سے جو اُن سے پہلے ہوئے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ علامہ ابن حجر مکی کی شرح مشکوٰۃ میں ہے: اعتضد بشواھد یرتقی بہا الٰی درجۃ الحسن[1] (یہ حدیث بوجہ شواہد درجہ حسن تک ترقی کیے ہے) اسی طرح ذیل مجمع بحار الانوار میں تصریح کی کہ اُس نے شواہد سے قوت پائی۔ واللہ تعالٰی اعلم

حدیث (۵۴ تا ۵۶) امام سعید بن منصور شاگرد امام مالک واستاذ امام احمد اپنے سُنن میں راشد بن سعد[ع۱] وضمرہ بن حبیب[ع۲] وحکیم بن عمیر[ع۳] سے راوی، ان سب نے فرمایا:

اذا سوی علی المیت قبرہ وانصرف الناس عنہ کان یستحب ان یقال للمیت عند قبرہ یا فلان قل لا الٰہ الا اللہ ثلث مرات یا فلان قل ربی اللہ ودینی الاسلام ونبیی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[2]

جب میّت پر مٹی دے کر قبر درست کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ مُردے سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا جائے: اے فلاں! کہہ لا الٰہ الا اللہ تین بار، اے فلاں! کہہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام اور میرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

وصل اٰخر من ھذا الفصل: فصل پنجم کی حدیثوں نے جس طرح بحمد اللہ سماعِ موتٰی کی

ع۱ تابعی ثقہ رجال سُنن اربعہ سے ۱۲ منہ (م)

ع۲ تابعی ثقہ رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

ع۳ تابعی صدوق رجال ابوداؤد وابن ماجہ سے ۱۲ منہ (م)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۰۹

[2] شرح الصدور بحوالہ سنن سعید ابن منصور باب ما یقال عند الدفن خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۴

(۲) امیر المومنین علی مرتضے
(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود
(۴) حضرت سلمان فارسی
(۵) عمرو بن عاص
(۶) عبداللہ بن عمر
(۷) ابوھریرہ
(۸) عبداللہ بن عمرو
(۹) عقبہ بن عامر
(۱۰) ابوامامہ باہلی
(۱۱) صحابی اعرابی صاحب حدیث حیثما مررت وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور ہیں اُن کے سوا اُن صحابۂ کرام کے نام یہاں شمار نہیں کرتا جنھوں نے سماع و ادراک موتی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کیا یا حضور کی زبان پاک سے سُنا مثل عبداللہ بن عباس و انس بن مالک و ابوزرین و براء بن عازب و ابوطلحہ و عمارہ بن حزم و ابوسعید خدری و عبداللہ بن سیدان و ام سلمہ و قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اگرچہ معلوم کہ ارشاد والا حضور اعلےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سُن کر اُن کے خلاف پر اعتقاد حضرات صحابہ سے معقول نہیں، نہ مقام مقام احکام کہ احتمال خلاف بعلم ناسخ ہو۔ تاہم جب قصد استیعاب نہیں تو اُنھیں پر اقتصار جن کے خود اقوال و افعال دلیل مسئلہ ہیں، وباللہ التوفیق۔

ومن التابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین: (۱۲) مجاہد مکی (۱۳) عمرو بن دینار (۱۴) بکر مزنی (۱۵) ابن ابی لیلیٰ (۱۶) قاسم بن مخیمرہ (۱۷) راشد بن سعد (۱۸) ضمرہ بن حبیب (۱۹) حکیم بن عمیر (۲۰) علاء بن الجلاج (۲۱) بلال بن سعد (۲۲) محمد بن واسع (۲۳) ام الدرداء وغیرہم رحمہم اللہ تعالےٰ۔

ومن تبع تابعین لطف اللہ بھم یوم الدین: (۲۴) عالم قریش سیدنا ابو محمد بن ادریس شافعی (۲۵) عالم کوفہ فقیہ مجتہد امام سفیان (۲۶) عبدالرحمٰن بن العلاء وغیرہم روح اللہ تعالےٰ ارواحہم۔

ومن اعاظم السلف واکارم الخلف نور اللہ تعالیٰ مراقدھم: (۲۷) عالم اہلبیت رسالت حضرت امام علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی و بتول بنت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم وبارک وسلم (۲۸) امام اجل عارف باللہ محمد بن علی حکیم ترمذی (۲۹) امام محدث جلیل کبیر اسمٰعیلی (۳۰) امام فقیہ عابد وزاہد احمد بن عصمہ ابوالقاسم صفار حنفی بدو واسطہ شاگرد امام ابویوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالےٰ (۳۱) امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی (۳۲) امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی (۳۳) امام ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد حاکم شہید حنفی صاحب کافی (۳۴) امام ابوالفضل قاضی عیاض یحصبی مالکی (۳۵) امام حجۃ الاسلام مرشد الانام ابوحامد محمد محمد غزالی (۳۶) امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن

marfat.com

خسرناہ[1]

جو راہِ خدا میں دیا تھا اس کا نفع اٹھایا اور جو پیچھے چھوڑا وہ ٹوٹے میں گیا۔

حدیث (۵۹) امام احمد تاریخ نیشاپور اور بیہقی اور ابن عساکر تاریخِ دمشق میں سعید بن المسیب سے راوی:

قال دخلنا مقابر المدینۃ مع علی ابن ابی طالب فنادی یا اھل القبور السلام علیکم ورحمۃ اللہ تخبرونا باخبارکم تریدون ان نخبرکم قال فسمعت صوتا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا امیر المؤمنین اخبرنا عما کان بعدنا فقال علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اما ازواجکم فقد تزوجن واما اموالکم فقد اقتسمت والاولاد فقد حشروا فی زمرۃ الیتامٰی والبناء الذی شیدتم فقد سکن اعداءکم فھذہ اخبار ما عندنا فما عندکم فاجابہ میت فقد تخرقت الاکفان وانتثرت الشعور وتقطعت الجلود وسالت الاحداق علی الخد ودوسالت مناخیر بالقیح والصدید وما قدمناہ ربحناہ وما خلفناہ خسرناہ ونحن مرتھنون بالاعمال[2]

یعنی ہم مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہمرکاب مقابرِ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولا علی نے اہلِ قبر پر سلام کرکے فرمایا: تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمھیں خبر دیں؟ سعید بن مسیّب فرماتے ہیں: میں نے آواز سُنی کسی نے حضرت مولیٰ کو جوابِ سلام دے کر عرض کی: یا امیر المومنین! آپ بتائیے ہمارے بعد کیا گزری؟ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تمھاری عورتوں نے تو نکاح کر لیے، اور تمھارے مال سو وہ بٹ گئے، اور اولاد یتیموں کے گروہ میں اُٹھی، اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا تھا اُس میں تمھارے دشمن بسے، ہمارے پاس کی خبریں تو یہ ہیں اب تمھارے پاس کیا خبر ہے؟ ایک مُردے نے عرض کی کہ کفن پھٹ گئے، بال جھڑ پڑے، کھالوں کے پُرزے پُرزے ہو گئے، آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے، نتھنوں سے پیپ اور گندا پانی جاری ہے اور جو آگے بھیجا تھا اس کا نفع ملا اور جو پیچھے چھوڑا اسکا خسارہ ہوا اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۞ سبحٰن من تفرد بالبقاء وقھر عبادہ بالموت سبحان

ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے، طاقت و قوت نہیں مگر عظمت و بلندی والے خدا ہی سے۔ پاک ہے وہ جو اکیلا باقی رہنے والا ہے، اور اپنے

---

[1] شرح الصدور بحوالہ کتاب القبور لابن ابی الدنیا باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۷

[2] " " تاریخ ابن عساکر " " " " " " "

بن ابراہیم بن احمد حلبی شافعی صاحب سیرۃ انسان العیون (۷۸) امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی شافعی صاحب میزان الشریعۃ الکبرٰی (۷۹) علامہ محمد بن یوسف شامی صاحب سبل الہدٰی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۸۰) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی صاحب شرح مواہب (۸۱) علامہ عبدالرؤف محمد مناوی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر (۸۲) امام ابوبکر بن محمد بن علی حدادی حنفی صاحب جوہرہ نیرہ شرح قدوری (۸۳) علامہ ابراہیم بن محمد ابراہیم حلبی حنفی صاحب غنیہ شرح منیہ (۸۴) فاضل علی بن سلطان محمد قاری مکی حنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (۸۵) علامہ محمد بن احمد حموی حنفی استاد محقق شرنبلالی (۸۶) علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار مصری شرنبلالی حنفی صاحب نور الایضاح و امداد الفتاح و مراقی الفلاح (۸۷) علامہ خیرالدین رملی حنفی صاحب فتاوٰی خیریہ، استاذ صاحب درمختار (۸۸) فاضل مدقق محمد بن علی دمشقی حصکفی شارح تنویر (۸۹) سیدی عارف باللہ عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی حنفی صاحب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ (۹۰) سید علامہ ابوالسعود محمد حنفی (۹۱) مولانا عارف باللہ نورالدین جامی حنفی صاحب نفحات (۹۲) شیخ محقق برکۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الھند مولانا عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی حنفی صاحب لمعات واشعۃ اللمعات وجامع البرکات و جذب القلوب و مدارج النبوۃ (۹۳) فاضل محدث مولٰنا محمد طاہر فتنی احمد آبادی حنفی صاحب مجمع بحار الانوار (۹۴) فاضل شیخ الاسلام دہلوی حنفی صاحب کشف الغطا (۹۵) مولٰنا شیخ جلیل نظام الدین وغیرہ جامعانِ فتاوٰی عالمگیری حنفیان (۹۶) بحرالعلوم ملک العلماء مولانا ابوالعیاش محمد بن عبدالعلی لکھنوی حنفی (۹۷) خاتمۃ المحققین علامہ غنیمی حنفی (۹۸) فاضل سید احمد مصری طحطاوی حنفی (۹۹) سیدی امین الدین محمد شامی حنفی محشیان شرح علائی (۱۰۰) سیدی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی حنفی وغیرہم برد اللہ تعالٰی مضاجعھم۔

تنبیہ: فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے ان ائمہ سلف و علمائے خلف سے صرف اُنھی اکابر کے اسمائے طیبہ گنے جن کے کلام میں خاص سماع و ادراک و علم و شعورِ اہلِ قبور کے نصوصِ قاہرہ یا دلائل باہرہ ہیں۔ پھر اُن میں بھی حصر و استیعاب کا قصد نہ کیا کہ اس کی راہ میں بلادِ شاسعہ و براری واسعہ و جبال شاہقہ و بحار زاخرہ ہیں، بلکہ حاشا وہ بھی بالتمام ؏ ذکر نہ کیے جن کے اقوال ہدایت اشتمال اس وقت میرے سامنے جلوہ فرما د

؏ قولہ وُہ بھی بالتمام ذکر نہ کیے، **اقول** اس دعوٰی کی صحت پر خود یہی رسالہ دلیل کافی ہے، ناظر اول تا آخر اس کے مقامات کو مطالعہ کرے گا تو ائمہ مذکورین کے سوا بہت علماء و مشائخ کے اسماء دیکھے گا۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

کو لے کر قبر پر تشریف لے گئے ـــــ آگے لفظ حدیث یوں ہیں :

فقال عمر یافلان ولمن خاف مقام ربه جنتٰن، فاجابه الفتی من داخل القبر یاعمر قد اعطانیهما ربی فی الجنة مرتین[1]

یعنی امیر المومنین نے جوان کا نام لے کر فرمایا: اے فلاں! جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے اس کے لیے دو باغ ہیں۔ جوان نے قبر میں سے آواز دی: اے عمر! مجھے میرے رب نے یہ دولتِ عظمٰی جنّت میں دو بار عطا فرمائی۔

نسأل الله الجنة له الفضل والمنة وصلی الله تعالٰی علی نبی الانس والجنة وآله وصحبه واصحاب السنة اٰمین اٰمین اٰمین!

ہم اللہ سے جنت کے خواستگار ہیں، اسی کے لیے فضل و احسان ہے، اور خدائے برتر کا درود و سلام ہو انس و جن کے نبی اور اُن کی آل و اصحاب اور اہلِ سنّت پر۔ الٰہی! قبول فرما، قبول فرما، قبول فرما! (ت)

المقصد الثالث فی اقوال العلماء

(مقصدِ سوم علماء کے اقوال میں)

قال الفقیر محرر السطور غفرله المولی الغفور اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کی تصریح و تلویح و تنقیص و تلمیح و تائید و ترجیح و تسلیم و تصحیح میں ارشادات متکاثرہ و اقوال متوافرہ ہیں۔ حضراتِ عالیہ صحابہ کرام و تابعین فخام و اتباع اعلام و مجتہدینِ اسلام و سلف و خلف علمائے عظام سے رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین وحشرنا فی زمرتهم یوم الدین اٰمین (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہوا اور ہمیں روزِ قیامت اُن کے زمرے میں اُٹھائے۔ الٰہی قبول فرما! ـ ت) فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی اگر بقدرِ قدرت اُن کے حصر و استقصار کا ارادہ کرے موجز عجالہ حدِ مجلد سے گزرے، لہٰذا اوّلاً صرف ننانوے ائمۂ دین و علماءِ کاملین کے اسماءِ طیبہ شمار کرتا ہوں جن کے اقوال اس وقت میرے پیشِ نظر اور اس رسالہ کے فصول و مقاصد میں جلوہ گر و فضل الله سبحانه اوسع و اکثر (اور اللہ سبحانہ کا فضل اور زیادہ وسیع و فزوں تر ہے۔ ـ ت) پھر دس نام اُن عالموں کے بھی حاضر کروں گا جن پر اعتماد میں مخالف مضطر و هذا الدهم ادهٰی وامر والحمد لله العلی الاکبر (اور یہ ان کے نزدیک زیادہ سخت اور تلخ ہے، اور سب خوبیاں بلندی و کبریائی والے خدا ہی کے لئے ہیں۔ ـ ت)

فمن الصّحابة رضوان الله تعالٰی علیهم اجمعین: (۱) امیر المومنین عمر فاروق اعظم

---

[1] کنز العمال بحوالہ ک حدیث ۴۴۶۳۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۱۷-۵۱۶

اصحابِ فہم کے لیے کافی ہیں۔ت) ؎

اولئك ساداتی فجئنی بمثلھم　　　اذا جمعتنا یا جریر المجامع [1]

(یہ ہیں میرے سردار، پس تو ان کی مثل پیش کر، اے جریر جمع کرنے والے جب تو جمع کر لائے)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

(۱۵۵) حضرت سیّدی ابویزید بسطامی (۱۵۶) حضرت سیّدی ابوالحسن خرقانی (۱۵۷) حضرت سیّدی ابوعلی فارمدی (۱۵۸) حضرت سیّدی ابوسعید خراز (۱۵۹) حضرت استاد امام ابوالقاسم قشیری۔ (۱۶۰) حضرت عارف باللہ سیّدی ابی علی (۱۶۱) حضرت سیّدی ابراہیم بن شیبان (۱۶۲) حضرت سیدی ابویعقوب (۱۶۳) حضرت سیدی علی خواص شیخ امام شعرانی (۱۶۴) حضرت میر ابوالعلٰے اکبرآبادی سردار سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ (۱۶۵) شاہ محمد غوث گوالیاری صاحب جواہرِ خمسہ (۱۶۶) مولانا وجیہ الدین علوی شیخ حضرت مولٰنا عبدالحق محدّث دہلوی (۱۶۷) حضرت سیّد صبغۃ اللہ بروجی (۱۶۸) شیخ بایزید ثانی (۱۶۹) مولٰنا عبدالملک (۱۷۰) شیخ اشرف لاہوری (۱۷۱) شیخ محمد سعید لاہوری کہ ساتوں صاحب مشائخ شاہ ولی اللہ سے ہیں۔ (۱۷۲) جناب شیخ مجدد الف ثانی (۱۷۳) شیخ عبدالاحد پیر سلسلہ مجدّدیہ (۱۷۴) شیخ ابوالرضا محمد جدِ شاہ ولی اللہ (۱۷۵) سیّد احمد بریلوی پیر میاں اسمٰعیل دہلوی کہ صراطِ مستقیم جن کی ملفوظات قرار دی گئی۔

یہ مجموعہ پونے دوسو ہُوا [۱۷۵] من بعضھم صریح البیان و من بعضھم افادۃ البرھان و من بعضھم التقریر والاذعان ولبعضھم لیس الخبر کالعیان والحمد للہ فی کل حین واٰن (بعض کا صریح بیان ہے، بعض کی جانب سے افادۂ برہان ہے، بعض سے تقریر اور اذعان ہے، اور بعض کا حال یہ ہے کہ خبر مشاہدے کی طرح نہیں، اور اللہ ہی کی حمد ہے ہر وقت اور ہر آن۔ت) اور ہنوز اس کتاب میں اور باقی ہیں اور جو حصر واستیعاب کی طرف راہ کیا ہے بلکہ استقصائے تمام قدرت خامہ و وسعت کاغذ کے ورا آخر نوعِ اوّل مقصد سوم میں ارشادان علماء سے مذکور ہو گا کہ علم وسمع وبصر موتٰی پر تمام اہلسنّت وجماعت کا اجماع ہے، تو آج تک جس قدر عمائد اہلسنّت گزرے سب کے نام اسی فہرست میں اندراج کے قابل، پھر کون کہہ سکتا ہے کہ وُہ کے لاکھ ہے، والحمد للہ رب العٰلمین۔ اور لُطف یہ کہ ان مذکورین میں گنتی کے بعض ایسے ہیں جن کے دو ایک ظواہر کلمات سے وہابیہ اس مسئلہ میں استناد کرتے اور انھیں کے باقی اقوال کو پس پشت ڈال کر مقامِ تحقیق و مرامِ توفیق و نظامِ تطبیق اور موافق ومبائن جمہور کی تفریق سے محض غافل یا اغوائے عوام کو متغافل گزرتے ہیں واللہ یھدی من یشاء الٰی صراط المستقیم (اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔ت) ۱۲ منہ دامت فیوضہ (م)

---

[1] مختصر المعانی　تعریف المسند الیہ بالاشارۃ　المکتبۃ الفاروقیہ ملتان　ص ۱۱۱

فرح قرطبی صاحب تذکرہ (۳۷) امام[11] شمس الائمہ حلوائی حنفی (۳۸) امام[12] عارف باللہ فقیہ زاہد (۳۹) امام[13] محدث
محی الدین طبری شافعی (۴۰) امام[14] ربانی سیدنا علاء الدین سمنانی (۴۱) امام[15] ابو المحاسن حسن بن علی ظہیر الدین کبیر
مرغینانی حنفی اُستاذ امام قاضی خاں وصاحب خلاصہ (۴۲) بعض[16] اساتذہ امام شیخ الاسلام علی بن ابی بکر
برہان الدین فرغانی حنفی صاحب التجنیس والمزید (۴۳) امام[17] فقیہ النفس قاضی حسن بن منصور فرغانی اوزجندی
حنفی (۴۴) امام[18] ابو ذکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی شارح صحیح مسلم (۴۵) امام[19] فخر الدین محمد رازی شافعی
(۴۶) امام[20] سعد الدین تفتازانی مصنف وشارح مقاصد (۴۷) امام[21] ابو سلیمان احمد بن ابراہیم خطابی (۴۸) امام[22]
ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن احمد سہیلی صاحب الروض (۴۹) امام[23] عمر بن محمد بن عمر جلال الدین خبازی حنفی
صاحب فتاویٰ خبازیہ (۵۰) صاحب[24] عباب حنفی تلمیذ امام اجل قاضی خاں (۵۱) علامہ[25] محمود بن محمد لولوی بخاری
حنفی صاحب حقائق شرح منظومہ نسفیہ تلمیذ التلمیذ امام شمس الائمہ کردری (۵۲) سیدی[26] یوسف بن عمر صوفی حنفی
صاحب مضمرات (۵۳) امام[27] عارف باللہ صدر الدین قونوی (۵۴) امام[28] شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی
حنفی (۵۵) امام[29] ملک العلماء عز الدین بن عبد السلام شافعی (۵۶) امام[30] محدث زین الدین مراغی (۵۷) امام[31]
ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر اندلسی (۵۸) قاضی[32] ناصر الدین بیضاوی شافعی صاحب تفسیر (۵۹) امام[33]
ابو عبد اللہ ابن النعمان صاحب سفینۃ النجاہ لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء (۶۰) امام[34] عارف باللہ
عبد اللہ بن اسعد یافعی شافعی صاحب روض الریاحین (۶۱) امام[35] علامہ سید الحفاظ ابو علی ابو الفضل احمد بن
علی ابن حجر عسقلانی شافعی صاحب فتح الباری شرح صحیح بخاری (۶۲) امام[36] شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی حنفی
صاحب کواکب الدراری شرح صحیح بخاری (۶۳) امام[37] علامہ تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی شافعی صاحب شفاء السقام
(۶۴) امام[38] شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی شافعی صاحب ارتیاح الاکباد بفقد الاولیا (۶۵) امام[39] خاتم الحفاظ
مجدد المائۃ التاسعہ ابو الفضل جلال الدین بن عبد الرحمٰن سیوطی صاحب شرح الصدور وبدور سافرہ وانیس الغریب
وزہر الربی شرح سنن نسائی وغیرہ (۶۶) امام[40] علامہ محمد بن احمد خطیب قسطلانی شافعی صاحب مواہب لدنیہ و
ارشاد الساری شرح صحیح بخاری (۶۷) امام[41] شہاب الدین رملی انصاری شافعی (۶۸) سیدی[42] ولی اللہ
احمد زروق (۶۹) سید[43] عارف باللہ ابو العباس حضرمی (۷۰) امام[44] احمد بن محمد ابن حجر مکی شافعی شارح
مشکوٰۃ (۷۱) محقق[45] علامہ محمد محمد ابن امیر الحاج حنفی صاحب حلیہ شرح منیہ (۷۲) امام[46] محمد عبدری مکی مالکی
(۷۳) امام[47] صدر کبیر حسام الدین شہید عمر بن عبد العزیز صاحب فتاویٰ کبریٰ حنفی (۷۴) امام[48] محمد بن محمد بن شہاب الدین
بزازی حنفی صاحب بزازیہ (۷۵) علامہ[49] نور الدین سمہودی شافعی صاحب خلاصۃ الوفاء فی اخبار دار المصطفیٰ
صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم (۷۶) علامہ[50] رحمۃ اللہ سندی حنفی صاحب مناسک ثلثہ (۷۷) علامہ[51] نور الدین علی

marfat.com

بھی مرفوع میں داخل۔ ہاں بعض اقوالِ تابعین مثل بلال بن سعد اس مقصد سوم میں مذکور ہوئے اور اس کی وجہ اقوال باب سے مناسبت، جس طرح مثلاً امام سفیان کا قول، ایسے ہی تناسب کے سبب اقوالِ تابعین کے ساتھ منقول ہوا۔ اب بقیہ حضرات کے کلماتِ طیبات و اقوال و تصریحات اگر بوجہ استیعاب لکھیے پھر دفتر ہوتا ہے۔ لہذا صرف **تین سو قول** پر اقتصار کرتا ہوں۔ علمائے صنفِ اول کے دو سو اور اہلِ صنفِ دوم کے سو کہ دیدۂ انصاف صاف ہو تو اتنے کیا کم ہیں ع

درخانہ اگر کس است یکحرف بس است

(اگر خانۂ عقل میں شعور ہو تو اشارہ ہی کافی ہے)

تنبیہ: عدّتِ قول، جدّتِ مقول یا تعددِ مقول سے ہے، ابتداءً خواہ تقریراً اور درصورتِ اخیر ہر عالم کی عبارت جدا جدا لکھنا باعثِ طول۔ لہذا انھیں ایک ہی سُرخی میں گن کر اسامی علماء پر ہندسہ لگا دیا جائے گا۔ یہ مقصد بھی مثل اپنے دو برادر پیشیں کے دو نوع پر منقسم واللہ سبحٰنہ ھو الموفق للحق والصواب فی کل مھم

(اور خدائے پاک ہی ہر مہم میں حق و ثواب کی توفیق دینے والا ہے۔ ت)

نوعِ اوّل اقوالِ علماء سلف و خلف میں، ایک تمہید اور پندرہ فصل پر مشتمل۔

تمہید اس میں کہ رُوحیں موت سے نہیں مرتیں۔

(۱) ابنِ عساکر تاریخِ دمشق میں امام محمد بن وضاح سے راوی، امام اجل سحنون بن سعید قدس سرہٗ سے کہا گیا ایک شخص کہتا ہے بدن کے مرنے سے رُوح بھی مرجاتی ہے۔ فرمایا: معاذ اللہ ھذا من قول اھل البدع[1]

خدا کی پناہ یہ بدعتیوں کا قول ہے۔

(۲) امام ابن امیر الحاج خاتمہ حلیہ میں دربارۂ فوائدِ غسلِ میّت فرماتے ہیں:

اذا اعتنی المولی بتطہیر جسد یلقی فی التراب   یعنی جب بندہ دیکھے گا کہ مولیٰ تبارک و تعالٰی نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قد قالوا؛ اذ لیس للرائی فیہ مجال؛ ولیس للقیاس فی ذا الباب؛ من مدخل عند ذوی الالباب؛ وانما التسلیم فیہ اللائق؛ والانقیاد حیث انبأ الصادق۔ ۱۲ منہ (م)

روایت کیا ہے (۳) وہ حسبِ ارشادِ علماء مرفوع کے حکم میں ہے، اس لیے کہ اس بارے میں رائے کا گزر نہیں (۴) اور قیاس کا اس باب میں اربابِ عقول کے نزدیک کوئی دخل نہیں (۵) جب صادق نے خبر دی ہے تو اس میں تسلیم و قبول اور تابعداری ہی مناسب ہے۔ (ت)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ ابن عساکر   خاتمۃ فی فوائد تتعلق بالروح   خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۳۵

marfat.com

متیسر حالت حاضرہ ہیں۔ فتلک مائۃ کاملۃ فیھم وفاء لقلوب عاقلۃ (یہ مکمل سو ہیں جو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میں اتمامِ کلام کو اُن کے نام بھی شمار کرنا اور عدد کو پونے دوسو نام تک پہنچاتا ہُوں۔ متن میں سنو ائمہ سلف و خلف اور دس معتمدینِ مخالف کے اسماء گنائے کہ سب ایک سو دس ہُوئے۔ آگے چلئے من الصحابۃ والتابعین واتباعھم: (۱۱۱) حضرت عبداللہ بن سلام (۱۱۲) حضرت ام المومنین صدّیقہ (۱۱۳) حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضٰے (۱۱۴) حضرت امام حسن مثنّٰی ابن حسن مجتبٰے ابن مولٰے مشکلکشا صلے اللہ تعالٰے علٰی سیّدہم و بارک وسلم دائماً ابداً (۱۱۵) افضل التابعین امام سعید بن المسیّب (۱۱۶) حبان بن ابی جبلہ (۱۱۷) ابن مینا (۱۱۸) ابوقلابہ بصری (۱۱۹) سلیم بن عمیر (۱۲۰) عبداللہ بن ابن نجیح مکی من العلماء والاولیاء من کلا النوعین المذکورین فی المتن (۱۲۱) امام محدّث مفسر مجتہد ابن جریر طبری (۱۲۲) امام محدّث اجل ابو محمد عبدالحق صاحبِ احکامِ کبرٰی و احکامِ صغرٰی (۱۲۳) امام ابوعمرو بن الصلاح محدّث (۱۲۴) امام قاضی مجدد الشریعۃ کرمانی (۱۲۵) امام اجل ابوالبرکات عبداللہ نسفی صاحبِ تصانیفِ مشہورہ (۱۲۶) امام علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی صاحبِ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری (۱۲۷) علامہ ابن ملک شارح مشارق الانوار (۱۲۸) علامہ فضل اللہ بن الغوری حنفی (۱۲۹) امام فخرالدین ابومحمد عثمان بن علی زیلعی صاحبِ تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق (۱۳۰) محمد بن محمد حافظ بخاری صاحبِ فصل الخطاب (۱۳۱) امام شہاب الدین شارح منہاج استاذ الاستاذ ابن حجر مکی (۱۳۲) حضرت سیّدی علی قرشی قدس سرہ العرشی (۱۳۳) امام جلیل نورالدین ابوالحسن علی مصنف بہجۃ الاسرار (۱۳۴) امام مجدالدین عبداللہ بن محمود موصلی حنفی صاحبِ مختار و اختیار (۱۳۵) صاحبِ مطالب المؤمنین (۱۳۶) صاحبِ خزانۃ الروایات (۱۳۷) صاحبِ کنزالعباد، ہر سہ از مستندان متکلمین طائفہ (۱۳۸) علامہ جمہوری صاحبِ تصانیفِ کثیرہ (۱۳۹) علامہ زیادی (۱۴۰) علامہ داوٗدی شارح منہج (۱۴۱) علامہ حلبی محشی صاحبِ دُرمختار (۱۴۲) شیخ احمد نخلی (۱۴۳) شیخ احمد شناوی (۱۴۴) شیخ احمد قشاشی (۱۴۵) مولانا ابراہیم کردی استاذ الاستاذ شاہ ولی اللہ صاحب (۱۴۶) مولٰنا ابوطاہر مدنی خاص استاذ شاہ ولی اللہ (۱۴۷) مولانا محمد بن حسین کبتی حنفی مکی (۱۴۸) مولانا حسین بن ابراہیم مالکی مکی (۱۴۹) حضرت مولٰنا شیخ الحرم احمد بن دحلان شافعی مکی مصنف سیرت نبویہ و ردِّ وہابیہ وغیرہما تصانیف علیّہ (۱۵۰) مولانا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی (۱۵۱) مولٰنا عبدالجبار حنبلی بصری مدنی (۱۵۲) مولٰنا ابراہیم بن خیار شافعی مدنی (۱۵۳) عبد صالح ہاشم بن محمد (۱۵۴) اُن کے والد ماجد محمد عمری مدنی (باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

یا اھل الخلود و یا اھل البقاء انکم لم تخلقوا للفناء و انما خلقتم للخلود و الابد و لکنکم تنتقلون من دار الی دار[1]

اے ہمیشگی والو! اے بقا والو! تم فنا کو نہ بنے بلکہ دوام و ہمیشگی کے لئے بنے ہو، ہاں ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہو۔

قول (۲) شرح الصدور میں ہے:

قال العلماء الموت لیس بعدم محض ولا فناء صرف و انما ھو انقطاع تعلق الروح بالبدن و مفارقۃ و حیلولۃ بینھما و تبدل حال و انتقال من دار الی دار[2]

علماء نے فرمایا موت کے یہ معنی نہیں کہ آدمی محض نیست و نابود ہو جائے بلکہ وُہ تو یہی رُوح و بدن کے تعلق چھُوٹنے اور ان میں حجاب و جُدائی ہو جانے اور ایک طرح کی حالت بدلنے اور ایک گھر سے دوسرے گھر چلے جانے کا نام ہے۔

تنبیہ: تعلق چھُوٹنے کے یہ معنی کہ وُہ علاقہ معہودہ جو عالمِ حیات میں تھا، جاتا رہا۔ اور اسی طرح حجاب و جدائی ہو جانے سے یہ مراد کہ ویسا اتصال تام باقی نہیں، ورنہ مذہب اہلسنت میں رُوح کو بعد موت بھی بدن سے ایک تعلق و اتصال رہتا ہے جیسا کہ فصولِ آئندہ کے اقوالِ کثیرہ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی۔

قول (۳) جامع البرکات میں فرمایا:

موت عدم محض میت چنانکہ دہریاں و طبعیان گویند بلکہ انتقال ست از حالے بحالے و از دارے بدارے[3]

موت نیست و نابود ہو جانے کا نام نہیں جیسا کہ دہریہ اور طبعیین کہتے ہیں بلکہ ایک حال سے دوسرے حال اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جانے کا نام ہے۔ (ت)

قول (۴) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ:

اولیائے خدا نقل کردہ شد ند ازیں دار فانی بہ دار بقا و زندہ اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و خوشحال اند و مردم را ازاں شعور نیست[4]

اولیاء اس دار فانی سے دار بقا میں منتقل کر دئے جاتے ہیں، وُہ اپنے پروردگار کے یہاں زندہ ہیں، انھیں رزق ملتا ہے اور خوشحال رہتے ہیں اور لوگوں کو اس کی خبر نہیں۔ (ت)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ حلیہ باب فضل الموت خلافت اکیڈمی، منگورہ، سوات ص ۵
[2] " " " " " " " " "
[3] جامع البرکات
[4] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء فصل ۱ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۲

marfat.com

والحمد للّٰہ اولاً و اٰخراً و باطناً و ظاھراً تمام الکلام بمسلك الالزام (اول، آخر، ظاہر، باطن میں اللہ تعالٰی کی حمد ہے، الزام کے رنگ میں کلام تام کیا جارہا ہے۔ ت)

اب انھیں لیجئے جن پر اعتماد مخالف کو ضرور: (۱) شاہ ولی اللہ صاحب (۲) ان کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب (۳) اُن کے فرزند ارجمند مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب (۴) اُن کے برادر مولٰنا شاہ عبدالقادر صاحب (۵) اُن کے ممدوح جناب میرزا مظہر جانجاناں (۶) اُن کے مرید رشید قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی، (۷) مولوی اسحاق صاحب دہلوی (۸) اُن کے شاگرد نواب قطب الدین خاں دہلوی (۹) مولوی خرم علی صاحب بلہوری تجاوز اللہ عنا وعن کل من صح ایمانہ فی النشاتین ورحم کل من یشھد صدقا بالشھادتین (اللہ درگزر فرمائے ہم سے اور ہر اُس شخص سے جس کا ایمان دونوں نشأتوں میں صحیح ہے اور اُن سب پر رحم فرمائے جو سچائی سے دونوں شہادتوں کی گواہی دینے والے ہیں۔ ت) (۱۰) ان سب سے قوی مجتہد نو میاں اسمٰعیل دہلوی واللہ الھادی الی منھج السوی وھو المستعان علٰی کل غوی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الغالب العلی (اور خدا ہی راہِ راست کی ہدایت دینے والا ہے اور اسی سے ہر گمراہ کے خلاف استعانت ہے اور کوئی طاقت وقوت نہیں مگر خدائے غالب و برتر سے۔ ت)

واضح ہو کہ ارشادات علیہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین مقصدِ احادیث میں مذکور ہوئے کہ حدیث اصطلاحِ محدثین[1] میں اُنھیں بھی شامل، معہذا امورِ قبور واحوالِ ارواحِ مفارقہ میں رائے کو دخل نہیں تو یہاں[2] موقوف

---

[1] علامہ سید شریف رحمہ اللہ تعالٰی مقدمہ مصطلحات الحدیث میں فرماتے ہیں:

الحدیث اعم من ان یکون قول الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والصحابی والتابعی وفعلھم وتقریرھم۔

حدیث رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابی و تابعی سب کے قول، فعل اور تقریر کو شامل ہے۔ (ت)

[2] امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنی ارجوزہ مسمّٰی بالتثبیت عند التبییت میں فرماتے ہیں:

یکرر السوال للانام ÷ فی ماروا فی سبعۃ ایام ÷ کذا رواہ احمد بن حنبل ÷ فی الزھد عن طاؤس البحر العلی ÷ وحکمہ الرفع کما

(۱) روایت محدثین کے مطابق مخلوق سے سوال سات دنوں کے اندر مکرر ہوگا (۲) امام احمد بن حنبل نے زہد میں متبحر بلند رتبہ تابعی امام طاؤس سے ایسا ہی

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

روایت چہارم : وہی امام حضرت ابو یعقوب سوسی نہرجوری قدس سرہٗ سے راوی، میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختہ پر لٹایا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا، میں نے کہا: جانِ پدر! میں جانتا ہوں کہ تو مردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے، لے میرا ہاتھ چھوڑ دے[1]۔

روایت پنجم : جناب ممدوح انہی عارف موصوف سے راوی، مکہ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا پیر و مرشد! میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا۔ حضرت! یہ اشرفیاں لیں آدھی میں میرا دفن آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا، پھر کعبہ سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی، میں نے قبر میں اتارا، آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا: موت کے بعد زندگی کہاں؟ کہا: انا حی وکل محب اللہ حی[2] میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر دوست زندہ ہے۔

اس قسم کی صدہا روایات کلماتِ ائمہ کرام میں مذکور و من لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور[3] (اور خدا جسے نور نہ دے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔ ت)

فصل دوم : موت سے روح میں اصلاً تغیر نہیں آتا اور اس کے علوم و افعال[4] بدستور رہتے ہیں بلکہ زیادہ ہو جاتے ہیں، پھر جمادیت کیسی اور اثباتِ تخصیص ادراک ذمہ مخصص۔

قول (۶) امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں :

النفس باقیۃ بعد موت البدن عالمۃ باتفاق المسلمین بل غیر المسلمین من الفلاسفۃ وغیرھم ممن یقول ببقاء النفوس یقولون بالعلم بعد الموت ولم	یعنی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ روح بعد مرگ باقی اور علم و ادراک رکھتی ہے، بلکہ فلاسفہ وغیرہم کفار بھی جو بقائے ارواح کے قائل ہیں وہ بھی موت کے بعد علم مانتے ہیں اور بقائے روح میں کسی نے خلاف

ع[4] امام سیوطی شرح الصدور میں مذہب اہلسنت کتاب الروح سے یوں نقل فرماتے ہیں :

ان الروح ذات قائمۃ بنفسھا تصعد وتنزل وتتصل وتنفصل وتذھب وتجیئ وتتحرک وتسکن وعلی ذٰلک اکثر من مائۃ دلیل مقررۃ۔	یعنی روح ایک مستقل ذات ہے کہ چڑھتی اترتی ملتی جدا ہوتی آتی جاتی حرکت کرتی ساکن ہوتی ہے اور اس پر سَو سے زیادہ دلائل ثابت ہوتے ہیں۔ (م)

---

[1] الرسالۃ القشیریۃ فصل فان قیل فما الغالب علی الولی فی حال الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۷۰

[2] " " " " " " ۱۷۱

[3] القرآن ۲۴/ ۴۰

[4] شرح الصدور خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۳۶

marfat.com

تنبه العبد الی تطهیر ما هو باق وهو النفس فانه لا یفنی عند اهل السنة والجماعة[1]

ہم پر اس بدن کی تطہیر فرض کی جو خاک میں ڈالا جائیگا تو متنبہ ہوگا کہ اس کی تطہیر اور بھی ضرور ہے جو باقی رہنے والا ہے یعنی روح کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک فنا نہیں ہوتی۔

(۳) امام عزّ الدین بن عبد السلام[عہ] فرماتے ہیں کہ:

لا تموت ارواح الحیاة بل ترفع الی السماء حیة[2]

رُوحیں مرتی نہیں بلکہ زندہ آسمان کی طرف اُٹھا لی جاتی ہیں۔

(۴) امام جلال الحق والدین سیوطی شرح الصدور میں ناقل ' باقیة بعد خلقها بالاجماع[3] رُوحیں پیدائش کے بعد بالاجماع جاوداں رہتی ہیں۔

(۵) خود امام ممدوح اس امر کی تائید میں کہ شہدار کی زندگی صرف رُوحانی نہیں بلکہ روح وبدن دونوں سے ہے، ارشاد فرماتے ہیں:

لوکان المراد حیات الروح فقط لم یحصل له تمیز عن غیره لمشارکة سائر الاموات له فی ذلك ولعلم المؤمنین باسرهم حیاة کل الارواح فلم یکن لقوله تعالیٰ ولکن لا تشعرون[4]

یعنی اگر آیت کریمہ میں حیات شہید سے صرف زندگیِ رُوح مراد ہوتی تو اس میں اس کی کیا خصوصیت تھی۔ یہ بات تو ہر مُردے کو حاصل ہے اور تمام مسلمان جانتے ہیں کہ سب کی رُوحیں بعد موت زندہ رہتی ہیں حالانکہ حیاتِ شہدا کی نسبت آیت میں فرمایا کہ تمھیں خبر نہیں۔

یہاں سے اجماعِ صحابہ ثابت ہوا۔

فصل اوّل: موت صرف ایک مکان سے دوسرے میں چلا جانا ہے نہ کہ معاذ اللہ جماد ہو جانا۔

قول (۱) ابو نعیم حلیہ میں بلال بن سعد[عہ۲] رحمہ اللہ تعالٰے سے راوی کہ اپنے وعظ میں فرماتے:

عہ نقله فی شرح الصدور عن امالیه ۱۲ منه (م) اسے شرح الصدور میں اُن کے امالی سے نقل کیا۔ ت

عہ۲ تابعی جلیل، عابد، فاضل، ثقہ، رجال نسائی وغیرہ سے ۱۲ منہ (م)

---

[1] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

[2] شرح الصدور بحوالہ عزّ الدین بن عبد السلام خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۳۴

[3] " " کتاب ابن قیم " " " " " " ص ۱۳۵

[4] " " باب زیارت القبور " " " " " " ص ۸۵

marfat.com

قول (۱۲) علامہ مناوی کی شرح جامع صغیر میں ہے:

الموت لیس بعدم محض والشعور باق حتی بعد الدفن[1]

موت بالکل عدم نہیں اور شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی۔

قول (۱۳) اُسی میں ہے:

ان الروح اذا انخلعت من ھذا الھیکل وانفکت من القیود بالموت تجول الی حیث شاءت[2]

بیشک رُوح جب اس قالب سے جُدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جولان کرتی ہے۔

قول (۱۴) شرح الصدور میں منقول کہ دلائلِ قرآن وحدیث لکھ کر کہا:

فصح ان الارواح اجسام حاملۃ لاعراضھا من التعارف والتناکر وانھا عارفۃ متمیزۃ[3]

ان سے ثابت ہوا کہ رُوحیں اجسام ہیں اپنے اوصاف شناخت وناشناخت وغیرہ کی حامل جو بذاتِ خود ادراک و تمیز رکھتی ہیں۔

یہاں وُہ تقریر یاد کرنی چاہئے جو زیرِ حدیث دوم گزری۔

قول (۱۵) مقاصد و شرح مقاصد علامہ تفتازانی میں ہے:

عند المعتزلۃ وغیرھم البدنیۃ المخصوصۃ شرط فی الادراک فعندھم لایبقی ادراک الجزئیات عند فقد الالات وعندنا یبقی وھو الظاھر من قواعد الاسلام[4]

معتزلہ وغیرہم کے مذہب میں یہ بدن شرطِ ادراک ہے توان کے نزدیک جب اس کے آلات نہ رہے ادراکِ جزئیات بھی نہ رہا اور ہم اہلِ سنّت وجماعت کے مذہب میں باقی رہتا ہے اور یہی ظاہر ہے قواعدِ دینِ اسلام سے۔

قول (۱۶) لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

سببیۃ الحواس للاحساس وللادراک عادیۃ

حواس کا سببِ احساس وادراک ہونا اک امرعادی ہے

---

[1] التیسیر شرح جامع صغیر تحت ان المیت یعرف من یحملہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/۳۰۳

[2] " " تحت حدیث ان روحی المومنین " " ۱/۳۲۰

[3] شرح الصدور باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۹۹

[4] شرح مقاصد المبحث الرابع مدرک الجزئیات دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/۴۳

قول (۵) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

لا فرق لهم فی الحالین ولذا قیل اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار[1]

اولیاء کی دونوں حالت وممات میں اصلاً فرق نہیں، اسی لیے کہا گیا کہ وُہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔

روایت مناسبہ: امام عارف باللہ اُستاذ ابو القاسم قشیری قدس سرہٗ اپنے رسالہ میں بسندِ خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابو سعید خراز قدس سرہ الممتاز سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا بابِ بنی شیبہ پہ ایک جوان مُردہ پڑا پایا، جب میں نے اُس کی طرف نظر کی مجھے دیکھ کر مُسکرایا اور کہا:

یا ابا سعید اما علمت ان الاحباء احیاء و ان ماتوا وانما ینقلون من دار الی دار[2]

اے ابو سعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وُہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

روایت دوم: وہی عالیجناب حضرت سیدی ابو علی قدس سرہٗ سے راوی، میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا اور اُن کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ اُن کی غربت پہ رحم کرے، فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا:

یا ابا علی أتذلنی بین یدی من دللنی[3]

اے ابو علی! مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے۔

میں نے عرض کی: اے سردار میرے! کیا موت کے بعد زندگی؟ فرمایا:

بلٰی انا حی وکل محب اللہ حی لا ینصرنك بجاهی غدا یا ادوذباری[4]

میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے بیشک وُہ جاہت وعزت جو روزِ قیامت ملے گی اس سے تجھے کوئی ضرر نہ پہنچے گا بلکہ میں تیری مدد کروں گا اے روذباری۔

روایت سوم: وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہٗ سے راوی، میرا ایک مرید جوان مرگیا، مجھے سخت صدمہ ہوا، نہلانے بیٹھا، گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتداء کی، جوان نے وُہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی، میں نے کہا: جانِ پدر! تو سچا ہے مجھی سے غلطی ہوئی۔

ع هذه والاربعة بعدها کل ذلك فی شرح الصدور ۱۲ منہ (م) یہ روایت اور اسکے بعد کی چاروں روایتیں سب شرح الصدور میں ہیں۔ (ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۲۴۱

[2] و [3] الرسالۃ القشیریۃ باب احوالهم عند الخروج من الدنیا مصطفی البابی مصر ص ۱۴۰

[4] الرسالۃ القشیریۃ " " ۱۴۰ "

قول (۲۱) امام جلال الدین سیوطی رسالہ منظومہ انیس الغریب میں فرماتے ہیں:

یعرف من یغسله و یحمل　　و یلبس الاکفان و من یُنزل[1]

(مردہ اپنے نہلانے والے، اٹھانے والے، کفن پہنانے والے، قبر میں اتارنے والے سب کو پہچانتا ہے)

قول (۲۲ تا ۲۴) امام ابن الحاج مدخل اور امام قسطلانی[23] مواہب اور علامہ[24] زرقانی شرح میں تقریرًا فرماتے ہیں:

واللفظ لاحمد من انتقل الی عالم البرزخ من المؤمنین یعلم احوال الاحیاء غالبًا وقد وقع کثیر من ذلك کما ھو مسطور فی مظنة ذلك من الکتب[2]

احمد کے الفاظ ہیں جو مسلمان برزخ میں ہیں اکثر احوالِ احیاء پر علم رکھتے ہیں اور یہ امر بکثرت واقع ہے جیسا کہ کتابوں میں اپنے محل پر مذکور رہے۔

قول (۲۵) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں علم و ادراکِ موتٰی کی تحقیق و تفصیل لکھ کر فرماتے ہیں:

بالجملہ کتاب وسنّت مملوو مشحون اند باخبار و آثار کہ دلالت مے کند بر وجود علم موتٰی بدنیا و اہل آں پس منکر نہ شود آں را مگر جاہل باخبار و منکر دین[3]

الحاصل کتاب وسنّت ایسے اخبار و آثار سے لبریز ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ مُردوں کو دُنیا و اہلِ دنیا کا علم ہوتا ہے تو اس کا انکار وہی کرے گا جو اخبار و احادیث سے بے خبر اور دین کا منکر ہو۔ (ت)

فصل چہارم اموات سے حیا کرتے ہیں۔

قول (۲۶) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں سلیم بن عمیر سے راوی، وُہ ایک مقبرہ پر گزرے، پیشاب کی حاجت سخت تھی، کسی نے کہا یہاں اُتر کر قضائے حاجت کر لیجئے، فرمایا:

سبحان الله والله انی لاستحیی من الاموات کما استحیی من الاحیاء[4]

سُبحان اللہ! خدا کی قسم میں مُردوں سے ایسی ہی شرم کرتا ہُوں جیسی زندوں سے۔

---

[1] انیس الغریب

[2] المواہب اللدنیہ　من آداب الزیارت　المکتب الاسلامی بیروت　۴/ ۵۸۱
زرقانی علی مواہب اللدنیہ　المقصد العاشر　المطبعۃ العامرہ مصر　۸/ ۳۴۹
المدخل　فصل فی الکلام علٰی زیارہ سیّد الاولین　دار الکتب العربیہ بیروت　۱/ ۲۵۳

[3] اشعۃ اللمعات　کتاب الجہاد　فصل اول　نوریہ رضویہ سکھر　۳/ ۴۰۱

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ ابن ابی الدنیا　زیارت القبور　مکتبہ امدادیہ ملتان　۴/ ۱۱۷

marfat.com

یخالف فی بقاء النفوس الا من لا یعتد به[۱] اھ ملتقطا۔

نہ کیا مگر ایسوں نے جو کسی گنتی شمار میں نہیں اھ ملتقطا

قول (۷) تفسیر بیضاوی میں ہے:

فیہا دلالۃ علی ان الارواح جواھر قائمۃ بانفسھا مغائرۃ لما یحس بہ من البدن تبقی بعد الموت دراکۃ و علیہ جمھور الصحابۃ والتابعین و بہ نطقت الاٰیات والسنن[۲]

یہ آیۂ کریمہ دلیل ہے کہ رُوحیں جوہر قائم بالذات ہیں، یہ بدن جو نظر آتا ہے اس کے سوا اور چیز ہیں، موت کے بعد اپنے اُسی جوش ادراک پر رہتی ہیں۔ جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے اور اسی پر آیات و احادیث ناطق۔

قول (۸) امام غزالی احیاء میں فرماتے ہیں:

لا تظن ان العلم یفارقك بالموت فالموت لایھدم محل العلم اصلا و لیس الموت عدما محضا حتی تظن انك اذا عدمت عدمت صفتك[۳]

یہ گمان نہ کرنا کہ موت سے تیرا علم تجھ سے جدا ہو جائیگا کہ موت محلِ علم یعنی رُوح کا تو کچھ نہیں بگاڑتی، نہ وُہ نیست و نابود ہو جانے کا نام ہے کہ تو سمجھے جب تُو نہ رہا تیرا وصف یعنی علم و ادراک بھی نہ رہا۔

قول (۹، ۱۰) امام نسفی عمدۃ الاعتقاد، پھر علّامہ نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں: الروح لا یتغیر بالموت[۴] مرنے سے رُوح میں کچھ تغیر نہیں آتا۔

قول (۱۱) علامہ تورپشتی فرماتے ہیں:

الروح الانسانیۃ متمیزۃ مخصوصۃ بالادراکات بعد مفارقتھا البدن[۵] نقلہ المناوی۔

فراقِ بدن کے بعد بھی روحِ انسانی متمیز و مخصوص بہ ادراکات ہے۔ (اسے علامہ مناوی نے نقل کیا۔ت)

---

[۱] شفاء السقام الفصل الثانی فی الشہداء مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۱۰

[۲] تفسیر بیضاوی تحت آیۃ بل احیاء ولکن لا تشعرون مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۷

[۳] التیسیر بحوالہ الغزالی تحت حدیث من طلب العلم الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۲/ ۴۲۹

ف: سعیِ بسیار کے باوجود یہ حوالہ احیاء العلوم سے دستیاب نہیں ہو سکا، تیسیر میں بحوالہ الغزالی بعینہٖ یہ عبارت موجود ہے اس لیے تیسیر سے یہ حوالہ نقل کیا ہے۔ نذیر احمد

[۴] الحدیقۃ الندیۃ الباب الثانی فی الامور المھمۃ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد ۱/ ۲۹۰

[۵] التیسیر شرح جامع صغیر بحوالہ التورپشتی تحت حدیث ان ارواح الشہداء الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/ ۳۱

فی حضورہ[1]۔ ذکرہ فی باب الزیارۃ النبویۃ فصل المقام بالمدینۃ المنورۃ۔

مذہب کے خلاف کروں ۔(اسے علامہ قاری نے شرح لباب، باب زیارت نبوی، فصل اقامت مدینۂ منورہ میں ذکر کیا۔ ت)

سبحان اللہ اگر اموات دیکھتے سُنتے نہیں تو جہر و اخفاء یا رفع و ترک و مکث قنوت و تعجیلِ سجود میں کیا فارق تھا، لِلّٰہ انصاف، اگر بنائے قبر حجاب مانع ہو تو امام ہمام کا سامنا کہاں تھا اور اس ادب و لحاظ کا کیا باعث تھا۔

قول (۲۸ تا ۳۱) علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعتِ علماء نے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبۂ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابتدا کرے کہ پہلے وہی ملتا ہے تو بے سلام کے وہاں سے گزر جانا بے ادبی ہے، اسی طرح اس بقعۂ پاک میں جو مزار پہلے آتا جائے اس پر سلام کرتا جائے کہ جو ذرا بھی عزّت و عظمت رکھتا ہے اس کے سامنے سے بے[29] سلام چلے جانا مروّت و ادب سے بعید ہے۔ مولانا علی قاری نے شرح لباب میں اسے نقل فرما کر مسلّم رکھا، شیخ محقق نے جذب القلوب میں بعض[31] دیگر علما سے اُس کی تحسین نقل کی ہے کہ یہ ایک عمدہ مقصد ہے جس کے ساتھ افضل و اشرف کی رعایت نہ کرنی کچھ مضائقہ نہیں بمسلک متقسط میں ہے:

ذکر العلامۃ فضل اللہ بن الغوری من اصحابنا ان البداءۃ بقبۃ العباس و الختم بصفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما اولٰی لان مشھد العباس اول مایلقی الخارج من البلد عن یمینہ فمجاوزتہ من غیر سلام علیہ جفوۃ فاذا سلم علیہ وسلم علی من یمر بہ اولا فیختم بصفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فی رجوعہ کما صرح بہ ایضا کثیر من مشائخنا[2] الخ۔

علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعتِ علمائے تصریح فرمائی کہ زیارتِ بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابتداء کرے اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے مزار پر ختم کرے یہ بہتر ہے کیونکہ باہر جانے والا جب دائیں طرف سے شروع کرے تو پہلے وہی ملتا ہے تو ان کو سلام کئے بغیر گزر جانا بے ادبی ہے جب ان پر گزرے اور جو مزار پہلے آتا جائے سلام کرتا جائے، تو واپسی مزارِ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر ختم کرے جیسا کہ بہت سے ہمارے مشائخ نے تصریح فرمائی الخ (ت)

---

[1] منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ بالمدینۃ الخ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۲

[2] مسلک متقسط " " " " " " " " " ۳۴۵

كما تقرر في المذهب اما العلم فبالروح وهو باق[1] اھ ملتقطا۔

جیسا کہ مذہب اہل سنت میں ثابت ہو چکا اور علم تو رُوح سے ہے وُہ باقی ہے اھ مختصراً

قول (۱۷) امام سیوطی فرماتے ہیں :

ذهب اهل الملل من المسلمين وغيرهم الى ان الروح تبقى بعد موت البدن وخالف فيه الفلاسفة دليلنا ماتقدم من الأيات والاحاديث فى بقائها وتصرفها[2] الخ (ملخصاً)

تمام اہل ملت مسلمین اور ان کے سوا سب کا یہی مذہب ہے کہ رُوحیں بعد موتِ بدن باقی رہتی ہیں فلاسفہ یعنی بعض مدعیانِ حکمت نے اس میں خلاف کیا، ہماری دلیل وہ آیتیں اور حدیثیں ہیں جن سے ثابت کہ رُوح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہے الخ۔

قول (۱۸) ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے :

قد انكر عذاب القبر بعض المعتزلة والروافض محتجين بان الميت جماد لاحياة له ولا ادراك[3] الخ ۔

بعض معتزلہ اور روافض عذابِ قبر سے منکر ہو گئے یہ حجت لا کر کہ مُردہ جماد ہے نہ اس کے لیے حیات ہے نہ ادراک الخ۔

قول (۱۹) کشف الغطاء مستند مولوی اسحٰق دہلوی میں ہے :

مذہب اعتزال است کہ گویند میت جمادِ محض است[4]۔

میت کو جمادِ محض بتانا معتزلہ کا مذہب ہے۔ (ت)

قول (۲۰) اُسی میں ہے :

فرقے نیست در ارواحِ کاملان در حینِ حیات و بعد از ممات مگر بترقی کمال[5]۔

اہلِ کمال کی رُوحوں میں حالتِ حیات و موت میں کوئی فرق نہیں ہوتا سوا اس کے کہ بعد موت کمالات میں ترقی ہوجاتی ہے۔ (ت)

فصل سوم ان تصریحوں میں کہ اموات کے علم و ادراک دنیا و اہلِ دنیا کو بھی شامل۔

---

[1] لمعات شرح مشکوٰۃ کتاب الجہاد

[2] شرح الصدور خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی، سوات ص ۱۳۵

[3] ارشاد الساری شرح البخاری باب قتل ابی جہل دار الکتب العربی بیروت ۶/۲۵۵

[4] کشف الغطاء

[5] ایضاً

marfat.com

علامہ طحطاوی[۳۴] نے اس پر تقریر فرمائی۔

قول (۳۵) حدیث میں جو تکیہ قبر پر لگانے سے ممانعت فرمائی اور اسے ایذائے میت ارشاد ہوا جیسا کہ حدیث ۲۵ میں گزرا۔ شیخ محقق رحمہ اللہ اس پر شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روحِ وے ناخوش می دارد و راضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر وے از جہت تضمن وے اہانت واستخفاف را بوی[۱] واللہ اعلم۔

ہوسکتا ہے کہ یہ مراد ہو کہ اس کی روح کو ناگوار ہوتا ہے اور وہ اپنی قبر پر تکیہ لگانے سے راضی نہیں ہوتی اس لیے کہ اس میں اس کی اہانت اور بے وقعتی پائی جاتی ہے، اور خدا خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

قول (۳۶، ۳۷) عارف باللہ حکیم ترمذی پھر علامہ نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں:

معناہ ان الارواح تعلم بترك اقامة الحرمة والاستهانة فتاذی بذلك[۲]۔

اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا لہذا ایذا پاتی ہیں۔

قول (۳۸، ۳۹) حاشیہ طحطاوی و ردالمحتار وغیرہ میں ہے، مقابر میں پیشاب کرنے کو نہ بیٹھے لان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی[۳] اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مردے بھی ایذا پاتے ہیں۔

اقول بلکہ دیلمی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کلیہ کی صراحۃً روایت کی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

المیّت یؤذیہ فی قبرہ ما یؤذیہ فی بیتہ[۴]۔

میّت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی تھی قبر میں بھی اس سے اذیّت پاتا ہے۔

قول (۴۰، ۴۱) حدیث ۲۶ کے نیچے اشعہ میں امام ابو عمر عبدالبر سے نقل کیا:

ازینجا مستفاد می گردد کہ میّت متالم می گردد بتمام انچہ متالم می گردد بدان حی ولازم این ست کہ متلذذ گردد

یہاں سے معلوم ہوا کہ میّت کو ان تمام چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جن سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے، اس کو

---

[۱] اشعۃ اللمعات باب دفن المیّت فصل ۳ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۹

[۲] نوادر الاصول الاصل التاسع والمائتان دار صادر بیروت ص ۲۴۴

[۳] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر باب صلوٰۃ الجنازۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۳۸۱

[۴] شرح الصدور بحوالہ دیلمی باب تاذی المیت الخ خلافت اکیڈمی، سوات ص ۱۲۴

marfat.com

قول (۲۷) جب سیدنا امام شافعی مزارِ فائض الانوارِ حضرت امام اعظم پر تشریف لے گئے رضی اللہ تعالٰی عنہما وعن اتباعہما، نمازِ صبح میں قنوت نہ پڑھی، لوگوں نے سبب پوچھا، فرمایا:

کیف اقنت بحضرۃ الامام وھو لایقول بہ۔[1] ذکرہ سیدی علی الخواص والامام الشعرانی فی المیزان ونحوہ العلامۃ ابن حجر المکی فی خیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان فی اولھا واعادہ فی اٰخرھا عن بعض شراح منہاج الامام النووی وعن غیرہ ونحوہ فی عقود الجمان فی مناقب النعمان عن شیخ شیوخہ الامام الزاھد الولی شھاب الدین شارح المنہاج۔

میں امام کے سامنے کیونکر قنوت پڑھوں حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں (اسے سیدی علی خواص نے اور امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ذکر کیا' اور اسی کے ہم معنی علامہ ابن حجر نے "الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان" کے شروع میں ذکر کیا اور اس کے آخر میں دوبارہ منہاجِ امام نووی کے بعض شارحین وغیرہ کے حوالہ سے ذکر کیا۔ اسی طرح عقود الجمان فی مناقب النعمان میں اپنے شیخ الشیوخ امام، زاہد، ولی اللہ شہاب الدین شارح منہاج سے نقل کیا۔ ت)

بعض روایات میں آیا بسم اللہ شریف بھی جہر سے نہ پڑھی

نقلہ الفاضل الشامی فی ردالمحتار عن بعض العلماء وکذا الامام ابن حجر فی الخیرات الحسان۔

اسے فاضل شامی نے ردالمحتار میں بعض علماء سے نقل کیا، ایسے ہی امام ابن حجر نے الخیرات الحسان میں ذکر کیا۔ (ت)

بعض میں ہے تکبیراتِ انتقال میں رفع یدین نہ فرمایا، سبب دریافت ہُوا، جواب دیا:

ادبنا مع ھٰذا الامام اکثر من ان نظھر خلافہ بحضرتہ۔[2] ذکرہ علی القاری فی المرقاۃ۔

اس امام کے ساتھ ہمارا ادب اس سے زائد ہے کہ اُن کے حضور اُن کا خلاف ظاہر کریں (اسے ملّا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا۔ ت)

شرح لباب میں خاص بلفظ استحیا نقل کیا کہ امام شافعی نے فرمایا:

استحیی ان اخالف مذھب الامام

مجھے شرم آتی ہے کہ امام کے سامنے ان کے

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فیما نقل عن الامام الشافعی مصطفی البابی مصر ۱/۶۱

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ تذکرہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۰

marfat.com

اقول تخصیص بنی آدم باضافت حیوانات مراد ہے ورنہ جن بھی بعد موت ادراک رکھتے ہیں کما یاتی قول ۱۹۰ (جیسا کہ قول ۱۹۰ میں آئیگا۔ ت) اور خود عذاب وثواب سے علامہ کی تعلیل اس پر دلیل، واللہ تعالیٰ اعلم

فصل ششم ملاقاتِ احیاء و ذکرِ خدا سے اموات کا جی بہلتا ہے۔

قول (۴۲) امام سیوطی نے انیس الغریب میں فرمایا: ع

ویانسون ان اتی المقابر[1]

(جب زائر مقابر پر آتے ہیں مُردے اُن سے اُنس حاصل کرتے ہیں۔ ت)

قول (۴۳) امام اجل نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اقسامِ زیارت میں فرمایا ایک قسم کی زیارت اس غرض سے ہے کہ مقابر پر جانے سے اموات کا دل بہلائیں کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے وسیاتی نقلہ فی النوع الثانی ان شاء اللہ تعالیٰ (یہ ان شاء اللہ تعالیٰ نوعِ ثانی میں نقل ہوگا۔ ت)

قول (۴۴) جذب القلوب میں فرمایا:

زیارت گاہی از جہت ادائے حق اہل قبور باشد در حدیث آمدہ مانوس ترین حالتیکہ میت را بود در وقت کہ یکے از آشنایانِ او زیارتِ قبر او کند و احادیث دریں باب بسیار است[2]

زیارت کبھی قبر والوں کے حق کی ادائیگی کے لیے ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ میت کے لیے سب سے زیادہ اُنس کی حالت وہ ہوتی ہے جب اُس کا کوئی پیارا آشنا اُس کی زیارت کے لیے آتا ہے۔ اس باب میں احادیث بہت ہیں۔ (ت)

قول (۴۵ و ۴۶) فتاوٰی قاضی خاں پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

ان قرأ القراٰن عند القبور نوی بذلك ان یونسه صوت القراٰن فانه یقرأ[3]

مقابر کے پاس قرآن پڑھنے سے اگر یہ نیّت ہو کہ قرآن کی آواز سے مُردے کا جی بہلائے تو بیشک پڑھے۔

قول (۴۷ تا ۴۹) ردّالمحتار میں غنیہ شرح منیہ سے اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں تلقینِ میت کے مفید ہونے میں فرمایا:

ان المیت یستانس بالذکر علی ماورد

بیشک اللہ تعالٰے کے ذکر سے مُردے کا جی بہلتا ہے

---

[1] انیس الغریب

[2] جذب القلوب باب پانزدہم منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۱۳

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۰

marfat.com

جذب القلوب میں ہے :

متاخرین علماء اختلاف کردہ اند کہ ابتداء بزیارت کہ کند طائفہ برآنند کہ ابتداء بزیارت حضرت عباس کند وہرکہ باوے دریک قبہ آسودہ اند از ائمۂ اہلِ بیت رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین زیراکہ اسہل و اقرب است واز پیش ایشاں درگزشتن وبزیارت دیگراں متوجہ شدن نوعے از جفا وسوئے ادب باشد[1] الخ

علمائے متاخرین نے اختلاف کیا ہے کہ زیارت میں ابتدا کس سے کرے، ایک جماعت کے ہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ قبہ میں جو اہلبیت ائمہ کرام رضوان علیہم آرام فرما ہیں سے شروع کرے کیونکہ یہ آسان اور اقرب ہے اور ان کے آگے سے بغیر سلام گزر جانا اور دوسروں کی زیارت میں متوجہ ہوجانا ایک قسم کی لاپرواہی اور بے ادبی ہے الخ (ت)

اُسی میں ہے :

محصل کلام بعضے از علماء آں است کہ ابتدا از قبہ عباس کند رضی اللہ تعالٰی عنہ وعمن معہ و بعد ازاں بہرکہ پیش آید زیراکہ ہرکرا با دنی جلالت شان بود بے سلام از پیش وے گزشتن وجائے دیگر رفتن از عالم مروت وحفظ طریقہ ادب بغایت دوراست قال بعضھم وھو مقصد صالح لایضر معہ عدم رعایۃ الافضل والاشرف[2] الخ

بعض علماء کے کلام کا ماحاصل یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور قبہ میں ان کے ساتھ والوں سے ابتداء کرے اور اس کے بعد ہر پہلے آنے والے کو سلام کرتا جائے کیونکہ کسی ادنٰی شان والے سے بے سلام گزرنا اور دوسری جگہ چلے جانا بھی مروّت اور حفظِ ادب سے بعید ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ مقصد صالح ہے جس کی وجہ سے افضل واشرف کی عدمِ رعایت مضر نہیں الخ (ت)

فصل پنجم افعال احیاء سے تاذی اموات میں۔

قول (۳۲ تا ۳۴) مراقی الفلاح میں فرمایا :

اخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحموی رحمھم اللہ تعالٰی بانھم یتاذون بخفق النعال[3]۔

مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن احمد حنفی رحمہ اللہ نے خبر دی کہ جوتی کی پھپل سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے۔

---

[1] جذب القلوب باب درفضائل مقبرہ بقیع منشی نولکشور لکھنؤ ص ۱۸۷

[2] " " " ۱۸۸

[3] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی " ۳۴۲

marfat.com

اور خود مذہب اہلسنّت[عا] مقرر ہو چکا کہ تمام ذراتِ عالم کے لیے ایک نوع علم وادراک وسمع وبصر حاصل ہے مولوی معنوی قدس سرہٗ نے مثنوی شریف میں اس مضمون کو خوب مشرح ادا فرمایا۔ اور اس پر قرآن واحادیث کے صدہا نصوص[عا۲] ناطق جنھیں جمع کروں توان شاء اللہ پانسو سے کم نہ ہوں گے، ان سب کو بلا وجہ ظاہر سے پھیر کر تاویل کرنا قانونِ عقل ونقل سے خروج بلکہ صراحۃً سفاہات مبتدعین میں ولوج ہے خصوصاً وہ نصوص[عا۳] جو صریح مفسر

عا؎ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے باب فضل الاذان میں ہے:

الصحیح ان للجمادات والنباتات والحیوانات علما وادراکا وتسبیحا قال البغوی وھذا مذھب اھل سنت وتدل علیہ الاحادیث والآثار یشھد لہ مکاشفۃ اھل المشاھدۃ والاسرار التی ھی کالانوار والمعتمد فی المعتقدات شھادۃ الاعضاء بلسان القال وما ورد عن الشارع یحمل علٰی ظاھرہ مالم یصرف عنہ صارف ولا صارف ھنا کما لایخفی[۱] ملتقطا ۱۲ - (م)

صحیح یہ ہے کہ جمادات، نباتات اور حیوانات کو بھی ایک قسم کا علم وادراک اور عمل تسبیح حاصل ہے۔ امام بغوی نے فرمایا یہی اہلسنّت کا مذہب ہے جس پر احادیث وآثار سے دلیلیں موجود ہیں، اہل مشاہدہ اور اور انوار جیسے اسرار والوں کا مکاشفہ بھی اس پر شاہد ہے اور عقیدہ میں معتمد یہ ہے کہ اعضاء کی گواہی زبانِ قال سے ہوگی، شارع سے جو بھی وارد ہے وہ اپنے ظاہر پر محمول ہوگا جب تک ظاہر سے پھیرنے والی کوئی دلیل نہ ہو اور یہاں ایسا کچھ بھی نہیں جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

عا۲؎ فقیر نے اپنے فتاوٰی میں ایک جملہ صالحہ ذکر کیا اور صدہا کا پتا دیا وباللہ التوفیق۔ (م)

عا۳؎ مثلاً وہ حدیثیں جن میں صاف ارشاد ہوا کہ نہ کوئی جانور شکار کیا جائے، نہ کوئی پیڑ کاٹا جائے جب تک تسبیحِ الٰہی میں غفلت نہ کرے۔ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماصید صید ولا قطعت شجرۃ الا بتضییع التسبیح[۲] رواہ ابونعیم فی الحلیۃ بسند حسن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نہ کوئی جانور شکار کیا جاتا ہے اور نہ کوئی درخت کاٹا جاتا ہے جب تک تسبیح الٰہی نہ ترک کرے۔ اسے ابونعیم نے حلیہ میں بسندِ حسن ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[۱] مرقات المفاتیح باب فضل الاذان فصل ۱ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/۴۹-۳۴۸

[۲] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن ابی ہریرہ حدیث ۱۹۱۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۴۴۵

بتمام آنچہ متلذذ مے شود بداں زندہ[1]

لازم یہ ہے کہ اُسے ان تمام چیزوں سے لذت بھی حاصل ہو جن سے زندہ کو لذت ملتی ہے۔ (ت)

تذئیل: مسئلہ ہے کہ دار الحرب کے جن جانوروں کو اپنے ساتھ لانا دشوار ہو انھیں زندہ نہ چھوڑیں کہ اس میں حربیوں کا نفع ہے، نہ کونچیں کاٹیں کہ اس میں جانوروں کی ایذا ہے بلکہ ذبح کرکے جلادیں تاکہ وُہ ان کے گوشت سے بھی انتفاع نہ کرسکیں۔ درمختار میں ہے:

حرم عقر دابۃ شق نقلھا الی دارنا فتذبح وتحرق بعدہ اذ لا یعذب بالنار الا ربھا[2]۔

جس جانور کو دار الاسلام تک لانا دشوار ہو اس کی کونچیں کاٹنا حرام ہے، پہلے ذبح کریں اس کے بعد جلادیں اس لیے کہ زندہ آگ میں ڈالنے کا عذاب دینا ربّ نار ہی کا کام ہے۔ (ت)

اس پر علامہ حلبی محشی درمختار نے شبہہ کیا کہ یہاں سے لازم کہ مُردے کے جسم کو جو صدمہ پہنچائیں اُس سے اسے تکلیف نہ ہو حالانکہ حدیث میں اس کا خلاف وارد ہے۔ علامہ طحطاوی و علامہ شامی نے جواب دیا کہ یہ بات بنی آدم کے ساتھ خاص ہے کہ وُہ اپنی قبور میں ثواب وعذاب پاتے ہیں تو اُن کی ارواح کو ابدان سے ایسا تعلق رہتا ہے جس کے سبب ادراک واحساس ہوتا ہے، جانوروں میں یہ بات نہیں ورنہ ان کی ہڈی وغیرہ سے انتفاع نہ کیا جاتا۔ ردالمحتار میں ہے:

اورد المحشی علی جواز احراقھا بعد الذبح انہ یقتضی ان المیت لایتألم مع انہ ورد انہ یتألم بکسر عظمہ قلت قد یجاب بان ھذا خاص ببنی اٰدم لانھم یتنعمون ویعذبون فی قبورھم بخلاف غیرھم من الحیوانات والالزم ان لاینتفع بعظمھا ونحوہ ثم رأیت ط ذکر نحوہ[3] انتھی۔

محشی نے جانوروں کو ذبح کرکے جلانے پر یہ شبہ پیش کیا اس سے لازم آتا ہے کہ مُردے کو اذیت نہیں ہوتی حالانکہ حدیث میں اس کا خلاف ہے کہ میّت کی ہڈی توڑنے سے اس کو اذیّت ہوتی ہے، میں کہتا ہوں اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ بات بنی آدم کے ساتھ ہے کیونکہ وُہ اپنی قبروں میں خوشی اور تکلیف پاتے ہیں، جانوروں میں یہ بات نہیں ورنہ ان کی ہڈی وغیرہ سے انتفاع نہ کیا جاتا، پھر میں نے طحطاوی کو دیکھا تو انھوں نے ایسا ہی فرمایا، انتہی (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات | باب دفن المیت | تیج کمار لکھنؤ | ۱/۶۹۶
[2] درمختار | باب المغنم وقسمتہ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۴۲
[3] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۳/۲۵۲

marfat.com

من اداب الزیارۃ ماقالوا من انہ لایاتی الزائر من قبل راسہ لانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ[1]

زیارتِ قبور کے ادب سے ایک بات یہ ہے جو علماء نے فرمائی کہ زیارت کو قبر کی پائنتی سے جائے نہ کہ سرہانے سے کہ اس میں میّت کی نگاہ کو مشقت ہوگی یعنی سر اُٹھا کر دیکھنا پڑے گا، پائنتی سے جائے گا تو اس کی نظر کے خاص سامنے ہوگا۔

قول (۶۵) مدخل میں فرمایا:

کفی فی ھذا بیانا قولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام المومن ینظر بنور اللہ انتھی ونور اللہ لایحجبہ شیئ، ھذا فی حق الاحیاء من المؤمنین، فکیف من کان منھم فی الدار الاٰخرۃ[2]

اس امر کے ثبوت میں کہ اہلِ قبور کو احوالِ احیاء پر علم وشعور رہے، سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمانا بس ہے کہ مسلمان خدا کے نور سے دیکھتا ہے اور خدا کے نور کو کوئی چیز پردہ نہیں ہوتی، جب زندگی کا یہ حال ہے تو اُن کا کیا پُوچھنا جو آخرت کے گھر یعنی برزخ میں ہیں۔

قول (۶۶) شیخ محقق جذب القلوب میں امام علامہ صدر الدین قونوی سے نقل فرماتے ہیں:

درمیان قبور سائر مومنین وارواحِ ایشاں نسبت خاصی است مستمر کہ بدان زائران رامی شناسند و ردسلام برایشاں می کنند بدلیل استحباب زیارت درجمیع اوقات[3]

تمام مومنین کی قبروں اور روحوں کے درمیان ایک خاص نسبت ہوتی ہے جو ہمیشہ موجود رہتی ہے، اسی سے زیارت کے لیے آنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ زیارت تمام اوقات میں مستحب ہے۔

قول (۶۷) انیس الغریب میں فرمایا: ع

ویعرفون من اتاھم زائرًا[4]

(جو زیارت کو آتا ہے مُردے اسے پہچانتے ہیں۔ت)

---

[1] ردالمحتار حاشیہ درمختار مطلب فی زیارۃ القبور مصطفی البابی مصر ۱/۶۶۵

[2] المدخل فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین الخ دارالکتاب العربی بیروت ۱/۲۵۳

[3] جذب القلوب باب چہاردہم منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۰۶

[4] انیس الغریب

marfat.com

فی الاثار[1] جیساکہ حدیثوں میں آیا ہے۔

قول (۵۰ تا ۵۸) امام قاضی خاں فتاوٰی خانیہ[51] شرنبلالی نورالایضاح ومراقی الفلاح وامداد الفتاح پھر علامہ ابوالسعود[52] وفاضل طحطاوی حاشیہ مراقی میں استناداً[53] وتقریراً اور شامی حاشیہ[54] درمیں استناداً، اور خزانۃ الروایات[55] میں فتاوٰی کبرٰی سے، اور امام بزازی[56] فتاوٰی بزازیہ اور شیخ الاسلام[57] کشف الغطا میں، اور ان کے سوا اور علماء فرماتے ہیں:

واللفظ للخانیۃ یکرہ قطع الحطب والحشیش من المقبرۃ فان کان یابسًا لاباس بہ لانہ مادام رطبًا یسبح فیونس المیت[2]

چوب وگیاہِ سبز کا مقبرہ سے کاٹنا مکروہ ہے اور خشک ہو تو مضائقہ نہیں کہ وُہ جب تک تر رہتی ہے تسبیحِ خدا کرتی ہے اور اس سے میّت کا جی بہلتا ہے۔

علامہ شامی نے اُسی حدیث سے مدلل کرکے فرمایا: اس بنا پر مطلقاً کراہت ہے اگرچہ خود رَو ہو کہ قطع میں حقِ میّت کا ضائع کرنا ہے۔

تنبیہ: فقیر کہتا ہے غفراللہ تعالٰی لہ، علماء کی ان عبارات اور نیز چار قول آئندہ و دیگر تصریحات رخشندہ سے دو جلیل فائدے حاصل:

اوّلاً نباتات وجمادات وتمام اجزائے عالم میں ہر ایک کے موافق ایک حیات ہے کہ اُس کی بقا تک ہر شجر وحجر زبانِ قال سے اُس ربِّ اکبر جل جلالہ کی پاکی بولتا ہے اور سبحان اللہ سبحان اللہ یا اس کے مثل اور کلماتِ تسبیحِ الٰہی کہتا ہے نہ کہ اُن میں صرف زبانِ حال ہے جیساکہ ظاہر بینی کا مقال ہے کہ اس تقدیر پر تر وخشک میں تفرقہ محض بے معنٰی تھا کما لایخفٰی (جیساکہ مخفی نہیں۔ ت) اور آیۂ کریمہ ان من شیئ الا یسبح بحمدہ خود اس پر برہانِ قاطع کہ اس میں فرمایا، ولکن لا تفقھون تسبیحھم[3] تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ ظاہر ہے کہ تسبیح حالی تو ہر شخص عاقل سمجھتا ہے یہاں تک کہ شعراء بھی کہہ گئے:

ہر گیاہے کہ از زمین روید
وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

(جو گھاس بھی زمین سے اُگتی ہے کہتی ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰۶
[2] فتاوٰی قاضی خاں " نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۹۵
[3] القرآن ۱۷/ ۴۴

marfat.com

اقول ولا عطر بعد العروس (میں کہتا ہوں، دلہن کے بعد عطر نہیں ہے۔ ت)

قول (۷۰ و ۷۱) شیخ و شیخ الاسلام نے فرمایا: واللفظ للشیخ فی جامع البرکات (جامع البرکات میں شیخ کے الفاظ ہیں۔ ت):

تحقیق ثابت شدہ است بآیات و احادیث کہ رُوح باقی است و اورا علم و شعور بزائران و احوال ایشاں ثابت است و این امر یست مقرر در دین[1]۔

آیات و احادیث سے بہ تحقیق ثابت ہوچکا ہے کہ رُوح باقی رہتی ہے اور اسے زائرین اور ان کے احوال کا علم و ادراک ہوتا ہے، یہ دین میں ایک طے شدہ امر ہے۔ (ت)

قول (۷۲) تیسیر میں زیرِ حدیث من زار قبر ابویہ (جس نے اپنے باپ کی قبر کی زیارت کی۔ ت) نقل فرمایا:

ھذا نص فی ان المیت یشعر من یزورہ والا لما صح تسمیتہ زائرا و اذا لم یعلم المزور بزیارۃ من زارہ لم یصح ان یقال زارہ ھذا ھو المعقول عند جمیع الامم[2]۔

یہ حدیث نص ہے اس بات میں کہ مُردہ زائر پر مطلع ہوتا ہے ورنہ اُسے زائر کہنا صحیح نہ ہوتا کہ جس کی ملاقات کو جائیے جب اُسے خبر ہی نہ ہو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس سے ملاقات کی، تمام عالم اس لفظ سے یہی معنی سمجھتا ہے۔ (ت)

قول (۷۳ و ۷۴) اشعۃ اللمعات آخر باب الجنائز شرح مشکوٰۃ امام ابنِ حجر مکّی سے زیرِ حدیث امّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ آغاز نوع دوم مقصد دوم میں گزری نقل فرمایا:

دریں حدیث دلیلے واضح ست بر حیاتِ میّت و علم وے و آنکہ واجب است احترامِ میّت نزد زیارت وے خصوصًا صالحان و مراعات ادب بر قدر مراتب ایشاں چنانکہ در حالت حیات ایشاں[3]۔

اس حدیث میں اس پر کھلی ہُوئی دلیل موجود ہے کہ وفات یافتہ کو حیات و علم حاصل ہے اور وقتِ زیارت اس کا احترام واجب ہے خصوصًا صالحین کا احترام اور اُن کے مراتب کے لحاظ سے رعایتِ ادب حیاتِ دُنیوی کی طرح ضروری ہے۔ (ت)

---

[1] جامع البرکات
[2] تیسیر شرح جامع صغیر تحت من زار قبر ابویہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۲/۴۲۰
[3] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور فصل ۳ تیج کمار لکھنؤ ۱/۷۲۰

ہیں کہ تاویل کی گنجائش ہی نہیں رکھتے۔ مقام اجنبی نہ ہوتا تو میں اِس مسئلے کا قدرے ایضاح کرتا۔

ثانیًا اقوالِ مذکورہ سے یہ بھی منصّۂ نبوّت پر جلوہ گر ہُوا کہ اہلِ قبور کی قوتِ سامعہ اس درجہ تیز وصاف وقوی تر ہے کہ نباتات کی تسبیح جسے اکثر احیاء نہیں سُنتے وہ بلا تکلف سُنتے اور اس سے اُنس حاصل کرتے ہیں، پھر انسان کا کلام تو واضح اور اظہر ہے واللہ تعالٰی الہادی۔

قول (۵۹ تا ۶۲) مجمع البرکات میں مطالب المومنین سے، اور کنز العباد و فتاوٰی غرائب وغیرہا میں ہے:

وضع الورد والریاحین علی القبور حسن لانہ مادام رطبا یسبح ویکون للمیت انس بتسبیحہ[1]

گلاب وغیرہ کے پھُول قبروں پر ڈالنا خوب ہے کہ جب تک تازہ رہیں گے تسبیحِ الٰہی کریں گے، تسبیح سے میّت کو انس حاصل ہوگا۔

فائدہ: مطالب المومنین وجامع البرکات دونوں کتب مستندۂ مخالفین سے ہیں اس سے مولوی اسحٰق نے مائۃ مسائل میں اور اس سے متکلم قنوجی وغیرہ نے استناد کیا۔

فصل ہفتم وُہ اپنے زائرین کو دیکھتے، پہچانتے اور اُن کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں:

قول (۶۳ و ۶۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مسلک متقسط شرح منسک متوسط، پھر فاضل ابن عابدین حاشیہ شرح تنویر میں فرماتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ابو الشیخ نے روایت کی:

ما اخذ طائر ولا حوت الا بتضییع التسبیح[2]

کوئی پرندہ اور مچھلی نہیں پکڑی جاتی مگر تسبیحِ الٰہی چھوڑ دینے سے۔ (ت)

ابن اسحٰق بن راہویہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، ان کے پاس ایک زاغ لایا گیا جس کے شہپر سالم وکامل تھے، دیکھ کر فرمایا میں نے سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا:

ماصید صید ولا عضدت عضباء ولا قطعت شجرۃ الا بقلۃ التسبیح[3] ۱۲ منہ (م)

نہ کوئی جانور شکار ہُوا نہ کوئی ببول کٹی، نہ کسی پیڑ کی جڑیں چھانٹی گئیں مگر تسبیح کی کمی کرنے سے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

[2] درمنثور بحوالہ ابی الشیخ عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ وان من شیئ الا یسبح بحمدہ کے تحت مکتبۃ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۴/ ۱۸۴

[3] کنز العمال بحوالہ ابن راہویہ عن ابی بکر حدیث ۱۹۲۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۴۴۵

marfat.com

علی صاحبہ رد علیہ السلام وھی فی مکانھا ھناک الی ان قال انما یاتی الغلط ھھنا من قیاس الغائب علی الشاھد فیعتقد ان الروح من جنس ما یعھد من الاجسام التی اذا شغلت مکانا لم یمکن ان تکون فی غیرہ وھذا غلط محض[1]

کرنے والا سلام کرے جواب دیتی ہے۔ لوگوں کو دھوکا اس میں یوں ہوتا ہے کہ بے دیکھے چیز کو محسوسات پر قیاس کرکے روح کا حال جسم کا سا سمجھتے ہیں کہ جب ایک مکان میں ہو اسی وقت دوسرے میں نہیں ہوسکتی، حالانکہ یہ محض غلط ہے۔

قول (۸۰) علامہ زرقانی شرح مواہب میں نقل فرماتے ہیں:

رد السلام علی المسلم من الانبیاء حقیقی بالروح والجسد بجملتہ، ومن غیر الانبیاء والشھداء باتصال الروح بالجسد اتصالا یحصل بواسطتہ التمکن من الرد مع کون ارواحھم لیست فی اجسادھم وسواء الجمعۃ وغیرھا علی الاصح، لکن لا مانع ان الاتصال فی الجمعۃ والیومین المکتنفین بہ اقوی من الاتصال فی غیرھا من الایام[2] اھ ملخصا۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جواب سلام سے مشرف فرمانا تو حقیقی ہے کہ روح و بدن دونوں سے ہے اور انبیاء و شہداء کے سوا اور مومنین میں یوں ہے کہ اُن کی روحیں اگرچہ بدن میں نہیں تاہم بدن سے ایسا اتصال رکھتی ہیں جس کے باعث جوابِ سلام پر انھیں قدرت ہے اور مذہب اصح یہ ہے کہ جمعہ وغیرہ سب دن برابر ہیں، ہاں اس کا انکار نہیں کہ پنجشنبہ وجمعہ وشنبہ میں اور دنوں کی نسبت اتصال اقوی ہے اھ ملخصاً

قول (۸۱ و ۸۲) شرح الصدور وطحطاوی حاشیہ مراقی میں نقل فرمایا:

الاحادیث والآثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم بہ المزور وسمع سلامہ وانس بہ ورد علیہ وھذا عام فی حق الشھداء وغیرھم وانہ لا توقیت

احادیث و آثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے مُردے کو اس پر علم ہوتا ہے کہ اُس کا سلام سُنتا اور اس سے انس کرتا اور اس کو جواب دیتا ہے اور یہ بات شہداء و غیر شہداء سب میں عام ہے نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت

ع: انھیں امام جلیل نے انیس الغریب میں فرمایا: وسلموا ردا علی المسلم فی ای یوم قالہ ابن القیم، مُردے سلام کے جواب میں سلام کرتے ہیں کوئی دن ہو جیسا کہ ابن قیم نے تصریح کی ۱۲ (م)

---

[1] زہر الربی حاشیہ علی النسائی کتاب الجنائز ارواح المومنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۹۲

[2] الزرقانی شرح المواہب المقصد العاشر فی اتمام نعمتہ المطبعۃ العامرہ مصر ۸/ ۳۵۲

marfat.com

قول (۶۸) تیسیر میں ہے:

الشعور باق حتی بعد الدفن حتی انه یعرف زائرہ[1]

شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی یہاں تک کہ اپنے زائر کو پہچانتا ہے۔

قول (۶۹) لمعات واشعۃ اللمعات وجامع البرکات میں ہے:

واللفظ للوسطی در روایات آمدہ است کہ دادہ می شود برائے میت روزِ جمعہ علم وادراک بیشتر از انچہ دادہ می شود در روزہائے دیگر تا آنکہ می شناسد زائر را بیشتر از روزِ دیگر[2]

الفاظ اشعۃ اللمعات کے ہیں: روایات میں آیا ہے کہ میت کو جمعہ کے دن دوسرے دنوں سے زیادہ علم وادراک دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ روزِ جمعہ زیارت کرنے والے کو دوسرے دن سے زیادہ پہچانتا ہے۔

شرح سفر السعادۃ میں مفصل ومنقح تر فرمایا کہ:

خاصیت سی ام آنکہ روزِ جمعہ ارواحِ مومناں بقبور خویش نزدیک می شوند نزدیک شدن معنوی وتعلق واتصال روحانی نظیر ومشابہ اتصالی کہ ببدن دارد وزائران راکہ نزدیک قبر می آیند می شناسد وخود ہمیشہ می شناسند ولیکن دریں روز شناختن زیادت بر شناخت سائر ایام ست از جہت نزدیک شدن بقبور لابد شناخت از نزدیک بیشتر وقوی تر باشد از شناخت دور ودر بعض روایات آمدہ کہ ایں شناخت در اول روز بیشتر است از آخر آن ولہذا زیارت قبور دریں وقت مستحب تر است وعادت درحرمین شریفین ہمین است[3]

تیسویں[3] خاصیت یہ ہے کہ جمعہ کے دن مومنین کی رُوحیں اپنی قبروں سے نزدیک ہوجاتی ہیں۔ یہ نزدیکی معنوی ہوتی ہے اور روحانی تعلق واتصال ہوتا ہے جیسے بدن سے قرب واتصال ہوتا ہے، اس دن جو زائرین قبر کے پاس آتے ہیں انھیں پہچانتی ہیں اور یہ پہچاننا ہمیشہ ہوتا ہے مگر اس دن کی شناخت دیگر ایام کی شناخت سے بڑھی ہُوئی ہوتی ہے جس کا سبب یہی ہے کہ رُوحیں قبروں کے قریب ہوجاتی ہیں۔ ضروری بات ہے کہ نزدیک سے جو شناخت ہوتی ہے وُہ دُور والی شناخت سے زائد اور قوی ہوتی ہے ——— اور بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ شناخت جمعہ کی شام کو بہ نسبت اور زیادہ ہوتی ہے اسی لیے اس وقت زیارتِ قبور کا استحباب زیادہ ہے، اور حرمین شریفین کا دستور بھی یہی ہے۔ (ت)

---

[1] التیسیر شرح جامع صغیر تحت انّ المیت یعرف من یحملہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/ ۳۰۳

[2] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور فصل ۱ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۱۶

[3] شرح سفر السعادۃ فصل دربیان تعظیم جمعہ " " " ص ۱۹۹

marfat.com

ولنا رسالة فی خصوص اثبات الکرامة بعد موت الولی[1] اھ ملخصًا۔

ہم نے ایک رسالہ خاص اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے اھ ملخصًا (ت)

قول (۸۸ و ۸۹) شیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالبلد الامین مولٰنا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

قال العلامۃ الغنیمی وھو خاتمۃ محققی الحنفیۃ اذا کان مرجع الکرامات الی قدرۃ اللہ تعالٰی کما تقرر فلا فرق بین حیاتھم ومماتھم (الی ان قال) قد اتفقت کلمات علماء الاسلام قاطبۃً علی ان معجزات نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتحصر لان منھا ما اجراہ اللہ تعالٰی ویجریہ لاولیائہ من الکرامات احیاءً وامواتًا الی یوم القیٰمۃ[2]۔

علامہ غنیمی رحمہ اللہ تعالٰی نے کہ محققین حنفیہ کے خاتم ہیں فرمایا جب ثابت ہوچکا کہ مرجع کرامات قدرت الٰہی کی طرف ہے تو اولیاء کی حیات ووفات میں کچھ فرق نہیں، تمام علماءِ اسلام ایک زبان فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزے محدود نہیں کہ حضور ہی کے معجزات سے ہیں وہ سب کرامتیں جو اولیائے زندہ ومُردہ سے جاری کیں اور قیامت تک اُن سے جاری فرمائے گا۔

قول (۹۰) اس میں امام شیخ الاسلام شہاب رملی سے منقول ہُوا:

معجزات الانبیاء وکرامات الاولیاء لاتنقطع بموتھم[3]۔

انبیاء کے معجزے اور اولیاء کی کرامتیں ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں۔

قول (۹۱ و ۹۲) امام ابن الحاج مدخل میں امام ابوعبداللہ بن نعمان کی کتاب مستطاب سفینۃ النجاء لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء سے ناقل:

تحقق لذوی البصائر والاعتبار ان زیارۃ قبور الصالحین محبوبۃ لاجل التبرک مع الاعتبار فان برکۃ الصالحین جاریۃ بعد مماتھم کما کانت فی حیاتھم[4]۔

اہلِ بصیرت واعتبار کے نزدیک محقق ہوچکا ہے کہ قبورِ صالحین کی زیارت بغرض تحصیلِ برکت وعبرت محبوب ہے کہ اُن کی برکتیں جیسے زندگی میں جاری تھیں بعد وصال بھی جاری ہیں۔

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ کرامات الاولیاء لاحیاء والاموات نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۹۳

[2] فتاوٰی جمال بن عمر مکی

[3] ؍؍ ؍؍

[4] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۹

marfat.com

پھر کتاب الجہاد لمعات میں اُسے ذکر کرکے لکھا ہے: ھل ھذا الا لاثبات العلم والادراک[1] (یہ اگر میت کے لیے علم وادراک ثابت کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ ت)

فصل ہشتم وہ اپنے زائروں سے کلام کرتے اور اُن کے سلام وکلام کا جواب دیتے ہیں۔

قول (۷۵ تا ۷۸) امام یافعی پھر امام سیوطی امام محب طبری شارح تنبیہ سے ناقل ہیں امام اسمٰعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ زبیدہ میں تھے فقال یا محب الدین اتؤمن بکلام الموتی قلت نعم فقال ان صاحب ھذا القبر یقول لی انا من حشو الجنۃ[2] انھوں نے فرمایا: اے محب الدین! آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مُردے کلام کرتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں، کہا اس قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں جنت کی بھرتی سے ہوں۔

تنبیہ: اس روایت کے لانے سے یہ غرض نہیں کہ اُس میّت نے امام اسمٰعیل سے کلام کیا کہ ایسی روایات تو صدہا ہیں اور ہم پہلے کہہ آئے کہ وقائع جزئیہ شمار نہ کریں گے بلکہ محلِ استدلال یہ ہے کہ وُہ دونوں امام احیائے سے اموات کے کلام کرنے پر اعتقاد رکھتے تھے، اور ان دونوں اماموں نے اسے استناداً نقل فرمایا۔

تذییل: امام یافعی امام سیوطی انہی اسمٰعیل قدس سرہ الجلیل سے حاکی ہُوئے بعض مقابر یمن پر اُن کا گزر ہُوا بہ شدّت روئے اور سخت مغموم ہُوئے، پھر کھلکھلا کر ہنسے اور نہایت شاد ہُوئے، کسی نے سبب پوچھا، فرمایا: میں نے اس مقبرہ والوں کو عذابِ قبر میں دیکھا، رویا اور جنابِ الٰہی سے گڑگڑا کر عرض کی، حکم ہُوا: قد شفعناک فیھم ہم نے تیری شفاعت اُن کے حق میں قبول فرمائی۔ اس پر یہ قبر والی مجھ سے بولی: وانا معھم یا فقیہ اسمٰعیل انا فلانۃ المغنیۃ مولانا اسمٰعیل! میں بھی اُنھیں میں سے ہوں میں فلانی گائن ہُوں۔ میں نے کہا: وانت معھم تُو بھی ان کے ساتھ ہے۔ اس پر مجھے ہنسی آئی[3]۔ اللھم اجعلنا ممن رحمتہ باولیائک اٰمین (اے اللہ! ہمیں بھی ان میں شامل فرما جن کو اپنے اولیاء کے طفیل رحمت سے نوازا۔ الٰہی قبول فرما۔ ت)

قول (۷۹) زہر الربٰی شرح سُنن نسائی میں نقل فرمایا:

ان للروح شانا اخر فتکون فی الرفیق الاعلی وھی متصلۃ بالبدن بحیث اذا سلم المسلم

محض رُوح کی شان جُدا ہے باآنکہ ملاءِ اعلیٰ میں ہوتی ہے پھر بھی بدن سے ایسی متصل ہے کہ جب سلام

عہ تنبیہ: جوابِ سلام کا ایک قول فصلِ ہفتم میں علامہ قونوی سے گزرا ۱۲ منہ (م)

---

[1] لمعات کتاب الجہاد

[2] شرح الصدور باب فی زیارۃ القبور الخ خلافت اکیڈمی، منگورہ، سوات ص ۸۶

[3] ایضاً

شمردہ ومقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است[1]

(۲) سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اور دو اولیا کو شمار کیا (شیخ عقیل منبجی لبسھی اور شیخ حیاۃ ابن قیس حرانی رحمہما اللہ تعالیٰ) ان کا مقصد حصر نہیں بلکہ خود جو دیکھا اور مشاہدہ فرمایا وہ بیان کیا۔ ت)

فصل دہم الحمدللہ برزخ میں بھی ان کا فیض جاری اور غلاموں کے ساتھ وہی شان امداد ویاری ہے۔

قول (۹۷) امام اجل عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ارشاد فرماتے ہیں:

جمیع الائمۃ المجتہدین یشفعون فی اتباعھم ویلاحظونھم فی شدائدھم فی الدنیا و البرزخ ویوم القیامۃ حتّٰی یجاوزا الصراط[2]

تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیرووں کی شفاعت کرتے ہیں اور دنیا وبرزخ وقیامت ہر جگہ کی سختیوں میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ صراط سے پار ہو جائیں۔

اسی امام اجل نے اسی کتابِ اجل میں فرمایا:

قد ذکرنا فی کتاب الاجوبۃ عن ائمۃ الفقھاء و الصوفیۃ کلھم یشفعون فی مقلدیھم و یلاحظون احدھم عند طلوع روحہ وعند سوال منکر ونکیرلہ وعند النشر والحشر والحساب والمیزان والصراط ولایغفلون عنھم فی موقف من المواقف ولما مات شیخنا شیخ الاسلام الشیخ ناصر الدین اللقانی رآہ بعض الصالحین فی المنام فقال لہ ما فعل اللہ بك فقال لما اجلسنی الملکان فی القبر لیسئلانی اتاھم الامام مالك فقال مثل ھذا یحتاج الی سوال فی ایمانہ باللہ ورسولہ تنحیا عنہ فتنحیا عنی اھ واذا کان مشائخ الصوفیۃ یلاحظون اتباعھم ومریدیھم

ہم نے کتاب الاجوبہ عن الفقہاء والصوفیہ میں ذکر کیا ہے کہ تمام ائمہ فقہاء وصوفیہ اپنے اپنے مقلدوں کی شفاعت کرتے ہیں اور جب ان کے مقلد کی رُوح نکلتی ہے جب منکر نکیر اُس سے سوال کو آتے ہیں جب اس کا حشر ہوتا ہے، جب نامۂ اعمال کھلتے ہیں، جب حساب لیا جاتا ہے، جب عمل تُلتے ہیں، جب صراط پر چلتا ہے، غرض ہر حال میں اس کی نگہبانی فرماتے ہیں اور کسی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے۔ ہمارے استاد شیخ الاسلام امام ناصر الدین لقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جب انتقال ہوا بعض صالحوں نے اُنھیں خواب میں دیکھا، پُوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ کہا جب منکر نکیر نے مجھ سے سوال کے لئے بٹھایا امام مالک تشریف لائے اور ان سے فرمایا ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے کہ اس سے خدا ورسول

---

[1] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور تیج کمار لکھنؤ ۱/ ۷۱۵

[2] المیزان الکبریٰ مقدمۃ الکتاب مصطفی البابی مصر ۱/ ۹

marfat.com

فی ذلک[1] کہ بعض وقت ہو اور بعض وقت نہیں۔

قول (۸۳) بنایہ حاشیہ ہدایہ میں دربارۂ حدیث تلقینِ موتیٰ فرمایا:

عند اھل السنۃ ھذا علی الحقیقۃ لان اللہ تعالیٰ یجیب علی ما جاءت بہ الآثار[1]

اہل سنّت کے نزدیک یہ اپنی حقیقت پر ہے اس لیے کہ مُردہ تلقین کا جواب دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا۔

فصل نہم اولیاء کی کرامتیں اولیاء کے تصرف بعد وصال بھی بدستور ہیں۔

قول (۸۴) امام نووی نے اقسامِ زیارت میں فرمایا: ایک زیارت بغرض حصولِ برکت ہوتی ہے[*]، یہ مزاراتِ اولیاء کے لیے سنّت ہے اور ان کے لیے برزخ میں تصرفات و برکات بے شمار ہیں وستقف علیٰ ذلک ان شاء اللہ تعالیٰ (ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس سے آگاہی ہوگی۔ ت)

قول (۸۵ و ۸۶) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

تفسیر کردہ است بیضاوی آیہ کریمہ والنازعات غرقاً الآیۃ را بصفات نفوس فاضلہ در حال مفارقت از بدن کہ کشیدہ می شوند از ابدان ونشاط میکنند بسوئے عالم ملکوت وسیاحت میکنند دران پس سبقت میکنند بحظائر قدس پس می گردند بشرف وقوت از مدبرات[2]

قاضی بیضاوی نے آیۂ کریمہ والنازعات غرقا الخ کی تفسیر میں بتایا ہے کہ یہاں بدن سے جدائی کے وقت ارواحِ طیبہ کی جو صفات ہوتی ہیں ان کا بیان ہے کہ وہ بدنوں سے نکالی جاتی ہیں اور عالمِ ملکوت کی طرف تیزی سے جاتی اور وہاں سیر کرتی ہیں پھر مقاماتِ مقدس کی طرف سبقت کرتی ہیں اور قوت و شرف کے باعث مدبراتِ امر یعنی نظام عالم کی تدبیر کرنیوالوں سے ہوجاتی ہیں۔ (ت)

قول (۸۷) علّامہ نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ میں فرمایا:

کرامات الاولیاء باقیۃ بعد موتھم ایضا ومن زعم خلاف ذلک فھو جاھل متعصب

اولیاء کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں جو اس کے خلاف زعم کرے وہ جاہل ہٹ دھرم ہے،

---

[*] زیارت گاہی از جہت انتفاع بہ اہل قبور بود چنانچہ در زیارتِ قبور صالحین آثار آمدہ ۱۲ جذب القلوب

کبھی زیارت، اہلِ قبور سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہوتی ہے جیسا کہ قبور صالحین کی زیارت کے بارے میں احادیث آئی ہیں۔ (ت)

---

[1] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الجنائز مکتبہ امدادیہ مکۃ المکرمہ ۱/ ۱۰۷۳

[2] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء ” نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۱

marfat.com

تنبیہ نبیہ: ہاں مقلدانِ ائمہ کو خوشی و شادمانی اور ان کے مخالفوں کو حسرت و پشیمانی، مگر حاشا صرف فروع میں تقلید سے متبع نہیں ہوتا، پہلے مہم امر عقائد ہے جو اس میں ائمہ سلف کے خلاف ہو، توبہ، کہاں وہ اور کہاں اتباع، یُوں تو بہتیرے معتزلی حنفیت جتاتے ہیں بعض زیدیہ روافض شافعی کہلاتے ہیں، بہت مجسّمہ موجہہ حنبلی کہے جاتے، پھر کیا ارواحِ طیّبہ حضرات عالیہ امام اعظم و امام شافعی و امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہم اُن سے خوش ہوں گے، کلّا واللہ! ان گمراہوں کا انتساب ایسا ہے جیسے روافض اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہیں، حالانکہ اُن سے پہلے بیزار روح پاک ائمہ اطہار ہے رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔ یُونہی نجد کے حنبلی، ہند کے حنفی جو مخترعانِ مذہبِ جدید و متبعانِ قرنِ طرید ہوئے ہرگز حنبلی و حنفی نہیں بلکہ حَبَلی[1] و جنفی[2] ہیں۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ نے اپنے قصیدہ اکسیر اعظم (۱۳۰۲ھ) کی شرح مجیر معظم (۱۳۰۳ھ) میں غلامان سرکار قادری کے فضائل اور ان کے لیے جو عظیم اُمیدیں ہیں لکھ کر گزارش کی:

اما ہوس کار اینکہ نزد ایشاں اتباع ہوائے نفس کمالِ تصوف و رد احکام شرع تمغائے تعرف، مناہی و ملاہی موصل الی اللہ و تباہی و دواہی ریاضت ایں راہ، روزہا دارند اما برگردن و نمازہا گزارند بمعنی ترک کردن و نہ آنکہ ازینہا باکے دارند یا سرے خارند بلکہ فارغ زیند و حسابے ندارند و خود ازینہا چہ حکایت و از بدعت چہ شکایت کہ متہوران ایشاں ضروریات دین را خلاف کنند و بدعوی اسلام بر عقائد اسلام خندہ زنند، من و خدائے من کہ اینان نہ قادری باشند و نہ چشتی بلکہ غادری باشند و زشتی ؎

سایۂ ما دُور باد از ما دور الخ اھ ملخصا

مگر وُہ ہوس کار جن کے نزدیک ہوائے نفس کی پیروی کمال تصوّف اور احکامِ شرع کو رَد کرنا تمغۂ امتیاز، ممنوعات اور لہو کی چیزیں خدا رسی کا ذریعہ، تباہی اور مصیبت کی چیزیں اس راہ کی ریاضت، روزے رکھیں مگر ذمّہ میں رہیں، نمازیں پڑھیں مگر نہ پڑھنے کی طرح، اس پر بھی یہ نہیں کہ کچھ خوف یا فکر ہو بلکہ چین سے جیتے ہیں اور کوئی حساب نہیں رکھتے، اُن کی کیا بات اور اس بد مذہبی کی کیا شکایت جبکہ اُن کے بے باکوں کا حال یہ ہے کہ ضروریاتِ دین کا خلاف کریں اور اسلام کا دعوی کرکے عقائدِ اسلام پر خندہ زن ہوں، واللہ یہ نہ قادری ہیں نہ چشتی بلکہ غادری ہیں اور زشتی (ت)، ان کا سایہ ہم سے دُور ہو دور الخ

معہذا بالفرض اگر ایک فریق منکرین باعتبار فروع مقلدین سہی تاہم جب اُن کے نزدیک ارواحِ گزشتگان

---

[1] حَبَل بفتحتین بمعنی غضب ۱۲ منہ (م)
[2] جَنَف بفتحتین میل وجور ۱۲ منہ (م)

قول (۹۳) جامع البرکات میں ارشاد فرمایا:

اولیاء را کرامات و تصرفات در اکوان حاصل است و آن نیست مگر ارواح ایشان را چون ارواح باقی است بعد از ممات نیز باشد[1]

اولیاء کو کائنات میں کرامات و تصرفات کی قوت حاصل ہے اور یہ قوت ان کی روحوں کو ہی ملتی ہے تو رُوحیں جب بعد وفات بھی باقی رہتی ہیں تو یہ قوت بھی باقی رہتی ہے۔ (ت)

قول (۹۴) کشف الغطاء میں ہے:

ارواحِ کمل کہ در حینِ حیات ایشاں بہ سبب قربِ مکانت و منزلت از رب العزت کرامات و تصرفات و امداد داشتند بعد از ممات چوں ہماں قرب باقیند نیز تصرفات دارند چنانچہ در حین تعلق بجسد داشتند یا بیشتر ازاں[2]

کاملین کی رُوحیں ان کی زندگی میں رب العزت سے قربِ مرتبت کے باعث کرامات و تصرفات اور حاجتمندوں کی امداد فرمایا کرتی تھیں بعد وفات جب وہ ارواحِ شریفہ اُسی قرب و اعزاز کے ساتھ باقی ہیں تو اب بھی ان کے تصرفات ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے جسم سے دنیاوی تعلق کے تھے یا اُس سے بھی زیادہ۔ (ت)

قول (۹۵ و ۹۶) شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

یکے از مشائخ عظام[عہ۱] گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے شاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف و عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہما و دوکس دیگر[عہ۲] را از اولیاء

ایک عظیم بزرگ فرماتے ہیں میں نے مشائخ میں سے چار حضرات کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں رہ کر بھی ویسے ہی تصرف فرماتے ہیں جیسے حیاتِ دنیا کے وقت فرماتے تھے یا اس سے بھی زیادہ (۱) شیخ معروف کرخی

عہ۱ یعنی سیدی علی قرشی قدس سرہ العزیز کما روی عنہ الامام نور الدین ابوالحسن علی فی بھجۃ الاسرار بسندہ ۱۲ منہ (م)

عہ۲ یعنی شیخ عقیل بسہی و حضرت شیخ حیاۃ ابن قیس الحرانی قدس اللہ تعالٰی اسرارھما کما فی البھجۃ ۱۲ منہ (م)

یعنی سیدی علی قرشی قدس سرہ العزیز، جیسا کہ بھجۃ الاسرار میں ان سے نورالدین ابوالحسن علی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

یعنی شیخ عقیل منبجی بسہی اور شیخ حیات ابن قیس حرانی رحمہما اللہ تعالٰی، جیسا کہ بھجۃ الاسرار میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] جامع البرکات

[2] کشف الغطاء فصل دہم زیارتِ قبور مطبع احمدی دہلی ص ۸۰

marfat.com

قول (۱۰۳) امام علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہلسنت کے نزدیک علم و ادراک موتٰی کی تحقیق کرکے فرمایا:

ولھذا ینتفع بزیارۃ قبور الابرار والاستعانۃ من نفوس الاخیار[1]

اسی لیے قبورِ اولیاء کی زیارت اور ارواحِ طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے۔

قول (۱۰۴ و ۱۰۵) ردالمحتار میں امام غزالی سے ہے:

انھم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالٰی ونفع الزائرین بحسب معارفھم و اسرارھم[2]

ارواحِ طیبہ اولیائے کرام کا حال یکساں نہیں بلکہ وہ متفاوت ہیں اللہ سے نزدیکی اور زائروں کو نفع دینے میں موافق اپنے معارف و اسرار کے۔

قول (۱۰۶) امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں:

ان کانت المیت المزار ممن ترجی برکتہ فیتوسل الی اللہ تعالٰی بہ، یبدأ بالتوسل الی اللہ تعالٰی بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذھو العمدۃ فی التوسل والاصل فی ھذا کلہ والمشرع لہ، ثمّ یتوسل باھل تلک المقابر اعنی بالصالحین منھم فی قضاء حوائجہ ومغفرۃ ذنوبہ ویکثر التوسل بھم الی اللہ تعالٰی لانہ سبحانہ تعالٰی اجتباھم وشرّفھم وکرمھم فکما نفع بھم فی الدنیا ففی الاٰخرۃ اکثر فمن ارادحاجۃ فلیذھب

یعنی اگر صاحبِ مزار اُن لوگوں میں ہے جن سے اُمید برکت کی جاتی ہے تو اُسے اللہ تعالٰی کی طرف وسیلہ کرے، پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے توسل کرے کہ حضور ہی توسل میں عمدہ اور ان سب باتوں میں اصل اور توسل کے مشروع فرمانے والے ہیں، پھر صالحین اہل قبور سے اپنی حاجت روائی و بخشش گناہ میں توسّل اور اس کی تکرار و کثرت کرے کہ اللہ تعالٰی نے انھیں چُنا اور فضیلت و کرامت بخشی تو جس طرح دُنیا میں ان کی ذات سے نفع پہنچا یونہی بعد انتقال اُس سے زیادہ پہنچائیگا تو جسے کوئی حاجت منظور ہو ان کے مزارات پر حاضر

ع قصد زیارت مقربان آں درگاہ و منتسبان آں

اُس بارگاہ کے قُرب یافتہ اور اُس جناب سے تعلق (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع مدرک الجزئیات عندنا الخ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۴۳

[2] ردالمحتار مطلب فی زیارۃ القبور ادارۃ الطباعۃ العربیۃ مصر ۱/۶۰۴

marfat.com

في جميع الاهوال والشدائد في الدنيا و الآخرة فكيف بائمة المذاهب الذين هم أوتادا لارض واركان الدين وأمناء الشارع صلى الله تعالیٰ علیه وسلم علی امته رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین[1]۔

پرایمان کے بارے میں سوال کیا جائے الگ ہو اس کے پاس سے۔ یہ فرماتے ہی نکیرین مجھ سے الگ ہو گئے۔ اور جب مشائخ کرام صوفیہ قدست اسرارہم ہول وسختی کے وقت دنیا وآخرت میں اپنے پیروں اور مریدوں کا لحاظ رکھتے ہیں تو ان پیشوایانِ مذاہب کا کہنا ہی کیا جو زمین کی میخیں ہیں اور دین کے ستون، اور شارع علیہ السلام کی اُمت پر اُس کے امین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

الله اکبر الله اکبر و لله الحمد ؎

حسبی من الخیرات ما اعددته	یوم القیامة فی رضی الرحمٰن
دین النبی محمد خیر الورٰی	ثم اعتقادی مذهب النعمٰن
وارادتی وعقیدتی و محبتی	للشیخ عبد القادر الجیلانی

(میرے لیے نیکیوں سے وُہ کافی ہے جو روزِ قیامت خوشنودیٔ الٰہی کی راہ میں، میں نے تیار کر رکھا ہے۔ نبی اکرم، مخلوق میں سب سے افضل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا دین پاک، پھر مذہب نعمان امام اعظم ابوحنیفہ پر اعتقاد، اور سیّدی شیخ عبدالقادر جیلانی سے ارادت اور عقیدت و محبّت۔ ت) ؎

دی بخاک رضا شدم گفتم	که تو چونی که ما چناں شده ایم
ہمہ روز از غمت بفکر فضول	ہمہ شب درخیال بیہده ایم
خبری گو بما ز تلخی مرگ	گفت ما جام تلخ کم زده ایم
قادریت بکلام ما کردند	سنیّت راگدائے میکده ایم
شیر بودیم و شہد افروزند	ما سراپا حلاوت آمده ایم

(ایک دن میں نے رضا کی خاک پر جا کر کہا تمھارا کیا حال ہے، ہمارا حال تو یہ ہے کہ دن رات تمھارے غم میں بیکار سوچتے اور فکر کرتے رہتے ہیں، بتاؤ کہ موت کی تلخی کا حال کیسا رہا؟ عرض کیا: یہ تلخ جام ہم نے تو کم ہی چکھا، قادریت ہمارا مشرب رہا اور سنیّت ہمارا میکدہ، ہم دُودھ تھے ہی اس پر شہد کا اضافہ ہوا، ہم تو سراپا حلاوت نکلے۔ ت)

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فی بیان جملة من الامثلة المحسوسة مصطفےٰ البابی مصر ۱/۵۳

ایں باشد و رد کند ایں را الخ۔[1] سنّت اور سلف صالحین کے اقوال میں ایسی کوئی بات موجود نہیں جو اس کے منافی و مخالف اور اسے رد کرنے والی ہو، الخ۔ (ت)

قول (۱۱۰) اُسی میں ہے:

بسیارے را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ و ایں طائفہ را در اصطلاح ایشاں اویسی خوانند[2]

بہت سے لوگوں کو فیض و کشف ارواح سے حاصل ہُوا ہے اور اس جماعت کو ان حضرات کی اصطلاح میں اُوَیسی کہتے ہیں۔ (ت)

قول (۱۱۱ و ۱۱۲) شیخ الاسلام امام فخر الدین رازی سے ناقل:

چوں می آید زائر نزد قبر حاصل می شود نفس او را تعلقے خاص بقبر چنانچہ نفس صاحب قبر را و بسبب ایں دو تعلق حاصل مے شود میان ہر دو نفس ملاقات معنوی و علاقہ مخصوص پس اگر نفس مزور قوی تر باشد نفس زائر مستفیض مے شود و اگر برعکس بود برعکس شود[3]

جب زائر قبر کے پاس آتا ہے تو اسے قبر سے اور ایسے ہی صاحبِ قبر کو اس سے ایک خاص تعلق حاصل ہوتا ہے اور ان دونوں تعلقات کی وجہ سے دونوں کے درمیان معنوی ملاقات اور ایک خاص ربط حاصل ہوجاتا ہے، اب اگر صاحبِ قبر زیادہ قوت والا ہے تو زائر مستفیض ہوتا ہے اور برعکس ہے تو برعکس ہوتا ہے (ت)

قول (۱۱۳ و ۱۱۴) مولٰنا جامی قدس اللہ سرہ السامی حضرت سیّدی امام اجل علاءُ الدولہ سمنانی رحمہ اللہ تعالٰی سے ناقل:

درویشے از شیخ سوال کرد کہ چوں بدن را در خاک ادراک نیست و در عالمِ ارواح حجاب نیست چہ احتیاج است بسر خاک رفتن، چہ در ہر مقامیکہ توجہ کند بروح بزرگے ہماں باشد کہ بسر خاک، شیخ فرمود فائدہ بسیار دارد یکے آنکہ چوں بزیارت کسے مے رود چندانکہ می رود توجہ او زیادہ می شود

ایک درویش نے شیخ سے سوال کیا کہ جب قبر کے اندر ادراک بدن کو نہیں بلکہ رُوح کو ہے اور عالمِ ارواح میں کوئی حجاب نہیں ہے تو قبر کے پاس جانے کی کیا ضرورت، جہاں سے بھی توجہ کرے بزرگ کی روح سے وُہی فائدہ ہوگا جو قبر کے پاس ہوگا۔ شیخ نے فرمایا: اس میں بہت فوائد ہیں ایک یہ کہ جب آدمی کسی کو زیارت

---

[1] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۱۶

[2] " " " " ۱/ ۷۱۵

[3] کشف الغطاء فصل دہم زیارت قبور مطبع احمدی دہلی ص ۸۰

مثل جماد اور محال امداد اور شرک استمداد، تو وہ اس قابل کہاں کہ ارواحِ ائمہ ان پر نظر فرمائیں۔ سنّتِ الٰہیہ ہے کہ منکر کو محروم رکھتے ہیں۔ اللہ تعالٰی حدیثِ قدسی میں فرماتا ہے:

انا عند ظن عبدی بی[1] رواہ البخاری۔

میں بندہ سے وُہ کرتا ہُوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

جب اُن کے گمان میں امداد محال تو اُن کے حق میں ایسا ہی ہوگا، ع

گر بر تو حرام است حرامت بادا

سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیثِ متواتر میں فرماتے ہیں:

شفاعتی یوم القیٰمة حق فمن لم یؤمن بھا لم یکن من اھلھا[2] رواہ ابن منیع عن زید بن ارقم وبضعة عشر من الصحابة رضوان اللہ تعالٰی علیھم اجمعین۔

میری شفاعت قیامت کے روز حق ہے جو اس پر ایمان نہ لائے گا اُس کے اہل سے نہ ہوگا۔ (اسے ابن منیع نے حضرت زید بن ارقم اور تیرہ صحابہ کرام رضوان تعالٰی علیہم اجمعین سے روایت کیا۔ ت)

اللہ تعالٰی دنیا و آخرت میں اُن کی شفاعتوں سے بہرہ مند فرمائے آمین اللّٰھمّ آمین۔

قول (۹۸ تا ۱۰۰) امام غزالی قدس سرہ العالی پھر شیخ محقق پھر شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

واللفظ لشرح المشکوٰة حجة الاسلام امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ مے شود بوی در حیات استمداد کردہ مے شود بوی بعد از وفات[3]۔

الفاظ شرح مشکوٰۃ کے ہیں: حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں جس سے زندگی میں مدد مانگی جائے اُس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جائے۔ (ت)

قول (۱۰۱ و ۱۰۲) امام ابن حجر مکی پھر شیخ نے شروحِ مشکوٰۃ میں فرمایا:

صالحاں را مدد بلیغ است بہ زیارت کنندگانِ خود را بر اندازہ ادب ایشان[4]۔

صالحین اپنے زائرین کے ادب کے مطابق ان کی بے پناہ مدد فرماتے ہیں۔ (ت)

---

[1] الصحیح للبخاری	باب قول اللہ ویحذرکم اللہ نفسہ	قدیمی کتب خانہ کراچی	۲/ ۱۱۰۱
[2] جامع صغیر مع فیض القدیر	حدیث ۴۸۹۶	دارالمعرفۃ بیروت لبنان	۴/ ۱۶۳
[3] اشعۃ اللمعات	باب زیارۃ القبور	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۱/ ۷۱۵
[4] "	" "	" " "	۱/ ۷۲۰

marfat.com

من یسمع ویعقل[۱] سمجھنے والوں سے خطاب کرتے ہیں۔

قول (۱۲۰) امام علامہ نووی منہاج میں امام قاضی عیاض کا قول در بارۂ سماعِ موتٰی نقل کرکے فرماتے ہیں :

ھوالظاھر المختار الذی یقتضیہ احادیث السلام علی القبور[۲]۔ یہی ظاہر و مختار ہے جسے سلام قبور کی حدیثیں اقتضاء کرتی ہیں۔

قول (۱۲۱) علامہ مناوی نے اسی امر کی دلیل یوں نقل فرمائی ہے : فان السلام علی من لا یشعر محال[۳] کہ جو نہ سمجھے اس پر سلام اصلاً معقول نہیں۔

قول (۱۲۲) شیخ محقق مدارج النبوۃ میں سلامِ اموات کو حدیث سے نقل کرکے فرماتے ہیں :

خطاب با کسیکہ نہ شنود و نہ فہمد معقول نیست، و نزدیک ست کہ شمار کردہ شود از قبیلۂ عبث چنانچہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ گفت[۴]۔ جو نہ سُنے نہ سمجھے اس سے خطاب معقول نہیں اور قریب ہے کہ عبث کے دائرے میں شمار ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا۔ (ت)

قول (۱۲۳) مولانا علی قاری شرح اللباب میں در بارۂ سلامِ زیارت فرماتے ہیں :

من غیر رفع صوت ولا اخفاء بالمرۃ لفوت الاسماع الذی ھو السنۃ[۵]۔ نہ بلند آواز سے ہو نہ بالکل آہستہ جس میں سنانا کہ سنت ہے فوت ہوجائے۔

فصل دوازدہم اہلِ قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب و کلام میں۔

قول (۱۲۴ تا ۱۲۷) منسک متوسط و مسلک متقسط و اختیار شرح مختار و فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

واللفظ للاخیرین فانہ ابسط (الفاظ اخیرین کے ہیں اس لیے کہ یہ زیادہ مبسوط ہیں۔ ت) کہ بعد زیارتِ سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہاتھ بھر ہٹ کر سرِ اقدسِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے :

جزاك اللہ عنا افضل ماجزی اماما عن امۃ آپ کو اللہ تعالٰی ہم سے جزاء و عوض نیک دے بہتر

---

[۱] شرح الصدور باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۹۴

[۲] منہاج للنووی شرح صحیح مسلم مع مسلم باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۸۷

[۳] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت من زار قبر ابویہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۲/ ۴۲۰

[۴] مدارج النبوۃ فصل در سماعت میّت نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۹۵

[۵] مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۸

marfat.com

اليهم ويتوسل بهم فانهم الواسطة بين الله تعالٰى و خلقه و قد تقرر فى الشرع و علم ما لله تعالٰى بهم من الاعتناء و ذلك كثير مشهور، و ما زال الناس من العلماء و الاكابر كابراً عن كابر مشرقا و مغربا يتبركون بزيارة قبورهم و يجدون بركة ذلك حسًّا و معنًى اھ[1] ملخصا

ہو اور ان سے توسل کرے کہ یہی واسطہ ہیں اللہ تعالٰی اور اس کی مخلوق میں، اور بیشک شرع میں مقرر و معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالٰی کو اُن پر کیسی عنایت ہے اور یہ خود بکثرت و شہرت ہے اور ہمیشہ علمائے اکابر خلف و سلف مشرق و مغرب میں اُن کی زیارت قبور سے تبرک کرنے اور ظاہر و باطن میں اس کی برکتیں پاتے رہے ہیں اھ ملخصًا۔

قول (۱۰۷ تا ۱۰۹) اشعۃ میں فرمایا:

سیّدی احمد بن زروق کہ از اعاظم فقہاء و علماء و مشائخ دیارِ مغرب است گفت روزے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید امدادِ حی قوی ست یا امدادِ میّت قوی ست من گفتم قومی می گویند کہ امدادِ حی قوی تراست و من می گویم کہ امدادِ میّت قوی تراست پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وی در بساطِ حق است و در حضرت اوست (قال) و نقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر ازاں است کہ حصر و احصار کردہ شود و یافتہ نمی شود در کتاب و سنّت و اقوالِ سلف صالح چیزے کہ منافی و مخالف

سیّدی احمد بن زروق جو دیارِ مغرب کے عظیم ترین فقہا اور علماء و مشائخ سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے پُوچھا زندہ کی امداد قوی ہے یا وفات یافتہ کی؟ میں نے کہا کچھ لوگ زندہ کی امداد زیادہ قوی بتاتے ہیں اور میں کہتا ہُوں کہ وفات یافتہ کی امداد زیادہ قوی ہے۔ اس پر شیخ نے فرمایا: ہاں، اس لئے کہ وُہ حق کے دربار اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہے (فرمایا) اس مضمون کا کلام ان بزرگوں سے اتنا زیادہ منقول ہے کہ حد و شمار سے باہر ہے اور کتاب و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جناب واستفاضۂ خیرات و برکات از ایشاں نماید موجب مزید خیر و زیادتِ ثواب خواہد بود والسلام[2] ۱۲ منہ جذب القلوب۔ (م)

رکھنے والوں کی زیارت کا قصد کرے اور اُن سے درخواست کرے کہ اپنی برکات و خیرات کا فیض عطا کریں یہ مزید خیر و خوبی اور ثواب میں زیادتی کا باعث ہوگا، والسلام ۱۲ منہ جذب القلوب (ت)

[1] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۴۸-۴۹

[2] جذب القلوب باب دوازدہم مکتبہ نعیمیہ چوک دالگراں، لاہور ص ۱۳۸

marfat.com

وحسبنا اللہ العزیز الغفور وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد و اٰلہ وصحبہ الٰی یوم النشور۔

ہمیں عزت ومغفرت والا خدا کافی ہے اور اللہ تعالٰی ہمارے آقا و مولا حضرت محمد اور ان کی آل واصحاب پر تاحشر درود ورحمت بھیجے۔ (ت)

فصل سیزدہم بعد دفن میّت کو تلقین اور اسے عقائدِ اسلام یاد دلانے میں۔ یہ فصل فصلِ دوازدہم کی ایک صنف ہے کہ اس میں بھی میّت سے سوائے سلام اور قسم کا خطاب وکلام ہے کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت)۔ میں یہاں صرف علمائے حنفیہ کے اقوال شمار کروں گا کہ شافعیہ تو قاطبۃً قائلِ تلقین ہیں الا من شاء اللہ۔

قول (۱۳۱ تا ۱۳۳) امام زاہد صفار نے کتاب مستطاب تلخیص الادلّہ میں تصریح فرمائی کہ تلقینِ موتٰی مسلک اہلسنت ہے اور منعِ تلقین مذہبِ معتزلہ پر مبنی کہ وُہ میّت کو جماد مانتے ہیں۔ امام حاکم شہید نے کافی اور امام خبازی نے خبازیہ میں اُن سے نقل فرمایا: [۱۳۲]

ان ھذا (ای منع التلقین) علٰی مذھب المعتزلۃ لان الاحیاء بعد الموت عندھم مستحیل، اما عند اھل السنۃ فالحدیث ای لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ محمول علی حقیقتہ، لان اللہ تعالٰی یحییہ علی ماجاءت بہ الاثار وقد روی عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن[1] الخ ذکرہ فی ردالمحتار عن معراج الدرایۃ۔

تلقین سے ممانعت معتزلہ کا مذہب ہے اس لیے کہ موت کے بعد زندہ کرنا ان کے نزدیک محال ہے لیکن اہلسنت کے نزدیک حدیثِ تلقین (اپنے مُردوں کو لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ) اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اس لیے کہ اللہ تعالٰی مُردے کو زندہ فرمادیتا ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ سرکار نے دفن کے بعد تلقین کا حکم دیا الخ۔ اسے ردالمحتار میں معراج الدرایہ کے حوالے سے ذکر کیا (ت)

قول (۱۳۴ و ۱۳۵) دُرمختار میں جوہرہ نیرہ سے ہے: انہ مشروع عند اھل السنۃ[2] بیشک تلقین اہل سنّت کے نزدیک مشروع ہے۔

قول (۱۳۶) نہایہ شرح ہدایہ میں ہے:

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الخبازیۃ مطلب فی تلقین بعد الموت ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۷۱

[2] درمختار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۹

marfat.com

چوں بہ سرخاک رسد بحس مشاہدہ کند خاک او را حس او نیز مشغول او می شود و بکلی متوجہ گردد و فائدہ بیشتر باشد و دیگر آنکہ ہر چند ارواح را حجاب نیست و ہمہ جہان او را یکے است اما بآں موضع تعلق بیشتر بود[1] اھ ملخصا

کو جاتا ہے تو جس قدر آگے بڑھتا ہے اس کی توجہ بڑھتی جاتی ہے، جب قبر کے پاس پہنچتا ہے تو حواس سے اس کی قبر کا ادراک اور مشاہدہ کرتا ہے اب اُس کے حواس بھی اُس کے ساتھ مشغول ہو جاتے ہیں اور وہ پورے ظاہر و باطن کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جس کا فائدہ فزوں تر ہوتا ہے۔ دُوسرے یہ کہ اگرچہ ارواح کے لیے حجاب نہیں ہے اور سارا جہان ان کے لیے ایک ہے مگر اُس مقام سے تعلق زیادہ ہوتا ہے۔ اھ بہ تلخیص (ت)

قول (۱۱۵ و ۱۱۶) سیّد جمال مکّی کے فتاوٰی میں امام شہاب الدین رملی سے منقول:

للانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثۃ بعد موتھم[2]۔

انبیاء و رسل و اولیاء و صالحین بعد رحلت بھی فریاد رسی کرتے ہیں۔

فصل یازدہم تصریحاتِ علماء میں کہ سلامِ قبور دلیل قطعی سماع و فہم و علم و شعور ہے۔

قول (۱۱۷) امام عزالدین بن عبدالسلام اپنی امالی میں فرماتے ہیں:

لانا امرنا بالسلام علی القبور ولولا ان الارواح تدرك لما کان فیہ فائدۃ[3]۔

ہمیں حکم ہوا کہ قبور پر سلام کریں اگر رُوحیں سمجھتی نہ ہوتیں تو بیشک اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

قول (۱۱۸) امام ابو عمر ابن عبدالبر نے فرمایا:

احادیث زیارۃ القبور والسلام علیہا وخطابھم مخاطبۃ الحاضر العاقل دالۃ علی ذلك[4] اھ ملخصا

زیارت قبور اور ان پر سلام اور ان سے حاضر عاقل کی طرح خطاب کی حدیثیں اس پر دلیل ہیں اھ ملخصا

قول (۱۱۹) شرح الصدور میں مثل قولین سابقین منقول:

قد شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لامتہ ان یسلموا علی اھل القبور سلام من یخاطبونہ

بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی امت کیلئے اہلِ قبور پر ایسا سلام مشروع فرمایا ہے جیسے سُننے

---

[1] نفحات الانس ترجمہ ابو المکارم رکن الدین علاء الدین السمنانی مہدی توحیدی پور طہران ص ۴۴۰
[2] فتاوٰی جمال بن عمر مکّی
[3] شرح الصدور بحوالہ عزالدین ابن عبدالسلام باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۰۳
[4] " " ابن عبدالبر " " " " " ۱۰۰

اسی طرح صاحبِ حقائق[۱۴۳] نے بتصریح اس کے کہ یہ تلقین بعد دفن تھی[ع۵]، صاحبِ غیاث سے نقل کیا کما فی الحلیۃ (جیسا کہ حلیہ میں ہے۔ ت) امام ابن امیر الحاج عبارتِ حقائق لکھ کر فرماتے ہیں: یفید ان فعلہ راجح علیٰ ترکہ[۱] یہ کلام استحباب تلقین کا مفید ہے۔ پھر اس پر حدیث سے دلیل ذکر کرکے ائمہ محدثین امام ابوعمرو بن الصلاح وغیرہ سے اُس کا بوجہ شواہد و عمل قدیم علمائے شام قوت پانا نقل کرتے ہیں کما اسلفناہ فی المقصد الثانی (جیسا کہ ہم نے اسے مقصدِ دوم میں پیش کیا۔ ت)

قول (۱۴۴ و ۱۴۵) مضمرات میں ہے:

نحن نعمل بھما عند الموت وعند الدفن[۲] نقلہ فی الھندیۃ[۱۴۵]۔

ہم دونوں تلقینوں پر عمل کرتے ہیں وقتِ نزع بھی اور وقتِ دفن بھی۔ (اسے ہندیہ میں نقل کیا گیا۔ ت)

قول (۱۴۶) ذیل مجمع البحار میں ہے: اتفق کثیر علی التلقین[۳] بہت علماء کا تلقین پر اتفاق ہے۔

قول (۱۴۷) نور الایضاح میں ہے: تلقینہ فی القبر مشروع[۴] مُردے کو تلقین کرنا مشروع ہے۔

قول (۱۴۸ و ۱۴۹) علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں کتاب التجنیس[۱۴۹] والمزید سے ناقل: التلقین بعد الموت فعلہ بعض مشائخنا[۵] ہمارے بعض مشائخ نے موت کے بعد تلقین فرمائی ہے۔

قول (۱۵۰ تا ۱۵۲) جامع الرموز میں جواہر[۱۵۱] سے منقول:

سئل القاضی مجد[۱۵۲] الدین الکرمانی عنہ قال ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن وروی فی ذٰلک الحدیثین[۶]

قاضی مجدالدین کرمانی سے بارۂ تلقین سوال ہوا، فرمایا جو بات مسلمان اچھی سمجھیں خدا کے نزدیک اچھی ہے، اور اس بارے میں دو۲ حدیثیں روایت کیں۔

ع۵ یہ معنی خود لفظ اوصانی سے مستفاد مگر اس میں صریح تر ہے کہ لقن بعض الائمۃ بعد دفنہ واوصانی بتلقینہ فلقنتہ بعد ما دفن[۷] ۱۲ منہ (بعض ائمہ نے بعد از دفن میّت کو تلقین فرمائی اور مجھے میت کو تلقین کرنے کی وصیت کی تو میں نے بعد از دفن میّت کو تلقین کی ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[۲] فتاوی ہندیہ بحوالہ المضمرات الباب الحادی والعشرون فی الجنائز نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۵۷

[۳] تکملہ مجمع بحار الانوار تحت لفظ ثبت نولکشور لکھنؤ ص ۲۵

[۴] نور الایضاح باب احکام الجنائز مطبع علیمی لاہور ص ۵۴

[۵] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب صلوٰۃ الجنازۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۶۴

[۶] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۷۹

[۷] حاشیۃ الشلبی علی التبیین بحوالہ الحقائق باب الجنائز مطبعہ کبرٰی بولاق مصر ۱/۲۳۴

marfat.com

نبیہ ولقد خلفتہ باحسن خلف وسلکت طریقۃ ومنھاجہ خیر مسلك وقاتلت اھل الردۃ والبدع ومھدت الاسلام ووصلت الارحام ولم تزل قائلا للحق ناصرا لاھلہ حتی اتاك الیقین[1]

اُس عوض کا جو کسی امام کو اس کے نبی کی اُمت سے عطا فرمایا ہو بیشک آپ نے بہترین خلافت سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابت کی اور بہترین روش سے حضور کی راہ وطریقہ پر چلے، آپ نے اہل ارتداد و بدعت سے قتال کیا، آپ نے اسلام کو آراستگی دی، آپ نے صلہ رحم فرمایا، آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے یہاں تک کہ آپ کو موت آئی۔

پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے محاذی ہو اور بعد سلام عرض کرے:

جزاك اللہ عنا افضل الجزاء ورضی عمن استخلفك فقد نصرت للاسلام والمسلمین حیا ومیتا فکفلت الایتام ووصلت الارحام وقوی بك الاسلام کنت للمسلمین اماما مرضیا وھادیا مھدیا جمعت شملھم واغنیت فقیرھم وجبرت کسیرھم[2]

اللہ تعالٰی آپ کو بہتر بدلہ دے اور اُن سے راضی ہو جنھوں نے آپ کو خلیفہ کیا یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ آپ نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام و مسلمین کی مدد فرمائی، آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا، اسلام نے آپ سے قوت پائی، آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا اور رہنمائے راہ یاب ہوئے آپ نے اُن کا جتھا باندھا اور ان کے محتاجوں کو غنی کر دیا اور ان کی شکستہ دلی دُور فرمائی۔

اسی طرح کتب مناسک میں بہت تصریحیں اس کی ملیں گی۔

قول (۱۲۸ تا ۱۳۰) امام خطابی نے دربارۂ تلقین فرمایا:

لاباس بہ اذ لیس فیہ الا ذکر اللہ تعالٰی وعرض الاعتقاد علی المیت (الی قولہ) وکل ذلك حسن۔ نقلہ القاری فی المرقاۃ[3]

اس میں کچھ حرج نہیں کہ وہ ہے کیا مگر اللہ تعالٰی کی یاد اور میت پر عرض اعتقاد، یہ سب خوب ہیں (اسے ملا علی قاری نے مرقاۃ میں نقل کیا۔ ت)

بعینہٖ اسی طرح ذیل مجمع البحار[4] میں مذکور۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۶۶

[2] " " " " " " " " " "

[3] مرقاۃ المفاتیح بحوالہ الخطابی باب اثبات عذاب القبر حدیث ۱۳۳ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۳۵۶

[4] تکملہ مجمع البحار تحت لفظ ثبت منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۵

marfat.com

علت بیان کی گئی ہے لہذا اسی کو ترجیح ہے۔ت) ولہذا علامہ شامی آفندی تبیین کا یہ کلام نقل کرکے فرماتے ہیں،
ظاهر استدلاله للاول اختیاره[1] یعنی قولِ استحباب پر دلیل قائم کرنے سے ظاہر یہی ہے
کہ امام زیلعی اُسی کو مذہب مختار جانتے ہیں اور خود علامہ شامی کا کلام اختیارِ جواز و استحباب پر دلیل ہے
کہ معراج الدرایہ سے عدمِ تلقین کا ظاہر الروایۃ ہونا نقل کرکے پھر اُسی معراج سے بحوالہ کافی وخبازیہ
امام صفار کا وہ ارشاد نقل کیا پھر فتح کا حوالہ دیا کہ اُنھوں نے حدیثِ تلقین کو اپنی حقیقت پر محمول کرنے کی
بہت تائید فرمائی، پھر غنیہ سے تائید لائے کہ حدیث میں تجوز ہے مگر تلقین سے منع نہ کریں گے کہ میت کو مفید ہے
پھر زیلعی کے کلام سے یوں استظہار کیا اور شارح نے جو مشروعیتِ تلقین کو قولِ اہلسنت کہا اُسے مقرر و
مسلّم رکھا، واللہ تعالٰی اعلم۔

نکتۂ جلیلہ تتمیم کلام و ازالۂ اوہام میں:

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق، طائفہ جدیدہ ان اقوال کے مقابل براہ تلبیس و
مغالطہ منعِ تلقین کے اقوال پیش کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ محض جہالت بے مزہ ہے، ہم یہاں نفسِ مسئلہ
تلقین کی بحث میں نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ ان علمائے مجوّزین نے ادراک وسمعِ موتٰی مانا اور یہ امر اقوالِ مذکورہ
سے یقیناً ثابت، ذرا آنکھیں مل کر دیکھیں کہ ائمہ نے کیا چیز جائز مانی، تلقینِ میّت۔ پھر یہ سیکھیں کہ تلقین
کے معنی کیا ہیں، تفہیم وتذکیر یعنی سمجھانا اور یاد دلانا کما فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی (جیسا
کہ حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح میں ہے۔ت) پھر کسی ذی عقل سے پوچھیں کہ تفہیم وتذکیر جماد و
دیوار کو ہوتی ہے یا سامع فہیم وہوشیار کو؟ حاشا وکلّا ہر سمجھ والا بچہ جانتا ہے کہ سمجھانا اور یاد دلانا
ہرگز متصور نہیں جب تک مخاطب سُنتا سمجھتا نہ ہو اور جس کے اعتقاد میں ہو کہ مخاطب نہ عقل وفہم رکھتا ہے
نہ میرا کہا سُنے، پھر اس کے آگے بقصدِ تفہیم وتذکیر بات کرے وہ قطعاً مجنون ودیوانہ ہوگا لہذا یقیناً واجب
کہ جو ائمہ وعلماء استحباب خواہ جوازِ تلقین کے قائل ہوئے اُنھوں نے بلا شبہہ اموات کو بعد دفن بھی
کلامِ احیاء سُننے والا مانا اور اسی قدر مقصود تھا بخلاف اقوالِ منع کہ وہ زنہار نہ مخالف کو مفید نہ ہمیں مضر
کہ ترکِ تلقین کی علت کچھ انکارِ فہم وسماع ہی میں منحصر نہیں جس سے خواہی نخواہی سمجھا جائے کہ جو تلقین نہیں
مانتا وہ میّت کو سمع وفہیم بھی نہیں جانتا، کیا ممکن نہیں کہ اس کی وجہ بعض کے نزدیک عدمِ ثبوت ہو، جیسا کہ
حلیہ میں ہے:

---

[1] ردالمحتار مطلب فی التلقین بعد الموت ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۱

کیف لایفعل وقد روی عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انہ امر بالتلقین بعد دفن[1]

تلقین کیونکر نہ کی جائیگی حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہوا، حضور نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا۔

اور ان کا قول فصل ہشتم میں گزرا کہ اہلسنّت کے نزدیک تلقین اپنی حقیقت پر ہے۔

قول (۱۳۷ و ۱۳۸) امام اجل شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا:

لایؤمر بہ ولاینھی عنہ[2]۔ نقلہ فی النھایۃ وغیرھا۔

تلقین کا حکم نہ دیں نہ اس سے منع کریں (اسے نہایہ وغیرہ میں نقل کیا۔ ت)

حلیہ[۱۳۸] میں اسے نقل کرکے فرمایا: ظاھرہ انہ یباح[3] اس قول سے ظاہر اباحت ہے۔

قول (۱۳۹) امام فقیہ النفس قاضی خاں نے فرمایا:

ان کان التلقین لاینفع لایضر ایضا فیجوز[4] اثرہ المذکوران

تلقین میں اگر کوئی نفع نہ ہو تو ضرر بھی نہیں، پس جائز ہوگی۔ (اسے دونوں مذکور حضرات نے ذکر کیا ہے)

اور ظاہر ہے کہ نفیِ نفع بر سبیلِ تنزّل ہے۔

قول (۱۴۰ تا ۱۴۳) صاحبِ غیاث فرماتے ہیں:

انی سمعت استاذی قاضی خان انہ یحکی عن الامام ظھیرالدین انہ لقن بعض الائمۃ واوصانی بتلقینہ فلقنتہ فیجوز[5] نقلہ فی شرح النقایۃ۔

میں نے اپنے استاذ قاضی خان[۱۴۱] کو سنا کہ امام اجل ظہیر الدین[۱۴۲] کبیر مرغینانی سے حکایت فرماتے تھے بعض ائمہ نے تلقین فرمائی اور مجھے اپنی تلقین کرنے کی وصیّت کی تو میں نے انھیں تلقین کی، پس جواز ثابت ہوا۔ (اسے شرح نقایہ میں نقل کیا گیا۔ ت)

---

[1] البنایہ فی شرح الھدایۃ باب الجنائز المکتبۃ الامدادیۃ فیصل آباد جلد اول جز ثانی ص ۱۰۷۳

[2] " " " " بحوالہ الحلوانی " " " " " "

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[4] البنایۃ فی شرح الھدایۃ بحوالہ قاضی خاں المکتبۃ الامدادیہ فیصل آباد جلد اول جز ثانی ص ۱۰۷۳

[5] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۷۸

marfat.com

اگرچہ علماء نے اس شبہہ کا جواب کافی دے دیا کہ ہم شقِ اوّل یعنی موت علی الایمان اختیار کرتے ہیں۔ اور یہ کہنا کہ اب حاجت نہیں غیر مسلّم کہ وُہ وقت ہول و دہشت کا ہے ہماری تذکیر اور خدا کے ذکر سے دل میّت کا قوی ہوگا، ڈھارس بندھے گی، وحشت گھٹے گی۔

قال اللہ تعالٰی الا بذکر اللہ تطمئن القلوب[1]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: سُن لو خدا کی یاد سے ٹھہر جاتے ہیں دل۔

اسی لیے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد دفن حکم دیتے میت کے لیے خدا سے تثبت مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا[2]۔ کما مر فی المقصد الاول (جیسا کہ مقصد اول میں گزرا۔ ت) شیخ الاسلام کا کلام قول ۱۵ میں سُن چکے اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

نفی صاحب الکافی فائدتہ مطلقاً ممنوع (بان فیہ فائدۃ التثبیت للجنان) نعم الفائدۃ الاصلیۃ (وھی تحصیل الایمان فی ھذا الوقت) منتفیۃ ویحتاج الیہ لتثبیت الجنان للسوال فی القبر[3] اھ موضحاً بحاشیۃ الطحطاوی۔

صاحبِ کافی کا مطلقاً فائدے سے انکار ہمیں تسلیم نہیں (کیونکہ اس میں دل کو ٹھہرانے اور ثبات دینے کا فائدہ ہے) ہاں فائدہ اصلیہ (اس وقت اُسے ایمان بخشنا) نہیں، اور تلقین کی ضرورت قبر میں سوال کے وقت دل کی تقویت اور ثبات کے لیے ہے اھ (عبارتِ مراقی ختم حاشیہ طحطاوی سے توضیح کے ساتھ (ت)

علامہ ابراہیم حلبی کا جواب اسی مقصد میں گزرا کہ تلقین میں میّت کا فائدہ ہے کہ ذکرِ خدا سے اُس کا جی بہلے گا، فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی اگر عدمِ فائدہ میں ایسی ہی تقریر کریں تو دعاء و دوا، تمام کارخانۂ اسباب سب مہمل و معطل رہ جائے کہ تقدیرِ الٰہی میں حصول مراد ہے تو آپ ہی ملے گی ورنہ کیا حاصل، غرض جب واضح و بیّن کہ تلقین بے فہم وسماعِ میّت محال اور اس کا انکار کچھ نفیِ سماع میں منحصر نہیں تو یقیناً ثابت کہ اقوالِ جواز ہمارے مذہب پر دلائل ساطع اور اقوالِ ترک و منع اصلاً مضر نہیں، پھر ان کے مقابل ان کا پیش کرنا کیا کہا جائے کہ کس درجہ کی سفاہت ہے اور یہ قدیم چالاکی ان حضرات کی ہے جہاں کسی امر کے اثبات کو بعض علماء کے وُہ اقوال جن کا مبنی اس امر کا ماننا ہو پیش کیجئے اور وُہ مسئلہ مختلف فیہا ہو تو فوراً دوسری طرف کے قول نقل کر لائیں گے یہ نہیں دیکھتے کہ

---

[1] القرآن ۱۳/ ۲۸

[2] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ ابی داوٗد باب اثبات عذاب القبر مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰۷

marfat.com

قول (۱۵۳) طحطاوی حاشیہ مراقی میں علامہ حلبی سے منقول:

کیف لا یفعل مع انہ لاضرر فیہ بل فیہ نفع للمیّت[1]۔

تلقین کیونکر نہ کی جائے گی حالانکہ اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ میّت کا فائدہ ہے۔

قول (۱۵۴) کشف الغطاء میں ہے: بالجملہ بمقتضائے مذہب اہل سنّت وجماعت تلقین مناسب۔

پھر امام صفار کا ارشاد کہ:

سزاوار آن ست کہ تلقین کردہ شود میت بر مذہب امام اعظم وہر کہ تلقین نمی کند ونمے گوید بآن پس او بر مذہبِ اعتزال ست کہ گویند میت جماد محض است وروح در قبر معاد نمی شود۔

مذہب امامِ اعظم میں میّت کو تلقین مناسب ہے اور جو تلقین کا تارک اور منکر ہے وہ معتزلہ کا مذہب رکھتا ہے جو میّت کو جماد محض کہتے ہیں اور قبر میں پھر رُوح کا اعادہ نہیں مانتے۔ (ت)

نقل کرکے فرمایا:

وانچہ در کافی گفت کہ اگر مسلمان مردہ است محتاج نیست بسوئے تلقین وے بعد از موت وگرنہ فائدہ نمی کند ناتمام است چہ باوجود اسلام احتیاج بسوئے تلقین برائے ثابت داشتن دل باقی ست چنانچہ در حدیث آمدہ کہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد از دفن فرمودی استغفار کنید برادر خود را وسوال کنید برائے وے تثبت را بدرستیکہ الآن سوال کردہ مے شود از وے[2] الٰی آخرہ۔

وُہ جو کافی میں کہا کہ "اگر بحالتِ اسلام مرا ہے تو وہ موت کے بعد تلقین کا محتاج نہیں، اور اگر ایسا نہیں تو تلقین بے سُود ہے" ناتمام ہے اس لیے کہ اسلام کے باوجود، دل کو ثابت رکھنے کے لیے تلقین کی حاجت ثابت ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دفن کے بعد فرماتے اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دُعا کرو کہ اس وقت اس سے سوال ہو رہا ہے الخ (ت)

قول (۱۵۵ و ۱۵۶) علامہ زیلعی نے تبیین الحقائق میں دربارۂ تلقین پہلے استجاب پھر جواز پھر منع تینوں قول نقل کرکے استجاب پر دلیل قائم کی اور بے شک تعلیل، دلیل اختیار و تعویل ہے، علامہ حامد آفندی نے مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں فرمایا: ھو المرجح اذا ھو المحلی بالتعلیل[3] (اس کی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰۶

[2] کشف الغطاء فصل احکام دفن مطبع احمدی دہلی ص ۵۷

[3] مغنی المستفتی عن سوال المفتی

marfat.com

الاستحباب[1] اھ نقلہ فی حاشیۃ المراقی و قبلہ الحلبی فی الغنیۃ۔

باہر نہیں اھ اسے حاشیہ مراقی میں اور اس سے پہلے حلبی نے غنیہ میں نقل کیا۔ (ت)

اسی ذخیرہ میں فرمایا:

لا یتعوذ التلمیذ اذا قرأ علی استاذہ[2]۔

شاگرد استاد کے پاس درس کے وقت تعوذ نہ پڑھے۔ (ت)

درمختار میں اسے نقل کرکے کہا: ای لا یسن[3] (یعنی یہ مسنون نہیں۔ ت)۔ نہر میں کہا:

لیس ما فی الذخیرۃ فی المشروعیۃ وعدمھا بل فی الاستنان وعدمہ[4]۔

ذخیرہ کی عبارت مشروعیت اور عدمِ مشروعیت سے متعلق نہیں بلکہ سنیت اور عدمِ سنیت سے متعلق ہے۔ (ت)

یونہی ہمارے ائمہ سے دربارۂ عقیقہ لا یعق عن الغلام (لڑکے کی طرف سے عقیقہ نہ کرے۔ ت) منقول، علمائے کرام فرماتے ہیں اس کے معنی نفی وجوب واستنان ہیں اور اباحت ثابت ہے۔ فتاوٰی خلاصہ میں ہے:

لا یعق عن الغلام وعن الجاریۃ یرید انہ لیس بواجب ولا سنۃ لکنہ مباح[5]۔

لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کرے، اس سے مراد یہ ہے کہ یہ واجب وسنّت نہیں، لیکن مباح ہے۔ (ت)

اسی طرح عامۂ کتب میں مثلاً ہدایہ[1] ووقایہ[2] ونقایہ[3] وبدائع[4] ومنیہ[5] وملتقی[6] وتنویر[7] وجوہرہ[8] وغیرہا فاتحہ وسورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں امام اعظم وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کا قول بلفظ لایاتی ولا یسمی[6] (تسمیہ نہ لائے، بسم اللہ نہ پڑھے۔ ت) ذکر کیا۔ پھر محققین نے تصریح فرمائی کہ اس سے مراد نفی سنیت ہے بخلاف امام محمد کہ قائل استنان ہیں۔ رہی کراہت وممانعت، وہ کسی کا مذہب نہیں، کہ پڑھنا بالاجماع بہتر ہے جیسا کہ ذخیرہ[1] ومجتبٰی[2] وبحر[3] ونہر[4] وحاشیہ دُرر للعلامۃ الشرنبلالی[5] وشرح علائی[6] وحواشی شامی[7] وطحطاوی[8] وغیرہا سے واضح۔ علامہ غزی تمرتاشی نے فرمایا: لا بین الفاتحۃ والسورۃ (فاتحہ وسورت کے درمیان

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب سجدۃ الشکر مکروہۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۷۲
[2] الدرالمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۵
[3] " " " "
[4] ردالمحتار بحوالہ نہر الفائق " ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۳۲۹
[5] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الکراہیۃ الفصل التاسع فی المتفرقات مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۷۷
[6] الدرالمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۵

marfat.com

نص الشیخ عزالدین بن عبدالسلام علی انہ بدعۃ[1]

شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اس کے بدعت ہونے پر نص کی ہے۔ (ت)

دیکھو امام عزالدین شافعی اس وجہ سے قائلِ تلقین نہ ہُوئے کہ اُن کے نزدیک بدعت تھی، حالانکہ یہ وہی امام عزّالدین ہیں جن کا ارشاد قول ۱۱۰ میں گزرا کہ مُردے ہمارا کلام نہ سمجھتے ہوتے تو سلامِ قبور محض لغو تھا۔ یوں ہی کیا ممکن نہیں کہ منع کی وجہ ان کی رائے میں عدمِ فائدہ ہو بایں معنی کہ مُردہ با ایمان گیا تو خود رحمتِ الٰہی اُسے بس ہے وُہ بتوفیقِ ربانی آپ ہی صحیح جواب دے گا۔

قال اللہ تعالٰی یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا والاٰخرۃ۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ (ت)

اور جو عیاذ باللہ نوعِ دیگر ہے اُسے لاکھ تلقین کیجئے کیا فائدہ! دیکھو امام حافظ الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی شرح وافی میں انکارِ تلقین اسی پر مبنی کیا۔

حیث قال ولقن الشھادۃ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لقنوا موتاکم شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ واریدبہ من قرب من الموت وقیل ھو مجری علٰی حقیقتہ وھو قول الشافعی لانہ تعالٰی یحییہ وقد روی انہ علیہ السلام امر بتلقین المیت بعد دفنہ وزعموا انہ مذھب اھل السنۃ والاول مذھب المعتزلۃ الا ان نقول لا فائدۃ بالتلقین بعد الموت لانہ ان مات مومنا فلا حاجۃ الیہ وان مات کافرا فلا یفید التلقین[3] اھ ببعض تلخیص۔

ان کی عبارت یہ ہے: وقتِ نزع شہادت یاد دلائے اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے "اپنے "مُردوں" کو کلمۂ شہادت کی تلقین کرو۔" اس سے مراد وُہ ہیں جو قریب الموت ہوں۔ اور کہا گیا کہ یہ اپنے حقیقی معنٰی میں ہے، یہی امام شافعی کا قول ہے، اس لیے کہ اللہ تعالٰے اسے زندہ کردے گا، اور مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے دفن کے بعد تلقین کا حکم دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مذہب اہلسنّت ہے اور اول معتزلہ کا مذہب ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ موت کے بعد تلقین کا کوئی فائدہ نہیں، اس لیے کہ اگر بحالتِ ایمان مرا ہے تو تلقین کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر کافر مرا ہے تو تلقین کارگر نہ ہوگی اھ (ختم قدرے تلخیص کے ساتھ)۔ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] القرآن ۱۴/ ۲۷
[3] کافی شرح وافی

ہی اشتباہ علامہ زین بن نجیم مصری کو مسئلہ ذبیحہ میں واقع ہُوا جس پر علامہ سیّد احمد حموی نے فرمایا:

مبناھا علی الاعتزال الصریح والعجب ان المصنف لم یتفطن لہ مع ظھورہ من القنیۃ[۱]

اس کا مبنیٰ اعتزال پر ہے اور عجب یہ کہ مصنف کو اس پر تنبہ نہ ہُوا باآنکہ صاحبِ قنیہ کا معتزلی ہونا کُھلا ہوا ہے۔

بالجملہ روایت کا تو یہ حال ہے۔ رہی درایت، مقصد دوم میں دیکھ چکے کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس حدیث میں وارد جسے امام ابن الصلاح وامام ضیا وامام ابن حجر ابن امیر الحاج وصاحب مجمع وغیرہم نے بوجہ شواہد وعواضد حسن وقوی کہا، پھر سیّدنا ابو امامہ باہلی صحابی اور راشد وضمرہ وحکیم وغیرہم تابعین کے اقوال اُس میں مروی، پھر اور صحابہ سے اس کا خلاف ہرگز ثابت نہیں، بااینہمہ قولِ صحابی قبول نہ کرنا اصولِ حنفیہ پر کیونکر مستقیم ہوا، تقلیدِ صحابی[ع] ہمارے امام کا مذہب معلوم ہے۔ میزان الشریعۃ الکبرٰی میں امام ابومطیع بلخی سے منقول:

قلت للامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ارأیت لو رأیت رایا ورأی ابوبکر رأیا اکنت تدع رائک لرأیہ؟ فقال نعم فقلت لہ ارأیت لو رأیت رأیا ورأی عمر رأیا اکنت تدع رأیک لرأیہ؟ فقال نعم وکذلک کنت ادع رأئی لرأی عثمان و

میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی: بھلا ارشاد فرمائیے اگر آپ کی ایک رائے ہو اور صدیق اکبر کی رائے اس کے خلاف ہو کیا آپ اپنی رائے ان کی رائے کے آگے چھوڑ دیں گے؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے عمر فاروق کی نسبت پوچھا، فرمایا: ہاں، اور یونہی میں اپنی رائے عثمان غنی و

ع[۲] مولانا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الخطبہ میں فرماتے ہیں:

قول الصحابی حجۃ فیجب تقلیدہ عندنا اذا لم ینفہ شئ اٰخر من السنۃ[۲] انتھی اقول وھذا لایختص بقول الصحابی فان کل دلیل یترک لدلیل اقوی منہ ۱۲ منہ (م)

صحابی کا قول حجت ہے تو اسکی تقلید ہمارے یہاں واجب ہے جبکہ کوئی حدیث اس کی نفی نہ کرتی ہو انتہی اقول یہ قولِ صحابی سے ہی خاص نہیں اس لیے کہ ہر دلیل اپنے سے قوی تر دلیل کے باعث متروک ہوگی ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الصید والذبائح ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۰۶

[۲] مرقاۃ المفاتیح باب الخطبہ تحت حدیث ۱۴۱۱ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۵۰۵

marfat.com

محلِ نزاع کیا تھا اور موضعِ استدلال کون سا مقدمہ ہے، کہا تو یہ تھا کہ امر ثابت ہے ولہذا فلاں فلاں ائمہ نے اس بات پر فلاں بات مبنی کی، اس کا یہ کیا جواب ہوگا کہ فلاں فلاں نے وہ بنا نہ مانی، کیا انکارِ بنا انکار مبنی کو مستلزم ہوتا ہے، واقعی سلامت عقل عجب دولت ہے جسے خدا دے و باللہ التوفیق۔ یہ نکتہ واجب الحفظ ہے کہ اس سے مخالفین کی بہت چالاکیوں کا حال کھلتا ہے واللہ الھادی۔

فائدہ جمیلہ تنقیحِ مسئلہ تلقین میں۔

اقول وباللہ استعین، نفسِ مبحث تلقین کی نسبت استطراداً اتنی بات اور سمجھ لیجئے کہ ظاہر الروایۃ میں اگر لایلقن یا غیر مشروع آیا بھی ہو تو وہ ممانعت و عدمِ جواز کے لیے متعین نہیں، آخر نہ سُنا کہ امام مجتہد برہان الدین محمود نے ذخیرہ میں بروایت امام محرر المذہب حضرت محمد بن الحسن امام الائمہ مالک الازمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل کیا کہ سجدۂ شکر مشروع نہیں[1] اور علماء نے اس کے معنٰی عدمِ وجوب لیے۔ اشباہ میں ہے:

سجدۃ الشکر جائزۃ عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لاواجبۃ وھو معنٰی ماروی عنہ انھا لیست مشروعۃ ای وجوباً[1] اھ واقرہ علیہ العلامۃ السید الحموی فی غمز العیون والسیدان الفاضلان احمد الطحطاوی و محمد الشامی فی حواشی الدر۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک سجدۂ شکر جائز ہے واجب نہیں، یہی اس کا معنٰی ہے جو امام صاحب سے مروی ہے کہ سجدۂ شکر مشروع نہیں یعنی وجوباً مشروع نہیں اھ۔ اسے علامہ سیّد حموی نے غمز العیون میں اور علامہ سیّد احمد طحطاوی و علامہ سیّد محمد شامی نے حواشی دُرمختار میں برقرار رکھا۔ (ت)

فتاوٰی حجہ میں فرمایا:

عندی ان قول الامام محمول علی الایجاب، وقول محمد علی الجواز والاستحباب، فیعمل بھما لایجب بکل نعمۃ سجدۃ شکراً کما قال ابوحنیفۃ ولکن یجوز ان یسجد سجدۃ الشکر فی وقت سر بنعمۃ او ذکر نعمۃ، فشکرھا بالسجدۃ وانہ غیر خارج عن حد

میرے نزدیک یہ ہے کہ امام اعظم کا قول ایجاب پر اور امام محمد کا قول جواز و استحباب پر محمول ہے تو دونوں قول پر عمل کیا جائیگا ہر نعمت پر سجدۂ شکر واجب نہیں جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے لیکن جب کسی نعمت سے مسرت ہو تو سجدۂ شکر کرنا جائز ہے، اسی طرح جب کسی نعمت کی یاد ہو تو اس کے شکریہ میں سجدہ کرلینا یہ دائرۂ استحباب سے

---

[1] الاشباہ والنظائر ما افترق فیہ سجود التلاوۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۶۴۷

علمه جل مجده اتم و احکم۔ یہاں ہے۔ اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے اور اس کا علم زیادہ کامل و محکم ہے، اس کا مجد جلیل ہے۔ (ت)

فصل چہاردہم اصل مسئلہ مسئولہ سائل میں۔ یعنی ارواح کرام کو ندا اور ان سے توسل وطلبِ دُعا۔

یہ فصل بھی فصلِ دوازدہم کا ایک حصّہ ہے کہ یہاں بھی کلام سلام کے سوا ہے مگر مثل فصل تلقین بوجہ مہتم بالشان ہونے کے فصل جُدا گانہ قرار پائی واللہ الموفق۔

قول (۱۵۷ تا ۱۵۹) سیّدی خواجہ حافظی فصل الخطاب[۱۵۸] پھر شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل:

قیل لموسٰی الرضا[۱۵۹] رضی اللہ تعالٰی عنہ علمنی کلاما اذا زرت واحدا منکم فقال ادن من القبر وکبر اللہ اربعین مرّۃ ثم قل السلام علیکم یا اہل بیت الرسالۃ انی مستشفع بکم ومقدمکم امام طلبی وارادتی ومسألتی وحاجتی واشہد اللہ انی مومن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرأ الی اللہ من عدو محمد وال محمد من الجن والانس[۱] (ملخصًا)

یعنی امام ابن الامام الٰی ستّۃ آباء کرام علی موسٰی رضا رضی اللہ تعالٰے عنہ وعنہم جمیعًا سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمائیے کہ اہلِ بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں؟ فرمایا: قبر سے نزدیک ہوکر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہلبیتِ رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہُوں اور آپ کو اپنی طلب، خواہش وسوال وحاجت کے آگے کرتا ہُوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم و ظاہر طاہر پر سچّے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہُوں اُن سب جن وانس سے جو محمد و آلِ محمد کے دشمن ہوں صلی اللہ تعالٰے علی محمد وآلِ محمد وبارک وسلّم آمین!

قول (۱۶۰ و ۱۶۱) سیّدی جمال مکی قدس سرہٗ کے فتاوٰی میں ہے:

سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یا رسول اللہ او یا علی او یا شیخ عبدالقادر مثلاً ہل ہو جائز شرعًا ام لا فاجبت نعم الاستغاثۃ بالاولیاء ونداؤہم والتوسل بہم امر مشروع ومرغوب لاینکرہ الامکابر

مجھ سے سوال ہُوا اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے یارسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبدالقادر مثلاً آیا یہ شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا: ہاں اولیاء سے مدد مانگنی اور انھیں پکارنا اور اُن کے ساتھ توسّل کرنا امرِ مشروع وشئے

---

[۱] جذب القلوب باب دوازدہم در ذکر مقبرہ شریفہ بقیع مکتبہ نعیمیہ چوک دالگراں لاہور ص ۱۳۸

نہیں۔ت) محقق علائی نے لا کے بعد لفظ تسن بڑھا دیا (یعنی مسنون نہیں۔ت) پھر فرمایا : ولا تکرہ اتفاقا[1] (مکروہ تو بالاتفاق نہیں۔ت) طحطاوی نے فرمایا : بل لا خلاف فی انہ لو سمی لکان حسنا، نہر[2] (بلکہ اس میں بھی کوئی خلاف نہیں کہ اگر بسم اللہ پڑھا تو اچھا ہے، نہر۔ت) بحرالرائق میں ہے :

الخلاف فی الاستنان اما عدم الکراھۃ فمتفق علیہ ولھذا صرح فی الذخیرۃ و المجتبٰی بانہ ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ کان حسنا عند ابی حنیفۃ[3] الخ

اختلاف مسنون ہونے میں ہے اور مکروہ نہ ہونے پر تو اتفاق ہے، اسی لیے ذخیرہ اور مجتبٰی میں تصریح ہے کہ اگر فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اچھا ہے الخ (ت)

پھر امام صفار کا ارشاد سُن چکے کہ مذہب امام میں تلقین مناسب ہے، یہ امام علام صرف دو واسطے سے شاگردِ صاحبین ہیں، امام نصیر بن یحیٰی سے اخذ علم کیا وھو عن ابن سماعۃ عن ابی یوسف و عن ابی سلیمان الجوزجانی عن محمد (انھوں نے ابن سماعہ سے انھوں نے امام ابویوسف سے اور امام نصیر نے ابوسلیمان جوزجانی سے اخذ کیا اُنھوں نے امام محمد سے۔ت) یہ بالیقین اعرف بمذہب امام و معنی ظاہر الروایۃ ہے، پھر اُس سے ہزار درجہ زائد اُس جناب کا وہ ارشاد ہے کہ تلقین مذہب اہلسنت اور اس کا منع مشرب معتزلہ ہے، اور واقعی مشائخ مذہب میں اس فرقہ ضالہ کا اختلاط اور نقول مذہب میں اس کے اقوال و تخاریج کا اندراج بعض جگہ سخت لغزشوں کا باعث ہوتا ہے یہاں تک کہ کبھی حقیقت کار ماہرین پر ملتبس ہو جاتی ہے و باللہ العصمۃ جیسے بشر مریسی معتزلی کا قول والرحمٰن لاافعل کذا[4] (رحمٰن کی قسم میں ایسا نہ کروں گا۔ت) اگر سورۂ رحمٰن مراد لی یمین نہ ہوگی، صاحب ولوالجیہ و خلاصہ وغیرہما نے یُوں نقل کر دیا گویا یہی مذہب ہے، حالانکہ وہ اس معتزلی کا قول ہے، اور مذہب مہذب ائمہ کرام کے بالکل خلاف کما حققہ فی البحر الرائق (جیسا کہ البحر الرائق میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) ردالمحتار میں کہا : ھذا التفصیل فی الرحمٰن قول بشر المریسی[5] (الرحمٰن میں یہ تفریق، بشر مریسی کا قول ہے۔ت) ایسا

---

[1] الدرالمختار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب صفۃ الصلٰوۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۱۹

[3] البحرالرائق فصل واذا اراد الدخول ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۱۲

[4] ردالمحتار کتاب الایمان مصطفی البابی مصر ۳/۵۵

[5] " " " "

بشارت دادہ کہ اُو از ابدال سبعہ است و با وصف علو حال باطن تصانیف او در علوم ظاہرہ نیز نافع شدہ ومفید وکثیر افتادہ[1]

حق میں بشارت دی کہ وہ ساتوں ابدال میں سے ایک ہیں، علم باطن میں بلند رتبہ کے ساتھ ظاہری علوم میں بھی ان کی کثیر تصانیف موجود ہیں جو نافع ومفید ہیں (ت)

پھر شمارِ تصانیف کے بعد لکھا:

بالجملہ مردے جلیل القدر لیست کہ مرتبۂ کمال او فوق الذکر است و او از آخر محققان صوفیہ است کہ بین الحقیقۃ والشریعت جامع بودہ اند و بشاگردی او اجلّۂ علماء مفتخر ومباہی بودہ اند مثل شہاب الدین قسطلانی کہ سابق حال او مذکور شدہ وشمس الدین لقانی الخ[2]

مختصر یہ کہ وُہ ایک جلیل القدر شخصیت ہیں جن کا رتبہ کمال بیان سے بالاتر ہے، وُہ ان آخر صوفیۂ محققین سے ہیں جو حقیقت وشریعت کے جامع ہُوئے، ان کی شاگردی پر اجلّۂ علما فخر ومباہات کرتے ہیں جیسے علّامہ شہاب الدین قسطلانی جن کا حال پہلے ذکر ہوا اور شمس الدین لقانی الخ۔ (ت)

پھر کہا:

واو را قصیدہ الیست بر طور قصیدہ جیلانیہ کہ بعضے ابیات او این ست[3]

قصیدۂ غوثیہ کے طرز پر ان کا ایک قصیدہ بھی ہے جس کے بعض اشعار یہ ہیں۔ (ت)

اور وہی دو بیت مذکور نقل کیے۔

قول (۱۶۴ و ۱۶۵) امام ابن الحاج امام ابن النعمان کی سفینۃ النجاء[۱۶۵] سے ناقل:

الدعاء عند قبور الصالحین والتشفع بھم معمول بہ عند علمائنا المحققین من ائمۃ الدین[4]

قبور صالحین کے پاس دُعا اور ان سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین ائمۂ دین کا معمول ہے۔

قول (۱۶۶ تا ۱۷۰) لباب[۱۶۶] و شرح لباب[۱۶۷] و اختیار[۱۶۸] و فتاوٰی ہندیہ[۱۶۹] میں ہے: واللفظ للاولین فانہ اتم (الفاظ پہلی دونوں کتابوں کے ہیں کیونکہ وُہ زیادہ کامل ہیں۔ت) بعد زیارت فاروقی بقدر ایک بالشت کے

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ حاشیہ بخاری سید زروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۰

[2] " " " " " " " " " ص ۳۲۱

[3] " " " " " " " " " "

[4] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۹

علی وسائر الصحابۃ ماعدا ابا ھریرۃ و انس بن مالک وسمرۃ بن جندب[1] اھ۔

علی مرتضٰی و باقی تمام صحابہ کی رائے کے آگے ترک کردوں گا سوا ابوہریرہ و انس بن مالک وسمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اھ۔

بلکہ علامہ ابن امیر الحاج توحلیہ میں فرماتے ہیں ، جب کسی مسئلہ میں ایک صحابی کا قول مروی ہو اور دیگر صحابہ سے اُس کا خلاف نہ آئے وہ مسئلہ اجماعی ٹھہرے گا

حیث قال الصحیح قولنا لما روی عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال فی مسافر جنب یتأخر الی اٰخر الوقت ولم یرو عن غیرہ من الصحابۃ خلافہ فیکون اجماعًا[2]۔

ان کی عبارت یہ ہے : صحیح ہمارا قول ہے اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جنابت والے مسافر کے بارے میں مروی ہے کہ وہ آخر وقت تک پانی کا انتظار کرے ، اس کے خلاف کسی اور صحابی سے مروی نہیں ، تو یہ ان کا اجماعی مسئلہ قرار پائیگا (ت)

بہرحال انکار اگر عدمِ ثبوت پر مبنی ، تو ثبوت حاضر ۔ اور نفیِ نفع پر مبنی ، تو نفع ظاہر ۔ ہاں یہ رہ گیا کہ فہمِ سماعِ موتٰی کا انکار کیجئے یہ بیشک اصولِ معتزلہ ہی پر درست ہوگا ۔ و لہذا بحر العلوم نے فرمایا اس بنا پر کہ مُردہ نہیں سُنتا تلقین نہ ماننا مذہب باطل ہے کما سیأتی نقلہ ان شاء اللہ تعالٰی (آگے ان کی عبارت ان شاء اللہ تعالٰی نقل ہوگی ۔ ت) لاجرم عمائد حنفیہ سے یہ علمائے دین و ائمہ ناقدین جن میں امام صفار و حاکم شہید و شمس الائمہ و ظہیر کبیر و فقیہ النفس وغیرہم ائمہ مجتہدین ہیں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین جواز و استحبابِ تلقین کے قائل ہُوئے اور بالیقین وُہ ہم سے زیادہ روایات و درایاتِ مذہب پر آگاہ تھے ، اور قطعًا اس کے خلاف پر اصلًا کوئی دلیل نہیں اور بیشک اس میں احیا و امواتِ مسلمین کا نفع ہے ، ذکرِ خدا ہے ، رغمِ اعدا ہے ، پھر وجہ انکار کیا ہے ، تنزلی درجہ اتنا سہی کہ لایؤمر بہ و لاینھی عنہ (جائز و مباح ہو ، نہ حکم ہو نہ ممانعت ۔ ت) باقی عدمِ جواز یا ممانعت حاشَ للہ محض بے حجت ،

ومن ادعٰی فعلیہ البیان ھذا اما عندی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالٰی اعلم و

جو اس کا مدعی ہو بیان اس کے ذمّہ ۔ یہ وُہ ہے جو میرے علم میں ہے اور حق کا علم میرے رب کے

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فی بیان ضعف قول من نسب الامام ابا حنیفۃ الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۵

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

اگر ایں معنی موجبِ شرک باشد چنانکہ منکر زعم می کند باید کہ منع کردہ شود توسل وطلبِ دُعا از دوستانِ خدا درحالتِ حیات نیز و ایں مستحب ومستحسن است باتفاق وشائع است دردین وآنچہ مروی ومحکی است از مشائخ اہلِ کشف دراستمداد ازارواح کُمل واستفادہ ازاں خارج از حصر است و مذکور ست درکتب و رسائل ایشاں ومشہور ست میانِ ایشاں، حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم وشاید کہ منکر متعصب سود نہ کند اور اکلماتِ ایشاں، عافانا اللہ من ذٰلک کلام دریں مقام بحد اطناب کشید برغم منکراں کہ درقرب ایں زماں فرقہ پیدا شدہ اند کہ منکراند استمداد و استعانت را از اولیائے خدا ومتوجہاں بجناب ایشاں را مشرک بخدا عبدۂ اصنام می دانند ومی گویند آنچہ می گویند[1] اھ ملتقطا

اس کے دوست ! میری شفاعت کیجئے اور خدا سے دُعا کیجئے کہ میرا مطلوب مجھے عطا فرمادے ـــ اگر یہ معنی شرک کا باعث ہو جیساکہ منکر کا خیالِ باطل ہے تو چاہیے کہ اولیاء اللہ کو ان کی حیاتِ دنیا میں بھی وسیلہ بنانا اور ان سے دُعا کرانا ممنوع ہو حالانکہ یہ بالاتفاق مستحب ومستحسن اور دین میں معروف ومشہور رہے۔ ارواحِ کاملین سے استمداد اور استفادہ کے بارے میں مشائخ اہلِ کشف سے جو روایات و واقعات وارد ہیں وُہ حصرو شمار سے باہر ہیں اور ان حضرات کے رسائل وکتب میں مذکور اور ان کے درمیان مشہور ہیں۔ ہمیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور شاید ہٹ دھرم منکر کے لیے ان کے کلمات سُود مند بھی نہ ہوں ـــ خدا ہمیں عافیت میں رکھے ـــ اس مقام میں کلام طویل ہُوا اُن منکرین کی تردید و تذلیل کے پیشِ نظر جو ایک فرقہ کے رُوپ میں آج کل نکل آئے ہیں اور اولیاء اللہ سے استمداد و استعانت کا انکار کرتے ہیں اور ان حضرات کی بارگاہ میں توجّہ کرنے والوں کو مشرک و بُت پرست سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جو کہتے ہیں اھ (ت)

اور شرح عربی میں اس مضمونِ اخیر کو یُوں ادا فرمایا:

انما اطلنا الکلام فی ھذا المقام رغما لانف المنکرین فانہ قد حدث فی زماننا شرذمۃ ینکرون الاستمداد من الاولیاء ویقولون مایقولون ومالھم علیٰ ذٰلک من علم ان ھم الا یخرصون[2]۔

ہم نے اس مقام میں کلام طویل کیا منکروں کی ناک خاک پر رگڑنے کو کہ ہمارے زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہُوئے ہیں کہ حضرات اولیاء سے مدد مانگنے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں اور انھیں اس پر کچھ علم نہیں یُونہی اپنے سے اٹکلیں لڑاتے ہیں۔

---

[1] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء فصل ۱ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۱

[2] لمعات التنقیح

او معاند وقد حرم برکة الاولیاء الکرام، و سئل[۱۶۱] شیخ الاسلام الشهاب الرملی الانصاری الشافعی عما یقع من العامة من قولهم عند الشدائد یا شیخ فلان ونحو ذلک من الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والصالحین فاجاب بما نصه الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والاولیاء الصالحین جائزة بعد موتهم[۱] الخ اھ ملخصا۔

مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا دشمنِ انصاف، اور بیشک وُہ برکتِ اولیائے کرام سے محروم ہے۔ شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری شافعی سے استفتاء ہُوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں اور انبیاء و اولیاء سے فریاد کرتے ہیں اس کا شرح میں کیا حکم ہے؟ امام ممدوح نے فتوٰی دیا کہ انبیاء و مرسلین و اولیاء و علماءِ صالحین سے اُن کے وصال شریف کے بعد بھی استعانت و استمداد جائز ہے۔

قول (۱۶۲) علامہ خیر الملۃ والدین رملی حنفی استاذ صاحبِ دُرِّمختار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما فتاوٰی خیریہ میں فرماتے ہیں:

قولهم یا شیخ عبد القادر نداء فما الموجب لحرمته[۲] اھ ملخصا۔

لوگوں کا کہنا یا شیخ عبد القادر یہ ایک ندا ہے پھر اس کی حُرمت کا سبب کیا ہے۔

قول (۱۶۳) سیّد احمد زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اکابر علماء و اولیائے دیارِ مغرب سے ہیں اپنے قصیدہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

انا لمریدی جامع لشتاته
اذا ما سطا جور الزمان بنکبته
وان کنت فی ضیق وکرب ووحشة
فناد بیا زروق آت بسرعته[۳]

میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہُوں
جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اُس پر تعدی کرے۔
اور اگر تُو تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو یُوں ندا کر:
یا زروق، میں فوراً آموجود ہوں گا۔

شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی صاحب اس شیرِ الٰہی کا حال اپنی کتاب بستان المحدثین میں یوں لکھتے ہیں:

شیخِ او سیدی زیتون رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ درحقِ اُو — ان کے شیخ سیدی زیتون رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ان کے

---

[۱] فتاوٰی جمال بن عمر مکّی
[۲] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہۃ والاستحسان دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۸۲
[۳] بستان المحدثین بحوالہ زروق حاشیہ بخاری زروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۲

marfat.com

فلیتصف بالذل والانکسار والمسکنۃ والفقر والفاقۃ والحاجۃ والاضطرار والخضوع، ویستغیث بھم ویطلب حوائجہ منھم، ویجزم الاجابۃ ببرکتھم، فانھم باب اللہ المفتوح وجرت سنتہ سبحانہ وتعالیٰ فی قضاء الحوائج علیٰ ایدیھم وبسببھم[1] (ملخصًا)

پھر جب حاضری سے شرف یاب ہو تو لازم ہے کہ ذلت انکسار و محتاجی و فقر و فاقہ و حاجت و بے چارگی و فروتنی کو شعار بنائے اور ان کی سرکار میں فریاد کرے اور اُن سے اپنی حاجتیں مانگے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے درکشادہ ہیں اور سنّتِ الٰہی جاری ہے کہ اُن کے ہاتھ پر ان کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے والحمد للہ رب العالمین۔

فصل پانزدہم بقیہ تصریحات سماعِ اموات میں۔

قول (۱۷۴ تا ۱۷۸) امام[۱۷۴] خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفاء السقام کے باب تاسع فی حیاۃ الانبیاء میں ایک فصل "ما ورد فی حیاۃ الانبیاء" دوسری فصل حیاتِ شہداء میں وضع کرکے فصل ثالث تمام اموات کے سماع و کلام و ادراک و حیات میں وضع کی اور اس میں احادیثِ صحیحہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہما سے علم و سماعِ موتیٰ ثابت کرکے فرمایا:

وعلی الجملۃ ھذہ الامور ممکنۃ فی قدرۃ اللہ تعالیٰ وقد وردت بھا الاخبار الصحیحۃ فیجب التصدیق بھا[2]

بالجملہ یہ سب امور قدرتِ الٰہی میں ممکن ہیں اور بیشک اُن کے ثبوت میں یہ حدیثیں وارد ہوئیں تو ان کی تصدیق واجب ہے۔

فصل اول میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ حقیقی تحقیق کرکے آخر میں فرمایا:

اما الادراکات کالعلم والسماع فلا شک ان ذلک ثابت لسائر الموتیٰ فکیف بالانبیاء[3]۔

رہے ادراکات جیسے علم و سماع، یہ تو یقینًا تمام اموات کے لئے ثابت ہیں پھر انبیاء تو انبیاء ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

[۱۷۵] [۱۷۶] امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں اُس جناب کا یہ قول نقل کرکے تقریر فرمائی، امام زین الدین مراغی جنھیں شرح مواہب میں المحدث العالم النحریر کہا اُس جناب کی یہ تحقیق انیق نقل

---

[1] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دار الکتاب العربیۃ بیروت ۱/۲۵۲
[2] شفاء السقام الفصل الثالث فی سائر الموتیٰ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۰۳
[3] ″ الباب التاسع الفصل الاول ″ ″ ص ۱۹۲-۱۹۱

marfat.com

سرہانے کی طرف پلٹے اور روزیرین جلیلین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کھڑا ہو کر بعد اعادۂ سلام و ذکر ماثر السلام عرض کرے:

جزاکما اللہ عن ذٰلك مرافقته فی جنته و ایانا معکما برحمته انه ارحم الراحمین و جزاکما اللہ عن الاسلام واهله خیر الجزاء، جئنا یا صاحبی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم زائرین لنبینا وصدیقنا وفاروقنا ونحن نتوسل بکما الیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لیشفع لنا الیٰ ربنا۔[1]

اللہ تعالےٰ آپ دونوں صاحبوں کو ان خوبیوں کے عوض اپنی جنت میں اپنے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے اور آپ کے ساتھ ہمیں بھی، بیشک وہ ہر مہر والے سے زیادہ مہر والا ہے، اللہ آپ دونوں کو اسلام واہل اسلام کی طرف سے بہتر بدلہ کرامت فرمائے، اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں یارو! ہم اپنے نبی اور اپنے صدیق اور اپنے فاروق کی زیارت کو حاضر ہوئے اور ہم نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف آپ دونوں سے توسل کرتے ہیں تاکہ حضور ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں۔

اسی طرح مدخل[2] میں ہے:

یتوسل بهما الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ویقدمهما بین یدیه شفیعین فی حوائجه۔[2]

یعنی حضرات شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توسل کرے اور انھیں اپنی حاجتوں میں شفیع بنا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے آگے کرے۔

قول (۱۷۱) اشعۃ اللمعات میں فرمایا:

لیت شعری چہ می خواہند ایشاں باستمداد و امداد کہ این فرقہ منکر ند آں را آنچہ ما می فہمیم ازاں این ست کہ داعی دعا کند خدا و توسل کند بروحانیت ایں بندۂ مقرب را کہ اے بندۂ خدا وولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدا کہ بدہد مسئول و مطلوب مرا

نہ معلوم وہ استمداد و امداد سے کیا چاہتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا خدا سے دعا کرتا ہے اور اس بندۂ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ بناتا ہے یا اس بندۂ مقرب سے عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور

---

[1] المسلک المتقسط مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۰

[2] المدخل فصل فی الکلام علیٰ زیارت سید الاولین الخ " " " ۱/۲۵۸

شہداست، و حیاتِ انبیاء صلوات اللہ تعالےٰ علیہم کامل تر از حیاتِ شہداست ۱؎

شہداء سے کم درجہ کی ہے اور حیاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام حیاتِ شہداء سے زیادہ کامل ہے (ت)

قول (۱۸۱ و ۱۸۲) امام قرطبی پھر امام سیوطی قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے کے مسئلہ میں فرماتے ہیں:

وقد قیل ان ثواب القراءۃ للقاری وللمیت ثواب الاستماع ولذلک تلحقہ الرحمۃ، قال اللہ تعالیٰ واذا قریٔ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون ولا یبعد من کرم اللہ تعالیٰ ان یلحقہ ثواب القراءۃ والاستماع معاً ۲؎۔

بہ تحقیق کہا گیا کہ پڑھنے کا ثواب قاری کو ہے اور میّت کے لیے اس کا اجر ہے کہ اس نے کان لگا کر قرآن سنا اور اسی لیے اس پر رحمت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سُنو اور چُپ رہو شاید تم پر مہر ہو اور رکھ یہ بھی خدا کے کرم سے دُور نہیں کہ مُردے کو قرأت و استماع دونوں کا ثواب پہنچائے۔

اقول ثوابِ قرأت پہنچنے پر جزم نہ کرنے کا باعث یہ کہ وُہ شافعی المذہب ہیں اور سیّدنا امام شافعی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نزدیک عباداتِ بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا مگر جمہور اہلسنّت قائلِ اطلاق وعموم ہیں، اور یہی مذہب ہمارے امام رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ہے یہاں تک کہ خود محققینِ شافعیہ نے اس کی ترجیح و تصحیح کی منھم السیوطی فی انیس الغریب (ان میں سے ایک امام سیوطی ہیں جنہوں نے انیس الغریب میں اس کی وضاحت کی ہے) تو ہمارے نزدیک شک نہیں کہ میّت کو تلاوت کا بھی ثواب پہنچتا ہے۔

قول (۱۸۳) مرقات میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم وسماع کا ذکر کرکے فرماتے ہیں: سائر الاموات ایضا یسمعون السلام والکلام ۳؎ سب مُردے سلام و کلام سُنتے ہیں۔ پھر فرمایا: یہ سب مسائل احادیثِ صحیحہ و آثارِ صریحہ سے ثابت ہیں۔

قول (۱۸۴) علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں امام ابو الفضل خاتم الحفّاظ سے ناقل: ؎

سماع موتیٰ کلام الخلق حق قد
جاءت بہ عندنا الاٰثار فی الکتب ۴؎

اموات کا کلام مخلوق کو سُننا حق ہے بیشک اس باب میں ہمارے پاس کتابوں میں حدیثیں آئیں۔

قول (۱۸۵) ملک العلماء بحر العلوم مولٰنا عبد العلی لکھنوی مرحوم ارکانِ اربعہ میں فرماتے ہیں:

۱؎ جذب القلوب — باب چہاردہم — منشی نولکشور لکھنؤ — ص ۲۰۶ - ۷

۲؎ شرح الصدور — باب فی قرأۃ القرآن للمیت الخ — خلافت اکیڈمی سوات — ص ۱۳۰

۳؎ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ — باب الجمعہ فصل ۲ — مکتبہ امدادیہ ملتان — ۳/۲۳۸

۴؎ انسان العیون — باب بدء الاذان — مصطفی البابی مصر — ۲/۴۳۵

marfat.com

اسی طرح جذب القلوب شریف میں معنی توسل و استمداد بروجہِ مذکور بیان کرکے فرمایا:

و ورود نص قطعی در روے حاجت نیست بلکہ عدم نص بر منع آں کافی ست[1]

اس بارے میں نصِ قطعی کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کی ممانعت پر نص نہ ہونا ہی کافی ہے۔ (ت)

قول (۱۷۲) شیخ الاسلام جنھیں مائۃ مسائل میں علمائے محدثین سے شمار کیا اور اُن کی کتاب کشف الغطاء پر جابجا اعتماد و اعتبار کیا، اسی کشف الغطاء میں فرماتے ہیں:

انکارِ استمداد را وجہے صحیح نمی نماید مگر آنکہ از اول امر منکر شوند تعلق رُوح و بدن را بالکلیہ و آں خلافِ منصوص است، و بریں تقدیر زیارت و رفتن بقبور ہمہ لغو و بے معنی گردد، ایں امرے دیگر است کہ تمام اخبار و آثار دال برخلاف آنست و نیست صورت استمداد مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجتِ خود را از جناب عزّت الٰہی بتوسل روحانیت بندۂ مقرب یا ندا کند آں بندہ را کہ اے بندۂ خدا و ولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدائے تعالٰی مطلوب مرا و در وے ہیچ شائبۂ شرک نیست چنانچہ منکر وہم کردہ اھ بالالتقاط۔[2]

استمداد سے انکار کی کوئی صحیح وجہ نظر نہیں آتی، مگر یہ کہ سِرے سے رُوح و بدن کے تعلق کا ہی بالکل انکار کردیں — اور یہ نص کے خلاف ہے — اس تقدیر پر تو قبروں کے پاس جانا اور زیارت کرنا سب لغو اور بے معنی ہوا جاتا ہے۔ اور یہ ایک دوسری بات ہے جس کے خلاف تمام آثار و احادیث دلیل ہیں۔ اور استمداد کی صورت کیا ہے؟ یہی کہ حاجت مند اپنی حاجت خدائے عزّوجل سے بندۂ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ کرکے طلب کرتا ہے، یا اُس بندے کو ندا کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اس کے دوست! میری شفاعت کیجئے اور میرے مطلوب کے لیے خدا سے دُعا کیجئے۔ اس میں تو شرک کا کوئی شائبہ بھی نہیں جیسا کہ منکر کا وہم وخیال ہے اھ ملتقطاً (ت)

قول (۱۷۳) سیّدی محمد عبدری مدخل میں در بارۂ زیارتِ قبورِ انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں:

یاتی الیھم الزائر ویتعین علیہ قصدھم من الاماکن البعیدۃ، فاذا جاء الیھم

زائران کے آگے حاضر ہو اور اس پر متعین ہے کہ دُور دراز مقاموں سے اُن کی زیارت کا قصد کرے

---

[1] جذب القلوب باب پانزدہم در بیان حکم زیارت قبر مکرم الخ منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۲۴

[2] کشف الغطاء فصل دہم زیارتِ قبور مطبع احمدی دہلی ص ۸۱-۸۰

marfat.com

اور واقعی ایسا ہی ہونا چاہئے لانعدام المخصص (کیونکہ کوئی دلیلِ تخصیص نہیں۔ ت)

قول (۱۹۱ تا ۱۹۸) امام[۱۹۱] اسمٰعیل پھر امام[۱۹۲] بیہقی پھر امام[۱۹۳] سہیلی پھر امام[۱۹۴] قسطلانی پھر امام علامہ[۱۹۵] شامی پھر علامہ زرقانی نے سماعِ موتیٰ کا اثبات کیا اور دلیل انکار سے جواب دئے کما یظھر بالمراجعۃ الی الارشاد والمواھب وشرحہا وغیر ذٰلک من اسفار العلماء (جیسا کہ ارشاد الساری شرح بخاری، مواہب لدنیہ، شرح مواہب لدنیہ اور ان کے علاوہ کتبِ علماء کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ ت) مواہب میں امام[۱۹۶] ابن جابر سے بھی اثباتِ سماع نقل کیا۔ امام[۱۹۷] کرمانی، امام عسقلانی، امام عینی، امام قسطلانی نے شروحِ صحیح بخاری اور امام[۱۹۸] سخاوی، امام سیوطی، علامہ حلبی، علی قاری، شیخ محقق وغیرہم نے اس کی تحقیقیں فرمائیں۔ ازانجا کہ یہ اقوال اُن مباحث سے متعلق جنھیں اس رسالہ میں دورِ آئندہ پر محمول رکھا ہے لہٰذا ان کی نقل عبارات ملتوی رہی واللہ الموفق۔

قول (۱۹۹) جذب القلوب شریف میں ہے:

تمام اہلِ سنّت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم وسماع مر سائر اموات را[۱]۔

تمام اہلِ سنّت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ علم اور سماعت جیسے ادراکات تمام مُردوں کے لئے ثابت ہیں (ت)

قول (۲۰۰) جامع البرکات میں فرمایا:

سمہودی می گوید کہ تمام اہلِ سنّت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراک مثل علم وسمع وبصر مر سائر اموات را از آحاد بشر انتہی[۲]۔ والحمدللہ رب العٰلمین۔

امام سمہودی فرماتے ہیں کہ تمام اہلِ سنّت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ عام افرادِ بشر میں سے تمام مُردوں کے لئے ادراک جیسے علم اور سُننا دیکھنا ثابت ہے، انتہی۔ والحمدللہ رب العالمین (ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی نے جن ۲۰۰ ائمہ وعلماء کے اسمائے طیبہ گنائے تھے بحمداللہ اُن کے اور اُن سے علاوہ اوروں کے بھی اقوالِ عالیہ **ڈھائی سو** شمار کردئے اور ایفائے وعدہ سے سبک دوش ہُوا۔

تنبیہ: ناظر گمان نہ کرے کہ ہمارے تمام دلائل بس اسی قدر بلکہ جو نقل نہ کیا وہ بیشتر واکثر۔ پھر فقیر غفراللہ المولی القدیر نے اس رسالہ میں یہ التزام بھی رکھا کہ جو آثار واحادیث واقوال علمائے قدیم وحدیث خاص حضور پُرنور سیّدِ عالم حی باقی بروحِ مجسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حیاتِ عالی وعلمِ عظیم وسمع جلیل وبصرِ کریم میں وارد انھیں ذکر نہ کرے تین[۳] وجہ سے:

---

[۱] جذب القلوب باب چہاردہم در فضائل زیارت سیدالمرسلین منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۰۱-۲۰۲

[۲] جامع البرکات

کر کے فرماتے ہیں :

انه ممایعز وجوده و فی مثله فلیتنافس المتنافسون۔[1] — یہ نایاب تحقیق ہے اور چاہئے کہ ایسی ہی چیز میں نہایت رغبت کریں رغبت کرنے والے ۔

امام احمد قسطلانی نے مواہب شریف میں امام سبکی کا وہ ارشاد مبین اور امام زین الدین کی یہ جلیل تحسین استناداً نقل کی، پھر علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب میں اس کی تقریر و تائید میں حدیثیں نقل کیں۔

قول (۱۷۹) امام ممدوح عــہ نے باب مذکور کی فصل خامس میں فرمایا :

کان المقصود بهذا کله تحقیق السماع و نحوه من الاعراض بعد الموت ، فانه قد یقال ان هذه الاعراض مشروطة بالحیاة ، فکیف تحصل بعد الموت وهذا خیال ضعیف لانا لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع و انما ندعی ان السماع بعد الموت حاصل لحی ، وهو اما الروح وحدها حالة کون الجسد میتا او متصلة بالبدن حالة عود الحیاة الیه۔[2] — اس سب سے مقصود موت کے بعد سماع وغیرہ صفات کی تحقیق تھی کہ بعض لوگ کہنے لگتے ہیں ان اوصاف کے لئے زندگی شرط ہے تو بعد موت کیونکر حاصل ہوں گے حالانکہ یہ پوچ خیال ہے ، ہم یہ نہیں کہتے کہ جو چیز مُردہ ہے وہ سُنتی ہے ، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بعد مرگ سماع اس کے لیے ثابت ہے جو زندہ ہے یعنی روح ، یا تو تنہا وہی جب بدن مُردہ ہو یا جسم سے متصل ہو کر جب حیات بدن کی طرف عود کرے ۔

قول (۱۸۰) علامہ قونوی سے جذب القلوب میں ہے کہ اُنھوں نے بہت احادیث ذکر کر کے فرمایا :

جمیع ایں احادیث دلالت دارد بر آنکہ اموات را ادراک و سماع حاصل ست و شک نیست کہ سمع از اعراضی است کہ مشروط است بحیات پس ہمہ حی اند، ولیکن حیاتِ ایشاں درمرتبہ کمتر از حیات — ان تمام احادیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ مُردوں کو ادراک و سماع حاصل ہے اور بلاشبہ سماعت ایسا وصف ہے جس کے لیے زندگی شرط ہے تو سب زندہ ہیں ، لیکن ان کی زندگی حیاتِ

عــہ یونہی شیخ محقق نے مدارج میں یہ قول علماء سے نقل فرمایا ۱۲ منہ (م)

---

[1] المواہب اللدنیہ بحوالہ زین الدین المراغی حی فی قبرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۶۹۶

[2] شفاء السقام الباب التاسع الفصل الخامس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۰۹

marfat.com

تجوھر و قوی[1] گُما نہیں بلکہ اور جوہردار قوی ہوگیا۔

مقال (۴) شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

چوں آدمی میرد رُوح را اصلا تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوی بود حالاہم ست شعور و ادراکے کہ داشت حالاہم دارد بلکہ صاف تر و روشن تر[2] اھ ملخصاً

جب آدمی مرتا ہے رُوح میں بالکل کوئی تغیر نہیں ہوتا، جس طرح پہلے حامل قوی تھی اب بھی ہے اور جو شعور و ادراک اُسے پہلے تھا اب بھی ہے بلکہ اب زیادہ صاف اور روشن ہے اھ ملخصاً (ت)

مقال (۵) تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

چوں روح از بدن جُدا شد قوائے نباتی از وجدا می شوند نہ قوائے نفسانی و حیوانی و اگر وجود قوائے نفسانی و حیوانی فیضاناً یا بقاءً مشروط باشد بوجود قوائے نباتی و مزاج لازم آید کہ ملائکہ را شعور و ادراک و حسے و حرکتے و غضب و دفع منافر نباشد پس حال ارواح در عالم قبر مثل حال ملائکہ است کہ بتوسط شکلے و بدنے کار می کنند و مصدر افعال حیوانی و نفسانی می گردند بے آنکہ نفس نباتی ہمراہ داشتہ باشند[3]

جب رُوح بدن سے جُدا ہوتی ہے قوائے نباتی اُس سے جُدا ہوجاتے ہیں مگر قوائے نفسانی وحیوانی باقی رہتے ہیں، اور اگر قوائے نفسانی و حیوانی کے فیضان یا بقا کے لیے قوائے نباتی اور مزاج کا وجود شرط ہو تو لازم آئے گا کہ ملائکہ میں شعور و ادراک، حس و حرکت، غضب و دفع ناموافق کچھ بھی نہ ہو۔ تو عالمِ برزخ میں رُوحوں کا حال ایسا ہی ہے جیسے ملائکہ کا حال ہے کہ کسی شکل اور بدن کی وساطت سے کام کرتے ہیں اور نفس نباتی کے بغیر ان سے حیوانی و نفسانی افعال صادر ہوتے ہیں۔ (ت)

مقال (۶) قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن سے مولوی اسحاق نے مائۃ مسائل و اربعین میں استناد کیا اور جناب مرزا صاحب اُن کے پیر و مرشد و ممدوح عظیم شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب۵ میں انھیں فضیلت و ولایت مآب، مروج شریعت و منور طریقت و نورِ مجسم و عزیز ترین موجودات و مصدر انوار فیوض و برکات لکھا اور منقول کہ شاہ عبدالعزیز صاحب انھیں بیہقیِ وقت کہتے، رسالہ تذکرۃ الموتٰی میں لکھتے ہیں:

اولیاء گفت اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواحِ ایشاں

اولیاء فرماتے ہیں: ہماری رُوح ہی ہمارا جسم ہے،

---

[1] فیوض الحرمین — تحقیق شریف الخ — محمد سعید تاجرانِ کتب کراچی — ص ۱۱۱

[2] تفسیر عزیزی — آیت ولا تقولوا لمن یقتل الخ — افغانی دار الکتب لال کنواں دہلی — ۱/۵۵۹

[3] تحفہ اثنا عشریہ — باب ہشتم در معاد الخ — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۲۳۹-۲۴۰

وما قیل ان التلقین لغو لان المیت لا یسمع فھذا باطل[1]

اس بناء پر کہ بعض نے کہا مُردہ نہیں سنتا، تلقین سے انکار مذہب باطل ہے۔

قول (۱۸۶) زہر الربی شرح سُنن نسائی میں بعد تحقیق و تفصیل نقل فرمایا:

فثبت بھذا انہ لامنافاۃ بین کون الروح فی علیین او الجنۃ او السماء وان لھا بالبدن اتصالاً بحیث تدرك وتسمع وتصلی وتقرأ وانما یستغرب ھذا لکون الشاھد الدنیوی لیس فیہ مایشاھد بہ ھذا او امور البرزخ والاٰخرۃ علیٰ نمط غیر المالوف فی الدنیا۔[2]

تو ثابت ہُوا کہ کچھ منافات نہیں اس میں کہ روح علیین یا جنّت یا آسمانوں میں ہو اور اُس کے ساتھ بدن سے ایسا اتصال رکھے کہ سمجھے، سُنے، نماز پڑھے، قرآن مجید کی تلاوت کرے، اس سے تعجب یُوں ہوتا ہے کہ دُنیا میں کوئی بات اس کے مشابہ نہیں پاتے، حالانکہ برزخ و آخرت کے کام اُس روش پر نہیں جو دنیا میں دیکھی بھالی ہے۔

قول (۱۸۷ تا ۱۸۹) علامہ عبد الرؤف تیسیر میں[۱۸۷] قائل اور مولانا علی قاری مرقاۃ میں[۱۸۸، ۱۸۹] قاضی سے ناقل:

واللفظ للمناویؒ النفوس القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ اتصلت بالملاء الاعلی ولم یبق لھا حجاب فتری وتسمع الکل کالمشاھد۔[3]

(اور الفاظ مناوی کے ہیں۔ت) پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جُدا ہوتی ہیں ملاءِ اعلیٰ سے مل جاتی ہیں اور ان کے لئے کوئی پردہ نہیں رہتا سب کچھ ایسا دیکھتی سُنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔

قول (۱۹۰) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیرِ حدیث: لایسمع مدی صوت المؤذن جن ولا انس ولا شیئ الاشھد لہ یوم القیٰمۃ محدث علامہ ابن ملک سے منقول: تنکیرھما فی سیاق النفی لتعمیم الاحیاء والاموات[4] یعنی حدیث شریف کا یہ مطلب ہے کہ زندہ جن اور زندہ آدمی، اور مُردہ جن اور مُردہ آدمی جتنے لوگوں کو مؤذن کی آواز پہنچتی ہے اور وہ اس کی اذان سُنتے ہیں سب روزِ قیامت اُس کے لیے گواہی دیں گے۔

یہاں تصریح ہُوئی کہ بعد موت علم وسماع کا باقی رہنا کچھ بنی آدم سے خاص نہیں، جن کے لئے بھی حاصل ہے

---

[1] رسائل الارکان فصل حکم الجنازۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۵۰

[2] زہر الربی حاشیہ علیٰ سنن النسائی کتاب الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۹۳

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث حیثما کنتم فصلوا علی مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/۵۰۲

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب فضل الاذان فصل ۱ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۶۰

marfat.com

مقال (۸) مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ میں ہے: "پانچویں قسم مہربانی اور اُنس کے لیے ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی گزرے اُوپر قبر مومن بھائی اپنے کے اور سلام کرے تو پہچانتا ہے وہ اس کو اور جواب سلام کا دیتا ہے[1]" وعزاہ للامام النووی (اس پر امام نووی کا حوالہ دیا ہے۔ت)

مقال (۹) مولوی اسحاق صاحب نے اربعین میں عورتوں کے لیے زیارتِ قبر مطلقاً ممنوع ٹھہرانے کو نصاب الاحتساب سے نقل کیا کہ "جب وہ نکلنے کا ارادہ کرتی ہے ملعونہ ہوتی ہے جب نکلتی ہے چار طرف سے شیاطین اُسے گھیر لیتے ہیں واذا اتت القبر یلعنھا روح المیت[2] اور جب قبر پر آتی ہے میّت کی رُوح اسے لعنت کرتی ہے"۔ اپنا ادعائے اطلاق ثابت کرنے کو نقل تو کر گئے مگر نہ دیکھا کہ اس نے جمادیتِ موتی کا خاتمہ کر دیا۔ کلام مذکور صاف دلیل واضح ہے کہ میّت حضورِ زائر پر مطلع ہوتا ہے اور یہ بھی پہچانتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت، اور اس کے بے جا فعل سے پریشان بھی ہوتا ہے یہاں تک کہ زنِ زائرہ پر لعنت کرتا ہے۔

مقال (۱۰) مرزا مظہر جانجاناں اپنے ملفوظات میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہتے ہیں:

یک بار قصیدہ در مدح ایشاں گفتہ بودم عنایت بسیار بحال فقیر نمودہ از روئے تواضع فرمودند ما لائق ایںہمہ ستائش نیستم[3]

ایک بار ان کی مدح میں ایک قصیدہ عرض کیا تھا، اس فقیر کے حال پر بہت عنایت فرمائی اور تواضعاً فرمایا کہ ہم اس ساری ستائش کے لائق نہیں۔ (ت)

مقال (۱۱) اسی میں حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی نسبت کہا:

یک بار قصیدہ بجناب ایشاں عرض نمودم[4] الخ

ایک بار ان کی بارگاہ میں ایک قصیدہ عرض کیا۔ الخ (ت)

مقال (۱۲) شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

اذا مات الانسان کان للنسمۃ نشأۃ اخری فینشئ فیض الروح الالھی فیہا قوۃ فیما بقی من الحس المشترک تکفی کفایۃ السمع و البصر والکلام[5]

جب آدمی مرتا ہے رُوحِ حیوانی کے لیے ایک اور اُٹھان ہوتی ہے تو روحِ الٰہی کا فیض اس کے بقیہ حس مشترک میں ایک قوت ایجاد کرتا ہے جو سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کا کام دیتی ہے۔

---

[1] مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح باب زیارۃ القبور فصل ا ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور ۱/ ۱۷-۱۶-۷
[2] مسائل اربعین معہ اردو ترجمہ مسئلہ ۳۹ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶
[3] ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں از کلمات طیبات مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸
[4] " " "
[5] حجۃ اللہ البالغہ باب حقیقۃ الروح المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۹

marfat.com

اوّلاً مسلمانوں پر نیک گمان کہ خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو کوئی کلمہ گو مثل سائر اموات نہ جانے گا، اربابِ طائفہ کہ ارواحِ موتیٰ کو جماد سمجھتے ہیں شاید یہاں اس کلمہ مغضوبہ مبغوضہ سے انھیں بھی احتراز ہو، اور معاذ اللہ جسے نہ ہو تو استغفر اللہ، ایسا شقی لئیم قابلِ کلام و خطاب نہیں بلکہ اس کا جواب اللہ کا عذاب، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

ثانیاً واللہ فقیر کو حیا آئی کہ حضور پُرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک ایسی بحث "لا" و "نعم" میں بطور خود شامل کرے، ہاں دوسرے کی طرف سے ابتداء ہو تو اظہارِ حق میں مجبوری ہے۔

ثالثاً وہاں دلائل کی وُہ کثرت کہ نطاق نطقِ بیان سے عاجز۔ پھر انھیں اقوال پر قناعت بس کہ جس سرکار کے غلام ایسے "العظمۃ للّٰہ" اس کا پوچھنا ہی کیا، آخر انھیں یہ مدارج و معارج کس نے عطا کئے، اسی سرکار ابد قرار نے، صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہٖ وصحبہ وابنہ الاکرم سیّدی ومولای الغوث الاعظم، والحمد للہ رب العالمین۔

نوعِ دوم اقوالِ کبراء وعمائدِ خاندانِ عزیزی میں۔ یہاں اقوال مختلط مذکور رہوں گے ناظر ان کے مطالب کو فصولِ نوعِ اول پر تقسیم کرلے۔ سردست **نو مقال** اُن کے بھی حاضر کرتا ہوں وباللہ التوفیق۔

فصلِ اول ــــ **مقال** (۱) شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

اذا انتقلوا الی البرزخ کانت تلک الاوضاع والعادات والعلوم معھم لاتفارقھم[1]۔

جب برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں یہ وضعیں اور عادتیں اور علم سب اُن کے ساتھ ہوتے ہیں جُدا نہیں ہوتے۔

مقال (۲) اُسی میں ہے:

اذا مات ھذا البارع لایفقد ھو ولا براعتہ بل کل ذلک بحالہ[2]۔

جب یہ بندۂ کامل انتقال فرماتا ہے نہ وہ گُمتا ہے نہ اُس کا کمال، بلکہ بدستور اسی حال پر رہتے ہیں۔

مقال (۳) اُسی میں ہے:

کل من مات من الکمل یتخیل الی العامۃ انہ فقد من العالم ولا واللہ ما فقد بل

جس کامل کا انتقال ہوتا ہے عوام کے خیال میں گزرتا ہے کہ وُہ عالم سے گُم گیا، حالانکہ خدا کی قسم وُہ

---

[1] فیوض الحرمین معہ ترجمہ اردو مشہد عظیم الخ محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی ص ۴۲
[2] " " " تحقیق شریف " " " " ص ۱۱۳

تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ باین سمت نمی گردد[1]

(یعنی عالمِ برزخ کی حالت میں) دنیا کے اندر تصرف بخشا ہے اور مشاہدۂ الٰہی میں ان کا استغراق اِس جانب توجہ سے مانع نہیں ہوتا اس لیے کہ ان کے مدارک بہت زیادہ وسعت رکھتے ہیں۔ (ت)

یہی وُہ عبارت ہے جس کے سبب مولوی منکر صاحب نے بھی بعض اموات کے لیے زیادتِ ادراک گوارا کی تھی۔

مقال (۱۷) مرزا مظہر صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

بعض ارواحِ کاملاں را بعد ترک تعلق اجساد آنہا دریں نشاۂ تصرفے باقی است[2] الخ

جسموں سے ترکِ تعلق کے بعد بھی بعض ارواحِ کاملین کا تصرف اِس دنیا میں باقی ہے الخ (ت)

مقال (۱۸) میاں اسمٰعیل دہلوی صراطِ مستقیم میں حضرت جناب مولیٰ مشکل کشا کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم کی نسبت خدا جانے کس دل سے یُوں ایمان لاتے ہیں:

در سلطنتِ سلاطین و امارتِ امراء ہمتِ ایشاں را دخلے ہست کہ بر سیاحانِ عالمِ ملکوت مخفی نیست[3]

سلاطین کی سلطنت اور حُکّام کی حکومت میں حضرت علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کی ہمت کو ایسا دخل ہے جو عالمِ ملکوت کی سیاحت کرنیوالوں پر مخفی نہیں۔ (ت)

مقال (۱۹) اُسی میں شوکت و عظمتِ جناب مرتضوی لکھ کر کہا:

شان جنابِ شیخین بس بلند بہ نسبت ابہت و جلال مذکور ست تمثیلش بظاہر مرتبۂ امیر کبیر ست کہ فارغ از امورِ سیاست گردیدہ ملازم بادشاہ گشتہ بہ نسبت کسیکہ قائم بر خدمات و مشغول بکار پردازی است اگرچہ شوکتِ ظاہریہ و کثرتِ اتباع در حق ایں مصاحب بہ نسبت آں امیر اعظم قائم بخدمات، اقل قلیل است لیکن در عزت و وجاہت فوق است چہ فی الحقیقۃ

مذکورہ شوکت و جلال کی بہ نسبت حضرات شیخین کی شان بہت بلند ہے، عالمِ ظاہر میں اس کی مثال اُس امیر کبیر کا مرتبہ ہے جو امورِ سیاست سے فارغ ہو کر بادشاہ کی خدمت میں رہتا ہے بہ نسبت دوسرے امیر کے جو امورِ مملکت سے وابستہ اور کارپردازی میں مشغول ہے اگرچہ ظاہری شوکت اور تابعداروں کی کثرت، امورِ مملکت سے وابستہ اُس امیر اعظم کی

---

[1] تفسیر عزیزی تحت والقمر اذا اتسق سلیم بک ڈپو، لال کنواں دہلی ص ۲۰۶
[2] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں مع کلمات طیبات مکتوب ۱۴ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۷
[3] صراطِ مستقیم ہدایت ثانیہ در ذکر بدعاتیکہ الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۵۸

marfat.com

کارِ اجساد می کنند وگاہی اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می بر آیند می گویند کہ رسولِ خدا را سایہ نبود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارواحِ ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند می روند و بہ سبب ہمیں حیات، اجساد آنہا را در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم میماند ابن ابی الدنیا از ملک روایت نمود، ارواحِ مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند مراد از مومنین کاملین اند حق تعالٰے اجسادِ ایشاں را قوت ارواح مے دہد در قبور نماز مے خوانند و ذکر می کنند وقرآن مے خوانند اھ ملخصاً

یعنی ان کی رُوحیں جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے رُوحوں کے رنگ میں جلوہ نما ہوتے ہیں ـــــ اولیاء بتاتے ہیں کہ رسولِ خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا ـــــ ان کی روحیں زمین، آسمان اور جنّت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں ـــ اور اسی وجہ سے قبر میں ان کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی، بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا امام مالک سے راوی ہیں کہ" مومنوں کی رُوحیں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔" مومنین سے مراد کاملین ہیں، حق تعالےٰ انکے اجسام کو رُوحوں کی قوت عطا فرماتا ہے، وُہ قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں، ذکر کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں۔ (ختم تلخیص)۔ (ت)

مقال (۷) تفسیر عزیزی میں ارواحِ انبیاء و اولیاء و عام صلحا علی سیّدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسّلام کا ذکر کرکے کہ بعض علیّین اور بعض آسمان اور بعض درمیانِ آسمان وزمین اور بعض چاہِ زمزم میں، لکھتے ہیں:

تعلقے بقبر نیز ایں ارواح را مے باشد کہ بحضور زیارت کنندگان واقارب ودیگر دوستاں برقبر مطلع ومستانس مے گردند زیرا کہ رُوح را قُرب و بُعد مکانی مانع ایں دریافت نمی شود ومثال آں در وجودِ انسان روحِ بصری است کہ ستارہائے ہفت آسمان را درونِ چاہ مے تواند دید[2]

ان رُوحوں کو قبر سے بھی ایک تعلق رہتا ہے جس کے سبب زائرین اور عزیزوں، دوستوں کی آمد کا انھیں علم ہوتا ہے اور اُن سے انھیں اُنس حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ مکان کی دُوری ونزدیکی رُوح کے لیے اس ادراک سے مانع نہیں ہوتی۔ انسان کے وجود میں اس کی مثال رُوحِ بصر ہے جو ہفت آسمان کے ستارے کنُویں کے اندر سے دیکھ سکتی ہے۔ (ت)

یہ پچھلا جملہ زیادہ قابلِ لحاظ ہے۔

---

[1] تذکرۃ الموتٰی والقبور اردو ترجمہ مصباح النور باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں نوری کتب خانہ لاہور ص ۷۵، ۷۶

[2] تفسیر عزیزی پارہ عم تحت ان کتاب الابرار لفی علیین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۹۳

marfat.com

ایک قصیدہ عرض کیا، بڑی نوازشیں فرمائیں۔ ت)

شاہ ولی اللہ و مولوی خرم علی نے کہا: شاہ عبد الرحیم ادب آموز ہوئے اپنے نانا کی روح سے[1]، کہ یہ سب اقوال مقصد اول کی نوعِ اول میں گزرے۔

مقال (۳۲) مرزا صاحب موصوف نے اپنے ملفوظات میں فرمایا:

از فرطِ محبت کہ فقیر را بجناب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت است و سر منشا نسبت علیۂ نقشبندیہ ایشاں اند بمقتضائے بشریت غشاوہ بر نسبت باطنی عارض مے شود خود بخود رجوع بآنجناب پیدا گشتہ بالتفات ایشاں رفع کدورت مے شود[2]۔

اُس فرطِ محبت کے سبب جو فقیر کے لیے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں ثابت ہے، اور بلند نسبت نقشبندیہ کا سر منشا وہی ہیں، بہ تقاضائے بشری نسبت باطنی پر ایک پردہ سا عارض ہو جاتا ہے خود بخود اس بارگاہ کی طرف رجوع پیدا ہوتا ہے اور اُن کی وجہ سے کدورت دُور ہو جاتی ہے۔ (ت)

مقال (۳۳ تا ۳۶) اُسی[33] میں ہے:

التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم شد با ہیچ کس از اہل ایں طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک آنحضرت بحالش مبذول نیست[3]۔

اپنے طریقۂ عالیہ کے متوسلین پر حضرت غوث الثقلین کا التفات زیادہ معلوم ہوا اس طریقہ والوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ ملا جس کے حال پر حضرت کی توجہ مبارک مبذول نہ ہو۔ (ت)

پھر[34] کہا:

عنایت حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است مغلان در صحرا یا وقت خواب اسباب و اسپان خود بحمایت حضرت خواجہ مے سپارند و تائیدات از غیب ہمراہ ایشاں می شود دریں باب حکایات بسیار است تحریر آں باطالت می رساند[4]۔

اپنے معتقدین کے حال پر حضرت خواجہ نقشبند کی عنایت کار فرما ہے۔ مغل لوگ صحراؤں میں سونے کے وقت اپنے سامان اور گھوڑوں کو حضرت کی حفاظت کے سپرد کرتے ہیں اور غیبی تائیدات ان کے ہمراہ ہوتی ہیں اس باب میں واقعات بہت ہیں جنھیں لکھنے سے طول ہوگا۔ (ت)

---

[1] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ سلسلہ طریقت حضرت مصنف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۹

[2] ملفوظات میرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

[3] و [4] " " " " " " " " " ص ۸۳

مقال (۱۳) مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ موضح القرآن میں زیر کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں "حدیث میں آیا ہے کہ مُردوں سے سلام علیک کرو وُہ سنتے ہیں۔ اور بہت جگہ مُردوں کو خطاب کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ مُردے کی رُوح سُنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وُہ نہیں سُن سکتا ہے[1]۔"

وصل دوم بقائے تصرفات وکراماتِ اولیاء بعد الوصال میں۔

مقال (۱۴) شاہ ولی اللہ ہمعات میں لکھتے ہیں:

در اولیائے اُمت واصحابِ طرق اقوی کسیکہ بعد تمام راہِ جذب باکد وجوہ باصل این نسبت میل کردہ ودر آنجا بوجہ اتم قدم زدہ است حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند ولہذا گفتہ اند کہ ایشاں درقبور خود مثل احیاء تصرف مے کنند[2]

اولیائے اُمت واصحابِ طریقت میں سب سے زیادہ قوی شخصیت ــــ جس کے بعد تمام راہِ عشق مؤکد ترین طور پر اسی نسبت کی اصل کی طرف مائل اور کامل ترین طور پر اسی مقام پر قائم ہو چکی ہے، حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ اپنی قبروں میں رہ کر زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں (ت)

مقال (۱۵) حجۃ اللہ البالغہ میں اہلِ برزخ کو چار قسم کر کے لکھا:

اذا مات انقطعت العلاقات فلحق بالملٰئکۃ وصار منھم والھم کالھامھم وسعی فیما یسعون فیہ وربما اشتغل ھٰؤلاء باعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ وربما کان لھم لمۃ خیر بابن آدم[3] ملخصًا۔

جب مرتے ہیں علائقِ بدنی منقطع ہو کر ملائکہ سے ملتے اور انھیں میں سے ہو جاتے ہیں، جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القاء کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک رُوحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اس کے لشکر کو مدد دینے یعنی جہاد وقتلِ کفار وامدادِ مسلمین میں مشغول ہوتی ہیں، اور کبھی بنی آدم سے نزدیک وقریب ہوتی ہیں کہ ان پر افاضۂ خیر فرمائیں۔

مقال (۱۶) تفسیر عزیزی میں ہے:

بعض خواص اولیاء را کہ جارحۂ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانند دریں حالت (یعنے بحالت عالم برزخ)

بعض خواص اولیاء جنھیں اپنے دوسرے بنی نوع کی تکمیل وارشاد کا ذریعہ بنایا ہے ان کو اس حالت میں

---

[1] موضح القرآن وما انت بمسمع من فی القبور کے تحت ممتاز کمپنی کشمیری بازار لاہور ص ۴۸۰

[2] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمی شاہ ولی اللہ حیدرآباد ص ۶۱

[3] حجۃ اللہ البالغۃ باب اختلاف احوال الناس فی البرزخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۵

قطب الارشاد بالاصالۃ نیز خوانند و ایں منصب عالی از وقت ظہور آدم علیہ السلام بروح پاک علی مرتضٰے کرم اللہ تعالٰے وجہہ مقرر بود[1]

محتاج ہوتے ہیں۔ اس منصب بلند والے کو امام، اور قطب الارشاد بالاصالۃ بھی کہتے ہیں — اور یہ منصب عالی ظہور آدم علیہ السلام کے زمانے سے حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی رُوح پاک کے لئے مقرر تھا۔ (ت)

پھر ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالٰی علیہم کو بترتیب اس منصب عظیم کا عطا ہونا لکھ کر کہتے ہیں:

بعد وفات[38] عسکری علیہ السلام تا وقت ظہور سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر الجیلی ایں منصب بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بود[2]

حضرت عسکری کی وفات کے بعد سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی کے زمانۂ ظہور تک یہ منصب حضرت حسن عسکری کی رُوح سے متعلق رہے گا (ت)

پھر کہا[39]:

چوں حضرت غوث الثقلین پیدا شد ایں منصب مبارک بوے متعلق شد و تا ظہور محمد مہدی ایں منصب بروح مبارک غوث الثقلین متعلق باشد[3]

جب حضرت غوث الثقلین پیدا ہُوئے یہ منصب مبارک ان سے متعلق ہُوا اور امام محمد مہدی کے ظہور تک یہ منصب حضرت غوث الثقلین کی رُوح سے متعلق رہے گا۔ (ت)

پھر کہا[40]:

چوں امام محمد مہدی ظاہر شود ایں منصب عالی تا انقراض زمان بوے مفوض باشد[4]

جب امام محمد مہدی ظاہر ہوں گے یہ منصب بلند اختتام زمانہ تک اُن کے سپرد رہے گا۔ (ت)

اخیر میں کہا:

استنباط ایں مدعا از کتاب اللہ و از حدیث می توانیم کرد[5] اھ ملخصا

ہم اس مدعا کا استنباط کتاب اللہ اور حدیث پاک سے کرسکتے ہیں اھ ملخصاً (ت)

[41] اصل ان سب اقوال ثلٰثہ کی جناب شیخ مجدد الف ثانی سے ہے، جیسا کہ جلد سوم مکتوب $\frac{۴۳}{۱۲۳}$ میں مفصلاً مذکور، اُن کے کلام میں اس قدر امر اور زائد ہے کہ[42]:

بعد از ایشاں (یعنی حضرت مرتضٰے کرم اللہ تعالٰے وجہہ الاسنی) بہر یکے از ائمہ اثنا عشر علے الترتیب

حضرت مرتضٰے کرم اللہ تعالٰے وجہہ کے بعد بارہ اماموں میں سے ہر ایک کے لیے ترتیب وتفصیل کے ساتھ

---

[1] تا [5] سیف المسلول مترجم اردو خاتمہ کتاب فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۲۷ تا ۵۲۹

marfat.com

آں امیر با ہمگی شوکت وحشمت واتباع خود گویا از اتباع آں مصاحب ست زیرا کہ مشورت وتدبیرش در ہمہ اتباع بادشاہی جاری وساری است[1] اھ ملخصا

بہ نسبت اس مصاحب کے حق میں کم سے کم تر ہے لیکن عزت ووجاہت میں یہ اس سے بالاتر ہے۔ اس لیے کہ وہ امیر اپنی تمام تر شوکت وحشمت اور تابعداروں کے باوجود گویا اس مصاحب کا ایک تابعدار ہے اس لیے کہ اس کا مشورہ اور اس کی تدبیر بادشاہ کے تمام تابع داروں میں جاری وساری ہے۔ (ختم بتلخیص)۔ (ت)

مقال (۲۰) مظاہر الحق میں ہے: تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے، وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لئے کہ ان کے لئے برزخ میں تصرفات وبرکات بے شمار ہیں[2] وعزاہ للامام النووی (اسے امام نووی کے حوالے سے لکھا ہے۔ ت)

وصل سوم بعد وصال اولیاء کے فیض وامداد میں۔

مقال (۲۱ تا ۳۱) شاہ ولی اللہ ومولوی خرم علی نے کہا: ملتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو[3] عزیزی میں فرمایا:

ارباب حاجات حل مشکلات خود از انہا می یابند[4]

اہل حاجات اپنی مشکلوں کا حل ان سے پاتے ہیں (ت)

دونوں شاہ صاحبوں پھر مولوی خرم علی نے کہا: اویسیت کی نسبت قوی وصحیح ہے روحی فیض ہے اور روحانیت سے تربیت ہے[5] ملخصاً۔

[28] عزیزی میں لکھا ہے: از اولیائے مدفونین انتفاع جاری است[6] (دفن شدہ اولیاء سے نفع یابی جاری ہے۔ ت)

[29] مرزا مظہر صاحب مولی علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت مظہر: قصیدہ عرض نمودم نوازشہا فرمودند[7] (میں نے

---

[1] صراط مستقیم ہدایت ثانیہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۵۹ - ۵۸

[2] مظاہر حق باب زیارۃ القبور دین محمد اینڈ سنز لاہور ۱/ ۶۱۶

[3] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل کشف قبور واستفاضۂ بداں ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۲

[4] تفسیر عزیزی پارہ عم تحت والقمر اذا اتسق مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

[5] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ سلسلۂ طریقت مصنف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۸

[6] تفسیر عزیزی پارہ عم استفادہ از اولیائے مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳

[7] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

marfat.com

مناسبت بروحی حاصل شود بجہت آنکہ فضائل وے استماع کردہ مجتبے خاص بہم رسانید و آں محبت سبب کشادہ شدن راہے گردد میان روح و این کس یا بجہت آنکہ روح مرشد وے یا جد وے باشد در روے ہمت ارشاد منتسبیان خود متمکن شدہ الخ انتہی ملتقطا۔

سے ہو اور ایسا بھی بہت ہوتا ہے کہ کسی رُوح سے مناسبت پیدا ہوگئی اس لئے کہ اس کے فضائل سُن کر اس سے ایک خاص محبت بہم پہنچائی۔ وہ محبت اس رُوح اور اِس شخص کے درمیان ایک راہ کھلنے کا سبب ہوجاتی ہے ــــ یا اس وجہ سے کہ وہ اس کے مرشد یا مرشد کے مرشد کی روح ہے اس کے اندر اپنے منتسبین کی رہنمائی کی ہمت خود قرار پذیر ہے۔ الخ (ختم التقاط کے ساتھ)۔ (ت)

مقال (۶۰) اُسی میں ہے:

از ثمراتِ این نسبت (یعنی اویسیہ) رویت آں جماعت است در منام و فائدہ از ایشاں یافتن و در مہالک و مضائق صورت آں جماعت پدید آمدن وحل مشکلات وے بآں صورت منسوب شدن[2]

اس نسبت اُویسی کے ثمرات سے ہے خواب میں اُس جماعت کا دیدار ہونا، ان سے نفع پانا، ہلاکت و مصیبت کی جگہوں میں اُس جماعت کی صورت کا نمودار ہونا اور مشکلات کا حل اُس صورت سے منسوب ہونا۔ (ت)

مقال (۶۱) اُسی میں ہے:

امروز اگر کسے را مناسبت بروح خاص پیدا شود و از انجا فیض بردار و غالباً بیرون نیست از آنکہ این معنی بہ نسبت پیغمبر صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم باشد یا بہ نسبت حضرت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ یا بہ نسبت حضرت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ تعالٰے عنہ و آنانکہ مناسبت بہ سائر ارواح دارند باعث خصوص آں اسباب طاریہ شدہ اند مثل آنکہ وے محبت آں بزرگ بسیار دارد، و بر قبرے بسیار می رود، و این معنی سلسلہ جنبان از جہت

آج اگر کسی کو کسی خاص رُوح سے مناسبت پیدا ہو اور وہاں سے فیض یاب ہو تو غالباً اس سے باہر نہ ہوگا کہ یہ معنی حضرت رسول خدا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت سے ہو یا حضرت امیر المومنین علی مرتضٰے کرم اللہ تعالٰے وجہہ کی نسبت سے یا حضرت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالٰے عنہ کی نسبت سے ہو اور جو لوگ تمام ارواح سے مناسبت رکھتے ہیں ان کی خصوصیت کا باعث عارضی اسباب ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ وہ اُس بزرگ سے زیادہ محبت رکھتا ہے اور اس

---

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمۃ الشاہ ولی اللہ حیدر آباد پاکستان ص ۵۷-۵۶
[2] ہمعات " " " ص ۵۹

پھر کہا[35]:

سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بحال زائران مزار خود عنایت بسیار می فرمایند[1]

سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے مزار کی زیارت کرنے والوں کے حال پر بڑی عنایت فرماتے ہیں۔ (ت)

پھر کہا[36]:

ہمچنیں شیخ جلال پانی پتی التفاتہا مے نمایند[2]

اسی طرح شیخ جلال پانی پتی بھی بہت التفات فرماتے ہیں۔ (ت)

مقال (۳۷) قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن کی مدح مقال ۶ میں گزری تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ دوستاں و معتقداں را در دنیا و آخرت مددگاری می فرمایند و دشمناں را ہلاک می نمایند و از ارواح بطریق اویسیت فیض باطنی می رسد[3]

اولیاء اللہ اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کی دنیا و آخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں ـــ اور روحوں سے اُویسیت کے طریقے پر باطنی فیض پہنچتا ہے۔ (ت)

مقال (۳۸ تا ۴۵) یہی قاضی صاحب سیف المسلول میں مرتبہ قطبیت ارشاد کو یُوں بیان کرکے کہ

فیوض و برکات کارخانۂ ولایت کہ از جناب الٰہی بر اولیاء اللہ نازل مے شود اول بر یک شخص نازل می شود و از اں شخص قسمت شدہ بہر یک از اولیائے عصر موافق مرتبہ و بحسبِ استعداد می رسد و بہیچ کس از اولیاء اللہ بے توسط او فیضی نمی رسد و کسے از مردانِ خدا بے وسیلۂ او درجۂ ولایت نمی یابد اقطاب جزئی و اوتاد و ابدال و نجباء و نقباء و جمیع اقسام از اولیائے خدا بوے محتاج می باشند صاحب ایں منصب عالی را امام و

کارخانۂ ولایت کے فیوض و برکات جو خدا کی بارگاہ سے اولیاء اللہ پر نازل ہوتے ہیں پہلے ایک شخص پر اُترتے ہیں اور اس شخص سے تقسیم ہوکر اولیائے وقت میں سے ہر ایک کو اس کے مرتبہ و استعداد کے مطابق پہنچتے ہیں اور کسی ولی کو بھی اس کی وساطت کے بغیر کوئی فیض نہیں پہنچتا، اور اہل اللہ میں سے کوئی بھی اس کے وسیلہ کے بغیر درجۂ ولایت نہیں پاتا۔ جزئی اقطاب، اوتاد، ابدال، نجبا، نقبا اور تمام اقسام کے اولیاء اللہ اس کے

---

[1] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں مع کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳
[2] " " " " " " " " "
[3] تذکرۃ الموتیٰ والقبور اردو ترجمہ مصباح النور باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں نوری کتب خانہ لاہور ص ۷۶

marfat.com

دردفن کردن چوں اجزائے بدن بتمامہ یکجا می باشند علاقۂ رُوح با بدن ازراہِ نظرِعنایت بحال می ماند و توجہ رُوح بزائرین ومستانسین ومستفیدین بہ سہولت مے شود[1]

دفن کرنے میں بدن کے تمام اجزاء ایک جگہ جمع ہوجاتے ہیں اور نظرِعنایت سے رُوح کا تعلق بدن سے ہوجاتا ہے اور زائرین اور انس اور استفادہ کرنے والوں کی طرف توجہ آسان ہوجاتی ہے (ت)

مقال (۶۴) میاں اسمٰعیل صراطِ مستقیم میں لکھ گئے:

حضرت مرتضوی رایک نوع تفضیل برحضرات شیخین ہم ثابت وآں تفضیل بجہت کثرت اتباع ایشاں ووساطت مقامات ولایت بل سائرخدمات است مثل قطبیت وغوثیت وابدالیت وغیرہا ہمہ ازعہد کرامت مہد حضرت مرتضےٰ تاانقراض دنیا ہمہ بواسطہ ایشاں است[2]

حضرت مرتضٰی کو یک گُونہ فضیلت حضرات شیخین پر بھی ثابت ہے اور وہ فضیلت متبعین کی کثرت اور مقاماتِ ولایت بلکہ تمام خدمات ـــ جیسے قطبیت، غوثیت، ابدالیت وغیرہا ـــ میں وساطت کے لحاظ سے ہے۔ سب حضرت مرتضٰی کے عہدکریم سے اختتامِ دُنیا تک ان ہی کے واسطے سے ہے۔ (ت)

مقال (۶۵) اُسی میں ہے:

حق جل وعلا بذاتِ پاک خود یا بواسطۂ ملائکہ عظام یا ارواحِ مقدسہ بسبب برکت توسل بقرآن محافظت طالب خواہد نمود[3]

حق جل وعلا بذاتِ خود یا ملائکہ عظام یا ارواحِ مقدسہ کے واسطہ سے، قرآن سے توسّل کی برکت کے سبب طالب کی حفاظت فرمائے گا۔ (ت)

مقال (۶۶) مولوی اسحاق کی مائۃ مسائل میں ہے:

سوال: شخصیکہ منکر باشد فیضِ رُوحِ مبارک محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را درعالمِ برزخ وشخصے کہ منکر باشد از فیضِ ارواحِ مقدسہ انبیائے دیگر علیہم الصلوٰۃ والسّلام وشخصے کہ منکر باشد از فیضِ ارواحِ اولیاء اللہ درعالمِ برزخ حکمِ اُوچیست؟

جوشخص عالمِ برزخ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی رُوحِ مبارک کے فیض کا اور جو دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواحِ مقدسہ کے فیض کا اور عالمِ برزخ میں جو اولیاء اللہ کی ارواح کے فیض کا منکر ہو اس کا حکم کیا ہے؟

---

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم استفادہ از اولیائے مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳

[2] صراطِ مستقیم ہدایت ثانیہ در ذکر بدعاتیکہ الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۵۸

[3] " باب چہارم دربیان طریق سلوک راہ نبوت الخ " " " ص ۱۴۸

marfat.com

والتفصیل قرار گرفت و در اعصار ایں بزرگواران و ہمچنیں بعد از ارتحال ایشاں ہر کس را فیض و ہدایت می رسد بتوسط ایں بزرگواران بودہ ملاذ و ملجائے ہمہ ایشاں بودہ اند تا آنکہ نوبت بحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رسید قدس سرہ الخ[1] اھ ملخصا

قرار پذیر ہُوا، ان بزرگوں کے زمانے میں، اسی طرح ان کی رحلت کے بعد جسے بھی فیض وہدایت پہنچتی انہی بزرگوں کے توسط سے تھی اور سب کا ملجا یہی حضرات تھے یہاں تک کہ حضرت شیخ عبدالقادر قُدّس سرّہٗ تک نوبت پہنچی الخ (ت)

اور انھوں[45] نے جلد ثانی میں خود اپنے لیے بھی اس منصب کا حصول مانا اور اس اعتراض سے کہ پھر اس دَورے میں منصب مذکور کا حضور پُرنور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اختصاص کب رہا، جلد ثالث میں یوں جواب دیا کہ:

مجدد الف ثانی دریں مقام نائب مناب حضرت شیخ است وبنیابت حضرت شیخ ایں معاملہ باو مربوط است چنانکہ گفتہ اند نور القمر مستفاد من نور الشمس فلا محذور[2]

مجدّد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ کا قائم مقام ہے اور حضرت شیخ کی نیابت سے یہ معاملہ اس سے وابستہ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے ماہتاب کا نور آفتاب کے نور سے مستفاد ہے۔ تو کوئی اعتراض نہ رہا۔ (ت)

مقال (٤٦ تا ٥٨) شاہ ولی اللہ انتباہ[46] میں اور ان کے بارہ اساتذہ و مشائخ کہ عرب و ہند وغیرہما بلاد کے علماء و اولیاء ہیں، حضرت مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو وقتِ مصیبت مددگار مانتے اور ع

تجدہ عونا لك فی النوائب

(انھیں مصائب میں اپنا مددگار پاؤ گے۔ ت)

کو حق جانتے، وسیاتی نقلہ فی الوصل الآتی ان شاء اللہ تعالٰی (وصل آئندہ میں یہ کلام نقل ہوگا اگر خدا نے چاہا۔ ت)

مقال (٥٩) شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں لکھا:

از جملہ نسبت ہائے معتبرہ نزدیک قوم نسبت اُویسیہ است خواہ ایں مناسبت بہ نسبت ارواح انبیاء باشد یا اولیائے اُمت یا ملائکہ ولباس است کہ

اہلِ طریقت کے نزدیک معتبر نسبتوں میں سے ایک نسبت اُویسی بھی ہے خواہ یہ مناسبت ارواحِ انبیاء کی نسبت سے ہو یا اولیائے امت یا ملائکہ کی نسبت

---

[1] سیف المسلول مترجم اردو فاروقی کتب خانہ ملتان ص ٥٢٩

[2] مکتوباتِ امام ربانی مکتوب دو صد و بست و سوم مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ٣/ ٣٤٧-٤٨

قدس سرہ متوجہ مے شد و ذوق ایں راہ از آنجا پیدا کرد[1]

اکثر سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کو مرکزِ توجہ بنایا کرتے تھے اور یہیں سے آپ کو راہِ معرفت کا ذوق پیدا ہوا۔ (ت)

مقال (۶۹) اسی میں حضرت میر ابو العلیٰ قدس سرہٗ کے ذکر مبارک میں لکھا:

بمزار فیض الانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ متوجہ بودند و از آنجناب دل رُبا بہا یافتند و فیضہا گرفتند[2]

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے مزار فائض الانوار کی طرف متوجہ ہوئے، اس بارگاہ سے خاص لطف و کرم پایا اور فیوض حاصل کئے۔ (ت)

مقال (۷۰ و ۷۱) اُسی میں اپنے نانا ابو الرضا محمد[3] سے نقل کیا:

می فرمودند یک بار حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ را در یقظہ دیدم اسرار عظیم دراں محل تعلیم فرمودند[3]

فرماتے تھے ایک بار حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیداری میں دیکھا اُس مقام میں عظیم اسرار تعلیم فرمائے۔ (ت)

مقال (۷۲) اُسی میں شیخ مذکور کے حالات میں لکھا:

عجوزہ را از مخلصان بعد وفات ایشاں تپ لرزہ گرفت بغایت نزار گشت شبے بنوشیدن آب و پوشیدن لحاف محتاج شد و طاقت آں نداشت و کسے حاضر نبود ایشاں متمثل شدند و آب دادند و لحاف پوشانیدند آں گاہ غائب شدند[4]

مخلصین میں سے ایک بڑھیا حضرت کی وفات کے بعد تپ لرزہ میں گرفتار ہوئی، انتہائی لاغر ہوگئی، ایک رات اُسے پانی پینے اور لحاف اوڑھنے کی ضرورت تھی، اس کے اندر طاقت نہ تھی اور دوسرا کوئی موجود نہ تھا، حضرت متمثل ہوئے، پانی دیا، لحاف اُڑھایا، پھر اچانک غائب ہوگئے۔ (ت)

مقال (۷۳ تا ۷۵) القول الجمیل میں ہے:

تأدب شیخنا عبد[73] الرحیم من روح الائمۃ الشیخ عبد القادر[74] الجیلانی والخواجہ بہاء الدین محمد

یعنی ہمارے مرشد شیخ عبد الرحیم نے ائمہ کرام حضور غوث اعظم و خواجہ نقشبند و خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ

---

[1] انفاس العارفین مترجم اردو شیخ ابراہیم کُردی اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۳۸۶

[2] 〃 〃 〃 میر ابو العلی 〃 〃 〃 ۶۹

[3] 〃 〃 حصہ دوم شیخ ابو الرضا محمد 〃 ۱۹۴

[4] 〃 〃 امداد اولیاء 〃 ۳۶۹

قابل گشتہ است ، وآں بزرگ راہمتِ قویہ بودہ است درتربیت منتسبان خود وآں ہمت ہنوز در روح وے باقی است وایں معنی سلسلہ جنبان ازجہت فاعل است[1]

کی قبر پر زیادہ جاتا ہے۔ یہ معنی قابل کی جانب سے محرک بنا — اور اپنے منتسبین کی تربیت میں اُس بزرگ کی ہمت قوی تھی اور وُہ ہمت رُوح میں اب بھی باقی ہے — یہ معنٰی فاعل کی جانب سے محرک ہوا۔ (ت)

مقال (۶۲) حجۃ اللہ البالغہ میں ہے :

قد استفاض من الشرع ان الله تعالٰی عباداهم افاضل الملئكة وانهم يكونون سفراء بين الله وبين عباده انهم يلهمون فی قلوب بنی اٰدم خيرا، وان لهم اجتماعات كيف شاء الله وحيث شاء الله يعبر عنهم باعتبار ذلك بالملاء الاعلٰی وان لارواح افاضل الاٰدميين دخولا فيهم ولحوقا بهم كما قال الله تعالٰی يٰايتها النفس المطمئنة ارجعی الٰی ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی، والملاء الاعلٰی ثلثة اقسام ، قسم هم نفوس انسانية ماز الت تعمل اعمالا منجية تفيد اللحوق بهم حتی طرحت عنها جلابيب ابدانها فانسلكت فی سلكهم وعدت منهم[2] اھ ملخصا۔

یعنی بے شک شرع سے بدرجۂ شہرت ثبوت کو پہنچا کہ مقرب فرشتے خدا اور اس کے بندوں میں واسطہ ہوتے اور آدمیوں کے دلوں میں نیک بات کا القاء کرتے ہیں اور ان کے لیے اجتماع ہیں جس طرح خدا چاہے اور جہاں چاہے، اسی لحاظ سے انھیں ملاءِ اعلٰی کہتے ہیں اور یہ بھی اسی طرح شرع سے بشہرت ثابت کہ بزرگانِ دین کی رُوحیں بھی ان میں داخل ہوتی اور اُن سے ملتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اے اطمینان والی جان! چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تُو اس سے راضی اور وُہ تجھ سے خوش، پس داخل ہو میرے بندوں میں اور آ میری جنّت میں۔" اور ملاءِ اعلٰی کی ایک قسم وہ ارواحِ انسانی ہیں کہ ہمیشہ رستگاری کے کام کرتے رہے جن کے باعث اُن ملائکہ سے ملے یہاں تک کہ جب بدن کی نقابیں پھینکیں ملاءِ اعلٰی میں داخل ہوئے اور انھیں سے شمار کئے گئے۔

مقال (۶۳) عزیزی میں فرمایا :

---

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمۃ الشاہ ولی اللہ حیدر آباد پاکستان ص ۶۳-۶۲

[2] حجۃ اللہ البالغہ باب ذکر الملاء الاعلٰی المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/ ۱۶-۱۵

marfat.com

زیرا کہ ہر واحد ازیں ہر دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشاں بتمامہ بسوئے خود مے فرمود تا از ینکہ بعد انقراض زمانہ تنازع و وقوعِ مصالحت بر شرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشاں جلوہ گر شدند تا قریب یک پاس ہر دو امام بر نفس نفیس حضرت ایشاں توجہ قوی و تاثیر زور آور مے فرمودند تا اینکہ در ہمان یک پاس حصولِ نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرت ایشاں گردید[1]

اماموں میں سے ہر ایک حضرت کو پورے طور سے اپنی طرف کھینچنے کا تقاضا کر رہے تھے یہاں تک کہ زمانہ تنازع کے ختم ہونے اور شرکت پر مصالحت واقع ہو جانے کے بعد ایک دن دونوں مقدس روحیں حضرت پر جلوہ گر ہوئیں ایک پہر کے قریب دونوں امام حضرت کے نفس نفیس پر قوی توجہ اور پُر زور تاثیر ڈالتے رہے یہاں تک کہ اسی ایک پہر کے اندر دونوں طریقوں کی نسبت حضرت کو نصیب ہو گئی۔ (ت)

مقال (۷۹) اُسی میں ہے:

روزے حضرت ایشاں بسوئے مرقد منور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شدند بر مرقد مبارک ایشاں مراقب نشستند دریں اثناء بروح پُر فتوح ایشاں علامات متحقق شد و آنجناب بر حضرت ایشاں توجہی بس قوی فرمودند کہ بسبب آں توجہ ابتدائے حصول نسبت چشتیہ متحقق شد[2]

ایک دن حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کے مرقد انور کی طرف حضرت تشریف لے گئے، ان کے مرقد مبارک پر مراقبہ میں بیٹھے اس دوران حضرت کی روح پُر فتوح پر علامات متحقق ہوئیں، اور آں حضور نے حضرت پر بہت قوی توجہ فرمائی جس کے سبب نسبتِ چشتیہ کے حصول کی ابتداء متحقق ہوئی۔ (ت)

وصل چہارم — اصل مسئلہ مسئولہ سائل یعنی اولیائے کرام سے استمداد و التجا اور اپنے مطالب میں طلبِ دعا اور حاجت کے وقت اُن کی ندا میں۔

مقال (۸۰ تا ۸۸) شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں کہا:

بزیارت قبرِ ایشاں رود و از آں جا انجذاب دریوزہ کند[3]

ان کی قبروں کی زیارت کو جائے اور وہاں بھیک مانگے۔ (ت)

---

[1] صراطِ مستقیم باب چہارم در بیان سلوک راہِ ثبوت الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۶۶

[2] ایضاً

[3] ہمعات ہمعہ ۸ اکادمیہ شاہ ولی اللہ حیدر آباد ص ۳۴

جواب: ہر فیض شرعی کہ ثبوت باخبار متواترہ باشد منکر آں کافر است وہر فیضیکہ ثبوت آں باخبار مشہورہ باشد منکر آں ضال است ہر فیضے کہ ثبوت آں بخبر واحد باشد منکر آں بہ سبب ترک قبول گنہ گار خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آں بطریق صحیح یا بطریق حسن خواہد شد اھ ملخصاً

جس فیض شرعی کا ثبوت احادیثِ متواترہ سے ہو اس کا منکر کافر ہے اور جس فیض کا ثبوت احادیثِ مشہورہ سے ہو اس کا منکر گمراہ ہے اور جس فیض کا ثبوت خبرِ واحد سے ہو اس کا منکر ترکِ قبول کی وجہ سے گنہ گار ہوگا بشرطیکہ اس کا ثبوت بطریقِ صحیح یا بطریقِ حسن ہو۔ (ت)

ہر چند یہ جواب سراپا عیاری پر مبنی ہے مگر سب نے دیکھا کہ سوال فیضِ برزخ سے تھا، واجب کہ جواب اسے بھی شامل ہو اس قدر امر نفی جنون کے لیے ضروری یا ان کی دیانت وللہیت سے انکار اور اخفائے حق و تلبیس بالباطل کا اقرار کیا جائے۔

مقال (۶۷) جناب شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

بعد از رحلت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (یعنی خواجہ باقی باللہ علیہ رحمۃ اللہ) بتقریب زیارت مزار شریف بہ بلدۂ محروسۂ دہلی اتفاق عبور افتاد روز عید بزیارت مزار شریف ایشاں رفتہ بود در اثنائے توجہ بہ مزار متبرک التفاتے تمام از روحانیت مقدسۂ ایشاں ظاہر گشت واز کمال غریب نوازی نسبت خاصۂ خود را کہ بحضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند[2]

حضرت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (خواجہ باقی باللہ علیہ رحمۃ اللہ) کی رحلت کے بعد مزار شریف کی زیارت کی تقریب سے شہر دہلی میں گزرنے کا اتفاق ہوا۔ عید کے دن حضرت کے مزار پاک کی زیارت کے لیے گیا، مزار پاک کی جانب توجہ کے دوران حضرت کی مقدس روحانیت سے کامل التفات رونما ہوا اور کمال غریب نوازی سے اپنی خاص نسبت جو حضرت خواجہ احرار کی جانب تھی مجھے مرحمت فرمائی۔ (ت)

تنبیہ: لفظ "بتقریب زیارت مزار شریف الخ" ملحوظ رہے اور یونہی "غریب نواز" بھی کہ حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہنے سے متعصبانِ طائفہ چڑتے ہیں۔

مقال (۶۸) شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے استاذ الاستاذ محدث ابراہیم کردی علیہ الرحمۃ کا حال لکھتے ہیں:

دو سال کم وبیش در بغداد ساکن بود بر قبر سیدی عبد القادر

کم وبیش دو سال تک آپ بغداد میں مقیم رہے اس دوران آپ

---

[1] مائۃ مسائل سوال ششم تا ہشتم مکتبہ توحید وسنت پشاور ص ۱۷-۱۶

[2] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۲۹۷ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۱۳

مقال (۹۰ تا ۱۰۲) شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں:

این فقیر خرقہ از شیخ ابوطاہر کردی پوشیدہ و ایشان بعمل آنچہ در جواہر خمسہ است اجازت دادند[1]

اس فقیر نے شیخ ابوطاہر کُردی سے خرقہ پہنا اور انھوں نے جواہر خمسہ میں جو کچھ ہے اس کے عمل کی اجازت دی۔ (ت)

پھر کہا:

وایضاً فقیر در سفر حج چوں بہ لاہور رسید و دست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایشاں اجازت دعائے سیفی دادند بل اجازت جمیع اعمال جواہر خمسہ[2]

فقیر سفرِ حج میں جب لاہور پہنچا شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی پائی اُنھوں نے دعائے سیفی کی اجازت دی بلکہ خواہر خمسہ کے تمام عملیات کی اجازت دی (ت)

یہ شیخ ابوطاہر[91] کردی مدنی شاہ ولی اللہ کے شیخ حدیث و پیر سلسلہ ہیں، مدینہ طیبہ میں مدتوں اُن کی خدمت میں رہ کر سلاسلِ حدیث حاصل کئے کہ وہی اُن سے شاہ عبدالعزیز صاحب اور اُن سے مولوی اسحٰق کو پہنچے اور اُن شیخ محمد سعید[92] کی نسبت انتباہ میں لکھا:

یکے از اعیان مشائخ طریقہ بودند شیخ معمر ثقہ[3]

ممتاز مشائخ طریقت میں سے ایک عمر رسیدہ شیخ تھے۔ (ت)

اسی میں دونوں مشائخ سے سلاسل اجازت بیان کیے جن سے ثابت کہ شیخ ابراہیم[93] کردی والدِ شیخ ابوطاہر مدنی اور ان کے استاد شیخ احمد قشاشی[94] اور ان کے استاد شیخ احمد شناوی[95] اور شاہ ولی اللہ کے استاذ الاستاذ احمد نخلی[96] کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ ولی اللہ کے اکثر سلاسلِ حدیث میں داخل ہیں کما یظہر من المسلسلات وغیرھا (جیساکہ مسلسل احادیث وغیرہا کی سندات سے ظاہر ہے۔ ت) اور اُن شیخ معمر ثقہ کے پیر شیخ محمد اشرف[97] لاہوری اور اُن کے شیخ مولانا عبدالملک[98] اور ان کے شیخ بایزید ثانی[99] اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ[100] بروجی اور ان دونوں صاحبوں کے پیر مولٰنا وجیہ الدین[101] علوی ان سب علماء و مشائخ نے سیفی وغیرہ اعمالِ جواہر خمسہ کی اجازتیں اپنے اساتذہ سے لیں اور تلامذہ کو عطا کیں، اور جناب شاہ محمد غوث[102] گوالیاری تو ان سلاسل کے منتہی اور جواہر کے مؤلف ہیں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔ اب ملاحظہ ہو کہ اسی جواہر خمسہ میں اسی دعائے سیفی کی ترکیب میں کیا لکھا ہے:

ناد علی ہفت بار یا سہ بار یا یک بار بخواند و آں این است:

سات بار، یا تین بار، یا ایک بار ناد علی پڑھے، اور وہ یہ ہے:

---

[1] الانتباہ فی سلاسل اولیاء طریقہ شطاریہ برقی پریس دہلی ص ۱۳۷
[2] " " " " " ۱۳۷
[3] " " " " " ۱۳۸

نقشبند والخواجہ معین الدین بن الحسن الچشتی وانہ رأھم واخذ منھم الاجازۃ وعرف نسبۃ کل واحد منھم علی حدتھا مما فاض منھم علی قلبہ وکان یحکی لنا حکایتھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنھم اجمعین۔[1]

عنہم کی ارواحِ طیبہ سے آدابِ طریقت سیکھے اور ان سے اجازتیں لیں اور ہر ایک کی نسبت جو اُن سرکاروں سے اُن کے دل پر فائز ہوئی جُدا جُدا پہچانی اور ہم سے اُس کی حکایت بیان کرتے تھے اللہ تعالےٰ ان سب حضرات اور اُن سے راضی ہوا۔[2]

مولوی خرم علی صاحب نے اگرچہ رأھم کے ترجمہ میں لفظ "خواب میں دیکھا" اپنی طرف سے بڑھا دیا جس پر کلامِ شاہ ولی اللہ میں اصلاً دال نہیں، مگر ارواحِ عالیہ کا فیض بخشنا، اجازتیں دینا، نسبتیں عطا فرمانا مجبورانہ مسلّم رکھا۔

مقال (۷۶ و ۷۷) مرزا جانجاناں صاحب فرماتے ہیں:

از حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ دوکس طریقہ گرفتند یکے طریقہ قادری اخذ کرد و دیگرے طریقہ نقشبندیہ اختیار نمود ایشاں فرمودند کہ روح مبارک حضرت غوث الاعظم تشریف آوردہ صورت مثالی مرید خاندانِ خود را ہمراہ بردند و حضرت خواجہ نقشبند تشریف فرما شدہ صورت مثالی معتقد خود را با خود بردند رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم۔[3]

حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ سے دو آدمیوں نے طریقت حاصل کی، ایک نے طریقۂ قادری لیا، دوسرے نے طریقۂ نقشبندیہ اختیار کیا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم کی رُوح مبارک تشریف لائی اور اپنے خاندان کے مرید کی صورت مثالی کو ساتھ لے گئی اور حضرت خواجہ نقشبند تشریف فرما ہو کر اپنے عقیدتمند کی صورتِ مثالی کو اپنے ساتھ لے گئے۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔ (ت)

مقال (۷۸) اسمٰعیل نے صراط المستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھا:

رُوحِ مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ تا قریب یک ماہ فی الجملہ تنازع در مابین رُوحین مقدسین درحق حضرت ایشاں ماندہ

حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی رُوحیں حضرت کے حال پر متوجہ ہوئیں اور قریب ایک ماہ تک دونوں مقدس رُوحوں کے درمیان حضرت کے حق میں تنازع رہا اس لیے دونوں

[1] القول الجمیل معہ شرح شفاء العلیل فصل ۱۱ سند سلسلہ قادریہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۲
[2] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ سند سلسلہ قادریہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۲
[3] ملفوظات مرزا مظہر از کلمات طیبات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

marfat.com

مقال (۱۰۳) اسی انتباہ میں بعض مشائخ حضرات قادریہ قدست اسرارہم سے حصول مہمات و قضائے حاجات کیلئے ایک ختم یُوں نقل کیا :

اوّل دو رکعت نفل بعد ازاں یک صد و یازدہ بار درود بعد ازاں یک صد و یازدہ بار کلمۂ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی الخ۔[۱]

پہلے دو رکعت نفل پڑھے ، اس کے بعد ایک سو گیارہ بار درود ، پھر ایک سو گیارہ بار کلمۂ تمجید اور ایک سو گیارہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی الخ (خدا کے لیے کچھ عطا ہو اے شیخ عبدالقادر جیلانی) (ت)

مقال (۱۰۴) شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں :

کاش اگر قتلہ عثمان دہ دوازدہ سال دیگر ہم تن بصبر مے دادند و سکوت کردہ مے نشستند سند و ہند و ترک و چین نیز مثل ایران و خراسان یا علی یا علی می گفتند[۲] الخ

کاش اگر قاتلانِ عثمان دس بارہ سال اور صبر کرتے اور خاموش بیٹھتے تو سندھ ، ہند ، ترکستان اور چین بھی ایران و خراسان کی طرح یا علی یا علی کہتے الخ (ت)

مقال (۱۰۵) رسالۂ فیض عام مزاراتِ اولیاء سے استعانت میں شاہ صاحب کا یہ ارشاد ہے :

طریقِ استمداد از ایشاں آنست کہ بزبان گوید اے حضرت من برائے کار فلاں در جنابِ الٰہی التجا می کنم شما نیز بدعا و شفاعت امدادِ من نماید لکن استمداد از مشہورین باید کرد[۳] (ملخصاً)

ان حضرات سے استمداد کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے کہے : اے میرے حضور ! فلاں کام کے لیے میں بارگاہِ الٰہی میں التجا کر رہا ہوں آپ بھی دُعا و شفاعت سے میری امداد کیجئے۔ لیکن استمداد مشہور حضرات سے کرنا چاہیے۔ (ت)

یہ خاص صورتِ مسئولہ کا جواب ہے واللہ الہادی الٰی سبیل الصواب (اور اللہ ہی راہِ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

الحمدُ للہ کہ یہ نوع بھی اپنے منتہیٰ کو پہنچی ، ۱۰۰ سو مقال کا وعدہ تھا ایک سو پانچ ۱۰۵ گنے ، اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصد اول میں پینتیس ۳۵ سوال تھے ، مقصدِ دوم میں ساٹھ ۶۰ حدیثیں ، ادھر نوعِ اوّل میں دو سو ۲۰۰ قول ، اب یہ ایک سو پانچ ۱۰۵ مقال مل کر **چار سو ۴۰۰ کا عدد کامل** اور فقیر کا وُہ مدعا حاصل ہوگیا کہ مولوی صاحب سددہ اللہ

---

[۱] الانتباہ فی سلاسل الاولیاء

[۲] تحفہ اثنا عشریہ   مطاعن عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ الخ   سہیل اکیڈمی لاہور   ص ۳۱۴

[۳] فتاوٰی عزیزی   رسالہ فیض عام   مطبع مجتبائی دہلی   ۱/ ۱۷۷

marfat.com

رُباعی[1] میں کہا: ع

فیض قدس از ہمتِ ایشاں میجو[1]

(ان کے ہمت سے فیض قدس کے خواستگار رہو۔ ت)

وہ پھر مولوی خرم علی[2،3] کہتے ہیں، میّت سے قریب ہو پھر کہے یا رُوح[2]

عزیزی[4،4] میں فرمایا:

اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی از آنہا می نمایند[3] — اُویسی لوگ باطنی کمالات کا مقصد ان سے حاصل کرتے ہیں۔ (ت)

اور فرمایا[5،5]:

ارباب حاجات حل مشکلات خود از آنہا مے طلبند[4] — اہلِ حاجت اپنی مشکلوں کا حل ان سے طلب کرتے ہیں۔ (ت)

اُسی[6،6] میں ہے: از اولیائے مدفونین استفادہ جاری است[5] (مدفون اولیاء سے استفادہ جاری ہے۔ ت)

مرزا صاحب[7،6] نے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی نسبت کہا: درعارضۂ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود[6] (عارضۂ جسمانی میں آں حضرت کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ ت) کہ یہ سب اقوال مقصد اوّل میں گزرے۔

شاہ عبدالعزیز[8] نے سیّد احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کہا: مردے جلیل القدر ایست کہ مرتبۂ کمال او فوق الذکر است[7] (ایک جلیل القدر شخصیت ہیں جن کا رتبۂ کمال ذکر سے بالاتر ہے۔ ت) پھر ان سے نقل کیا "مصیبت میں یا زروق کہہ کر پکار میں فوراً مدد کو آؤں گا[8]" یہ اسی مقصد میں گزرا۔

مقال (۸۹) مرزا صاحب کے وصایا میں ہے: بزیارت مزارات اولیاء دریوزہ فیض جمعیت کُن[9] الخ (مزاراتِ اولیاء کی زیارت سے دل جمعی کے فیض کی بھیک مانگو۔ ت)

۱؎ ہمعات مکتوبات شاہ ولی اللہ مع کلمات طیبات، مکتوب بست و دوم، درشرح رباعیات مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۹۴

۲؎ شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل کشف قبور و استفاضہ بدان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۲

۳؎ تفسیر عزیزی زیر آیہ والقمر اذا اتسق مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۰۲

۴؎ " استفادہ از اولیائے مدفونین " " ص ۱۴۳/۵

۵؎ " " " " "

۶؎ ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

۷؎ و ۸؎ بستان المحدثین حاشیۃ البخاری للزروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۱

۹؎ کلمات طیبات نصائح و وصایا مرزا صاحب مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۹

للامام السبکی وغیرھا من الکتب المشہورۃ لجمہور المحققین حتی اشار وا الیہ فی کتب العقائد المشہورۃ فقد صرح فی المقاصد وشرحہ انہ عند المعتزلۃ وغیرھم البدنیۃ المخصوصۃ شرط فی الادراك فعندھم لا یبقی ادراك الجزئیات عند فقد الآلات وعندنا یبقی وھو ظاھر من قواعد الاسلام، ولھذا ینتفع بزیارۃ قبور الابرار والاستعانۃ من نفوس الاخیار[1] الخ وبالجملۃ فالنفس الانسانیۃ تبقی لھا الادراکات ولھا تعلقات کثیرۃ بموضع دفن جسدھا و الاحادیث والآثار شاھدۃ لذلك لا ینکرھا بعد العلم بھا الامکابر معاند الخ۔

کہ علماء نے عقائد کی مشہور کتابوں میں اس کی طرف اشارہ کیا، مقاصد وشرح مقاصد میں تصریح فرمائی کہ معتزلہ وغیرہم کے نزدیک یہ بدن شرطِ ادراک ہے تو اُن کے مذہب میں جب آلاتِ بدنی نہ رہے ادراکِ جزئیات بھی نہ رہا، اور ہم اہلِ سنّت کے نزدیک ادراک باقی رہتا ہے، قواعدِ اسلام اسی کی تائید کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قبورِ ابرار کی زیارت اور ارواحِ اولیاء سے استعانت نفع دیتی ہے۔ غرض رُوحِ انسانی کے ادراکات باقی اور اُسے موضعِ دفن سے بہت تعلقات ہیں، احادیث و آثار اس پر گواہ ہیں جنھیں جان بُوجھ کر انکار نہ کریگا مگر باطل کوش دشمنِ حق۔ (ت)

اس کے بعد شبہاتِ منکرین کا نصوصِ علماء سے رَد کیا اور عمائد علمائے حرمین طیبین نے اس پر مُہر و دستخط ثبت فرمائے۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا محمد بن حسین کتبی حنفی مفتیِ مکہ

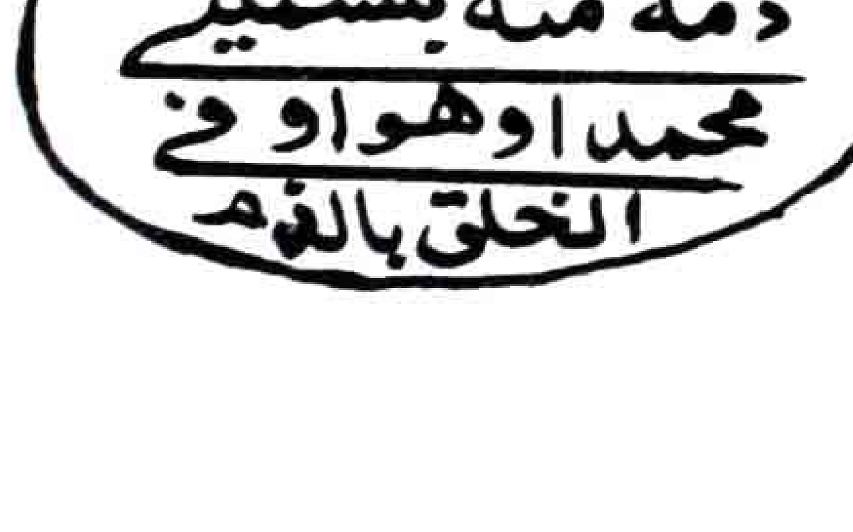

لا کلام فیہ ولا شك یعتریہ اس میں نہ کلام کی گنجائش نہ شک کی خلش۔
امر برقمہ محمد بن حسین الکتبی الحنفی مفتی مکۃ المکرمۃ عفی عنہ بمنہ امین۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا وشیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالمسجد الحرام مولٰنا جمال ابن عبداللہ بن عمر مکّی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

لا یلتفت المفید الا الیہ ولا یعول المستفید الا علیہ مفید التفات نہ کرے مگر اسی طرف، اور مستفید اعتماد نہ کرے مگر اسی پر۔ امر برقمہ رئیس المدرسین الکرام

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع مدرک الجزئیات عندنا النفس دار المعارف النعمانیہ کریم پارک لاہور ۲/۴۳

marfat.com

نادعلیا مظهر العجائب	حیرت زاد چیزوں کے مظہر حضرت علی کو ندا کر
تجدہ عونالك فی النوائب	انھیں ناگہانی آفتوں مصیبتوں میں اپنا مددگار پائے گا
کل ھم و غم سینجلی	ھر رنج و غم دُور ہو جائے گا
بولایتك یا علی یا علی یا علی [1]	آپ کی ولایت سے اے علی، اے علی، اے علی! (ت)

اگر مولا علی کو مشکل کُشا ماننا، مصیبت کے وقت مددگار جاننا، ہنگامِ غم و تکلیف اُس جناب کو ندا کرنا، یا علی یا علی کا دم بھرنا شرک ہو تو معاذ اللہ تمھارے نزدیک حضرات مذکورین سب کفار و مشرکین ٹھہریں، اور سب سے بڑھ کر بھاری مشرک کٹّر کافر عیاذًا باللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے، اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ مانتے، احادیثِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سندیں اُن سے لیتے، مدتوں ان کی خدمتگاری و کفش برداری کی داد دیتے، انھیں شیخ ثقہ و عادل بتلاتے، ان کی ملاقات کو بلفظ دست بوس تعبیر فرماتے ہیں۔ محدثی کا تمغا، حدیث کی سندیں یُوں برباد ہُوئیں کہ اتنے مشرکین ان میں داخل، پھر شاہ عبدالعزیز صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب سے یہی نسبتِ خدمت و ارادت و تلمذ و بیعت و مدح و عقیدت حاصل، اور اُن کی سب سندوں میں تمھارے طور پر یہ مشرکِ اعظم و کافر اکبر شامل، کہاں کی شاہی، کیسی محدثی، اصل ایمان کی سلامتی مشکل، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ پھر مولوی اسحٰق و میاں اسمٰعیل بیچارے کس گنتی میں کہ اُن کی تو ساری کرامات اسی شرکستان کی بھٹی میں مشرکوں کی نسل، مشرکوں کی اولاد، مشرک ہی پیر، مشرک ہی استاد، آنکھ کھلتے ہی مشرک نظر پڑے، ہوش سنبھلتے ہی مشرکوں میں بگڑے، مشرکوں کی گود، مشرکوں کی بغل، مشرکوں کا دُودھ، مشرکوں کا عمل، مشرکوں میں پلے، مشرکوں میں بڑھے، مشرکوں سے سیکھے، مشرکوں سے پڑھے مشرک دادا، مشرک نانا، عمر بھر مشرکوں کو جانا مانا، العیاذ باللہ رب العالمین ولاحول ولا قوۃ الا باللہ الحق المبین۔ مسلمان دیکھیں کہ یا علی یا علی کو شرک ٹھہرانے کی کیا سزا ملی، نہ ناحق مسلمانوں کو مشرک کہتے نہ اگلوں پچھلوں کے مشرک بننے کی مصیبت سہتے، اس سے یہی بہتر کہ راہِ راست پر آئیں، سچّے مسلمانوں کو مشرک نہ بنائیں ورنہ اپنوں کے ایمان کی فکر فرمائیں کہ کہیں کہ نیافت کو بھول نہ جائیں ؎

دیدی کہ خونِ ناحقِ پروانہ شمع را	دیکھا کہ پروانہ کے خونِ ناحق نے شمع کو
چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند	اتنی بھی اماں نہ دی کہ شب کو سحر کرے (ت)
نسأل اللہ العافیۃ وحسن العاقبۃ اٰمین۔	ہم خدا سے عافیت اور انجام کی خیریت کے خواستگار ہیں، الٰہی قبول فرما! (ت)

---

[1] جواہر خمسہ مترجم اردو فصل ۱۳ مناجات و اوراد ادعیہ دارالاشاعت مسافرخانہ کراچی ص ۲۸۲ و ۴۵۳

marfat.com

شرح دستخط مولٰنا عبد الجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ سکینہ

وقفت علیٰ ھذا المجموع فالفیتہ مھندا اسل علی من شق عصا الجماعۃ معز الاعن السنۃ

میں اس تالیف پر واقف ہُوا تو اسے ایک تیغ ہندی پایا، کھینچ گئی اُس پر جس نے جماعت کا خلاف کیا اور سنّت

سے کنارہ کش ہُوا۔ اشار برقمہ الی الشیخ الاجل الورع الفقیہ النزاھد

(عبد الجبّار)

مولٰنا عبد الجبار الحنبلی البصری نزیل المدینۃ المنورۃ متع اللہ المسلمین ببقائہٖ اٰمین۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا السیّد ابراھیم بن الخیار شافعی مفتی مدینہ امینہ

کم طالعت بعد ما اطلعت ردود العلماء الاجلۃ علی الفرقۃ الضالۃ المضلۃ فما رأیت مثل ھذہ

الرسالۃ میں نے جب سے اطلاع پائی اس فرقہ گمراہ و گمراہ گر پر علمائے جلیل کے بہت رَد دیکھے مگر اس رسالہ کا

مثل نظر سے نہ گزرا۔ قال بفمہ و رقمہ بقلمہ خادم العلم بالحرم النبوی الشافعی

(ابراھیم بن محمد خیار)

ابراھیم ابن المرحوم محمد خیار الحسنی الحرمی۔

الحمدُ للہ علیٰ حصول المسئول و بلوغ الکلام نہایۃ الما مول فقیر عبد المصطفٰے احمد رضا سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی نے اس رسالہ کا مسوّدہ اوائل رجب ۱۳۰۵ھ میں کیا پھر بوجہ عروض بعض اعراض و اہتمام دیگر اغراض مثل تحریر مسائل و تصنیف بعض دیگر رسائل جن کی ضرورت اہم نظر آئی اس کی تبییض نے تاخیر پائی۔ اب بحمد اللہ بعنایت الٰہی و اعانت حضرت رسالت پناہی علیہ افضل الصلوٰۃ والسّلام وعلیٰ آلہٖ وصحبہ الکرام سلخ شعبان سنہ مذکورہ کو وقتِ عصر یہ مسودہ مبیضہ ہُوا اور اثنائے تبییض میں سرکار مفیض سے فیوض تازہ کا افاضہ ہُوا۔

والحمد اولا و اٰخرا و باطنا و ظاھرا و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیّدنا و مولٰنا محمد و اٰلہ و صحبہ و ابنہ و حزبہ و علینا بھم و بارک و سلم تسلیما کثیرا نسئل اللہ تعالیٰ ان یتقبل سعینا و یغفرلنا ذنوبنا و یرحم فاقتنا و یحیینا مسلمین و یمیتنا مومنین و یحشرنا فی زمرۃ

اور اوّل و آخر، باطن و ظاہر میں خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد، ان کی آل و اصحاب، ان کے فرزند، ان کی جماعت پر، اور ان کے طفیل ہم پر بھی خدا کا درود، برکت اور بکثرت سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دُعا ہے کہ ہماری کوشش قبول فرمائے، ہمارے گناہ بخشے، ہماری محتاجی پر رحم فرمائے، ہمیں اسلام کے ساتھ زندگی اور ایمان کے ساتھ موت نصیب

تعالیٰ کے اصل مذہب اور اُس چند سطری تحریر پر چار سَو وجہ سے اعتراض ہے والحمد للہ رب العالمین۔

خاتمہ رسالہ میں دربارۂ سماعِ موتیٰ علمائے عرب کا فتویٰ

اس رسالہ کے زمانۂ تالیف میں فقیر کو معتبر طور پر خبر پہنچی کہ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے مسئلہ کا رَد لکھے گا ہم دونوں تحریریں مولویانِ بھوپال کو بھیج دیں گے کہ وہ حکم ہو جائیں۔

اقول تحکیم بے قبول طرفین معقول نہیں، مولوی صاحب ماشاء اللہ فاضل ہیں، یہیں کیوں نہ تصفیہ ہو جائے، طالبانِ تحقیق کو اظہارِ حق سے کیوں باک آئے، رسالۂ فقیر کو ملاحظہ فرمائیں، اگر حق واضح ہو جائے تسلیم واجب، ورنہ جواب مناسب۔ ہاں تحریرِ جواب میں استعداد و استعانت کا اختیار رہے بھوپالیوں سے ہو یا بنگالیوں سے، اور اگر اوروں ہی پر رکھنا صلاحِ وقت ہے تو اہلِ ہند میں جسے دیکھئے گا بلا مرجح خود احد الفریقین ہے، بھوپالیوں کو مثلاً مصطفےٰ آبادیوں پر کیا وجہ ترجیح ہے، لہٰذا سب سے قطع نظر کرکے علمائے عرب کو حکم کیجئے کہ دین وہیں سے نکلا اور وہیں کو پلٹ جائیگا اور وہاں کے جمہور علماء پر ان شاء اللہ تعالیٰ شیطان ہرگز قابو نہ پائے گا۔ جناب مولٰنا اگر اس رائے کو پسند فرمائیں تو اُن اکابر کرام کا مُہری دستخطی فتویٰ بالفعل فقیر کے پاس اصل موجود، جس میں اکثر مسائلِ وہابیت کا رَدّ واضح فرمایا اور طائفہ جدیدہ کو ضال، مضل، مبتدع، مبطل ٹھہرایا۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ اُس میں سے چند سطریں متعلق مسئلہ سماع مع شرح و دستخط علماء بتلخیص والتقاط حاضر کرتا ہے، واللہ الہادی اس سوال کے جواب میں کہ وہابیہ عدمِ علم و عدمِ سماعِ موتیٰ کا ادعاء و اعتقاد رکھتے ہیں، فرمایا:

هذا الادعاء افتراء قبيح وهذا الاعتقاد اعتداء صريح فان العلماء المحققين من الحنفية والشافعية وغيرهم قد اثبتوا اطلاع الانسان فى البرزخ وسماعه لسلام الزائر وكلامه ومعرفته والانس به بالاحاديث الصحيحة والأثار الصريحة و تلك المسئلة مع دلائلها مصرحة فى المرقاة شرح المشكوٰة لعلى القارى الحنفى وشرح الصدور للحافظ السيوطى وشفاء السقام

یعنی وہابیہ کا یہ ادعاء افترائے قبیح اور یہ اعتقاد ظلمِ صریح ہے، حنفیہ و شافعیہ وغیرہم کے علمائے محققین نے صحیح حدیثوں صریح خبروں سے ثابت کیا ہے کہ آدمی برزخ میں علم رکھتا اور زائر کا سلام و کلام سُنتا اور اُسے پہچانتا اور اس سے انس حاصل کرتا ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علی قاری حنفی و شرح الصدور حافظ سیوطی شافعی و شفاء السقام امام سبکی وغیرہا جمہور محققین کی کتبِ مشہورہ میں اس مسئلہ اور اس کے دلائل کی تصریح ہے یہاں تک

فائدہ ثالثہ: ارواحِ مومنین کو اختیار رہتا ہے کہ زمین و آسمان میں جہاں چاہیں جائیں، سیر کریں، جولان فرمائیں، دیکھو (حدیث ۱/۱ و ۲/۹ و قول ۳/۱۳ و مقال ۴/۶) یہاں تک کہ بیداری میں اپنے مخلصین سے ملتے فیض بخشتے ہیں (مقال ۵/۷ و ۶/۱۱) ناتواں بیماروں کو پانی پلاتے، کپڑا اُڑھاتے ہیں (مقال ۷/۲) جہادوں میں شرکت فرماتے ہیں (مقال ۵/۱۵) دوستوں کی مدد، دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں (مقال ۹/۴۷) یہاں تک کہ شرح سُنن نسائی شریف میں تصریح فرمائی کہ رُوح کا حال جسم کا سا نہیں وُہ ایک وقت میں چند جگہ ہوسکتی ہے (قول ۷۹) میں کہتا ہُوں اولیائے احیاء کی حکایات منقول کہ ایک وقت میں ستّر جگہ تشریف فرما ہوتے تھے پھر بعد وصال کہ رُوح اپنی آزادی و ترقیِ کامل پر ہوتی ہے اُس وقت کے افعال کا کہنا ہی کیا ہے۔ زہر الربٰی میں یہیں یہ بھی نقل فرمایا کہ ایمان والوں کے دل اسے بے تکلّف قبول کرسکتے ہیں کہ جبریل امین علیہ الصّلٰوۃ والسلام جب خدمتِ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوتے سدرۃ المنتہٰی سے جُدا نہ ہوتے ہوں بلکہ اُسی آن میں یہاں بھی ہوں اور وہاں بھی العبارۃ علی الحاشیۃ (عبارت حاشیہ میں ہے۔ ت)

عــه هذا جبریل علیہ السلام رأہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولہ ست مائۃ جناح، منھا جناحان سد الافق وکان ید نومن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی یضع رکبتیہ علٰی رکبتیہ ویدیہ علی فخذیہ وقلوب المخلصین تتسع للایمان بانہ من الممکن انہ کان ھذا الدنو وھو فی مستقرہ من السمٰوٰت وفی الحدیث فی رؤیۃ جبریل فرفعت راسی فاذا جبریل صاف قدمیہ بین السماء والارض یقول یا محمد انت رسول اللہ وانا جبریل فجعلت لا اصرف بصری الی ناحیۃ الارأیتہ کذٰلک[1] ۱۲ - (م)

یہ جبریل علیہ السلام ہیں جنھیں نبی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں جن میں سے دو پروں نے سارا افق بھر دیا ہے، اور وُہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قریب آتے یہاں تک کہ اپنے زانو حضور کے زانوؤں سے ملا کر اور اپنے ہاتھ حضور کی رانوں پر رکھتے۔ اور مخلصین کے دل اس بات پر ایمان کی وسعت رکھتے ہیں کہ یہ ممکن ہے کہ یہ قُرب اُسی حال میں ہو جب وُہ آسمانوں کے اندر اپنے مستقر میں موجود ہوں۔ اور حدیث میں حضرت جبریل کو دیکھنے کے بارے میں ہے: میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ جبریل آسمان و زمین کے درمیان اپنے قدموں پر صف بستہ کہہ رہے ہیں اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہُوں۔ پھر جس طرف بھی نگاہ پھیرتا انھیں اسی کیفیت میں دیکھتا۔ (ت)

---

[1] زہر الربی علی سنن النسائی کتاب الجنائز ارواح المؤمنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۹۲

marfat.com

بالمسجد المکی الحرام الراجی لطف ربہ الخفی جمال بن عبد اللہ شیخ عمر الحنفی
لطف اللہ تعالیٰ بہما۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا حسین بن ابراہیم مالکی مفتیِ مکہّ مبارکہ

لاریب فیہ ولا شک یعتریہ
المالکیۃ بمکّۃ

عبدہٗ حسین

کتبہ الفقیر حسین بن ابراہیم
مفتی المشرفیۃ المحمیۃ

شرح دستخط حضرت مولٰنا وشیخنا وبرکتنا زین الحرم عین الکرم مولٰنا احمد زین دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ قدس سرہ العزیز

رأیت ھذا المؤلف الشریف الحاوی لکل برہان لطیف فرأیتہ قد نص علی عقائد اھل الحق المؤیدین وابطل عقاید اھل الضلال المبطلین میں نے یہ شریف تالیف جامع ہر دلیل لطیف دیکھی تو میں نے اسے پایا کہ اہلِ حق وارباب تائید کے عقیدے صاف واضح لکھے ہیں اور باطل پرست گمراہوں کے مذہب باطل کیے ہیں رقمہ بقلمہ المرتجی من ربہ الغفران
احمد بن زین دحلان۔

احمد دحلان

شرح دستخط حضرت مولٰنا محمد بن غرب شافعی مدنی مدرس مسجد مدینہ طیبہ

تاملت فی ھذا المؤلف فرأیت مؤلفہ قد اجاد ولکل نص سنی صریح افاد میں نے یہ رسالہ بغور دیکھا تو معلوم ہُوا کہ اس کے مصنّف نے جیّد کلام لکھا اور ہر نص روشن کا افادہ کیا۔

مہر صاف نخواندہ شد

کتبہ الفقیر الی اللہ تعالیٰ محمد بن محمد الغرب الشافعی خادم العلم بالمسجد النبوی

شرح دستخط مولٰنا عبد الکریم حنفی از علمائے مدینہ منورہ

لما تاملت فی ھذہ الرسالۃ وجدتہا کالسیف الصارم للمعاند الضال لا یطعن فیہا الا من اختل عقلہ وقبحت سیرتہ فی جمیع الأجال جب میں نے یہ رسالہ غور سے دیکھا اسے معاند گمراہ کے حق میں مثل تیغ برّاں پایا، نہ طعنہ کرے گا مگر وہ جس کی مت کٹی اور عادت بد ہوئی ہر زمانہ میں۔ من خدام طلبۃ العلم المتوکل علی اللہ العظیم عبد الکریم بن عبد الحکیم بالمسجد نبوی۔

المتوکل علی اللہ العظیم
عبد الکریم بن عبد الحکیم

marfat.com

فتوٰی فقیر کی مجلد ششم فتاوٰی مسمّٰی بہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ میں منسلک۔ والحمد للہ رب العالمین۔

فائدہ رابعہ بغایت نافعہ: ارواحِ طیبہ کے نزدیک دیکھنے سُننے میں دُور و نزدیک سب یکساں ہے۔ یہ ایک مطلب نفیس وجلیل وعظیم الفائدہ ہے جس کی طرف توجہ خاص لازم۔ دیکھو (قول ۱/۶۵) کہ اولیاءِ احیاء نورِ خدا سے دیکھتے ہیں اور نورِ خدا کو کوئی چیز حاجب نہیں، پھر اموات کا کیا کہنا (قول ۲/۶۹) کہ قبر سے نزدیکی تو جمعہ کو ہوتی ہے اور ادراک وشناخت دائمی (قول ۳/۷۸ و ۴/۸۶) کہ رُوح جنت یا آسمان یا علیین میں رفیقِ اعلیٰ میں ہوتی ہے اور وہیں سے زائر کی آواز سُنتی ہے، جواب دیتی، ادراک کرتی، اپنے بدن سے کام لیتی ہے، پھر کون بتا سکتا ہے کہ زمین سے جنت تک کتنے لاکھ کتنے کروڑ منزل کا فاصلہ ہے نہ کہ بریلی سے بغداد یا ہند سے مدینہ صلے اللہ تعالٰی علٰی مالکہا وآلہ وبارک وسلم (قول ۵/۱۱۳ و ۶/۱۱۴) ارواح کے آگے کچھ پردہ نہیں اور انھیں سارا جہان یکساں ہے (قول ۷/۱۸۷ و ۸/۱۸۸ و ۹/۱۸۹) کہ ارواحِ قدسیہ سب کچھ ایسا دیکھتی سُنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے (مقال ۱/۱۰) شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول کہ رُوح کو قُرب و بُعد مکانی اس دریافت کا حاجب نہیں اس کا حال نگاہ کا سا ہے کہ کُنوئیں کے اندر سے ساتوں آسمان کے ستارے دیکھ سکتی ہے۔ یہی معنی ہیں ارشاد عالی دو امام اہلبیت طہارت، دو فرزند ریحانین رسالت حضرت امام اجل زین العابدین علی بن حسین شہید کرب وبلا وحضرت امام حسن مثنّٰی ابن امام اکبر سیدنا حسن مجتبٰی صلوات اللہ وسلامہ علٰی ابیہم الکریم وعلیہم کے کہ زائرانِ مزارِ اقدس سے فرمایا:

انتم ومن فی الاندلس سواء۔ حکاہ فی جذب القلوب وغیرہ۔ تم اور جو اندلس میں بیٹھے ہیں برابر ہیں (اسے جذب القلوب وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ت)

سوال ۶ میں حدیث گزری کہ اللہ تعالٰی کا ایک فرشتہ ہے جو روضۂ اقدس پر کھڑا تمام جہان کی آوازیں سُنتا ہے۔ معلوم ہُوا کہ یہ خاصۂ ملزومۂ الوہیت نہیں بلکہ بندے کو اس کا حصول ممکن اور زیرِ قدرتِ الٰہی داخل، پھر کسی کے لئے اُس کا اثبات شرک ہونا عجب تماشا ہے۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس کی تحقیق تام اپنے رسالہ سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی میں ذکر کی وباللہ التوفیق۔

فائدہ خامسہ: ولہٰذا اُن کی امداد ہر جگہ جاری، کچھ نزدیکوں پر منحصر نہیں، اور اسی لیے اُن سے استمداد اور اُن کی ندا میں بھی حضورِ مزار غیر مشروط بلکہ جہاں سے چاہو صحیح و درست ہے اگرچہ حضورِ مزارات میں نفع اتم وزائد ہے دیکھو (قول ۱/۱۱۳ و ۲/۱۱۴) غور کرو ائمہ مجتہدین کے پیرو تمام ملکِ خدا میں کہاں سے کہاں تک پھیلے ہیں پھر وہ کیونکر ہر شخص کی ہر مشکل وآفت میں مدد فرماتے اور دائماً خبرگیراں رہتے ہیں، اسی طرح حضرات اولیائے کرام

marfat.com

الصالحین وان ینفع بھذا التالیف وسائر تصانیفی جمیع اخوانی فی الدین۔ انہ سمیع قریب قدیر مجیب والحمد للہ رب العلمین۔

کرے، صالحین کی جماعت میں ہمارا حشر فرمائے، اور اس تالیف سے اور میری دوسری تصانیف سے میرے تمام دینی بھائیوں کو فائدہ پہنچائے۔ بیشک وہ سننے والا قریب، قدرت والا مجیب ہے، اور سب خوبیاں خدا کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے (ت)

تمّت و بالخیر عمّت

(رسالہ تمام ہوا اور خیر کے ساتھ عام ہوا۔ ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

تکمیل جمیل و تسجیل جلیل چند فوائد عالیہ کی یاددہانی میں

حامدا و مصلیا و مسلما

ہرچند یہ فوائد وہی ہیں جن کا ثبوت مباحث رسالہ میں گزرا مگر کتاب میں ان کے لیے کوئی فصل معین نہ تھی متفرق مواقع پر واقع ہوئے لہذا اُن کے مہتم بالشان ہونے نے چاہا کہ یہاں اُن کے مواضع پر مطلع کر دیا جائے۔

فائدۂ اُولٰی: اس مسئلہ میں خلاف کرنے والے بدعتی گمراہ ہیں۔ دیکھو (قول ۱/۱۵) کہ ادراکاتِ موتٰی کا انکار مذہبِ معتزلہ ہے، (قول ۲/۱۸) کہ بعض معتزلہ رافضی جمادیت موتٰی سے سند لائے، (قول ۳/۱۹) کہ میّت کا جماد ہونا مذہب اعتزال ہے (قول ۴/۲۵) کہ علم موتٰی کا منکر نہ ہوگا مگر حدیثوں سے جاہل ہے اور دین سے منکر، (قول ۵/۱۹۹ و ۶/۲۰۰) کہ علم و سمع بصرِ موتٰی پر تمام اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے۔ یُوں ظاہر کہ اُن کے اجماع کا مخالف نہ ہوگا مگر بدمذہب گمراہ۔

فائدۂ ثانیہ: اہلِ قبور کہ زائروں کو دیکھتے پہچانتے، اُن کا کلام سُنتے، سلام لیتے، جواب دیتے ہیں۔ یہ بات ہمیشہ ہے اس میں کسی دن کی تخصیص نہیں، جمعہ و غیر جمعہ سب یکساں، نہ کسی وقت کی خصوصیّت، ہاں جمعہ کے دن خصوصًا صبح کو معرفت ترقی پر ہوتی ہے، دیکھو (قول ۱/۶۶ و ۲/۶۹ و ۳/۸۰ و ۴/۸۱ و ۵/۸۲ و حاشیہ قول ۶/۸۱) اور خود وہ تمام احادیث اور صدہا اقوال کہ فصول مقاصد دوم سوم میں اس مطلب پر منقول ہوئے اپنے اطلاق و ارسال سے اس عموم و اطلاق کی دلیل کافی ہیں کما مرت الاشارۃ الیہ فی الکتاب (جیسا کہ کتاب میں اس کی طرف اشارہ گزرا۔ ت)

marfat.com

(مقال ۱۳/۳۸ و ۱۴/۳۹ و ۱۵/۴۰ و ۱۶/۴۱ و ۱۷/۴۲ و ۱۸/۴۳ و ۱۹/۴۴ و ۲۰/۴۵ و ۱۱/۶۴) سلطنتیں اور امارتیں کس ملک میں و شہر میں نہیں ہوتیں، پھر اُن سب میں حضرت مولیٰ مشکل کشا کا توسط کیونکر ہوتا ہے، دیکھو (مقال ۲۲/۱۸) حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے شیخ ابوالرضا کو اسرار تعلیم فرمائے، دیکھو (مقال ۲۳/۷۰ و ۲۴/۷۱) یہ ایک عجوزہ کو پانی پلا کر لحاف اُڑھا کر غائب ہوگئے، دیکھو (مقال ۲۵/۷۲) حضور غوثِ اعظم و حضرت نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے مریدانِ سلسلہ کی تربیت فرمائی، دیکھو (مقال ۲۲/۷۶ و ۲۷/۷۷) اسمٰعیل دہلوی مدعی کہ دونوں ارواحِ طیبہ نے ان کے پیر پر جلوہ فرمایا اور پہر بھر تک توجہ بخشی، دیکھو (مقال ۲۸/۷۸) ولہٰذا یارسول اللہ، یاعلی، یاشیخ عبدالقادر جیلانی کہنا بے تخصیصِ مکان و قیدِ زمان جائز ہُوا اور شاہ ولی اللہ اور اُن کے اکابر نے یاعلی یاعلی کا وظیفہ کیا، دیکھو ۲۹/۱۶۰ و ۳۰/۱۶۱ و ۳۱/۱۶۲ و مقال ۳۲/۹۰ و ۳۳/۹۱ و ۳۴/۹۲ و ۳۵/۹۳ و ۳۶/۹۴ و ۳۷/۹۵ و ۳۸/۹۶ و ۳۹/۹۷ و ۴۰/۹۸ و ۴۱/۹۹ و ۴۲/۱۰۰ و ۴۳/۱۰۱ و ۴۴/۱۰۲ و ۴۵/۱۰۳ و ۴۶/۱۰۴۔ مسلمان ان فوائد سے غفلت نہ کرے کہ بہت نافع ہیں اور ضلالت سے مانع، واللہ الہادی الیٰ صراط مستقیم (اور خدا ہی سیدھے راستے کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

تنبیہ: یہ مواضع بعیدہ سے استمداد و ندا کا مسئلہ بجائے خود ایک مستقل تالیف کے قابل ہے جس کی تائید میں خود حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت احادیث اور خاص تصریح میں حضرت عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر و عثمان بن حنیف وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار اور علاوہ ان چھیالیس (۴۶) مصرّحوں، تیرہ (۱۳) مؤیّدوں کے جن کی طرف فائدہ خامسہ و رابعہ میں ایما ہُوا بہت ائمہ دین و علمائے معتمدین و کبرائے خاندانِ عزیزی کے اقوال اس وقت میرے پیشِ نظر جلوہ کر رہے ہیں، عجب نہیں کہ حضرتِ حق جل وعلا کا ارادہ ہو تو فقیر اپنے رسائل کثیرہ کی تتمیم و تبییض سے فارغ ہو کر خاص اسباب میں ایک جامع رسالہ ترتیب دے اور ان سب احادیث و اقوالِ ماضیہ و آتیہ کو فراہم کرکے تحقیقات سلطنۃ المصطفیٰ وغیرہا میں افاضاتِ تازہ کا اضافہ کرے واللہ الموفق وبہ نستعین والحمدللہ رب العٰلمین (اور خدا ہی توفیق دینے والا ہے، اور اسی سے ہم مدد مانگتے ہیں اور تمام تعریف اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

تذییل

نواب صدیق حسن خان بہادر شوہر ریاست بھوپال رسالہ تقصار جیود الاحرار میں تصریح کرتے ہیں کہ غوث الثقلین و غوث اعظم و قطب الاقطاب کہنا شرک سے خالی نہیں۔ میں کہتا ہوں نواب بہادر نے یہاں خدا جانے کس خیال سے ایسا گرا ہوا لفظ لکھا ورنہ بیشک تمام وہابیہ پر فرض قطعی کہ صرف لفظ غوث کہنے پر خالص شرک جلی کا حکم لگائیں، غوث اعظم و غوث الثقلین تو بہت اجل و اعظم ہے، آخر غوث کے کیا

marfat.com

پھر سفہائے غافلین کا خود حضور پرنور روح القسط روح القدس روح الارواح صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ جاہلانہ وسوسہ کہ اگر وُہ کسی مجلس خیر میں تشریف لائیں تو پیش از قیامت مرقدِ اطہر سے خروج لازم ہو اور چاہیئے کہ اس وقت روضۂ انور خالی رہ جائے، محض حماقت ہے۔

اولاً وہی رُوح کا جسم پر قیاس اور زندانِ وہم میں سلطانِ عقل کا احتباس۔

ثانیاً ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ رُوحیں تو عوام مومنین کی بھی قبور میں محبوس نہیں رہتیں بلکہ اپنے اپنے مراتب کے لائق علیین یا جنت یا آسمان یا چاہِ زمزم وغیرہ میں ہوتی ہیں جسے علمائے کرام یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تفسیر عزیزی میں مفصلاً ذکر کیا۔ ؏

ثالثاً یہ اعتراض بعینہٖ اُن احادیثِ کثیرہ پر بھی وارد جن میں صریح تصریح کہ ارواحِ مومنین بعد انتقال جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں، لازم کہ جب وُہ سیر کو جائیں قبریں خالی رہ جائیں اور قیامت سے پہلے حشر ہوجائے مگر جہل و تعصب جو نہ کرائیں وہی غنیمت ہے۔ چند سال ہُوئے فقیر کے پاس ایک سوال آیا زید کہتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روضۂ انور سے جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں، عمرو منکر ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فقیر غفر اللہ تعالےٰ لہٗ نے اس کے جواب میں مفصل فتوٰی لکھا اور وہاں اس سیر و اختیار کو شہداء وغیر شہداء عام مومنین کی ارواح کے لیے بہت حدیثوں سے ثابت کیا اور کلماتِ علمائے دین سے اس کے وقائع نقل کئے۔ یہ

؏ مقامِ علیین بالائے ہفت آسمان است و پائین آن متصل بہ سدرۃ المنتہٰی و بالائے آن متصل بپایۂ راست عرش مجید است وارواحِ نیکاں بعد از قبض در آن جا می رسند، و مقربان یعنی انبیاء و اولیاء در آن مستقر می مانند و عوام صلحا را بعد نویسانیدن نام و رسانیدن نامہائے اعمال برحسبِ مراتب در آسمانِ دُنیا یا درمیانِ آسمان و زمین یا در چاہِ زمزم قرار می دہند و تعلقے بقبر نیز ایں ارواح را می باشند[1] آخر عبارت تک کہ مقال ۷ میں گزری ۱۲ از تفسیر عزیزی (م)

علیین ساتوں آسمان کے اُوپر ہے اس کا زیریں حصّہ سدرۃ المنتہٰی سے متصل ہے اور بالائی حصہ عرش مجید کے دائیں پائے سے متصل ہے۔ نیکوں کی رُوحیں قبض ہونے کے بعد وہاں پہنچتی ہیں اور مقربین یعنی انبیاء و اولیاء اس مستقر میں رہتے ہیں، اور عام صالحین کو درج کرانے اور اعمال نامے پہنچ جانے کے بعد حسبِ مراتب آسمانِ دنیا، یا درمیان آسمان و زمین، یا چاہ زمزم میں جگہ دیتے ہیں، اور ان ارواح کو قبر سے بھی ایک تعلق رہتا ہے۔ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم زیر آیۃ ان کتاب الابرار لفی علیین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۹۳

marfat.com

وعلی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون (یہ ہم پر اور لوگوں پر خدا کا ایک فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ۔ت) اب حضراتِ وہابیہ سے اتنا پوچھ لینا چاہئے کہ اس مختصر رسالہ کے مقصد سوم نے علماء کے تین سو پانچ[۳۰۵] قول آپ کے گوش گزار کئے جن میں ایک سو انچاس[۱۴۹] علم وسمع وبصرِ موتٰی کے متعلق خاص، اور پانچ[۵] میں یہ کہ اولیاء کی کرامتیں بعد وصال بھی باقی ہیں، ان ایک سو چوّن[۱۵۴] پر تو آپ کی سرکار سے شاید صرف حکمِ بدعت وضلالت ہوا اگرچہ وُہ بھی بتصریح امام الطائفہ مثل شرک محلِ اصل ایمان ہے، باقی کتنے رہے ایک سو اکاون[۱۵۱]، اور تین قول ابھی ابھی اسی تکملہ کے فائدہ رابعہ میں تازہ مذکور ہوئے، یہ پھر ایک سو چوّن[۱۵۴] ہو گئے جن کے مفاد ومقاصد کی تفصیل اس جدول سے ظاہر:

اس باب میں کہ	اقوال ائمہ وعلمائے سلف	مقالاتِ خاندانِ عزیزی	کُل	مجموعہ
اولیاء بعد وصال بھی تصرف فرماتے ہیں	۸	۷	۱۵	
وُہ بعد رحلت بھی بدستور نزدیک ودُور مدد کرتے ہیں	۲۵	۵۹	۸۴	۱
وقتِ حاجت اُن سے استعانت اور ان کی ندا نزدیک و دُور ہر جگہ سے روا۔	۱۶	۲۶	۴۲	۵
ارواح طیبہ کو بعد انتقال دیکھنے سُننے میں دُور ونزدیک یکساں۔	۱۲	۱	۱۳	۴

اب ان کی نسبت ارشاد ہو وُہ **ایک سو چوّن**[۱۵۴] بدعت تھے، یہ ایک سو چوّن[۱۵۴] آپ کے مذہب میں خالص شرک، اور ان کے قائل ائمہ وافاضل عیاذًا باللہ پکے مشرک ٹھہریں گے یا نہیں؟ اگر کہئے نہ (اور خدا کرے ایسا ہی ہو) تو الحمدللہ کہ ہدایت پائی اور کفر وشرک کی تیز وتُند کہ مدتوں سے بیرنگ چڑھی تھی اُتار پر آئی، ربِّ قدیر کو ہدایت فرماتے کیا دیر لگتی ہے، آخر کلمہ پڑھتے ہو، شاید پاسِ اسلام کچھ جھلک دکھا جائے، اور محبوبانِ خدا وائمہ ہُدٰی کو معاذ اللہ کافر ومشرک کہتے جگر تھرّائے، انّ ذٰلک علی اللّٰہ یسیر انّ اللّٰہ علٰی کل شیئ قدیر (بیشک وُہ خدا پر آسان ہے یقیناً اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ ت) اور اگر شاید اصرارِ مذہب وتعصب مشرب آڑے آئے، اور بے دھڑک آپ کے مُنہ سے ہاں نکل جائے، تو آپ صاحبوں سے تو اتنا عرض کروں گا کہ حضرات! جنھیں آپ نے مشرک کہہ دیا ذرا نگاہ رُوبرُو، اُن میں شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز صاحبان اور ان کے اسلاف واخلاف یہاں تک کہ خود بانیِ مذہب امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی بھی ہیں، اب ان کی نسبت تصریحًا استفسار، اگر یہاں جھجکے تو کہوں گا کیوں صاحب! اُسی بات پر ائمہ ہُدٰی تو بناہم بخدا چنین وچناں ٹھہریں اور یہ حضرات مطلق العنان

اپنے مریدانِ سلاسل کے ساتھ، دیکھو (قول ۳/۹۷) خود سیدی احمد زرّوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب کوئی مصیبت آئے یا زرّوق کہہ کر پکاریں فوراً مدد کو آؤں گا دیکھو (قول ۴/۱۶۳) اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول، دیکھو (مقال ۵/۸۸) شاہ ولی اللہ کہتے ہیں گھر بیٹھے ارواحِ طیبہ کی طرف توجہ کرو، دیکھو (سوال ۶/۱۲) مرزا مظہر صاحب عارضہ جسمانی میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ کی طرف اور مشکل باطنی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی جانب توجہیں کرتے اُدھر سے امداد فرمائی جاتی، دیکھو (سوال ۷/۱۷ و مقال ۸/۳۲) گھر بیٹھے قصائد سناتے ارواحِ عالیہ سے نوازشیں پاتے، دیکھو (سوال ۹/۱۸ و مقال ۱۰/۱۰) حضور پُرنور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نسبت کہا حضور کے جس متوسل سے ملاقات ہُوئی توجّہ والا اس کے حال پر مبذول پائی دیکھو (مقال ۱۱/۳۳) مغلوں کا بیان کہ جنگل میں سوتے وقت اپنا مال حضرت خواجہ بہاءُ الحق والدّین نقشبند قدس سرہ العزیز کی حمایت میں سونپتے ہیں اس پر غیب سے مدد پاتے ہیں دیکھو (مقال ۱۲/۳۴) ہر شہر میں بندگانِ خدا ولایت وقطبیت کے مراتب پاتے ہیں پھر کیونکر ان سب کو وُہ فیض حضرت ائمہ اطہار و حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہم عطا فرماتے ہیں، دیکھو

؏ فائدہ جلیلہ: علامہ زیادی پھر علامہ اجہوری پھر علامہ داؤدی پھر علامہ شامی فرماتے ہیں: جس کی کوئی چیز گُم جائے مکان بلند پر روبقبلہ کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نذر کرے پھر اس کا ثواب حضرت سیدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ہدیہ کرے اس کے بعد یوں عرض کیا ہوکہ: یا سیدی احمد یا ابن علوان! میری گُمی ہُوئی چیز مجھے مل جائے الخ۔ ردالمحتار حاشیہ درمختار کے منہیہ میں ہے:

قرر الزیادی ان الانسان اذا ضاع لہ شیئ واراد ان یردہ اللہ سبحانہ علیہ فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلۃ ویقرء الفاتحۃ ویھدی ثوابھا للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یھدی ثواب ذلک لسیّدی احمد بن علوان ویقول یا سیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی و الا نزعتك من دیوان الاولیاء فان اللہ تعالیٰ یرد علی من قال ذلک ضالہ ببرکتہ، اجھوری مع زیادۃ کذا فی حاشیۃ شرح المنھج للداؤدی رحمہ اللہ تعالیٰ انتھی ۱۲ (م)

زیادی نے بیان کیا ہے کہ جب کسی کی کوئی چیز گم ہوجائے تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ رُو کھڑا ہوجائے، فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ہدیہ کرے پھر اس کا ثواب سیدی احمد بن علوان کو ہدیہ کرے اور عرض گزار ہوکہ سیدی احمد، یا ابن علوان! اگر آپ نے میری گم شدہ چیز واپس نہ کرائی تو دفترِ اولیاء سے آپ کا نام نکلوا دُوں گا۔ اللہ تعالےٰ یہ کہنے والے کو اس کی گم شدہ چیز ان کی برکت سے واپس دلادے گا ـــــ اجھوری باضافہ، اسی طرح داؤدی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح منہج میں ہے ۱۲ (ت)

تذییل اہم اجل و اعظم

رسالہ

الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین

۱۳۱۶ھ

(مدفون کے سُننے اور مسئلۂ قسم کے درمیان محکم مطابقت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم لک الحمد وبک استعین صل وسلم وبارک علی الامان الامین المبارک الیمین حبیبک واٰلہ وصحبہ اجمعین مابربار او حنث حانث فی یمین۔

اے اللہ تیرے ہی لیے حمد ہے اور میں تجھی سے مدد کا طالب ہُوں۔ امانت دار امان، یمن و برکت والے اپنے حبیب اور ان کی تمام آل و اصحاب پر درود و سلام نازل فرما جب تک کوئی قسم پُوری کرنے والا قسم پُوری کرے یا قسم توڑنے والا قسم توڑے۔ (ت)

عائدہ جزیلہ تحقیق مسئلۂ یمین میں: حضرات منکرین کی غایت سعی و تمام مایۂ ناز اس باب میں جو کچھ ہے وہ یہی مسئلہ یمین ہے جسے دکھا کر عوام بلکہ کم علموں کو متزلزل کر دیتے ہیں یا کیا چاہتے ہیں، مائۃ مسائل میں کافی شرح وافی و فتح القدیر و کفایہ حواشی ہدایہ و مستخلص و عینی شروح کنز سے طولانی عبارتیں کچھ قطع و برید کچھ بیگانہ مزید پر مشتمل نقل کیں کہ عوام بڑی بڑی عبارات عربیہ دیکھ کر ڈر جائیں، اور اگر سماع موتی سے منکر نہ ہوں تو لا اقل تردد تو کر جائیں، مگر بحمد اللہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ یہ سب نری ملمع کاری ہے، ورنہ وہ عبارات اور ان جیسی سَو یا ہزار جتنی اور ہوں نہ ہمیں مضر نہ منکرین کو مفید، نہ اہل سنت و جماعت کا اجماعی مسئلہ جو نصوص صریحہ احادیث صحیحہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کسی مشکک کی تشکیکات بے معنی سے متزلزل ہو سکے۔ فقیر غفر اللہ المولی القدیر اُس کی تحقیق و تنقیح میں بھی کلماتِ چند نافع و سُود مند گزارش کرے کہ باذنہ تعالٰی موافق کو ثبات و استقامت، مخالف منصف کو رشاد و ندامت، مکابر متعسف کو وبال و غرامت دیں،

marfat.com

معنی، فریاد کو پہنچنے والا۔ جب ان کے نزدیک استمداد و فریاد شرک، تو فریاد رس کہنا کیونکر شرک صریح نہ ہوگا! اب دیکھئے کہ ان حضرات کے طور پر کون کون مشرک ہوگیا، قاضی ثناء اللہ پانی پتی و میاں اسمٰعیل دہلوی نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو غوث الثقلین لکھا، دیکھو (مقال ۳۸ و ۷۸) شاہ ولی اللہ امام معتمد اور شیخ ابوالرضاء اُن کے جدِّ امجد، اور مرزا جانجاناں اُنکے ممدوح اوحد، اور ان کے پیرِ سلسلہ شیخ عبدالاحد نے غیاث الدارین حضور غوث الثقلین کو غوثِ اعظم کہا، دیکھو (مقال ۶۱، ۷۰، ۷۱، ۷۶، ۷۷) شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا:

برخے از اولیاء مسجود خلائق و محبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ و سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ تعالٰی سرہما[1]

کچھ اولیاء خلائق کے مسجود اور دلوں کے محبوب ہوگئے ہیں جیسے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا قدس اللہ تعالٰی سرہما (ت)

تنبیہ: ذرا یہ "مسجود خلائق" کا لفظ بھی پیش نظر رہے جس نے شرک کا پانی سر سے گزار دیا۔ میاں اسمٰعیل نے صراطِ مستقیم میں کہا:

طالبانِ نافہم میدانند کہ مانیز ہم پایہ حضرت غوث الاعظم شدیم[2]

نافہم طالب یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی حضرت غوث الاعظم کے ہم پایہ ہوگئے۔ (ت)

انھیں بزرگوار نے حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کو قطب الاقطاب لکھا، دیکھو (مقال ۷۹) اور ہاں مولوی اسحٰق صاحب تو رہے ہی جاتے ہیں جنھوں نے مائۃ مسائل کے جوابِ سوال دہم کہا: "ولایت و کرامت حضرت غوثِ اعظم قدس سرہٗ[3]" غرض مذہب طائفہ عجب مہذب مذہب ہے جس کی بناء پر تمام ائمہ و عمائد طائفہ بھی سَو سَو طرح مشرک کافر بنتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تنبیہ مہم واجب الملاحظہ ہر مسلم

الحمدللہ کلام نے ذروۂ منتہٰی لیا اور بیان نے مسئلے کو اُس کا حق دیا ذلک من فضل اللہ علینا

---

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم سورۃ الم نشرح مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۳۲۲

[2] صراط مستقیم تکملہ در بیان سلوک ثانی راہِ ولایت مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۳۲

[3] مائۃ مسائل جواب سوال دہم مسئلہ ۹ مکتبہ توحید و سنت پشاور ص ۲۰ و ۲۱

لا يقصده فيدين ولو سلم من الصلٰوة لا يحنث وان كان المحلوف عليه عن يساره هو الصحيح لان السلامين فى الصلٰوة من وجه، ولو سبح له للسهو او فتح عليه القرأة وهو مقتد لم يحنث وخارج الصلٰوة يحنث[1]

(جس سے کلام نہ کرنے کی قسم کھائی تھی) تو حانث ہو جائیگا لیکن اگر سلام میں اس کا قصد نہ کیا تو دیانۃً اس کا بیان مانا جائے گا۔ اور اگر نماز کا سلام پھیرا اور وہ جس سے متعلق قسم کھائی تھی اس کے بائیں موجود ہے تو بھی قسم نہ ٹوٹی، یہی صحیح ہے۔ اس لیے کہ دونوں سلام بھی ایک طرح داخلِ نماز ہیں۔ اور اگر وہ امام تھا یہ مقتدی، سہو پر اس کے لیے سبحان اللہ کہا یا قراءت میں غلطی پر لقمہ دیا تو حانث نہ ہوگا اور بیرونِ نماز ایسا ہُوا تو حانث ہو جائے گا۔ (ت)

اب اس سے یہ قرار دے لینا کہ نمازی پتھر ہیں، نمازی کچھ سنتے نہیں، نمازیوں سے کلام حقیقۃً کلام ہی نہیں اس جہالت کی کچھ بھی حد ہے، خود انھیں کی کتبِ مستندہ کی عبارتیں سُنئے۔ کافی میں ہے:

الاصل ان الالفاظ المستعملۃ فى الایمان مبنیۃ على العرف عندنا (الى ان قال) قلنا ان غرض الحالف ما هو المتعارف فيتقيد بما هو غرضه الاترى ان من حلف ان لا يستضئ بالسراج او لا يجلس على البساط فاستضاء بالشمس او جلس على الارض لا يحنث وان سمى فى القراٰن الشمس سراجا والارض بساطا ورجل حلف ان لا يدخل بيتا لا يحنث بدخول الكعبة والمسجد والبيعة والكنيسة[2] الخ۔

اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قسم میں استعمال ہونے والے الفاظ کی بناء عرف پر ہے (آگے فرمایا) ہم یہ کہتے ہیں قسم کھانے والے کا مقصود وہی ہوتا ہے جو عرف میں جاری ہے تو اس کی قسم اس کے مقصود سے مقید رہے گی۔ دیکھیے اگر کسی نے قسم کھائی کہ چراغ سے روشنی نہ لے گا یا بچھونے پر نہ بیٹھے گا اور سورج سے روشنی لی یا زمین پر بیٹھا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ قرآن میں سورج کو چراغ اور زمین کو بچھونا فرمایا ہے۔ کسی نے قسم کھائی گھر میں نہ جائے گا تو کعبہ و مسجد یا کلیسا اور گرجا میں جانے سے حانث نہ ہوگا الخ۔ (ت)

اسی فتح القدیر میں ہے:

الاصل ان الایمان مبنیۃ على العرف عندنا لا على الحقيقة اللغوية كما نقل عن الشافعى

اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قسم کی بنا عرف پر ہے حقیقتِ لغویہ پر نہیں۔ جیسا کہ امام شافعی سے منقول

---

[1] رد المحتار کتاب الایمان مصطفٰی البابی مصر ۳/۱۱۲
[2] کافی شرح وافی

marfat.com

کیا اُن کے لیے کوئی وحی آگئی ہے کہ احکامِ الٰہی سے مستثنیٰ رہیں، یا اُنھوں نے رحمان سے عہد لے لیا ہے کہ اُن کی امامت میں بال نہ آئے اگرچہ شرک کے بول کہیں۔

آللہ اذن لکم بھذا ام علی اللہ تفترون[1] ہ ما لکم کیف تحکمون ہ ام لکم کتٰب فیہ تدرسون ہ ان لکم فیہ لما تخیرون[2]

کیا خدا نے تم کو اس کا اذن دیا ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو؟ تمھیں کیا ہُوا تم کیسا حکم لگاتے ہو؟ یا تمھارے لیے کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو کہ اس میں تمھارے لئے وُہ ہے جو تم پسند کرتے ہو۔(ت)

اور اگر شاید بات کی پچ ایسی ہی آپڑی کہ یہاں بھی کُھل کر شرک کی جڑی سے

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی
گو مشتِ خاکِ ما ہم برباد رفتہ باشد

(میں خوش ہوں کہ تم رقیبوں سے دامن کھینچ کر نکل گئے، گو اس میں ہماری خاک بھی برباد گئی۔ت)

غرض اس تقدیر پر آپ سے زیادہ عرض کا کیا محل ہوگا جز این کہ سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین[3] ہ (سوائے اس کے کہ تم پر سلام ہم نادانوں کو نہیں چاہیے۔ ت) ہاں عوام اہلسنّت کو بیدار کروں گا کہ بھائیو! اب بھی وضوحِ حق میں کچھ باقی ہے جس نامہذب مذہب ناپاک مشرب کی رُو سے صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و علمائے دین و اولیائے کاملین قرونِ ثلٰثہ سے لے کر آج تک سب کے سب معاذ اللہ مشرک کافر بدعتی خاسر ٹھہریں ع

مذہب معلوم و اہلِ مذہب معلوم

ظاہر ہے کہ وُہ طائفہ تالفہ کیسا ہوگا اور اُسے سنّت وجماعت سے کتنا علاقہ، سُبحان اللہ سنّت جماعت کو شرک بتائیں، جماعتِ سنّت کو مشرک ٹھہرائیں، پھر سُنّی ہونے کا دعوٰی بجا۔

کلّا و رب العرش الاعلی قد جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا و الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین محمد و اٰلہ و صحبہ اجمعین۔ سبحانک اللھم و بحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک و اتوب الیک و الحمد للہ رب العالمین۔

عرشِ اعلیٰ کے رب کی قسم، ہرگز نہیں! فرما دو حق آیا اور باطل مٹا، بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا، ساری تعریف خدا کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور درود و سلام رسولوں کے سردار حضرت محمد اور اُن کے سب آل واصحاب پر، اے اللہ! تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہُوں، میں گواہی دیتا ہُوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے مغفرت کا طالب اور تیری بارگاہ میں تائب ہُوں۔ اور سب خوبیاں سارے جہانوں کے مالک اللہ کے لیے ہیں (ت)

---

[1] القرآن ۱۰/ ۵۹ [2] القرآن ۶۸/ ۳۶ تا ۳۸ [3] القرآن ۲۸/ ۵۵

الایمان عندنا مبنیۃ علی العرف وعند الشافعی و احمد علی الحقیقۃ وعند مالک علی معانی کلم القرآن[1]	ہمارے نزدیک قسم عرف پر مبنی ہوتی ہے اور امام شافعی و امام احمد کے نزدیک حقیقت پر، اور امام مالک کے نزدیک کلماتِ قرآن کے معانی پر۔ (ت)

بلکہ اسی فتح القدیر میں خاص ہمارے مسئلہ دائرہ کے مبنی علی العرف ہونے کی تصریح کی، فرماتے ہیں :

یمینہ لاتنعقد الا علی الحی لان المتعارف ھو الکلام معہ[2]	یعنی یہ قسم خاص حالتِ زندگی ہی پر منعقد ہوگی کہ عرف میں کسی سے بولنا اس کی زندگی ہی میں بات کرنے کو کہتے ہیں۔

علامہ علی قاری مکی حنفی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں اسی مسئلہ کو ذکر کرکے فرماتے ہیں :

ھذا منھم مبنی علی ان مبنی الایمان علی العرف فلایلزم نفی حقیقۃ السماع کما قالوا فیمن حلف لایاکل اللحم فاکل السمکۃ مع انہ تعالٰی سماہ لحما طریا[3]	یعنی ہمارے علماء کا یہ ارشاد کہ بعد موت کلام سے قسم نہ ٹوٹے گی اس پر مبنی ہے کہ قسم کی بناء عرف پر ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مُردے حقیقۃً نہیں سُنتے، جس طرح ہمارے علماء نے فرمایا کہ جو گوشت نہ کھانے کی قسم

کھائے مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا حالانکہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اسے تروتازہ گوشت فرمایا۔

اسی طرح شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث حنفی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں بعد ذکر مسئلہ کہ :

اگر یکے سوگند خورد کہ کلام نہ کنم پس کلام کرد او را بعد مردن او حانث نمی گردد[4]	اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے بات نہ کروں گا، پھر اس کے مرنے کے بعد اس سے کلام کیا حانث نہ ہوگا۔ (ت)

اس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں :

بنائے ایمان برعرف و عادت است نہ برحقیقت[5]	قسم کی بنیاد عرف و عادت پر ہے حقیقت پر نہیں (ت)

---

[1] رمز الحقائق شرح کنز الدقائق کتاب الایمان باب الیمین فی الدخول والسکنی نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۰۷

[2] فتح القدیر " " باب الیمین فی الکلام " " " ۴/ ۴۱۷

[3] مرقاۃ المفاتیح باب حکم الاسرار فصل اول مسئلہ سماع الموتٰی مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/ ۱۱

[4] اشعۃ اللمعات " " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۲۹۹

[5] " " " " " " " " " " " ۳/ ۴۰۰

وباللہ التوفیق و بہ الوصول الی ذری التحقیق (اور خدا ہی سے توفیق ہے اور اسی کی مدد سے بلندیٔ تحقیق تک رسائی ۔ ت) مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے زید سے نہ بولوں گا ، تو یہ قسم زید کی حالتِ حیات پر مقصود رہتی ہے ۔ اگر بعد انتقال زید سے کلام کرے حانث نہ ہوگا ۔ اصل مسئلہ ہمارے ائمۂ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے صرف اس قدر ہے ، اور اس کی وجہ یہ کہ ہمارے نزدیک بنائے یمین عرف پر ہے ، لفظ سے جو معنی عرفاً مراد و مفہوم ہوتے ہیں ان پر قسم وارد ہوتی ہے نہ کہ معنی لغوی یا شرعی پر ، تمام کتبِ مذہب اور خود ان کتب مذکورہ میں (جن کی عبارات کو منکرین براہِ جہل یا تجاہل اپنی سند سمجھے) اس امر کی تصریحات جلیہ ہیں ، مثلاً قسم کھائی بچھونے پر نہ بیٹھے گا یا چراغ سے روشنی نہ لے گا یا چھت کے نیچے نہ آئے گا تو زمین پر یا دھوپ میں یا زیرِ آسمان بیٹھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی اگرچہ قرآن عظیم میں زمین کو فرش اور آفتاب کو سراج اور آسمان کو سقف فرمایا ،

قال اللہ تعالٰی جعل لکم الارض فراشاً[1] و قال اللہ تعالٰی وجعل فیہا سراجا و قمرا منیرا[2] وقال اللہ تعالٰی وجعلنا السماء سقفا محفوظا[3]۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے : تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔ اور فرماتا ہے : اس میں ایک چراغ اور روشن چاند بنایا۔ اور فرماتا ہے : ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا۔ (ت)

یُوں ہی قسم کھائی کسی گھر میں نہ جائے گا ، تو مسجد وغیرہ معابد میں جانے سے حانث نہ ہوگا اگرچہ لغۃً ان پر بھی گھر کا لفظ صادق ، وجہ وہی ہے کہ اگرچہ شرعاً یا لغۃً یہ اشیاء اُن الفاظ میں داخل مگر ایمان میں عرفاً شمول درکار ہے وُہ یہاں غیر حاصل ، بعینہٖ اسی وجہ سے مسئلہ مذکورہ میں بعد موت بولنے سے حنث زائل کہ کسی سے نہ بولنا عرفاً اس کی موت کے بعد سلام و کلام کو غیر شامل ، اس سے یہ تراش لینا کہ ہمارے اصل ائمۂ مذہب کے نزدیک میّت سے کلام حقیقۃً یا شرعاً کلام نہیں محض باطل ، اور ایسا گمان کرنے والا اصل مبنائے مسئلہ سے جاہل یا ذاہل ۔ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے جس طرح یہ تصریح فرمائی یُوں ہی یہ بھی کہ صورت مذکورہ میں اگر یہ قسم کھانے والا اور زید دونوں نماز میں تھے اور زید نے سلام پھیرنے میں ہمراہیوں پر سلام کی نیّت کی حانث نہ ہوگا اور بیرون نماز اگر زید کسی مجمع میں ہو اور قسم کھانے والا السّلام علیکم کہے حانث ہو جائے گا ، یونہی اگر زید امام تھا اور یہ مقتدی ، زید نماز میں کچھ بھولا اس نے بتایا قسم نہ ٹوٹے گی ، اور نماز سے باہر بتایا ٹوٹ جائے گی ۔ بحر الرائق و ردالمحتار وغیرہ کتبِ کثیرہ میں ہے :

لو سلم علی قوم ھو فیھم حنث الا ان

اگر کسی جماعت کو سلام کیا جس میں وہ بھی موجود ہے

---

[1] القرآن ۲/ ۲۲ [2] القرآن ۲۵/ ۶۱
[3] القرآن ۲۱/ ۳۲

بڑے متبع حدیث ہیں، ورنہ خفا۔ حدیث کی طرف سے رو در قفا۔ اب لاکھ پکارا کیجئے تعالوا الی الرسول (رسول کی طرف آؤ۔ ت) کون سنتا ہے، کسے قبول، خوبی یہ کہ سب کو چھوڑ کر جن کا دامن پکڑا اُن کے کلمات میں بھی دع ما کدر (گدلے کو چھوڑ دو۔ ت) پر عمل رہا۔ طُرفہ تریہ کہ خود اُن کی عبارتوں میں عقل و دانش و انصاف کو غور و نظر کی رخصت نہ دی، نہ احتمال و استدلال میں تمیز کی۔ ہاں طالب تحقیق و صاحب توفیق براہِ انصاف و ترکِ اعتساف ادھر آئے کہ بعونہٖ تعالٰی رفعِ حجاب و دفعِ اضطراب و تنقیحِ جواب و توضیحِ صواب کے دریا لہراتے پائے۔

فاقول وبحول اللہ تعالٰی اصول تقریر جوابات سے پہلے چند مقدماتِ مفید لائقِ تمہید والتوفیق من اللہ العزیز الحمید:

مقدمۂ اولٰی: فصولِ سابقہ میں ثابت ہولیا کہ اہلسنت کے نزدیک رُوح کے لیے فنا نہیں، موت سے رُوحوں کا مرجانا بدمذہبوں کا قول ہے، کتبِ عقائد مثل مقاصد و مواقف و طوالع، اور اُن کی شروح وغیرہا اس کی تصریحات سے مالامال ہیں۔ یہ مسئلہ بلکہ خود روح جسم کے علاوہ ایک شئی ہونا ہی اگرچہ بنظر بعض الناس منجملہ نظریات تھا جس کے سبب امامِ اجل فخر الدین رازی کو تفسیر کبیر میں زیر کریمہ یسئلونك عن الروح[1] اس پر سترہ حجج قاہرہ[عہ] کا قائم کرنا پڑا مگر قرآن وحدیث پر اتنے نصوصِ واضحہ قاطعہ عطا نہیں فرماتے جن کا حصر و شمار ہوسکے۔ اور اب تو بحمد اللہ تعالٰی یہ باتیں اہلِ اسلام میں بدیہیات سے ہیں جان کا جاننا ہر ایک کی جان نہیں مگر انجان سا انجان جان کا جانا جسم سے نکلنا ضرور جانتا ہے اور ساتھ ہی فاتحہ و خیرات و ایصالِ ثوابِ حسنات صدقات سے بتا دیتا ہے کہ وہ روح کو باقی و برقرار مانتا ہے تو موت حقیقۃً صفتِ بدن ہے نہ کہ وصفِ روح، ولہذا علامۃ الوجود مفتی ابو السعود محمد عمادی نے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں زیرِ قولہ تعالٰی بل احیاءٌ عند ربھم (بلکہ وہ اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں۔ ت) فرمایا:

فیہ دلالۃ علی ان روح الانسان جسم لطیف لایفنی بخراب البدن ولا یتوقف علیہ ادراکہ وتألمہ والتذاذہ۔[2]

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کی رُوح ایک جسم لطیف ہے جو بدن کے ہلاک ہونے سے فنا نہیں ہوتی اور اس کا ادراک اور لذت و الم پانا بدن پر موقوف نہیں (ت)

عہ ان میں بعض دلائل کا خلاصہ عنقریب آتا ہے جن سے بعد موتِ بدن حیاتِ رُوح بھی ثابت ۱۲ منہ (م)

---

[1] القرآن ۱۷/ ۸۵

[2] ارشاد العقل السلیم تحت آیۂ مذکورہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۱۲

ولا علی الاستعمال القرآنی کما عند مالک ولا علی النیۃ مطلقا کما عند احمد[1]

ہے ـــ نہ ہی قرآن کے استعمال پر ـــ جیسا کہ امام مالک کے یہاں ہے ـــ نہ ہی مطلقاً نیت پر ـــ جیسا کہ امام احمد کے یہاں ہے۔ (ت)

اسی کفایہ میں ہے:

الاصل ان الالفاظ المستعملۃ فی الایمان مبنیۃ علی العرف عندنا وعند الشافعی علی الحقیقۃ لان الحقیقۃ حقیق بان یراد وعند مالک علی معانی کلام القرآن لانہ علی اصح اللغات وافصحھا ولنا ان غرض الحالف ماھو المتعارف فینعقد بغرضہ[2]

اصل یہ ہے کہ قسم میں جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں ہمارے نزدیک ان کی بنا عرف پر ہے اور امام شافعی کے یہاں حقیقت پر ہے اس لیے کہ حقیقت اس قابل ہے کہ مراد ہو۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے یہاں الفاظ قرآن کے معانی پر بنا ہے اس لیے کہ قرآن سب سے زیادہ صحیح اور فصیح زبان پر وارد ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قسم کھانے والے کی غرض وہی ہوتی ہے جو عرف میں ہے تو اسی کی غرض سے منعقد ہوگی۔ (ت)

اُسی میں ہے:

رجحنا العرف علی الحقیقۃ لان مبنی الایمان علی العرف[3]

ہم نے عرف کو حقیقت پر ترجیح دی اس لیے کہ قسم کی بنا عرف ہی پر ہوتی ہے۔ (ت)

اسی مستخلص شرح کنز میں کفایہ کا پہلا کلام بعینہٖ نقل کرکے لکھا:

کذا فی الکفایۃ وقد ذکر فخر الاسلام فی اصولہ ان من جملۃ ما ترک بہ الحقیقۃ خمسۃ انواع وعد من جملتہا استعمال العرف الغالب[4]

اسی طرح کفایہ میں ہے۔ اور فخر الاسلام نے اصول میں بیان فرمایا ہے کہ جن امور سے حقیقت متروک ہوجاتی ہے وہ پانچ قسم کے ہیں، ان میں اکثری عرف کے استعمال کو بھی شمار کیا۔ (ت)

اُسی عینی شرح کنز میں ہے:

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الدخول والسکنی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۷
[2] الکفایۃ مع فتح القدیر 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[3] 〃 〃 〃 مسائل متفرقہ 〃 〃 ۴/ ۴۷۳
[4] مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول والسکنی دلی پرنٹنگ پریس دہلی ۲/ ۳۳۷

marfat.com

ان سب عبارات کا محصل یہ کہ رُوح پر اطلاق فانی باعتبار جسم واقع ہُوا یعنی اے وُہ روحو! جن کے بدن فنا ہوگئے تم پر سلام ہو۔ ورنہ خود رُوح کے لیے ہرگز فنا نہیں۔ ولہذا دوسرے فقرے میں اس کی تفسیر فرمادی کہ گلے ہوئے بدن یعنی عام لوگوں کے لیے کہ شہداء اور ان کے مثل خواص کے جسم بھی سلامت رہتے ہیں۔ اس کے بعد تیسیر و سراج المنیر دونوں میں ہے:

فیہ ان الاموات یسمعون اذ لا یخاطب الا من یسمع[1]۔

یعنی اس حدیث سے بھی ثابت ہُوا کہ مُردے سُنتے ہیں کہ خطاب اسی سے کیا جاتا ہے جو سنتا ہو۔

احادیث نوعِ اوّل مقصد اوّل پر نظر تازہ کیجئے تو وُہ ایک ساتھ ان مطالب کو ادا کر رہی ہیں کہ بدن و رُوح دونوں پر میّت کا اطلاق ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتی ہیں کہ حقیقتِ موت بدن کے لیے ہے رُوح اس سے پاک و مبرّا ہے مثلاً حدیث پنجم میں ارشاد ہُوا کہ جو شخص مُردے کو نہلاتا کفناتا اٹھاتا دفناتا ہے مُردہ اسے پہچانتا ہے، ظاہر کہ یہ افعال بدن پر وارد ہیں نہ کہ رُوح پر، اور پہچاننا کام رُوح کا ہے، اور جب وُہ اپنے علم و ادراک پر باقی ہے تو اُسے موت کہاں! موت کی چھوٹی بہن نیند میں تو پہچان رہتی نہیں، موت میں کیونکر رہتی! یونہی حدیث ۶ و ۷ و احادیث ۱۰ تا ۱۵ وغیرہ سب اسی طرح ان جملہ مطالب کی مفاد مؤدی ہیں کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) لاجرم شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا:

موت بمعنی عدم حس و حرکت و عدم ادراک و شعور جسد را رومی دہد و رُوح را اصلاً تغیّرے نمی شود چنانچہ حامل قوٰی بود حالا ہم ہست و شعورے و ادراکے کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صاف تر و روشن تر پس ارواح را مطلقاً خواہ روح شہید باشد یا روح عامہ مومنین یا رُوح کافر و فاسق باین معنی مُردہ نتواں گفت، مردگی صفتِ بدن است کہ شعور و ادراک و حرکات و تصرفات کہ بسبب تعلق روح باوی از وی ظاہر می شدند و حالا نمی شوند آری روح را بدو معنی موت لاحق می شود اول آنکہ از مفارقت بدن

موت کا یہ معنی کہ حس و حرکت ختم ہوجائے اور ادراک و شعور مفقود ہوجائے، صرف جسم کے لیے ہوتا ہے۔ اور رُوح میں بالکل کوئی تغیّر نہیں ہوتا، وُہ جیسے پہلے حاملِ قوٰی تھی اب بھی ہے۔ پہلے جو شعور و ادراک اس کے پاس تھا وہ اب بھی ہے بلکہ اب زیادہ صاف اور روشن ہے۔ تو اس معنی کر کے رُوح کو مُردہ نہیں کہہ سکتے، مطلقاً خواہ شہید کی رُوح ہو یا عام مومن کی رُوح یا کافر و فاسق کی رُوح موت بدن کی صفت ہے کہ روح کے تعلق کی وجہ سے جو شعور و ادراک اور حرکات و تصرفاتِ بدن سے

---

[1] السراج المنیر شرح الجامع الصغیر تحت آیہ مذکورہ مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۳/۱۲۵

marfat.com

اصل بات تو اتنی ہے جسے انکارِ سماعِ موتٰی سے نام کو مس بھی نہیں مگر بعض شروح مثل کتب خمسہ مذکورہ وغیرہا میں اس مسئلہ کی توجیہ و تاویل و وجہ و دلیل کچھ ایسے طور پر واقع ہوئی جس سے بنظرِ ظاہر بے فکر غائر کچھ وہم خلاف پیدا ہو، حضرات منکرین اور یہ ایک منکرین کیا اہلسنت کے تمام مخالفین ہمیشہ الغریق یتشبث بکل حشیش کے مصداق ہوتے ہیں ڈوبتا سوار (تنکا) پکڑتا ہے، اپنے صریح مفر سے بھی تو استدلال کرلاتے ہیں، پھر جس میں بظاہر کچھ نفع کا وہم نکلتا ہو اس کا کہنا ہی کیا ہے، اب احادیث صحیحہ صریحہ جلیلہ جزیلہ کے تمام قاہر، باہر، ظاہر تصریحات سب اٹھا کر طاقِ نسیاں پر رکھ دیں، صحابہ و تابعین وائمہ دین، سلف صالحین و خلف کاملین سب کے ارشادات جلیلہ علیہ سے آنکھیں بند کرلیں، احادیث اور وُہ ارشاداتِ ائمہ کیوں دیکھے جاتے وہاں تو انکار کی قلعی کھلتی ہے، نبی مطلع علی الغیب کے ارشاد سے اسی برزخی حالِ پنہاں کی خبر اپنی خواہش کے خلاف ملتی ہے، اقوالِ علماء میں اجماعِ اہلسنت کے بادل گرج رہے ہیں جنھیں سُن کر اختراعِ انکار کی چھاتی دہلتی ہے، چار ناچار انھیں چند عباراتِ موہمہ کے معانی موہومہ پر ایمان لانا فرض ٹھہرا، خدارا انصاف! اگر معاذ اللہ صورت برعکس ہوتی کہ حضرات کی طرف وہ دلائل قاہرہ، احادیثِ متواترہ و نقولِ اجماعِ اہلِ سنّت ہوتیں اور دوسرا ان کے خلاف ایسی چند عبارات سے استناد کرتا کیا کچھ نہ بکھرتے پھرتے، طعن و تشنیع کے رنگ نکھرتے، مگر اپنے لیے سب کچھ حلال ہے، کیا کریں اس میں گنجائش نہیں تنگ مجال ہے ذٰلك مبلغهم من العلم (یہی ان کا مبلغِ علم ہے۔ت) طُرہ یہ کہ ان میں مدعیانِ حنفیت درکنار، حضرات غیر مقلدین بھی انکارِ سماعِ موتٰی پر مرتے جان دیتے ہیں اور نصوصِ صریحہ، احادیثِ صحیحہ چھوڑ کر ایسے ہی بعض عباراتِ موہمہ کی آڑ لیتے ہیں۔ اب نہ عمل بالحدیث کی آن، نہ اتخذوا احبارهم ورهبانهم[1] (اپنے عالموں اور راہبوں کو خدا کو چھوڑ کر رب بنالیا ہے۔ت) پر ایمان۔ بات یہ ہے کہ منکر صاحبوں کے یہاں دین و شریعت اپنی ہوا و ہوس کا نام ہے جہاں جیسا موقع دیکھا اُسی سے کام ہے۔ ان حضرات کے عمل بالحدیث کی وہی حالت ہے جو قرآن عظیم میں اصل اصول مذہب ذو الخویصرہ تمیمی کے دربارہ صدقات ارشاد فرمائے کہ:

ومنهم من يلمزك فى الصدقٰت فان اعطوا منها رضوا وان لم يعطوا منها اذا هم يسخطون[2]

ان میں کوئی وُہ ہے جو صدقات کے بارے میں تم پر عیب لگاتا ہے۔ اگر انھیں ان میں سے کچھ دے دیا جائے تو راضی ہوجائیں اور نہ دیا جائے تو ناراض ہوجاتے ہیں (ت)

ارشاداتِ حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے زعم میں ان کے ہوسات کو جگہ دی تو خوش ہیں

---

[1] القرآن ۱۰/۳۱

[2] القرآن ۱۰/۵۸

معرضِ فساد و ملحق بالجماد کردے۔ موت مجازی کہ رُوح کے لیے ہے ان سب آفات سے پاک ومبرّا ہے و للّٰہ الحمد والحجۃ السامیہ۔

مقدمۂ ثانیہ: عاقل جانتا ہے کہ علم و ادراک صفتِ جان پاک ہے نہ کہ وصفِ مشتِ خاک، قال اللہ عزّ وجلّ:

ماکذب الفؤاد ما رأی[1] علی القول المختار ان المراد بالرؤیۃ بحاسۃ البصر[2]

دل نے غلط نہ کہا اُسے جو آنکھ نے دیکھا۔ یہ معنی قولِ مختار کی بنیاد پر ہے کہ یہاں رؤیت سے مراد حاسۂ نگاہ سے دیکھنا ہے۔ (ت)

تفسیر کبیر میں ہے:

ان الانسان شیئ واحد و ذلك الشیئ ھو المبتلی بالتکالیف الالٰھیۃ والامور الربانیۃ وھو الموصوف بالسمع و البصر ومجموع البدن لیس کذلك ولیس عضو من اعضاء البدن کذلك، فالنفس شیئ مغائر لجملۃ البدن ومغائر لاجزاء البدن وھو موصوف بکل ھٰذہ الصفات[3]

انسان ایک شیئ واحد ہے، اسی شیئ کا تکلیفاتِ شرعیہ اور احکامِ ربانیہ سے ابتلا ہے۔ وہی سننے دیکھنے سے متصف ہے۔ اور پُورا بدن یہ صفت نہیں رکھتا نہ ہی اعضائے بدن میں سے کوئی عضو اس وصف کا ہے، تو رُوح پُورے بدن کے مغایر اور ہر جزءِ بدن کے مغایر ایک شیئ ہے، وہی ان تمام صفات سے متصف ہے۔ (ت)

اسی میں بعد اقامت حجج کے لکھتے ہیں:

فثبت بما ذکرنا ان النفس الانسانیۃ شیئ واحد وثبت ان ذلك الشیئ ھو المبصر والسامع والشام والذائق واللامس و المتخیل والمتفکر والمتذکر و المشتھی والغاضب وھو الموصوف بجمیع

یہاں مذکورسے ثابت ہُوا کہ روحِ انسانی ایک شیئ واحد ہے، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہی شیئ دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے، چھُونے، خیال کرنے، سوچنے، یاد کرنے، خواہش کرنے، غصہ کرنے والی ہے، وہی تمام ادراکات سے متصف ہے

---

[1] القرآن ۵۳/۱۱

[2] المصباح المنیر کتاب الباء منشورات دار الہجرۃ قم ایران ۱/۴۷

[3] التفسیر الکبیر تحت ویسئلونك عن الروح المطبعۃ البہیۃ العربیۃ، الازہر مصر ۲۱/۵۲

marfat.com

پھر بھی مجازاً روح مفارق عن البدن پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔ حدیث میں ہے:

اللّٰھم رب الارواح الفانیۃ والاجساد البالیۃ[1] الحدیث ولفظہ عند ابن السنی عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اذا دخل الجبانۃ، یقول السلام علیکم ایتھا الارواح الفانیۃ والابدان البالیۃ والعظام النخرۃ التی خرجت من الدنیا وھی باللّٰہ المؤمنۃ، اللّٰھم ادخل علیھم روحا منك وسلاما منا[2]۔

اے اللہ فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام کے رب، الحدیث۔ ابن السنی کے یہاں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت سے، اس کے الفاظ یہ ہیں، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: تم پر سلام ہو اے فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام اور گلی ہوئی ہڈیو! جو دُنیا سے خدا پر ایمان کے ساتھ نکلے، اے اللہ! ان پر اپنی جانب سے آسائش اور ہماری طرف سے سلام پہنچا۔ (ت)

علامہ عزیزی اس حدیث کے نیچے سراج المنیر میں فرماتے ہیں: (الارواح الفانیۃ) ای الفانی اجسادھا[3] (ارواح فانی کا مطلب یہ ہے کہ جن کے جسم فانی ہیں۔ ت)

علامہ زین العابدین مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں: یعنی الارواح التی اجسادھا فانیۃ والا فالارواح لاتفنی[4] یعنی وہ ارواح جن کے جسم فانی ہیں ورنہ ارواح تو فنا نہیں ہوتیں۔ ت)

علامہ حفنی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

قولہ الفانیۃ ای الفانیۃ اجسادھا اذ الارواح لاتفنی ولذا اتی بالجملۃ بعدھا مفسرۃ لذلك اعنی والابدان البالیۃ ای فی غیر نحو الشھداء[5]۔

اس کا قول "الفانیۃ" یعنی جن روحوں کے جسم فانی ہیں کیونکہ رُوحیں فنا نہیں ہوتیں، اسی لیے اس کی تفسیر کرنیوالا جملہ بعد میں لائے۔ میری مراد، الابدان البالیہ (بوسیدہ اجسام) یعنی شہداء کے ماسوا اجسام بوسیدہ ہیں (ت)

---

[1] تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ کتاب الذکر والدعاء فصل ثالث دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳۲۸/۲
[2] کتاب عمل الیوم واللیلۃ باب مایقول اذا خرج الی المقابر حدیث ۵۹۳ نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۱۹۸
[3] السراج المنیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث مذکورہ مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۱۲۵/۳
[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر " " مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیۃ ۲۴۸/۲
[5] حواشی الحفنی علی ھامش السراج المنیر " " مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۱۲۵/۳

marfat.com

خاصہ اوست[1] اھ ملخصا۔ لذّت والم اس کا خاصہ ہے اھ تلخیص (ت)

اقول اس معنیٰ پر شرع سے بھی دلائل قاطعہ قائم، قرآنِ عظیم و اجماعِ عقلاء دو شاہد عدل ہیں کہ انسان سمیع وبصیر ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ان خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعا بصیرا[2]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک ہم نے آدمی کو ملے ہُوئے نطفے سے پیدا کیا تاکہ اُسے جانچیں، پھر ہم نے اسے سُننے دیکھنے والا بنادیا۔ (ت)

اور عقلاً ونقلاً بدیہیات سے ہے کہ انسان کی آنکھ، کان انسان نہیں تو یقیناً ثابت کہ یہ جسے سمیع وبصیر فرمایا چشم و گوش نہیں اور باقی اعضا کا سمع وبصر سے بے علاقہ ہونا واضح تر، تو وہ نہیں مگر رُوح۔ ولہٰذا قرآن مجید فرماتا ہے:

ألھم ارجل یمشون بھا، ام لھم اید یبطشون بھا، ام لھم اعین یبصرون بھا، ام لھم اذان یسمعون بھا[3]۔

کیا ان کے پاس پاؤں ہیں جن سے وُہ چلتے ہیں، یا ہاتھ ہیں جن سے وُہ پکڑتے ہیں، یا آنکھیں ہیں جن سے وُہ دیکھتے ہیں، یا کان ہیں جن سے وُہ سنتے ہیں (ت)

افعال سمع وبصر کی اضافت صاحبِ جوارح کی طرف فرمائی اور جوارح پر بائے استعانت آئی، ثابت ہوا کہ فاعل وسامع وبصیر رُوح ہے اور بدن صرف آلہ۔ اسی طرح تمام نصوص احوالِ برزخ کہ بعد فنائے بدن بقائے ادراکات پر شاہد ہیں جن سے جملہ کثیرہ فصول سابقہ میں گزرا، سب سے ثابت کہ مدرک غیر بدن ہے، ہاں کبھی مجازاً بدن کی طرف بھی بوجہ آلیت نسبتِ ادراکات ہوتی ہے، قال اللہ تعالیٰ وتعیھا اذن واعیۃ[4] (اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اور کوئی سمجھ والا کان اُسے سمجھے۔ ت)۔ معالم میں ہے: قال قتادۃ اذن سمعت وعقلت ما سمعت[5] (حضرت قتادہ نے فرمایا: کوئی کان جو سُنے اور سُنی ہُوئی بات کو سمجھے۔ ت) مدارک میں ہے:

قال قتادۃ اذن عقلت من اللہ تعالیٰ و انتفعت بما سمعت[6]۔

حضرت قتادہ نے فرمایا: کوئی کان جس نے خدا تعالٰی سے کلام کو سمجھا اور سُنی ہُوئی بات سے فائدہ اٹھایا۔ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم سورۃ الطارق مسلم بک ڈپو، لال کنواں دہلی ص ۲۲۶

[2] القرآن ۷۶/ ۲ [3] القرآن ۷/ ۱۹۵ [4] القرآن ۶۹/ ۱۲

[5] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ مذکورہ مصطفی البابی مصر ۷/ ۱۴۳

[6] تفسیر النسفی المعروف بہ مدارک التنزیل " دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۲۸۶

marfat.com

از ترقی باز می ماند، دوم بعضے تمتعات مثل اکل وشرب از دستِ اُومی روند لہذا او را نیز در شرع حکم بموت می فرمایند امّا دریں امور فقط اما شہیدانِ راہِ خدا را درحقیقت ایں دو معنی ہم نیست بلکہ ایشاں زندگانند دائماً در ترقی وتمتعات جسدانیہ نیز از ایشاں موقوف نہ شدہ[1] اھ مختصراً۔

ظاہر ہوتے تھے اب نہیں ہوتے —— ہاں روح کو دو معنی میں موت لاحق ہوتی ہے —— ایک یہ کہ بدن سے جُدا ہو جانے کے بعد اس کی ترقی رک جاتی ہے، دُوسرے یہ کہ کھانے پینے جیسی لذتیں اس کے قبضے سے نکل جاتی ہیں —— اسی لئے شریعت میں اس کے لیے بھی موت کا حکم دے دیتے ہیں لیکن وہ بھی صرف ان باتوں میں —— مگر خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کے لیے حقیقت میں یہ دونوں معنی بھی نہیں بلکہ یہ حضرات زندہ ہیں اور ان کی ترقی ہمیشہ جاری ہے، اور جسمانی لذتیں بھی ان سے موقوف نہیں الخ (ت)

اسی میں ہے:

جانِ آدمی ہرچند در شدائد و مصائب گرفتار شود بحفظِ الٰہی محفوظ است شکستہ شدن و فنا پذیرفتن آں از محالات است ولہذا در حدیث شریف وارد است انما خلقتم للابد یعنی جانِ آدمی کہ درحقیقت آدمی عبارت از آنست ابدی است ہرگز فنا پذیر نیست، وآنچہ درعرف مشہور است کہ موت ہلاک جان می کند محض مجاز است نہایت کار موت آنست کہ جان از بدن جدا شود و بدن بسبب نایافت مربّی ومحافظ از ہم باشد والا جان را فنا متصور نیست و اثبات عالمِ برزخ و امکان حشر ونشر مبنی برہمیں مسئلہ است[2] الخ۔

آدمی جس قدر بھی سختیوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہو مگر اس کی رُوح خدا کی حفاظت کے باعث محفوظ ہے، اس کا ٹوٹنا پھوٹنا اور فنا ہونا محال ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے تم ہمیشہ کے لیے پیدا کئے گئے ہو —— یعنی تمھاری جان اور رُوح —— کہ حقیقت میں انسان اسی سے عبارت ہے —— ابدی اور جاودانی ہے، وہ کبھی بھی فنا ہونے والی نہیں۔ اور وہ جو عرف میں مشہور ہے کہ موت جان کو ہلاک کر دیتی ہے محض مجاز ہے۔ موت کا زیادہ سے زیادہ اثر یہ ہے کہ جان بدن سے جُدا ہوتی ہے اور بدن اپنے مربّی ومحافظ کو کھو دینے کی وجہ سے بکھر کر رہ جاتا ہے، ورنہ جان کے لیے فنا متصوّر نہیں۔ عالمِ برزخ اور امکانِ حشر ونشر کے اثبات کی بنیاد اسی مسئلہ پر ہے الخ۔ (ت)

بالجملہ موت بہ معنیٔ حقیقی کہ بدن ہی کو عارض ہوتی ہے وہی ایسی چیز ہے کہ جسے لاحق ہو مہمل ومعطل و

---

[1] تفسیر عزیزی پارہ سیقول آیت ولاتقولوا لمن یقتل الخ مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۵۵۹

[2] ؍؍ ؍؍ پارہ عم سورۃ الطارق ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲۲۶

marfat.com

عذاب جو کچھ ہے رُوح وجسم دونوں پر ہے۔ امام جلیل جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں:

عذاب القبر محله الروح والبدن جمیعا باتفاق اھل السنۃ وکذا القول فی النعیم[1]۔

باتفاقِ اہلِ سنّت عذابِ قبر اور آسائشِ قبر کا محل رُوح اور بدن دونوں ہیں۔ (ت)

اور اس پر شرعِ مطہر سے نصوص کثیرہ وشہیرہ متواتر دال ہیں جن کے استقصا کی طرف راہ نہیں، اسی کتاب کی احادیث مذکورہ میں بکثرت اس کے دلائل ہیں کما تری۔ اسی طرح سوالِ نکیرین بھی رُوح و بدن دونوں سے ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

لیس السوال فی البرزخ للروح وحدھا کما قال ابن حزم وغیرہ وافسد منہ قول من قال انہ للبدن بلا روح والاحادیث الصحیحۃ ترد القولین[2]۔

برزخ میں تنہا روح سے سوال نہیں جیسے ابنِ حزم وغیرہ کا قول ہے اور اس سے زیادہ فاسد اُس کا قول ہے جو کہتا ہے کہ سوال صرف بدنِ بے روح سے ہے۔ صحیح احادیث دونوں قولوں کی تردید فرماتی ہیں۔ (ت)

اور جماد من حیث ہو جماد سے سوال یا اُسے لذّت خواہ الم کا ایصال بداہۃً محال۔ لاجرم وقتِ سوال بدن کو ایک نوعِ حیات کی عود سے چارہ نہیں، اگرچہ ہم اس کی کیفیت جزماً نہ جانیں۔ امام اجل ابو البرکات نسفی عمدۃ الکلام میں فرماتے ہیں:

عذاب القبر للکفار ولبعض العصاۃ من المؤمنین والانعام لاھل الطاعۃ باعادۃ الحیاۃ فی الجسد وان توقفنا فی اعادۃ الروح حق[3]۔

کفار اور بعض گنہگار مومنین کے لیے عذابِ قبر اور اور اہلِ طاعت کے لیے آسائش وانعام حق ہے اس طرح کہ جسم میں زندگی لوٹا دی جائے اگرچہ رُوح کے لوٹانے میں ہمیں توقف ہو۔ (ت)

امام الائمہ مالک الازمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

سوال منکر ونکیر فی القبر حق واعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق[4]۔

قبر میں منکر نکیر کا سوال حق ہے، اور قبر میں بندے کی طرف رُوح کا اعادہ حق ہے۔ (ت)

---

[1] شرح الصدور باب عذاب القبر خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۷۶

[2] شرح فقہ الاکبر تعلق الروح بالبدن علی خمسۃ انواع مطبع قیومی کانپور بھارت ص ۱۵۴

[3] عمدۃ الکلام للنسفی

[4] فقہ اکبر ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور ص ۱۸

marfat.com

الادراکات لکل المدرکات وھو موصوف بجمیع الافعال الاختیاریۃ والحرکات الارادیۃ۱؎

اور وہی تمام افعال اختیاریہ اور حرکات ارادیہ سے متصف ہے۔ (ت)

پھر فرمایا:

لما کانت النفس شیئا واحدا امتنع کون النفس عبارۃ عن البدن وکذا القوۃ السامعۃ وسائر القوی فانا نعلم بالضرورۃ انہ لیس فی البدن جزء واحد ھو بعینہ موصوف بالابصار والسماع والفکر فثبت ان النفس الانسانیۃ شیئ واحد موصوف بجملۃ ھذہ الادراکات وثبت بالبداھۃ ان البدن وشیئا من اجزاء البدن لیس کذلک ولنقرر ھذا البرھان بعبارۃ اخری فنقول نعلم بالضرورۃ انا اذا ابصرنا شیئا عرفناہ واذا عرفناہ اشتھیناہ واذا اشتھیناہ حرکنا ابداننا الی القرب منہ فوجب القطع بان الذی ابصر ھو الذی عرف ھو الذی اشتھی ھو الذی حرک۲؎ الی اخرما اطال واطاب ھذا مختصر ملتقطا۔

جب روح شیئ واحد ہے تو محال ہے کہ روح بدن سے یا قوت سامعہ یا دیگر قوی سے عبارت ہو، اس لیے کہ ہمیں بدیہی طور پر معلوم ہے کہ بدن میں کوئی ایک خاص جزء ایسا نہیں کہ وہی دیکھنے سننے اور تفکر کرنے سے متصف ہو تو ثابت ہوا کہ روح انسانی وہ شیئ واحد ہے جو ان تمام ادراکات سے متصف ہے ـــ اور بدیہی طور پر یہ بھی ثابت ہے کہ بدن اور اجزائے بدن میں کوئی جزء ایسا نہیں ـــ اسی دلیل کی تقریر ہم دوسرے الفاظ میں یوں کرتے ہیں کہ بدیہی طور پر ہم جانتے ہیں کہ جب ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کو پہچان لیتے ہیں اور جب اسے پہچان لیتے ہیں تو ہم اس کی خواہش کرتے ہیں اور جب اس کی خواہش کرتے ہیں تو اپنے بدن کو اس سے قریب ہونے کے لیے حرکت دیتے ہیں تو اس بات کا قطعی طور پر حکم کرنا ضروری ہے کہ جس نے دیکھا اسی نے پہچانا، اسی نے خواہش کی، اسی نے حرکت دی۔

امام رازی نے اس کی مزید تفصیل اور عمدہ تقریر فرمائی ہے، یہاں اختصار کے ساتھ جگہ جگہ کی عبارتوں کا انتخاب نقل ہوا۔ (ت)

تفسیر عزیزی میں ہے:

جزو اعظم جان است وشعور و ادراک و تلذذ و تألم

جزءِ اعظم جان ہے، اور شعور و ادراک اور احساس

۱؎ التفسیر الکبیر تحت یسئلونک عن الروح المطبعۃ البہیۃ العربیۃ بمیدان الازہر مصر ۲۱/ ۴۷

۲؎ " " " " " " ۲۱/ ۴۷و۴۸

فی تلک الاجزاء التی لایاخذھا البصروان اللہ علی ذلک لقدیر والخلاف فیہ ان کان بناء علی انکار عذاب القبر امکن والافلا یتصوّر من عاقل القول بالعذاب مع عدم الاحساس[1]۔

توحیات ان ہی اجزاء میں کر دی جائے گی جو نظر نہیں آتے، اور بلاشبہہ اللہ اس پر قادر ہے۔ اس سے اختلاف اگر عذابِ قبر سے انکار کی بنا پر ہو تو ہوسکتا ہے ورنہ کسی عاقل سے متصوّر نہیں کہ وہ اس کا قائل ہو کہ بغیر احساس کے عذاب ہوگا۔ (ت)

پھر رُوح کی نسبت تو اُوپر واضح ہوچکا کہ اس کی حیات مستمرہ غیر منقطعہ ہے، مگر بدن کے لیے بعد عود بھی استمرار ضرور نہیں کہ وُہ ایک تعلق خاص بمقصد خاص ہوتا ہے جس کے انصرام پر اُس کا انقطاع بجا ہے۔ امام بدرعینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں بجواب معتزلہ دلائل اثباتِ عذابِ قبر میں فرماتے ہیں:

لنا اٰیات احدٰھا قولہ تعالٰی النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا فھو صریح فی التعذیب بعد الموت الثانیۃ قولہ تعالٰی ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فان اللہ تعالٰی ذکر الموتۃ مرتین وھما لاتتحققان الا ان یکون فی القبر حیاۃ وموت حتی تکون احدی الموتتین مایتحصل عقیب الحیاۃ فی الدنیا والاخری مایتحصل عقیب الحیاۃ التی فی القبر[2]

ہماری دلیل میں متعدد آیتیں ہیں، ایک، باری تعالٰی کا یہ ارشاد "وُہ (فرعون اوراس کے ساتھی) صبح و شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں" یہ بعد موت عذاب دیے جانے کے بارے میں صریح ہے۔ دوسری آیت: ارشادِ باری: "اے ہمارے رب! تُو نے دو بار ہمیں موت دی اور دو بار حیات دی"۔ اللہ تعالٰی نے دو بار موت کا ذکر فرمایا ہے، یہ اُسی وقت ہوگا جب قبر میں بھی موت وحیات ہو کہ ایک موت تو وہ ہے جو دنیا کی زندگی کے بعد ہوتی ہے اور دوسری وہ جو قبر والی زندگی کے بعد ہوتی ہے۔ (ت)

شرح الصدور میں بدائع سے ہے:

نقلت من خط القاضی ابی یعلی فی تعالیقہ لابد من انقطاع عذاب القبر لانہ من عذاب الدنیا والدنیا وما فیھا منقطع فلابد ان

قاضی ابویعلی کی قلمی تحریر جو ان کی تعلیقات میں ہے، اُس سے میں نے نقل کیا ہے کہ عذاب قبر کا منقطع ہونا ضروری ہے اس لیے کہ وُہ عذاب دُنیا کی جنس سے ہے

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الضرب والقتل نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۶۰

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب المیت یسمع خفق النعال ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر ۸/۱۴۵-۴۶

marfat.com

یہ بر تقدیر مجاز عقلی ہے اور محتمل کہ مجاز فی الطرف ہو یعنی روح پر اطلاقِ اذن، کما فی قولہ تعالٰی قل اذن خیر لکم[1] (جیسا کہ اس ارشاد باری میں: فرماؤ تمھارے لیے وُہ بھلائی کے کان ہیں۔ت) نعمائے جنت کی حدیث میں ہے: مالاعین رأت ولا اذن سمعت[2] (جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا۔ت) صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم جب تاکید توثیق روایت چاہتے فرماتے: ابصرت عیناى وسمع اذناى ووعاہ قلبی[3] (میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سُنا اور میرے دل نے اسے سمجھا۔ت) تفسیر کبیر میں ہے:

التحقیق ان الانسان جوھر واحد وھو الفعال وھو الدراك وھو المؤمن وھو الکافر وھو المطیع وھو العاصی، وھذہ الاعضاء اٰلات لہ وادوات لہ فی الفعل فاضیف الفعل فی الظاھر الی الاٰلۃ وھو فی الحقیقۃ مضاف الی جوھر ذات الانسان[4]۔

تحقیق یہ ہے کہ انسان ایک جوہر ہے وہی کام کرنے والا ہے، وہی سمجھنے والا ہے، وہی ایمان لانے والا ہے، وہی اطاعت کرنے والا ہے، وہی نافرمانی کرنے والا ہے، اور یہ اعضاء کام میں اس کے آلات واسباب ہیں تو ظاہر میں کام کی نسبت آلہ کی طرف کی گئی اور حقیقت میں وہ اسی جوہر ذاتِ انسان کی طرف منسوب ہے۔(ت)

مقدمہ ثالثہ: جب باجماعِ اہلِ حق رُوح کے لیے موت نہیں، اور تمام کُتبِ عقائد میں تصریح، اور شرح مقاصد کی عبارت فصل دوم نوعِ اول مقصدِ سوم میں گزری کہ اہلِ سنّت کے نزدیک جسم شرطِ حیات نہیں۔ معتزلہ اس میں خلاف کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ادراکات تابع حیات ہیں کما نص علیہ فی شرح طوالع الانوار للعلامۃ التفتازانی وللاصفھانی وشرح المواقف للسید الجرجانی (جیسا کہ علامہ تفتازانی و اصفہانی کی شرح طوالع الانوار اور سیّد شریف جُرجانی کی شرح مواقف میں اس کی تصریح ہے۔ت) ولہذا ہمارے نزدیک رُوح موت سے متغیر نہیں ہوتی اس کے علوم وادراکات بدستور رہتے ہیں جس کا بیان شافی بروجہ کافی فصل مذکور میں مسطور، تو رُوح بعد دفن فتنہ وسوال، یا نعیم ونکال، کسی امر میں ہرگز اعادۂ حیات کی محتاج نہیں کہ حیات وادراکات اس سے جُدا ہی کب ہوئے تھے، ہاں بدن ضرور محتاج ہے، وجہ یہ کہ اہلِ سنّت کے نزدیک قبر کی تنعیم یا معاذ اللہ

---

[1] القرآن ۹/ ۶۱

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ دار الفکر بیروت ۲/ ۳۱۳

[3] صحیح مسلم باب الضیافۃ ونحوہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۰-۸۱

[4] التفسیر الکبیر سورۃ انفال تحت آیۃ ذٰلک بما قدمت ایدیکم مطبعہ بہیہ مصریہ مصر ۱۵/ ۱۷۹

marfat.com

کان کے سوراخ تک ہوا پہنچنے سے ہی ہوتا ہے۔ ت) اور شارح نے مباحثِ نظر میں ذکر کیا:

الادراک بالبصر یتوقف علی امور ثلثة مواجهة[عه۱] البصر وتقلیب الحدقة نحوه طلبا[عه۲] لرؤیته و

نگاہ سے ادراک تین امور پر موقوف ہے: نظر[۱] کا رُو برو ہونا، آنکھ کی پتلی کو اس کی جانب اسے دیکھنے[۲] کی طلب

عه۱ ای للمبصر نفسه او شبحه المنطبع فی نحو مرأة علی القول بالانطباع اما علی القول بخروج الشعاع فمقابلة المبصر حاصلة فی الوجهین لاجل الانعکاس اقول ومیل ائمتنا الفقهاء الی القول بالانطباع هو ان یقولوا کون الابصار به وذلک بانهم صرحوا ان الرجل اذا رای فرج امرأة وهی فی الماء تثبت حرمة المصاهرة ولو رای فرجها فی الماء لامنه وهی خارجة لم تثبت لانه علی الاول رای فرجها وعلی الثانی انما رای شبحه لانفسه کما فی الخانیة وغیرها فلو قالوا بالانعکاس لکان رای نفس الفرج فی الصورتین فلیحفظ فانی لم ار من نبه علیه ثم رأیت المحقق نبه علیه فی فتح القدیر ولله الحمد ۱۲ منه (م)

یعنی نگاہ کا خود مرئی کے سامنے ہونا یا اس کی مثال کے جو آئینہ وغیرہ میں منطبع ہو یہ اس قول پر کہ آئینہ میں شئی کی صورت منطبع ہوتی ہے اور شعاع بصری نکلنے والے قول پر تو مرئی کا سامنا انعکاس کی وجہ سے دونوں صورتوں میں حاصل ہے **اقول** ہمارے ائمہ فقہاء کا میلان قول انطباع کی طرف ہے کہ رویت انطباع سے واقع ہوتی ہے۔ وہ میلان یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ جب عورت پانی کے اندر ہو اور کوئی مرد اس کی شرمگاہ دیکھے تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے اور جب عورت پانی کے باہر ہے اور مرد نے پانی سے نہیں بلکہ پانی میں اس کی شرمگاہ دیکھی تو حرمت نہ ثابت ہوگی۔ اس لیے کہ پہلی صورت میں اس نے خود شرمگاہ دیکھی اور دوسری صورت میں خود شرمگاہ نہیں بلکہ اس کی مثال دیکھی، جیسا کہ خانیہ وغیرہا میں ہے — تو یہ فقہا اگر انعکاس کے قائل ہوتے تو خود شرمگاہ کی رؤیت دونوں صورت میں قرار پاتی۔ اسے یاد رکھنا چاہیے اس لیے کہ اس پر تنبیہ میں نے کہیں نہ دیکھی — پھر حضرت محقق کو دیکھا کہ انھوں نے فتح القدیر میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ اور حمد اللہ ہی کے لیے ہے ۱۲ منہ (ت)

عه۲ **اقول** قید الطلب خرج وفاقا فلیس من شرط الرؤیة طلبها والمراد بالازالة العدم اصلیا او طاریا بفعل الرائی او غیره ۱۲ منه (م)

اقول طلب کی قید اتفاقی ہے اس لیے کہ دیکھنے کیلئے دیکھنے کی طلب شرط نہیں۔ اور ازالہ سے مراد یہ ہے کہ پردہ نہ ہو خواہ سرے سے نہ رہا ہو یا بعد میں دیکھنے والے یا کسی اور کے عمل سے زائل ہوگیا ہو ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

اس کی شرح منح الروض میں ہے :

(اعادۃ الروح) ای ردھا وتعلقھا (الی العبد) ای جسدہ بجمیع اجزائہ او ببعضھا مجتمعۃ او متفرقۃ (فی قبرہ حق) والواو لمجرد الجمعیۃ فلا ینافی ان السوال بعد اعادۃ الروح وکمال الحال۔؎۱

(روح کا اعادہ) یعنی اسے لوٹانا اور اس کا تعلق ہونا (بندے کی طرف) یعنی اس کے بدن کی طرف، جو اپنے تمام اجزاء کے ساتھ ہو یا بعض کے ساتھ ہو، یہ مجتمع ہوں یا منتشر ہوں (اس کی قبر کے اندر حق ہے) اور "واو" محض جمعیت کے لیے ہوتا ہے تو اس کے منافی نہیں کہ سوال رُوح لوٹانے اور حالت کامل ہوجانے کے بعد ہوگا۔ (ت)

اسی میں ہے :

اعلم ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالٰی یخلق فی المیّت نوع حیاۃ فی القبر قدر ما یتألم ویتلذذ ولکن اختلفوا فی انہ ھل یعاد الروح الیہ والمنقول عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ التوقف الا ان کلامہ ھنا یدل علی اعادۃ الروح اذ جواب الملکین فعل اختیاری فلا یتصور بدون الروح وقیل قد یتصور الخ؎۲

جان لو کہ اہلِ حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالٰی میّت کے اندر قبر میں ایک طرح کی زندگی پیدا کردیتا ہے، اتنی کہ وہ لذت والم کا احساس کرے، مگر اس میں ان کا اختلاف ہے کہ اس کی جانب رُوح لوٹائی جاتی ہے یا نہیں، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول یہ ہے کہ توقف کیا جائے، مگر یہاں پر ان کا کلام اعادۂ روح پر دال ہے اس لیے کہ نکیرین کا جواب ایک فعل اختیاری ہے تو وہ بغیر رُوح کے متصور نہیں اور کہا گیا کہ متصور ہے۔ (ت)

امام ابن الہمام اُسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں :

الحق ان المیت المعذب فی قبرہ توضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یحس الالم والبنیۃ لیست بشرط عند اھل السنۃ حتی لو کان متفرق الاجزاء بحیث لاتتمیز الاجزاء بل ھی مختلطۃ بالتراب فعذب جعلت الحیاۃ

حق یہ ہے کہ قبر میں عذاب دئے جانے والے مُردے کے اندر اتنی زندگی رکھی جائے گی کہ وہ الم کا احساس کرے اور یہ بدن اس کے لیے شرط نہیں یہاں تک کہ اگر اس کے اجزاء اس طرح بکھر چکے ہوں کہ امتیاز نہ ہوسکے بلکہ مٹی سے خلط ملط ہوگئے ہوں پھر عذاب دیا جائے

؎۱ شرح فقہ اکبر تحت عبارت مذکورہ مطبع قیومی کانپور بھارت ص ۱۲۱

؎۲ " " " " مابعد " " " ص ۱۲۲

والجهة والجواب منع الاشتراط[1]۔ اس لیے کہ وُہ جہت اور مکان سے پاک ہے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ مقابلہ کا شرطِ رؤیت ہونا ہم نہیں مانتے۔ (ت)

امام نسفی مصنف کافی مذکور نے عمدۃ الکلام میں فرمایا:

ماقالوامن اشتراط المقابلۃ وغیرہ یبطل برؤیۃ اللہ تعالٰی ایانا[2]۔ یہ جو کہا گیا کہ رویت کے لیے مقابلہ وغیرہ شرط ہے، اس دلیل سے باطل ہے کہ خدائے تعالٰی ہمیں دیکھتا ہے اور مقابلہ وغیرہ بالکل نہیں۔ (ت)

روح ملاصق بالبدن کا سمع وبصر بروجہ اوّل ہے اور مفارق کا انہ قبیل دوم،

کل ذٰلک علی الاغلب و الا فربمایحس الملاصق بنورہ کما فی کشوف الاولیاء، والمفارق بالاٰلات الباقیۃ الدائمۃ کما فی الانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام، ومعنی المفارقۃ فیہم طریان لفراق اٰنی تحقیقا للوعد الربانی۔ یہ سب حکمِ اکثری ہے ورنہ بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ بدن سے متعلق رُوح اپنے نور کے ذریعہ احساس کرتی ہے جیسا کہ اولیاءِ کرام کے کشف میں ہوتا ہے۔ اور بدن سے مفارقِ رُوح ان آلات کے ذریعہ احساس کرتی ہے جو باقی و دائم ہوتے ہیں جیسے حضرات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کے احساسات میں ہوتا ہے۔ اور ان کے حق میں بدن سے روح کی مفارقت کا معنی، بس ایک آن کے لیے جُدائی کا طاری ہونا تاکہ وعدۂ الٰہیہ (ہر نفس کے لیے موت) کا تحقق ہوجائے۔ (ت)

اور اس معنی سے انکار کی منکرانِ سماعِ موتٰی کو بھی گنجائش نہیں کہ آخر رؤیتِ جنت و نار و نعیم و عذاب و سماع وکلامِ ملائکہ ماننے سے چارہ کہاں، اور جب جسم معطل اور آلات مختل تو یہی معنی ظاہر و عیاں، وسیأتی تفصیلہ عنقریب ان شاء القریب (ان شاء اللہ اس کی تفصیل عنقریب آئیگی۔ ت) اور یہاں ایک تیسرے معنی مجازی اور ہیں یعنی رائی ومرئی وسامع ومسموع میں بروجہ آلیت واسطہ ہونا اور صورِ جزئیہ کا مدرک تک پہنچانا یہ اُس وقت مراد ہوتے ہیں جب سمع وبصر بدن کی طرف مضاف ہوں کما بیناہ فی المقدمۃ الثانیۃ (جیسا کہ دوسرے مقدمہ میں ہم نے اسے بیان کیا۔ ت) خواہ بروجہ اثبات، اور یہ ظاہر ہے خواہ بہ ضمن سلب جہاں سلب مقتصرنا مستمر ہے لتضمنہ الاثبات کما لایخفی (اس لیے کہ وُہ اثبات کو متضمن ہے جیسا کہ واضح ہے۔ ت)

مقدمہ خامسہ قرآن واحادیث نصوصِ شرعیہ ومحاوراتِ عرفیہ سب میں انسان کی طرف صفات روح وجسم

---

[1] شرح المواقف المرصد الخامس، المقصد الاول منشورات الشریف الرضی، قم، ایران ۸/۱۳۹

[2] عمدۃ الکلام للنسفی

marfat.com

يلحقهم الفناء والبلاء ولا يعرف مقدار مدة ذلك [1]

اور دنیا اور دنیا کے اندر جو کچھ ہے سب منقطع ہے تو انھیں فنا اور بوسیدگی لاحق ہونا ضروری ہے اور اس مدت کی مقدار معلوم نہیں (ت)

پھر فرمایا:

قلت ویؤید هذا ما اخرجه هناد بن السری فی الزهد عن مجاهد قال للکفار هجعة یجدون فیها طعم النوم حتی یوم القیامة فاذا صیح باهل القبور یقول الکافر یویلنا من بعثنا من مرقدنا فیقول المؤمن الی جنبه هذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون [2]

میں نے کہا: اس کی مؤید وہ ہے جو ہنّاد بن سری نے زہد میں امام مجاہد سے روایت کیا، فرمایا کفار کیلئے ایک خوابیدگی ہوگی جس میں نیند کا مزہ پائیں گے قیامت تک۔ جب قبر والوں کو پکارا جائے گا کافر بولے گا: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہمیں ہماری خوابگاہ سے اٹھایا؟ تو اس کے پہلو سے مومن بولے گا: یہی وہ جس کا رحمان نے وعدہ دیا اور رسولوں نے سچ فرمایا۔ (ت)

مقدمہ رابعہ: سمع وبصر لغۃً وعرفاً ادراک الوان واضواء واصوات بحاسۂ چشم وگوش کا نام ہے۔ قاموس میں ہے: السمع حسّ الاذن [3] (سماعت کان کی حس کا نام ہے۔ ت) اُسی میں ہے: "البصر محرکۃ حس العین [4] (بصر—صاد کی حرکت کے ساتھ—آنکھ کے احساس کا نام ہے۔ ت) اسی طرح تاج العروس میں محکم سے ہے۔ صحاح جوہری ومختار رازی میں ہے: البصر حاسة الرؤية [5] (بصر حاسۂ رؤیت ہے۔ ت) المصباح المنیر میں ہے: البصر النور الذی تدرك به الجارحة [6] (بصر وہ نور ہے جس سے عضو کو ادراک ہوتا ہے۔ ت) اُسی میں ہے: ورأیت الشیئ رؤیة ابصرته بحاسة البصر [7] (میں نے شئ کو دیکھا یعنی میں نے اُسے حاسۂ بصر سے دیکھا) اسی معنی پر مواقف وشرح مواقف میں فرمایا انما یحصل الادراك السمعی بوصول الهواء الی الصماخ [8] (سمعی ادراک

---

[1] و [2] شرح الصدور آخر باب عذاب القبر خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۷۶

[3] القاموس المحیط باب العین فصل السین مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۱

[4] " باب الراء فصل الباء " " " ۱/ ۳۸۷

[5] الصحاح للجوہری تحت لفظ "بصر" دار العلم للملایین بیروت ۲/ ۵۹۱

[6] المصباح المنیر کتاب الباء منشورات دار الهجرۃ قم ایران ۱/ ۵۰

[7] " کتاب الراء " " " " ۱/ ۲۴۷

[8] شرح المواقف

قال تعالیٰ شانہ ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ ، بلی قادرین علی ان نسوی بنانہ ، بل یرید الانسان لیفجر امامہ ، یسئل ایان یوم القیٰمۃ " الیٰ قولہ جل ذکرہ "یقول الانسان یومئذ این المفر[1] " الیٰ قولہ جلت عظمتہ " ینبأ الانسان یومئذ بما قدم واخرہ بل الانسان علیٰ نفسہ بصیرۃ ۵ ولو القی معاذیرہ[2] ۵

بڑا نادان ہے اور فرماتا ہے : کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے ، کیوں نہیں ، ہم قادر ہیں کہ اس کے پور برابر کر دیں ، بلکہ انسان چاہتا ہے کہ اس کے آگے بے حکمی کرے ، پوچھتا ہے کب ہے قیامت کا دن (تا ارشاد :) انسان کہتا ہے اس دن مفر کہاں (تا ارشادِ ربانی :) اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا جو اس نے آگے کیا اور پیچھے کیا ، بلکہ انسان اپنے نفس کو خوب دیکھنے والا ہے اگرچہ اپنے عذر سامنے لائے ۔ (ت)

واضح ہے کہ تکالیف شرعیہ سے مخاطب ہونا اور ظلم وجہل وحسبان وارادہ وسوال وکلام واعلام ومعرفت ومعذرت یہ سب صفات وافعال رُوح سے ہیں ، یونہی فجور بھی ۔

قال عز مجدہ ، ونفس وما سوّٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا[3] ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا ، پھر اس کے دل میں اس کی نافرمانی اور پرہیزگاری ڈالی ۔

انھیں بھی انسان کی جانب اضافت فرمایا بلکہ ایک ہی آیت میں دونوں قسم کے امور اس کے لیے مذکور ۔

قال عز شانہ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعا بصیرا[4] ۔

باری تعالیٰ فرماتا ہے : بے شک ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے بنایا کہ اسے آزمائیں ، پھر ہم نے اسے سننے والا دیکھنے والا بنایا ۔

مرد و زن کے ملے ہوئے نطفے سے بدن بنا اور تکلیف وآزمائش رُوح کی ہے اور وہی شنوا وبینا ۔

قال تعالیٰ ذکرہ ، اولم یر الانسان انا خلقنٰہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین ۵ وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ[5] الآیۃ ۔

ارشادِ باری ہے : اور کیا انسان نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وُہ کھلا جھگڑنے والا ہے اور اس نے ہمارے لیے مثل بنائی اور اپنی تخلیق کو بھول گیا ۔ (ت)

---

[1] القرآن ۷۵ / ۳ تا ۱۰
[2] القرآن ۷۵ / ۱۳ تا ۱۵
[3] القرآن ۹۱ / ۷ ، ۸
[4] القرآن ۷۶ / ۲
[5] القرآن ۳۶ / ۷۷ ، ۷۸

marfat.com

ازالۃ الغشاوۃ المانعۃ من الابصار[1]۔ میں گردش دینا، دیکھنے سے مانع پردہ کا ازالہ۔ (ت)

اور اس کا اطلاق بے واسطہ جوارح و آلات ادراک تام جزئیات مذکورہ خواہ غیر مذکورہ بروجہ جزئی مخصوص پر بھی کیا جاتا ہے یہاں نہ مدرک بالفتح میں صوت و لون وضو کی تخصیص ہے نہ مدرک بالکسر میں آلاتِ جسمانیہ کی قید۔ روزِ قیامت مومنین اپنے رب عزوجل کو دیکھیں گے اور اس کا کلام سُنیں گے اور وہ اور اس کی صفات اعراض سے پاک ہیں، اور مولٰی عزوجل سمیع و بصیر علی الاطلاق ہے اور آلات و جوارح سے منزّہ۔ مصباح میں ہے: سمع اللہ قولك علمہ[2] (خدا نے تیری بات سُنی یعنی اسے جانا۔ ت) مجمع البحار میں ہے:

البصیر تعالٰی یشاھد الاشیاء ظاھرھا وخافیھا من غیر جارحۃ، والبصر فی حقہ تعالٰی عبارۃ عن صفۃ ینکشف بھا کمال نعوت المبصرات[3]۔

خدائے بصیر بغیر کسی عضو کے اشیاء کا مشاہدہ فرماتا ہے ان کے ظاہر کا بھی اور باطن کا بھی۔ اور باری تعالٰی کے حق میں بصر ایک ایسی صفت سے عبارت ہے جس سے مرئیات کی صفات کامل طور پر منکشف ہوجاتی ہیں۔ (ت)

منح الروض میں ہے:

السمع صفۃ تتعلق بالمسموعات، والبصر صفۃ تتعلق بالمبصرات فیدرك ادراکا تاما لاعلی سبیل التخیل والتوھم ولا علی طریق تاثیر حاسۃ ووصول ھواء[4]۔

سمع ایک صفت ہے جس کا تعلق مسموعات سے ہے اور بصر ایک صفت ہے جس کا تعلق مبصرات سے ہے تو اسے ادراکِ تام ہوتا ہے مگر خیال و وہم کے طور پر نہیں، نہ ہی حاسّہ کی تاثیر اور ہوا پہنچنے کے طور پر۔ (ت)

اسی اطلاق پر مواقف و شرح میں فرمایا:

الثانیۃ شبھۃ المقابلۃ وھی ان شرط الرؤیۃ، کما علم بالضرورۃ من التجربۃ، المقابلۃ او ما فی حکمھا نحو المرئی فی المرأۃ وانھا، مستحیلۃ فی حق اللہ تعالٰی لتنزھہ عن المکان

دوسرا شبہہ مقابلہ کا ہے۔ وُہ یہ کہ رؤیت کی شرط یہ ہے کہ مرئی مقابل ہو جیسا کہ بداہتِ تجربہ سے معلوم ہے، یا مقابلہ کے حکم میں ہو جیسے وُہ جو آئینے میں نظر آتا ہے۔ اور مقابل ہونا اللہ تعالٰی کے حق میں محال ہے،

---

[1] شرح المواقف ۔ المرصد الخامس فی النظر ۔ منشورات الشریف الرضی ایران ۱/۲۰۱

[2] مصباح المنیر ۔ تحت لفظ سمع ۔ منشورات دار الہجرۃ قم ایران ۱/۲۸۹

[3] مجمع البحار ۔ باب البا مع الصاد ۔ مطبع عالی منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۹۶

[4] شرح فقہ الاکبر ۔ شرح الصفات الذاتیۃ ۔ مصطفٰی البابی مصر ص ۱۹-۱۸

marfat.com

بان حال مایکون الجسد علی النعش بقی هناك
شئ ینادی ویقول جمعت المال من حله
وغیر حله، ومعلوم ان الذی
کان الاهل اهلاله وکان جامعا للمال
وبقی فی رقبته الوبال لیس الا ذلك الانسان،
فهذا تصریح بان فی الوقت الذی کان الجسد
میتا کان الانسان حیا باقیا فاهما، الحجة
الثامنة قوله تعالیٰ یایتها النفس المطمئنة
ارجعی الی ربك راضیة مرضیة والخطاب
انما هو حال الموت فدل ان الذی یرجع
الی الله بعد موت الجسد یکون حیا راضیا
ولیس الا الانسان فهذا
یدل ان الانسان بقی حیا بعد موت
الجسد، الحجة العاشرة جمیع فرق
الدنیا من الهند والروم والعرب والعجم و
جمیع ارباب الملل والنحل من الیهود والنصاریٰ
والمجوس والمسلمین یتصدقون عن موتاهم
ویدعون لهم بالخیر ویذهبون الی زیاراتهم،
ولولا انهم بعد موت الجسد بقوا احیاء
لکان التصدق والدعاء والزیارة عبثا،
فیدل ان فطرتهم الاصلیة شاهدة بان
الانسان لایموت بل یموت الجسد، والحجة السابعة
عشرة ان الانسان یجب ان یکون عالما والعلم
لایحصل الا فی القلب فیلزم ان یکون الانسان
عبارة عن الشئ الموجود فی القلب اوشئ له

کہ جس وقت بدن چارپائی پر ہوتا ہے اس وقت ایک
شئ باقی رہتی ہے جو ندا دیتی ہے اور کہتی ہے: میں نے مال
جائز و ناجائز طریقوں سے جمع کیا، اور معلوم ہے کہ اہل
جس کے اہل تھے، اور جو مال جمع کرنے والا تھا اور جس
کی گردن پر وبال رہ گیا وُہ نہیں مگر وہی انسان — تو یہ
اس بات کی تصریح ہے کہ جس وقت بدن مُردہ ہے اُسی
وقت انسان زندہ، باقی اور سمجھنے والا ہے —
آٹھویں دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اے اطمینان والی
جان! اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حالت میں کہ تُو
اُس سے راضی وُہ تجھ سے راضی — یہ خطاب بعد
موت ہی ہے۔ تو معلوم ہُوا کہ بدن کی موت کے بعد جو
اللہ کی طرف لوٹنے والا ہے وہ زندہ، راضی ہوتا ہے۔
اور وُہ انسان ہی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ انسان جسم کی موت
کے بعد بھی زندہ رہا — دسویں دلیل: ہندوستان، روم،
عرب، عجم کے رہنے والے تمام اہلِ عالم اور یہود، نصاریٰ
مجوس، مسلمان، تمام ادیان و مذاہب والے اپنے
مُردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں، ان کے لیے دعائے خیر
کرتے ہیں اور ان کی زیارت کے لیے جاتے ہیں، اگر وہ جسم
کی موت کے بعد زندہ نہ رہتے تو صدقہ، دعا اور زیارت
ایک عبث اور بے فائدہ کام ہوتا — اس میں دلیل ہے
کہ ان کی اصل فطرت اس پر شاہد ہے کہ انسان نہیں مرتا
بلکہ جسم مرتا ہے — سترھویں دلیل: ضروری ہے کہ
انسان علم رکھنے والا ہو، اور علم کا حصول قلب ہی میں
ہوتا ہے، تو لازم ہے کہ انسان اُس شئے سے عبارت
ہو جو قلب میں موجود ہے یا اُس شئ سے جو قلب سے

marfat.com

دونوں نسبت کی جاتی ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین ٥ ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین الیٰ قولہ سبحانہ فتبارک اللہ احسن الخالقین[1] ٥ وقال عزوجل واذ قال ربک للملٰئکۃ انی خالق بشرا من صلصال من حمأ مسنون ٥ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین[2] ٥ وقال تبارک اسمہ انا خلقناھم من طین لازب[3] وقال جل جلالہ یا ایھا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقناکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ مخلقۃ وغیر مخلقۃ لنبین لکم ونقر فی الارحام ما نشاء الیٰ اجل مسمّی[4] الآیۃ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بیشک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا فرمایا، پھر اسے ایک عزت والی قرارگاہ میں ٹھہرایا، تا ارشادِ باری تعالیٰ: تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔ اور فرماتا ہے: یاد کرو جب تمھارے رب نے فرشتہ سے فرمایا: بیشک میں بدبودار گارے کی بجتی ہوئی مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں تو جب میں اُسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی معزز روح پھونک دوں تو تم اس کے لیے سجدے میں گرجانا۔ اور فرماتا ہے: بیشک ہم نے ان کو چپکتی ہوئی مٹی سے بنایا۔ اور فرماتا ہے: اگر تمھیں بعث سے متعلق کچھ شک ہے تو بیشک ہم نے تم کو مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر خونِ بستہ سے پھر پارۂ گوشت سے، مکمل اور نامکمل تاکہ تم پر ہم روشن کردیں، اور جسے چاہیں ایک مقررہ میعاد تک رحموں میں ٹھہرائیں۔ الآیۃ (ت)

پر ظاہر کہ کھنکھناتی چپکتی خمیر کی ہوئی مٹی، پھر پانی کے قطرے، پھر خون کی بوند، پھر گوشت کے لوتھڑے سے بننا رحم میں ایک مدتِ معیّن تک ٹھہرنا ٹھیک ہونے کے بعد اس میں رُوح کا پھونکا جانا یہ سب احوال[1] واطوار بدن کے ہیں اور انسان کی طرف نسبت فرمائی۔

وقال عز مجدہ وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا[5] ٥

خدائے عزوجل فرماتا ہے: اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا

---

[1] خصوصًا اخیر کہ غیر بدن کے لیے کسی طرح محتمل نہیں ۱۲ منہ (م)

---

[1] القرآن ۲۳/ ۱۲ و ۱۳ و ۱۴

[2] القرآن ۱۵/ ۲۸ و ۲۹

[3] القرآن ۳۷/ ۱۱

[4] القرآن ۲۲/ ۵

[5] القرآن ۳۳/ ۷۲

marfat.com

الصانع الحکیم وقولہ تعالٰی (فاذا ھو خصیم مبین) اشارۃ الی الاستدلال باحوال نفسہ علی وجود الصانع الحکیم[1] الخ

اشارہ ہے۔ اور ارشادِ باری (پھر جبھی وُہ کھُلا جھگڑنے والا ہے) رُوحِ انسان کے احوال سے صانع حکیم کے وجود پر استدلال کی جانب اشارہ ہے الخ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہُوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) آیاتِ کریمہ قرآن اعظم و محاوراتِ عامہ شائعہ تمام عالم کے ملاحظہ سے بہ نگاہِ اوّلیں ذہن میں منقش ہوتا ہے کہ جسے انسان کہتے اور زید و عمرو اعلام یا من و تو ضمائر یا این و آن اسمائے اشارہ سے تعبیر کرتے ہیں، اس میں رُوح و بدن دونوں ملحوظ ہیں، ایک یکسر معزول ہو ایسا ہرگز نہیں، اب خواہ یُوں ہو کہ ہر ایک نسخ حقیقت انسانی میں داخل وجزوِ حقیقی ہو یا یُوں کہ ایک سے تجوہر حقیقت اور دوسرے کو معیت وشرطیت مگر ساتھ ہی عقل ونقل کی طرف نظر کیجئے تو ان کا اجماع و اطباق دیکھتے ہیں کہ انسان ایک شئ مدرک عاقل فاہم مرید مکلف مخاطب من اللہ تعالٰی ہے اور یہ صفات اس کے لیے حقیقۃً ثابت ہیں نہ کہ موصوف بالذات کوئی شئ غیر ہو اور اس کی طرف بالتبع بالعرض نسبت کئے جاتے ہوں اس بیّن وواضح امر کی طرف التفات کرتے ہی منجلی ہوگیا کہ جس طرح قولین اولین میں تجرد محض بہ معنی بشرط لاشئ مراد لینا کسی عاقل سے معقول نہیں، اگر ہے تو لابشرط، اور یہ بھی منقول نہیں کہ رُوح بدن میں کوئی لحاظ سے بالکل معزول نہیں، اور قول اول تو اس کا قابلِ قبول نہیں کہ انسان عاقل ہے اور ابدان ذوی العقول نہیں، انسان مالک ومتصرف ہے بدن کی طرح آلہ و معمول نہیں، یُوں ہی یہ بھی روشن ہوگیا کہ قولِ اخیر میں مجموع سے مراد بشرط شئ ہے نہ ترکب نفسِ حقیقت، ورنہ انسان عاقل ومدرک نہ رہے کہ مجموع مدرک و نامدرک نامدرک ہے اور لازم آئے کہ آیات ومحاوراتِ عامہ خواہ مدنیات ہوں جن میں موصوف بصفاتِ جسم کو انسان کہا گیا یا روحیات جن میں صفاتِ نفس سے انسان کو متصف کیا، خواہ جامعات جن میں دونوں کو اجتماع دیا سب یکسر حقیقت سے معزول اور مجاز پر محمول ہوں کہ اب انسان نہ رُوح ہے نہ بدن بلکہ شئ ثالث ہے، لاجرم مجموع کا محمل اوّل مراد نہیں ہوسکتا۔

ومن الدلیل علیہ قول الامام ابی طاھر "بما فیہ من المعانی" فما کان لعاقل ان یتوھم دخول الاعراض فی قوام جوھر وانما المراد الدخول فی اللحاظ وکذا تنصیص الامام الرازی علی الترکیب مع اعطائہ مراراً

اس کی ایک دلیل امام ابوطاہر کے یہ الفاظ ہیں (ان تمام معانی کے ساتھ جو اس میں ہیں) کہ اس سے کوئی عاقل یہ وہم نہیں کرسکتا کہ اعراض ایک جوہر کی حقیقت میں داخل ہیں مراد صرف لحاظ میں داخل ہونا ہے۔ اسی طرح مرکب ہونے پر امام رازی کی تصریح جب کہ ان کے کلام سے

[1] التفسیر الکبیر تحت آیۃ مذکورہ مطبعۃ بہیۃ مصریۃ بمیدان الازہر مصر ۱۹/۲۲۴

marfat.com

روییت وعلم شانِ روح ہے اور نطفے سے پیدائش بدن کی، پھر خصومت وتمثل زنی ونسیان احوال روح اور ضمیر اخیر نے پھر تخلیق نطفہ سے جانبِ بدن مراجعت کی۔ یہی سب محاورات عرفِ عام میں شائع۔ اب چار حال سے خالی نہیں، یا تو انسان محض بدن ہے یا مجرد رُوح یا ہر ایک یا مجموع۔ احتمالِ ثالث تو بداہۃً مدفوع، ہر عاقل جانتا ہے کہ اس کے بنی نوع کا ہر فرد اور وُہ خود ایک ہی انسان ہے، نہ یہ کہ ہر شخص میں دو انسان ہوں ایک روح ایک بدن، ولہذا اس کی طرف کسی کا ذہاب معلوم نہیں، ثلثہ باقیہ مذاہب معروفہ ہیں، اوّل اکثر متکلمین کا خیال ہے اور ثانی امام رازی وغیرہ کا مفاد مقال، اور ثالث خود انھیں امام جلیل و دیگر اجلۂ اکابر کا ارشادِ جمیل۔ تفسیر کبیر میں ہے:

اما القائلون بان الانسان عبارة عن هذه البنية المخصوصة وعن هذا الجسم المحسوس فهم جمهور المتكلمين، وهذا القول عندنا باطل (وذكر عليه حججا الى ان قال) الحجة الخامسة ان الانسان قد يكون حيا حال مايكون البدن ميتا والدليل قوله تعالٰى ولا تحسبن الذين قتلوا فی سبيل الله امواتا بل احياء فهذا النص صريح فی ان اولئك المقتولين احياء والحس يدل على ان هذا الجسد ميت، الحجة السادسة قوله تعالٰى النار يعرضون عليها وقوله اغرقوا فادخلوا نارا، وقوله عليه الصلوة والسلام القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار، كل هذه النصوص تدل على ان الانسان يبقى بعد موت الجسد، الحجة السابعة قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم اذا حمل الميت على نعشه رفرف روحه فوق النعش ويقول يا اهلى يا ولدى (الحديث) ان النبی صلى الله تعالٰى عليه وسلم صرح

اس مخصوص ساخت اور اس محسوس جسم کو انسان بتانے والے جمہور متکلمین ہیں اور یہ قول ہمارے نزدیک باطل ہے (اس پر دلائل ذکر کئے، یہاں تک کہ فرمایا:) پانچویں دلیل یہ ہے کہ انسان کبھی زندہ ہوتا ہے جبکہ بدن مُردہ ہوتا ہے اور اس کی دلیل یہ ارشاد باری ہے کہ انھیں جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وُہ زندہ ہیں۔ یہ صریح نص ہے کہ وہ شہید زندہ ہیں اور احساس یہ بتاتا ہے کہ بدن مُردہ ہے ___ چھٹی دلیل: باری تعالٰی کا ارشاد: فرعون اور اس کے ساتھی آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اور یہ ارشاد: وہ غرق کیے گئے پھر آگ میں ڈالے گئے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ یہ تمام نصوص اس پر دلیل ہیں کہ انسان بدن کی موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے ___ ساتویں دلیل: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد: جب میت کو اس کی چارپائی پر اٹھایا جاتا ہے اس کی رُوح جنازے کے اوپر پھڑپھڑاتی ہے اور کہتی ہے اے میرے لوگو! اے میری اولاد! (الحدیث) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صراحت فرمادی

marfat.com

الخامس تعلقها به یوم البعث وھو اکمل انواع التعلقات ولا نسبة لما قبله الیه اذ لا یقبل البدن معه موتا ولا نوما ولا فسادا[1] اھ وتبعه القاری فی منح الروض۔ **اقول** الکلام فی الانواع المتغائرة ولا یظھر للتعلق الرحمی تغایر مع الذی بعد الولادة فان کلیھما تعلق الاتصال المحض والتدبیر والتصرف الناقص بخلاف النومی فلا یتمحض للاتصال والبرزخی فلیس مع ذٰلک تعلق التدبیر والاخروی فلا نقص فیه اصل فیتحصل التقسیم ھکذا التعلق اما متمحض للاتصال اولا الاول ان کمل بحیث لا یقبل الفراق فاخروی والا فدنیوی یقظی والثانی ان کان تعلق تدبیر فنومی اولا فبرزخی فان قیل لیس یستعمل الجنین اٰلاته وجوارحه فی الاعمال والادراک مثل المولود قلت لا یستعملھا المولود من ساعته کالفطیم ولا الفطیم کالیافع ولا الیافع کمن بلغ اشده ولا کمثله الشیخ الھرم ثم الفانی فلیجعل عامة ذٰلک تعلقات متغائرة فافھم[2]۔

بدن کی طرف اُسے کوئی التفات نہ رہ گیا ہو — پانچواں روزِ بعث کا تعلق ۔ وہ سب سے زیادہ کامل تعلق ہے جس سے ماقبل کے تعلقات کو کوئی نسبت نہیں ۔ اس لیے کہ اس تعلق کے ساتھ بدن، موت، خواب اور فساد و تغیّر قبول نہیں کرتا اھ، اور منح الروض میں علامہ علی قاری نے بھی اسی کا اتباع کیا — **اقول** گفتگو الگ الگ اور جُدا گانہ تعلقات کے بارے میں ہے — جب کہ شکمِ مادر والے تعلق کی، بعد ولادت والے تعلق سے کوئی مغایرت ظاہر نہیں — اس لیے کہ دونوں صورتوں میں خالص اتصال اور تدبیر و تصرف کا ناقص تعلق ہے۔ اس کے برخلاف حالتِ خواب کے تعلق میں خالص اتصال نہیں، من وجہٍ فراق بھی ہے۔ اور برزخ والے تعلق میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ تدبیر کا تعلق نہیں۔ اور آخرت والے تعلق میں بالکل کوئی نقص نہیں — تو تقسیم اس طرح حاصل ہوگی : تعلق یا تو خالص اتصال رکھتا[1] ہے یا نہیں[2] — اوّل اگر ایسا کامل ہے کہ جدائی قبول نہ کرے تو اُخروی — ورنہ دنیوی جو بیداری میں ہو — اور ثانی اگر تدبیر کا تعلق ہے تو خواب والا ہے۔ اور تدبیر والا نہیں تو برزخی ہے — اگر یہ اعتراض ہو کہ شکم کا بچّہ افعال اور ادراک میں اپنے آلات و جوارح کو پیدا شدہ بچّے کی طرح استعمال نہیں کرتا (اس فرق کی وجہ سے دونوں کو دو شمار کیا گیا) ہمارا جواب یہ ہوگا کہ اُس وقت مولود بچّہ بھی اپنے اعضاء و جوارح کو اُس بچّے کی طرح استعمال نہیں کرتا جو دودھ[1] چھوڑ چکا ہو، اور دودھ چھوڑنے والا نوجوان[2] یا قریب البلوغ کی طرح، اور

---

[1] شرح الصدور — باب مقر الارواح — خلافت اکیڈمی منگورہ سوات — ص ۱۰۰
[2] الیواقیت والجواہر — المبحث السادس والستون الخ — مصطفی البابی مصر — ۲/ ۱۵۴

تعلق بالقلب[1] اھ ملتقطا ملخصا۔ | متعلق ہے (ختم، تلخیص اور متعدد جگہوں سے اقتباس کے ساتھ)۔ (ت)

امام الطریقۃ بحر الحقیقۃ سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ فتوحات مکیہ شریف میں فرماتے ہیں:

لیس فی العلوم اصعب تصورا من ھذہ المسألۃ فان الارواح طاھرۃ بحکم الاصل والاجسام وقواھا کذلک طاھرۃ بما فطرت علیہ من تسبیح خالقھا وتوحیدہ، ثم باجتماع الجسم والروح حدث اسم الانسان وتعلق بہ التکالیف وظھر منہ الطاعات والمخالفات[2] الخ۔

علوم میں اس مسئلہ سے زیادہ عسیر الفہم کوئی نہیں، اس لیے کہ ارواح بحکم اصل پاک ہیں، اسی طرح اجسام اور ان کے قوٰی اپنے خالق کی تسبیح و توحید کی جس فطرت پر پیدا ہوئے ہیں، پاک ہیں۔ پھر جسم اور رُوح کے ملاپ سے نامِ انسان رُونما ہُوا، اس سے تکلیفات و احکام وابستہ ہُوئے اور اس سے فرمانبرداری و خلاف ورزی ظہور پذیر ہُوئی۔ (ت)

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر میں امام ابوطاہر رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل فرماتے ہیں:

الانسان عند اھل البصائر ھذا المجموع من الجسد والروح بما فیہ من المعانی۔[3]

اربابِ بصیرت کے نزدیک انسان جسم و روح کا یہ مجموعہ ہے ان تمام معانی کے ساتھ جو اس میں ہیں۔ (ت)

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالٰی فی سورۃ النحل خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین[4] فرماتے ہیں:

اعلم ان الانسان مرکب من بدن ونفس فقولہ تعالٰی (خلق الانسان من نطفۃ) اشارۃ الی الاستدلال ببدنہ علی وجود

معلوم ہو کہ انسان بدن اور رُوح سے مرکب ہے، تو ارشادِ باری (انسان کو نطفے سے پیدا کیا) بدنِ انسان سے صانع حکیم کے وجود پر استدلال کی جانب

---

[1] التفسیر الکبیر تحت آیہ ویسئلونک الطبعۃ البہیۃ العربیۃ بمیدان جامع الازہر مصر ۲۱/ ۴۰ تا ۴۳
[2] الیواقیت والجواہر المبحث السادس والستون مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۵۰
[3] " " بحوالہ شیخ محی الدین " " " " " ۲/ ۱۵۴
[4] القرآن ۱۶/ ۴

الیٰ حین البعث لیس بانسان، ومعاذ اللہ ان یریدہ وھو قول اھل البدع ومصادم للقواطع وکیف یجوز ان لایکون الروح البرزخی المتصل بالبدن اتصالا فی فراق انسانا ومعلوما قطعا ان الانسان ھو الذی کان امن وکفر واحسن وفجر و بدیھی ان غیر الانسان غیر الانسان افینعم من لم یعمل ویعذب من لم یعص واللہ تعالیٰ یقول عنھم یٰویلنا من بعثنا من مرقدنا[۱] فافادان المبعوثین فی الحشر ھم الراقدون فی القبر ومعلوم ان المحشورین فی العقبیٰ ھم الکائنون فی الدنیا فالانسان ھو ھو فی الدور الثلث لم یزل عن انسانیۃ ولم ینسلخ عن حقیقۃ، وقال تعالیٰ النار یعرضون علیھا[۲] وانما اعاد الضمیر الی الناس المذکورین فھم المعروضون علی النار لاغیرھم وقال تعالیٰ قتل الانسان ما اکفرہ[۳] الی قولہ عزوجل ثم اماتہ فاقبرہ[۴] فالاقبار بعد الاماتۃ وقد ارجع الکنایۃ فیہ الی

تا وقتِ بعث جو ہوتا ہے وہ انسان نہیں —— اللہ کی پناہ کہ یہ ان کی مراد ہو —— جب کہ یہ بدمذہبوں کا قول ہے اور قطعی دلائل سے متصادم ہے —— اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وُہ رُوحِ برزخی انسان نہ ہو جو بدن سے فراق کے ساتھ ایک اتصال بھی رکھتی ہے —— اور یہ قطعاً معلوم ہے کہ انسان وہی ہے جس سے ایمان وکفر اور نیکی و بدی کا صدور ہوا —— اور بدیہی ہے کہ غیر انسان، غیر انسان ہے تو کیا انعام اُسے ہوتا ہے جس نے عمل نہ کیا، اور عذاب اُسے ہوتا ہے جس نے معصیت نہ کی؟ —— حالانکہ اللہ تعالےٰ ان کے متعلق بیان فرماتا ہے کہ وُہ کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہماری خواب گاہ سے ہمیں اٹھایا، اس سے افادہ ہُوا کہ حشر میں جو اٹھائے جانے والے ہیں وہی قبر میں سونے والے ہیں —— اور معلوم ہے کہ آخرت میں جو اٹھائے جائیں گے وہ وہی ہیں جو دنیا میں تھے —— تو انسان تینوں مقامات میں وہی انسان ہے۔ کسی وقت وُہ انسانیت سے جدا اور اپنی حقیقت سے خارج نہ ہوا —— اور باری تعالےٰ فرماتا ہے: وُہ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں ——

ضمیر ان ہی لوگوں کی طرف لوٹائی جو مذکور ہُوئے تو آگ پر پیش کیے جانے والے وہی ہیں، غیر نہیں۔ اور ارشادِ باری ہے: انسان مارا جائے کتنا بڑا ناشکرا ہے (تا ارشادِ باری:) پھر اسے موت دی، پھر اسے قبر میں رکھا —— تو قبر میں رکھنا موت دینے کے بعد ہوا، اور ضمیر

---

[۱] القرآن ۳۶/۵۲
[۲] القرآن ۴۰/۴۶
[۳] القرآن ۸۰/۱۷
[۴] القرآن ۸۰/۲۱

کثیرۃ ان الانسان ھو الروح۔ بہت سی جگہ مستفاد ہے کہ انسان ــ وہی روح ہے۔ (ت)

رہا محمل دوم اس میں بھی دو احتمال ہیں قوام روح سے ہو اور بدن شرط یعنے انسان رُوح متعلق بالبدن کا نام ہو یا بالعکس یعنی بدن متعلق بالروح کا ثانی بھی اُس مقدمہ مذکورہ واضحہ سے مدفوع کہ انسان عاقل مخاطب بالاصالۃ ہے، نہ بالتبع، تو بفضل اللہ تعالے عرش تحقیق مستقر ہوگیا کہ مختار و منصور وہی قولِ اخیر باین معنی و تفسیر ہے، اور قولِ ثانی بھی اُس سے بعید نہیں کہ جب قوام جوہر میں صرف روح ہے تو انسان رُوح ہی کا نام ہوا ملحوظ بلحاظ تعلق ہونا اُسے روح ہونے سے خارج نہیں کرتا، نہ اُن عبارات میں لحاظِ تعلق سے قطع نظر مذکور، تو اُس کا اسی قول منصور کی طرف ارجاع میسور، ولہذا امام اجل فخر الدین رازی نے باآنکہ بارہا روح ہی کے انسان ہونے پر تسجیل و تنقیح فرمائی، خود ہی انسان کے روح و بدن سے مرکب ہونے کی تصریح فرمائی۔ اسی طرح شاہ عبد العزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں جہاں وُہ عبارت لکھی کہ جان آدمی کہ در حقیقت آدمی عبارت ازان است (آدمی کی جان کہ حقیقت میں آدمی اس سے عبارت ہے۔ ت) وہیں اس کی شرح یوں ارشاد کی :

تفصیل این اجمال آنکہ آدمی مرکب از دو چیز است جان و بدن جزوِ اعظم جان است کہ تبدل و تغیّر دراں راہ نمی یابد و بدون بمنزلہ لباس است کہ اختلاف بسیار در وے راہ می یابد[1] اھ مختصراً

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی دو چیزوں سے مرکب ہے، جان اور بدن ــ جزوِ اعظم جان ہے جس میں تبدّل و تغیّر کو راہ نہیں ــ اور بدن بمنزلہ لباس ہے کہ اس میں بہت تبدیلی ہُوا کرتی ہے اھ مختصراً (ت)

پھر رُوح کا بدن سے تعلق چار قسم ہے : ایک تعلقِ دنیوی بحالِ بیداری، دوسرا بحالِ خواب کہ من وجہ متعلق من وجہ مفارق، تیسرا برزخی، چوتھا اُخروی،

وجعلھا فی شرح الصدور عن ابن القیم خمسۃ قال للروح بالبدن خمسۃ انواع من التعلق متغایرۃ، الاوّل فی بطن الام، الثانی بعد الولادۃ، الثالث فی حال النوم فلھا بہ تعلق من وجہ و مفارقۃ من وجہ، الرابع فی البرزخ فانھا و ان کانت قد فارقتہ بالموت فانھا لم تفارق فراقاً کلیا بحیث لم یبق لھا الیہ التفات،

اور شرح الصدور میں ابن قیم کے حوالہ سے پانچ قسم قرار دی ــ عبارت یہ ہے: بدن سے رُوح کے پانچ الگ الگ قسم کے تعلق ہیں ــ پہلا شکم مادر میں ــ دوسرا بعد ولادت ــ تیسرا حالتِ خواب میں کہ ایک طرح سے رُوح بدن سے متعلق ہے اور دُوسری طرح سے جدا ہے۔ چوتھا برزخ میں ــ کہ رُوح موت کے باعث اگرچہ بدن سے جُدا ہو چکی ہے مگر بالکل جدا نہیں ہُوئی ہے کہ

---

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم سورۃ الطارق مسلم بک ڈپو، لال کنواں، دہلی ص ۲۲۶

marfat.com

نہ اہلِ عرف ان میں کسی کلام کو حقیقت سے جُدا جانتے ہیں تو وجہ یہ ہے کہ بوجہ شدت اختلاط گویا روح و بدن شئ واحد ہیں بلکہ رُوح خفی و نظری ہے اور بدن محسوس مرئی اور اشراق شمس روح نے بدن پر حیات کی شعاعیں ڈال کر اُسے اپنے رنگ میں رنگ لیا، جس طرح دہکتے کوئلے کو کہ اُس کے ہر ذرّے میں آگ کی سرایت نے انا النار کہنے کا مستحق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

امر اللہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما اخرج ابن مردویۃ من طریق الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما والضمیر لہ مراد بہ قیام الساعۃ او العذاب، والثانیۃ "ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین" المراد بہ اٰدم، ثم اعاد الضمیر علیہ مراد بہ ولدہ فقال: "ثم جعلنہ نطفۃ"، قال وھی اظھرھا، والثالثۃ "لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم"، ثم قال قد سالھا قوم من قبلکم ای اشیاء اٰخر ھذا ملخص کلام السیوطی۔ **اقول** وقد استخرجت مثالین اٰخرین الاول قولہ عزوجل "احصنت فرجھا فنفخنا فیہ" الفرج فرج المرأۃ والضمیر للفرج بمعنی فرج الجیب علی ما علیہ المحققون والاٰخر ذکرتہ فی رسالتی الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی التی ذکرت فیھا تفسیر قولہ عزو جل وسیجنبھا الاتقی ۱۲ منہ (م)

اسے امام سیوطی نے اتقان میں نقل فرمایا وہ فرماتے ہیں میں نے اپنی فکر سے چند آیات میں استخدام نکالا ہے، تین آیتیں ذکر فرمائیں ایک (اللہ کا امر آیا تو اس کی جلدی نہ مچاؤ) اللہ کا امر محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، جیسا کہ ابن مردویہ نے بطریق ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور اس کی ضمیر سے ("جو اس کی جلدی نہ مچاؤ" میں ہے) قیامِ قیامت یا عذاب مراد ہے ___ دوسری: ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔ انسان سے مراد حضرت آدم ہیں۔ پھر ہم نے اسے نطفہ کیا۔ یہاں انسان کی طرف راجع ضمیر "اسے" سے مراد اولادِ آدم ہے۔ فرمایا: یہ سب سے زیادہ ظاہر ہے ___ تیسری: ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمھیں بُری لگیں۔ پھر ارشاد ہُوا تم سے پہلے کچھ لوگوں نے انھیں پوچھا ___ یعنی کچھ دُوسری چیزوں کو پُوچھا ___ یہ امام سیوطی کے کلام کی تلخیص ہے۔ **اقول** میں نے دو مثالیں اور نکالی ہیں اوّل: ارشادِ باری عزوجل مریم نے اپنی شرمگاہ محفوظ رکھی تو ہم نے اس میں پھونک ماری۔ شرمگاہ سے مراد شرمگاہِ زن، اور اس کی ضمیر سے مراد چاک گریبان، اس قول کی بنیاد پر جو محققین کا مختار ہے ___ دوسری مثال میں نے اپنے رسالہ "الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی" (۱۳۱۴ھ) میں ذکر کی ہے جس میں میں نے ارشادِ باری عزوجل "وسیجنبھا الاتقی" کی تفسیر بیان کی ہے۔ (ت)

marfat.com

یہ بھرپور جوانی والے کی طرح استعمال نہیں کرتا، نہ ہی اس کی طرح بہت بوڑھا، پھر مزید بڑھاپے سے فنا کو پہنچ جانے والا شخص استعمال کرتا ہے ـــ تو چاہئے کہ ان سب کو جداگانہ ومتغائر تعلقات قرار دیا جائے ـــ تو اسے سمجھو۔ (ت)

ان میں جس طرح اعلیٰ واکمل تعلق اُخروی ہے جس کے بعد فراق کا احتمال ہی نہیں، یوں ہی ادون واقل تعلق برزخی ہے کہ باوصف فراق ایک اتصال معنوی ہے مگر قرآن عظیم وحدیث کریم کے نصوص قاطعہ شاہد عدل ہیں کہ اس قدر تعلق بھی بقائے انسانیت کے لیے بس ہے۔ بداہۃً معلوم کہ قبر میں تنعیم یا معاذ اللہ تعذیب جو کچھ ہے اُسی انسان ہی کے واسطے ہے جو اپنی حیاتِ دنیوی میں مومن ومطیع یا معاذ اللہ کافر وعاصی تھا، نہ یہ کہ طاعت وایمان تو انسان نے کیے اور نعمت مل رہی ہے کسی غیر انسان کو، یا کفر وعصیان انسان سے ہُوئے اور عذاب ہوتا ہو کسی غیر انسان پر، اسی طرح وہ تمام حجج واضحہ جو ابھی تفسیر کبیر سے بعد موت بقاو حیات انسان پر گزریں مع اپنے نظائر کثیرہ کی اس مدعا کی کفیل ہیں تو ثابت ہوا کہ حقیقت انسانیہ میں جو تعلق ملحوظ ہے مطلق ومرسل ہے کسی طرح کا ہو،

اما ما قال الامام ابوطاھر بعد ما اسلفنا نقلہ من انہ اذا بطلت صورۃ جسدہ بالموت وزالت عنہ المعانی بقبض روحہ لایسمی انسانا فاذا جمعت ھذہ الاشیاء الیہ بالاعادۃ ثانیا کان ھو ذٰلک الانسان بعینہ الاتری ان الجسد الفارغ من الروح والمعانی یسمی شبحا وجثۃ ولایسمی انسانا وکذٰلک الروح المجرد لایسمی انسانا[1] الخ۔

رہا وہ جو امام طاہر نے سابقاً نقل شدہ عبارت کے بعد فرمایا کہ: جب موت سے آدمی کے جسم کی صورت باطل ہوجاتی ہے اور رُوح قبض ہوجانے کی وجہ سے معانی اس سے زائل ہوجاتے ہیں تو اسے انسان نہیں کہا جاتا ـــ پھر جب دوبارہ یہ چیزیں اس کے ساتھ جمع کردی جاتی ہیں تو بعینہٖ وہی انسان ہوجاتا ہے۔ دیکھو کہ رُوح اور معانی سے خالی جسم کو شبح اور جُثّہ، ڈھانچہ اور لاشہ کہا جاتا ہے، انسان نہیں کہا جاتا ـــ اسی طرح مجرد رُوح کو انسان نہیں کہا جاتا الخ۔

فاقول لیس یرید رحمہ اللہ تعالٰی ان الانسان یبطل بالموت وان الذی فی البرزخ من لدن الموت

فاقول (تو میں کہتا ہُوں۔ ت) امام موصوف رحمہ اللہ تعالٰی کی مراد یہ نہیں کہ انسان موت سے نیست ونابود ہوجاتا ہے اور عالم برزخ میں از دمِ موت

---

[1] الیواقیت والجواہر المبحث السادس والستون مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۵۴

marfat.com

اقول وھذا الجواب احسن مما قدم قبلہ حیث قال فان قالوا ھذہ الاٰیۃ حجۃ علیکم لانہ تعالٰی قال " و لقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین) وکلمۃ من للتبعیض وھذا یدل علی ان الانسان بعض من ابعاض الطین قلنا کلمۃ "من" اصلہا لابتداء الغایۃ کقولک خرجت من البصرۃ الی الکوفۃ فقولہ تعالٰی ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین، یقتضی ان یکون ابتداء تخلیق الانسان حاصلا من ھذہ السلالۃ و نحن نقول بموجبہ لانہ تعالٰی یسوی المزاج اولا ثم ینفخ فیہ الروح فیکون ابتداء تخلیقہ من السلالۃ اھ[1] **قلت** وقد یستأنس لہ بقولہ تعالٰی و بدأ خلق الانسان من طین[2]، فافہم۔

اقول یہ جواب اُس سے بہتر ہے جو اس سے پہلے ذکر فرمایا ہے کہ اگر وُہ کہیں کہ یہ آیت تمہارے خلاف حجت ہے اس لیے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ایک خلاصہ سے، جو مٹّی سے ہے۔ کلمہ مِنْ (سے) تبعیض کے لیے ہے۔ اور یہ بتاتا ہے کہ انسان مٹّی کا ایک جُز اور بعض ہے ــــ ہم جواب دیں گے کہ کلمہ مِنْ کی اصل ابتدائے غایت کے لیے ہے جیسے تم کہتے ہو میں بصرہ سے کُوفہ گیا، تو ارشادِ باری (ہم نے انسان کو پیدا کیا ایک خلاصہ سے جو مٹّی سے ہے) اس کا مقتضی ہے کہ تخلیقِ انسان کی ابتداء اِس خلاصے سے ہو اور ہم اس کے مقتضا کے قائل ہیں اس لئے کہ اللہ تعالٰی پہلے مزاج استوار فرماتا ہے پھر اس میں رُوح پھونکتا ہے تو تخلیقِ انسان کی ابتداء خلاصہ سے ہوتی ہے (ختم) **قلت** اس جواب کے لیے اس ارشاد سے استیناس ہوتا ہے: اور انسان کی تخلیق مٹّی سے شروع کی۔ تو اسے سمجھو۔ (ت)

بالجملہ خلاصہ مبحث یہ ہُوا کہ اطلاقِ انسان کے لیے دو حقیقتیں ہیں: ایک[1] حقیقتِ اصلیہ دقیقہ یعنی روح متعلق بالبدن اگرچہ بتعلق برزخی، دوم[2] حقیقتِ مشہورہ عرفیہ یعنی بدن، اور اکثر متکلمین کے زعم میں یہی حقیقت اصلیہ ہے، اور اگر غرابتِ فن سے قطع نظر کرکے اُن کا کلام انسانِ عرفی پر محمول کریں تو وہ بھی صحیح

مقدمۂ سادسہ: اقول صفاتِ بدن دو[2] قسم ہیں: اصلیہ[1] کہ خود بدن کے لیے حاصل، اور تبعیہ[2] کہ حقیقۃً صفاتِ رُوح ہیں، اور بوجہ اتحاد مذکور بدن کی طرف منسوب، جیسے علم و سمع و بصر و ارادہ و فاعلیت افعال اختیاریہ وغیرہا، عرف میں اگرچہ انسان نامِ بدن ٹھہرا مگر صفاتِ تبعیہ کی اس کی طرف اضافت مشروط بشرطِ حیات ہے، بعدِ موت بے عودِ حیاتِ بدنِ خالی کو عرفاً لغۃً کسی طرح سمیع و بصیر مرید فاعل عامل نہیں کہتے کہ یہ نسبتیں اسی اتصال سریانی پر مبنی تھیں جس نے روح و بدن کو عرفاً امرِ وحدانی کر دیا تھا، جب وُہ مسلوب ہُوا کشف محجوب ہُوا، صفات تبعیہ حق بہ حقدار رسید ہو کر اپنے مرکز کو گئیں اور اس تودۂ خاک کو اپنی اصلی حالتیں ظاہر ہوئیں، نظیر اس کی وہی

---

[1] تفسیر کبیر زیر آیہ ویسئلونک عن الروح مطبعۃ بہیۃ مصریۃ بمیدان الجامع الازہر ۲۱/ ۵۱

[2] القرآن ۳۲/ ۷

الانسان فثبت ان الميت المقبور ليس الا انسانا ، وبالجملة ففي الدلائل على هذا كثرة لا مطمع في احاطتها ۔

وانما اراد التنبيه على ان الانسان ليس بمعزول اللحاظ عن شئ من الروح و البدن فالجسد اذا بطلت صورته بالموت و زالت عنه المعاني لخروج الروح عنه لا يسمى ذلك الجسد الفارغ انسانا وقد كان يسمى قبله عرفا لمكان الاتصال كما سيأتي. وكذا الروح المجرد من حيث هو مجرد لا يسمى انسانا و انما الانسان المجموع اعني الروح الملحوظ بلحاظ الاتصال اعم ان يكون دنيويا او اخرويا او برزخيا هكذا ينبغي ان يفهم هذا المقام، والله سبحانه ولي الانعام۔

اس میں بھی انسان ہی کی طرف لوٹائی تو ثابت ہوا کہ میت جو قبر میں ہوتا ہے وُہ انسان ہی ہے ــــ بالجملہ دلائل اس بارے میں بہت ہیں جن کا احاطہ کرنے کی طمع نہیں۔

امام موصوف نے بس اِس بات پر تنبیہ فرمانا چاہا ہے کہ رُوح اور بدن دونوں میں کسی سے بھی انسان لحاظ میں جُدا نہیں ــ تو جسم کی صورت جب موت کی وجہ سے باطل ہو جائے اور اس سے رُوح نکل جانے کے باعث معانی اس سے زائل ہو جائیں تو اُس خالی جسم کو انسان نہیں کہا جاتا، جبکہ اُس سے پہلے عرفاً کہا جاتا تھا کیونکہ اتصال تھا جیسا کہ آگے آرہا ہے ــ اسی طرح روح مجرد کو، اس حیثیت سے کہ وُہ مجرد ہے انسان نہیں کہا جاتا ــ انسان تو مجموعہ رُوح و بدن ہے ــ یعنی وہ رُوح جس کے ساتھ بدن سے اتصال کا لحاظ ملحوظ ہے خواہ وہ اتصال دنیوی ہو یا اُخروی یا برزخی ــ اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہیے، اور خدائے پاک ہی مالکِ انعام ہے (ت)

یہ تحقیق حقیقت و مصداق انسان میں کلام تھا، اب آیات و محاورات مذکورہ کی طرف چلئے جب انسان و روح ہر ایک کا انسان جُداگانہ ہونا بداہۃً باطل ہو چکا، تو اب اقوال ثلاثہ سے کوئی قول لیجئے آیات و محاورات بدنیہ و روحیہ سے ایک میں تجوز اور جامعہ میں استخدام ماننے سے گریز نہ ہو گی کما لا یخفی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نہ مفسرین ان میں کہیں استخدام[عہ] مانتے ہیں

عہ بل قال بعض العلماء ان الاستخدام بهذا المعنى لم يقع في القرآن العظيم اصلا نقله الامام السيوطي في الاتقان، قال وقد استخرجت بفكري آيات وذكر ثلثا الاولى اتى امر الله فلا تستعجلوه،

[اصطلاحِ بلاغت میں استخدام یہ ہے کہ کسی لفظ کے متعدد معنی ہوں اور ایک جگہ لفظ یا اس کی ضمیر سے ایک معنیٰ مراد لیا جائے اور وہی دوسری جگہ ضمیر سے دوسرا معنی مراد لیا جائے ۱۲ مترجم] بلکہ بعض علماء نے فرمایا: استخدام اس معنی میں قرآن عظیم میں بالکل کہیں وارد نہیں،

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

دیکھے، انہی سے خروجِ شعاع یا انھیں کے لوح میں صورت کا انطباع ہو، یہ نہ واقع ہے نہ ہمارا دعوٰی کو اس پر توقف۔ آخر اہلسنّت کے نزدیک جس طرح ابھی کا مُردہ سُنتا دیکھتا ہے یُونہی برسوں کا، جبکہ کان آنکھ جسم کا کوئی ذرّہ سلامت نہ رہا سب خاک وغبار ہو کر مٹّی میں مل گیا، جس طرح مسلمان قبر میں سُنتا ہے یُونہی ہندو کافر مرگھٹ میں جس وقت اس کے کان آنکھ کو آگ دیتے ہیں وہ اُن آگ دینے والوں کو دیکھتا اُن کی باتیں سُنتا اُس آگ کی اذیّت کا احساس کرتا ہے، آنکھ کان اعضا کو جلتا دیکھتا اُن پر آگ بھڑکنے کی آواز سُنتا ہے اور جب جل بُجھ کر راکھ ہو جاتے ہیں جب بھی دیکھتا سُنتا ہے جو سلام وکلام مدفونِ امروزہ کے لیے شرع مطہر میں ہے وہی مدفونِ ہزار سالہ کے واسطے، دونوں سے وہی کہا جائیگا کہ "سلام تم پر اے ایمان والو! اللہ تعالٰی تمھیں اور ہمیں بخشے، تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمھارے پچھلے، خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔" حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن صحابی اعرابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جب یہ حکم دیا ہے کہ "جہاں کسی کافر کی قبر پر گزرو اُسے دوزخ جانے کا مژدہ دو"، تو ارشادِ اقدس میں تخصیص تازہ مرے ہوئے کی نہ تھی بلکہ صاف تعمیم تھی اور تعمیم ہی پر اُن صحابی نے کاربندی کی، غرض دلائل مطلق ہیں اور عقیدہ مطلق اور آلاتِ جسمانیہ کی تخصیص ناحق، ہمیں اتنی بات سے کام ہے کہ مُردے زندوں کی طرح صورت وصوت کا ادراک کرتے ہیں، اور اوپر روشن ہو چکا کہ ادراک کار روح ہے اور رُوح نہ موت سے مرتی ہے نہ متغیّر ہوتی ہے، مگر اس پر بھی لفظِ میّت کا اطلاق آتا ہے ہم انھیں ارواحِ موتٰی کے سماع و ابصار کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی کو اموات کا دیکھنا سُننا کہتے ہیں، اس سے کچھ غرض نہیں کہ وہاں بھی ذرائع وآلات یہی ہوں یا غیر۔ فصلِ پانزدہم میں امام شیخ الاسلام خاتمۃ المجتہدین تقی الملّۃ والدین ابوالحسن علی سبکی قدس سرہ الملکی کا ارشاد گزرا کہ ہم نہیں کہتے کہ مُردہ بدن سُنتا ہے بلکہ رُوح سُنتی ہے خواہ تنہا جبکہ بدن مُردہ رہے یا جسم سے مل کر جبکہ حیات جانبِ جسم عود کرے، آخر اس قدر سے حضرات منکرین بھی منکر نہیں کہ اموات جنّت ونار وملائکہ ثواب وعذاب کو دیکھتے، ان کی بات سُنتے سمجھتے، قیامت کے آنے نہ آنے کی دُعائیں کرتے ہیں، تو اس کی تسلیم انھیں بھی ضرور کہ دیکھنا سننا بولنا انھیں آلاتِ جسمانیہ پر غیر مقصور۔

قال المولٰی تبارك وتعالٰی النار یعرضون علیها غدوًّا وعشیًّا ویوم تقوم الساعة ادخلوا اٰل فرعون اشد العذاب[1]

مولٰی تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے: وُہ صبح وشام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور قیامت کے دن فرعون والوں کو زیادہ سخت عذاب میں ڈالیں گے۔ (ت)

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن ۴۰/۴۶

کر دیا اب اُسے آگ ہی کہا جاتا ہے، یونہی جسم کو انا الانسان کا دعوٰی پہنچتا ہے۔ ہم سنتا، دیکھتا، بولتا، چلتا پھرتا، کام کرتا بدن ہی دیکھتے ہیں حالانکہ مدرک و فاعل روح ہے اور بدن آلہ۔ لہٰذا بدن پر اطلاق انسان حقیقتِ عرفیہ قرار پایا اور وہی تمام صفات و افعال کا منسوب الیہ ٹھہرا اور قرآن عظیم بھی مطابقت عرف پر اترا، قال تعالٰی انہ لحق مثل ما انکم تنطقون[1]۔ باری تعالٰی فرماتا ہے: بے شک وُہ حق ہے اسی کے مثل جو تم بولتے ہو۔ (ت)

اب نہ تجوز ہے نہ استخدام، نظیر اس کی "رأیت زیدا" ہے، "زید را دیدم"، زید کو دیکھا، حالانکہ زید اگرچہ اس سے بدن ہی مراد لیجئے ہرگز ہمیں مرئی نہیں، مرئی صرف رنگ و سطح بالائی ہے اور وُہ قطعاً نہ روحِ زید ہے نہ بدن، مگر شدتِ اتصال کے باعث اُسے رؤیتِ زید کہتے ہیں اور ہرگز اس میں تجوز و مخالفتِ حقیقت کا توہم بھی نہیں کرتے، یہاں تک کہ اگر کوئی زید کے رنگ و سطح کو یونہی دیکھے اور قسم کھائے "میں نے زید کو نہ دیکھا" قطعاً کاذب سمجھا جائے گا، لاجرم تفسیر کبیر میں رُوح کے غیر جسم ہونے پر کلام واسع و مشبع لکھ کر فرماتے ہیں:

اعلموا ان اکثر العارفین المکاشفین من اصحاب الریاضات و ارباب المکاشفات والمشاہدات مصرون علٰی ھذا القول جازمون بھذا المذھب، واحتج المنکرون بقولہ تعالٰی من ای شیئ خلقہ من نطفۃ خلقہ ھذا تصریح بان الانسان مخلوق من النطفۃ وانہ یموت ویدخل القبر ولولم یکن عبارۃ عن ھذہ الجثۃ لم تکن الاحوال المذکورۃ صحیحۃ والجواب انہ لما کان الانسان فی العرف والظاھر عبارۃ عن ھذہ الجثۃ اطلق علیہ اسم الانسان فی العرف[2] اھ مختصراً

معلوم ہو کہ اہل ریاضت اور اربابِ کشف و مشاہدہ میں سے اکثر عرفاء مکاشفین اس قول پر اصرار اور اس مذہب پر جزم رکھتے ہیں ـــ اور منکرین نے باری تعالٰی کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے اسے کس چیز سے پیدا کیا، نطفہ سے۔ یہ اس بات کی تصریح ہے کہ انسان نطفہ سے پیدا کیا گیا ہے اور وہی مرنے والا اور قبر میں جانے والا ہے۔ اگر انسان جسم و جُثہ سے عبارت نہ ہو تو مذکورہ احوال صحیح نہ ہوں گے، جواب یہ ہے کہ عرف اور ظاہر میں انسان اس بدن سے عبارت تھا تو عرفاً اس پر لفظِ انسان کا اطلاق ہوا (ختم باختصار)

ع عرف تو عرف اس شدتِ اختلاط و عدم تمایز بحد اتحاد نے سفہائے فلاسفہ کو دھوکا دیا جو ہمیشہ تدقیق کے نام پر جان دیتے اور فضول تعمقات کو تحقیق جانتے ہیں، وہ بھی کہاں، خاص مقام تحدید میں انسان کی تعریف کر بیٹھے حیوانِ ناطق، حالانکہ حیوانیت بدن کے لیے ہے کہ وہی جسم نامی ہے اور ناطق و مدرک رُوح، بلکہ خود حیوان ہی کی تعریف میں غلط ہے، جسم نامی متحرک بدن ہے اور حساس و مدید رُوح ۱۲ منہ (م)

---

[1] القرآن ۵۱/۲۳

[2] تفسیر کبیر زیر آیۃ ویسئلونک عن الروح مطبعۃ بہیۃ مصریہ بمیدان الجامع الازہر مصر ۲۱/۵۳-۵۲

تو جھگڑا ہی کیا ہے۔ ابھی اتفاق ہوگیا۔ اہلِ سنّت بھی تو اسی قدر فرماتے ہیں، گوش و گوشت کی تخصیص کب بتاتے ہیں مگر حاشا وُہ کب اس راہ آتے ہیں، انھیں تو اولیائے مدفونین کی ندا حرام کرنی ہے، اُن محبوبانِ خدا سے طلبِ دُعا حرام کرنی ہے، وہ کس دل سے سُننا مان لیں اگرچہ بے ذریعہ گوش دیکھنا تسلیم کرلیں گے گو بے واسطۂ چشم۔ انھیں تو مولوی مجیب صاحب کی طرح یہ کہنا ہے کہ جب درمیان زائر و مقبور کے حجب عدیدہ سمع و بصر حائل تو سماع اصوات اور بصارت صور محال، یہ تحریر محلِ نزاع ہے جس کا سمجھ لینا مزیلِ اشکال،

الحمد للّٰہ المھیمن المتعال وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیّدنا محمد واٰلہ وصحبہ خیر صحب واٰل۔ تمام تعریف خدائے نگہبان برتر کے لیے ہے، اور اللہ تعالٰی ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کی آل واصحاب پر جو بہترین آل واصحاب ہیں درود نازل فرمائے (ت)

بحمد اللہ تقریرِ مقدمات سے فراغ پایا، تحریرِ جوابات کا وقت آیا جو امر جس مقدمے میں ثابت کیا گیا جواب میں اس پر علامت مق لکھ کر شمارِ مقدمہ کا ہندسہ بغرض یاد دہانی ثبت ہوگا کہ ہر جگہ بحکم مقدمہ فلان یا دیکھو مقدمہ فلاں لکھنے کی حاجت نہ ہو۔

فاقول وباللّٰہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (اللہ تعالٰی کی توفیق ومدد سے ذروۂ تحقیق تک پہنچا جاسکتا ہے۔ ت)

جوابِ اوّل: ائمہ اہلِ سنّت رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماعی عقیدہ کہ مُردے سُنتے ہیں قطعاً حق ہے، اور کیوں نہ حق ہو کہ وُہ اہلِ سنّت ہیں، حق انھیں میں منحصر ہے، اور اس کے معنٰی (مق ۱) یہ کہ مردگان (کہ اُن پر بھی اطلاقِ (مق ۱) مردہ ومیت کیا جاتا ہے اور خود وُہ اور اُن کے ادراکات باقی ومستمر وبحال ونامتغیر ہیں) بعد فراق بھی بدستور ادراکِ اصوات وکلام کرتے ہیں اور ان مشائخ وشراحِ اہلسنّت وفلاح رحمہم اللہ تعالٰی کا بیان کہ "مُردے نہیں سنتے" بے شک صحیح ہے، اور کیوں نہ صحیح ہو کہ وُہ اہلِ فقاہت ہیں، اُن کا فضل وکمال ظاہر وباہر ہے۔ اور اس کے معنی یہ کہ جو چیز مر گئی یعنی بدن کہ حقیقۃً (مق ۱) وہی مُردہ ہے سمع سے معزول ہے آلیت (مق ۲) وتوسط وتادیۂ صور کے لائق نہیں، دونوں کلام صراحۃً صحیح ہیں اور آپس میں اصلاً متخالف، نہ کوئی حرف مفید مخالف۔ بحمد اللہ تعالٰی اس معنی نفیس کا بروجہ احتمال ہی بیان کرنا ہمیں بس تھا، مخالف عباراتِ علماء سے مستدل، اور ان کے منکرِ سماع ہونے کا مدعی ہے اور احتمال قاطع استدلال، پھر سند کے لیے نظرِ انصاف میں متعدد دلیلیں موجودعہ، مثلاً:

دلیل ۱: جب ائمہ دین وعلمائے معتمدین سے ہزار در ہزار قاہر تصریحیں سماعِ موتٰی کے باب میں موجود اور بتصریح

عہ کہ بقالوں مناظرہ شواہد نقض تفصیلی ہیں ۱۲ منہ (م)

صحبتِ آتش و انگشت ہے، کوئلہ کالا ٹھنڈا تاریک تھا اور نار دخانی گرم و سُرخ و روشن، جب تک آگ کی سرایت سے دہک رہا تھا اس کے نیچے اپنے عیوب چھپے ہوئے تھے آگ ہی کے اوصاف سے موصوف ہوتا جب آگ جدا ہو کر ان ہوئی اصل حقیقت عیاں ہوئی تو ایمان اگرچہ عرف پر مبنی ہیں اور عرفاً انسان خواہ بلفظ انسان و بشر و آدمی تعبیر کیا جائے یا اعلام و ضمائر و اسمائے اشارہ سے اُس کا معبر عنہ یہی بدن ہونا ہے مگر بنظرِ تقسیم مذکور امور محلوف علیہا کی طرف نظر ضرور، اگر صفاتِ اصلیہ پر مقصور ہو، جیسے اٹھانا، بٹھانا، نہلانا وغیرہا تو کچھ حالت حیات کی تخصیص نہ ہوگی کہ نفس بدن ان کا صالح ہے، اور اگر صفاتِ تبعیہ پر موقوف ہو جیسے خطاب و اعلام و افہام و کلام، تو ضرورۃً متقید بحالِ حیات رہے گا کہ بغیر ان کے بدن ان کا صالح نہیں۔ بالجملہ انسان کا عرفاً بدن میں حقیقت ہونا اور معنی حقیقی عرفی میں استعمال کیا جانا زنہار اسے مقتضی نہیں کہ وہ کلام بدن کی ہر حالت کو مشتمل رہے یا بعض احوال پر اقتصار کے باعث حقیقتِ عرفیہ سے منسلخ ہو کر کسی اور معنی پر محمول بنے بلکہ وہی مراد ہو کر بات جس حال کے قابل ہوگی اسی قدر کو شامل ہوگی مثلاً اگر کہئے زید نے کوئلے سے بدن جلا لیا تو قطعاً اس سے وہی دہکتا ہوا کوئلہ مراد ہوگا کہ جلانے کی صلاحیت اسی میں ہے، اس سے نہ یہ لازم کہ مطلق کوئلہ اس سے مفہوم ہو نہ یہ کہ کوئلہ اپنے معنی حقیقی سے محروم ہو وھذا کلہ ظاھر جدا (اور یہ سب بہت واضح ہے۔ت) بحمد اللہ تعالٰی یہ معنی ہیں اُس ضابطے کے جو علماء نے یہاں ارشاد فرمایا، اور تنویر الابصار و درمختار و شروح کنز وغیرہا میں مذکور رہا کہ:

ماشارك الميّت فيه الحي يقع اليمين فيه على الحالتين، وما اختص بحالة الحياة تقيد بها[1]۔

جس امر میں میّت زندہ کا شریک ہو اس میں قسم دونوں حالتوں پر واقع ہوگی اور جو حالتِ حیات سے خاص ہو اس میں قسم حالتِ زلیست سے مقید رہے گی۔ (ت)

مقدمہ سابعہ: اقول مناظرات میں وقت و اطالت کہ راہ پاتی ہے بیشتر اصل مقصد و موردِ نزاع سے غفلت کے باعث منہ دکھاتی ہے، فریقین اس کے پابند رہیں، یہ تو معلوم کہ اہلِ باطل کو اکثر اصل مطلب سے فرار ہی میں مفر، مگر اہلِ حق پر اس کا خیال لازم، ہر وقت پیشِ نظر رکھیں کہ بحث کیا تھی اور چلے کدھر، اس میں باذن اللہ تعالٰی تخفیف مؤنت اور مخالف کے عجز و سکوت جلد ظاہر ہونے پر معونت ہوتی ہے، اس مسئلہ دائرہ سماعِ موتٰی میں مقصود اہلسنّت کچھ اس پر موقوف نہیں کہ تمام اموات کے بدن ہی قبر میں ہمیشہ زندہ رہیں، زائروں کے سلام و کلام وہ اُنہی کانوں کے ذریعہ سے سنیں ہوائے متموج متکیف بالصوت انہی کے پٹھوں کو کرے، اسی طریقے پر سماع ہو۔ یونہی رؤیت عامۂ اموات میں، ہماری اس سے کوئی غرض متعلق نہیں کہ وہ انہی آنکھوں سے

---

[1] درمختار باب الیمین فی الضرب والقتل وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۱۱

اپنے خصم ہی کا کلام دیکھا ہوتا، مولانا علی قاری کی عبارت نقل کی تھی:

هذه المسائل کلها ذکرها السیوطی فی کتابه شرح الصدور فی احوال القبور بالاخبار الصحیحة والآثار الصریحة۔

یعنی یہ سب مسائل امام سیوطی نے شرح الصدور میں صحیح حدیثوں صریح روایتوں سے بیان کیے۔

شیخ محقق کی عبارت منقول تھی:

بالجملہ کتاب وسنّت مملو ومشحون اند باخبار واحادیث کہ دلالت مے کند بر وجود علم موتٰی را بدنیا واہل آں پس منکر نہ شود آں را مگر جاہل باخبار ومنکر دین[1]

بالجملہ کتاب وسنّت ایسی اخبار واحادیث سے لبریز ہیں جن میں دلیل ہے کہ مُردوں کو دُنیا و اہلِ دنیا سے متعلق علم ہوتا ہے، تو اس کا منکر وہی ہوگا جو احادیث سے جاہل اور دین کا منکر ہو۔ (ت)

ثالثًا کیا مولانا قاری وشیخ محقق نے احادیثِ سلام وحدیثِ ترمذی عن ام المومنین در بارۂ خطاب بمیّت وغیرہا سے استدلال نہ کیا تھا' یا یہ سب بھی طبقۂ رابعہ میں داخل اور ان پر اعتماد مردود و باطل۔

رابعًا کتبِ سیوطی میں جو کچھ ہے کیا سب طبقۂ رابعہ سے ہوتا ہے یا یہاں خاص ایسا ہے؟ اور جب دونوں باتیں بداہۃً باطل، تو طبقۂ رابعہ کا ذکر مہمل ولاطائل۔

خامسًا احادیث طبقۂ رابعہ جس طرح تصانیفِ امامِ ممدوح میں مذکور ہوئی ہیں یُونہی عامہ ائمہ کی تالیف میں۔ اور خود یہ بلکہ ان سے نازل تر کی احادیث و روایات حجۃ اللہ البالغہ وقرۃ العینین وازالۃ الخفاء وتفسیر عزیزی وتحفہ اثنا عشریہ وغیرہا تصانیفِ ہر دو شاہ صاحب میں کہ یہی اس تقسیمِ طبقات کے موجد و قائل ہیں تو وہ تودہ بھری ہیں۔

سادسًا لطف یہ کہ خود انہی شاہ عبدالعزیز صاحب نے خود اسی مسئلہ سماعِ موتٰی میں خود انہی احادیث سے استناد کیا، اسی طرح شرح الصدور شریف کا حوالہ دیا کہ:

تفصیل آں دفتر طویل مے خواہد در کتاب شرح الصدور فی احوال الموتٰی والقبور کہ تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی است ودیگر کتب حدیث باید دید[2]

اس کی تفصیل ایک طویل دفتر کی طالب ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی کی تصنیف شرح الصدور فی احوال الموتٰی والقبور اور دوسری کتبِ حدیث دیکھنا چاہئے۔ (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۱

[2] فتاوٰی عزیزی مکتوب درحال ہمراہیان حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۸

marfat.com

ان ارواح اٰل فرعون فی اجواف طیر سود یعرضون علی النار کل یوم مرّتین تغدو و تروح الی النار فیقال یا اٰل فرعون ھذہ ماؤکم حتّی تقوم الساعۃ[1]

فرعونیوں کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ڈال کر انھیں روزانہ دو بار نار پر پیش کیا جاتا ہے۔ صبح کو اور شام کو نار کی طرف جاتی ہیں تو کہا جاتا ہے اے فرعون والو! یہ تمھارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ (ت)

فرعون اور فرعونیوں کو ڈوبے ہُوئے کئی ہزار برس ہوئے ہر روز صبح و شام دو وقت آگ پر پیش کیے جاتے ہیں، جہنم جھنکا کر اُن سے کہا جاتا ہے یہ تمھارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت آئے، اور ایک انھیں پر کیا موقوف ہر مومن و کافر کو یونہی صبح و شام جنت و نار دکھاتے اور یہی کلام سناتے ہیں۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم و موطائے امام مالک و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذامات احدکم عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ و العشی ان کان من اھل الجنۃ فمن اھل الجنۃ و ان کان من اھل النار فمن اھل النار یقال لہ ھذا مقعدک حتی یبعثک اللہ الٰی یوم القیامۃ[2]۔

جب تم میں سے کوئی مرتا ہے اس پر اس کا ٹھکانا صبح و شام پیش کیا جاتا ہے، اگر اہلِ جنت سے تھا تو اہل جنت کا مقام اور اہلِ نار سے تھا تو اہلِ نار کا مقام دکھایا جاتا ہے، اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ خدا تجھ کو روزِ قیامت اس کی طرف بھیجے۔ (ت)

یُونہی اموات کی باہم ملاقات، آپس کی گفتگو، قبر کا اُن سے باتیں کرنا، اُن کی حدِ نگاہ تک کشادہ ہونا، احیاء کے اعمال انھیں سنائے جانا، اپنے حسنات و سیئات اور گاہ گاہی کا تماشا دیکھنا وغیرہ وغیرہ امورِ کثیرہ جن کی طرف صدر مقصد دوم میں اشارہ گزرا، جن کے بیان میں دس بیس نہیں صدہا حدیثیں وارد ہُوئیں ان مطالب پر شاہد ہیں جس طریقے سے وہ ان چیزوں اور آوازوں کو دیکھتے سُنتے ہیں اور قیامت تک جسموں کے گلنے، خاک میں ملنے کے بعد بھی دیکھیں سُنیں گے، یُونہی زائروں، قبروں کے سامنے گزرنے والوں اور اُن کے کلام کو۔ طرفہ یہ کہ مولوی اسحاق صاحب نے بھی جواب وسوال ۱۹ میں تسلیم کیا مُردے زندوں کا سلام سُنتے ہیں۔ حضرت! جن کانوں سے سلام سنتے ہیں اُنھی سے کلام، یہ تو ہماری طرف سے کلام تھا، اب جانبِ منکرین نظر کیجئے، ان کا انکار بھی قطعاً عام ہے، صرف آلاتِ جسمانیہ سے خاص نہیں۔ کاش! وہ ایمان لے آئیں کہ اموات اصوات کا ادراکِ تام کرتے ہیں مگر نہ گوشِ بدن

---

[1] الدر المنثور فی التفسیر بالماثور تحت آیۃ مذکورہ مکتبۃ آیۃ اللہ ایران ۵/۵۲-۳۵۱

[2] موطا امام مالک جامع الجنائز میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۱

marfat.com

اُترنا مانے۔ کیا معاذ اللہ قرآن عظیم اپنے رسول کی قسم کی تکذیب کے لیے اُترا ؟ ایسا لکھتے اللہ و رسول سے کچھ حیا نہ آئی۔ ام المومنین نے جب حدیث کو مخالفِ آیت گمان کیا راوی کی طرف وہم وسہو نسبت فرمایا تو نے تو اس ایک حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یُوں فرمانا اور قرآن عظیم کا معاذ اللہ اُس خبر کی تغلیط میں آنا مانا۔

ثالثًا لطف یہ کہ یہ آیتیں تین سورتوں میں واقع ہوئیں، نمل، ملائکہ، روم۔ تینوں مکیہ ہیں کہ قبلِ ہجرت نازل ہوئیں اور واقعۂ بدر ہجرت کے بعد ہے، کیا آیتیں پیشگی اُتر آئی تھیں ؟ علماء نے ان آیات کو نہ مستثنیات من المکیات میں شمار فرمایا نہ مستثنیات فی النزول میں۔

رابعًا دیکھئے سباق وسیاقِ آیات صراحۃً کلام کفار احیاء میں ہے کہ سخنِ حق نہیں سُنتے، نہیں مانتے، نہ کافروں کی لاشوں میں۔ سورۂ روم میں فرماتا ہے :

ولئن ارسلنا ریحا فراوہ مصفرا لظلوا من بعدہ یکفرون ۝ فانک لا تسمع الموتی و لا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین ۝ وما انت بھادی العمی عن ضلالتھم ان تسمع الا من یؤمن بایٰتنا فھم مسلمون ۝[1]

اگر ہم ہوا بھیجیں جس سے وُہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں، بیشک تم مُردوں کو نہ سناؤ گے اور نہ بہروں کو پکار سُناؤ گے جب وُہ پیٹھ دے کر پھریں، اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمرہی سے راہ پر لانے والے ہو، تم ان ہی کو سناؤ گے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائیں پھر وہ فرمانبردار رہوں۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح انک لا تسمع الموتٰی سے آخر تک سورۂ نمل میں ہے۔ سورۂ فاطر میں ہے :

انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلٰوۃ ومن تزکی فانما یتزکی لنفسہ والی اللہ المصیر ۝ وما یستوی الاعمٰی والبصیر ولا الظلمٰت ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء والاموات ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیر ۝[2]

بیشک تمہارا ڈر سنانا ان ہی کو کام دیتا ہے جو اپنے رب سے بے دیکھے ڈریں اور نماز قائم کریں اور جو سُتھرا بنے تو وُہ اپنے نفع ہی کے لیے ستھرا ہوگا اور اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے، اور برابر نہیں نابینا اور بینا، نہ ہی تاریکیاں اور روشنی، نہ ہی سایہ اور تیز دھوپ، اور برابر نہیں زندے اور مُردے۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے، اور تم انھیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں، تم تو صرف ڈر سُنانے والے ہو۔ (ت)

---

[1] القرآن ۳۰/۵۱ تا ۵۳ و ۲۷/۸۱ و ۸۲

[2] القرآن ۳۵/۱۸ تا ۲۳

marfat.com

علماء حتی الامکان کلماتِ ائمہ میں توفیق و تطبیق محمود و مقصود، اور بے ضرورت داعیہ ابقائے خلاف و نزاع جس کے باعث خواہی نخواہی ایک گروہ ائمہ کا کلام غلط و باطل ٹھہرے مطرود و مردود۔ اور یہ توفیق کہ بتوفیقِ الٰہی ہم نے ذکر کی واضح و صریح اور تخالف مفقود، تو لاجرم اسی کی طرف مصیر لازم اور راہِ خلاف بند و مسدود۔

دلیل ۲: خلاف و تطبیق درکنار ثقات علماء اثباتِ سماعِ موتٰی پر اجماعِ اہلسنت نقل فرما چکے، کیا معاذاللہ انھیں جزاف و کذب کی طرف نسبت کر سکتے ہیں یا اکثر مشائخ حنفیہ عیاذاً باللہ ایسے بے مقدار و ناقابلِ شمار کہ ان کے خلاف کو لاشیئ ٹھہرا کر علماء ادعائے اجماع رکھتے ہیں، لاجرم سبیل یہی ہے کہ باہم خلاف ہی نہیں اجماع نسبت ارواح ہے اور قولِ مشائخ نسبتِ اشباح۔

دلیل ۳: جب احادیثِ کثیرہ وافرہ صریحہ متواترہ سماعِ موتٰی پر بے تخصیص و تقیید وقت ایسی ناطق جن میں ذی انصاف و دین کو مجالِ تاویل و تبدیل نہیں تو کیا مقتضائے حق شناسی حضرات مشائخ ہے کہ اپنی بات بنانے کیلئے خواہ مخواہ اُن کا کلام مخالفِ احادیثِ سیّدالانام علیہ وعلٰی آلہ الصّلوٰۃ والسّلام ٹھہرائے اور وُہ بھی کس جرأت کے ساتھ کہ خاص اخبارِ متعلقہ بغیب و برزخ کا مقام اور خود ارشاداتِ صریحہ نبی لاریب امین الغیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلاف کلام وان ھذا الابلاء لایحتمل وعناً لا یرمہ (یہ ایسی بلاء ہے جو اُٹھنے والی نہیں اور ایسی تکلیف جو ٹلنے والی نہیں۔ ت)

رہا وہابی قنوج رفو خواہ مایۂ مسائل صاحبِ تفہیم المسائل کا تعصب کہ:

آنچہ از ملّا علی قاری و شیخ عبدالحق آوردہ ہمہ ہا از شرح صدور نقل می کنند و مایۂ تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی کتب احادیث طبقہ رابعہ است و ایں احادیث قابلِ اعتماد نیستند۔[1]	جو کچھ ملّا علی اور شیخ عبدالحق سے نقل کیا ہے سب شرح صدور سے ناقل ہیں اور شیخ جلال الدین سیوطی کی کتابوں کا سرمایہ طبقۂ رابعہ کی احادیث ہیں اور یہ حدیثیں قابلِ اعتماد نہیں۔ (ت)

اقول اوّلاً شدّتِ تعصب نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیثِ جلیلہ کو شاید دیکھنے نہ دیا، اُن پر بھی طبقہ رابعہ کا حکم ہوگیا۔ کیا علی قاری و شیخ محقق نے اُن سے استناد نہ کیا یا آپ نے اُن کے کلاموں کا جواب دے لیا، شرم شرم شرم! ہاں مجھی کو سہو ہوا جواب کیوں نہ دیا، وُہ دیا کہ عقل و حیا دیانت سب کو جواب دیا۔ آخر کلام میں اُسے بھی سُن لیجئے۔

ثانیاً یہاں اُن کے علاوہ اور حدیثیں بھی تھیں کہ ائمۂ فن نے جن کی تصحیحیں کیں، زیادہ علم نہ تھا تو

---

[1] تفہیم المسائل   عدمِ سماعِ موتٰی از کتبِ حنفیہ   مطبع محمدی لاہور   ص ۸۳

marfat.com

وافی تھے مگر خود نفسِ مسئلہ میں انھیں علماء کرام کے کلام و دیگر ابحاث مقام اور ان کے رد و احکام و نقض و ابرام یک زبان اس معنی پر شہود عدول تو قبول واجب اور عدول مخذول۔ مثلاً:

دلیل ۴: بحث دیکھئے، کاہے کی ہے؟ ایمان کی۔ اور باجماعِ حنفیہ و تصریحاتِ علمائے مذکورین وغیرہم اُن کا مبنی عرف اور عرف میں انسان و زید و آن و تو سب کا مورد بدن تو قسم اُسی پر صادق، اور یہ داوری و چالشگری اُسی سے متعلق۔

دلیل ۵: پر ظاہر کہ اول تا آخر ان کا کلام موت میں ہے، اور میّت نہیں مگر بدن، خود اسی کافی شرح وافی میں اسی بحثِ ایمان میں فرمایا:

الروح لایموت لکنہ زال عن قالب فلان و اللّٰہ تعالٰی قادر علی اعادتہ[1]۔

یعنی رُوح میّت نہیں وُہ تو صرف بدن سے جُدا ہوگئی ہے اور اللہ تعالٰی قادر ہے کہ اسے دوبارہ بدن میں لے آئے۔

دلیل ۶: ساتھ ہی دلائل میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جس میّت میں ان کا کلام ہے وُہ وہی ہے جسے ادراک نہیں، جسے فہم نہیں، جسے درد نہیں پہنچتا، جو بے حس ہے۔ کتب خمسہ مستندہ مائۃ مسائل میں ہے:

و اللفظ للرمز، الکلام للافہام فلا یتحقق فی المیّت[2]

اور الفاظ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق للعینی کے ہیں: کلام سمجھانے کے لیے ہوتا ہے تو میت کے حق میں ثابت نہ ہوگا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے: والموت ینافیہ[3] (اور موت اس کے منافی ہے۔ ت) اسی مستخلص الحقائق میں بہ تبعیت ہدایہ ہے:

من قال ان ضربتك فعبدی حر فھو علی الضرب فی الحیاۃ، فلو مات ثم ضرب لایحنث لان الضرب اسم لفعل مؤلم یتصل بالبدن و الایلام لا یتحقق فی المیت[4]۔

کسی نے کہا اگر میں نے تجھے مارا تو میرا غلام آزاد ہے، یہ قسم زندگی کے اندر مارنے پر محمول ہوگی۔ اگر اس کے مرجانے کے بعد مارا تو حانث نہ ہوگا، اس لیے کہ مارنا بدن سے متعلق الم رساں کام کا نام ہے اور الم رسانی میت کے حق میں متحقق نہیں۔ (ت)

---

[1] کافی شرح وافی

[2] رمز الحقائق شرح کنز الدقائق باب الیمین فی الضرب و القتل الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۲۰

[3] فتح القدیر باب الیمین فی الضرب و القتل وغیر ذلک مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۶۱

[4] مستخلص الحقائق " " " " " " " فضل احمد تاجر کتب، پشاور ۲/۳۸۸

سابعًا یہ سب تمہارے فہم کے لائق کلام تھا، اگر طبقات کے بارے میں تحقیق حق ناصع درکار ہو تو فقیر کا رسالہ مدارج طبقات الحدیث دیکھئے کہ بعونہٖ تعالٰی آنکھیں کھلیں اور حق کے دریا لہراتے ملیں، مکابرہ قنوجی اب وُہ جواب سُنئے جو مُلّا تفہیمی صاحب نے صحیح حدیثوں اور ائمہ علماء کی تمام تحقیقوں کا دو حرف میں دے دیا۔ یہی شگوفہ طبقہ رابعہ چھوڑ کر فرماتے ہیں:

علاوہ بریں از تفسیر ابن عباس کہ شیخ جلال الدین سیوطی ذکر آں در دُرِ منثور کردہ صریح عدمِ سماعِ موتٰی مستفاد است[1]

علاوہ ازیں تفسیر ابن عباس سے — جس کا ذکر شیخ جلال الدین سیوطی نے دُرِ منثور میں کیا ہے: مُردوں کا نہ سُننا صاف طور پر مستفاد ہے۔ (ت)

پھر وہ تفسیر بحوالہ ابو جہل سدی بن سہل الجنید النیشا پوری[ع] بطریق عبد القادر عن ابی صالح عن ابن عباس یہ نقل کی کہ جب سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قلیبِ بدر پر اُن کافروں کی لاشوں سے کلام کیا اور فرمایا: تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ **فانزل اللہ تعالٰی انک لا تسمع الموتٰی وما انت بمسمع من فی القبور**۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیتیں اتاریں، پھر خود اس روایت کی نسبت کہا نص است بر آنکہ موتٰی را سماع نیست[2] (یہ اس پر نص ہے کہ مُردے نہیں سُنتے۔ ت)

اقول اوّلًا صحاح جلیلہ مشہورہ بخاری و مسلم کے مقابل ایسی شواذ غریبہ و نوادر مجہولہ اجزائے خاملہ ذکر کرتے شرم نہ آئی، اور ایک کتاب میں رطب و یابس، مقبول و مردود جو ملے محض جمع کر دینا مقصود ہو، دوسری جگہ استدلال و تفریع و تحقیق و تنقیح موجود ہو، ان میں فرق کی تمیز بنائی۔

ثانیًا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تو مؤکد بقسم کرکے **والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منہم**[3] قسم ہے اس کی جس کے دستِ قدرت میں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جان پاک ہے میں جو فرما رہا ہُوں اُسے تم ان سے کچھ زیادہ نہیں سنتے۔ اور تُو ان آیتوں کو اُس کے خلاف پر

ع در نسخہ مطبوعہ تفہیم المسائل ہمچنیں است و صحیح الجنید نیشاپوری است فلیتنبہ ۱۲ منہ (م)

تفہیم المسائل کے مطبوعہ نسخہ میں اس طرح ہے اور صحیح "الجنید نیشاپوری" ہے، اسے یاد رکھنا چاہئے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تفہیم المسائل عدمِ سماعِ موتٰی از کتبِ حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۳

[2] " " " ص ۸۸

[3] صحیح بخاری باب قتلِ ابی جہل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۶۶

marfat.com

لاالحیات المطلقۃ، وقیل یوضع فیہ الحیاۃ من کل وجہ[1]

کہ اسے الم کا احساس ہو، حیاتِ مطلقہ نہیں رکھی جاتی۔ اور کہا گیا کہ اس میں پُورے طور پر زندگی رکھ دی جاتی ہے (ت)

مستخلص میں بعد عبارتِ مسطورہ ہے:

وعذاب القبر یوضع حیاۃ جدیدۃ فیہ وھو قول عامۃ العلماء خلافا لابی الحسن الصالحی[ع] فان عندہ یعذب المیت من غیر حیاتہ[2]

عذابِ قبر بدن میں ایک نئی زندگی رکھنے سے ہوتا ہے۔ اسی پر عامہ علماء ہیں بخلاف ابوالحسن صالحی کے، اس کے نزدیک بغیر زندگی کے میّت کو عذاب ہوتا ہے۔ (ت)

اور بالیقین یہ شان بدن ہی کی ہے کہ اُسے موت عارض ہوتی اور اُس کا حس و ادراک باطل کرتی، پھر معاذ اللہ تعذیب کے لیے ایک گونہ حیات دی جاتی ہے اور وُہ بھی کاملہ نہیں ہوتی بخلاف رُوح کہ اس کی حیات مستمرہ ہے، امام ابن الہمام نے اس مضمون کو خُوب صاف فرما دیا، بعد عبارتِ مذکورہ لکھتے ہیں:

لانہ لایحس ولذا کان الحق ان المیت المعذب فی قبرہ توضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یحس بالألم حتی لوکان متفرق الاجزاء بحیث لا یتمیز الاجزاء بل ھی مختلطۃ بالتراب فعذب

اس لیے کہ اس میں احساس نہیں۔ اسی لیے حق یہ ہے کہ جس مُردے کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اُس کے اندر اتنی زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ وہ الم کا احساس کرے، یہاں تک کہ اگر اس کے اجزا اس طرح بکھر گئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

طرف نسبت کرکے اسے بلفظ قیل نقل کیا حالانکہ فقیر کے نسخۂ کافی میں جمہور کے نزدیک اعادۂ حیات اور اُس کی دلیل لکھ کر اُنھیں سے وُہ دونوں قول حیاتِ خفیفہ و حیاتِ کاملہ کے یکساں طور پر نقل کیے کہ:

ثم اختلفوا فقیل توضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یتألم لا الحیاۃ المطلقۃ، وقیل توضع فیہ الحیاۃ من کل وجہ اھ[3]

پھر علماء مختلف ہوئے، بعض نے کہا اس میں اس قدر زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ اسے الم کا احساس ہو حیاتِ مطلقہ نہیں رکھی جاتی، اور بعض نے کہا کہ اس میں پُورے طور پر زندگی رکھ دی جاتی ہے اھ (ت)

اسی طرح علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا فلیتنبہ ۱۲ منہ (م)

ع: رجل من المعتزلۃ الیہ تنسب الفرقۃ الصالحیۃ ۱۲ منہ (م) (یہ معتزلہ میں سے ایک شخص ہے جس کی طرف فرقہ صالحیہ منسوب ہے۔ ت)

---

[1] مائۃ مسائل مسئلہ ۲۶ مکتبہ توحید و سنّہ قصہ خوانی پشاور ص ۵۲

[2] مستخلص الحقائق باب الیمین فی الضرب و القتل دلی پرنٹنگ ورکس دہلی انڈیا ۲/ ۳۸۸

[3] کافی شرح وافی

marfat.com

ایمان سے کہنا ان آیتوں میں یہی بیان ہے کہ کافروں کی لاشوں پر کیوں پکار رہے ہو وہ مرنے کے بعد کیا سنیں گے۔

خامسًا قطع نظر اس سے کہ اگر اس واقعہ میں اس افادے کے لیے یہ کلامِ پاک اُترتا تو فاطر والی آیت یا نمل و روم میں کی ایک کافی تھی، انک لا تسمع جُدا اور ما انت بمسمع الگ اترنے کی کیا حاجت تھی ؛ نمل و روم کی دونوں آیتیں تو حرف بحرف ایک ہی ہیں صرف زیادتِ فا کا فرق ہے، اس کے کیا معنی تھے کہ جبریل اس واقعہ پر انکار کے لیے ایک بار انک لا تسمع آخر تک سناتے پھر اسی وقت "فانک لا تسمع" آخر تک سناتے۔ لاجرم ان میں کی ایک کسی دلیل سے اپنے محل سورت سے جُدا نہیں ہوسکتی، اور جب مکہ معظمہ میں پیش ہجرت انکار اُتر چکا تھا تو اب سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس پر بقسم اصرار کیا احتمال رکھتا تھا!

سادسًا ظاہر حس وعقل بالبداہۃ جسمِ میّت کے معطل و بے حس ہونے پر شاہد ہے، اگر کسی وقت اس کا مدرک ہونا ثابت ہو تو یہ قطعاً امورِ غیبیہ سے ہے۔ اب سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قسم کھا کر اس غیب پر حکم فرمانا پھر قرآن عظیم کا معاذ اللہ اُس کے خلاف پر آنا دو صورتوں کے سوا ممکن نہیں، یا تو اوّلًا عیاذًا باللہ حضور پُر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے رجمًا بالغیب کلام فرمادیا، یا اپنی طرف سے غیب پر حکم لگا دیا تھا یا یُوں کہ اول اسی طرف سے خبر غیب معاذ اللہ خلافِ واقع آئی، پھر اس کا رَدّ اُترا، تمہارا ایمان ان دونوں میں سے جسے قبول کرے مانو۔

سابعًا اگر بفرض غلط یہ روایت غریبہ خاملہ صحیح بھی ہو تو قطعاً یقیناً حتمًا جزمًا آیاتِ مذکورہ آیتِ کریمہ فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی[1] (تو انھیں تم نے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اُن کو قتل کیا۔ اور تم نے کنکریاں نہ پھینکیں جب پھینکیں لیکن اللہ نے پھینکیں۔ ت) کے باب سے ہیں جن میں معاذ اللہ ہرگز اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم کی قسم پر ردّ انکار نہیں بلکہ یُوں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جو اجسامِ مُردہ تمہارا کلام سُن رہے ہیں یہ تم نے انھیں نہ سُنایا بلکہ خدا نے سُنایا ان اللہ یسمع من یشاء و ما انت بمسمع من فی القبور، یہ اسی کی قدرت سے ہُوا کہ ان خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جس کے آتے ہی گئے ہوئے ہوش وحواس بدن کے پھر درست ہوگئے۔ اب یہ روایت بھی ہماری دلیل ہے اور تفہیمی مُلّا کے فہم خوار و ذلیل، والحمد للہ الھادی الی سواء السبیل (اور خدا ہی راہِ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت) خیر بات دُور پہنچی اور اب صاحبِ تفہیم داخل من فی القبور تو سماعِ قبول سے قطعاً مہجور، لہٰذا اصل سخن کی طرف عنان گردانی کیجئے۔ کلامِ مشائخ دوبارہ اجسامِ موتٰی ہونے پر شواہد و اسانید میں یہ تین امور بالائی کافی و

---

[1] القرآن ۸/ ۱۷

marfat.com

صحبت کروں یا تیرا بوسہ لوں، تو یہ قسمیں اس مخاطب مرد و زن کی زندگی پر مقتصر رہیں گی، اور اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے نہلاؤں یا اُٹھاؤں یا بٹھاؤں، تو موت و حیات دونوں کو شامل ہوں گی، یہاں تک کہ اگر وہ شخص مرگیا اور اس نے اُسے غسلِ میت دیا اُس کا جنازہ اُٹھایا، اُسے ہاتھ لگایا، کفن پہنایا تو حانث ہوگا۔ کافی میں عبارت منقولہ مائتہ مسائل کے چند سطر بعد ہے:

بخلاف ان غسلتك او حملتك او مسستك او البستك فانها لاتتقید بالحیاۃ لان الغسل یراد به التنظیف و تطهیر و ذا یتحقق فی المیت الا تری انه یجب غسل المیت تطهیرا له فکیف ینافیه ولو صلی علی المیت قبل الغسل لم یجز ولو کان غسیلا جاز والحمل یتحقق بعد الموت قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم من حمل میتا فلیتوضا والمس للتعظیم وللشفقة فیتحقق بعد الموت والالباس للتعظیمة والمیت محل لها۔[1]

اس کے برخلاف اگر کہا: اگر میں نے تجھے نہلایا، یا اٹھایا، یا مس کیا، یا پہنایا، تو یہ قسمیں حالتِ حیات سے مقیّد نہ رہیں گی۔ اس لیے کہ نہلانے سے پاک صاف کرنا مقصود ہوتا ہے اور وُہ میّت کے حق میں بھی ثابت ہے۔ دیکھو کہ میّت کو پاک کرنے کے لیے اُسے غسل دینا واجب ہے تو وہ قسم اس کے منافی کیسے ہوگی؟ ــــ اور اگر غسل سے پہلے میّت کا جنازہ پڑھ لیا تو جائز نہیں اور بعد غسل جائز ہے۔ اور جس نے ایسے مُردے کو لیے ہُوئے نماز پڑھی جسے غُسل نہ دیا گیا تھا تو جائز نہیں، اور اگر غسل دیا ہوا تھا تو جائز ہے، اور اٹھانا بعد موت بھی متحقق ہے۔ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جس نے کسی میت کو اُٹھایا تو چاہیئے کہ وضو کرے"۔ مس کرنا تعظیم یا شفقت کے لیے ہوتا ہے تو وہ بعد موت بھی متحقق ہوگا۔ پہنانا تعظیم کے لیے ہوتا ہے اور میّت اس کا محل ہے۔ (ت)

دیکھئے وہی کاف ہے وہی خطاب ہے، اور اگر اس سے بدن مراد نہ ہوتا تو ان حلفوں میں واجب تھا کہ کبھی حانث نہ ہو کہ مسائل قسم ثانی مطلقاً وہی ہوں گے جنھیں محض بدن سے تعلق ہے، جب بدن مقصود نہیں تو اُسے نہلانا، اٹھانا، چھونا، پہنانا کیوں موجب حنث ہونے لگا، اور ایک اسی قسم پر کیا ہے قسمِ اول میں ضربؒ جماع و بوسہ کیا غیر بدن سے متعلق ہیں، نسق واحد کے ذکر کیے ہُوئے تمام مسائل میں بدن مراد لینا اور صرف ایک کو اس سے الگ کر دینا کس قدر دُور از کار ہے کاف خطاب سے جو ان سب میں مراد ہے وہی کلمتك میں، تو لاجرم یقیناً قطعاً یہ سب خطاب محاورہ عرف حلف سب متعلق بدن ہی ہیں اور فارق وہی جلیل وجمیل جو

---

[1] کافی شرح وافی

اسی فتح القدیر میں ہے :

لایتحقق فی المیّت لانہ لا یحس[1] — میّت کے حق میں متحقق نہیں، اس لیے کہ وہ احساس نہیں رکھتا۔ (ت)

اسی مائۃ مسائل میں عینی شرح کنز سے ہے :

الضرب ایقاع الالم و بعد الموت لا یتصور[2] — ضرب کا معنٰی تکلیف پہنچانا اور بعدِ موت یہ متصوّر نہیں۔ (ت)

تو قطعاً ثابت وُہ بدن ہی میں کلام کررہے ہیں کہ وہی مقا۱ ایسا میّت ہے جسے نہ حس رہتا ہے نہ ادراک، بخلافِ روح کہ اس کے ادراکات قطعاً باقی ہیں، خود یہی امام نسفی عمدۃ الکلام میں فرما چکے : الروح لایتغیر بالموت[3] (رُوح موت سے متغیر نہیں ہوتی۔ ت)

دلیل ۷ : پھر جب اس تقریر پر شبہ وارد ہُوا کہ جب حس نہیں ادراک نہیں، تألم نہیں، تو عذابِ قبر کیسا ! تو ان سب حضرات نے یہی جواب دیا کہ معاذ اللہ جس پر عذابِ قبر ہوتا ہے اُسے قبر میں یک گونہ حیات دی جاتی ہے جس سے الم پہنچنے کے قابل ہوجاتا ہے، اسی مائۃ مسائل میں عینی سے بعد عبارتِ مذکورہ ہے :

و من یعذب فی القبر یوضع فیہ الحیاۃ علی الصحیح[4] — جسے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے صحیح قول یہ ہے کہ اس میں زندگی پیدا کردی جاتی ہے۔ (ت)

اُسی میں کافی[ع] سے ہے :

عند العامۃ یوضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یتألم — جمہور کے نزدیک اس میں اس قدر زندگی رکھ دی جاتی ہے

ع لطیفہ : مائۃ مسائل میں یہ کافی کی عبارت اسی طرح نقل کی جس سے وہم ہو کہ جمہور علماء کے نزدیک قبر میں بدن کی طرف عودِ حیات صرف ایک خفیف طور پر ہوتا ہے، حیاتِ کاملہ ملنا قولِ بعض و مرجوح ہے کہ اِسے عامہ کی (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذٰلک مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۶۰

[2] مائۃ مسائل مسئلہ ۲۶ مکتبہ توحید و سنّہ قصّہ خوانی پشاور ص ۵۶

[3] عمدۃ الکلام لامام نسفی

[4] مائۃ مسائل مسئلہ ۲۶ مکتبہ توحید و سنّہ قصّہ خوانی پشاور ص ۵۲

marfat.com

اتنا ہے کہ فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مواجہے میں آجائے اُس وقت اُن سے یُوں گزارش کرے۔ اگر معاذاللہ یہ سلام وکلام محض از قبیل "اے بادصبا ایں ہمہ آوردہ تست" (اے بادِ صبا! یہ سب کچھ تُو نے اڑایا ہے۔ت) تھا تو ہٹ ہٹ کر مواجہوں میں آنے کی کیا حاجت تھی! ہٹ دھرم بے انصاف انصاف کی تو کہتے نہیں، مگر ذی عقل منصف تو قطعاً ان تعلیمات سے یہی سمجھتا ہے کہ یہ سلام وکلام ضرور حقیقی ہے اور مواجہے سے مقصود پیشِ نظر آنا، اسی فتح القدیر میں ہے:

ثم یتاخر عن یمینہ قدر ذراع فیسلم علی ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فان راسہ حیال منکب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیقول السلام علیك یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وثانیہ فی الغار ابا بکر الصدیق جزاك اللہ عن امۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیرا ثمّ یتاخر کذلك قدر ذراع فیسلم علی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لان راسہ من الصدیق کرأس الصدیق من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیقول السلام علیك یا امیر المؤمنین عمر الفاروق والذی اعز اللہ بہ الاسلام جزاك اللہ من امۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیرا۔[1]

پھر اپنے داہنے ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام عرض کرے اس لیے کہ ان کا سر مبارک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوشِ انور کے مقابل ہے، تو عرض کرے آپ پر سلام اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ اور غار میں ان کے ثانی ابوبکر صدیق! خدا آپ کو اُمتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے جزائے خیر دے۔ پھر اسی طرح ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام عرض کرے، اس لیے کہ ان کا سر مبارک حضرت صدیق سے اسی طرح ہے جیسے حضرت صدیق کا سر مبارک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے، تو عرض کرے آپ پر سلام ہو اے امیر المومنین عمر فاروق، وُہ جس سے اللہ نے اسلام کو عزّت وقوت دی، اللہ آپ کو امتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے نیک جزا عطا فرمائے۔ (ت)

شاہد ۵: چلے کہاں کو، انھیں امام ابن الہمام کا وُہ ارشاد ہدایت بنیاد جگر شگاف تو ہب والحاد سُنیے کہ سارے انکاری مذہب پر مُردنی چھا جائے، اموات کو پتھر سمجھنے پر حجارۃ من سجیل کا پتھراؤ آئے۔ اسی فتح القدیر کے آخر کتاب الحج میں فرماتے ہیں:

یاتی القبر الشریف ویستقبل جدارہ

یعنی مزارِ انور حضور سیدِ اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

[1] فتح القدیر کتاب الحج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۵

جعلت الحیاۃ فی تلک الاجزاء التی لایاخذ ھا البصر وان اللہ علٰی ذٰلک لقدیر[1] الخ وقد تقدم تاما فی المقدمۃ الثالثۃ۔

باہم امتیاز نہ رہا بلکہ مٹی سے خلط ملط ہوگئے پھر اُسے عذاب دیا گیا تو ان ہی اجزاء میں زندگی رکھ دی جاتی ہے جو نظر نہیں آتے۔ اور بلاشُبہ اللہ تعالٰی اس پر ضرور قادر ہے الخ یہ عبارت مقدمہ سوم میں مکمل گزرچکی (ت)

اب ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے وُہ کسے میّت کہہ رہے تھے، کس کی طرف اعادۂ حیات بقدرِ احساس الم مانا، کس کے اجزاء منفرق ہوگئے، کس کے اجزاء اتنے باریک ہُوئے کہ نظر کام نہیں کرتی، ہاں وُہ کیا ہے جس کے اجزاء مٹی میں مل گئے، کیا وُہ روح پاک ہے، حاشا یہی بدن تودۂ خاک ہے، تو آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ اسی مردۂ حقیقی میں علماء کا کلام ہے، اسی کی نسبت انکارِ سماع وافہام ہے وللہ الحجۃ السامیۃ (اور اللہ ہی کے لیے بلند حجت ہے۔ ت)

دلیل ۸: انھیں کتب میں کریمہ وماانت بمسمع من فی القبور سے استدلال کیا اور بر ظاہر کہ من فی القبر نہیں مگر بدن۔ خود صاحبِ تفہیم المسائل نے اسی بحث میں براہِ بدقسمتی خود انھیں امام عینی شارح کنز کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری سے نقل کیا:

فان قلت بعد فراغ الملکین من السوال مایکون المیت قلت ان کان سعیدا کان روحہ فی الجنۃ وان کان شقیا ففی سجین علٰی صخرۃ فی الارض السابعۃ[2]

یعنی بعد سوال نکیرین سعید کی روح جنّت میں رہتی ہے اور شقی کی سجّین میں ساتویں زمین کی ایک چٹان پر۔

تو قبر میں نہیں مگر بدن، اسی سے آیت نفی اسماع فرماتی ہے، اور اسی سے یہ علماء نفیِ سماع۔

دلیل ۹: نیز یہ سب علماء قولِ اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے دلیل لائے، اور اِن شاء اللہ القریب المجیب عنقریب روشن ہوتا ہے کہ ام المومنین صرف سماعِ جسمانی کی منکر ہیں اور ادراکِ روحانی کی مثبت ومقر۔

دلیل ۱۰: انھیں کتب میں اسی مبحث میں مسائل دو قسم کے ذکر فرمائے: ایک متقید بحیات، دُوسرے شاملِ حیات وممات۔ فرماتے ہیں اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے ماروں یا تجھ سے بولوں، یا عورت سے کہا اگر تجھ سے

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الضرب والقتل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۶۰

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب المیت یسمع خفق النعال ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/ ۱۴۷

marfat.com

بتا رہے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون، پھر امام ممدوح یہ صرف اپنا ارشاد نہیں فرماتے بلکہ ہمارے علمائے کرام سے نقل فرمارہے ہیں، خدا کی شان یہی وہ مشائخ حنفیہ ہیں کہ سماعِ روح کا انکار جن کے سر باندھے، اللہ تعالےٰ توفیقِ انصاف بخشے، آمین!

شاہد ۶ : یہی امام عینی شارح کنز عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب الاذان بعد ذہاب الوقت میں فرماتے ہیں:

الروح جوھر لطیف نورانی مدرك للجزئیات والکلیات غنی عن الاغتذاء بریٔ عن التحلل والنماء ولھذا یبقی بعد فناء البدن اذ لیست لہ حاجۃ الی البدن ومثل ھذا الجوھر لایکون من عالم العنصر بل من عالم الملکوت فمن شانہ ان لایضرہ خلل البدن وتلتذ بمایلائمہ ویتألم بماینافیہ والدلیل علٰی ذٰلك قولہ تعالٰی ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم الاٰیۃ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذاوضع المیّت علٰی نعشہ رفرف روحہ فوق نعشہ ویقول یااھلی ویاولدی[1]۔

رُوح ایک جوہر لطیف نورانی ہے کہ علم سمع وبصر وغیرہا تمام ادراکات رکھتی ہے، کھانے پینے سے بے نیاز، گھٹنے بڑھنے سے بری ہے، اسی لیے فنائے بدن کے بعد باقی رہتی ہے کہ اُسے بدن کی طرف اصلاً احتیاج نہیں، ایسا جوہر عالمِ آب وگِل سے نہیں ہوتا بلکہ عالمِ ملکوت سے، تو اس کی شان یہ ہے کہ بدن کا خلل پذیر ہونا اُسے کچھ نقصان نہ پہنچائے، جو بات موافق ہو اُس سے لذّت پائے، جو مخالف ہو اس سے درد پہنچے۔ اور اس پر دلیل اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ جو راہِ خدا میں مارے گئے ہرگز انھیں مُردہ نہ جانیو بلکہ وُہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (الآیۃ) اور نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی حدیث کہ جب مُردہ نعش پر رکھا جاتا ہے اس کی رُوح بالائے نعش پرافشاں رہتی ہے اور کہتی ہے کہ اے میرے گھر والو، اے میرے بچو!

للہ انصاف! اگر رُوح بعد موت معطل اور اس کا فہم وادراک مختل ہو تو یہ کیونکر صحیح ہوتا کہ اسے بدن کی حاجت نہیں، خللِ بدن سے کچھ مضرت نہیں، بھلا رُوح تو بیکار وجماد ہوئی یہ رب کے پاس زندہ کون ہے؟ یہ نعش پر جلوہ فگن ونوازن کون ہے؟

شاہد ۷ : یہی امام محمود اسی عمدہ میں اس حدیث کے نیچے کہ میّت کو اپنے اہل کے رونے سے عذاب

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الاذان بعد ذہاب الوقت ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/ ۸۸

marfat.com

بتوفیق اللہ تعالیٰ ہم نے ذکر کیا کہ ضرب میں درد، کلام میں فہم، بوسے میں لذّت، جماع میں قضائے شہوت درکار ہے۔ اور یہ امور بدن کے اُن صفات پر مقصور کہ بہ تبعیت روح اسے حاصل ہوتے ہیں لہذا بعد موت جسم خالی انھیں کافی نہیں بخلاف غسل وحمل ومس والباس کہ صرف صفات اصلیہ بدن کے طالب ہیں توان میں حیات وموت یکساں۔

دلیل ۱۱ : ان ائمۂ کرام وعلمائے اعلام کا یہ کلام ارواحِ موتٰی پر حمل کرنا صراحۃً باطل وتوجیہ القول بمالا یرضی بہ القائل ہے اُن کے کلمات عالیات بہزار زبان اس سے تحاشی فرمارہے ہیں شواہد سُنئے :

شاہد ۱ : امام اجل ابوالبرکات نسفی قدس سرہ کا ارشاد اسی کافی شرح وافی سے ابھی گزرا کہ روحیں نہیں مرتیں۔

شاہد ۲ : خود عقائد کی کتاب میں ارشاد فرمایا کہ رُوح میں مرگ سے کچھ تغیر نہیں آتا، کیا وہ اسی رُوح کو کہیں گے کہ مرگئی، فہم وادراک کے قابل نہ رہی، یہ کچھ ہُوا اور تغیر نہ آیا، وائے جہالت !

شاہد ۳ : یہی امام ابن الہمام اور ایک یہی کیا تمام علمائے اعلام زیارتِ قبور میں اموات پر سلام اور اُن سے خطاب وکلام تسلیم فرماتے اور اسے سُنّت بتاتے ہیں، فتح القدیر میں ہے :

یکرہ النوم عند القبر وقضاء الحاجۃ بل اولٰی وکل مالم یعھد من السنۃ والمعھود منھالیس الا زیارتھا والدعاء عندھا قائما کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع ویقول السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسئل اللہ لی ولکم العافیۃ[1]

قبر کے پاس سونا مکروہ ہے اور قضائے حاجت بھی بلکہ بدرجۂ اولٰی یہ مکروہ ہے۔ اور ہر وہ کام جو سنت سے معہود نہ ہو۔ اور سنت سے معہود یہی زیارت اور وہاں کھڑے ہو کر دعا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقیع تشریف ارزانی میں کیا کرتے تھے اور کہتے "تم پر سلام ہو اے اہلِ ایمان لوگو ! اور ہم بلاشبہ تم سے ملنے والے ہیں اگر اللہ نے چاہا۔ میں اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت مانگتا ہوں۔ (ت)

فصل یازدہم میں گزرا کہ یہ سلام وکلام ضرور دلیلِ سماع وافہام ہیں، مگر یہ اکابر اعلام معاذ اللہ اتنی تمیز نہ رکھتے تھے کہ اینٹوں پتھروں سے سلام وکلام کیا معنی ؟

شاہد ۴ : یُوں ہی جس نے زیارتِ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما ذکر کی بالاتفاق اُن سے علاوہ سلام وکلام بھی تعلیم کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ مواجہۂ اقدس حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اتنا ہٹے کہ صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے مواجہے میں آجائے اُس وقت اُن سے یوں عرض کرے، پھر ان کے مواجہہ سے

---

[1] فتح القدیر۔ فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲

marfat.com

لتبکی فتستعین لہ صویحبۃ فیا عباد اللہ لا تعذبوا موتاکم[1]

علیہ وسلم کی جان پاک ہے کہ تمھارے رونے پر تمھارا مُردہ رونے لگتا ہے، تو اے خدا کے بندو! اپنی اموات کو عذاب نہ کرو۔

شاہد ۸ : علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں قولِ درر :

الایلام لایتحقق فی المیت وکذا الکلام لان المقصود بھذا الافہام والموت ینافیہ[2]۔

الم رسانی میت کے اندر متحقق نہیں، اسی طرح گفتگو بھی، کیونکہ اس کا مقصود افہام اور سمجھانا ہوتا ہے، موت اس کے منافی ہے۔ (ت)

پر تقریر کی اور خود فرمایا :

الاصل فیہ ان کل فعل یلذ ویولم ویغم ویسر یقع علی الحیات دون الممات[3]۔

اس بارے میں اصل یہ ہے کہ ہر وہ فعل جس سے لذت و الم اور غم وسرور ہو وہ حیات ہی پر واقع ہوگا موت پر نہیں۔ (ت)

اور قول ۳۲ میں ان کا ارشاد بحوالہ حضرت استاذ سُن چکے کہ مُردوں کو جُوتوں کی پہل سے اذیت ہوتی ہے۔

شاہد ۹ : قول ۱۵ دیکھو کہ گھاس اور پیڑ کی تسبیح سے مُردہ کا جی بہلتا ہے۔

تنبیہ : فتاوٰی قاضی خاں و امداد الفتاح و مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی وغیرہا میں مقبروں سے درخت و گیاہ سبز کاٹنے کی کراہت پر دلیل مذکور قائم فرمائی اور جس غافل غیر ماؤف الدماغ کے سامنے ان الفاظ کو بیان کیجئے کہ کہ فلاں کی تسبیح سے فلاں کا جی بہلا، اُس کا ذہن قطعًا اس طرف جائے گا کہ اس نے اُس کی تسبیح سنی اور اس سے انس ملا، بداہت عقل شاہد ہے کہ کسی شَے سے انس پانے کو اس پر اطلاع ضرور، اور تسبیح جنسِ کلام سے ہے جس پر اطلاع بطورِ سماع تو یہ کلامِ علما صراحۃً سماعِ موتٰی کی دلیل صاف ہے بلکہ اس درجہ قوت قویہ سمع کی جو عامۂ احیاء کو حاصل نہیں کما نبھنا علیہ سالفا (جیسا کہ پیچھے ہم نے اس پر تنبیہ کی۔ ت) تو صاحبِ تفہیم المسائل کا خبط کہ اس کلام کو ہرگز مطلب سے آشنائی نہیں۔ پھر کہا :

باید دید کہ ایں عبارت را از سماعتِ موتٰی چہ مناسبت[4]؟

دیکھنا چاہئے کہ اس عبارت کو مُردوں کے سُننے سے کیا مناسبت ہے؟ (ت)

---

[1] المعجم الکبیر مروی از قیلہ بنت مخرمہ حدیث ۱ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۵/ ۱۰
[2] الدرر الحکام لملا خسرو باب حلف الفعل مطبعہ کاملیہ مصر ۲/ ۵۳
[3] غنیہ ذوی الاحکام حاشیۃ علی الدرر الحکام " ۲/ ۵۳
[4] تفہیم المسائل عدمِ سماعِ موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۴

marfat.com

وليستدبر القبلة" وما عن ابي الليث انه يقف مستقبل
القبلة مردود بما روى ابو حنيفة رضي الله تعالى
عنه في مسنده عن ابن عمر رضي الله تعالى
عنهما قال من السنة ان تاتى قبر النبي صلى
الله تعالى عليه وسلم من قبل القبلة و
تجعل ظهرك الى القبلة وتستقبل القبر
بوجهك ثم تقول السلام عليك ايها النبي
ورحمة الله وبركاته" الا ان يحمل على نوع
ما من الاستقبال وذلك انه صلى الله تعالى
عليه وسلم في القبر الشريف المكرم على
شقه الايمن مستقبل القبلة" وقالوا في
زيارة القبور مطلقا الاولى ان ياتي الزائر من
قبل رجل المتوفى لا من قبل راسه فانه
اتعب لبصر الميت بخلاف الاول لانه يكون
مقابلا بصره لان بصره ناظر الى جهة قدميه اذا
كان على جنبه فعلى هذا تكون القبلة عن
يسار الواقف من جهة قدميه صلى الله
تعالى عليه وسلم بخلاف ما اذا كان من جهة
وجهه الكريم فاذا اكثر الاستقبال اليه صلى الله
تعالى عليه وسلم لا كل الاستقبال يكون استدبار
القبلة اكثر من اخذه الى جهتها فيصدق
الاستدبار ونوع من الاستقبال[1] الخ۔

زیارت کو حاضر ہو روضۂ اقدس کی طرف منہ اور قبلے کو
پیٹھ کرے، اور وہ جو فقیہ ابو اللیث سے نقل کیا گیا کہ
قبلہ رُو کھڑا ہو مردود ہے اُس حدیث سے کہ امام اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ بن
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ سنّت یُوں ہے
کہ مزارِ اقدس کے حضور قبلہ کی طرف سے آئے قبلے کو
پُشت اور قبرِ انور کی طرف منہ کرے، پھر عرض رسا ہو
سلام حضور پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اُس کی
برکتیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ایک گونہ قبلے کی طرف ہونا
مراد لیں اس لیے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
قبرِ منور میں دہنی کروٹ پر قبلہ رُو تشریف فرما ہیں، اور
علمائے کرام نے عام قبروں کی زیارت میں حکم دیا ہے
کہ زائر کو چاہیے میّت کی پائنتی کی طرف سے آئے نہ کہ
سرہانے کی جانب سے کہ اس میں مُردے کی نگاہ کو
تکلیف ہوتی ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ یُوں آنے والا
میّت کی نگاہ کے سامنے ہوگا اس لیے کہ میّت جب کروٹ
سے ہو تو اس کی نظر اپنے پاؤں کی طرف ہے، تو اس
تقدیر پر جب یہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاؤں
کی طرف سے حاضر ہوگا قبلہ اس کے بائیں ہاتھ کو ہوگا
زیادہ رُخ جانبِ قبر ہوگا اور ایک گوشہ جانبِ قبلہ ہوگا
تو پشت بقبلہ بھی ہُوا اور ایک گُونہ قبلہ کی طرف جھکا ہونا
بھی صادق آیا الخ۔

اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ایمان سے کہنا یہی وہ علماء ہیں جو میت کو پتھر، بے حس، بے ادراک

---

[1] فتح القدیر کتاب الحج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۵

علیہ وسلم مامن احد یمر بقبر اخیہ المؤمن کان یعرف فی الدنیا فیسلم علیہ الاعرفہ و ردّ علیہ السلام[1] — فرمایا: جو شخص بھی اپنے کسی ایسے مومن بھائی کی قبر سے گزرتا ہے جو اُسے دنیا میں پہچانتا تھا اور اسے سلام کرتا ہے تو صاحبِ قبر اسے پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے

شاہد ۲۵: انھیں کا قول ۸۲ دیکھو کہ اموات زائروں کا سلام سنتے، جواب دیتے، اُن سے اُنس پاتے ہیں۔ پھر فرمایا: اس میں نہ شہیدوں کی خصوصیت، نہ کسی وقت کی قید۔ خدارا انصاف! یہ علماء سماعِ رُوح کے منکر ہوں گے، حاش للہ حاش للہ، ولکن الوھابیۃ قوم یعتدون (مگر وہابیہ ایسے لوگ ہیں جو حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ ت) پچیس شاہد ہیں اور پچیس سو ممکن مگر علماء اپنا لکھا خود نہ سمجھتے تھے لاجرم قطعاً یقیناً وہ ارواحِ موتٰی کے لیے سمع و بصر و علم و فہم مانتے اور بدنِ مردہ کو جب تک مردہ رہے ان صفات سے معزول جانتے ہیں۔ یہی بعینہٖ ہمارا مذہب اور یہی عباراتِ علماء کا مطلب والحمد للہ رب العالمین۔

دلیل ۱۲: اگر یہ کلامِ مشائخِ کرام رُوح پر محمول ہو تو وہ اعتراضاتِ قاہرہ وارد ہوں جن سے رہائی ناممکن الحصول ہو۔ مثلاً:

اوّلاً حدیث ۴ سے ۱۵ تک انھیں بارہ[12] احادیثِ عظیمہ صحیحہ خفق نعال وقلیب بدر سے ایراد جلیل اور ادعائے تخصیص وقتِ سوالِ قبر یا خصوصیت کفارِ مقتولینِ بدر باطل و بے دلیل کما سمعت (جیسا کہ سن چکے۔ ت) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

یردّہ ان الاختصاص لایصح الابدلیل وھو مفقود ھھنا بل السوال والجواب ینافیانہ[2] — اس کی تردید اس سے ہوتی ہے کہ خصوصیت بغیر کسی دلیل کے صحیح نہیں اور دلیل یہاں مفقود ہے بلکہ سوال و جواب تو اس کے منافی ہیں (ت)

ثانیاً یہاں خصوصیت سہی اور جو احادیثِ کثیرہ عموماً و مطلقاً اموات کے علم و سمع و بصر و ادراک و معرفت میں وارد ہیں اُن سے کیا جواب ہوگا۔ مرقاۃ میں ہے:

مع ان ماورد من السلام علی الموتٰی یرد علی التخصیص باول احوال الدفن[3] — باوجودیکہ مُردوں پر سلام کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں وہ اول وقتِ دفن سے تخصیص کی تردید کرتی ہیں (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۳۴۱

[2] و [3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب حکم الاسراء مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/۳۴۶

ہوتا ہے۔ امام اجل ابوزکریا نووی سے نقل فرماتے ہیں :

حکی عن طائفۃ ان معناہ انہ یعذب بسماع بکاء اھلہ علیہ ویرق لھم وقال والی ھذا ذھب محمد بن جریر الطبری وغیرہ قال القاضی عیاض وھو اولی الاقوال واحتجوا بحدیث فیہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زجر امرأۃ من البکاء علی ابنھا وقال ان احدکم اذا بکی استعبرلہ صویحبہ فیا عباد اللہ لا تعذبوا اخوانکم[1]

یعنی امام ممدوح نے ایک جماعتِ علماء سے نقل فرمایا کہ معنیٔ حدیث یہ ہیں کہ لوگ مُردے پر جو روتے ہیں مُردے کو اُن کا رونا سُن کر صدمہ ہوتا ہے اور اُن کے لیے اُس کا دل کُڑھتا ہے۔ امام محمد نے فرمایا محمد بن جریر طبری وغیرہا اسی طرف گئے، امام قاضی عیاض نے فرمایا یہ سب قولوں سے بہتر ہے، اور اس پر ایک حدیث سے دلیل لائے کہ ایک بی بی اپنے بیٹے پر رو رہی تھیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں منع کیا اور فرمایا: "جب تم میں کوئی روتا ہے تو اس کے رونے پر مُردے کے بھی آنسو نکل آتے ہیں تو اے خدا کے بندو! اپنے بھائیوں کو تکلیف نہ دو۔"

یہ تو ان ائمہ سے نقل تھی اور اس سے پہلے خود امام عینی فرما چکے ہیں :

اما تصور البکاء من المیت فقد ورد فی حدیث ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان احدکم اذا بکی استعبرلہ صویحبہ والمراد والمراد بصویحبہ المیت[2]

یعنی میّت کا رونا متصوّر ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں کوئی روتا ہے تو اس کا ساتھی وہ مُردہ بھی رونے لگتا ہے۔ (صویحب سے مراد میّت ہے)

للہ انصاف! یہی علماء ہیں جو ارواحِ موتٰی کے سماع وفہم سے انکار رکھتے ہیں۔

فائدہ : یہ بی بی حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ہیں، اور یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ وطبرانی نے اُن سے روایت کی وُہ خدمتِ اقدسِ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھیں اپنے ایک بیٹے کو یاد کرکے روئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا طریقہ ہے کہ دنیا میں زندگی تک کو اپنے ساتھی سے اچھا سلوک اور مرے پیچھے ایذا دو،

فوالذی نفس محمد بیدہ ان احدکم

قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ تعالٰی

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری مایرخص من البکاء فی غیر نوح ادارۃ المنیریۃ بیروت ۸/ ۷۹

[2] " " " " " " " ۸/ ۷۸

فرماتے ہیں :

وفی حدیث ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عند الطبرانی من قول حماد و ابی عمر الضریر مایصرح بذلك[1]

طبرانی کے یہاں بالفاظِ حماد و ابو عمر ضریر جو حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اُس میں اس کی تصریح ہے۔ (ت)

اور اگر سوال مانئے بھی تو اُس کا وقت ابتدائے وضع و دفن ہے یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن ناپاک لاشوں سے وہ گندہ کنواں پَٹ جانے کے تین دن بعد وہاں تشریف لے جاکر مخاطب ہوئے تھے، صحیح مسلم کی روایت حدیث ۸۴ میں گزری، اور صحیح بخاری شریف میں ہے :

عن ابی طلحة رضی الله تعالیٰ عنه ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم امر یوم بدر باربعة وعشرین رجلا من صنادید قریش فقذفوا فی طوی من اطواء بدر خبیث مخبث وکان اذا ظهر علی قوم اقام بالعرصة ثلث لیال فلما کان ببدر الیوم الثالث امر براحلته فشد علیها رحلها ثم مشی وتبعه اصحابه وقالوا ما نری ینطلق الا لبعض حاجته حتی قام علی شفة الرکی فجعل ینادیهم باسمائهم واسماء اٰبائهم یا فلان بن فلان ویا فلان بن فلان ایسرکم انکم اطعتم الله ورسوله فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فهل وجدتم ما وعد ربکم حقا قال فقال عمر رضی الله تعالیٰ عنه یا رسول الله ما تکلم من اجساد لا ارواح لها فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزِ بدر قریش کے چوبیس سرآوردہ اشخاص کو بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے پلید کنوئیں میں پھینکوا دیا، حضور کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی قوم پر فتحیاب ہوتے تو میدان میں تین دن قیام فرماتے، جب بدر کا تیسرا دن تھا تو سواری مبارک پر کجاوہ کسوایا، پھر چلے، صحابہ نے ہمرکابی کی، اور کہا ہمارا یہی خیال ہے کہ اپنے کسی کام سے تشریف لے جارہے ہیں، یہاں تک کہ کنوئیں کے سرے پر ٹھہر کر اُن کا اور اُن کے آباء کا نام لے لے کر اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں کہہ کر پکارنے لگے، فرمایا "کیا اس سے تمہیں خوشی ہوتی کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم تم نے مانا ہوتا، ہم نے تو حق پایا وُہ جس کا ہمارے رب نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا، کیا تم نے اس کو ثابت پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا : یارسول اللہ! کیا آپ ان جسموں سے

---

[1] شرح الصدور فصل فیہ فوائد خلافت اکیڈمی سوات ص ۵۹

محض نافہمی وجہالت ہے، ہاں بحمداللہ تعالیٰ اس تذییل جلیل نے شمس وامس کی طرح روشن کردیا کہ اُس کے مقتدار صاحبِ مائۃ مسائل کا اُن عباراتِ خمس سے استدلال کرنا اور اس کی تائید میں اس وہابی جدید کا اُسی طرح کی اور عبارات نقل کرکے اوراق بھرنا سب مطلب سے ناآشنا اور موردِ نزاع سے محض بیگانہ تھا وللہ الحمد۔

شاہد ۱۰ تا ۱۲: یُونہی سیّد علامہ ابوالسعود ازہری صاحبِ فتح اللہ المعین وسیّد علامہ طحطاوی وسید علامہ شامی محشّیانِ دُر نے در بارۂ یمین وہی تقریرات ذکر کیں اور سب حضرات نے تسبیحِ گیاہ سے میّت کو انس ملنا ذکر فرمایا، کما تقدّم (جیسا کہ گزر چکا۔ ت)

شاہد ۱۳ و ۱۴: سیّدین اخیرین نے تصریح فرمائی کہ انسان جو قبر کے پاس ذکرِ الٰہی کرے اُس سے میّت کا جی بہلتا ہے، دیکھو قول ۴۷ و ۴۹۔

شاہد ۱۵ و ۱۶: یونہی دونوں حضرات نے فرمایا کہ مقابر میں پیشاب کرنے سے زندوں کی طرح مُردے کو بھی ایذا ہوتی ہے۔ دیکھو قول ۳۸ و ۳۹۔

شاہد ۱۷: علامہ طحطاوی نے تقریر فرمائی کہ اموات کو جُوتوں کی پھچل سے اذیت ہوتی ہے۔ دیکھو قول ۳۴۔

شاہد ۱۸ تا ۲۰: علامہ حلبی محشّی دُر بھی اس تقریرِ یمین میں شریک ہیں اور احراقِ حیوانات بعد ذبح پر وہ شبہہ فرمایا کہ میّت کو ایذائے خارج سے درد پہنچنا ثابت ہے۔ سیّدین اخیرین نے جواب دیا کہ یہ بنی آدم میں ہے، دیکھو تذییل زیرِ قول ۴۰۔

شاہد ۲۱: قول ۲۷ میں علامہ شامی کا امام شافعی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے وہ نقل فرمانا دیکھو کہ قبرِ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور نماز میں بسم اللہ شریف آواز سے نہ پڑھی۔

شاہد ۲۲: قول ۴۶ میّت کے سرہانے سے نہ آئے کہ اس کی نگاہ کو تکلیف ہوگی پائنتی سے آئے کہ میّت کے پیشِ نظر ہوگا۔

شاہد ۲۳: تکمیل جمیل میں علامہ زیادی و داؤدی واجہوری سے علامہ شامی کا وہ نقل کرنا دیکھو کہ کسی چیز کے ملنے کے لیے بلندی پر جاکر حضرت سیّدی احمد بن علوان کو ندا کرے۔

شاہد ۲۴: علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں قبور پر سلام ذکر کرکے فرمایا: حدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شناسا قبر پر گزرتا اور سلام کرتا ہے مُردہ اسے پہچانتا اور جواب دیتا ہے۔

حیث قال واخرج ابن عبدالبر فی الاستذکار والتمہید بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

ان کی عبارت یہ ہے: ابن عبدالبر نے استذکار اور تمہید میں بسندِ صحیح حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

marfat.com

فهل هذا الا توجیه بما لایرضی بہ قائلہ (یہ کیا ہے ؛ کلام قائل کی ایسی توجیہ جس سے قائل راضی نہیں ۔ ت) محض نافہمی وجہل واضح ہے ۔

فاقول (تو میں کہتا ہوں ۔ ت) **اوّلاً** یہاں عرفی وحقیقی متغائر نہیں ہے ، اوپر واضح ہوچکا کہ یہی ادراک اصوات بآلات جسمانیہ ہی حقیقت لغویہ اور یہی متعارف ہے ، اور وُہ معنی جو وقت اضافت سمع بروح مجرد یا بحضرت عزت مراد ہوتے ہیں ، محل مبین میں اُن کا احتمال ہی کیا تھا کہ اطلاقِ نفی انھیں میں شامل ہو ۔

ثانیاً مشائخ کرام نے جن وقائع کی توجیہ فرمائی وہ سماع جسمانی پر دال تھے ، ان کی توجیہ کی ضرورحاجت تھی اس سے سماعِ روح کا انکار سمجھ لینا تمھاری خوش فہمی ہے ۔

ثالثاً توجیہ عذابِ قبر کی بھی ایک ہی کہی ، ذی ہوش کو نافع ومضر میں تمیز تک کی لیاقت نہیں مگر تصحیح المسائل کے مقابل آنا ضروری ہے

ماذا خاضك یا مغرور فی الخطر

حتی هلکت فلیت النمل لم نطر

(اے فریب خوردہ ! کس چیز نے تجھے خطرے میں ڈالا کہ تُو ہلاکت کو پہنچا ، کاش ! چیونٹی پرواز ہی نہ کرتی ۔ ت)

عقلمند یہ بھی دیکھا کہ وُہ توجیہ کیا کی ہے اور اُس سے رُوح میں کلام نکلتا ہے یا صاف بدن میں گفت گو ہونا منجلی ہے ، دلیل ہفتم کو گزرے ابھی دیر نہ ہُوئی اسے ملاحظہ کیجئے اور صاحبِ تفہیم کی فہمِ سقیم کی داد دیجئے ۔

رابعاً کاش اس بطورخویش جماد شونده نابینا و ناشنونده یعنی اس تحریر سے پہلے مرجانے والے تفہیم نگار زندہ کو زمانہ مہلت دیتا کہ ہمارے کلام میں دلیل یازدہم اور اس کے پچیس[25] شواہد کو آنکھوں دیکھا کانوں سُنتا اُس وقت کُھلتا کہ توجیه القول بما لایرضی بہ قائلہ (کلامِ قائل کی ایسی توجیہ جس سے قائل راضی نہیں ۔ ت) کا ارتکاب کس نے کیا ، خیر ، یہ تو جملہ معترضہ تھا ، اب رہا یہ کہ جب ابتدائے دفن میں سماع مسلّم تو اس وقت حنث کیوں نہیں ، **اقول** ہاں یوں نہیں کہ یمین مقلّد مقتضی حیات مخاطب ہے اور نفس روح سے متعلق نہ تھی ، اگر اس سے تعلق ہوتا تو اس کی حیات ادراکات تو مستمرہ مقلہ ہیں ضرور حنث ہوتا ۔

فلان العرض وان کان لایبقی زمانین لکنه	کیونکہ عرض اگرچہ دو زمانوں تک باقی نہ رہے لیکن وہ
مادام مستمرا بتجدد الامثال یعد شیئا	تجدد امثال کی وجہ سے مستمر ہو تو باتفاق لغت وعرف و
واحدًا باطباق اللغة والعرف والشرع ۔	شرع شئ واحد ہی شمار ہوتا ہے (ت)

بخلاف بدن کہ اُس کی حیات زائل ہوکر اب حیاتِ جدیدہ اس وقت ملی ہے اور وہ حیاتِ اولٰی کی غیر ہے ، تو جس حیاۃ

marfat.com

ثالثًا بہت اچھا، جب ابتدائے دفن میں تم خود سماع کے قائل، یہاں تک کہ کلام لایعقل منکلم لایعقل اعنی تفہیم المسائل بھی معترف وقائل، حیث قال در وقتِ سوال وجواب ہمہ قائل سماع اند[۱] (اس کے الفاظ یہ ہیں: سوال وجواب کے وقت سبھی سماعت کے قائل ہیں۔ ت) اُس وقت کلام کرنے سے کیوں حنث نہیں ہوتا کہ اب توسمع وفہم سب کچھ حاصل، جس طرح انھیں امام ابن الہمام نے در بارۂ تلقین منکرین پر اعتراض کیا کہ:

الا انه علی هذا ینبغی التلقین بعد الموت — مگر اس بنیاد پر تو بعدموت تلقین ہونی چاہئے اس لیے

لا نه یکون حین ارجاع الروح[۲] — کہ وُہ اعادۂ روح کے وقت ہوتی ہے (ت)

یہ اعتراضات اس تقدیر باطل یعنی انکارِ سماعِ ارواح پر اصل سے اس کلامِ مشائخ کو باطل وازبیخ کندہ کرتے ہیں بخلاف اُس تقدیرِ حق کے کہ صرف سماعِ جسم سے انکار مراد ہے، اب ان میں اصلاً کچھ وارد نہیں ہوتا۔

فاقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہُوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) تقریر کلامِ مشائخ اعلام یہ ہے کہ مبنائے ایمان عرف پر ہے اور خطاباتِ[مقـ۵] عرفیہ متعلق بدن مگر کلام بے سمع وفہم نامتصور، لاجرم[مقـ] یہ قسم حالتِ حیات پر مقصور اور جسم خالی معزول ومہجور کہ بعد فراقِ روح بدن مردہ ہے اور اُس کے حواس ومشاعر باطل وافسردہ، عذابِ[مقـ] قبر اگرچہ روح وبدن دونوں پر ہے مگر اُس کے لیے بدن کو ایک نوع حیاتِ تازہ بقدرِ الم دی جاتی ہے مگر موت تو اس قدر احساس وادراک کے منافی ہے پھر اس حیات کا استمرار بھی ضرور نہیں، احادیثِ کثیرہ کہ سمع وبصر وفہم وادراک ومعرفتِ اموات پر ناطق ہے ضرور صادق ہیں اُن میں مراد ارواح موتی ہیں کہ ادراک حقیقتاً[مقـ۲] روح ہی کا کام ہے اور اُسے[مقـ۱] موت نہیں، نہ موتِ بدن سے اُس میں تغیر آئے، البتہ احادیثِ خفقِ نعال ضرور سمعِ جسمانی بتاتی ہیں، قطع نظر اس سے کہ لفظِ میت بدن میں حقیقت، اُن میں صراحۃً اذا وضع فی قبرہ (جب وہ قبر میں رکھا جاتا ہے۔ ت) ارشاد ہُوا، اور قبر میں رکھا جانا بدن ہی کی شان ہے مگر یہ بھی بوجہ مذکور ہم پر وارد نہیں کہ اس وقت بغرضِ[مقـ۳] سوال بدن کی طرف اعادۂ حیات ہوتا ہے تو سماع حی کے لیے ثابت ہوا نہ کہ میّت کے لیے، اور احادیثِ قلیب اگرچہ حیاتِ معادہ للسوال سے جُدا ہیں کہ اوّل تو کافر مجاہر سے سوال ہونے میں کلام ہے۔ امام ابوعمر ابن عبدالبر نے فرمایا: سوال یا مومن سے ہوگا یا منافق سے کہ بظاہر مسلمان بنتا تھا بخلاف کافر ظاہر کہ اس سے سوال نہیں۔ امام جلیل جلال سیوطی نے فرمایا: ھو الارجح ولا اقول سواہ[۳] نقلہ فی ردالمحتار (یہی ارجح ہے اور میں اس کے سوا کا قائل نہیں اھ اسے ردالمحتار میں نقل کیا۔ ت) شرح الصدور میں اس کی تائید کرکے

---

[۱] تفہیم المسائل — عدمِ سماعِ موتٰی از کتب حنفیہ — مطبع محمدی لاہور — ص ۸۱

[۲] فتح القدیر — باب الجنائز — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۲/ ۶۹

[۳] ردالمحتار — صلٰوۃ الجنائز — مصطفی البابی مصر — ۱/ ۶۲۹

سماع موتیٰ است[1]۔ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سماعِ موتیٰ سے انکار تمام فقہاء کا مذہب ہے۔ (ت)

کیسا حکم تیر بازگشت پیدا کیا یہ تو اسی عقلمند کے کلام سے واضح ہُوا کہ وُہ میت جس کے لیے فقہاء سماع نہیں مانتے بدن ہی ہے، ذرا ہوش میں آکر بتانا کہ عودِ رُوح کس میں ہوتا ہے؟ پھر یہ پُوچھئے کہ اے ذی ہوش! وُہ روح جس کے ادنیٰ عود سے یہ مشتِ خاک اتنے حجابوں حائلوں میں بالاتفاق سمیع ہوجاتا ہے وُہ خود کہ حجاب و حائل سے منزّہ اور ہمیشہ زندہ ہے، کیوں نہ بالاتفاق دائماً شنوا و بینا ہوگی! اب یاد کیجئے کہ امام ابن الحاج کا ارشاد مذکور قول ۵ و ۶ کہ اولیائے احیاء نورِ خدا سے دیکھتے ہیں، اور نورِ خدا کو کچھ حاجب نہیں، پھر اموات کا کیا کہنا، اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا مقال، کہ رُوح کے آگے مکان دور و نزدیک یکساں ہے جس طرح نظر کنوئیں میں آسمان پر کے ستارے دیکھتی ہے وغیر ذلک اقوالِ کثیرہ مذکورہ۔ دیکھ ظالم! حجتِ الٰہی یُوں قائم ہوتی ہے۔ ہاں یہ باقی رہا کہ ادراکِ روح کے لیے جسم شرط مانئے۔ یہ اوپر واضح ہوچکا کہ اس کے کون قائل ہیں، معتزلہ وغیرہم لیام۔ آگے تم جانو اور تمہارا کام۔ یہی بحمداللہ تقریر و تفسیر و تنویر اُس کلامِ حضراتِ مشائخ کی' جسے مخالف اپنا کمال موافق جان کر اہلِ حق سے اُلجھتے اور موافق بگمان تخالف مشکل و معضل سمجھتے، اہلِ بدعت اپنی سپرو پناہ ٹھہرا کر آسمانِ ناز پر اپنی ٹوپیاں اُچھالتے، اور اصحابِ سنّت بظاہر مخالف عقیدہ صادقہ پاکر سلاح معارضہ ومناقضہ سنبھالتے، اب بعونِ عزیز مقتدر عزجلالہٗ روشن ہوگیا کہ امر بالکل بالعکس ہے۔ وہ کلام ہدایت نظام سراپا عقیدہ اہل سنت کے مطابق اور مذہبِ مخالف کا رد ونکس ہے۔ بحمداللہ تعالیٰ اب مخالف دیکھے کہ اس کے شوشے قعرِ عدم کے کس گوشے میں گئے، موافق نہ صرف موافق، ہر ذی عقل منصف دیکھے کہ بفضلہٖ تعالیٰ اس تقریرِ منیر سے کیا کیا فائدے حاصل ہُوئے:

فائدہ ۱: کلامِ مشائخ بحمداللہ تعالیٰ ہرگز عقیدۂ اہلسنت کے مخالف نہیں۔

فائدہ ۲: نہ عیاذاً باللہ کسی حدیثِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے خلاف۔

فائدہ ۳: نہ تصریحاتِ ائمہ میں اصلاً تعارض۔

فائدہ ۴: نہ خود ان علماء کے کلام میں کہیں بُوئے تناقض۔

فائدہ ۵: نہ وہ اس مسئلۂ یمین میں اپنی ہی اصل مقرر یعنی بناعلی العرف سے جُدا چلے بلکہ اُسی جڑ سے یہ پودے کھلے۔

فائدہ ۶: نہ وہ ہرگز کسی تخصیص بے دلیل کے مرتکب ہُوئے، نہ اُن کی اس دلیل پر زنہار کوئی نقض وارد، نہ تفریع و تاصیل پر کچھ الزام عائد، غرض یہ سب اور دیگر مقامات میں ان کے کلمات اور باقی ائمہ کے نصوص و تصریحات اور

---

[1] تفہیم المسائل عدم سماعِ موتیٰ از کتبِ حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۰ و ۸۱

علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم قال قتادۃ احیاھم اللہ حتی اسمعھم قولہ توبیخًا وتصغیرًا ونقمۃ وحسرتًا وندمًا[1]۔

کلام فرمارہے ہیں جن میں جان نہیں ؟ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد کی جان ہے میری بات تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں: اللہ تعالٰی نے ان کی توبیخ، تذلیل، کلفت، حسرت اور ندامت کے لیے انھیں حیات دے کر حضور کا کلام سُنوایا۔ (ت)

اور حدیث مذکور نص صریح ہے کہ اُن کافروں نے گوشِ بدن ہی سے سُنا کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: حضور کیا کلام فرماتے ہیں ان بدنوں سے جن میں رُوح نہیں۔ اسی کے جواب میں ارشاد ہُوا کہ خدا کی قسم تم ان سے زیادہ نہیں سُنتے۔ تو صاف ثابت ہوا کہ سماع جسمانی ہی واقع ہوا مگر جبکہ رُوح کا جسم سے فراق یقینًا معلوم اور بے عودِ حیات سماع جسم خالی قطعًا معدوم، تو اُن کافروں کے لیے تین دن بعد پھر عودِ زندگی ماننے سے چارہ نہیں، اور پر ظاہر کہ یہ امر عمومًا نہیں ہوتا، ناچار بالخصوص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اعجاز سے ان ملاعنہ کو زیادتِ حسرت و ندامت و عذاب و اذیت ہونے کے لیے واقع ہُوا کہ رُوح و بدن دونوں کا اشتراک تنہا رُوح کے ادراک سے اشد و سخت تر ہے، لہٰذا قتادہ نے کہا: اللہ تعالٰی نے اُن کی حسرت و توبیخ و تذلیل کے لیے اعادۂ حیات فرماکر سُنوایا۔ بالجملہ جو احادیث سماعِ جسمانی میں نص ہیں اُن میں تخصیصِ وقت یا بعض اموات خود سبیل واضح ہے اور جو ایسی نہیں وہ رأسًا غیر وارد کہ سماعِ روح تو آپ ہی خود ثابت ولائح ہے۔ بحمد اللہ یہاں سے روشن ہُوا کہ صاحب تفہیم المسائل کا خبط بے ربط کہ:

ہر چند مبنی ایمان برعرف است مگر مقصود فقہاء از نفی سماع دریں مقام نفی سماع عرفی و حقیقی ہر دوست زیراکہ فقہا نفی سماع مطلق کردہ اند نہ بتقید عرف و اگر نفی صرف سماع عرفی نہ حقیقی مقصود مے بود حاجت جواب دادن از مسئلہ عذابِ قبر و توجیہ کردن دیگر وقائع کہ بر سماعِ موتٰی دال ست نبود[2]۔

ہر چند کہ قسم کی بنیاد عرف پر ہے مگر یہاں سماع کی نفی سے فقہا کا مقصود عرفی و حقیقی دونوں سماع کی نفی ہے' اس لیے کہ فقہا نے سماع کی نفی مطلق کی ہے عرف کی قید لگا کر نہیں' اگر حقیقی نہیں صرف عرف سماع کی نفی مقصود ہوتی تو مسئلہ عذابِ قبر کا جواب دینے اور سماعِ موتٰی پر دلالت کرنے والے دوسرے حالات و واقعات کی توجیہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ (ت)

---

[1] صحیح بخاری　باب قتل ابی جہل　قدیمی کتب خانہ کراچی　۵۶۶/۲

[2] تفہیم المسائل　عدمِ سماعِ موتٰی از کتبِ حنفیہ　مطبع محمدی لاہور　ص ۸۳

marfat.com

ماخذ حسب اختلاف مذہب مختلف مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نام پاک لے کر ندا کرنی ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے اور وہابیہ تو قاطبۃً شرک کہتے ہیں ان کا ماخذ ملوم وہی شرک موہوم، اور ہمارے منع کی وجہ آیۂ کریمہ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً[1] رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ تو نام لے کر ندا ناجائز ہے بلکہ یارسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا خلیفۃ اللہ وغیرہا اوصاف کریمہ کے ساتھ ندا چاہئے۔ یُوں ہی مسئلۂ تلقین بعد دفن کو جمہور معتزلہ تو منع کیا ہی چاہیں کہ اُن سنگ ساروں کے نزدیک اموات کی رُوح و بدن سب اینٹ پتھر ہیں، ولہذا وُہ سفہاء عذاب قبر و سوالِ نکیرین کے منکر ہیں اور حنفیہ میں جمہور مانعین وہی ہیں قول ۱۳۱ میں امام زاہد صفار کا ارشاد سُن چکے کہ منع تلقین مذہب معتزلہ پر ہے، قول ۱۳۴ و ۱۳۵ میں جوہرہ نیرہ و درمختار سے گزرا کہ تلقین اہل سنّت کے نزدیک مشروع ہے۔ قول ۱۵۴:

ہر کہ تلقین نمی کند ومی گوید بآں او بر مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است[2]

جو تلقین کا عامل و قائل نہیں وُہ مذہبِ معتزلہ پر ہے جو کہتے ہیں کہ میّت جماد محض ہے (ت)

ولہذا امام ابن ہمام نے اپنا عندیہ بیان فرمایا کہ میرے گمان میں منع تلقین انکارِ سماع پر مبنی ہے، یہ اُن جمہور مانعین کے لحاظ سے ضرور صحیح ہے مگر بعض علمائے اہل سنّت کہ منع میں شریک ہُوئے اُن کا ماخذ یہ ہرگز نہیں بلکہ بعض کے نزدیک بدعت ہونا کما مرعن سلطان العلماء (جیسا کہ سلطان العلماء سے گزرا۔ ت) یا ان کے خیال میں بے فائدہ ٹھہرنا کہ ایمان پر گیا تو کیا حاجت ورنہ کیا منفعت! ولہذا امام نسفی نے مسئلۂ یمین میں وہ تصریحات فرمائیں مگر انکار تلقین میں ہرگز اس کا نام نہ لیا بلکہ اسے عدمِ فائدہ سے استناد کیا، جیسا کہ قول ۱۵۰ و نکتہ جلیلہ میں گزرا۔ ولہذا ملک العلماء بحرالعلوم عبدالعلی محمد نے جب انکارِ تلقین اختیار کیا اس پر اسی انعدامِ نفع سے استظہار اور ساتھ ہی بربنائے انکار سماع انکار ماننے پر صریح انکار کیا ارکانِ اربعہ میں فرماتے ہیں:

لان المیت لافائدۃ فی تلقینہ اصلا لانہ ان مات مسلما فھو ثابت علی الشھادۃ بالتوحید والرسالۃ فالتلقین لغو وان مات کافرا فلا یفید التلقین لانہ لاینفع الایمان بعد الموت وما قیل ان التلقین لغو لان المیّت

تلقینِ میّت میں اصلاً کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ اگر وہ اسلام پر مرا ہے تو خود توحید و رسالت پر قائم ہے پھر تلقین بیکار ہے، اور اگر کفر پر مرا ہے تو تلقین سُودمند نہ ہوگی اس لیے کہ موت کے بعد ایمان لانا اسے نفع بخش نہ ہوگا۔ اور یہ جو کہا گیا کہ تلقین اس لیے لغو ہے کہ میّت

---

[1] القرآن ۲۴/۶۳

[2] کشف الغطاء فصل احکام دفن مطبع احمدی دہلی ص ۵۷

marfat.com

سے یمین متعلق تھی منقطع ہو چکی اور حنث کی گنجائش نہ رہی ، یہی امام ابن الہمام اسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں :

الحیاۃ المعادۃ غیر الحیاۃ المحلوف علی اذنہ فیھا وقد ومہ وھی الحیاۃ القائمۃ حالۃ الحلف لان تلک عرض تلاشی لایمکن اعادتہا بعینھا وان اعیدت الروح فان الحیاۃ غیر الروح لانہ امر لازم للروح فیمالہ روح[1]

دوبارہ دی جانے والی زندگی اس زندگی کے علاوہ ہے جس کے اندر اجازت اور آمد کی قسم کھائی تھی اور وہ زندگی وہ ہے جو قسم کھانے کے وقت اس شخص کے ساتھ قائم تھی ، کیونکہ وہ تو ایک عرض ہے جو ختم ہوگیا ۔ بعینہ اس کا اعادہ ممکن نہیں ، اگرچہ روح کا اعادہ ہو ۔ اس لیے کہ حیات روح کے علاوہ ایک شئ ہے ، وہ ایک ایسا امر ہے جو رُوح کے لیے لازم ہے اُس شئ میں جس کے لیے روح ہوتی ہے ۔ (ت)

تنبیہ جلیل : الحمدللہ جس طرح اس تقریر سے یہ واضح ہوا کہ ہمارے مشائخ کرام باتباع احادیث صحیحہ اُن علمیا نہ اوہام حجاب و حائل خشت وگلِ قبر کو مہمل و ناقابلِ التفات جانتے ہیں کہ میت مدفون کے لیے وقت اعادہ رُوح ایسی خفی آواز ہائے بیرونی کا سماع ثابت مانتے ہیں ۔ یُونہی یہ بھی لائح ہوا کہ یہاں سماعِ جسمانی سے مانع یہی موت تھی ، ولہذا جس وقت جسم کو ایک نوعِ حیات ملی سماعِ اصوات کی راہ کھلی ، تو ظاہر کہ روح کہ بالاجماع ہمیشہ زندہ و مستمر بحال و نامتغیر ہے اُس کا سماع عادۃً دائم ہے کہ مصحح موجود اور مانع مفقود ، اب کھُلا کہ مشائخ کرام کی یہ بحث وکلام فقط مذہب منکرین سے بیگانہ ہی نہ تھی بلکہ بحمداللہ تعالٰے صراحۃً اُن کا رد ہیں ، اس تحقیق انیق کے بعد صاحبِ تفہیم المسائل کا مزاج پُوچھئے کہ آپ کی اس خوش فہمی وقوت فہمی نے کہ :

در فتح القدیر نوشتہ کہ بنائے منع تلقین نزد اکثر مشائخ نا بر عدم سماع موتٰی است و در آخر گفتہ کہ طائفہ مشائخ در حدیث تلقین قائل بحقیقت بدیں وجہ شدہ اند کہ وقت تلقین مقام ارجاع روح است برائے سوال و جواب و ایں وقت موتٰی را بجہت عود روح سماع حاصل است پس ایں طائفہ ہم منکرِ سماعِ موتٰی است در وقتِ سوال وجواب ہمہ قائل سماع از دریں صورت از عبارت فتح القدیر معلوم مے شود کہ مذہب ہمہ فقہا انکار

فتح القدیر میں مرقوم ہے کہ ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک منع تلقین کی بنیاد عدم سماع موتٰی پر ہے ۔ اور آخر میں کہا کہ ایک جماعتِ مشائخ حدیثِ تلقین میں حقیقت کی قائل اس وجہ سے ہُوئی کہ وقتِ تلقین ، سوال وجواب کے لیے رُوح لوٹائے جانے کا موقع ہے اور اس وقت روح کے عود کرنے کے باعث مُردوں کو سماع حاصل ہے تو یہ جماعت بھی سماعِ موتٰی کی منکر ہے اور سوال وجواب کے وقت سبھی سماع کے قائل ہیں ، اس طرح فتح القدیر کی

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الکلام مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۲۲

marfat.com

ایسے معاصر بلکہ مدارک العصر سے، مگر نابینائی جو چاہے کرائے۔

تنبیہ دوم: اقول بحمد اللہ تعالیٰ واضح ہو چکا کہ ہمیں بقائے حیات بدن وسماع جسمانی سے کچھ کام نہ وہ عام لوگوں میں ہمارا دعویٰ، نہ ہمارا کوئی مسئلہ اس پر موقوف۔ تو اگر بالفرض بدن کے لیے موت مطلق دائم رہتی ہمارا کچھ حرج نہ تھا، ورودِ نصوص کے سبب ہم نے تنعیم وتعذیبِ قبر روح وبدن دونوں کے لیے مانی، اور بشہادت عقل ونقل بدن کے واسطے بھی ایک نوعِ حیات اس تلذذ وتنعم وتالم کے لیے لازم جانی، ہاں یہ ضرور ہمارا مدعا ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ دلائل قاہرہ اس پر قائم ہو چکے کہ روح باقی ومستقر بحال ونامتغیر وسمیع ومبصر، اور بدن کے ساتھ اس کا ایک تعلق ہمیشہ مستمر، تو جو کچھ بعد فراق بھی بدن کے ساتھ کیا جائے ضرور دیکھے گی، مطلع ہوگی۔ اگر وہ فعل تعظیم ہے پسند کرے گی یا اہانت ہے ناخوش ہوگی، اذیت پائے گی۔ فصول سابقہ اس بیان کی متکفل ہو چکیں تو خارج سے بھی جو ضرب یا صدمہ بدنِ میت پر واقع ہو اگر بطور استہانت وتحقیر ہے قطعاً روح کو ایذائے روحانی ہوگی۔ رہا یہ کہ اس سے اُسے اذیت ودردِ جسمانی بھی لاحق ہوگا یا نہیں، یعنی جس طرح عالمِ حیات میں بدن پر جو صدمہ آتا بدن اسے روح تک پہنچانے کا آلہ وواسطہ بنتا کہ اس کے تفرق انصال سے روح کو درد پہنچتا، آیا بعد فراق بھی مثل عذابِ الٰہی والعیاذ باللہ تعالیٰ تعذیبِ بشری سے بھی الم ہوتا ہے یا اس میں دردِ منتفی، اور صرف وہی توہین کے باعث ناخوشی باقی ظاہر کلام مشائخ کرام جانب دوم ہے، ولہٰذا کافی میں فرمایا:

الميت لايتالم بضرب بني آدم وانما ذلك مما يتفرد به الله تعالیٰ[1]

میت کو بنی آدم کے مارنے سے دُکھ نہیں ہوتا۔ یہ ایسا امر ہے جو خدائے تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ (ت)

اور یہی مقتضائے اثر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے:

اخرج ابن سعد عن خلف معدان قال لما انهزمت الروم يوم اجنادين انتهوا الی موضع لا يعبره الا انسان انسان وجعلت الروم تقاتل عليه وقد تقدموه وعبروه فتقدم هشام بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنه فقاتل عليهم حتی قتل، ووقع علی تلك الثلمة فسدها، فلما انتهی المسلمون اليها هابوا ان يوطؤها الخيل

ابن سعد نے خلف بن معدان سے روایت کی وہ فرماتے ہیں جب روزِ اجنادین رومی شکست خوردہ ہونے لگے ایک ایسی تنگ جگہ پہنچ گئے جسے بس ایک ایک آدمی پار کر سکتا تھا، اسی جگہ رومی جنگ کرنے لگے، ہشام بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے، لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو کر اُسی تنگ جگہ آ رہے۔ ان کے جسم سے وہ حصہ بھر گیا جب مسلمان وہاں پہنچے تو ان کے اوپر گھوڑے

---

[1] کافی شرح وافی

احادیث و آثار کے عالی ارشادات بحمد اللہ تعالیٰ سب متفق و منتظم ہیں اور ایک دوسرے سے متناسب وملتئم۔ اور اس تقریر معقول، مستنیر و مصقول، واجب القبول نہ مانیے تو یہ تمام فوائد منقلب ہو کر ان کے مقابل اتنے ہی ضرر حاصل، اور نتیجہ کچھ نہیں کہ انجام یہ ٹھہرے گا کہ کلامِ مشائخ طرح طرح سے منقوض باطل اور انواع انواع زلزلوں سے متزلزل اور آپ ہی اپنی تلوار سے گھائل، پھر کیا کسی استناد کے قابل وھذا مما لا یرضاہ عاقل (اور اسے کوئی عاقل پسند نہ کرے گا) اب بحمد اللہ مہر نیمروز و ماہِ نیم ماہ سے زیادہ رخشاں و درخشاں ہوا کہ بعض کبرائے متاخرین شراح محدثین نے اس باب میں جو تقریریں فرمائیں اصل مرام مشائخ کرام پر وارد نہیں، وہ گویا بر سبیل ارخائے عنان رائحہ مخالفت مان کر جواب مخالف کی تعلیمیں تھیں اور واقعی ہمارے ائمہ کرام و مشائخ اعلام کی انظارِ غامضہ ایسی ہی عالیہ واقع ہوتیں کہ بعض اوقات انظار ناظرین متاخرین ماہرین اُس کے مرقاۃ مدارج و معالی معارج تک وصول میں متساہل رہیں جیسا کہ خادم ابواب و فصول فقہ و اصول پر آشکار و مبین، یہ بحمد اللہ تعالیٰ حقِ تحقیق و تحقیقِ حق ہے جس سے حق تحقیق بقبول و تصدیق یک سرِ مُو متجاوز نہیں ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحانہ ولی التوفیق (اسی طرح تحقیق چاہیئے اور خدائے پاک ہی توفیق کا مالک ہے۔ت) الحمد للہ! اگر اس تمام کتاب میں اُن مقدمات سبعہ کی تمہید و تزئین اور اس جواب عین الصواب کی تحریر و تبیین کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو بفضلِ عظیم حضرت کریم عمّ نوالہٗ اسی قدر شافی و کافی ومغنی و وافی تھا،

ذلك فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون ۵ رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ وعلیٰ والدی و ان اعمل صٰلحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین ۵ والحمد للہ رب العالمین۔

وہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر، لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے میرے رب! مجھے یہ عطا کر کہ میں شکر ادا کروں اُس احسان کا جو تُو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا، اور یہ کہ میں نیک کام کروں جس سے تو راضی ہو، اور میری اولاد کو میرے فائدے کے لیے نیکی دے، بیشک میں تیری طرف رجوع لایا اور یقیناً میں اسلام والوں سے ہوں اور سب خوبیاں اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے (ت)

الحمد للہ اس جواب جلیل وجمیل کے بعد اصلاً حاجت نہیں کہ اور جوابوں کی طرف توجہ کروں، دلائل نے بفضلہٖ تعالیٰ یقین قطعی دے دیا ہے کہ بلاشبہ مراد مشائخ کرام یہی ہے تو اب کیا ضرورت ہے کہ تنزلات کیجئے، ارخائے عنان سے مہلتیں دیجئے، مگر مخالف کو شکایت وحسرت نہ رہے، لہذا چالشکری کو کچھ اور بھی امتداد سہی، اسی جواب کے متعلق بعض تنبیہات مفیدہ لکھ کر دیگر اجوبہ کی طرف عطف عنان کروں وباللہ التوفیق۔

تنبیہ اوّل: اقول بعض مسائل میں اہلِ بدعت اور بعض یا کل اہلسنت متفق ہوتے ہیں اور ان کے

marfat.com

آہستہ آہستہ نرم نرم ڈالنا۔ یہی وصیت حدیث[9] ۳۲ میں علاء بن لجلاج تابعی سے گزری اور وہیں[10] اس پر شیخ محقق کا قول کہ:

این قول اشارت است باآنکہ میت احساس می کند و دردناک می شود بآنچہ دردناک می شود بآں زندہ[1]

اس قول میں اس جانب اشارہ ہے کہ میت کو احساس ہوتا ہے اور اُسے بھی اس چیز سے درد پہنچتا ہے جس سے زندہ کو درد پہنچتا ہے (ت)

حدیث[11] ۱۶ میں امام سفیان کا ارشاد گزرا کہ:

انه لیناشد باللہ غاسله الا خففت غسلی[2]۔

مردہ اپنے نہلانے والے کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ مجھ پہ آسانی کرنا۔

ام[12] المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ایک عورت کی میت کو دیکھا کہ اس کے سر میں زور زور سے کنگھی کی جاتی ہے، فرمایا:

علام تنصون میتکم[3]۔ الامام محمد فی الاثار اخبرنا ابوحنیفۃ ح وعبدالرزاق فی مصنفه واللفظ له قال اخبرنا سفیٰن عن الثوری کلاهما عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراهیم النخعی عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنها انها رأت امرأۃ یکدون رأسها بمشط فقالت علام تنصون میتکم[4] ورواہ کمحمد ابوعبید القاسم بن سلام وابراهیم الحربی فی کتابیهما فی غریب الحدیث عن ابراهیم عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنها انها سئلت عن المیت یسرح رأسه فقالت علام

کس جرم میں اپنے مُردے کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو۔ (اسے امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا، فرمایا: ہمیں ابوحنیفہ نے خبر دی۔ اور عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا۔ الفاظ اسی کے ہیں: کہا ہمیں خبر دی سفیان نے وہ ثوری سے راوی ہیں، امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری دونوں حماد بن ابی سلیمان سے وہ ابراہیم نخعی سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی ہیں اُنھوں نے دیکھا کہ ایک عورت کے بالوں میں کنگھا کر رہے ہیں، فرمایا: "کیوں اپنی میت کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو؟" اور اسے امام محمد کی طرح ابوعبید قاسم بن سلام اور ابراہیم حربی نے اپنی اپنی کتاب غریب الحدیث

---

[1] اشعۃ اللمعات باب دفن المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۷
[2] شرح الصدور عن سفیان باب معرفۃ المیت من یغسله خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۴۰
[3] کتاب الآثار امام محمد باب الجنائز وغسل المیت ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۶
[4] مصنف عبدالرزاق باب شعر المیت واظفارہ حدیث ۶۲۳۱ المکتبۃ الاسلامی بیروت ۳/ ۴۳۷

لا یسمع فھذا باطل[1] سنتا نہیں تو یہ باطل ہے۔(ت)

فائدہ: امام علام شیخ الاسلام نسفی نے جس طرح کافی میں منع تلقین پر صرف نفی نفع بروجہ مذکور سے استدلال کیا جس سے صاف مترشح کہ وُہ اصل سماع کے منکر نہیں، ورنہ سرے سے یہی فرمانا تھا کہ تلقین کسے کی جائے، اینٹوں پتھروں کو۔ یُوں ہی آیات کریمہ کی تفسیر میں نفیِ انتفاع ونفیِ قبول ذکر فرمائی، زیر کریمہ ملائکہ فرمایا شبہ الکفار بالموتی حیث لاینتفعون بمسموعھم[2] (کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی اس لحاظ سے کہ وُہ جو سُنتے ہیں اس سے نفع یاب نہیں ہوتے۔ت) زیر کریمہ نمل لما کانوا لایعون مایسمعون ولابھم ینتفعون شبھوا بالموتی[3] (چونکہ کفار جو سنتے ہیں اس کو سمجھتے نہیں اور اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے اس لیے انھیں مُردوں سے تشبیہ دی گئی۔ت) زیر کریمہ روم وھٰؤلاء فی حکم الموتی فلا تطمع ان یقبلوا منک[4] (اور یہ مُردوں کے حکم میں ہیں تو اس کی طمع نہ رکھو کہ وہ تمھاری بات قبول کریں گے۔ت) مگر صاحبِ تفہیم المسائل تو اختراع وافترا کے ماہرِ کامل، صاف لکھ دیا:

در تفسیر مدارک تحت آیہ کریمہ والذین کذبوا بآیٰتنا صم بکم می نویسد المعنی انھم فی حال کفرھم وتکذیبھم کمن لایسمع ولا یتکلم فلھذا اشبہ الکفار بالموتی لان المیّت لایسمع ولایتکلم کذا قال ابن الخازن العراقی الشافعی فی تفسیرہ لباب التاویل فی معنی التنزیل انتہی اھ

تفسیر مدارک میں آیت کریمہ "جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا بہرے گونگے ہیں" کے تحت لکھتے ہیں: معنٰی یہ ہے کہ وُہ اپنے کفر وتکذیب کی حالت میں ان کی طرح ہیں جو سنتے بولتے نہیں، اسی لیے کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی اس لیے کہ مُردہ سنتا بولتا نہیں۔ ایسے ہی ابنِ خازن عراقی شافعی نے اپنی تفسیر لباب التاویل فی معنی التنزیل میں فرمایا۔ انتہی، یعنی عبارتِ مدارک ختم۔ اھ (ت)

مدارک شریف میں اس عبارت کا نشان نہیں، لطف یہ کہ اس میں تفسیر لباب التاویل کا حوالہ نقل کرکے انتہی کردی یعنی یہاں تک عبارتِ مدارک تھی، حالانکہ صاحبِ مدارک کی وفات ۷۰۱ھ یا ۷۱۰ھ میں علی اختلاف القولین ہے اور لباب التاویل کی تالیف ۷۲۵ھ میں ختم ہُوئی، نہ امام اجل نسفی ایسے حوالے کے عادی، اور وُہ بھی اپنے کسی

---

[1] رسائل الارکان فصل فی حکم الجنازۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۵۰
[2] تفسیر النسفی (مدارک التنزیل) ومآانت بمسمع من فی القبور دار الکتاب العربی بیروت ۳/۳۳۹
[3] " " " سورہ نمل زیر آیت انک لاتسمع الموتٰی " " " ۳/۲۲۲
[4] " " " روم فانک لاتسمع الموتٰی " " " ۳/۲۷۶
[5] تفہیم المسائل عدمِ سماعِ موتٰی از کتبِ حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۸

marfat.com

اقول وباللہ التوفیق محصل ارشاد مبارک شیخ شیوخ علمائے الہند قدس سرہ یہ ہے کہ سمع حقیقۃً بمعنی مطلق ادراک مخصوص اصوات ہے عام ازیں کہ آلاتِ جسمانیہ کا توسط ہو یا نہیں، ولہٰذا اللہ عزوجل کو سمیع مانتے ہیں کہ عقیدہ ایمانیہ ہے محققین کے نزدیک کوئی تاویل وتجوز نہیں، اس لئے ہم قائل سماع حقیقی ارواح مفارقہ ہیں اگرچہ موت تعطیل آلات کر دے اور اگر سمع کے لیے یہ معنی بھی نہ مانیے بلکہ توسط آلات ہی سے مخصوص جانیے تو ہم علٰی سبیل التنزل کہیں گے کہ سمع نہ سہی ادراک تام بروجہ جزئی تو ہے، اسی قدر سے ہمارا مدعا حاصل، اگرچہ بنام سمع تعبیر نہ کریں جیسے بعض متکلمین نے سمع وبصر الٰہی جل وعلا کو یونہی تاویل کیا، اور مقدمہ رابعہ میں تقریر فقیر غفرلہ المولی القدیر یاد کیجئے تو اس کا مسلک یہ ہے کہ بحمداللہ تعالٰی نہ ہمیں دعوٰی سمع سے تنزل کی حاجت نہ رُوح مفارق، یا معاذاللہ حضرت عزت میں ارتکاب تاویل کی ضرورت سمع کے دونوں معنی مقرر ومسلّم ہیں اور ایک دوسرے کا نافی نہیں، معنی آلیت نہ کبھی مراد تھی کہ اب تنزل کریں نہ اس معنی میں اطلاق سمع محصور ہو سکے کہ ناچار تاویل وتحمل کریں، خیر یہ طرزِ بحث کا تنوع تھا اصل سخن کی طرف چلئے۔ **فاقول** جبکہ سمع کے جسمانی وروحانی دونوں معنی اور جسمانی کی نفی میں نہ ہمیں ضرر نہ مخالف کو نفع، تو احتمال قاطع استدلال نہ کہ جب جسمانی ہی کا ارادہ راجح وواضح ہو، پر ظاہر کہ ادراکِ اصوات کا یہی طریقہ معلومہ معہودہ ہے، تو باہمی محاوراتِ عرفیہ میں ذہن اسی طرف تبادر کرے گا، آخر نہ دیکھا جب حضورِ اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بعد ذکرِ فضائلِ جُمعہ ارشاد فرمایا:

اکثروا علیّ من الصّلٰوۃ فیہ فان صلٰوتکم معروضۃ علیّ۔	اس دن مجھ پر درود بہت بھیجو کہ تمہارا درود مجھ پر عرض کیا جائے گا (ت)

صحابہ نے گزارش کی:

یارسول اللہ وکیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت۔	یارسول اللہ! یہ کیونکر ہوگا حالانکہ بعد وصال جسم باقی نہیں رہتے (ت)

فرمایا:

ان اللہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء[1]	بے شک اللہ تعالٰی نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ (ت)
رواہ الامام احمد والدارمی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان والدارقطنی والحاکم والبیہقی فی الدعوات الکبیر وابونعیم وصححہ	اسے امام احمد، دارمی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابنِ حبان، دارقطنی، حاکم، دعوات کبیر میں بیہقی، اور ابونعیم نے روایت کیا ــــ اور ابن خزیمہ،

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از اوس بن ابی اوس دارالفکر بیروت ۴/ ۸
سنن ابن ماجہ باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹
سنن ابوداؤد باب تفریع ابواب الجمعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۵۰

marfat.com

فقال عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ایھا الناس ان اللہ قد استشھدہ ورفع روحہ وانما ھو جثۃ فاوطؤہ الخیل ثم اوطأہ ھو وتبعہ الناس حتی قطعوہ[1]

چلانے سے خوف کیا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: اے لوگو! اللہ تعالٰی نے انھیں شہادت دی اور اس کی رُوح کو اُٹھا لیا اب یہ صرف جُثّہ ہے، تو اس پر سے گھوڑے گزار دو۔ پھر انھوں نے پہل کی اور لوگوں نے آپ کی اتباع کی، یہاں تک کہ وُہ جسم پارہ پارہ ہوگیا۔ (ت)

امام جلیل جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

ھذہ الاٰثار لاتدل علی ان الارواح لاتتصل بالابدان بعد الموت، انما تدل علی ان الاجسام لاتتضرر بماینالھا من عذاب الناس لھا ومن اکل التراب لھا فان عذاب القبر لیس من جنس عذاب الدنیا وانما ھو نوع اٰخر یصل الی المیت بمشیۃ اللہ تعالٰی وقدرتہ[2]

ان آثار میں اس پر دلیل نہیں کہ موت کے بعد بدن سے رُوح کا تعلق نہیں ہوتا، ان کی دلالت صرف اس پر ہے کہ جسم کو اس تکلیف سے ضرر نہیں ہوتا جو انسانوں کی جانب سے اُسے پہنچائی جاتی ہے، اسی طرح مٹّی کے کھا لینے سے اسے تکلیف نہیں ہوتی، اس لیے کہ عذابِ قبر عذابِ دنیا کی جنس سے نہیں، وہ ایک دوسری قسم کی چیز ہے جو اللہ تعالٰی کی مشیّت وقدرت سے میت کو پہنچتی ہے۔ (ت)

اور ظواہر حدیث ودیگر آثار واخبار واقوالِ اخیار جانب اول ہیں، حدیث[1] ۲۶ میں روایت دارقطنی سے زیادت لفظ فی الالم گزری یعنی مُردہ وزندہ کی ہڈی توڑنی درد میں برابر ہے۔ علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

جم غفیر ذھبوا الی ان المراد ان کسر عظم المیت ککسر عظمہ حیا فی التألم والتاذی[3]

جماعتِ عظیم علماء اس طرف گئی کہ مرادِ حدیث یہ ہے کہ مُردے کی ہڈی توڑنی درد وایذا میں ایسے ہی ہے جیسے زندہ کی۔

امام ابوعمر ابن عبدالبر[3] وشیخ محقق[4] کا اس باب میں ارشاد قول ۱۰۴ میں گزرا اور تینوں سید[5] علامہ ابراہیم حلبی واحمد[6] مصری ومحمد[7] شامی محشیانِ دُر کے اقوال اُسی کے بعد مذکور ہوئے، حدیث ۲۴ میں بروایت صحیح مسلم شریف انھی عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزرا: اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا[4]۔ جب مجھے دفن کرو تو مٹی مجھ پر

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ دار صادر بیروت ۴/ ۱۹۴

[2] شرح الصدور باب احوال الموتٰی فی قبورھم خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۳

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ طیبی فصل ثالث من باب دفن المیت مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۹

[4] صحیح مسلم باب کون الاسلام یھدم ماقبلہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۷۶

دریں ہر دو حدیث دلیل ست بر آنکہ موتی را سماع نیست و بر آنکہ ایں امر مستقر بود نزد صحابہ زیرا کہ ایشاں بر عرض و سماع درود بعد موت استعجاب کردہ استفسار نمودند آنحضرت علیہ السلام جواب دادند کہ چوں انبیاء را حیات دنیاوی حاصل و جسد ایشاں نیز باقی ست لہذا محلِ استبعاد سماع و عرض نیست [1]

ان دونوں حدیثوں میں اس پر دلیل ہے کہ مُردوں کو سماع حاصل نہیں، اور اس پر کہ یہ امر صحابہ کے نزدیک قرار یافتہ تھا اس لیے کہ ان حضرات نے بعد موت درود پیش ہونے اور سُننے پر تعجب کرکے سوال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ جب انبیاء کو حیاتِ دنیاوی حاصل ہے اور ان کا جسم بھی باقی ہے تو سُننے اور پیش ہونے کو بعید سمجھنے کا موقع نہیں۔ (ت)

اقول اولاً اگر یہ مراد کہ اُن سے عام لوگوں کے لیے بعد موت ادراک جسمانی نہ رہنا مستفاد، تو ہمیں مسلّم، اور تمھیں کیا مفاد، اور ادراک روح کا انکار ماننا اور اسی کو اذہانِ صحابہ میں مستقر جاننا معاذ اللہ انھیں بد مذہب ٹھہرانا اور حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُس پر سکوت تقریر و تسلیم بتاتا ہے، ذی ہوش نے اتنا نہ دیکھا کہ صحابۂ کرام نے فنائے جسد و بقائے ادراک میں تنافی ظاہر کی اور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفی تنافی سے جواب نہ دیا بلکہ نفی منافی سے کہ انبیاء کے اجسام بھی زندہ ہیں، اب یہاں ادراک رُوح میں کلام ہو تو دو ہی صُورتیں ہیں: یا[1] تو صحابہ موتِ جسد سے رُوح کو بھی مُردہ مانتے یا[2] ادراک رُوح کے لیے بقاے بدن شرط جانتے۔ فصولِ سابقہ نیز مباحثِ قریبہ میں بار بار تکرار واضح ہو چکا کہ یہ دونوں قول اہلِ بدعت و ضالین معتزلہ وغیرہم مخذولین کے ہیں، قول ۵ میں مقاصد و شرح مقاصد سے گزرا کہ بدن کو شرط ادراک جاننا اہلسنّت کے خلاف معتزلہ کا اعتساف ہے۔ اسی طرح عامۂ کُتب عقائد و تفسیر کبیر وغیرہا میں تصریح منیر۔ افسوس کہ اپنی بد مذہبی بنانے کے لیے معاذ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عقائدِ فاسدہ کا معتقد و مظہر، اور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُن پر ساکت و مقرر بتاؤ اور دل میں خوفِ خدا نہ لاؤ۔

ثانیاً کیا خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت صرف سکوت بتانا کہہ رہا ہُوں، وہ صراحۃً کلامِ اقدس کے معنے بتا چکا کہ از آنجا کہ انبیاء کے اجسام باقی ہیں، لہذا سُننے میں استبعاد نہیں، کیا ظلم ہے کہ صاف صاف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ادراکِ روح کے لیے بقائے جسم کا شرط ماننے والا بتاؤ، خدا بد مذہبی کی بلا سے بچائے۔

ثالثاً طرفہ یہ کہ یہاں پیشی درود بذریعہ ملائکہ مقصود [عہ] حدیث دوم میں شہود ملائک کی تصریح موجود، اور خود اس کے

عہ اقول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

---

[1] تفہیم المسائل عدمِ سماعِ موتی از کتبِ حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۴ و ۸۵

marfat.com

تنصون میتکم[1] میں ابراہیم نخعی سے ، انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ، ان سے میّت کے سر میں کنگھا کرنے سے متعلق سوال ہُوا ، فرمایا : کیوں اپنی میّت کا مُوئے پیشانی کھینچتے ہو۔ ت)

بالجملہ رُجحان اسی جانب ہے اور بہر حال اگر الم مانئے تو مسئلہ یمین فی الضرب پر کچھ نقض نہیں کہ یہ الم پہنچے گا حیاتِ معادہ سے ، اور حلف تھا حیاتِ موجودہ عند الحلف پر ، کما قدمنا تحقیقہ عن الفتح (جیساکہ فتح القدیر سے اس کی تحقیق ہم پیش کر چکے۔ ت) اور نہ مانیے تو مسئلہ سماع میں کچھ نقض نہیں کہ ہمارا کلام رُوح سے ہے ، آلیتِ بدن ہونا نہ ہونا یکساں ۔ ولہٰذا امام اجل سیوطی نے باآں کہ اثباتِ سماعِ موتٰی میں وہ تحقیقاتِ باہرہ وقاہرہ رکھتے ہیں اس تقریر پر تقریر فرمائی ۔

ھکذا ینبغی ان یفھم ھذا المقام واللہ سبحانہ ولی الانعام وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام علٰی سیدنا محمد اکرم الکرام و اٰلہ وصحبہ الی یوم القیام ۔

اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہیئے ۔ اور خدائے پاک ہی انعام کا مالک ہے ۔ اور بہتر درود ، کامل تر سلام ہمارے آقا حضرت محمد پر جو کریموں میں سب سے زیادہ کریم ہیں ، اور ان کی آل واصحاب پر ، روزِ قیامت تک ۔ (ت)

جوابِ دوم : مانا کہ رُوح ہی میں کلام ہے مگر کہاں سے ، کہ سمع منفی بمعنی ادراک بتوسط آلاتِ جسمانیہ نہیں ، یوں بھی مطلب حاصل ، اور تنافی زائل کہ منفی یہ ہے اور مثبت بمعنی انکشاف تام اصوات بروجہ جزئی ، اس جواب کے قریب قریب کلام تنزلی سے حضرت شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی نے مرور فرمایا ، شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں :

دریں جا سخن دیگر است کہ فرضاً اگر از ثبوت سماع تنزل کنیم باعتبار آنکہ سماع بجارحہ سمع می باشد وسمع بخرابی بدن خراب شد گوئیم از نفی سماع نفی علم لازم نمی آید وعلم بروح بود کہ باقی است پس علم بہ مبصرات ومسموعات حاصل باشد نہ بروجہ ابصار وسمع چنانچہ بعض متکلمان سمع و بصر الٰہی تعالٰی را بالعلم مسموعات ومبصرات تاویل کردہ اند[2] الخ ۔

یہاں ایک اور گفتگو ہے کہ بالفرض اگر ہم ثبوتِ سماع سے تنزل کریں ، اس لحاظ سے کہ سُننا کان سے ہوتا ہے اور کان فسادِ بدن کی وجہ سے فاسد ہو چکا تو ہم کہیں گے نفیِ سماع سے نفیِ علم لازم نہیں آتی ، اور علم رُوح سے ہوتا ہے جو باقی ہے تو دیکھی سُنی جانیوالی چیزوں کا علم حاصل ہوگا اگرچہ دیکھنے اور سُننے کے طور پر نہ ہوگا ، جیسا کہ بعض متکلمین نے خدائے تعالٰی کے سمع و بصر کی تاویل مسموعات اور مرئیات کے علم سے کی ہے الخ (ت)

---

[1] غریب الحدیث — قاسم بن سلام و ابراہیم الحربی

[2] اشعۃ اللمعات — باب حکم الاسراء — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۰ و ۴۰۱

marfat.com

نہیں بخلاف سمع متعارف بذریعہ آلاتِ بدنیہ کہ بے حیاتِ بدن ناممکن، اور یہ وقت اُن کافروں کی حیاتِ جسمانی کا نہ تھا تو اس وقت اثباتِ اسماعِ اجسام منافیِ آیات ہے، ہاں علم حاصل ہے کہ وہ روح سے ہے اور روح باقی ہے یہ حاصلِ ارشادِ اُم المومنین صلی اللہ تعالیٰ علیٰ بعلہا الکریم وعلیہا وسلم ہے۔ اور اسی بناء پر مشائخ کرام نے کہ قطعاً در بارۂ ابدان کلام فرمارہے تھے اُس سے استناد کیا کما قدمنا (جیسا کہ ہم پیچھے بیان کرچکے ہیں۔ ت) اور یہ اصلاً ان منکرین ومخالفین کو مفید نہیں کہ سمعِ جسمانی نہ ہمارے دعوے میں مقصود ومنظور، نہ انکارِ منکرین اس پر مقصور، رہا ادراکِ رُوح کا انکار حاشا نہ وہ کلامِ ام المومنین سے مستفاد، نہ ہرگز کسی دلیل سے ظاہر کہ یہ ان کی مراد تو منکرین کا اس سے استناد محض رجماً بالغیب وخرط القتاد، بلکہ اس کے ضلالت وبطلان اور ان کے بطالت وخذلان پر خود ارشاداتِ صحیحہ صریحہ اُمّ المومنین احسن الاشہاد الاول تو اسی حدیث میں جب علم مان رہی ہیں تو ادراکِ رُوح کی خود قائل ہوئیں، پھر انکارِ سمعِ رُوح کے کیا معنے، اور حدیث علام تنصون میّتکم ابھی گزری کہ میّت کے سر میں زور سے کنگھی کرتے دیکھا تو فرمایا: کاہے پر اس کے بال کھینچتے ہو۔ اس سے قطع نظر کیجئے تو حدیث جلیل صحیح بستم کہ ابتدائے نوعِ دوم مقصد دوم میں مذکور ہُوئی، جس میں ام المومنین قسم کھا کر فرماتی ہیں: "واللہ! جب سے امیر المومنین عمر دفن ہُوئے میں اُن کی شرم سے بے تمام کپڑے پہنے مزاراتِ طیّبہ پر حاضر نہ ہُوئی"[1] قطعاً لاجواب ہے، جب ام المومنین بعد دفن ابصار مانتی ہیں تو روح کو قطعاً مدرک اور اس کے ادراکات کو شامل، امورِ دنیویہ بھی جانتی ہیں، پھر انکار سماع ظاہر الامتناع، بلکہ محلِ قرب میں حالِ سماع حالِ ابصار سے بداہۃً اخف ہے کہ اُس کے شرائط سے ازید ہیں، شاہد ہیں، معہود ومشہود تو یہ ہے کہ باوصف حائل وحجاب ابصار زائل اور سماع حاصل، جب ام المومنین ایسے کثیف وکثیر پردوں سے دیکھنا مانتی ہیں تو سُننا کیونکر نہ مانیں گی! معہذا کوئی قائل بالفصل نہیں، جو ابصار مانتا ہے سماع بھی مانے گا، اور جو سماع نہیں جانتا ابصار بھی نہ جانے گا۔ تیسری حدیثِ جلیل اُم المومنین منقول بہ نقل ائمہ اجلہ ثقات وعدول رجالِ بخاری ومسلم مروی جامع ترمذی شریف یہ ہے:

حدثنا الحسین بن حریث (ثقۃ من رجال الشیخین) نا عیسٰی بن یونس (ثقۃ مأمون من رجال الستۃ کسائر السند) عن ابن جریج عن

[ہم سے حدیث بیان کی حسین بن حریث نے (یہ ثقہ رجال بخاری ومسلم سے ہیں) انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عیسٰے بن یونس نے (ثقہ مامون، اور باقی رجال سند کی طرح صحاح ستّہ کے رجال سے ہیں)

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد باب زیارۃ القبور مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۵۴

الاربعة السابقون على الاخیرین وابن دحیة وغیرھم وحسنه عبدالغنی والمنذری۔

ابن حبان، دارقطنی، حاکم اور ابن دحیہ وغیرہم نے اسے صحیح کہا اور عبدالغنی اور منذری نے حسن کہا۔ (ت)

اسی طرح دوسری حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اکثروا الصلٰوۃ علی یوم الجمعۃ فانه مشھود تشھدہ الملٰئکة وان احدا لم یصل علی الا عرضت علی صلٰوته حتی یفرغ منھا۔

جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ بھیجا کرو کہ وہ دن حضورِ ملائک کا ہے رحمت کے فرشتے اس دن حاضر ہوتے ہیں اور جو مجھ تک درود بھیجتا ہے جب تک بھیجتا ہے اس کی درود مجھ پر پیش کی جاتی ہے۔

ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: قلت وبعد الموت میں نے عرض کی اور بعد انتقالِ اقدس؟ فرمایا: ان اللہ تعالٰی حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء بے شک اللہ تعالٰی نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ تتمہ حدیث ہے: فنبی اللہ حی یرزق[1] اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دئے جاتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجة عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنه۔

اسے امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا (ت)

پر ظاہر کہ پیش ہونے کے معنی نہ تھے مگر اطلاع دی جاتی، اس سے صحابہ کرام کے ذہن ادراک و اطلاع بذریعہ آلاتِ جسمانی ہی کی طرف گئے لہٰذا وہ سوال عرض کئے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حیاتِ بدن ہی سے جواب دئے، صاحبِ تفہیم المسائل کی جہالت کہ یہ حدیثیں ذکر کر کے لکھا:

عہ ھکذا الان ھذہ القطعة محتملة الادراج فاثبتھا علی وجه یحتمل الوجھین وھذا من دقائق حسن التعبیر فلیتنبه وللہ الحمد ۱۲۔

میں نے اسے اس طرح ذکر کیا، اس لیے کہ اس حصۂ حدیث میں یہ احتمال ہے کہ راوی نے اپنے طور پر کہا ہو اور یہ بھی کہ حضور کا کلام نقل کیا ہو تو میں نے اس طور پر اسے لکھا کہ دونوں صورتیں بن سکیں، یہ حسن تعبیر کی باریکی ہے جس پر تنبّہ چاہئے۔ اور حمد خدا ہی کے لیے ہے۔ (ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ذکر وفاته ودفنه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

marfat.com

لاحقون[1]۔ رواہ مسلم و لفظ النسائی مکان قولہ اتاکم الی موجلون وانا ایاکم متواعدون غدا ومواکلون ولابن ماجۃ من وجہ اجر واشار الیہ النسائی ایضا بعد السلام انتم لنا فرط وانا بکم لاحقون[2]۔

اسے مسلم نے روایت کیا اور نسائی میں اتاکم سے موٴجلون تک کی جگہ یہ الفاظ ہیں ہم اور تم آپس میں کل کے وعدے پر ہیں اور اسی پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں۔ اور ابن ماجہ کے الفاظ دوسرے ہیں، نسائی نے بھی لفظ "سلام" کے بعد اسی طرف اشارہ کیا ہے تم ہم سے پہلے پہنچ گئے اور خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔ (ت)

کیونکر منکر ہوتیں، حالانکہ خود دریافت کرچکی تھیں کہ یارسول اللہ! کہ جب میں مدفونانِ بقیع کی زیارتوں کو جاؤں تو اُن سے کیا کہوں، حکم ہُوا تھا سلام کرکے یُوں کہو کہ اِن شاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

مسلم ونسائی وغیرھما عنھا فی حدیث طویل قالت قلت کیف اقول لھم یارسول اللہ قال قولی السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین المسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون[3]۔

مسلم ونسائی وغیرہما نے حضرت صدیقہ سے ایک حدیث طویل میں روایت کیا، انھوں نے عرض کیا: میں ان سے کیا کہوں یارسول اللہ؟ فرمایا: یُوں کہو تم پر سلام اے قبرستان والو مومنین مسلمین سے! خدا ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے۔ بیشک ہم تم سے ملنے والے ہیں اگر اللہ نے چاہا۔ (ت)

بالجملہ ام المومنین صرف سماعِ جسمانی کا انکار فرماتی ہیں مگر از انجاکہ احادیث ثقات عدول شاہد ہیں ان واقعہ کے رَد کی طرف سبیل نہیں، جمہور علمائے اس مسئلہ میں اُن کا انکار قبول نہ کیا اور یہی مانا کہ اگرچہ تین دن گزر گئے اُن خبیثوں کے ناپاک جسم پُھول پھٹ گئے تھے اور شک نہیں کہ جسم مُردہ ہرگز سننے کے قابل نہیں مگر پھر بھی اُنھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد اسی گوشِ سر سے سنا کہ اللہ عزوجل نے ان کی زیادت حسرت کے لیے ان خالی جسموں کو اُس وقت پھر زندہ فرمادیا تھا اور اس میں آیات کی کچھ مخالفت نہ ہُوئی کہ سُنانا اللہ عزوجل کی طرف سے ہوا، نہ وُہ جلاتا نہ یہ ان کانوں سے سنتے، وصفِ موتٰی آیت میں ملحوظ ہے یعنی میت جب تک میت ہے اسے سُنا نہیں سکتے اور بعدہٗ اعادہٗ رُوح، اب وہ میت ہی نہیں، تو آیات کا اصلاً محل ورود نہ رہا۔

اقول یہ تقریر کلام جانبین بحمد اللہ تعالٰی سب تکلفات سے مجانب ومنزّہ ہے، اور اب ام المومنین پر

---

[1] صحیح مسلم — کتاب الجنائز — اصح المطابع کراچی ۱/۳۱۴

[2] و [3] سنن نسائی — الامر بالاستغفار للمؤمنین — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۸۷

ترجمے میں لکھا:

گفت ابودرداء گفتم بطریق استفہام واستبعاد کہ پس از موت نیز عرض می کنند[1]

ابودرداء فرماتے ہیں: میں نے بطریق استفہام واستبعاد عرض کی کہ کیا بعد انتقالِ اقدس بھی وہ درود پیش کریں گے (ت)

ذرا اس "می کنند" کا مرجع تو بولئے مگر اذہانِ صحابہ میں فنا وخرابی بدن کے بعد رُوح کی بے ادراکی تمھاری مقررہ بے ادراکی سے بھی فزوں تر تھی کہ ملائکہ کی بات سُننے سمجھنے پر بھی تعجب واستبعاد فرماتے مگر امثال آیۂ کریمہ النار یعرضون علیہا سے کہ مکیہ ہے اور اظہار فضل جمعہ وتنزیل فرض درود سے بہت پہلے نازل ہُوئی، اُن کے کان بے خبر تھے، ہاں بدن کی یہ حالت ضرور ہے کہ اسی کو وُہ موت عارض ہوتی ہے جو مطلقاً منافی شعور ہے تنِ مُردہ جب تک مُردہ ہے نہ مَلک کی بات سُن سکتا ہے نہ بشر کی، اور وقتِ سوال وغیرہ عودِ سماع بعودِ حیات ہے، اس کا بھی استمرار ضرور نہیں، تو بر قیاس عامۂ ناس کہ اس وقت تک خاصہ اجسامِ طیبۂ حضرات انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والثناء کا علم نہ تھا بحال فنائے بدن بقائے ادراک جسمانی میں اشکال ہوا جس پر وُہ سوال اور اس کا وہ جواب کاشف حقیقۃ الحال ہُوا، الحمدللہ اتنی حقیقت تھی آپ کے اس نئے ناز کی جس پر بڑی دُھوم سے دکانِ فخر باز کی کہ:

چوں از جواب مغالطات معترض فراغت دست داد۔ لہذا تحقیق ایں مسئلہ بطور دیگر ضرور افتاد[2]

چونکہ معترض کے مغالطات سے فراغت دستیاب ہُوئی، اس لیے اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے طور پر ضرور ہوئی (ت)

ماشاء اللہ اس شرط وجزا کے ربط کو تو دیکھئے، یہی بتا رہا ہے کہ سخت گھبرائے ہُوئے اور اعتراضاتِ علّامہ معترض قدس سرہ کو لاحل سمجھ رہے ہو، اگر واقعی اعتراض اُٹھ جاتے تو اگلی ہی تحقیق کی جان بچ جاتی، آپ کے اس فراغتِ دست کے بعد پچھلی ضرورت پر ضرور افتاد کی افتاد کیوں آتی ع

نطق کا حوصلہ معلوم ہے بس جانے دو

فائدہ جلیلہ: جب محاورات باہمی میں مطلق سمع سے یہ تبادر تو حدیث قلیب کا ذکر ہی کیا ہے کہ اس کا تو سماع جسمانی میں نص صریح ہونا اوپر مبین ہوچکا اور اُمّ المومنین محبوبہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وعلیہا اجمعین حاضر واقعہ نہ تھیں نیز اوپر ظاہر کیا کہ آیات کریمہ متعلق باجسام ہیں خصوصاً وما انت بمسمع من فی القبور، اگرچہ نفی سماع نہیں فرماتے مگر نفی اسماع ظاہر ہے اور اس واقعہ سے صراحۃً اسماع اجسام مفہوم، لہذا ام المومنین نے اسے منافی آیات خیال فرماکر وہم وسہو کا حکم دیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یعلمون فرمایا یعنی ان کی رُوحیں جانتی ہیں، راوی کو یسمعون یاد رہا کہ ان کے جسم سنتے ہیں، پر ظاہر کہ علم صفت خاصۂ رُوح ہے جس میں وہ بدن کی محتاج

---

[1] و [2] تفہیم المسائل سماعِ موتیٰ از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۴

متعارضان فی ترجمة عذاب القبر قلت لما ثبت من سماع اھل القلیب کلامہ و توبیخہ لھم دل ادراکھم کلامہ بحاسة السمع علی جواز ادراکھم الم العذاب ببقیة الحواس فحسن ذکرھما فی ھذہ الترجمة ثم التوفیق بین الخبرین ان حدیث ابن عمر محمول علی ان مخاطبة اھل القلیب کانت وقت المسئلة و وقتھا وقت اعادة الروح الی الجسد، وان حدیث عائشة محمول علی غیر وقت المسئلة فبھذا یتفق الخبران[1]

لاشوں سے خطاب کیا اور فرمایا سنتے ہیں، اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث کہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جانتے ہیں۔ دونوں اس عذاب قبر میں اس لیے ذکر کیں کہ جب اُنھوں نے حسِ گوش سے کلام سُن لیا تو باقی حواس سے عذاب کا الم بھی ادراک کرلیں گے اور ان حدیثوں میں موافقت یُوں ہے کہ ابن عمر کی حدیث خطاب وقت سوال نکیرین پر محمول ہے اُس وقت بدن میں رُوح آجاتی ہے اور ام المؤمنین کی حدیث اور وقت پر محمول ہے جب بدن خالی رہ جاتا ہے، یوں دونوں حدیثیں متفق ہوجائیں گی۔ (ت)

دیکھو کیسی تصریح ہے کہ سارا کلام ونقض و ابرام سماعِ جسمانی کے بارہ میں ہے۔ اُسی میں ہے:

قلت ھذا من عائشة یدل علی انھا ردت روایة ابن عمر المذکورة ولکن الجمھور خالفوھا فی ذلك وقبلوا حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ لموافقة من رواہ غیرہ[2]۔

یعنی میں کہتا ہُوں یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ ام المؤمنین نے روایتِ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا رَد فرمایا مگر جمہور علماء نے اس بات میں ام المؤمنین کا خلاف کیا اور حدیثِ ابن عمر مقبول رکھی کہ اور صحابہ نے بھی اُس کے موافق روایت کی۔

اُسی میں ہے:

سامعین ایاما کان باٰذان رؤسھم کما ھو قول الجمھور[3]

یعنی اُن لاشوں نے وہ ارشادِ اقدس جیسے جسمانی کان سے سنا، جمہور کا قول یہی ہے۔ (ت)

جوابِ سوم جامع الجوابین۔

اقول قولِ مشائخ کہ میّت یا زید بعد موت نہیں سنتا، چار معنی کو محتمل کہ میت حقیقی بدن ہے[مقال] اور روح پر بھی اطلاق کرتے، اور زید عرفی بدن ہے[مقیّد] اور روح متعلق بالبدن بھی اس کے معنی۔ بہرحال موضوع میں بدن و روح دو احتمال ہوئے، یونہی سماع عرفی[مقیّد] سمع آلاتِ بدن ہے اور اس کے دوسرے معنی ادراک تام اصوات

---

[1] و [2] و [3] عمدة القاری شرح بخاری باب ماجاء فی عذاب القبر ادارة الطباعة المنیریة بیروت ۸/۲۰۲

عبد اللہ بن ابی ملیکۃ قال توفی عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنھما بالحُبشیِّ قال فحمل الی مکۃ فدفن فیھا فلما قدمت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا اتت قبر عبد الرحمٰن بن ابی بکر فقالت ؎

وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃ
من الدھر حتی قیل لن یتصدعا
فلما تفرقنا کانی ومالکا
لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا

ثم قالت واللہ لو حضرتک مادفنت الاحیث مت ولو شھدتک مازرتک[1]

وُہ راوی ہیں ابن جریج سے، وہ عبد اللہ بن ابی ملیکہ سے، انھوں نے فرمایا ۔ ت] یعنی حضرت سیّدنا عبد الرحمان بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ برادرِ حقیقی اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے مکّہ معظّمہ کے قریب موضع حبشی میں انتقال فرمایا، اُن کی نعش مبارک مکّہ معظّمہ لائے، جنت المعلّٰی میں دفن ہُوئے، جب اُمّ المومنین مکّہ معظّمہ آئیں تو اُن کے مزار مبارک پر گئیں، دو شعر (کہ تمیم بن نویرہ نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہے تھے) پڑھے کہ ایک مدّتِ دراز تک جذیمہ (بادشاہِ عرب و عراق و جزیرہ مقتول ملک جزیرہ زبا) کے دونوں مصاحبوں کی طرح (کہ چالیس سال تک صحبتِ بادشاہ میں یکجا رہے تھے) ساتھ رہے، یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ یہ ہرگز جُدا نہ ہوں گے اب کہ جُدا ہُوئے، گویا اس قدر طول یکجائی پر کسی شب ایک جگہ نہ رہے تھے ـــــ پھر اپنے برادرِ مکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوکر یہ باتیں کہیں خدا کی قسم! اگر میں آپ کے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو آپ وہیں دفن ہوتے جہاں آپ کا انتقال ہُوا تھا اور اگر میں اس وقت آپ کے پاس ہوتی تو اب آپ کی زیارت کو نہ آتی۔

وہیں دفن ہونا اسی لیے کہ یہی سنّت ہے، نعش کو دُور لے جانا نہ چاہئے، اور زیارت کو نہ آنا یُوں کہ زیارتِ قبور میں عورات کا حصّہ کم ہے۔ ام المومنین اگر معاذ اللہ ادراک وسماعِ ارواح کی منکر ہوتیں تو اس کلام و خطاب کے کیا معنٰے تھے، کیا کوئی عاقل اینٹوں پتھروں سے باتیں کرتا ہے؟ اور کیونکر منکر ہوتیں حالانکہ دیکھتی سنتی جاتی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اموات سے سلام و کلام و خطاب فرمایا کرتے تھے، خود روایت فرماتی ہیں کہ میری ہر شب نوبت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر شب مقبرہ بقیع پر تشریف لے جاتے اور فرماتے:

السلام علیکم دار قوم مومنین واتاکم ما توعدون غدا مؤجلون وانا ان شاء اللہ بکم

سلام تم پر اے ان گھروں والے مسلمانو! اب تم کو ملا چاہتا ہے جس کا تم سے وعدہ ہے تمھاری میعاد کل کے دن ہے، اور خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی الزیارۃ للقبور للنساء امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۲۵

marfat.com

پھر یہ منع بے شاہد نہیں بلکہ اس کی صاف سند واضح موجود، خود یہی امام ابن الہمام جن کے کلام سے اکثر مشائخ کی طرف انکارِ سماع کی نسبت نقل کرتے ہو اسی کلام میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اکثر مشائخ کا تلقینِ موتٰی سے انکار کرنا اس پر مبنی ہے کہ وہ سماعِ موتٰی سے منکر ہیں اور خود اسی کلام میں تلقین مذکور کو فرمایا:

نسب الی اھل السنۃ والجماعۃ وخلافہ الی المعتزلۃ۔[1]

اس تلقین کا مطلوب ہونا اہلسنت وجماعت کی طرف منسوب ہے اور اس کا انکار معتزلہ کی طرف۔

اور کلامِ امام صفار سے صاف صریح تصریح گزری کہ منعِ تلقین مذہبِ معتزلہ ہے۔ کشف الغطا کا قول گزرا کہ جو تلقین نہیں مانتا معتزلی ہے، جوہرہ و درمختار کی عبارت گزری کہ اہلسنّت کے نزدیک تلقین امرِ شرعی ہے، تو صاف ظاہر ہُوا کہ یہ اکثر مشائخ منکرانِ سماع وہی منکرانِ تلقین معتزلی ہیں۔ یہ سند واضح بہ تفصیلِ تام تصحیح المسائل میں مذکور رہی با اینہمہ صاحبِ تفہیم المسائل نے منہ زوری سے کہا:

از اکثر مشائخنا کہ ابن ہمام مشائخ را نسبت بخود کردہ معتزلہ مراد گرفتن ازبس مستبعد ست و در کلام کدامی اہلسنت چنیں واقع نہ شدہ و ابن ہمام رامعتزلی قرار دادن کار معترض است وآں مسئلہ کہ خلاف عقیدہ حنفیہ اہلسنّت باشد دراں ہرگز علی الاطلاق نخواہند گفت کہ ایں قول علمائے حنفیہ است کما لا یخفی علی من لہ ادنی رجوع الی الکتب پس مادامیکہ وقوع لفظ اکثر مشائخنا در کلام اہلسنت ومراد بودن ازاں معتزلہ ثابت نہ کنند چگونہ ایں توضیح بمعرض تسلیم درآید۔[2]

اکثر مشائخنا سے کہ ابن ہمام نے مشایخ کو اپنی طرف نسبت کیا۔ معتزلہ مراد لینا بہت مستبعد ہے اور کسی سُنّی کے کلام میں ایسا واقع نہ ہُوا۔ ابن ہمام کو معتزلی ٹھہرانا معترض کا کام ہے، جو مسئلہ حنفیہ اہلسنّت کے عقیدے کے خلاف ہو اس میں علی الاطلاق ہرگز نہ کہیں گے کہ یہ علمائے حنفیہ کا قول ہے، جیسا کہ کتابوں کی طرف ادنٰی رجوع رکھنے والے پر مخفی نہیں، تو جب تک کہ کلام اہلسنت میں اکثر مشائخنا آنا اور اس سے معتزلہ کا مراد ہونا ثابت نہ کریں، یہ توضیح کیسے تسلیم کی جا سکتی ہے۔ (ت)

اقول اس ساری تطویل لاطائل کا صرف اس قدر حاصل بے حاصل کہ کلام اہلسنت میں اکثر مشائخنا سے معتزلہ کا ارادہ مستبعد وخلاف ظاہر ہے" یہ کہنا اس وقت اچھا معلوم ہوتا کہ یا تو علامہ معترض نے یونہی بے سند فرمادیا ہوتا کہ یہاں معتزلہ مراد ہیں یا آپ جواب سند سے عہدہ برآ ہو لیتے اور جب کچھ نہیں تو منع مؤید بسند واضح صرف

---

[1] فتح القدیر — باب الجنائز — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۲/ ۶۸

[2] تفہیم المسائل — عدم سماع موتٰی — مطبع محمدی لاہور — ص ۸۱

marfat.com

وہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ جب علم مانتی ہیں سماع کیوں نہیں مانتیں، علم روح کے لیے ہے سمع جسمانی بحالتِ موت جسم کیونکر ہوا، اور اب خود اُم المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث کہ امام احمد نے بسندِ حسن اُن سے اسی قصۂ بدر میں یہی لفظ روایت کیے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ما انتم باسمع لما اقول منھم تم میرا فرمانا کچھ اُن سے زیادہ نہیں سُنتے (جسے علماء نے بشرطِ محفوظی رجوع ام المومنین پر محمول کیا تھا کہ جب متعدد صحابہ کرام حاضرانِ واقعہ سے روایت سُنی انکار سے رجوع فرمائی) ممکن کہ اثبات سماعِ روح پر محمول ہو کر نفی و اثبات میں تنافی نہ رہے کہ شاذ و محفوظ کا قصہ چلے یعنی ام المومنین اُن لفظوں پر انکار نہیں کرتیں اُنھیں تو خود حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں بلکہ انکار اس معنی پر ہے جو اوروں نے سمجھا یعنی جسمانی نہ مانو کہ خلافِ آیت ہے بلکہ مراد حضور سمعِ روح ہے، میں بحمداللہ تعالٰی بعد انتضاح مراد اس کی حاجت نہیں رکھتا کہ قولِ ام المومنین کے جواب میں امام اسمٰعیلی و امام بیہقی و امام سہیلی و امام سبکی و امام عسقلانی و امام سیوطی و امام قسطلانی و مولانا قاری و شیخ محقق و علّامہ زرقانی وغیرہم اکابر کے کلام نقل کروں اگرچہ یہ سب اس وقت میرے پیشِ نظر ہیں، مگر ہاں امام عینی کی بعض عبارات نقل کروں گا کہ یہ وہی عینی شارح کنز ہیں جن سے اس مسئلہ میں مخالف نے جہلاً استناد کیا۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر میں فرماتے ہیں:

فان قلت ما وجہ ذکر حدیث ابن عمر وحدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وھما

یعنی بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان

ع۵ امام عینی کا بھی ایک کلام اس مسلک کی طرف ناظر:

فان ام المومنین لما وھمت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم فی حدیث تعذیب المیت ببکاء اھلہ وشبّھت وھمہ فیہ بوھمہ فی حدیث القلیب قال العینی وجہ المشابھۃ بینھما حمل ابن عمر علی الظاھر والمراد منھما ای من الحدیثین غیر الظاھر الخ بید ان الاظھر من کلامھا رضی اللہ تعالٰی عنھا ھو المسلک الاول واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)

تو اُم المومنین رضی اللہ عنہا نے جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی "میت کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دینے" والی حدیث کے بارے رائے کو وہم قرار دیا اور انکی اس رائے کو قلیب والی حدیث میں ان کے وہم کی طرح قرار دیا، اس پر علامہ عینی نے فرمایا دونوں حدیثوں میں وجہِ مشابہت یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں حدیثوں کا ظاہری مفہوم مراد لیا جبکہ ان دونوں کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے الخ مگر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے کلام سے پہلا مسلک ہی زیادہ واضح ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

لے عمدۃ القاری شرح البخاری مخاطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل القلیب بعد موتہم ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۹۳/۱۷

نوشتہ تخصیص الشئ باسمه لایدل علی نفی الحکم عماعداہ[1] — لازم نہیں آتی، توضیح میں ہے: کسی خاص چیز کا نام لینا یہ نہیں بتاتا کہ اس کے ماسوا سے حکم کی نفی ہے۔ (ت)

اُنھوں نے کلامِ شافعیہ میں دیکھ کر اُن کی طرف نسبت کیا اُس سے کیا لازم کہ حنفیہ نے نسبت نہ کیا اور بالفرض اُن کا لازم سخن یہ ہو بھی تو جب صراحۃً آنکھوں کے سامنے اجلّہ حنفیہ کی تصریحات موجود تو کیا بعض علماء کے کلام سے نفی مفہوم ہونا محسوسات کو مٹادے گا، قاعدہ اجماعیہ عقل ونقل میں تو مثبت کو نافی پر مقدم رکھتے ہیں، دو علمائے معتمدین سے ایک فرماتا حنفیہ نے ایسا نہ لکھا، دوسرا فرماتا لکھا، تو لکھنا ہی ثابت ہوتا کہ اس نے نہ دیکھا لہٰذا انکار کیا اور نہ دیکھنا کوئی حجت نہیں ومن علم حجۃ علٰی من لم یعلم (علم والا حجت ہے اس پر جسے علم نہیں۔) نہ کہ ثبوت عیانی کو نفی بیانی سے دیدہ نادیدہ کردیں یعنی اگرچہ ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اکابر علمائے حنفیہ نے لکھا مگر فاضل برجندی جو لکھ چکے ہیں کہ شافعیہ نے کہا لہٰذا مجبوری ہے اب حس ومشاہدہ کی تکذیب ضروری ہے، سچ ہے آدمی وہابی ہو کر جماد لایسمع ولایفہم ہوجاتا ہے۔

ثالثاً طرفہ جہالت یہ کہ مطلق انکار جانب معتزلہ منسوب ہے نہ اس خصوصیت سے۔ تصحیح المسائل میں کب فرمایا تھا کہ انکار بایں خصوص منسوب بہ معتزلہ ہے۔ اے ذی ہوش! حاصلِ کلام تو یہی تھا کہ انکارِ تلقین مذہب معتزلہ ہے، اور امام ابنِ ہمام اس کا مبنٰی بیان فرماتے ہیں کہ یہ لوگ منکرِ سماع تھے لہٰذا تلقین سے منکر ہوئے، تو ظاہر ہوا کہ منکرین سماع معتزلہ ہیں اگر سرے سے بخصوص انکار سماع جانب معتزلہ نسبت ہوتی تو اس توسیط کی کیا حاجت تھی ویسے ہی نہ کہہ دیا جاتا کہ دیکھو انکار سماع قولِ معتزلہ بتایا گیا، ہاں اس پر ایک شبہہ ہوتا تھا کہ بعض اہلسنت بھی تو منع تلقین کی طرف گئے اور جب اس کا مبنٰی وہ ہے تو یہ بھی اس کے قائل ٹھہریں گے۔ تصحیح میں اس وہم کے دفع کو توجیہ فرمادی کہ ان کا انکار انکارِ سماع پر مبنی نہیں بلکہ ان کے نزدیک تلقین کا بیکار یا ثابت ہونا ذی ہوش نے اسے نسبت بایں خصوص کا دعوٰی سمجھ لیا یہ فہم

عہ **اقول** سابقاً مذکور ہُوا کہ ظاہر الروایۃ سے منع ثابت نہیں اور امام صفار خود امام اعظم پر تلقین مانتے اور منکر کو معتزلی جانتے ہیں اور شک نہیں کہ معتزلہ قدیم سے شامل اہلِ مذہب ہیں اور انھیں بربنائے جمادیت موتی انکارِ تلقین لازم، ابتداءً وہی لوگ اپنے مذہب فاسد کی بنا پر منکر تھے، لہٰذا امام صفار اس حصر پر حاکم بعد مرورِ زمان بعض متاخرین اہلسنت نے کلماتِ مشائخ مذکورین میں انکار اور ظاہر الروایۃ میں عدمِ ثبوت دیکھ کر انکار کیا اور عدمِ فائدہ یا عدمِ ثبوت سے رنگ توجیہ دیا لہٰذا اب انکار دو طرف منقسم ہوگیا بوجہ جمادیت خاص بمعتزلہ اور بعض اہلسنت کا بوجوہ دیگر جیسا کہ کلامِ امام نسفی سے گزرا فاعلمہ فعسی ان لایتجاوز الواقع عنہ ۱۲ منہ (اسے اچھی طرح جان لے ہوسکتا ہے واقعہ اس سے متجاوز نہ ہو ۱۲ منہ۔ ت)

---

[1] تفہیم المسائل — معانقہ روزِ عید — مطبع محمدی لاہور — ص ۱۱۳

بروجہ جزئی اگرچہ بے ذریعہ آلات، تو محمول میں بھی دو احتمال ہوئے اور حاصل ضرب چار:

(۱) بدنِ مردہ کو سمعِ آلات نہیں۔

(۲) بدنِ مردہ کو ادراکِ اصوات نہیں۔

(۳) روحِ مردہ کو سمعِ آلات نہیں۔

(۴) روحِ مردہ کو ادراکِ اصوات نہیں۔

پہلے تینوں معنے حق ہیں اور ہمارے کچھ مخالف نہیں، نہ مخالف کو اصلاً مفید۔ کلام کے اگر دو ہی معنے ہوتے ایک موافق ایک مخالف، تو مخالف کو اس سے سند لانے کا کوئی محل نہ تھا، نہ احتمالی بات پر مشائخ کرام کو منکرِ سماع متنازع فیہ کہنا صحیح ہوسکتا، نہ کہ تین احتمالاتِ صحیحہ چھوڑ کر از پیشِ خویش چوتھا احتمال جمالینا اور کلام کو بزورِ زبان خواہی نخواہی اپنی سند بتادینا کیسی جہالتِ واضحہ ہے!

جواب چہارم مذہبِ حنفیہ میں معتزلہ بکثرت پیرے ہوئے ہیں، یہ مشائخ کہ برخلاف عقیدۂ اہلسنت منکرِ سماع ہیں وہی معتزلہ ہیں۔ یہ جواب سیف اللہ المسلول مولٰنا المحقق معین الحق فضل الرسول قدس سرہٗ نے تصحیح المسائل میں افادہ فرمایا۔

اقول کلام مشائخ سے استناد مخالف دو مقدموں پر مبنی تھا، صغرٰی یہ کہ امتناع سماع متنازع فیہ قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے جس کے ثبوت میں وہ عباراتِ خمسہ پیش کیں، اور کبرٰی مطویہ مستورہ یہ کہ جو قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے فی نفسہٖ حق ہے یا ہم پر اس کی تسلیم واجب ہے، تقدیرِ اول پر دلیل تحقیقی ہوگی اور دوسرے پر الزامی۔ بہرحال اس کا ثبوت کچھ نہیں۔ اگلے تین جواب ان کے صغرٰی کی نازبرداری میں تھے یعنی کلام مشائخ میں سماع متنازع فیہ کا انکار ہرگز نہیں، اب یہ جواب اور باقی اجوبہ کبرٰی مستورہ کی خدمت گزاری کو ہیں کہ اگر مکابرہ واصرار وعناد واستکبار سے کسی طرح باز نہ آؤ اور خواہی نخواہی معانی صادقہ صحیحہ موافقہ احادیث صحیحہ وعقیدہ اہلسنت وکلماتِ ائمہ کرام وخود اقوالِ مشائخ اعلام کو چھوڑ کر بے دلیل بلکہ خلاف دلائل واضحہ معنی کلام مشائخ یہی گھڑو کہ ارواحِ موتٰی کو کسی طرح ادراکِ کلام نہیں ہوتا، تو اب ہم ہرگز نہیں مانتے کہ اس قول کے قائل مشائخ اہلسنت ہوں جن کے ارشاد ہم پر حجت ہوں، کیا مشائخ مذہب میں معتزلہ نہیں؟ درمختار کتاب النکاح فصل محرمات میں ایک مسئلہ کشاف زمخشری معتزلی سے نقل کیا اس پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا:

نقل ذٰلک عنہ لان الزمخشری من مشائخ المذھب وھو حجۃ فی النقل[1]

یہ مسئلہ اس سے اس لیے نقل کیا کہ زمخشری مشائخ مذہب سے ہے اور اس کی نقل پر اعتماد ہے۔ (ت)

[1] ردالمحتار فصل فی المحرمات مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۰۲

باوے از وے ظاہر می شدند و حالا نمی شوند کذا فی
تفسیر العزیزی و بعضے گویند کہ تحقیق ہمیں است کہ
شہداء را ہم حیات مثل انبیاء بجسد است چنانچہ
در تفسیر روض الجنان تحت آیہ کریمہ ولا تقولوا لمن
یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء می نویسد
علماء در تفسیر آیت و احوالِ شہداء خلاف کردند،
عبد اللہ ابن عباس و حسن بصری گفتند ایشاں زندہ اند
بارواحهم و اجسادهم بامداد و شبانگاہ روزی بایشاں
می رسد و ایشاں خرم اند بانچہ خدا بایشاں می دہد چنانچہ
در دیگر آیت فرمود من قولہ تعالیٰ یرزقون فرحین
بما اتاهم اللہ من فضلہ و بعضے دیگر گفتند ارواحِ
ایشاں زندہ باشند و روزی بر ایشاں عرض مے کنند
بامداد و شبانگاہ چنانکہ بر ارواح آلِ فرعون آتش عرضہ
می کنند فی قولہ تعالیٰ النار یعرضون علیها غدوا
وعشیا و علمائے محققان بیشتر بر قولِ اول اند انتہی۔

کہ شعور و ادراک اور حرکات و تصرفات روح کے تعلق
کی وجہ سے اس سے ظاہر ہوتے تھے اور اب نہیں ہوتے۔
ایسا ہی تفسیر عزیزی میں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ
تحقیق یہی ہے کہ شہدا کے لیے بھی انبیاء کی طرح جسم
کے ساتھ زندگی ہے، جیسا کہ آیہ کریمہ "اللہ کی راہ میں
مارے جانے والوں کو مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں" کے
تحت تفسیر روض الجنان میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کی
تفسیر اور شہدا کے احوال میں علماء کا اختلاف ہے۔
عبد اللہ بن عباس اور حسن بصری فرماتے ہیں: شہداء جسم و
رُوح کے ساتھ زندہ ہیں صبح و شام انھیں رزق ملتا ہے
اور یہ اُس پر خوش ہیں جو خدا انھیں دیتا ہے جیسا کہ دوسری
آیت میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے انھیں رزق دیا جاتا
ہے وہ اس پر خوش ہیں جو اللہ نے اپنا فضل انھیں
عطا کیا۔ بعض دیگر کہتے ہیں اُن کی رُوحیں زندہ ہوتی ہیں
اور ان ہی پر صبح و شام رزق پیش کرتے ہیں، جیسے
فرعونیوں کی رُوحوں پر آگ پیش کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے: وُہ صبح و شام آگ پر پیش ہوتے ہیں۔ اور اکثر علمائے
محققین پہلے قول پر ہیں۔ ختم (ت)

کیوں مُلّاجی! اب نسبت کی خبریں کہئے، جب اہلِ سنّت کے نزدیک ہر فاسق و کافر کی رُوح زندہ ہے موت
صرف بدن کے لیے ہے اسی کے ادراکات زائل ہوتے ہیں، تو اب سماعِ موتٰی میں کیا مجالِ مقال رہی، جوابات
سابقہ کی تقریر کیسی روشن طور پر ثابت ہوگئی، تفہیم المسائل کی ساری عرق ریزی کیسی خاک میں ملی، اب یہ کلام مشایخ
جس میں موت و بے فہمی و بے حسی کی تصریحیں ہیں، روح پر محمول ہو مشائخ اہلسنت کا کلام نہ ہونا کیسا واضح و منجلی
والحمد للہ العظیم العلی۔ اور عجیب لطیفہ یہ کہ ساتھ ہی خوش وقتی میں آکر تفسیر روض الجنان کی عبارت بھی
نقل فرما گئے جس نے رہی سہی ڈھول سے کھال بھی کھوئی، اس میں صاف تصریح ہے کہ سیدنا عبد اللہ ابن عباس

---

[۱] تفہیم المسائل   استمداد از صاحبِ قبر   مطبع محمدی لاہور   ص ۵۸ و ۵۹

استبعاد و مخالفت ظاہر سے مندفع نہیں ہوسکتا۔ ہر ادنیٰ خادمِ علم جانتا ہے کہ ظاہر صالح دفع ہے نہ حجت استحقاق، تو اُس سے مقدمہ ممنوعہ پر اقامت دلیل چاہنا جہالت کہ وہ محلِ استحقاق ہے اور مقام دفع میں آکر منع سند مقصود ہو تو اور سخت تر جہالت کما لایخفی علی اھل العلم (جیسا کہ اہلِ علم حضرات پر مخفی نہیں۔ ت) ہاں جوابِ سند کی طرف بھی ایک عجیب نزاکت سے توجہ کی، فرماتے ہیں:

وانکار تلقین را نسبت بہ معتزلہ بعض علمائے شافعیہ زعم کردہ اند نہ حنفیہ چنانچہ در برجندی نوشتہ ولا یلقن بعد الدفن عندنا وعند الشافعی یلقن وزعم بعض اصحابہ انہ مذھب اھل السنۃ والاول مذھب المعتزلۃ وایشاں انکار تلقین را مطلقاً نسبت بمعتزلہ کردہ اند نہ انکار بخصوصیت ایں وجہ کہ سماعِ موتیٰ را نیست کما زعم المعترض[1]

بعض علمائے شافعیہ نے انکارِ تلقین کو معتزلہ کی طرف منسوب کیا ہے نہ کہ حنفیہ نے، جیسا کہ برجندی میں لکھا ہے۔ ہمارے نزدیک بعد دفن تلقین نہ ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک تلقین ہوگی۔ ان کے بعض اصحاب نے فرمایا ہے کہ یہ اہلِ سنت کا مذہب ہے اور اول معتزلہ کا مذہب ہے۔ اور انھوں نے مطلقاً انکارِ تلقین کو معتزلہ کی طرف منسوب کیا ہے، نہ خاص اس وجہ سے انکار کہ مُردوں کو سماع نہیں جیسا کہ معترض نے گمان کیا۔ (ت)

اقول اولاً اس نابینائی کی کچھ حد ہے، بھلا جوہرہ و درمختار و کشف الغطا وغیرہا تصانیفِ حنفیہ کو ملاجی کہہ سکتے ہیں کہ میرے پیشِ نظر نہ تھیں تلخیص الادلّہ کی عبارت تو خود ہی اپنے خصم کے کلام سے نقل کی کہ امام زاہد صفار کہ در طبقہ ثانیہ از مجتہدین فی المذہب ست در کتاب تلخیص الادلہ نوشتہ وینبغی ان یلقن المیت علی مذھب الامام الاعظم والمقتدی المکرم ومن لم یلقن فھو علیٰ مذھب الاعتزال[2] یعنی امام اعظم و پیشوائے مکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر میت کو تلقین کرنا چاہیے، جو تلقین نہ مانے معتزلی ہے، اور آنکھیں بند کرکے کہہ دیا کہ "بعض شافعیہ زعم کردہ اند نہ حنفیہ"، مگر امام اجل مجتہد فی المذہب زاہد صفار کہ صرف دو واسطے سے امام ابویوسف و امام محمد کے تلمیذ رشید ہیں سرکار کے نزدیک علمائے حنفیہ سے نہیں۔

ثانیاً شافعیہ کا نسبت کرنا حنفیہ کے نسبت کرنے کا کیا نافی و منافی ہے کہ عبارت برجندی سے "نہ حنفیہ" بھی نکال لیا، خود سرکار اسی تفہیم کے صفحہ ۷۱ پر فرماتے ہیں:

از تخصیص شیئ بذکر نفی عما عداہ لازم نیاید در توضیح

کسی خاص چیز کو ذکر کرنے سے اس کے ماسوا کی نفی

---

[1] تفہیم المسائل عدمِ سماعِ موتیٰ از کتبِ حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۱

[2] ؎ " " " " ص ۸۰

وکلام را درعرض اعمالِ اقارب برآنہا در بعض ایام آرند جوابش آنکہ مراد از سلام وکلام سلام کلام زائران است نہ دیگراں[1]

ہونے کے تحت مرقات کی عبارت سے تمام مُردوں کے لیے سلام وکلام سُننا نقل کرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ سلام وکلام سے مراد زیارت کرنے والوں کا سلام وکلام ہے دُوسروں کا نہیں۔ (ت)

سچ ہے بوکھلائے ہُووَں کا کیا کہنا ؎

وُہ شرمائی ہُوئی نظریں وُہ گھبرائی ہُوئی باتیں
نکل کر گھر سے وُہ گھرنا نرا اُمیدواروں میں

حجّتِ ثانیہ: پھر مشائخ نے جب وقتِ سوال سماع مانا تو اس کی وجہ یہ بتائی کہ اب رُوح جسم میں دوبارہ آئی جب کلام روح کی طرف آئے تو اس جواب کا صاف یہ حاصل کہ رُوح جب تک بدن سے جُدا تھی بے حس وبے ادراک تھی جسم میں آنے کے باعث اس وقت پھر مدرک ہوگئی، بہ صراحۃً بدن کو شرطِ ادراک ماننا ہے کہ سُو بارسن چکے کہ یہ مذہب نامہذب معتزلہ ہے، اب یا تو اکثر مشائخنا کی طرف نسبت غلط مانیے تو اپنی ہی سند بگاڑیئے، اپنے ہی پاؤں پر تیشہ ماریئے، ورنہ یقیناً قطعاً اُن سے وہی معتزلہ مراد ہیں بعد قیام حجج قاطعہ کے حیلوں حوالوں ٹالے بالوں کی کیا گنجائش ہے، نہ اب اس سوال کا موقع کہ پھر یہ شراح اُسے کیوں بے اظہار خلاف نقل کرلائے۔

اقول ویسے ہی نقل کرلائے جس طرح امام عبدالرشید بن ابی حنیفہ ولوالجی وامام طاہر بن احمد وغیرہما اجلّہ کرام نے بشیر مریسی معتزلی کا قول یُوں نقل کیا گویا یہی اصل مذہب ہے، جس طرح علامہ محقق زین العابدین بن ابراہیم وفہامہ مدقق علاء الدین محمد دمشقی نے ابوعلی جبائی معتزلی کا قول یُوں نقل کیا گویا یہی مذہبِ مشائخ ہے جس کا بیان فائدہ جمیلہ فصل سیزدہم میں گزرا۔ خود انھیں امام ابن الہمام نے فتح القدیر باب نکاح الرقیق میں ایک مسئلہ محیط سے نقل کیا پھر فرمایا: ھکذا توارد ھا الشارحون[2] شارحین یکے بعد دیگرے یونہی لکھتے چلے آئے۔ پھر فرمایا: یہاں مقتضائے نظر اس کے خلاف ہے۔ پھر اسے بیان کرکے فرمایا: فھذا ھوالوجہ وکثیرا مایقلد الساھون الساھین[3] سخن موجہ یہی ہے اور اکثر ہوتا ہے کہ بھُولنے والے بھُولنے والوں کی پیروی کرلیتے ہیں۔ علامہ بحر نے بحرالرائق آخر کتاب البیوع باب المتفرقات میں ایک مسئلہ پر اعتراض کیا کہ اس میں مصنفین

---

[1] تفہیم المسائل | استمداد از صاحب قبر | مطبع محمدی لاہور | ص ۷۲

[2] فتح القدیر | باب نکاح الرقیق | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۳/۲۷۰

[3] " | " | " | "

سقیم اور ادعائے تفہیم ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ھذا وانا **اقول** و باللہ التوفیق سب این وآں سے درگزرے تو اب دلائل ساطعہ قاطعہ حاکم ہیں کہ یہ قطعاً مذہب معتزلہ ہے مثلاً **حجتِ اُولیٰ** کلام کا ہے میں مفروض ہوا روح میں سماع سے کیا مراد لیا، ادراک مطلق اگرچہ بے ذریعہ آلات، اور یہ مشائخ دلیل کیا لا رہے ہیں کہ وُہ مردہ ہے، بے حس ہے، فہم وادراک کے قابل نہیں، یہ کہ ہزار بار سُن چکے ہو کہ رُوح کی نسبت ان اعتقادات سے اہل سنّت پاک ومنزّہ ہیں، یہ معتزلہ وغیرہم ضالین ہی کے خیالات بدمزہ ہیں، خود آپ ہی اسی تفہیم میں فرماتے ہیں:

مذہبِ بعض معتزلہ آن است کہ اگر میّت جماد ست دران حیات وادراک نیست[1]

بعض معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ میّت جماد ہے اُس میں حیات وادراک نہیں۔ (ت)

اور اسی میں فرمایا:

بعض معتزلہ کہ از آیۂ کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور در انکار تعذیب استدلال می کردند عینی در ہمیں شرح بر جواب ایشاں نوشتہ کہ عدم اسماع مستلزم عدمِ ادراک نیست[2]

آیت کریمہ "تم انھیں سُنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں" سے بعض معتزلہ کا انکارِ تعذیب پر استدلال تھا، عینی نے اسی شرح میں ان کا جواب لکھا کہ نہ سُنانا عدمِ ادراک کو مستلزم نہیں۔ (ت)

افسوس صاحبِ تفہیم المسائل کی بیہوشی صـ۶۳ پر یہ اُنکھی بھی بلوا گئی:

ہرچند بعضے گویند کہ شہدا را ہم حیات مثل انبیا بجسد است مگر ایں قول مختار اہلِ تحقیق نیست انچہ تحقیق است این ست کہ حیاتِ انبیا بسلامت جسد و رُوح ہر دو ست وحیات شہدا صرف ببقائے روح است بلکہ تخصیص شہدا نیز بایں معنی لغو ست زیرا کہ ارواح را مطلقاً خواہ روحِ شہید باشد یا روحِ عامۂ مومنین یا رُوحِ کافر و فاسق بایں معنی مردہ نتواں گفت مردگی صفتِ بدن است کہ شعور وادراک وحرکات وتصرفات بہ سبب تعلق روح

بعض کہتے ہیں کہ انبیاء کی طرح شہداء کے لیے بھی جسم کے ساتھ زندگی ہے۔ مگر یہ قول اہلِ تحقیق کا مختار نہیں، تحقیق یہ ہے کہ انبیاء کی زندگی جسم وروح دونوں کی سلامتی کے ساتھ ہے اور شہدا کی زندگی صرف بقائے روح کے ساتھ ہے بلکہ اس معنی میں شہدا کی تخصیص لغو ہے اس لیے کہ ارواح کو مطلقاً، خواہ شہید کی روح ہو یا عام مومنین کی روح، یا کافر فاسق کی رُوح، کسی کو اس معنی میں مُردہ نہیں کہہ سکتے، موت بدن کی صفت ہے

---

[1] تفہیم المسائل عدمِ سماعِ موتیٰ مطبع محمدی لاہور ص ۸۱

[2] " " " ص ۸۳

عطاؤں سے نوازا۔ ت) میں اگر کلامِ مشائخ کے یہ معنی لوں جس سے موت و بے ادراکی روح ثابت ہو تو یہاں تو امر آسان تر ہے کہ اصل مسئلہ میں کوئی دقت نہیں صرف بیانِ دلیل میں محض بے حاجت یہ تخلیط واقع ہوئی۔ اس تقدیر پر یہاں بھی قطعاً جزماً یہی ہُوا کہ مشائخ مذہب سے معتزلہ نے یہ دلیل ذکر کی، پھر بعض مشائخ اہلسنّت نے سہواً نقل کر دی، پھر نقول در نقول ہوتی چلی گئیں، تنقیح و تنبیہ کی طرف توجہ رہ گئی۔ اب متاخرین اکثر مشائخنا کہا ہی چاہیں، یہی وجہ ہے کہ خود ان علمائے اعلام اہلسنّت کے کلام جابجا اس کے خلاف واقع ہوئے جس کے پچیس[۲۵] شواہد دلیل ۱۱ میں سُن چکے، یہاں سہواً معتزلہ کا قول لکھ گئے اور خود یہیں اور دیگر مواقع میں جابجا اپنا عقیدہ حقہ متعدد وجوہ سے ظاہر ہوا وللہ الحمد۔

کیوں مُلّا تفہیمی صاحب! اب اپنے اعذار بارده و استبعادات کاسدہ دیکھئے کدھر گئے وباللہ التوفیق، اور حقیقۃً یہ سب تمھاری خوبیاں ہیں، نہ تم معانی حقہ صحیحہ صادقہ چھوڑ کر بزورِ زبان و زور و بہتان یہ معنی باطل گھڑو، نہ اس جواب کی حاجت ہو۔ انصافاً اپنے استبعادوں کو آپ ہی بیٹھ کر روؤ۔ ہمارے نزدیک نہ مشائخ کرام نے خطا کی نہ اُن کا کلام حاشا کسی عقیدہ اہلسنّت نہ اپنے کسی کلام دیگر کے معارض، نہ یہاں باہم متعارض و متناقض جس کی تحقیق قاہر اوپر سُن چکے، وللہ الحمد۔

جلیلہ عظیمہ : رہی مُلّاجی کی پچھلی نزاکت کہ:

انکارِ سماعِ موتٰی بطوریکہ ما می کنیم مذہبِ معتزلہ فہمیدن محض غلط است زیراکہ مذہبِ بعض معتزلہ آن ست کہ میّت جماد است دران حیات وادراک نیست پس تعذیبِ آن محال است و اہلسنّت گویند کہ ہرچند کہ درمیّت حیات نیست مگر جائز است کہ خدائے تعالٰی دران نوعے از حیات بقدرِ ادراک الم عذاب و لذت وتنعم عندالایلام والتعذیب پیدا کند وآں مستلزمِ سماع نیست[۱]

جس طرح ہم سماعِ موتٰی کا انکار کرتے ہیں اسے معتزلہ کا مذہب سمجھنا محض غلط ہے۔ اس لیے کہ معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ میّت جماد ہے اس میں حیات و ادراک نہیں تو اس کی تعذیب محال ہے، اور اہل سنّت کہتے ہیں کہ ہرچند کہ میّت میں حیات نہیں مگر ہوسکتا ہے کہ خدائے تعالٰی اس میں ایک نوعِ حیات پیدا کردے اس قدر کہ الم پہنچانے اور عذاب دینے کے وقت عذاب کی تکلیف اور آسائش کی لذت کا ادراک کرے اور یہ سماع کو مستلزم نہیں۔ (ت)

ہمارے کلماتِ سابقہ کے ناظر پر اس عذر بدتر از گناہ کی حقیقت خوب منکشف ہے پھر بھی مُلّاجی کی خاطر کیجئے کلام کو چند

---

[۱] تفہیم المسائل عدمِ سماعِ موتٰی از کتبِ حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۱۸

وحضرت امام حسن بصری واکثر علمائے محققین شہدائے کے اجسام بھی زندہ مانتے ہیں، اور اسی کو ظاہر آیۂ کریمہ سے مؤکد کیا اور بعض کی طرف سے اس کا جو جواب نقل کیا پر ظاہر کہ نری تاویل ہی تاویل ہے، کہاں ارشادِ الٰہی میں یرزقون روزی دئے جاتے ہیں اور کہاں یہ معنی کہ روزی انھیں دیتے نہیں دکھا دیتے ہیں ؎

شربت بنماید وچشیدن نگزارند

(یہ یوں ہی ہے کہ شربت پی لیا ہے اور چکھا نہیں)

اب خدارا اپنے انکاری دھرم کی ایک ٹانگ تو توڑیئے، شہداء ہی کے لیے سماعت مانئے، انھیں سے استمداد جائز جانئے کہ یہاں تو جسم و رُوح سب کچھ زندہ ہے، کسی جھوٹے حیلے کی بھی گنجائش نہیں، جس طرح کہ تم خود اسی تفہیم کے صفحہ ۸۰ پر لکھ چکے ہو:

درسماعِ انبیاء علیہم السلام کلامے نیست کہ ایشاں را حیات حاصل است[۱]	انبیاء علیہم السلام کے سُننے میں کوئی کلام نہیں ان حضرات کو حیات حاصل ہے (ت)

نیز ص۸۹ پر:

(آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) جواب دادند کہ چوں انبیاء را حیاتِ دنیاوی حاصل وجسد ایشاں نیز باقی است لہٰذا محل استبعاد سماع وعرض نیست[۲]	آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب دیا کہ جب انبیاء کو حیاتِ دنیاوی حاصل ہے اور ان کا جسم بھی باقی ہے تو سماعت اور پیشی کو بعید سمجھنے کا موقع نہیں۔ (ت)

طرفہ بکف چراغے دیکھئے، عبارت تو یہ نقل کی اور دعوٰی وُہ نقل کیا کہ بعضے گویند تحقیق ہمیں است (بعض کہتے ہیں تحقیق یہی ہے۔ ت) خیر وُہ بعض ہی سہی اب اُس اجماع کی خیر نہ رہی جو بکمال وقاحت ص۹۳ پر فرمایا:

بالجملہ از کتاب وسنّت واجماعِ اُمّت ثابت کہ موتٰی را سماع حاصل نیست[۳]	بالجملہ کتاب وسنّت اور اجماعِ اُمت سے ثابت ہے کہ مُردوں کو سماعت حاصل نہیں ہے۔ (ت)

مگر تم کیا شرماؤ ہر رنگ کی کہہ دینے کے قدیم دھنی ہو ص۸۵ پر یہی جو لکھ گئے:

وآنکہ از عبارتِ مرقات سماع سائر کہ اموات سلام	مُردوں پر بعض ایام میں اہلِ قرابت کے اعمال پیش

۱؎ تفہیم المسائل	عدمِ سماعِ موتٰی از صاحبِ قبر	مطبع محمدی لاہور	ص ۸۳
۲؎ ″	″ ″ ″	″	ص ۸۵
۳؎ ″	″ ″ ″	″	ص ۸۸

marfat.com

گیارہ سو برس بعد ان حضرات کو امام کا ارشاد معلوم ہُوا، اور وہ بھی کس کتاب میں، جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے اس کا نام سنا، خیر اب تو یہ باحیا متدین حضرات کب کے مرکر جماد لایفہم ولا یتکلم ہوگئے، اہلسنت نے ان کی حیات ہی میں مطالبہ کیا تھا کہ حضرت! یہ ساختہ عبارت فتاوٰی غرائب میں تو ہے نہیں، جواب دیا کہ یہ اور رسالہ غرائب فی اختلاف المذاہب ہے، اور کبھی کہا: فی تحقیق المذاہب ہے ـــ عرض کی گئی: آپ کے پاس ہے یا کہیں اور دیکھا؟ کہا: مفتی سعد اللہ صاحب کے یہاں ہے۔ مفتی صاحب مرحوم سے پُوچھا گیا، اُنھوں نے فرمایا: میں اصلاً اس کتاب سے واقف نہیں۔ اللہ اللہ حیا کا پایا یہاں تک پہنچا اور پھر ع

عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیئے

مقدس متدینوں کو عبارت بھی گھڑنی نہ آئی، سہل سہل محاورہ و قواعد کی مطابقت نہ پائی، اس کے الفاظ و بندش کی رکاکت خود ہی کافی شہادت ہے کہ بے علم ہندیوں کی اوندھی گھڑت ہے۔ عبارت[۵] حاشیہ پر ہے ہر صاحبِ ذوقِ سلیم

ع۵ در غرائب فی تحقیق المذاہب رای الامام ابوحنیفۃ من یأتی القبور باھل الصلاح فیسلم ویخاطب ویتکلم ویقول یا اھل القبور ھل لکم من خبر وھل عندکم من اثر انی اتیتکم و نادیتکم من شھور ولیس سوالی منکم الا الدعاء فھل دریتم ام غفلتم فسمع ابوحنیفۃ یقول مخاطبتہ لھم فقال ھل اجابوا لك فقال لا فقال لہ سحقا لك وتربت یداك كیف تكلم اجسادا لا یستطیعون جوابا ولا یملكون شیئا ولا یسمعون صوتا وقرأ وما انت بمسمع من فی القبور[۱] انتھی ۱۲

غرائب فی تحقیق المذاہب میں ہے: امام ابوحنیفہ نے ایک شخص کو دیکھا جو اہلِ صلاح کی قبروں کے پاس آتا ہے تاکہ سلام کرے اور خطاب کرے اور کہے اے اہلِ قبور! کیا تمھیں کچھ خبر ہے اور کیا تمھارے پاس کچھ اثر ہے یہاں تک کہ میں تمھارے پاس آیا اور مہینوں سے تم کو پکارا اور میرا سوال تم سے صرف دُعا کا ہے، تو کیا تمھیں پتا چلا یا تم غافل رہے۔ تو ابوحنیفہ نے اُن سے خطاب کرتے ہُوئے کہنے والے کو سُنا تو فرمایا کیا انھوں نے تجھے جواب دیا؟ اس نے کہا نہیں۔ تو اس سے فرمایا: تیری بربادی ہو اور تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں تو کیسے کلام کرتا ہے ایسے جسموں سے جو جواب نہیں دے سکتے اور کچھ اختیار نہیں رکھتے اور کوئی آواز نہیں سنتے، اور یہ پڑھا: تم انھیں سُنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں۔ ختم (ت)

تفہیم المسائل ص۹۱ جو لفظ سُرخی سے لکھے ہیں تفہیم میں یُوں ہی ہیں انھیں کوئی غلطی ناسخ نہ سمجھے (باقی بر صفحہ آیندہ)

۱؎ تفہیم المسائل عدمِ سماعِ موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۷

marfat.com

نے خطا کی اور یہاں خطا زیادہ قبیح واقع ہوئی، پھر فرمایا:

وانا متعجب لکونهم تداولوا هذه العبارات متونا وشروحا وفتاوی ولم یتنبهوا لما اشتملت علیه من الخطاء بتغیر الاحکام واللّٰه الموفق للصواب، وقد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ فی کتابه فیأتی من بعده من المشائخ فینقلون تلک العبارة من غیر تغییر ولا تنبیه فیکثر الناقلون لها واصلها الواحد مخطئ کما وقع فی هذا الموضع ولاعیب بهذا علی المذهب لان مولٰنا محمد بن الحسن ضابط المذهب لم یذکر علی هذا الوجه قد نبهنا علی مثل ذلک فی الفوائد الفقهیة فی قول قاضی خان وغیره ثم نبهت علی ان اصل هذه العبارة للناطفی اخطأ فیه ثم تداولوها[1] (ملخصا)

یعنی مجھے تعجب ہے کیونکہ ان عبارتوں کو متون و شروح و فتاوٰی سب میں ایک دوسرے سے لیتے نقل کرتے چلے آئے اور اس میں خطا پر متنبہ نہ ہوئے کہ احکام بدلے جاتے ہیں اور اللہ ہی صواب کی توفیق دینے والا ہے، اور کبھی بکثرت واقع ہوتا ہے کہ ایک مصنف براہِ خطا ایک بات اپنی کتاب میں ذکر فرماتا ہے پھر بعد کے آنے والے مشائخ اسے ویسے ہی بلا تنبیہ نقل کرتے چلے جاتے ہیں تو اس کے ناقل بکثرت ہو جاتے ہیں، حالانکہ اصل میں ایک شخص کی غلطی تھی، جیسا یہاں واقع ہُوا، اور اس سے مذہب پر کوئی طعن نہیں آتا کہ ہمارے سردار امام محمد محرر مذہب نے اس طور پر ذکر نہ کیا اور اسی طرح کے ایک واقعے پر ہم نے فوائد فقہیہ میں تنبیہ کی کہ امام قاضی خاں وغیرہ یعنی صاحبِ خلاصہ و صاحبِ ولوالجیہ وغیرہم نے ایک حصر فرمایا اور وہ غلط تھا پھر میں نے آگاہ کر دیا کہ یہ اصل خطا ناطفی سے واقع ہُوئی اُن کے بعد مشائخ اسے یونہی نقل کرتے رہے۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی کہ اس قسم کا ایک واقعہ عظیمہ امام اجل ابو جعفر طحاوی کی طرف ایک ترجیح و افتا کی نسبت واقع ہوا جس میں تداول و توارد نقول آج تک چلا آیا اور ہمارے زمانے تک کسی نے اس پر متنبہ نہ فرمایا یہاں تک کہ سب میں متاخر محقق مبصر علامہ شامی کو بھی وہی راستہ بھایا، مگر فقیر غفر اللہ المولی القدیر نے بدلائل ساطعہ قاطعہ امام طحاوی کا فتوٰی نہ اس پر بلکہ قطعاً اس کے برعکس ہونا خود کلامِ امام ممدوح کے اٹھارہ[۱۸] نصوص و دلائل سے ثابت کر دکھایا اور اس بارے میں محض بغرض اظہارِ حق وحفظِ مذہب و دفعِ تشنیعِ مخالفین ایک خاص رسالہ الزھر الباسم فی حرمۃ الزکٰوۃ علٰی بنی ھاشم معرضِ تصنیف میں لایا و للّٰہ الحمد حمدا کثیرا علی ما وھب من جزیل العطایا ما نحن فیہ (اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے، کثیر حمد اس پر جو اس نے جزیل

---

[1] البحرالرائق باب المتفرقات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۱۸۵

بنی ضلال قبیلۃ من بنی المختلق قال سمعت ھاتفا من الھواء یھتف بذلك فلا ادری احفظت ام نسیت لکن اشھد وان الذی یحد شکم بھذا کذاب مبین۔

مجہول) راوی ہیں ابوالتلبیس ضلالی سے۔ جو بنی مختلق کے ایک قبیلہ بنی ضلال سے ہے۔ اس نے کہا ـــ میں نے ہوا سے ایک ہاتف کو یہ پکارتے سُنا تو مجھے پتا نہیں کہ مجھے یاد ہے یا میں بھُول گیا لیکن اس پر گواہ رہو کہ تم سے جو شخص یہ بیان کررہا ہے کھُلا ہُوا کذّاب ہے (ت)

ہم کہتے ہیں الکذوب قد یصدق (بڑا جھُوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے۔ ت) بیشک یہ پچھلا فقرہ اس نے سچ کہا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اھ کلامہ سلمہ ربہ۔

اچھا یہ سب جانے دو، اگر سچے ہو تو لکھ دو کہ ہاں مُردے احیاء کا کلام ضرور سنتے ہیں مگر نہ گوشِ بدن بلکہ قوتِ رُوح سے۔ کیا اسے تم کہہ سکتے ہو؟ ہرگز نہ کہو گے۔ اب پردہ کھُل گیا اور صاف ادراکِ روح کا انکار ظاہر ہُوا اور اپنے اسی دعوٰی پر کلامِ مشائخ ڈھالا اور رُوہ موت وبے ادراکی وبے حسی کا سارا نزلہ رُوح پر لاڈالا۔ تو اب کیا محلِ انکار ہے کہ یہ قطعاً مذہبِ معتزلہ فجارہے۔ رہا یہ کہ وہ منکرِ عذاب ہیں تم قائل عذاب، اس تفرقے سے تمہارا اُن کا وہ اتفاق زائل نہیں ہوتا مثلاً کوئی پُورا وہابی اپنی نیچریت کے زور میں دعوٰی کر بیٹھے کہ سیّدنا عیسٰی نبی اللہ صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ ضرور سُولی دئے گئے، یہود عنود نے انھیں قتل کیا، تو اس سے یہی کہا جائیگا کہ تیرا یہ قول مذہبِ نصارٰی ہے۔ کیا وہ اس کے جواب میں کہہ سکتا ہے کہ سُولی دیا جانا جس طرح وہ مانتا ہے مذہبِ نصارٰی سمجھنا محض غلط ہے اس لیے کہ مذہبِ نصارٰی یہ ہے کہ وُہ کفارہ ہونے کے لیے سُولی دئے گئے۔ معاذ اللہ تین دن جہنم میں رہ کر خدا کے ہاتھ پر جا بیٹھے، اور وُہ شخص کہتا ہے کہ ہرچند سُولی دئے گئے مگر کفّارہ وغیرہ خرافات ہیں کیا اس فرق کے سبب اس کا وُہ قول مذہبِ نصارٰی ہونے سے خارج ہوجائے گا!

عائدہ ثانیہ: وکانھا الاولی بعبارۃ اخصر (گویا یہ زیادہ مختصر عبارت میں پہلا ہی ہے۔ ت) میّت میں حیات نہیں، اس سے مراد روح ہے یا بدن، اگر بدن تو بحث سے محض بیگانہ، اور اگر رُوح تو تم یہی مان کر اہلسنّت سے خارج وبری اور اُن کی طرف اُن کی نسبت کرکے کذّاب ومفتری ہُوئے، اہلسنّت ہرگز رُوح کو بے حیات نہیں مانتے، اگر کہتے ہیں موت مجازی تو مانتے ہیں۔

عـہ وہابیت کا کمال وہی نیچریت ہے ۱۲ منہ (م)

marfat.com

عوائد جلیلہ سے ترصیف تازہ دیجئے اور باذنہٖ تعالیٰ ازالۂ ہرگونہ اوہام کا ذمہ لیجئے۔

فاقول وبحول اللہ اصول :

عائدۂ اُولیٰ : نجدی صاحبو! ناحق اہلسنّت کا دامن پکڑتے اور اپنے مذہب کی جانِ زار کے پیچھے پڑتے ہو، اہلسنّت کے یہاں تمھاری گزر نہیں، وُہ کہ وقتِ تنعیم و تعذیب اعادۂ حیاتِ کاملہ خواہ ناقصہ بدن کے لیے مانتے ہیں نہ کہ روح کے لیے کہ وُہ تو ان کے نزدیک مرتی ہی نہیں، اگر تم لوگ صرف سماعِ جسم با سماعِ جسمانی بذریعہ آلاتِ جسم کے منکر اور سماعِ رُوح بے توسطِ بدن کے معترف و مقر ہوتے تو ضرور اہلسنّت سے موافق اور اُن کے اس مسئلہ سے انتفاع کے مستحق ہوتے، مگر یُوں خلاف ہی کب باقی رہتا یہ تو خاص ہمارا مذہب و عین مرادِ چشمِ ما روشن دلِ ما شاد تھا مگر حاشا تم ہرگز اس کے قائل نہیں، اس میں تمھارا مطلب کہ اولیائے مدفونین سے طلبِ دعا پتھر کو ندا ہے کب بر آتا۔ کیوں ملّا جی! ذرا نگاہ روبرو، کیا آپ وہی نہیں ہیں جو اسی تفہیم کی اسی بحث میں بکمال وقاحت و شوخ چشمی اپنا مذہب نامہذب بزورِ زبان بنانے کے لیے ایک گھڑی ہُوئی فرضی کتاب خیالی تصنیف غرائب فی تحقیق المذاہب سے سند لائے اور اس کی وساطت سے سیّدنا امام اعظم و ہمام اقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جیتے افترا اٹھائے۔ آپ اگرچہ خیالی علٰی علماء گھڑ لینے فرضی کتابوں کی ساختہ عبارتیں پیش کردینے کے پختہ ماہر کار ہیں جن کے حال صواعق و تفہیم و غایۃ الکلام کے مطالعہ سے آشکار ہیں۔ بعض احباب فقیر نے خاص آپ حضرات کی ایسی ہی دیانتوں کے بیان میں رسالہ سیف المصطفٰی علٰی ادیان الافترا لکھا اور اس میں ایک سوساٹھ[۱۶۰] دیانات کبرائے طائفہ کو جلوہ دیا مگر اس گھڑت کی ابتدا شاید سرکار سے نہ ہو، تفہیم سے پہلے ایک سہسوانی وہابی صاحب رسالہ سراج الایمان میں اس کے بادی ہوئے ہیں، بہرحال یہ گندی بُو کا عطر فتنہ سہسوان کی گھانی سے ہو یا قنوج کی، ذرا ایمان سے بتائیے کہ آپ حضرات کی اس خانگی ساخت پر دُنیا میں کوئی اور بھی مطلع ہے کہیں اس کتاب کا نام و نشان بھی ہے، کسی اور نے بھی اس سے استناد کیا یا کہیں اس کا نام لیا ہے؟ اللہ اللہ صدہا سال سے مسئلہ سماع و مسئلہ استمداد زیرِ بحث ہے، صدہا کتابوں میں ان کے بیان آئے آج تک کسی کو کانوں کان خبر نہ ہُوئی کہ خود امامِ مذہب رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ان میں نصِ صریح موجود ہے، اب

عہ۱ مثل ناصر فاکہانی جس کے مطالبہ پر بکمال حیاداری صاف کہہ دیا گو ناصر فاکہانی نباشد کلام درکلام است ۱۲منہ (گو ناصر فاکہانی نہیں ہے کلام درکلام ہے ۱۲ منہ۔ ت)

عہ۲ مثل القول المعتمد فی الکلام مع عمل المولد جس میں تک بھی ٹھیک ملائی نہ آئی، معتمد بفتح میم اور مولد بکسر لام اور پھر عمل مولد پر یا اس میں کلام کی جگہ عمل مولد کے ساتھ گفتگو و کلام ع

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن ۱۲منہ (م)

منافی سے ملتصق۔

ثانیًا یوں بھی اعتزال سے مفر کہاں، جب باوصف موت ادراکات امور برزخ علم وسمع وبصر باقی مانے تو اور معتزلہ کا مذہب نہ سہی، طوائفِ معتزلہ سے فرقہ صالحیہ کا مشرب سہی، جس کا ذکر آپ نے اسی تفہیم المسائل میں بہ شدّتِ سفاہت مقابلِ اہلسنّت کیا تھا کہ:

درشرح مواقف نوشتہ کہ تجویز قیامِ علم وقدرت وارادہ وسمع وبصر میّت مذہبِ فرقہ صالحیہ از معتزلہ است[1]۔

شرح مواقف میں لکھا ہے کہ میّت کے ساتھ علم، قدرت، ارادہ اور سمع وبصر قائم ماننا معتزلہ کے فرقہ صالحیہ کا مذہب ہے (ت)

ذی ہوش کو اتنی نہ سُوجھی کہ اہلِ سنّت نے کس دن موصوف بالموت کو بحال موصوفی بالموت موصوف بالادراک مانا تھا، وُہ تو جس کے لیے ادراکات مانتے ہیں اُسے ہرگز میّت نہیں کہتے ہمیشہ زندہ جانتے ہیں۔ مگر ہاں اب آپ نے رُوح کو میّت بھی مانا اور عذاب قبر ٹھیک کرنے کے لیے ادراکاتِ برزخیہ بھی ثابت کیے، یہ عین مذہبِ صالحیہ ہے وُہ بھی اسی طور پر قائلِ عذابِ قبر ہوئے ہیں۔ اسی مستخلص الحقائق مستند مائۃ مسائل کی عبارت جوابِ اوّل کی دلیل ہفتم میں گزری کہ صالحی کے نزدیک میّت باوصف موت معذّب ہوتا ہے۔ نیز اسی کفایہ کی اسی بحث میں ہے:

عن ابی الحسن الصالحی یعذب المیت من غیر حیاۃ اذ الحیاۃ عندہ لیست بشرط لثبوت الالم[2]۔

ابوالحسن صالحی سے منقول ہے کہ میّت کو بغیر حیات کے عذاب ہوتا ہے اس لیے کہ اس کے نزدیک ثبوتِ الم کے لیے حیات شرط نہیں (ت)

نیز وہی امام عینی عمدۃ القاری میں بعد ذکر مذہبِ صالحی فرماتے ہیں:

وھذا خروج عن المعقول لان الجماد لاحس لہ فکیف یتصور تعذیبہ[3]۔

اور یہ معقول سے خروج ہے اس لیے کہ جماد کے پاس حس نہیں ہوتی تو اس کی تعذیب کیونکر متصور ہوگی (ت)

اگر کہئے ہم یہ ادراکات بعودِ حیات مانتے ہیں بخلاف صالحی **اقول** ذرا ہوش میں آکر۔ بھلا اس عودِ حیات سے پہلے بھی روح کو ادراکِ امورِ برزخیہ تھا یا نہیں، اگر نہیں تو حجاب منکشف اور عذر منکسف، ثابت ہوا کہ تم نے روح کو وہی موت مانی جو منافی مطلق ادراک ہے، اب عام معتزلہ میں جا ملے، اور اگر ہاں تو عودِ حیات کا حیلہ اٹھ گیا،

---

[1] تفہیم المسائل — عدمِ سماعِ موتٰی از کتبِ حنفیہ — مطبع محمدی لاہور — ص ۸۸
[2] کفایۃ مع فتح القدیر — باب الیمین فی الضرب الخ — نوریہ رضویہ سکھر — ۴/۴۶۱
[3] عمدۃ القاری شرح بخاری — باب المیت یسمع خفق النعال — بیروت — ۸/۱۴۷

دیکھئے اور دادِ انصاف دے۔ بعض اصحابِ فقیر سلمہم اللہ تعالیٰ نے ایک لحیم شحیم وہابی ہیڈ مولوی کے رد میں مبسوط رسالہ نشاط السکین علیٰ حلق البقر السمین لکھا اس میں اس عبارتِ غرائب کی دھجیاں بروجہ احسن اڑا کر اخیر میں ملا قنوجی کے اُسے نقل کرکے انتہی لکھ دینے پر عجیب لطیفہ لکھا ہے جس کا ذکر خالی از لطف نہ ہوگا، قال سلمہ اللہ تعالیٰ ابھی سے انتہا لکھ دی اس کے بعد تو فرضی صاحبِ غرائب نے اس قول کی محدثانہ سند گھڑی ہے:

حیث قال بعد نقلتم حدثنا بذلك المعدوم بن مسلوب العدمی ثنا ابو الفقدان الخیالی ثنا موھوم بن مفروض اللیسی ح ثنا الکذاب بن المفتری نا الوضاع الزوری انا من[ع] لا یثق بہ الانجدی کلاھما عن ابی التلبیس الضلالی من

تمھاری منقولہ عبارت کے بعد ہے: ہم سے بیان کیا معدوم بن مسلوب عدمی نے ۔ کہا ہم سے بیان کیا ابو الفقدان خیالی نے ۔ کہا ہم سے بیان کیا موہوم بن مفروض لیسی نے ۔ دوسری سند: ہم سے بیان کیا کذاب بن مفتری نے ۔ کہا ہم سے بیان کیا وضّاع زُوری نے ۔ کہا ہمیں خبر دی اس نے جس پر کوئی نجدی ہی اعتماد کرے ۔ دونوں (موہوم اور یہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نہ وہ ناسخ تفہیم کی خطا ہیں بلکہ خود مصنفِ تفہیم وضّاعِ اوّل کی، اس لیے کہ غلط نامہ تفہیم میں بھی ان کی تصحیح نہ کی۔ اور تفہیم صفحہ ۶۸ میں ہے:

احتمال غلطی کاتب ہم مرتفعہ در صحیح نامہ و غلطنامہ کتاب مطبوعہ ہم بغلطی این لفظ تعرض نہ کردہ اھ

کاتب کی غلطی کا احتمال بھی مرتفع ہے کہ مطبوعہ کتاب کے غلط نامہ اور صحیح نامہ میں اس لفظ کے غلط ہونے پر توجہ نہیں کی گئی اھ۔ (ت)

بھلے مانس کو ینطق و یتفوہ و یذکر و یحدث و یشافہ و یحاود وغیرہا یاد نہ تھے ورنہ انھیں بھی یخاطب و یتکلم و یقول کے ساتھ نتھی کردیتا ۱۲ منہ (م)

[ع] ھذا وان کان مبھما لکن لا یضر لانہ فی المتابعات فقد رواہ من الضلالی موھوم بن مفروض کما سمعت منفی بن المفقود واٰخرون خرائب فی شرح الغرائب ۱۲ منہ (م)

یہ راوی اگرچہ مبہم ہے مگر کوئی ضرر نہیں اس لیے کہ وہ متابعات میں ہے کیونکہ ضلالی سے اس کو موہوم بن مفروض نے روایت کیا ہے جیسا کہ آپ نے سُنا، نیز منفی بن مفقود اور کچھ دوسرے لوگوں نے بھی روایت کیا ہے ۱۲ خرائب شرح غرائب۔ (ت)

marfat.com

محض مہمل و ناروا و پا درہوا تھے۔

اقول جب تم لوگ کلامِ مشائخ سے مستدل اور اُس کے اُس معنی محال پر حامل ہو تو تمھیں ان اعذارِ باردہ کی کیا گنجائش!

اوّلاً مشائخ تو نفسِ موت کو منافیِ ادراک اور اس کی وجہ انتفائے اصل قوت حساس و ادراک مان رہے ہیں اور ان اعذار کا یہ حاصل کہ قوّتِ مدرکہ تو موجود و کامل مگر حجاب حائل یا التفات زائل۔

ثانیاً وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک بے تخصیص امورِ دنیویہ جان رہے ہیں اور تمھارے اعذار انہی امورِ خارجہ سے خاص ——— **ثالثاً** حائل وحجاب بدن پر ہے اور کلام روح میں۔

رابعاً پردہ وحیلولت صرف مدفون کے لیے ہے صرف بعد دفن صرف تا عدمِ انکشاف اور کلام عام بلاخلاف۔

خامساً تمھارے حاجب وحائل کا پردہ تو اُسی دن چاک ہو چکا جس دن مشائخ نے وقتِ سوال سماع آوازِ نعال تسلیم کیا اور رسالہ[1] تفہیمی نے در وقتِ سوال وجواب ہمہ قائلِ سماع اند (سوال وجواب کے وقت سب سماع کے قائل ہیں۔ ت) کا مژدہ سنایا۔

سادساً عبادت سے اشتغال اور اسی کی کیفیت میں استغراق تو سب اموات کو عام نہ مانئے گا، یُوں کہئے کہ منعم ہے تو لذتِ نعمت، یا معاذ اللہ معذّب ہے تو عذاب کی شدّت میں مستغرق ہونا مانع سماع ہے۔ میں کہتا ہُوں اس لذّت یا الم کی حالت میں سوال محال ہے یا ممکن بر تقدیرِ اول دلیل استحالہ ارشاد ہو اور زیادہ تفصیل چاہیے تو مقصد اول نوعِ اول سوال اوّل کی تقریر یاد ہو بر تقدیر ثانی ممکن کی جانبیں وجود و عدم یکساں اور برزخ غیب اور

ع۔ **تنبیہ: اقول** بقائے رُوح وادراکات روح بعد فراق میں اگر استصحاب ناکافی سمجھ کر ہمیں مدعی بھی مانیے تو یہ دعوٰی ایسے نصوص قواطع واجماعِ ساطع سے ثابت جس میں موافق مخالف کسی کو مجالِ تامل نہیں، آخر مخالفین بھی تنعیم و تعذیب وادراکاتِ امورِ برزخیہ مانتے ہیں، اس کے بعد مسئلہ نزاعیہ میں بداہۃً ظاہر ہمارے ساتھ ہے کہ جب مدرک باقی ادراک باقی۔ پھر جو نفی بعض مانے مدعی تخصیص وُہ ہے دلیل پیش کرے، اور اگر بالفرض بنظرِ ظاہر الفاظ عکس ہی مانیے تو ہمارا دعوٰی سماع ہے، اور دلیل سمع جس کا وجوب تسلیم واجب التسلیم اور ورود مقصد دوم وسوم میں روشن ہوگیا تو کسی مقدمہ پر منع کی گنجائش نہیں اور دعوٰی پر تو منع کے منع ہی نہیں خصوصاً بعد اقامت دلیل، لاجرم یہ اعذار لغصب منصب استدلال ہیں اور اب یہ قانون مناظرہ وظائف منعکس فاحفظ تحفظ ۱۲ منہ (م)

---

[1] تفہیم المسائل   عدم سماعِ موتیٰ از کتبِ حنفیہ   مطبع محمدی لاہور   ص ۸۱

marfat.com

اقول ہاں مگر اس کا اثر ادراکاتِ رُوح پر اصلاً نہیں کما مرّ مراراً (جیسا کہ کئی بار گزرا - ت) خود ملّا جی کی عبارت بیہوشی مظہر حوالۂ تفسیر عزیزی ابھی گزری اور تم صراحۃً وہ موت مان رہے ہو جو نافی ومنافی ادراک ہے، اسی کو کلامِ مشائخ سے نقل کرتے اور اسی پر انکارِ سماع کی بناء رکھتے ہو تو قطعاً موت حقیقی مراد لیتے ہو اور اسے روح کے لیے ماننا، یہی اعتزال ہے۔ اگر کہئے معتزلہ تو رُوح کے لیے موت منافی مطلق ادراک مانتے ہیں، و لہذا عذابِ قبر محال جانتے ہیں، اور یہاں مراد وُہ موت ہے جسے صرف ادراکِ صور و اصواتِ دنیاوی سے تنافی ہو نہ برزخیہ سے۔

اقول اوّلاً یہ تخصیص محض بے دلیل و باطل ہے، موت بھی مانو منافی ادراک بھی جانو، جیسا کہ کلامِ مشائخ میں مصرح ہے، پھر اُسے ادراک بعض دُون بعض سے خاص کرو، یہ جہل اقبح ہے، موت کہ منافی ادراک ہے ہر ادراک کے منافی ہے اور نہیں تو کسی کے نہیں، خود اسی تفہیم المسائل میں براہِ جہالت اپنی سند سمجھ کر نقل کیا:

در مدارک نوشتہ توفیہا اماتتہا وھو ان یسلب ماھی بہٖ[ع۱] حیۃ حساسۃ دراکۃ[۱]

مدارک میں لکھا ہے: تَوَفّی کا معنی انھیں موت دینا، وُہ یہ کہ جس امر کی وجہ سے یہ زندہ، حساس، با ادراک ہیں اُسے سلب کر لیا جائے۔ (ت)

پھر لکھا:

امام راغب در مفردات گفتہ کہ الموت زوال القوۃ الحساسۃ[۲]

امام راغب نے مفردات میں فرمایا: موت قوتِ احساس کے زوال کا نام ہے۔ (ت)

کیوں حضرت! جب راساً حس وادراک کی قوت زائل ہوگئی مدرکہ ہی چل دی تو اب ادراکِ بعض کاہے سے ہوگا۔ یا رب! یہ موت کون سی کہ آدھی کی شنوا آدھی سے بہری، آدھی کی بینا، آدھی سے اندھی، ایک فرد ادراک بھی باقی ہے تو حیات ثابت ہے اور موت منتفی کہ حیات باجماعِ[ع۲] عقلاً شرط ادراک ہے اور موت منافی مشروط نہ بے شرط متحقق ہوگا نہ منافی

ع۱ صحیح ہم چناں است و در تفہیم المسائل ایں را ماھی جثۃ ساختہ و در غلط نامہ ہم بہ تصحیحش نہ پرداختہ پر غلط است ۱۲ منہ (م)

صحیح بھی اسی طرح ہے (ماھی بہ حیۃ) تفہیم المسائل میں اسے ماھی جثۃ بنا دیا اور غلط نامہ میں بھی اس کی تصحیح نہ کی جبکہ یہ بالکل غلط ہے (ت)

ع۲ ای ومن خالف فقد خرج من المعقول فکان لم یبق من اھل العقول وھم الشرذمۃ الذلیلۃ الصالحیۃ ۱۲ منہ (م)

یعنی جو مخالف ہُوا وہ معقول سے خارج ہوا تو اہلِ عقول سے نہ رہا۔ اور یہ فرقہ ذلیلہ صالحیہ والے چند افراد ہیں (ت)

---

[۱] و [۲] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۲

جس کا صدمہ[۱] ہزار ضربِ تیغ سے سخت تر، بلکہ ملک[۲] الموت کا دیکھنا ہی ہزار تلوار کے صدمہ سے بڑھ کر۔ وہ تنگ جگہ، وہ تری تنہائی، وہ ہر طرف بھیانک بیکسی چھائی، اس پر وہ نکیرین کا اچانک آنا وہ سخت ہیبت ناک صورتیں دکھانا کہ آدمی دن کو ہزاروں کے مجمع میں دیکھے تو حواس بجا نہ رہیں، کالا[۳] رنگ، نیلی[۴] آنکھیں دیگوں[۵] کے برابر بڑی، ابرق کی طرح شعلہ زن، سانس[۶]

عہ۱ الخطیب فی التاریخ عن انس ابن مالك عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم والحارث ابن ابی اسامۃ بسند جید عن عطاء بن یسار مرسلا ۱۲۔

اسے خطیب نے تاریخ میں حضرت انس بن مالک سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا، اور حارث بن ابی اسامہ نے بسندِ جیّد عطاء بن یسار سے مرسلاً روایت کیا۔ (ت)

عہ۲ ابو نعیم فی الحلیۃ عن واثلۃ بن الاسقع عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

اسے ابو نعیم نے حلیہ میں واثلہ بن اسقع سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

عہ۳ حدیث عن الترمذی وحسنہ وابن ابی الدنیا والآجری فی الشریعۃ وابن ابی عاصم فی السنۃ والبیھقی عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
(۲) البیھقی فی عذاب القبر عن ابن عباس عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۱) اسے ترمذی نے بافادۂ تحسین روایت کیا اور ابن ابی الدنیا نے، اور شریعہ میں آجری نے اور سنہ میں ابن ابی عاصم نے اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔
(۲) اور بیہقی نے عذابِ قبر میں حضرت ابن عباس سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

عہ۴ حدیث اول و ۳ ابن المبارك فی الزھد وابن ابی شیبۃ والآجری والبیھقی عن ابی الدرداء من قولہ ۱۲۔

حدیث اوّل و ۳ ابن المبارک نے زہد میں اور ابن ابی شیبہ، آجری اور بیہقی نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے کلام میں (موقوفاً) روایت کیا۔ (ت)

عہ۵ حدیث ۴ الطبرانی فی الاوسط وابن مردویۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

حدیث ۴ طبرانی نے معجم اوسط میں، اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی۔ (ت)

عہ۶ حدیث ۲ و ۵ ابو یعلی و ابن ابی الدنیا عن النعیم، حدیث ۶ ابو داؤد فی البعث والحاکم

حدیث ۲ و ۵ کو ابو یعلیٰ و ابن ابی الدنیا نے نعیم سے روایت کیا۔ حدیث ۶ ابو داؤد نے بعث میں، حاکم

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

روحِ میت بحالِ ممات بے عودِ حیات صاحب ادراکات تھی، اب معتزلہ صالحیہ میں جا ملے، مفر کدھر، کیا یاد کرو گے کہ کسی سے پالا پڑا تھا۔ ہاں مفر اس میں تھا کہ ان سب اقوال و ابحاث کو در بارۂ بدن مانئے اور روح کو ان تمام بر دو مات سے پاک و صاف جانیے۔ بدن ہی کو مشائخ مُردہ و بے فہم کہتے اور اسی کے سماع بحالِ موت سے انکار رکھتے ہیں۔ اب ٹھکانے سے آ گئے مگر ہیہات کہاں تم اور کہاں حق کا قبول، واللہ المستعان علٰی کل مستکبر جھول (ہر متکبر جاہل کے برخلاف اللہ تعالٰی حامی و مددگار ہے۔ت)

ثالثاً صریح جھوٹے ہو، کلامِ مشائخ میں نشانِ تخصیص مفقود، بلکہ اُس کے بطلان پر تنصیص موجود، کیا انھوں نے موت کو منافی ادراک بتا کر شبہہ عذابِ قبر وارد نہ کیا؟ کیا عودِ حیات سے اس کا جواب نہ دیا؟ کیا خود ملّا تفہیمی نے اپنے پاؤں میں تیشہ زنی کو نہ کہا کہ:

مقصود فقہاء از نفی سماع دریں مقام نفی سماع عرفی و حقیقی ہر دو ست زیرا کہ فقہا نفی سماع مطلق کردہ اند نہ بتقیید عرف و اگر نفی صرف سماع عرفی نہ حقیقی مقصود می بود حاجت جواب دادن از مسئلہ عذابِ قبر نبود و توجیہ کردن دیگر وقائع کہ بر سماعِ موتٰی دال است فھل ھذا الا توجیہ بما لا یرضی بہ قائلہ[1]

اس مقام پر نفیِ سماع سے فقہاء کا مقصود سماعِ عرفی و حقیقی دونوں کی نفی ہے اس لئے کہ فقہائے سماع کی نفی مطلق کی ہے نہ کہ عرف کی قید لگا کر۔ اگر حقیقی نہیں صرف عرفی سماع کی نفی مقصود ہوتی تو مسئلہ عذابِ قبر کا جواب دینے کی ضرورت نہ تھی اور دوسرے وقائع جو سماعِ موتٰی پر دلالت کرتے ہیں نہ ان کی توجیہ کی ضرورت تھی یہ ایسی توجیہ ہے جس پر اس کا قائل راضی نہ ہو۔ (ت)

تو قطعاً ثابت کہ وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک مانتے اور اس کے ہوتے امورِ برزخ کا ادراک بھی منتفی جانتے ہیں تو جب کلام روح پر محمول ہوا قطعاً آفتِ اعتزال سے نامعزول ہوا۔

عائدہ ثالثہ: بحمد اللہ تعالٰی یہاں سے واضح ہُوا کہ عدم ادراک امورِ دنیویہ میں عذر باطل حجاب و حائل خشت و گل، اور ملّا تفہیمی صاحب کا عذر طمطراق اشتغال و استغراق کہ صفحہ ۶۲ و ۶۳ میں لکھا:

ارواحِ طیبہ مجردہ از ابدان بجہت اشتغال عبادت ربِ حقیقی و استغراق بہ کیفیت آں التفات باکوائن و حوادث ایں عالم ندارند[2]

اجسام سے مجرد ارواحِ طیبہ ربِ حقیقی کی عبادت میں اشتغال اور اس کی کیفیت میں استغراق کے باعث اس دُنیا کے موجودات و حوادث کی جانب التفات نہیں رکھتیں۔ (ت)

---

[1] تفہیم المسائل | عدمِ سماعِ موتٰی از کتبِ حنفیہ | مطبع محمدی لاہور | ص ۸۳
[2] ؍؍ ؍؍ | استمداد از صاحب قبر | ؍؍ | ؍؍ ۵۸

marfat.com

میں امتحان لینا و حسبنا اللہ ونعم الوکیل ارحم ضعفنا یا کریم یا جمیل صل وسلم علی نبی الرحمۃ و اٰلہ الکرام وسائر الامۃ اٰمین اٰمین یا ارحم الراحمین۔ ایسے عظیم وقت میں شاید آپ کا استغراقی خیال تو یہی حکم لگائے کہ کھلے میدان میں توپ کی آواز بھی سُننے میں نہ آئے مگر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح حدیثیں ارشاد فرمارہی ہیں کہ ایسی حالت میں اتنے پردوں میں مُردہ ایسی خفی آواز جُوتوں کی پہچل سنتا ہے جس کا تمھیں خود اعتراف ہے اور وہی امام عینی مستند مائۃ مسائل شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں:

فیہ ذھول عما ورد فی بعض الاحادیث ان صاحب القبر کان یسأل فلما سمع صریر السبتتین اصغٰی الیہ فکاد یھلک لعدم جواب الملکین فقال لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم القھما لئلا تؤذی صاحب القبر ذکرہ ابو عبداللہ الترمذی۔[1]

یعنی اس قائل کو یاد نہ رہا وُہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر والے سے سوال ہو رہا تھا اتنے میں جُوتوں کی پہچل اُس نے سُنی اُدھر کان لگائے جواب میں دیر ہُوئی، قریب تھا کہ ہلاک ہوجائے، سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس جُوتا پہن کر چلنے والے سے فرمایا انھیں اُتار ڈال کہ مُردے کو ایذا نہ پہنچے۔ یہ حدیث ابو عبداللہ محمد ترمذی نے ذکر فرمائی۔ (ت)

اور پھر وُہ سُننا بھی کا ہے سے، گوشِ سر جس کا ادراک بہ نسبت ادراکِ روح بہت قاصر و مقصور، تو بداہۃً ثابت کہ احوالِ برزخ آپ کے اوہامِ عادیہ سے منزلوں دُور، اور عاداتِ معہودہ دارِ دُنیا پر ان کا قیاس باطل و مہجور۔

عائدہ رابعہ: ادراکِ رُوح مشروط بجسم ہیں یا نہیں، علی الاول صریح اعتزال و علی الثانی تعلقاتِ بدنیہ کی کمی بیشی سے اس کے ادراکات میں تفاوت کس لئے، توضیحِ مقام یہ کہ وُہ جو مُلّا تفہیمی نے اہلِ سنّت سے نقل کیا کہ ادراکِ الم ولذت کے لیے وقتِ تنعیم و تعذیب (جسے وقتِ ایلام و تعذیب کہا اور ان کے نصیبوں لذّت کے حصّے کا بھی الم ہی رہا) ایک نوع حیاتِ میت آجاتی ہے اور اس سے سماع لازم نہیں (قطع نظر اس سے کہ فقرۂ آں مستلزم سماع نیست عباراتِ مستندہ میں نہیں) یہ قولِ اہلسنّت بھی قطعاً بدن ہی کے حق میں ہے کہ قبر میں عودِ حیات اُسی کے لیے ہوتا ہے، اور اگر حدوثِ زیادتِ تعلق بالبدن وقتِ انعام و ایلام وسوال کو روح کے لیے عودِ حیات سے تعبیر بھی کیجئے تو اس سے اگر فرق پڑے گا تو ادراکاتِ جسمانیہ میں جس کا حاصل تفاوت آلیت بدن کی طرف آئل مگر اہلسنت کے نزدیک ادراکاتِ روح بدن پر موقوف نہیں تو وہ ان تعلقاتِ حادثہ سے پہلے بھی ویسے ہی مدرکہ عالمہ مبصرہ سامعہ تھی جیسی ان کے بعد یہ تفاوت کہ ایک نوعِ حیات ملتی ہے جس سے ادراکِ لذّت و الم تو ہو اور سماع نہ ہو وہاں ماشی نہیں آخر یہاں گھٹا بڑھا کیا یہی بدن سے تعلق، پھر اس سے ادراکاتِ رُوح کو کیا علاقہ تھا کہ اُس کے تفاوت سے وہ متفاوت

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب المیت یسمع خفق النعال ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۸/۱۴۷

غیب پر رجماً بالغیب حکم لگانا ضلالت وعیب امام الحرمین ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں :

لا یتقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوتہ فیما غاب عنا الا بسمع[1]

جو چیزیں ہم سے غائب ہیں ان میں کسی ممکن الثبوت امر کے ثابت ہو جانے کا حکم دلیل سمعی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ (ت)

شرح عقائد نسفی میں ہے :

القضایا منہا ما ھی ممکنات فلا طریق الی الجزم باحد جانبیہا فکان من فضل اللہ و رحمتہ ارسال الرسل لبیان ذلک[2]

قضایا میں سے ممکنات بھی ہیں۔ ان کی دو جانبوں میں سے کسی ایک کے جزم کی کوئی سبیل نہیں تو اللہ تعالٰی اس کے بیان کے لیے اپنے فضل ورحمت سے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ (ت)

تفسیر کبیر میں ہے :

کل ما جاز وجودہ وعدمہ عقلا لم یجز المصیر الی الاثبات او الی النفی الا بدلیل[3]

عقلاً جس کا وجود اور عدم دونوں ممکن ہو اس میں دلیل سمعی کے بغیر اثبات یا نفی کی طرف جانے کا جواز نہیں (ت)

لاجرم اشتغال کے سبب عدمِ سماع کا شگوفہ مہمل وبیکار ہو کر رہ گیا اور شرع مطہر سے جداگانہ دلیل کی حاجت رہی کہ یہ تلذذ وتالم مانع سماع ہیں، اگر دلیل نہیں اور بیشک نہیں تو آپ کا خذلان وخسران ظاہر وعیاں، ورنہ وہ دلیل ہی نہ دکھائیے، عبث وناتمام باتوں میں کیوں وقت گنوائیے۔

سابعاً اگر یہ اشتغال مانع سماع ہوتا خواہ تمھاری ہوسات عاطلہ خواہ جہال فلاسفہ کے مقدمہ باطلہ سے جس کی دھجیاں امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء اڑا چکے کہ نفس آنِ واحد میں دو چیزوں کی طرف توجہ نہیں کرسکتا تو واجب کہ اہلِ برزخ کو کلام ملائک کا بھی سماع نہ ہوتا کہ استغراق مانع کے آگے سماع سماع سب ایک سے، حالانکہ تالی قطعاً باطل ہے تو یُوں ہی مقدم۔ غرض استغراق کو امورِ برزخیہ و دنیویہ میں فارق بنانا چاہا تھا وہ خود محتاج فارق ہے۔

ثامناً العظمۃ للہ والضراعۃ الی اللہ (عظمت وبزرگی اللہ کے لیے ہے اور ضعف وذلالت اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے۔ ت) وہ موت کا تازہ صدمہ اٹھائے ہوئے رُوح جس کا ادنٰی جھٹکا سَو ضربِ شمشیر کے برابر،

ع ابن ابی الدنیا عن الضحاک بن حمزۃ مرسلا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲

اسے ابن ابی الدنیا نے ضحاک بن حمزہ سے مرسلاً نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

---

[1] الارشاد فی علم الکلام

[2] شرح عقائد نسفی بحث فی ارسال الرسل دار الاشاعۃ العربیۃ شوکت الاسلام قندھار ص ۹۸

[3] تفسیر کبیر

جوابِ پنجم: فرض کیا کہ وہ معتزلہ نہیں مشائخ اہلسنت ہی ہیں، مگر یہ مسئلہ کچھ فقہیہ نہیں، صاحبِ مائۃ مسائل کو اقرار ہے کہ فقہ سے جُدا متعلق بہ اخبار ہے، سائل نے سوال کیا تھا:

سماعتِ موتٰی کلامِ احیا درشرح جائزاست یاگناہ کدام گناہ؟

مُردوں کا، زندوں کا کلام سُننا شریعت میں جائز ہے یا گناہ، کون سا گناہ؟ (ت)

آپ اس کے جواب میں اظہارِ علم فرماتے ہیں کہ:

عادت وتکیۂ کلامِ سائل آنست کہ در ہر جامی پرسد جائز است یا گناہ کدام گناہ دریں مقام پرسیدن باین عبارت نمی سزد زیرا کہ جواز وگناہ در افعال واعمال مے شود واین متعلق باخبار است کہ این امر ثابت است یا نہ[1] ملخصًا۔

سائل کی عادت اور تکیۂ کلام یہ ہے کہ ہر جگہ پوچھتا ہے جائز ہے یا گناہ؟ کون سا گناہ؟ یہاں ان الفاظ سے سوال مناسب نہیں اس لیے کہ جواز اور گناہ افعال واعمال میں ہوتا ہے۔ اور یہ اخبار سے متعلق ہے کہ یہ امر ثابت ہے یا نہیں؟ ملخصًا (ت)

اور جب مسئلہ علمِ فقہ سے ہے ہی نہیں تو حنفیت وشافعیت کی تخصیص یا تقلید بعض یا اکثر مشائخ سے اُسے تعلق یعنی چہ۔ متعلق باخبار ہے اخبار واحادیث کے خلاف غیر ماخذ سے اخذ کیا معنے، غرض تمہید یہ اٹھا کر برخلاف نصوص صریحہ، احادیثِ صحیحہ جواب یُوں دینا:

پس جواب این ست کہ نزد اکثر حنفیہ سماعتِ موتٰی ثابت نیست[2]۔

پس جواب یہ ہے کہ اکثر حنفیہ کے نزدیک سماعِ موتٰی ثابت نہیں۔ (ت)

اور پھر اُس میں بھی تصریحاتِ جلیلہ اصل ماخذ کے مقابل یہ توسّع کہ "چنانکہ از کافی وفتح القدیر حاشیہ ہدایہ صراحۃً واشارۃً کہ قریب بتصریح است معلوم می شود[3]" ملخصًا (جیسا کہ کافی، فتح القدیر حاشیہ ہدایہ سے صراحۃً اور اشارۃً جو تصریح کے قریب ہے، معلوم ہوتا ہے، ملخصًا۔ ت) محض بیجا وبے محل واقع ہُوا، اس جواب کی طرف بھی تفہیم المسائل میں اشارہ فرمایا:

حیث قال ودرحقیقت این مسئلہ از علمِ فقہ ہم نیست چنانچہ مجیب نیز دریں جا اقرار نمودہ[4]۔

فرمایا: درحقیقت یہ مسئلہ علمِ فقہ سے بھی نہیں جیسا کہ مجیب نے اسی مقام پر اقرار کیا ہے۔ (ت)

---

[1] مائۃ مسائل مسئلہ ۲۶ مکتبہ توحید وسنّت پشاور ص ۵۱

[2] و [3] تفہیم المسائل عدمِ سماعِ موتٰی از کتبِ حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۷۳

[4] تفہیم المسائل " " " " ص ۷۷

marfat.com

جیسے آگ کی لپیٹ، بیل[ع۱] کے سینگوں کی طرح لمبے نوک دار کیلے، زمین پر گھسٹتے سر کے پیچیدہ[ع۲] بال، قدوقامت جسم وجسامت بلاقیامت کہ ایک[ع۴] شانے سے دوسرے تک منزلوں کا فاصلہ، ہاتھوں[ع۵] میں لوہے کا وہ گُرز کہ اگر ایک بستی کے لوگ بلکہ جن[ع۶] وانس جمع ہوکر اٹھانا چاہیں نہ اٹھا سکیں، وہ گرج[ع۷] کڑک کی ہولناک آوازیں، وہ دانتوں[ع۸] سے زمین چیرتے ظاہر ہونا، پھر ان آفات پر آفت یہ کہ سیدھی طرح بات نہ کرنا، آتے ہی جھنجھوڑ[ع۹] ڈالنا، مہلت نہ دینا، کڑکتی جھڑکتی[ع۱۰] آوازوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی التاریخ والبیھقی فی عذاب القبر عن امیرالمومنین عمر، حدیث ۷ وابن ابی الدنیا عن ابی ھریرۃ، حدیث ۸ وھو وابو النعیم والاٰجری والبیھقی عن عطاء ابن الیسار مرسلا کلھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲۔

نے تاریخ میں اور بیہقی نے عذاب قبر میں امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ حدیث ۷ ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی۔ حدیث ۸ ابن ابی الدنیا، ابونعیم، آجری اور بیہقی سب نے عطاء بن یسار سے مرسلاً نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ (ت)

ع۱ حدیث پنجم ۱۲

ع۲ حدیث چہارم و پنجم ۱۲

ع۳ دوم و ششم و ہفتم ۱۲

ع۴ حدیث سوم ۱۲

ع۵ حدیث پنجم ۱۲

ع۶ حدیث ششم و ہفتم ۱۲

ع۷ حدیث پنجم ۱۲

ع۸ حدیث دوم، چہارم، پنجم، ششم، ہفتم، ہشتم ۱۲

ع۹ حدیث دوم، ششم، ہفتم ۱۲

ع۱۰ حدیث دوم وہشتم وحدیث ۹ احمد والطبرانی فی الاوسط والبیھقی وابن ابی الدنیا عن جابر۔ حدیث ۱۰ وابن ابی عاصم وابن مردویۃ والبیھقی بوجہ اٰخر عنہ، حدیث ۱۱ والاٰجری فی الشریعۃ عن ابن مسعود کلاھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین ۱۲۔

حدیث ۲ و ۸ و ۹ امام احمد نے اور معجم اوسط میں طبرانی نے اور بیہقی وابن ابی الدنیا نے حضرت جابر سے روایت کی۔ حدیث ۱۰ ابن ابی عاصم، ابن مردویہ اور بیہقی نے ان ہی سے ایک دوسرے طریق سے روایت کی۔ حدیث ۱۱ آجری نے شریعہ میں حضرت ابن مسعود سے، دونوں حضرات نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ۱۲۔ (ت)

marfat.com

ان عباراتِ مشائخ کے، جنھیں تم نے رُوح پر عمل کر کے صریح کتاب اللہ کے خلاف کر دیا۔ سنّتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم سُنیے تو کیسی صریح وصحیح وجلیل وجزیل حدیثیں سماعِ موتٰی ثابت فرما رہی ہیں جنھیں سُن کر پتھّر بھی موم ہو جائے۔ اجماع مانگیے تو اس نقول اوپر منقول۔ سوادِ اعظم درکار تو اس کا نمونہ مقصد سوم سے آشکار۔ یارب! اِپھر خلاف کی طرف راہ کدھر، بھلا یہ تو برزخ و معاد کا مسئلہ ہے جن کے لیے کوئی فصل و باب کُتبِ فقہ میں نہ پائے گا کہ وُہ بحثِ فقہ سے یکسر جُدا ہیں، کسی قول یا فعل کا موجبِ کفر ہونا تو خود افعالِ مکلفین ہی سے بحث ہے، اُس کے بیان کو کتبِ فقہ میں "باب الردۃ" مذکور اور صدہا اقوال و افعال پر انہی مشائخ کے بیشمار فتوائے کفر مسطور، مگر محققین محتاط تارکینِ تفریط و افراط باآنکہ سچّے دل سے حنفی مقلد اور ان مشائخ کرام کے خادم و معتقد ہیں، زینہار اُن پر فتوٰی نہیں دیتے اور حتی الامکان تکفیر سے احتراز رکھتے بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی روایتِ ضعیفہ اگرچہ دوسرے ہی مذہب کی در بارۂ اسلام مل جائے گی اسی پر عمل کریں گے اور جب تک تکفیر پر اجماع نہ ہولے کافر نہ کہیں گے۔ وہی درمختار جس میں اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ[1] الخ تھا اسی میں ہے:

الفاظہ تعرف فی الفتاوٰی بل افردت بالتالیف مع انہ لایفتی بالکفر بشیئ منھا الا فیما اتفق المشائخ علیہ کما سیجیئ قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیئ منھا[2]۔

یعنی الفاظِ کفر کُتبِ فتاوٰی میں معروف ہیں بلکہ اُن کے بیان میں مستقل کتابیں تصنیف ہُوئیں، اس کے ساتھ ہی یہ اُن میں سے کسی کی بناء پر فتوٰیٔ کفر نہ دیا جائیگا مگر جہاں مشائخ کا اتفاق ثابت ہو جیسا کہ عنقریب کلامِ مصنّف میں آتا ہے، بحر الرائق میں فرمایا: میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ ان میں سے کسی پر فتوٰی نہ دُوں۔

تنویر الابصار میں ہے:

لایفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ[3]۔

کسی مسلمان کے کفر پر فتوٰی نہ دیا جائے جبکہ اس کا کلام اچھے پہلو پر اتار سکیں یا کفر میں خلاف ہو اگرچہ ضعیف ہی روایت سے۔

---

[1] درمختار مقدمۃ الکتاب (رسم المفتی) مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵
[2] " باب المرتد " ۱/ ۳۵۵
[3] " " " ۱/ ۳۵۶

marfat.com

ہوں بخلاف بدن کہ اس کے ادراکات بنفسہٖ نہیں بلکہ تعلقِ رُوح ہی کے باعث ہیں اور تعلقات متفات تو وقتِ مفارقت سلب کلی ادراک ہوگا اور جتنا تعلق بڑھتا جائے گا ادراک بڑھے گا، لہذا ممکن کہ تعذیب وتنعیم کے لیے تعلق کے مدارجِ متوسط سے وہ درجہ دیا جائے کہ بدن صرف ادراکِ لذّت والم کا آلۂ کار پائے اُس کے ذریعہ سے سماع و ابصار ہاتھ نہ آئے اور سوال وکلام کے لیے اس سے اعلیٰ درجہ ملے جس کے باعث سمع بدن کا بھی رستہ کُھلے اور وجہ وہی کہ [مقـ ۳] یہ سب امور روح وجسم دونوں سے متعلق ہیں، تنعیم وتعذیب میں مشارکتِ بدن کو صرف اُسی قدر درکار اور سوال میں شرکت کو سمع بھی مطلوب، غرض کلامِ اہلسنت بدن پر محمول کیجئے، اور یقیناً یہی ہے تو آپ کا مطالب فوت، محنت رائگاں، اور خواہ مخواہ روح کے گلے باندھیے تو ضلال اعتزال نقدِ وقت ہے مفر کہاں!

بالجملہ بحمد اللہ توفیقِ الٰہی رفیقِ اہلسنت اور خذلان وحرماں نصیبِ اہلِ بدعت ہے جو تیر اُن کی کمان سے وصل پاتے ہیں فصل سے پہلے اُنھیں کے منہ پر پلٹا کھاتے ہیں۔ علمائے اعلام کے جتنے کلام بہزار جانکاہی اپنی دلیل بنا کر لاتے ہیں وُہ انہی کے دشمن قاتل اور اہلسنّت کے سچّے دلائل بن جاتے ہیں۔ الحمد للہ اب ملّاجی کا ہاتھ یکسر خالی ہوگیا اس ساری بحث میں ان کی تمام چہ می گوئیوں کا حرف بحرف قلع قمع ہولیا۔ مُلّاجی! اب تو ہمیں اجازت دیجئے کہ آپ ہی کے صفحہ عکس عـہ حلق کے شکم زاد بول آپ ہی کے مُنہ پر پلٹ دیں کہ:

بے چارہ (قنوجی) عیارہ پختہ جنون خام کارہ کہ از روی کیش خویش کور وکر بل خشت وحجر بلکہ ازانہم بتر شدہ است بتصور اینکہ من ہرچہ خواہم نگاشت عامۂ مومنین بران اعتماد خواہند ساخت ہرچہ در شکم داشت از دہان برآورد افسوس کہ مردمان رعایت این بیچارہ کہ شبہا دریں باب محنت کشیدہ نہ کردہ تغلیط وے ظاہر کردیم پس ایں معاملہ طشت از بام شد۔

بے چارہ (قنوجی) عیار، پختہ جنوں، خام کار، جو اپنے مذہب کی رُو سے اندھا، بہرا بلکہ اینٹ پتھر، بلکہ ان سے بھی بدتر ہو چکا ہے، اس خیال سے کہ میں جو کچھ لکھ دُوں گا عام مسلمان اس پر اعتماد کرلیں گے، جو کچھ شکم میں رکھتا تھا زبان پر لایا۔ افسوس کہ یہ بے چارہ جس نے اس باب میں کئی رات مشقت جھیلی ہم لوگوں نے اس کی رعایت نہ کرکے اس کی تغلیط ظاہر کردی تو یہ معاملہ طشت ازبام ہوگیا۔ (ت)

والحمد للہ رب العالمین وقیل بعدا للقوم الظالمین۔

اور ساری تعریف اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور کہا گیا ہلاکت ہو ظالموں کے لیے۔ (ت)

عـہ ارقام نجومیہ میں ۱۳۸ کو قلح لکھتے ہیں جس کا عکس حلق ۱۲ منہ (م)

ہماری طرف ہیں، جن کا ایک نمونہ مقصد سوم نے ظاہر کیا اور ان میں اجلّہ ائمہ و مشائخ علمائے حنفیہ بھی ہیں، تم نے پانچ متاخرین کے قول ذکر کیے ہم نے پچاس سے زائد ائمہ و علمائے حنفیہ مجتہدین فی المذہب و فقہاء النفس و عمائد محققین سلف و خلف کے ارشادات دکھاتے جن میں خود ان پانچ سے بھی امام نسفی و امام عینی و امام ابن الہمام شامل، اُدھر اگر ایک کتاب میں اکثر مشائخنا کا لفظ لکھا ہے تو اِدھر متعدد کتب میں اجماعِ اہلسنت مذکور رہوا ہے، اب دو راہیں ہیں تطبیق[۱] و ترجیح[۲]۔ ان میں تطبیق ہی اولیٰ و اول و بتصریح علماء حتیّ الوسع اسی پر معوّل، اسے اختیار کیجئے تو بحمداللہ سبیل واضح ہے کہ اثباتِ سماع رُوح کے لیے ہے اور انکارِ سماع بدن پر محمول، اس کی تقریر اور اس کے منافع و فوائد کی تذکیر جوابِ اوّل میں مفصلاً تحریر، اور اگر توفیق نہ ملے تو بہت خوب بابِ ترجیح کھلے، یوں بھی باذنہٖ تعالیٰ میدان ہمارے ہی ہاتھ رہے گا۔

اوّلاً ہماری طرف احادیث کثیرہ ہیں تمہاری طرف ایک بھی نہیں، کتنی حدیثوں میں سُن چکے کہ ان المیّت لیسمع بیشک مُردہ سُنتا ہے۔ یہ بھی کسی حدیث میں آیا کہ المیّت لا یسمع مُردہ نہیں سنتا۔ اور یہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ:

لا یعدل عن درایۃ ما وافقتھا روایۃ[۱]، کما فی الغنیۃ و ردالمحتار۔

درایت سے عدول نہ ہوگا جب کوئی روایت بھی اس کے موافق ہو، جیسا کہ غنیہ و ردالمحتار میں ہے (ت)

ثانیاً رُوح کی موت و بے ادراکی اور اس کے ادراکات کا جسم پر توقف کہ تمہارے طور پر مفادِ کلام مشائخ ہے کتاب اللہ کے خلاف و معارض ہے۔

ثالثاً اجماعِ اہلسنّت کے مناقض ہے۔

رابعاً خود ان کا کلام مضطرب و متناقض ہے۔

خامساً بوجوہِ قاہرہ مجروح و مرجوح ہے۔

سادساً حمل علی البدن نہ مانو محتمل تو ہے اور محتمل صالح معارضہ نہیں۔

سابعاً اگر کوئی حدیث اثباتِ سماع میں نہ ہوتی تو سلام خود منصوص و مجمع علیہ ہے اور کلام کا ظاہر سے صرف و عدول باجماعِ علماء مردود و مخذول۔

ثامناً تم خود مان چکے کہ مُردے زائروں کا سلام سنتے ہیں (مائۃ مسائل جوابِ سوال ۱۹) پھر ثبوتِ سماعِ موتٰی میں کیا محلِ کلام رہا جب قوتِ سماع حاصل اور خود خارج کی آواز سُننا سمجھنا ثابت تو آواز آواز سب ایک سی اور

---

[۱] ردالمحتار واجبات الصلوٰۃ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۳

اقول صدرِ کلام میں واضح ہوچکا کہ یہ کلام ہمارے ائمۂ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول نہیں، استدلال مسئلہ منصوصہ میں طبع آزمائی مشائخ ہے، فقہیات میں ائمہ کرام کے بعد مشائخ اعلام کی تقلید بھی علی الراس والعین کہ:

علینا اتباع مارجحوہ وصححوہ کما لو افتونا فی حیاتھم[1]

ہمارے ذمہ اسی کا اتباع ہے جسے ان حضرات نے راجح وصحیح قرار دیا، جیسے وُہ اپنی زندگی میں ہمیں فتوٰی دیتے تو ہماری ذمہ داری یہی ہوتی۔ (ت)

مگرع

ہر سخن نکتہ و ہر نکتہ مکانے دارد

(ہر بات میں کوئی نکتہ اور ہر نکتہ کا کوئی موقع ہوتا ہے۔ت)

موافق مخالف سب اہلِ عقول کا قدیمی معمول کہ ہرفن کی بات اُسی کی حد تک محدود ومقبول، تحقیقِ حلال وحرام میں فقہ کی طرف رجوع ہوگی، اور صحت وضعفِ حدیث میں تحقیقاتِ فنِ حدیث کی طرف طبی مسئلہ نحو سے نہ لیں گے، نہ نحوی طب سے۔ علماء فرماتے ہیں شروحِ حدیث میں جو مسائل فقہیہ کُتبِ فقہ کے خلاف ہوں مستند نہیں بلکہ تصریح فرمائی کہ خود اصولِ فقہ کی کتابوں میں جو مسئلہ خلافِ کُتبِ فروع ہو معتمد نہیں، بلکہ فرمایا جو مسئلہ کُتبِ فقہ ہی میں غیر باب میں مذکور ہو مسئلہ مذکور فی الباب کا مقادم نہ ہوگا کہ غیر باب میں کبھی تساہل راہ پاتا ہے،

وقد بینا کل ذلک فی رسالتنا المبارکۃ ان شاء اللہ تعالٰی فصل القضاء فی رسم الافتاء۔

یہ سب ہم نے اپنے رسالہ فصل القضاء فی رسم الافتاء میں بیان کیا ہے جو بابرکت ہے اگر اللہ تعالٰی نے چاہا۔ (ت)

جو فرقِ مراتب گم کرکے غلط مبحث کرے جاہل ہے یا غافل ذاہل، برزخ ومعاد امورِ غیبیہ ہیں جن میں قیاس و اجتہاد کو دخل نہیں، اُن کا پتا تو نبی امین الغیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کے ارشاد سے چل سکتا ہے نہ مشائخ کی رائے سے، بلکہ علمائے کرام کو اس میں اختلاف ہے کہ عقائد میں تقلید مقبول بھی ہے یا نہیں۔ اللہ کو ایک، رسول کو سچّا، جنّت ونار کو موجود، سوال وعذاب ونعیمِ قبر کو حق جاننے میں اس کا کوئی محل نہیں کہ فلاں فلاں مشائخ ایسا فرماتے تھے محض ان کے اعتبار پر مان لیا ہے۔ ہاں عقائد میں کتاب وسنّت واجماعِ اُمّت و سوادِ اعظم اہلِ سنت کا اتباع ہے، اس لیے کہ خدا ورسول نے ہمیں بتادیا کہ اجماع ضلالت پر ناممکن اور سوادِ اعظم کا خلاف ابتداع ہے۔ اب کتاب مجید دیکھئے تو بلاشُبہہ ثابت فرمارہی ہے کہ رُوح میت نہیں، رُوح بے ادراک نہیں، روح کے ادراک بدن پر موقوف نہیں، روح فنائے بدن کے بعد باقی و مدرک رہتی ہے برخلاف

---

[1] الدرالمختار مقدمۃ الکتاب (رسم المفتی) مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

دلیل بنائیں گے اور اس کے ساتھ بفضلہٖ تعالیٰ تفہیم المسائل کی ساری بالاخوانیاں بھی نیچی پڑیں، صبح سنّت شر سے چمکی، باطل کی ظلمتیں دھواں بن کر اڑیں۔ یہ سب بحمد اللہ تعالیٰ ادنیٰ تصدّق کفش برداری اعلیحضرت سید العلماء المحققین، سند الفضلاء المدققین، حامی السنن، ماحی الفتن، حجۃ الخلف، بقیۃ السلف، اعلم علماء العالم سیدنا الوالد الماجد المکرم حضرت مولانا محمد نقی علی خاں صاحب حنفی قادری برکاتی و کمترین برکات خاک بوسی آستانہ فیض نشان اقدس حضرت امام العرفاء الکاملین، سنام الاولیاء الواصلین، بدر الطریقۃ، بحر الحقیقۃ، حبر الشریعۃ اقوی الذریعہ، سیدی و مولای و مرشدی و کنزی و ذخری لیومی و غدی حضور سیدنا سید شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہما واتم نورھما و نور قبورھما وقدس سرھما واعاد علینا فی الدارین برکاتھما ورزقنا بمنہ برھما آمین الٰہ الحق آمین (اللہ تعالیٰ دونوں حضرات سے راضی ہو اور ان کا نور کامل فرمائے ان کی قبروں کو منور کرے، دارین میں ہمارے اوپر ان کی برکتیں عائد فرمائے اور اپنے کرم سے ہمیں ان کی فرمانبرداری نصیب کرے، قبول فرما اے الٰہ برحق قبول فرما۔ ت) ہے۔ والحمد للہ رب العالمین جو اہلسنت ان حروف سے نفع پائیں مامول کہ دونوں حضراتِ عالیہ کو ایصالِ ثواب فاتحہ سے شاد فرمائیں اور اس فقیر حقیر اور مولانا مولوی محمد عمر الدین صاحب موصوف کو کہ اس نفیسۂ جلیلہ کے محرک تالیف اور الدال علی الخیر کفاعلہ (خیر کی راہ بتانے والا اسی کی طرح ہے جو خیر کو عمل میں لانے والا ہے۔ ت) کے مصداق منیف ہوئے اور عالی ہمتان زمن محبانِ دین وسنن حاجی اسحٰق آدم صاحب صباغ پلبندری و حاجی ابو حاجی حبیب صاحب پلبندری میمن ایمن حفظہما اللہ تعالیٰ عن الفتن والمحن کو جن کی ہمت بلند سے اصل کتاب اور جامع فضائل قامع رذائل مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب قادری نقشبندی شاذلی سلمہ العلی الولی کو جن کی سعی جمیل سے یہ اجزائے تذییل جلیل منطبع اور اہلسنت ان جواہر دینیہ سے منتفع ہوئے دعائے عفو و عافیت و خیر و برکاتِ دنیا و آخرت سے یاد فرمائیں۔ صحیح حدیث میں ہے، پسِ پشت اپنے بھائی مسلمان کے لئے دعا پر ملائکہ کہتے ہیں آمین ولك بمثلہ تیری یہ دعا قبول اور اس کے مثل تجھے بھی حصول والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

الحمد للہ! آج اس رسالہ سے تصانیفِ فقیر کا عدد ایک سو اسی ۱۸۰ ہوا، اکرم الاکرمین جل جلالہٗ قبول فرمائے اور فقیر حقیر و اہلسنت کے لیے دارین میں جنّتِ نجات بنائے آمین! حُسنِ اتفاق یہ کہ یہ رسالہ سمعِ ارواح کے باب میں ہے اور شمار تصانیف میں ایک سو اسی ۱۸۰ اور اسمائے الٰہیہ میں صفتِ سمع پر دال اسم پاک سمیع ہے اس کے عدد بھی یہی۔

نسئل السمیع ان یسمع دعواتنا و یستر عوراتنا ویومن روعاتنا ویقضی حاجاتنا و یغفر سیاٰتنا	ربِ سمیع سے سوال ہے کہ ہماری دُعائیں سُن لے، ہمارے عیوب چھپائے، ہمارے خوف کی چیزوں کو امن دے، ہماری حاجتیں پُوری فرمائے، ہمارے گناہ مٹائے،

marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

قال الخیر الرملی اقول ولوکانت الروایۃ لغیر اھل مذھبنا ویدل علٰی ذلك اشتراط کون مایوجب الکفر مجمعًا علیہ[1]

یعنی علامہ خیر الدین رملی استاد صاحبِ دُرمختار نے فرمایا اگرچہ وُہ روایت دوسرے مذہب مثلاً شافعیہ یا مالکیہ کی ہو اس لیے کہ تکفیر کے لیے اُس بات کے کفر ہونے پر اجماع شرط ہے۔

یہ علامہ بحر صاحب البحر و علامہ خیر رملی و مدقق علائی در بارۂ تقلید جیسا تصلب شدید حق و سدید رکھنے والے ہیں اُن کی تصانیفِ جلیلہ بحر و اشباہ و رسائل زینیہ و در و فتاوٰی خیریہ وغیرہا کے مطالعہ سے واضح مگر یہاں اُن کے کلمات دیکھئے کہ جب تک اجماع نہ ہو فتوٰی مشائخ پر عمل نہ کریں گے، ہم نے التزام کیا ہے کہ اس پر فتوٰی نہ دیں گے تو وجہ کیا وہی کہ یہ بحث اگرچہ افعالِ مکلفین سے متعلق ہے مگر فقہ کا دائرہ تو حیثیتِ حلال و حرام تک منتہی ہو گیا آگے کفر و اسلام اگرچہ یہ اعظم فرض وہ اخبث حرام، مگر اصالۃً اس مسئلہ کا فن علم عقائد و کلام، وہاں تحقیق ہو چکا ہے کہ جب تک ضروریاتِ دین سے کسی شئے کا انکار نہ ہو کفر نہیں تو ان کے غیر میں اجماع ہرگز نہ ہو گا، اور معاذ اللہ اُن میں سے کسی کا انکار ہو تو اجماع رُک نہیں سکتا لہٰذا تمام فتاوٰی و نقول سے قطع نظر کر کے مسائل اجماعیہ میں حصر فرما دیا۔ جب یہاں یہ حال ہے تو ہمارا مسئلہ جس میں نہ فعل مکلف نہ حلت و حرمت بلکہ ایک امر برزخ کے ثبوت و عدم ثبوت کی بحث ہے کیوں کتاب و سنّت و اجماعِ اُمّت و سوادِ اعظم سادات ملّت سے منقطع ہو کر مرہونِ نقول بعض کتب فقہیہ ہونے لگا و ھذا ھو حق التحقیق و الحق احق بالتصدیق (یہی حق تحقیق ہے اور حق اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے۔ ت)

جواب ششم : اقول سب جانے دو، یہ بھی مانا کہ یہ قولِ مشائخ یہاں حجت اور فی نفسہٖ قابلِ قبول و متابعت ہے، اب اس سے زیادہ تنزل کا کوئی درجہ نہیں تاہم ہم پر اس سے احتجاج اصلاً موجہ نہیں، کسی دلیل کا فی نفسہٖ کافی و صالح تعویل ہونا اور بات، اور اس سے ثبوت اور اتمامِ حجت ہونا اور، مثلاً قیاس دلیلِ شرعی ہے مگر نص کے آگے نامقبول، حدیثِ صحیح احاد حجتِ شرعیہ ہے مگر اجماع کے سامنے غیر معمول، وعلٰی ہذا القیاس، و لہٰذا حدیث کی صحت حدیثی و صحتِ فقہی میں زمین و آسمان کا فرق ہے، جس کی تحقیقِ انیق فقیر کے رسالہ الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی میں ہے، ان مشائخ کے اگر یہ قول ہیں تو صدہا اکابر اعلام کے ارشاداتِ جلیلہ

ع[2] اس کا سوال شہر ارکاٹ سے آیا تھا لہٰذا تاریخی لقب "اعز النکات بہ جواب سوال ارکات" ہے، یہ رسالہ غیر مقلدوں کے اُس مشہور مغالطہ کے رَدِ بلیغ میں ہے کہ امام اعظم نے خود فرما دیا ہے جب حدیث صحیح ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے، ایک غیر مقلد نے یہ اعتراض بہت طمطراق سے چھاپا اور حنفیہ سے طلبِ جواب ہوا یہاں بھی وہ پرچہ بھیجا جس کے جواب میں بفضلہ تعالٰی یہ مختصر و نافع رسالہ تحریر ہوا ۱۲ منہ (م)

[1] ردالمحتار باب المرتد مصطفی البابی مصر ۳/۳۱۶

الدَّوْلَةُ المَكِّيَّة بِالمَادَّةِ الغَيْبِيَّة

(١٣٢٣ الهجرية)

للشيخ الإمام احمد رضا خان
القندهاري الأفغاني ثم البريلوي الهندي

مع تعليقاتها للمصنف باسم التاريخي

الفُيُوضَاتُ المُلْكِيَّة لِمُحِبِّ الدَّوْلَةِ المَكِّيَّة

(١٣٢٦ الهجرية)

ويليه

جلائل التقريظات لأجلة علماء الحرمين الشريفين وحماة ومصر والشام وغيرها من بلاد دار السلام زادها الله شرفاً وتكريماً

مؤسسة رضا

الجامعة النظامية الرضوية - لاهور - باكستان

marfat.com

فرق تحکم باطل وعلی التنزل یہ ایجاب جزئی اُس سلب کلی مشائخ کا ضرور نقیض ومبطل، توجس کلام کو خود باطل مان چکے اُس سے استناد ہوس عاطل۔

تاسعًا بحث ایک امر کے وجود وعدم ونفس الامری میں ہے وُہ مشائخ نافی اور یہ ائمہ مثبت بین مُثبت مقدم۔

عاشرًا اگر بالفرض دونوں پلّے ہرطرح برابر ہوں تو امر مستوی رہا، اور سماع ماننے میں نفع بے ضرر ہے کہ جب مُردوں کو مدرک جانیں گے قبور کے پاس کلامِ بیجا سے باز رہیں گے، افعالِ منکرہ سے حیا کریں گے۔ اور پتھر جانا تو بیباک ہوں گے، یُوں بھی انکارِ سماع میں ضرر واندیشۂ ضیر ہے اور اثباتِ سماع محض نفع وخیر ہے۔

ختم اللّٰہ تعالٰی لنا علٰی محض نفع وخیر وحفظنا من کل ضر وضیر والحمد للّٰہ رب العالمین وصلی اللّٰہ تعالٰی علی سیّدنا محمّد و اٰلہ و صحبہ اجمعین اٰمین۔

اللہ تعالٰی ہمارا خاتمہ محض نفع وخیر پر کرے اور ہر ضرر ونقصان سے ہمیں بچائے۔ اور سب خوبیاں اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور اللہ تعالٰی ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کے تمام آل واصحاب پر درود نازل فرمائے، الٰہی قبول فرما! (ت)

وہ تین جواب ان کے صغرٰی پر عائد تھے، یہ تین ان کے کبرٰی پر وارد۔ اور اوپر گزارش ہوچکا کہ یہ ارخائے عنان ہے حق تحقیق وحقیقتِ حق جوابِ اوّل سے عیاں ہے والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔ فقیر نے اس مسئلہ یمین وکلام اُم المومنین کے متعلق کو زیر حدیث ۴۵ وحدیث ۵۱ بشرط جواب مولوی مجیب صاحب دور آئندہ پر محوّل رکھا تھا مگر اللہ عزوجل دارین میں جزائے خیر وافی ووافر عطا فرمائے۔ مولٰنا المکرم ذی الفضل والکرم، ناصرِ سنن، کاسرِ فتن، محبِ دین متین، صدیقنا مولوی محمد عمر الدین سُنّی حنفی قادری مجیدی نزیل بمبئی سلمہ اللہ تعالٰی کو کہ اس بحثِ نفیس وجلیل ومہم کی تحریر وتحبیر پر مصر ہُوئے جس کے باعث ہنگام طبع کتاب دونوں مقام مذکور میں ان مباحث کی طرف عود کے وعدے بڑھائے گئے، خیال تھا کہ ایک آدھ جُز لکھ دیا جائے گا جو مقصد سوم کی کسی فصل میں بطور فائدہ اندراج پائیگا۔ طبیعت علیل، ذہن کلیل، مدت معالجات طویل، جس کے سبب قوتِ ضعف معاذ اللہ تاحدِ تعطیل۔ باایں ہمہ نامِ فرصت معدوم وقلیل، روزانہ امصار واقطار سے ورود فتاوائے کثیر وجزیل، مگر جب لکھنا آغاز ہُوا بارگاہِ واہب الفیض عزّجلالہ سے درِ فیوض باز ہُوا، بحمد اللہ تعالٰی وُہ جواہرِ عالیہ وزواہرِ غالیہ عطا فرمائے کہ فقیر حقیر کی حیثیت ولیاقت سے بدرجہا ورا تھے لہٰذا اس تذییل جلیل کو رسالہ مستقلہ کیا اور بلحاظ تاریخ الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین (۱۳۱۶) لقب دیا جو بانصاف بے اعتساف اسے دیکھے گا ان شاء اللہ تعالٰی بدل صاف شہادت دے گا کہ مسئلہ یمین آج حل ہُوا جسے مخالف موافق، موافق مخالف سمجھا کرتے تھے۔ اُس کا عقدہ اب منحل ہُوا، جن کلمات کو مخالفین اپنی دلیل بنایا کرتے تھے اب وُہ کلمے خود اُنھی کو ذلیل بنائیں گے۔ جن اقوال کو موافقین محتاجِ جواب سمجھے اب انھی کو اپنی

marfat.com

ويصلّي ويسلّم ويبارك على سيّدنا الكريم النبي
المكين محمّد وآله وصحبه اجمعين، كان
ذلك ليوم هو اول نصف الآخر من آخر النصف
الاول من اول النصف الآخر من العشر الثانية
من المائة الرابعة من الالف الثاني من هجرة
سيّد المرسلين مولى الآمال ومولى الاماني
صلى الله تعالى عليه وسلّم وبارك عليه وعلى
آله وصحبه وذريّته وحزبه وعياله قدر حسنه
وجماله وجوده ونواله آمين آمين والحمد
لله ربّ العالمين سبحانك اللهم وبحمدك
اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك
سبحان ربك ربّ العزّة عمّا يصفون و
سلامٌ على المرسلين ۝ والحمد لله ربّ
العالمين ۝

اور ہمارے کریم آقا بزرگ نبی حضرت محمد اور ان کی سب
آل واصحاب پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے،
یہ امیدوں کے عطا فرمانے والے، آرزوؤں کے مولا،
حضرت سیّد المرسلین کی ہجرت کے ہزارۂ دوم کی چوتھی
صدی کے دوسرے عشرے میں سے نصف آخر کے اوّل
(۱۳۱۶) میں سے نصف اول کے ماہ آخر (جمادی الآخرہ)
کے نصف آخر کے روزِ اوّل (۱۶) کو ہوا۔ اللہ تعالیٰ
ان پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے اور ان کی آل،
اصحاب، اولاد، جماعت اور عیال پر بھی، ان کے حسن و
جمال اور جود و نوال کے بقدر قبول فرما۔ اور تمام تعریف
اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اے
اللہ! تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں،
اور شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں،
تیری بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ پاکی ہے
تیرے رب کے لیے جو عزّت کا مالک ہے، ان باتوں سے جو وہ بناتے ہیں، اور سلام ہو رسولوں پر، اور تمام حمد
اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

marfat.com

إنباء الحي

أن كلامه المصون تبيان لكل شيء

(١٣٢٦ الهجرة النبوية)

مع تعليقاتها

حسام المفتري على السيد البري

للإمام أهل السنة الشيخ
أحمد رضا خان
القادري الحنفي البريلوي قدس سره

مؤسسة رضا
الجامعة النظامية الرضوية - لاهور باكستان

marfat.com